إنما شفاء العي السؤال

آپ کے مسائل اور اُن کا حل

جلد دوم

کفر، شرک اور ارتداد کی تعریف و احکام، موجباتِ کفر غیر مسلم سے تعلقات، قادیانی فتنہ، عقیدۂ ختم نبوّت و نزولِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، علاماتِ قیامت گناہوں سے توبہ موت کے بعد کیا ہوتا ہے؟ آخرت کی جزا و سزا، جنت تعویذ گنڈے اور جادو جنات، رُسومات، توہم پرستی

اضافہ و تخریج شدہ ایڈیشن





حضرت مولانا
محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

ترتیب و تخریج
حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ



إنما شفاء العي السؤال (الحديث)

لاعلمی کی شفا سوال کرنے میں ہے

۲

آپ کے مسائل اور اُن کا حل

اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن

حضرت مولانا

محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

ترتیب وتخریج

حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

مکتبہ لدھیانوی

18- سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی، دفتر ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

0321-2115502, 0321-2115595, 02134130020

نام کتاب	:	آپ کے مسائل اور اُن کا حل
مصنف	:	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید
ترتیب وتخریج	:	حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید
قانونی مشیر	:	منظور احمد میو راجپوت (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)
طبع اوّل	:	۱۹۸۹ء
اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن	:	مئی ۲۰۱۱ء
کمپوزنگ	:	محمد عامر صدیقی
پرنٹنگ	:	شمس پرنٹنگ پریس

مکتبہ لدھیانوی

18- سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

دفتر ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

0321-2115502, 0321-2115595, 02134130020

فہرست

کفر، شرک اور اِرتداد کی تعریف واَحکام

موجباتِ کفر (یعنی کفریہ اقوال و افعال)

قادیانی فتنہ

غیرمسلم سے تعلقات

عقیدۂ ختمِ نبوّت ونزولِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

علاماتِ قیامت

گناہوں سے توبہ

موت کے بعد کیا ہوتا ہے؟

آخرت کی جزا و سزا

جنت

تعویذ گنڈے اور جادو

جنات

رُسومات

توہم پرستی

متفرّق مسائل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کفر، شرک اور اِرتداد کی تعریف و اَحکام

شرک کسے کہتے ہیں؟

سوال:... شرک کس کو کہتے ہیں؟

جواب:... خداتعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا شرک کہلاتا ہے، اس کی قسمیں بہت سی ہیں، مختصر یہ کہ جو معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونا چاہئے تھا وہ کسی مخلوق کے ساتھ کرنا شرک ہے۔[1]

شرک کی حقیقت کیا ہے؟

سوال:... شرک ایک ایسا گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں فرمائیں گے، البتہ وہ شخص مرنے سے پہلے توبہ کرلے تب ہی یہ گناہ معاف ہوسکتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نادانستہ طور پر شرک میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اسی حالت میں مرجاتا ہے تو اس کا یہ گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے یا کبھی بخشش نہ ہوگی؟

جواب:... شرک کے معنی ہیں حق تعالیٰ کی اُلوہیت میں یا اس کی صفاتِ خاصہ میں کسی دُوسرے کو شریک کرنا۔[2] اور یہ جرم بغیر توبہ کے ناقابلِ معافی ہے۔[3] نادانستہ طور پر شرک میں مبتلا ہونے کی بات سمجھ میں نہیں آئی، اس کی تشریح فرمائی جائے۔

اُمورِ غیر عادیہ اور شرک

سوال:... کیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء، اولیاء اور فرشتوں کو اِختیارات اور قدرتیں بخشی ہیں؟ جیسے انبیائے کرام نے مُردوں کو زندہ کیا، اس کے علاوہ کوئی فرشتہ ہوائیں چلاتا ہے، کوئی پانی برساتا ہے، وغیرہ، مگر "درسِ توحید" کتاب میں ہے کہ بھلائی بُرائی، نفع نقصان کا اختیار اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں، خواہ نبی ہو یا ولی، اللہ کے سوا کسی اور میں نفع ونقصان کی قدرت جاننا ماننا شرک ہے۔

---

(۱) الإشراک هو اثبات الشريک في الأُلوهيّة ووجوب الوجود كما للمجوس أو بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الأوثان۔ (شرح العقائد ص:۱۴۶ طبع ایچ ایم سعید)۔ أيضًا: شرک الإنسان في الدين .... وهو إثبات شريک لله تعالى وهو على أربعة أنحاء: الشرک في الألوهية، والشرک في وجوب الوجود، والشرک في التدبير، والشرک في العبادة۔ (قواعد الفقه ص:۳۳۷، طبع صدف پبلشرز کراچی)۔

(۲) الشرک على ثلاث مراتب وكله محرم، وأصله إعتقاد شريک لله في أُلوهيته وهو الشرک الأعظم ...إلخ۔ (تفسير قرطبي ج:۵ ص:۱۱۸، طبع بيروت)۔

(۳) "إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَکَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ يَّشَآءُ" الآية (النساء:۱۱۶)۔

جواب:... جواُمور اَسبابِ عادیہ سے تعلق رکھتے ہیں، مثلاً: کسی بھوکے کا کسی سے روٹی مانگنا یہ تو شرک نہیں، باقی انبیاء و اولیاء کے ہاتھ پر جو خلافِ عادت واقعات ظاہر ہوتے ہیں وہ معجزہ اور کرامت کہلاتے ہیں،[1] اس میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا ہے، مثلاً: عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو زندہ کرنا، یہ ان کی قدرت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا تھا، یہ بھی شرک نہیں، یہی حال ان فرشتوں کا ہے جو مختلف کاموں پر مأمور ہیں۔ اُمورِ غیرعادیہ میں کسی نبی اور ولی کا متصرف ماننا شرک ہے۔[2]

کافر اور مشرک کے درمیان فرق

سوال:... کافر اور مشرک کے درمیان کیا فرق ہے؟ اور یہ کہ کافر اور مشرک کے ساتھ دوستی کرنا، طعام کھانا اور سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ کہ اگر سلام کا جواب دینا جائز ہے تو کس طرح جواب دیا جائے؟

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دِین میں سے کسی بات سے جو اِنکار کرے وہ ''کافر'' کہلاتا ہے۔[3] اور جو شخص خدا تعالیٰ کی ذات میں، صفات میں، یا اس کے کاموں میں کسی دُوسرے کو شریک سمجھے وہ ''مشرک'' کہلاتا ہے۔[4] کافروں کے ساتھ دوستی رکھنا منع ہے، مگر بوقتِ ضرورت ان کے ساتھ کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کافروں نے کھانا کھایا ہے۔[5] کافر کو خود تو سلام نہ کیا جائے، اگر وہ سلام کہے تو جواب میں صرف ''وعلیکم'' کہا جائے۔[6]

''مایوسی کفر ہے'' سے کیا مراد ہے؟

سوال:... مذہبِ اسلام میں مایوسی کفر ہے، ہم نے ایسا سنا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ خداوند نے ہر بیماری کا علاج پیدا کیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ بیماریاں لاعلاج ہیں، ایک ایسا مریض جس کو ڈاکٹر لوگ لاعلاج قرار دیں تو ظاہر ہے وہ پھر مایوس ہوجائے گا، جب وہ مایوس ہوجائے گا تو اسلام میں وہ کافر ہوجائے گا؟

---

(۱) کرامات الأولیاء حق ..... وکرامته ظهور أمر خارق للعادة من قبله غیر مقارن لدعوَی النُّبوة ..... وما یکون مقرونا بدعوَی النُّبوة یکون معجزة۔ (شرح عقائد ص:۱۴۵، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۲) حقیقة الشرک أن یعتقد إنسان فی بعض المعظمین من الناس ان الآثار العجیبة الصادرة منه إنما صدرت بکونه متصفًا بصفة من صفات الکمال مما لم یعهد فی جنس الْإنسان بل یختص بالواجب جل مجدهٗ لَا یوجد فی غیره إلّا أن یخلع هو خلعة الْأُلوهیة علٰی غیره أو یفنی غیره فی ذاته ویبقی بذاته أو نحو ذالک مما یظنه هٰذا المعتقد من أنواع الخرافات کما ورد فی الحدیث "ان المشرکین کانوا یلبون بهٰذه الصیغة لبیک لبیک لَا شریک لک إلّا شریکًا هو لک تملکه وما ملک" فیتذلل عنده أقصی التذلل ویعامل معه معاملة العباد مع الله تعالٰی۔ (حجة الله البالغة ج:۱ ص:۶۱، باب أقسام الشرک)۔

(۳) والکفر لغةً الستر، وشرعًا تکذیبه صلی الله علیه وسلم فی شیء مما جاء به من الدین ضرورة۔ (درمختار ج:۴ ص:۲۲۳)۔

(۴) گزشتہ صفحے کا حوالہ نمبر ا دیکھیں۔

(۵) وانزل وفد عبدالقیس فی دار رملة بنت الحارث واجری علیهم ضیافةً وقاموا عشرة أیام۔ (طبقات ابن سعد ج:۱ ص:۳۱۵)۔

(۶) عن انس بن مالک قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم: اذا سلّم علیکم أهل الکتاب فقولوا: وعلیکم۔ (صحیح بخاری ج:۲ ص:۹۲۵، باب کیف الردّ علی أهل الذمّة بالسلام، نور محمد اصح المطابع)۔

جواب:... خدا تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے،[1] صحت سے مایوسی کفر نہیں، اور اللہ تعالیٰ نے واقعی ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے، مگر موت کا کوئی علاج نہیں، اب ظاہر ہے کہ مرض الموت تو لا علاج ہی ہوگا...![2]

کافر کی توبہ اور اِیمان

سوال:... میں نے آج ٹی وی پر قرآن شریف کا ترجمہ دیکھا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ: ''جو پہلے ایمان لائے اور پھر کفر کیا تو ان کی توبہ قبول نہیں ہے'' تو سوال یہ ہے کہ اگر ایک کافر یا مسلمان پہلے صاحبِ ایمان ہے، پھر کفر کرتا ہے، پھر توبہ کرکے مسلمان ہوجاتا ہے تو کیا ایسے شخص کی توبہ اور ایمان اللہ کے نزدیک قبول نہیں ہے؟ جواب دے کر تسلی فرمائیں۔

جواب:... آپ نے ترجمہ اُدھورا پڑھا، اور مطلب نہیں سمجھا، اس لئے مختصر سی وضاحت کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ نے جس آیت کا حوالہ دیا، یہ سورۂ آل عمران کی آیت:۹۰ ہے، اس سے پہلے آیت:۸۶، ۸۷، ۸۸ میں ان لوگوں کی سزا بیان فرمائی جو ایمان لانے کے بعد کفر اِختیار کرلیتے ہیں، پھر آیت:۸۹ میں فرمایا کہ ان میں سے جو لوگ توبہ کرکے دوبارہ اسلام لے آئیں اور اپنی رَوِش کی اصلاح کرلیں تو حق تعالیٰ شانہٗ ان کے گزشتہ گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔

اس کے بعد وہ آیت ہے جو آپ نے ذکر کی، جس کا مفہوم یہ ہے کہ: ''جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اِختیار کرلیا، پھر ان کو کفر سے توبہ کرکے دوبارہ ایمان لانے کی توفیق نہیں ہوئی، بلکہ اپنے کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے، یہاں تک کہ موت کا وقت آگیا، اب موت کے وقت ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی، اور ایسے لوگ پکے کافر ہیں۔'' ان آیات کو یکجا دیکھنے کے بعد کوئی اِشکال باقی نہیں رہتا۔[3]

کافروں اور مشرکوں کی نجاست معنوی ہے

سوال:... ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' کالم میں جنابِ والا کا ایک جواب تھا کہ: ''غیرمسلموں مثلاً عیسائیوں کے ساتھ ایک پلیٹ میں کھانا جائز ہے، مگر ایسا نہ ہو کہ کفر سے نفرت ہی نہ رہے۔''

قرآن مجید میں پارہ نمبر:۱۰ سورۂ توبہ کی آیت نمبر:۲۸ کا ترجمہ ہے: ''اے ایمان والو! یہ مشرکین نجس (ناپاک) ہیں، ان کو مسجدِ حرام کے قریب بھی نہ آنے دو'' اس آیت سے بندۂ کم علم نے یہ نتیجہ اَخذ کیا کہ مشرکین نجس ہیں، جیسا کہ کتا اور سوَر نجس ہے، نہ کتے

---

(۱) "اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ" (یوسف:۸۷)۔

(۲) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: ما أنزل الله دآء إلّا نزل له شفاء۔ (رواه البخاری، مشكوٰة، ص:۳۸۷ كتاب الطب والرقی، الفصل الأوّل)، وعن أسماء بنت عميس .... فقال النبی صلی الله عليه وسلم: لو أن شيئًا كان فيه الشفاء من الموت لكان فی السنا۔ (مشكوٰة ج:۲ ص:۳۸۷ كتاب الطب والرقٰی، الفصل الثانی)

(۳) "اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا، فَاِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ، وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ." (آل عمران: ۸۹، ۹۰)۔

اور سوَر کے ساتھ ایک پلیٹ میں کھانا جائز ہے اور نہ ہی مشرکین کے ساتھ ایک پلیٹ میں کھانا جائز ہے۔ کیونکہ اکٹھے کھانے پینے سے مسلمان وہ نجس کھانا جو مشرک و کافر کا ہاتھ لگنے سے نجس ہوتا ہے، کھاتا ہے اور جو شخص نجاست کھاتا ہے اس کے نماز روزوں کا کیا کہنا! مسلمان کے تو اگر بدن کے باہر بھی نجاست لگی ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ ایسے لوگ جو غیرمسلموں سے میل جول رکھتے ہیں، ان کی زندگی غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ صرف نام کے ہی مسلمان رہ گئے ہیں، عمل کا ان کے قریب سے گزر بھی نہیں۔ بعض لوگ اپنے اس عمل کو نام نہاد "وسیع النظری" کہتے ہیں، مگر یہ ان کی وسیع النظری نہیں بلکہ غرق ہونے کا عمل ہے۔ قبلہ و کعبہ مولانا صاحب! گزارش دست بستہ ہے کہ اتنے دلائل سننے کے باوجود اگر میں غلطی پر ہوں تو اُمید ہے کہ گستاخی کی معافی فرماکر مدلل اور تفصیل سے تصحیح فرمائیں گے۔

جواب:... کافروں اور مشرکوں کے نجس ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں، یہ تو قرآنِ کریم کا فیصلہ ہے، لیکن ان کی نجاست ظاہری نہیں، معنوی ہے، اس لئے کافر و مشرک کے ہاتھ منہ اگر پاک ہوں تو ان کے ساتھ کھانا جائز ہے۔[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کافروں نے بھی کھانا کھایا ہے۔[2] ہاں! ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات جائز نہیں۔[3] کتے اور خنزیر کا جھوٹا کھانا ناپاک ہے،[4] مگر کافر کا جھوٹا ناپاک نہیں۔[5]

غیراللہ کو سجدہ کرنا شرک ہے، اس سے منع نہ کرنے والا بھی گناہگار ہے

سوال:... ایک شخص نے ایک سیاسی لیڈر کی تصویر کے آگے یہ کہہ کر سجدہ کیا کہ: "ایک سجدہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اور ایک سجدہ تجھے" اس پر وہاں کھڑے ہوئے ایک شخص نے اسے منع کیا، جبکہ وہاں کھڑے ہونے والا دُوسرا شخص منع کرنے والے سے کہتا ہے کہ: "بھائی! کیوں منع کر رہے ہو؟ کیا اسے عقل نہیں؟" کیا اس طرح اس کے یہ کہنے سے وہ شخص گنہگار ہے یا نہیں؟ اور جس نے اسے سجدہ کرنے سے منع کیا تھا، کیا اس کا یہ عمل اس کے لئے ذریعۂ نجات ہوگا؟

جواب:... غیراللہ کو سجدہ کرنا صریح شرک ہے،[6] اس شخص کو اَپنے اس عمل پر توبہ و اِستغفار، تجدیدِ ایمان و تجدیدِ نکاح کرنا

---

(۱) (إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ) ...... ودلّت هٰذه الآية الكريمة علٰى نجاسة المشرك كما ورد فى الصحيح: المؤمن لا ينجس، وأمّا نجاسة بدنه فالجمهور علٰى أنه ليس ينجس البدن والذات لأنّ الله تعالٰى أحل طعام أهل الكتاب. (تفسير ابن كثير ج:۳ ص:۳۸۲، طبع رشيديه، كوئٹه، سورهٔ توبه آيت: ۲۹).

(۲) وانزل وفد عبدالقيس فى دار رملة بنت الحارث واجرى عليهم ضيافةً وقاموا عشرة أيام. (طبقات ابن سعد ج:۱ ص:۳۱۵).

(۳) "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ" (الممتحنة: ۱).

(۴) وسؤر خنزير وكلب...... نجس مغلظ ...الخ. (درمختار ج:۱ ص:۲۲۳، كتاب الطهارة، فصل فى البئر).

(۵) (فسؤر آدمى مطلقا) ولو جنبا أو كافرًا ...... طاهر طهور بلا كراهة. وفى الشرح: قوله طاهر أى فى ذاته طهور: أى مطهر لغيره من الأحداث والأخباث ...إلخ. (الدر المختار مع الرد ج:۱ ص:۲۲۲، باب المياه، فصل فى البئر).

(۶) قال القهستانى: وفى الظهيرية يكفر بالسجدة مطلقًا. (شامى ج:۶ ص:۳۸۳).

چاہئے۔[1] منع کرنے والے کو نہی عن المنکر کا ثواب ہوگا،[2] جس نے منع نہیں کیا وہ بھی گناہگار ہے۔

اپنے علاوہ سب کو کافر و مشرک سمجھنے والا دِماغی عارضے میں مبتلا ہے

سوال:... زید پر (سائل کی رائے میں) ضرورت سے زیادہ مسلمانیت کا غلبہ ہوگیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی نظر میں ہر خاص و عام کافر، مشرک اور غیرمسلم ہے۔ بوقتِ ملاقات نہ تو سلام کرتا ہے اور نہ جواب دیتا ہے۔ مسجد میں نماز باجماعت کو اپنی شرعی مجبوری کہتا ہے، نعت گوئی کو شرک اور اس حوالے سے تمام نعت گو شعراء حتیٰ کہ حسان بن ثابتؓ کی نعت گوئی کو بھی خلافِ شرع سمجھتا ہے۔ تمام مکاتبِ فکر کے اکابر علماء تک کو مشرک و کافر ثابت کرنے کا دعویٰ کرتا ہے، اور اس بنیاد پر جو فتنہ برپا ہوتا ہے اسے اپنے حق میں اللہ کی آزمائش کہتا ہے، دلیل اس کی یہ دیتا ہے کہ تمام انبیاء کو توحید پرستی کی وجہ سے تکالیف اُٹھانا پڑیں۔ اپنے دلائل کے سامنے اہلِ حدیث علماء تک کو مشرک ثابت کرکے تنہا دعویٔ مسلمانی کرتا ہے۔ راقم کے نزدیک یہ کیفیات قرآنِ کریم اور احادیثِ نبوی کو صرف اپنے فہم کے مطابق سمجھنے کا نتیجہ ہوسکتی ہیں یا پھر کوئی دِماغی عارضہ لاحق ہونے کی وجہ سے؟ آپ کا کیا خیال ہے؟ نیز ایسے شخص کے بارے میں شرعی رائے کیا ہوسکتی ہے؟

جواب:... آپ کی رائے صحیح ہے۔ یہ شخص جو اپنے سوا پوری اُمت کو کافر و مشرک سمجھتا ہے، دِماغی عارضے میں مبتلا ہے، اس کو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے۔

کسی سے کہنا کہ: ”مجھے امتحان میں پاس کرادو“ تو شرک نہیں

سوال:... غیراللہ کو سجدہ کرنا یا ان سے مدد مانگنا شرک ہے، تو اگر ایک آدمی امتحان دیتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں پاس نہیں ہوسکتا اور وہ ایک دُوسرے آدمی سے کہتا ہے کہ: ”مجھے پاس کرادو!“ کیا وہ شرک کا ارتکاب کر رہا ہے یا نہیں؟ اور پاس ہونے کے بعد یہ کہتا ہے کہ: ”مجھے اللہ نے پاس کیا ہے“ اگر وہ شرک نہیں کر رہا تو مشرکینِ مکہ بھی تو یہی کرتے تھے کہ مانگتے تو بتوں سے تھے اور پھر کہتے تھے کہ ان کے ذریعے سے اللہ ہمارے کام کرتا ہے۔

جواب:... یہ مشرک تو نہیں، گناہگار ہے، کیونکہ اس نے اِمتحان میں کامیاب ہونے کے لئے ناجائز طریقہ اِختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم!

شرک و بدعت کسے کہتے ہیں؟

سوال:... شرک و بدعت کی تعریف کیا ہے؟ مثالوں سے وضاحت کریں۔

---

(۱) ما یکون کفرًا إتفاقًا یبطل العمل والنکاح .... وما فیه خلاف یؤمر بالإستغفار والتوبة وتجدید النکاح۔ (الدر المختار ج:۴ ص:۲۴۷، باب المرتد، کتاب الجهاد، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۲) قال النبی صلی الله علیه وسلم: من رأی منکم منکرًا فلیغیره بیده، فان لم یستطع فبلسانه، فان لم یستطع فبقلبه وذٰلک أضعف الإیمان۔ (مشکوٰة ج:۲ :۴۳۶، باب الأمر بالمعروف، طبع قدیمی کتب خانه)۔

جواب:... خدا تعالیٰ کی ذات وصفات اور تصرف و اِختیار میں کسی اور کو شریک سمجھنا شرک کہلاتا ہے۔[۱] اور جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ نے نہیں کیا، بلکہ دین کے نام پر بعد میں ایجاد ہوا، اسے عبادت سمجھ کر کرنا بدعت کہلاتا ہے۔[۲] اس اُصول کی روشنی میں مثالیں آپ خود بھی متعین فرماسکتے ہیں۔

کیا شوہر کو ''بندہ'' کہنا شرک ہے؟

سوال:... بعض مقامات میں ''شوہر'' کو بندہ کہا جاتا ہے، مثلاً: کہتے ہیں: ''شاہد، راحیلہ کا بندہ ہے''، اسی طرح کسی عورت سے پوچھا جائے اس کے شوہر کے متعلق کہ یہ کون ہے؟ وہ کہتی ہے: ''یہ میرا بندہ ہے۔'' محترم! واضح فرمائیں کسی انسان کو عورت کا بندہ کہنا دُرست ہے؟ جبکہ کُل انسان خدا تعالیٰ کے بندے ہیں اور اسی کی بندگی کرتے ہیں، اور اگر بندے کی نسبت عورت کی طرف کی جائے تو اس میں شرک کا احتمال تو واقع نہیں ہوتا؟ جس طرح علمائے دِین ان ناموں کے رکھنے سے منع فرماتے ہیں: عبدالرسول، عبدالنبی، عبدالحسن، پیراں دتہ، وغیرہ کہ یہ شرکیہ نام ہیں۔

جواب:... اس محاورہ میں ''بندہ'' سے مراد شوہر ہوتا ہے، اس لئے یہ شرک نہیں ہے۔ یہ بالکل ایسے ہے جیسے ''میاں'' کا لفظ جس طرح آقا، سردار اور خدا پر اِستعمال ہوتا ہے، اسی طرح شوہر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، جس طرح شوہر کے لئے ''میاں'' کا لفظ استعمال کرنا شرک نہیں، اسی طرح شوہر کے لئے ''بندہ'' کا لفظ استعمال کرنا بھی شرک نہیں ہے، کیونکہ محاورۃً یہ الفاظ اس معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔

کافر، زندیق، مرتد کا فرق

سوال ۱:... کافر اور مرتد میں کیا فرق ہے؟

۲:... جو لوگ کسی جھوٹے مدعی نبوّت کو مانتے ہوں وہ کافر کہلائیں گے یا مرتد؟

۳:... اسلام میں مرتد کی کیا سزا ہے؟ اور کافر کی کیا سزا ہے؟

جواب:... جو لوگ اسلام کو مانتے ہی نہیں وہ تو کافرِ اصلی کہلاتے ہیں، جو لوگ دِینِ اسلام کو قبول کرنے کے بعد اس سے برگشتہ ہوجائیں وہ ''مرتد'' کہلاتے ہیں، اور جو لوگ دعویٰ اسلام کا کریں لیکن عقائد کفریہ رکھتے ہوں اور قرآن وحدیث کے نصوص میں

---

(۱) الإشراک هو إثبات الشریک فی الألوهیة ووجوب الوجود کما للمجوس أو بمعنٰی استحقاق العبادة کما لعبدة الأوثان. (شرح العقائد ص:۱۴۶، طبع ایچ ایم سعید).

(۲) بدعة وهی إعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لَا بمعاندة بل بنوع شبهة ...إلخ. وفی الشرح: وحینئذ فیساوی تعریف الشمنی لها بأنها ما أحدث علٰی خلاف الحق الملتقی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دینا قویمًا وصراطًا مستقیمًا. (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۱ ص:۵۶۰، مطلب البدعة خمسة أقسام). أیضًا: البدعة: هی الأمر المحدث الذی لم یکن علیه الصحابة والتابعون ولم یکن مما اقتضاه الدلیل الشرعی قاله السید. (التعریفات الفقهیّة فی قواعد الفقه لمفتی عمیم الإحسان ص:۲۰۴، طبع الصدف کراچی).

تحریف کرکے انہیں اپنے عقائدِ کفریہ پر فٹ کرنے کی کوشش کریں، انہیں "زِندیق" کہا جاتا ہے، اور جیسا کہ آگے معلوم ہوگا کہ ان کا حکم بھی "مرتدین" کا ہے، بلکہ ان سے بھی سخت۔[1]

۲:... ختمِ نبوّت، اسلام کا قطعی اور اَٹل عقیدہ ہے، اس لئے جو لوگ دعویٔ اسلام کے باوجود کسی جھوٹے مدعیٔ نبوّت کو مانتے ہیں اور قرآن و سنت کے نصوص کو اس جھوٹے مدعی پر چسپاں کرتے ہیں وہ زِندیق ہیں۔[2]

۳:... مرتد کا حکم یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے اور اس کے شبہات دُور کرنے کی کوشش کی جائے، اگر ان تین دنوں میں وہ اپنے اِرتداد سے توبہ کرکے پکا سچا مسلمان بن کر رہنے کا عہد کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور اسے رہا کردیا جائے، لیکن اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسلام سے بغاوت کے جرم میں اسے قتل کردیا جائے۔[3] جمہور ائمہ کے نزدیک مرتد خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔[4] البتہ اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مرتد عورت اگر توبہ نہ کرے تو اسے سزائے موت کے بجائے حبسِ دوام کی سزا دی جائے۔[5]

زِندیق بھی مرتد کی طرح واجب القتل ہے، لیکن اگر وہ توبہ کرے تو اس کی جان بخشی کی جائے گی یا نہیں؟ اِمام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ توبہ کرلے تو قتل نہیں کیا جائے گا۔[6] اِمام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں، وہ بہرحال واجب القتل ہے۔[7] اِمام احمدؒ سے دونوں روایتیں منقول ہیں ایک یہ کہ اگر وہ توبہ کرلے تو قتل نہیں کیا جائے گا اور دُوسری روایت یہ ہے کہ زِندیق کی سزا

---

(۱) قد ظهر ان الكافر اسم لمن لَا ايمان له ..... وان طرء كفره بعد الْإسلام خص باسم المرتد لرجوعه عن الْإسلام ..... وان كان مع اعترافه بنبوّة النبى صلى الله عليه وسلم واظهاره شعائر الْإسلام ببطن عقائد هى كفر بالْإتفاق خص باسم الزنديق ..... الخ۔ (شرح المقاصد ج:۲ ص:۲۶۸، طبع دار المعارف النعمانية)۔

(۲) قوله: اذا لم يعرف ان محمدًا صلى الله عليه وسلم آخر الأنبياء فليس بمسلم لأنه من الضروريات يعنى والجهل بالضروريات فى باب المكفرات لَا يكون عذرًا ... الخ۔ (الأشباه والنظائر مع شرحه للحموى ص:۲۹۶ طبع كراچى)۔ وان كان مع اعترافه بنبوة النبى صلى الله عليه وسلم وإظهاره شعائر الْإسلام ببطن عقائد هى كفر بالْإتفاق خص باسم الزنديق۔ (شرح مقاصد ج:۲ ص:۲۶۸، طبع دار المعارف النعمانية)۔

(۳) واذا ارتد المسلم عن الْإسلام والعياذ بالله عرض عليه الْإسلام، فان كانت له شبهة كشفت عنه ويحبس ثلاثة أيّامٍ فان أسلم وإلّا قتل .... الخ۔ (هدايه ج:۲ ص:۵۸۰)۔

(۴) والمرد إذا ظفر به قبل أن يحارب، فاتفقوا علٰى أنه يقتل الرجل لقوله عليه الصلاة والسلام: "من بدّل دينه فاقتلوه" واختلفوا فى قتل المرأة .... فقال الجمهور: تقتل المرأة، وقال أبو حنيفة: لَا تقتل، وشبهها بالكافرة الأصلية، والجمهور إعتمدوا العموم الوارد فى ذالك۔ (بداية المجتهد ج:۲ ص:۳۴۳، شرح المهذب ج:۱۹ ص:۲۲۸، المغنى ج:۱۰ ص:۷۴)۔

(۵) وأما المرأة فلا يباح دمها اذا ارتدت ولَا تقتل عندنا ولٰكنّها تجبر على الْإسلام واجبارها على الْإسلام ان تحبس وتخرج فى كل يوم فتستتاب ويعرض عليها الْإسلام فان أسلمت وإلّا حبست ثانيًا هٰكذا الٰى أن تسلم أو تموت .... الخ۔ (البدائع الصنائع ج:۷ ص:۱۳۵، طبع ايچ ايم سعيد)۔

(۶) والزنديق ..... فانه يستتاب وان تاب وإلّا قتل فان استتيب فتاب قبلت توبتهٗ۔ (المجموع شرح المهذب ج:۱۹ ص:۲۳۳، طبع بيروت)۔

(۷) الزنديق ..... لم يستتب ويقتل ولو أظهر توبته لأن اظهار التوبة لَا يخرجه عما يديه من عادته ومذهبه ..... الخ۔ (مواهب الجليل شرح مختصر الخليل ج:۶ ص:۲۸۲)۔

بہرصورت قتل ہے خواہ توبہ کا اظہار بھی کرے۔[(۱)] حنفیہ کا مختار مذہب یہ ہے کہ اگر وہ گرفتاری سے پہلے از خود توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور سزائے قتل معاف ہوجائے گی، لیکن گرفتاری کے بعد اس کی توبہ کا اعتبار نہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زِندیق، مرتد سے بدتر ہے، کیونکہ مرتد کی توبہ بالاتفاق قبول ہے، لیکن زِندیق کی توبہ کے قبول ہونے پر اختلاف ہے۔[(۲)]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو لوگ مرتد ہوگئے

سوال:... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''میں حوضِ کوثر پر تمہارا پیش خیمہ ہوں گا، اور تم میں کے چند لوگ میرے سامنے لائے جائیں گے یہاں تک کہ میں ان کو (کوثر کا) پیالہ دینا چاہوں گا تو وہ لوگ میرے پاس سے کھینچ لئے جائیں گے، میں عرض کروں گا: اے میرے پروردگار! یہ لوگ تو میرے صحابی ہیں! تو خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ: تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعتیں کی ہیں'' (صحیح بخاری)۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو کپڑے پہنائے جائیں گے، اور ہوشیار رہو! چند آدمی میری اُمت کے لائے جائیں گے اس وقت میں کہوں گا: اے ربّ! یہ تو میرے صحابی ہیں! اللہ کی جانب سے ندا آئے گی کہ: تو نہیں جانتا، انہوں نے تیرے بعد کیا کیا؟ یہ لوگ (اصحاب) تیرے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جدا ہونے کے بعد مرتد ہوگئے تھے'' (صحیح بخاری)۔

مذکورہ بالا دو احادیث مبارکہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیں، ان احادیث مبارکہ میں جن اصحاب کو صاف لفظوں میں مرتد اور بدعتی کہا گیا ہے، وہ اصحاب کون ہیں؟

جواب:... ان کا اوّلین مصداق وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہوگئے تھے، اور جن کے خلاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا، ان کے علاوہ وہ تمام لوگ بھی اس میں داخل ہیں جنہوں نے دِین میں گڑبڑ کی، نئے نظریات اور بدعات ایجاد کیں۔[(۳)]

مرتد کی توبہ قبول ہے

سوال:... ہمارے چچا نے آج سے تیس سال قبل ایک عیسائی عورت سے نکاح کیا تھا، اور ان کے پادری کی شرائط کو مانتے ہوئے دِینِ اسلام کو چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کرلیا تھا اور اپنا سابقہ اسلامی نام عبدالجبار ختم کر کے عیسائی نام پی ایل مارٹن رکھا تھا، ان کے تین لڑکے بھی ہیں جو اپنے آپ کو مسلم کہتے ہیں، لیکن ان کے نام عیسائیوں والے ہیں، اب ہمارے چچا کہتے ہیں کہ میں دوبارہ

---

(۱) اذا تاب قبلت توبته ولم یقتل أی کفر کان وسواء کان زندیقًا ..... والروایة الأخرٰی لَا تقبل توبة الزندیق .... الخ۔ (المغنی لِابن قدامه ج:۱۰ ص:۷۸، الشرح الکبیر ج:۱۰ ص:۸۹)۔

(۲) لَا تقبل توبة الزندیق فی ظاهر المذهب ..... وفی الخانیة قالوا ان جاء الزندیق قبل أن یؤخذ فأقرّ أنّه زندیق فتاب عن ذٰلک تقبل توبتهٗ وان أُخذ ثم تاب لم تقبل توبته ویقتل ..... الخ۔ (البحر الرائق ج:۵ ص:۱۳۶)۔

(۳) قال الکرمانی: وهم اما المرتدون واما العصاة .... الخ۔ (عمدة القاری شرح بخاری ج:۱۲ ص:۱۳۷، طبع دار الفکر، بیروت)۔

مسلمان ہوگیا ہوں اور انہوں نے اپنا سابقہ نام عبدالجبار پھر اِختیار کرلیا ہے، اور وہ اب باقاعدگی سے فجر کی نماز اور جمعہ کی نماز بھی ادا کرتے ہیں، جبکہ ان کے جاننے والوں کا کہنا ہے کہ وہ مسجد میں آنے کا حقدار نہیں، کیونکہ یہ شخص اب ساری عمر کے لئے مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اس کی زوجہ نے بھی دِینِ اسلام قبول کرلیا ہے اور اپنا اسلامی نام راحیلہ رکھا ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ شریعت اور حدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں کہ کیا یہ دونوں میاں بیوی اب مسلمان سمجھے جائیں گے یا نہیں؟

جواب:... جو شخص ... نعوذ باللہ! ... دِینِ اسلام سے پھر جائے اور کوئی دُوسرا مذہب اختیار کرلے وہ مرتد کہلاتا ہے،[۱] اور مرتد اگر سچے دِل سے توبہ کرکے دوبارہ اسلام قبول کرلے تو اس کی توبہ صحیح ہے،[۲] اور وہ مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ اس لئے اگر آپ کے چچا نے عیسائیت قبول کرکے مرتد ہونے کے بعد اَب دوبارہ بیوی بچوں سمیت اسلام قبول کرلیا ہے تو انہیں تجدیدِ نکاح کرنے کا حکم دیا جائے اور ان کے ساتھ مسلمانوں کا معاملہ کیا جائے، ان کو مسجد سے روکنا غلط ہے، ان کے لڑکوں کے نام تبدیل کرکے مسلمانوں کے نام رکھ دیئے جائیں اور پورے خاندان کو چاہئے کہ پنج گانہ نماز اور دِین کے دیگر فرائض و واجبات کی پوری پابندی کریں اور دِینی مسائل بھی ضرور سیکھیں۔[۳]

مذہب تبدیل کرنے کی سزا اور ایسے شخص سے والدین، بہن بھائیوں کا برتاؤ

سوال:... اگر مذہب تبدیل ہوگیا تو ہمارے مذہب اسلام میں مذہب تبدیل کرنے کی کیا سزا ہے؟

جواب:... جو شخص دِینِ اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہوجائے، اس کو دوبارہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جائے، اگر قبول کرلے تو فبہا، ورنہ وہ واجب القتل ہے۔[۴]

سوال:... اگر اب وہ کہے کہ میں نے مذہب تبدیل نہیں کیا، تو اس کا کیا کفارہ ہوگا؟

جواب:... اس کو ندامت کے ساتھ توبہ کرکے اپنے اسلام کی تجدید کرنی چاہئے، اگر اس کا نکاح ہوچکا ہے تو نکاح کی بھی دوبارہ تجدید کرے۔[۵]

سوال:... اور اس کے والدین اور بہن بھائی اور دوستوں کو اس سے کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟

جواب:... اس کو سمجھائیں کہ اس نے غلط کیا ہے، اگر اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوجائے تو وہ توبہ کرکے دوبارہ مسلمان

---

(۱) وان طرأ كفره بعد الإسلام خص باسم المرتد لرجوعه عن الإسلام ... الخ. (شرح المقاصد ج:۲ ص:۲۶۸).

(۲) وكل مسلم ارتد فتوبته مقبولة ..... الخ. (تنوير الأبصار مع حاشيه ردّ المحتار ج:۴ ص:۲۳۱، باب المرتد).

(۳) ما يكون كفرًا إتفاقًا يبطل العمل والنكاح .... وما فيه خلاف يؤمر بالإستغفار والتوبة وتجديد النكاح. (الدر المختار ج:۴ ص:۲۴۷).

(۴) من ارتد عرض الحاكم عليه الإسلام ..... فان أسلم فبها وإلّا قتل لحديث: "من بدّل دينه فاقتلوه". (درمختار مع تنوير الأبصار ج:۴ ص:۲۲۵، ۲۲۶، باب المرتد).

(۵) ان ما يكون كفرًا اتفاقًا يبطل العمل والنكاح، وما فيه خلاف يؤمر بالإستغفار والتوبة وتجديد النكاح، وظاهره أنه أمر احتياط. (فتاویٰ شامی ج:۴ ص:۲۳۰، باب المرتد).

ہوجائے تو بہت اچھا، ورنہ اس سے قطع تعلق کرلیں۔ (۱)

یہ مرتد واجب القتل ہے

سوال:... علمائے کرام اور مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ: مسمّٰی رجب علی (نوشاد) ولد علی نذر، مقیم گلستانِ جوہر نے ہم سے کہا کہ جس جس کو اِس بستی میں رہنا ہے اُس کو میرا کلمہ: ''لا اِلٰہ اِلَّا اللہ (نعوذ باللہ، نقلِ کفر، کفر نباشد) رجب علی نوشاد رسول اللہ'' پڑھنا ہوگا۔ ہم حلفیہ بیان کے ساتھ دستخط کر رہے ہیں کہ جیسا اُوپر لکھا گیا ہے، ہم سے ویسے ہی کہا گیا ہے، اس بارے میں ہم علمائے کرام سے فتویٰ چاہتے ہیں۔

جواب:... یہ موذی مرتد، واجب القتل ہے۔ اس کو قتل کیا جائے۔ واللہ اعلم! (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کُشا کہنا

سوال:... حضرت! عرض ہے کہ حاجی اِمداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے شجرات اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے قصائد میں ایک دو مقام ایسے ہیں جن کو بریلوی حضرات سامنے رکھ کر ہمارے نوجوانوں کے ذہن خراب کرتے ہیں، ہمیں ان اَشعار کا مطلب اور حکم مطلوب ہے، اُمید ہے دستِ شفقت دراز فرمائیں گے، ان اَشعار کی فوٹو کاپی اِرسالِ خدمت ہے۔

جواب ۱:... اِصطلاحات کے فرق سے مفہوم میں فرق ہوجاتا ہے۔ ''مشکل کُشا'' فارسی کا لفظ ہے، اور اس کے معنی ہیں: ''مشکل مسائل کو حل کرنے والا'' اور یہ لقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ عربی میں اس کا ترجمہ ''حل العویصات'' ہے، اُردو میں آج کل ''مشکل کُشا'' کے معنی سمجھے جاتے ہیں: ''لوگوں کے مشکل کام کرنے والا'' حاجی صاحبؒ کے شعر میں وہ معنی مراد ہیں، یہ معنی مراد نہیں۔

۲:... حضرت نانوتویؒ کے قصیدے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانیت سے اِستشفاع ہے، ''کرمِ احمدی'' کو خطاب ہے، اور یہ اِستمداد دُنیا کے کاموں کے لئے نہیں، بلکہ آخرت میں نجات اور دُنیا میں اِستقامت علی الدّین کے لئے ہے۔ جس طرح عشاق اپنے محبوبوں کو خطاب کرتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کی آواز ان کے محبوب کے کان تک نہیں پہنچتی، اور واقعتاً ان کو سنانا مقصود بھی نہیں ہوتا، بلکہ اظہارِ عشق و محبت کا ایک پیرایہ ہے۔ اسی طرح اکابرؒ کے کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطاب کیا گیا ہے وہاں بھی اظہارِ عشق و محبت اور طلبِ شفاعت مقصود ہے، نہ کہ اس زندگی میں اپنے کاموں کے لئے مدد طلب کرنا۔ اہلِ سنت کا عقیدہ

---

(۱) (قال الله تعالٰی) "وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" الآية، والركون الى الشيء هو السكون اليه بالأنس والمحبة، فاقتضٰى ذٰلك النهي عن مجالسة الظالمين وموانستهم والإنصات إليهم وهو مثل قوله تعالٰى: "فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ". (احكام القرآن للجصاص ج:۳ ص:۱۶۶ طبع سهيل اكيڈمی، لاهور).

(۲) واذا ارتد المسلم عن الإسلام والعياذ بالله .... قتل. (الهداية ج:۱ ص:۵۸۰). ما من احد ادّعى النبوّة من الكذّابين. (شرح فقه اكبر ص:۷۳)، ودعوى النبوة بعد نبيّنا صلى الله عليه وسلم كفر بالإجماع. (ايضًا ص:۲۰۲)، وقد يكون فى هؤلاء من يستحق القتل كمن يدّعى النبوة (ايضًا ص:۱۸۴).

ہے کہ بندوں کے اعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں،[1] سو اگر کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِسی خیال سے خطاب کرتا ہے کہ اس کا یہ معروضہ بارگاہِ نبوی میں پیش ہوگا تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی کے نام خط لکھ رہا ہو، اور اس سے اپنے خط پر خطاب کر رہا ہو، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مکتوب الیہ اس خط کو پڑھے گا۔

الغرض اگر عقیدہ فاسد نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں، تو ان خطابات کی صحیح توجیہ ممکن ہے، ہاں! عقیدہ فاسد ہو تو خطاب ممنوع ہوگا۔

نوٹ:...اس ناکارہ نے ''اِختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم'' میں بھی اس پر تھوڑا سا لکھا ہے، اس کو بھی ملاحظہ فرمالیں۔

(۱) "عن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إنّ أعمال أُمّتی تعرض علیّ فی کل یوم الجمعۃ ...الخ۔" (حلیۃ الاولیاء ج:۶ ص:۱۷۹ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)۔

موجباتِ کفر (یعنی کفریہ اقوال وافعال)

غیرمسلم کے زُمرے میں کون لوگ آتے ہیں؟

سوال:...آپ نے ''غیرمسلم کے لئے مسجد کی اشیاء کا استعمال'' کے تحت دو سوالوں کے جواب میں فرمایا کہ: غیرمسلم کی نمازِ جنازہ جائز نہیں۔ غیرمسلم کی میّت کو غسل دینا جائز نہیں۔ غیرمسلم کو مسلم قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں۔ یہ سب کچھ کرنے سے کرنے والے اور شرکاء کا ایمان جاتا رہا اور نکاح بھی ٹوٹ گیا۔ براہِ کرم یہ بات صاف کردیں کہ کیا غیرمسلم کی اس تعریف میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو مسلم گھرانوں میں پیدا ہوئے اور ہوش سنبھالنے سے مرتے دَم تک دہریہ رہے، یا کافی عرصے تک اسلام کی پابندی اور پیروی کی، پھر اسلام کو ترک کردیا، دونوں طرح کے لوگ علی الاعلان کہیں کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ سوٴر کھاتے ہیں، شراب پیتے ہیں، کیا یہ لوگ بھی غیرمسلموں کے زُمرے میں آتے ہیں؟ اور کیا ان کے جنازوں کے معاملے میں بھی وہی قباحتیں موجود ہیں؟ یعنی ایمان اور نکاح کی تجدید لازم ہوجاتی ہے؟ ہمارے معاشرے میں ایسے بہت سارے لوگ ہیں، میرے قیامِ یورپ کے دوران ایسے لوگوں کی وہاں آوٴ بھگت بھی ہوتی رہی ہے، میں نے ان کو دیکھا ہے اور بہت سوں کو جانتا ہوں، چنانچہ اس اِستفسار کا جواب معاشرتی حیثیت رکھتا ہے۔

جواب:...اسلام نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تمام باتوں کو ماننے کا۔ اور کفر نام ہے کسی ایک بات کو نہ ماننے کا۔ جس کے بارے میں قطعیت کے ساتھ معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان فرمایا۔ پس جو شخص ایسی قطعیات اور ضروریاتِ دِین میں سے کسی ایک کا منکر ہو، یا وہ علی الاعلان کہے کہ وہ مسلمان نہیں ہے، اس کا حکم مرتد کا ہے، خواہ وہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوا ہو، اور اس کا نام بھی مسلمانوں جیسا ہو۔[1]

---

(۱) المرتد هو لغةً: الراجع مطلقًا، وشرعًا: الراجع عن دين الإسلام وركنها: اجراء كلمة الكفر على اللسان بعد الإيمان، وهو تصديق محمد صلى الله عليه وسلم في جميع ما جاء به عن الله تعالىٰ مما علم مجيئه ضرورة. وفي الشامية: معنى التصديق قبول القلب، واذعانه لما علم بالضرورة انه من دين محمد صلى الله عليه وسلم بحيث تعلمه العامة من غير افتقار الىٰ نظر واستدلال كالوحدانية والنبوة والبعث والجزاء، ووجوب الصلوٰة والزكوٰة وحرمة الخمر ونحوها .... الخ. (شامي ج:۴ ص:۲۲۱، باب المرتد). وايضًا فمن جحد شيئًا واحدًا من الضروريات فقد آمن ببعض الكتاب وكفر ببعضه، وهو من الكافرين ...الخ. (اكفار الملحدين ص:۴ طبع پشاور).

کلمۂ کفر بکنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے

سوال:… وہ کون سی باتیں یا اعمال ہیں جن کی وجہ سے ایک مسلمان کلمہ گو جو کسی کا بیٹا بیٹی بھی ہے، کافر ہو جاتا ہے؟

جواب:… کلمۂ کفر بکنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ اور کلماتِ کفر بہت ہیں، مثلاً: اللہ تعالیٰ کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کرنا، کسی حلال کو حرام سمجھنا، کسی حرام کو حلال سمجھنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت کی تحقیر کرنا، وغیرہ وغیرہ۔ [1]

اسلامی حکومت میں کافر، اللہ کے رسول کو گالی دے تو وہ واجب القتل ہے

سوال:… اگر اِسلامی حکومت میں رہنے والا کافر، اللہ کے رسول کو گالی دے تو کیا اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا؟ حدیث میں ہے: جو ذمی اللہ کے رسول کو گالی دے، اس کا ذمہ ٹوٹ جاتا ہے، وہ واجب القتل ہے۔

جواب:… فقہِ حنفی میں فتویٰ اس پر ہے کہ جو شخص اعلانیہ گستاخی کرے وہ واجب القتل ہے، درمختار اور شامی میں اس کا واجب القتل ہونا نہایت تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، [2] اور خود شیخ الاسلام حافظ ابنِ تیمیہؒ (جن کو غیرمقلد اپنا اِمام مانتے ہیں) کی کتاب "الصارم المسلول" میں بھی حنفیہ سے اس کا واجب القتل ہونا نقل کیا ہے۔ [3] علامہ ابنِ عابدین شامیؒ نے اس موضوع پر مستقل رسالہ لکھا ہے، جس کا نام ہے:

"تنبیه الولاة والحكّام علی احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلوٰة والسلام"

یہ رسالہ مجموعہ رسائل "ابنِ عابدین" میں شائع ہو چکا ہے۔ الغرض ایسے گستاخ کا واجب القتل ہونا تمام اَئمہ کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

اور یہ جو بحث کی جاتی ہے کہ اس سے عہدِ ذمہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ یہ محض ایک نظریاتی بحث ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کفر ہے اور کافر وہ پہلے ہی سے ہے، لہٰذا اس سے ذمہ تو نہیں ٹوٹے گا، مگر اس کی یہ حرکت موجبِ قتل ہے۔ اور دُوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہ شخص ذمی نہیں رہا، حربی بن گیا، لہٰذا واجب القتل ہے، پس نتیجۂ بحث دونوں صورتوں میں ایک ہی نکلا، نظریاتی بحث صرف توجیہ و تعلیل میں اختلاف کی رہی۔ حدیث میں بھی اس کے واجب القتل ہونے ہی کو ذکر

---

(۱) اذا وصف الله بما لَا يليق يكفر۔ (بزازية علىٰ هامش الهندية ج:٦ ص:٣٢٣، كتاب الفاظ تكون إسلامًا أو كفرًا)، هٰكذا الإستهزاء بأحكام الشرع كفر۔ (عالمگیری ج:٢ ص:٢٨١)، والأصل ان من اعتقد الحرام حلالًا .... فإن كان دليله قطعيًّا كفر وإلّا فلا ..... (فتاویٰ شامی ج:٤ ص:٢٢٣، باب المرتد، مطلب فی منكر الإجماع)۔

(۲) قوله وسب النبی صلی الله عليه وسلم أی اذا لم يعلن فلو أعلن بشتمه أو اعتاده قتل ولو امرأة وبه يفتىٰ ...الخ۔ (فتاویٰ شامی ج:٤ ص:٢١٣، مطلب فی حكم سب الذمی النبی صلی الله عليه وسلم)۔

(۳) ولهٰذا أفتی أكثرهم بقتل من أكثر من سبّ النبی صلی الله عليه وسلم من أهل الذمة وان اعلم بعد أخذه، وقالوا: يقتل سياسة وهذا متوجه علی أصولهم۔ (الصارم المسلول ص:١٢ طبع بيروت)۔

فرمایا گیا، اس کے ذمہ ٹوٹنے کو نہیں، اس لئے یہ حدیث حنفیہ کے خلاف نہیں۔ (۱)

نیند کی حالت میں کلمۂ کفر بکنا

سوال:... اگر نیند میں... نعوذ باللہ!... کلمۂ کفر بکا جائے تو کیا کافر ہوجاتے ہیں؟

جواب:... نیند کی حالت میں آدمی مکلّف نہیں ہوتا، اس لئے نیند کی حالت کے کسی قول وفعل کا اعتبار نہیں۔ (۲)

ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے

سوال:... ہمارے علاقے میں ابھی کچھ دن پہلے ایک جماعت آئی تھی، جو صرف فجر، عصر، عشاء کی نماز ادا کرتی تھی، معلومات کرنے پر پتا چلا کہ وہ لوگ صرف انہی نمازوں کو ادا کرتے ہیں جن کا نام قرآن پاک میں موجود ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ کون سا فرقہ ہے جو صرف قرآن پاک کی بات مانتا ہے؟

جواب:... حدیث کے نہ ماننے والوں کا لقب تو منکرینِ حدیث ہے۔ باقی نماز پنج گانہ بھی اسی طرح متواتر ہیں، جس طرح قرآن متواتر ہے۔ (۳) جو شخص پانچ نمازوں کا منکر ہے، وہ قرآنِ کریم کا بھی منکر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دینِ اسلام کا بھی منکر ہے۔ (۴) ایسے تمام دینی اُمور جن کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی تواتر کے ساتھ ثابت ہے، اور جن کا دینِ محمدی میں داخل ہونا ہر خاص وعام کو معلوم ہے، ان کو "ضروریاتِ دین" کہا جاتا ہے۔ (۵) ان تمام اُمور کو بغیر تأویل کے ماننا شرطِ اسلام ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا یا اس میں تأویل کرنا کفر ہے۔ اس لئے جو فرقہ صرف تین نمازوں کا قائل ہے، پانچ نمازوں کو نہیں مانتا، وہ اسلام سے خارج ہے۔ (۶)

---

(۱) (ویؤدب الذمی ویعاقب علٰی سبه دین الإسلام أو القرآن أو النبی صلی الله علیه وسلم) حاوی وغیره۔ قال العینی: واختیاری فی السب أن یقتل اهـ۔ وتبعه ابن الهمام .... إذا طعن الذمی فی دین الإسلام طعنًا ظاهرًا جاز قتله لأن العهد معه علٰی أن لَا یطعن فإذا طعن فقد نکث عهده وخرج من الذمة۔ (فتاویٰ شامی ج:۴ ص:۲۱۲ تا ۲۱۵، باب المرتد)۔

(۲) عن علی رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: رفع القلم عن ثلٰثة: عن النائم حتّٰی یستیقظ، وعن الصبیّ حتّٰی یبلغ، وعن المعتوه حتّٰی یعقل۔ رواه الترمذی وأبو داوٗد ورواه الدارمی عن عائشة وابن ماجة عنها۔ (مشکوٰة ص:۲۸۴)۔

(۳) والصلٰوة المفروضات خمس وعدد رکعاتها لمن لَا یجوز له القصر سبع عشرة ولمن جاز له القصر فی السفر أحد عشرة، وهٰذه الخمس من أسقط وجوب بعضها أو أسقط وجوبها کلها کفر۔ (اصول الدین ص:۱۸۹، ۱۹۰ طبع مکتبه عثمانیه لَاهور)۔ وفی البدائع الصنائع: وأما عددها فالخمس ثبت ذٰلک بالکتاب والسُّنَّة وإجماع الأُمّة .... (وبعد أسطر) وأما عدد رکعات هٰذه الصلوات فالمصلی لَا یخلو إما أن یکون مقیمًا وإما أن یکون مسافرًا فإن کان مقیمًا فعدد رکعاتها سبعة عشر رکعتان وأربع وأربع وثلاث وأربع ... إلخ۔ (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۹۱)۔

(۴) ومن رد حجة القرآن والسُّنَّة فهو کافر۔ (اصول الدین ص:۱۶۳ طبع مکتبه عثمانیه لَاهور)۔

(۵) والمراد بالضروریات علٰی ما اشتهر فی الکتب: ما علم کونه من دین محمد صلی الله علیه وسلم بالضرورة بأن تواتر عنه واستفاض، علمته العامة ...... کالبعث والجزاء ووجوب الصلوٰة ... إلخ۔ (اکفار الملحدین ص:۲، ۳ طبع پشاور)۔

(۶) لَا نزاع فی تکفیر من أنکر من ضروریات الدِّین۔ (اکفار الملحدین ص:۱۲۱)۔

قطعی حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے

سوال:... میں نے جمعہ کے بیان میں یہ سنا کہ تمام مفتی صاحبان اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص اسلام کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور اچھا سمجھ کر ان کی تعریف کرے گا وہ شخص کافر ہو جائے گا، مگر میرے دوست اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔

جواب:... کسی قطعی حلال کو حرام اور قطعی حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے، کیونکہ یہ علامت ہے اس بات کی کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے قطعی حکم کو نہیں مانتا۔[1]

نامحرَم عورتوں سے آشنائی اور محبت کو عبادت سمجھنا کفر کی بات ہے

سوال:... محمد بن قاسم نے تو سترہ سال کی عمر میں سندھ کو فتح کیا تھا جبکہ آج کل کے اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والے اکثر طالب علم غیر محرَم لڑکیوں کا پیچھا کرتے نظر آتے ہیں، بس اسٹاپوں پر کھڑے ہوکر غیر محرَم لڑکیوں پر آوازیں کسنا، بس میں بیٹھ کر گھر تک ان کا پیچھا کرنا اور ان سے خط و کتابت کرنا نوجوان نسل کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ کالج کے لڑکوں سے ایک مرتبہ میری بحث ہوئی، وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہم لڑکیوں کے ساتھ جو کچھ کرتے ہیں، وہ پیار اور محبت میں کرتے ہیں اور پیار کرنا کوئی گناہ نہیں بلکہ عبادت ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تمہیں یہ کس نے بتایا کہ پیار کرنا عبادت ہے؟ تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہمارے ریڈیو، ٹی وی اور سینما دن رات ہمیں یہی سبق سکھاتے ہیں کہ پیار ہی سے زندگی ہے اور پیار کرنا بھی ایک عبادت ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ یقیناً انسانوں اور مخلوقِ خدا سے پیار کرنا عبادت ہے، لیکن اس عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ کسی بھوکے کو کھانا کھلایا جائے، کسی یتیم، بیوہ یا غریب کی مدد کی جائے، کسی مصیبت زدہ سے اظہارِ غم خواری کرکے اس کا دُکھ بانٹا جائے، ضرورت کے وقت کسی مجبور اور مظلوم انسان کی مدد کی جائے، اور شادی کے بعد اپنی بیوی سے محبت کی جائے۔ یہ سب باتیں پیار کا اصل مفہوم ہیں، اور عبادت کے زُمرے میں آتی ہیں۔ لیکن وہ لوگ اپنی اس ضد پر قائم ہیں کہ غیر محرَم لڑکیوں سے راہ و رسم بڑھانا بھی اس پیار میں شامل ہے جو عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔ ازراہِ کرم آپ شریعت کی روشنی میں اس مسئلے کا جواب مرحمت فرمائیں۔

جواب:... غیر محرَم سے تعلق و آشنائی حرام ہے،[2] اسے پاک محبت سمجھنا جہالت ہے، اور حرام کو حلال بلکہ عبادت سمجھنا کفر کی بات ہے۔[3]

---

(۱) (تنبیه) فی البحر والأصل: أن من اعتقد الحرام حلالًا فان کان حرامًا لغیره کمال الغیر لَا یکفر، وان کان لعینهٖ فان کان دلیله قطعیًا کفر۔ (الفتاویٰ الشامیه ج:۴ ص:۲۲۳، مطلب فی منکر الإجماع، باب المرتد)۔

(۲) لما فی الدر المختار: الخلوة بالأجنبیّة حرام .... الخ۔ وفی الشامیة: الخلوة بالأجنبیّة مکروهة وان کانت معها أُخریٰ کراهة تحریم۔ (شامی ج:۶ ص:۳۶۸)، وفی الدر المختار: ولَا یکلم الأجنبیّة إلّا عجوزًا، .... الخ۔ وفی الشامیة: أن صوت المرأة عورة علی الراجح .... الخ۔ (شامی ج:۶ ص:۳۹۹، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع)۔

(۳) واستحلال المعصیة صغیرة کانت أو کبیرة کفر، إذا ثبت کونها معصیة بدلیل قطعی وقد علم ذٰلک مما سبق۔ (شرح عقائد ص:۱۶۶) والأصل أن من اعتقد الحرام حلالًا ان کان حرامًا لغیرهٖ کمال الغیر لا یکفر، وان کان لعینهٖ فان کان دلیله قطعیًا کفر، وإلّا فلا۔ (بحر الرائق ج:۵ ص:۱۳۲، باب أحکام المرتدین، طبع دار المعرفة، بیروت)۔

''میں عیسائی ہوگیا ہوں'' کہنے والے کا شرعی حکم

سوال:... میرا دوست زاہد حسین گزشتہ چند یوم سے گھریلو تنازع کی وجہ سے نیند کی گولیاں کھا رہا تھا، اسی دوران زاہد کے کچھ دوست ملنے آئے جن میں دو عیسائی مذہب کے تھے، مگر بعد میں میرا دوست ٹھیک ہوگیا اور خواہ مخواہ اداکاری کرنے لگا کہ میں اپنا مذہب تبدیل کر رہا ہوں اور عیسائی ہو رہا ہوں۔ میں نے اسے اس وقت کچھ جواب نہ دیا، مگر دُوسرے روز میرے دُوسرے دوست کامران خلیل کے ساتھ آیا اور مجھے پھر کہا کہ: ''میں نے اپنا مذہب تبدیل کرلیا ہے، اور اب میں عیسائی ہوگیا ہوں'' میرے پوچھنے پر زاہد نے کہا کہ: ''خدا نے مجھے کیا دیا ہے؟ اور جو میرے دوست (عیسائی) ہیں، انہوں نے مجھے بہت کچھ دیا ہے، مجھے تسلی دی ہے وغیرہ'' زاہد کے ایسا کہنے سے اس کا مذہب تبدیل ہوگیا ہے یا نہیں؟

جواب:... جی ہاں! وہ دِینِ اسلام سے نکل گیا۔ جو شخص جھوٹ موٹ بھی کہہ دے کہ: ''میں مسلمان نہیں رہا، بلکہ میں نے فلاں مذہب اختیار کرلیا ہے'' تو وہ مسلمان نہیں رہتا۔[1] اسی طرح اگر کوئی یوں کہہ دے کہ: ''فلاں مذہب، دِینِ اسلام سے اچھا ہے'' تب بھی وہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔[2]

مفاد کے لئے اپنے کو غیرمسلم کہنے والا کافر ہوجاتا ہے

سوال:... رمضان المبارک میں چند ہوٹل دن میں روزے کے دوران بھی کھلے رہتے ہیں، اس کے علاوہ ہندووٴں کے مندروں اور عیسائیوں کے چرچ میں واقع ہوٹل اور کینٹین بھی دن کے اوقات میں کھلے رہتے ہیں، ان ہوٹلوں پر غیرمسلموں کے علاوہ مسلمان روزہ خوروں کی ایک بڑی تعداد کھانا وغیرہ چھپ کر کھاتی ہے، اگر کبھی روزے کے دوران ان میں سے کسی ہوٹل پر پولیس کا چھاپہ پڑجائے تو مسلمان روزہ خور پکڑے جاتے ہیں، وہ سزا کے خوف سے پولیس کے سامنے یہ اقرار کرلیتے ہیں کہ ہم مسلمان نہیں ہیں، بلکہ ہندو یا عیسائی ہیں۔ روزہ خوروں کا زبانی یہ اقرار سن کر پولیس انہیں چھوڑ دیتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک شخص کی بینک میں کافی رقم جمع ہے، جب حکومت کی طرف سے بینک اس رقم میں سے زکوٰۃ کی رقم منہا کرنا چاہتا ہے تو وہ شخص مسلمان ہوتے ہوئے محض زکوٰۃ کی رقم کو منہا ہونے سے بچانے کے لئے بینک کو تحریری طور پر یہ اقرارنامہ دے دیتا ہے کہ میں غیرمسلم ہوں۔ مہربانی فرماکر یہ بتائیے کہ اس طرح اگر کوئی مسلمان تحریری یا زبانی طور پر خود کے غیرمسلم ہونے کا اقرار کرے تو اس کے ایمان کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟

جواب:... یہ کہنے سے کہ: ''میں مسلمان نہیں ہوں'' آدمی دِین سے خارج ہوجاتا ہے، مسلمان نہیں رہتا،[3] ایسے لوگوں کو

---

(۱) ومن قال: "أنا بریٓءٌ من الإسلام" .... یکفر فی ھٰذہ الصورۃ بلا خلاف۔ (شرح فقہ اکبر ص:۲۲۷، طبع بمبئی)۔

(۲) مُعلم صبیان قال: الیھود خیر من المسلمین بکثیر یعطون حقوق مُعلمی صبیانھم یکفر۔ (الفتاوی البزازیۃ علیٰ ھامش الھندیہ ج:۶ ص:۳۳۳، کتاب الفاظ تکون إسلامًا أو کفرًا أو خطأً، السادس فی التشبیہ، طبع بلوچستان بک ڈپو)۔

(۳) ولو قیل لہ: ألست بمسلم؟ فقال: لَا، یکفر۔ إذ معناہ عند الناس ان أفعالہ لیست أفعال المسلمین۔ (جامع الفصولین ج:۲ ص:۳۱۰، طبع سلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن کراچی)۔

اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہئے،[1] اور آئندہ کے لئے اس مذموم حرکت سے توبہ کرنی چاہئے۔ روزہ چھوڑنے کے دُوسرے عذر بھی تو ہوسکتے ہیں، کسی کو جھوٹ ہی بولنا ہو تو اسے کوئی اور عذر پیش کرنا چاہئے، اپنے کو غیرمسلم کہنا حماقت ہے۔

نماز کا اِنکار کرنے والا انسان کافر ہے

سوال:... ایک شخص جو کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا ''خاص بندہ'' کہتا ہے، اس کے بقول ہمارا کلمہ -نعوذ باللہ- لا اِلٰہ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ نہیں ہے بلکہ کلمہ کچھ یوں ہے: ''اللہ اکبر اللہ اکبر لا اِلٰہ اِلَّا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ''۔ ۲:... پورے دن میں صرف ایک مرتبہ خدا تعالیٰ کو سجدہ کرلیا جائے، بہت ہے۔ یعنی پانچ وقت کی نماز فرض نہیں ہے، نماز پڑھنے کا رُخ کعبۃ اللہ کی مخالف سمت میں ہے۔ ۳:... رمضان کے روزے فرض نہیں ہیں بلکہ سب دن اللہ کے ہیں، جب چاہیں روزہ رکھیں۔ ۴:... فطرہ اور زکوٰۃ واجب نہیں ہیں۔ ۵:... اس وقت جو حج ہو رہا ہے وہ ایک -نعوذ باللہ- دِکھلاوا اور ڈھکوسلا ہے۔ ۶:... بینک میں پیسہ فکسڈ ڈیپازٹ کروانے سے جو سود یا (منافع) ملتا ہے وہ جائز ہے۔ ۷:... حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، لیکن یہ بات خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آئندہ کوئی نبی آئے گا یا نہیں؟ ۸:... قرآن شریف میں تحریف ہوچکی ہے۔ ۹:... ولی اللہ نبی کی اُمت میں سے نہیں ہیں۔ یہ میں نے صرف چند موٹی موٹی باتیں لکھی ہیں جبکہ تفصیلاً اس سے بہت کچھ زیادہ ہے۔

جواب:... یہ شخص جس کے عقائد آپ نے لکھے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دِین کا منکر اور خالص کافر ہے۔[2] اور ''خاص بندہ'' ہونے سے مراد اگر یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اَحکام آتے ہیں تو یہ شخص نبوّت کا مدعی اور مسیلمہ کذّاب اور مرزا قادیانی کا چھوٹا بھائی ہے اور دعویٔ نبوّت کفر ہے۔[3]

پانچ نمازوں اور معراج کا منکر بزرگ نہیں ''انسان نما اِبلیس'' ہے

سوال:... پچھلے دنوں میری ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی، جو دیکھنے میں بہت پرہیزگار معلوم ہوتے تھے۔ انہوں نے مجھ پر یہ ثابت کرنا چاہا کہ دن میں تین نمازیں فرض ہیں اور یہ بات قرآن کی رُو سے ثابت ہے، اور اس سلسلے میں مجھے انہوں نے سورہ ہود کی آیت: ۱۱۴ کا حوالہ دیا اور اس کا ترجمہ دِکھایا، جس سے یہی ثابت ہوتا نظر آرہا تھا کہ دن میں تین نمازیں فرض ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل قرآن کے مطابق تھا اور وہ خود پانچ وقت کی نماز پڑھا کرتے تھے، اور انہیں یہ تحفہ معراج کے مبارک موقع پر ملا تھا۔ تو انہوں نے کہا: ''تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ نبی پانچ وقت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ اور جب قرآن پاک کہہ رہا ہے کہ تین نمازیں فرض ہیں تو ہم اس سے انکار تو نہیں کرسکتے'' اور اس نے معراج کے واقعے کو ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہا

---

(۱) مـا يكون كفرًا اتفاقًا يبطل العمل والنكاح .... وما فيه خلاف يؤمر بالإستغفار والتوبة وتجديد النكاح. (در مختار ج:۴ ص:۲۴۶، باب المرتد، كتاب الجهاد، طبع ايچ ايم سعيد).

(۲) لَا نزاع في تكفير من أنكر من ضروريات الدِّين. (اكفار الملحدين ص:۱۲۱، طبع پشاور).

(۳) ودعوى النبوة بعد نبينا صلى الله عليه وسلم كفر بالإجماع. (شرح فقه الأكبر ص:۲۰۲، طبع بمبئی).

کہ: ''ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا۔'' میں نے سورۂ اِسراء کا حوالہ دیا تو موصوف کہنے لگے کہ: ''اس میں تو یہی لکھا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی، اگر یہ سب حقیقت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کا ذکر کرتا، کیونکہ یہ اتنی اہم بات تھی اور سورۂ اِسراء کی مذکورہ آیت سے ظاہر نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میں آسمان سے ہوکر آئے تھے۔''

جواب:... چند باتیں اچھی طرح سمجھ لیجئے!

اوّل:... پانچ وقت کی نماز کا قرآنِ کریم میں ذکر ہے،[1] احادیثِ شریفہ میں بھی،[2] اور پوری اُمت کا اس پر اِجماع اور اتفاق بھی ہے۔[3] یہ بات صرف مسلمان ہی نہیں، غیرمسلم بھی جانتے ہیں کہ مسلمانوں پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے، اس لئے نماز پنج گانہ کا ادا کرنا فرض ہے، اس کی فرضیت کا عقیدہ رکھنا فرض ہے، اور اس کا اِنکار کفر ہے۔[4]

دوم:... ایک ''بزرگ'' نے آپ کو قرآن مجید کی آیت کا ترجمہ دِکھایا اور آپ پریشان ہوگئے، مسلمان کا عقیدہ ایسا کچا نہیں ہونا چاہئے کہ کسی مجہول آدمی کے ذرا سا وسوسہ ڈالنے سے ٹوٹ پھوٹ جائے۔ آپ کو اور نہیں تو یہی سوچ لینا چاہئے تھا کہ جس قرآنِ حکیم کی ایک آیت کو اُردو ترجمے کی مدد سے آپ نے سمجھنے کی کوشش کی اور پریشان ہوگئے، یہ قرآن پہلی بار آپ پر یا اس ''بزرگ'' پر نازل نہیں ہوا، یہ آپ سے پہلے بھی دُنیا میں موجود تھا، اور چودہ صدیوں کے وہ اکابر بزرگانِ دِین جن کا شب و روز کا مشغلہ ہی قرآنِ کریم کا پڑھنا تھا، اور جو قرآن سمجھنے کے لئے اس کے کسی اُردو یا انگریزی ترجمے کے محتاج نہیں تھے، وہ سب کے سب نماز پنج گانہ کی فرضیت کے قائل چلے آئے ہیں۔ یہ حضرات قرآنِ کریم کو آپ سے اور آپ کے اس ''بزرگ'' سے تو بہرحال زیادہ ہی سمجھتے ہوں گے، پھر ایک آدھ آدمی کو تو غلطی بھی لگ سکتی ہے، مگر یہ کیا بات ہے کہ ہر دور اور ہر زمانے کے مسلمان خواہ مشرق کے ہوں یا مغرب کے نمازِ پنج گانہ کو فرض سمجھتے آئے ہیں، ان سب کو غلطی پر متفق ماننے کے بجائے کیا یہ آسان نہیں کہ ان ''بزرگ'' صاحب کو ٹھوکر لگی ہو اور وہ آیتِ کریمہ کا مطلب نہ سمجھے ہوں؟ جو شخص ساری دُنیا کو پاگل کہتا ہو، کیا یہی بات اس کے خللِ دِماغ اور پاگل پن کی دلیل نہیں...؟

---

(۱) ''أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ...الآية''۔ (الإسراء:۷۸)، ''...مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ'' (النور:۵۸)، ''حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى'' (البقرة:۲۳۸)۔

(۲) عن معاذ بن جبل رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من لقی الله لا يشرک به شيئًا، ويصلی الخمس ويصوم رمضان غفر له۔ قلت أفلا أبشّرهم يا رسول الله؟ قال: دعهم يعملوا۔ (رواه احمد، مشكٰوة ص:۱۶) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة ورمضان إلى رمضان مكفّرات لما بينهن إذا اجتنبت الكبائر۔ (رواه مسلم، مشكٰوة ص:۵۷، بخاری، باب الصلوات الخمس كفارة للخطايا إذا صلاهنّ لوقتهنّ فی الجماعة وغيرها ج:۱ ص:۷۶، أيضًا: ابن كثير ج:۴ ص:۸۲، طبع رشيديه كوئٹه)۔

(۳) فعلٰى هٰذا تكون هٰذه الآية دخل فيها أوقات الصلوات الخمسة فمن قوله لدلوک الشمس إلٰى غسق اليل وهو ظلامه وقيل غروب الشمس أخذ منه الظهر والعصر والمغرب والعشاء، وقوله وقراٰن الفجر يعنی صلاة الفجر، وقد ثبتت السنة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم تواترًا من أفعاله وأقواله بتفاصيل هٰذه الأوقات علٰى ما عليه عمل أهل الإسلام اليوم مما تلقّوه خلفًا عن سلف وقرنًا بعد قرن كما هو مقدّر فی مواضعه ولله الحمد۔ (تفسير ابنِ كثير ج:۴ ص:۱۶۷، طبع رشيديه)۔

(۴) واذا علمت هٰذا فنقول: الصلٰوة فريضة، واعتقاد فرضيتها فرض، وتحصيل علمها فرض، وجحدها كفر۔ (اكفار الملحدين ص:۶، طبع پشاور)۔

سوم:...ان صاحب کا یہ کہنا کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ وقت نماز پڑھا کرتے تھے؟ اس کے جواب میں ان سے دریافت کیجئے کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ آنجناب اپنے باپ کے گھر پیدا ہوئے تھے؟ اور فلاں خاتون کے بطن سے تولد ہوئے تھے؟ چند آدمیوں کے کہنے پر آپ نے اپنے باپ کو باپ، اور ماں کو ماں تسلیم کرلیا، حالانکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ غلط کہتے ہوں۔ لیکن مشرق و مغرب کی ساری مسلم و غیر مسلم دُنیا، ہر دور، ہر زمانے میں جو شہادت دیتی چلی آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ نمازیں پڑھا کرتے تھے، یہ آپ کے نزدیک ''ثبوت'' نہیں؟ اور آپ اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تو آپ کے پاس اپنے ماں باپ کا بیٹا ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ یا آپ اپنے نسب کے بارے میں بھی ایسے شک و شبہ کا اظہار فرمائیں گے؟ کیا دِین کے قطعیات کو ایسی لغویات سے رَدّ کرنا دِماغ کی خرابی نہیں...؟

چہارم:...قرآنِ کریم میں ''اِسراء'' کا ذکر ہے، لیکن آپ کے ''بزرگ'' صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حقیقت نہیں، تو کیا ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ نے ''بے حقیقت'' بات بیان کردی؟ ''اِسراء'' کا ذکر قرآنِ کریم میں موجود ہے،[1] اور اس کی تفصیلات احادیثِ شریفہ میں آئی ہیں،[2] اس کے منکر کو درحقیقت خدا اور رسول اور قرآن و حدیث ہی سے اِنکار ہے...!

پنجم:...مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

اے بسا اِبلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

یعنی بہت سے شیطان آدمیوں کی شکل میں ہوا کرتے ہیں، اس لئے ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دے دینا چاہئے۔ آپ کا یہ ''بزرگ'' بھی ''انسان نما اِبلیس'' ہے، جو دِین کی قطعی و یقینی باتوں میں وسوسے ڈال کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔

جو ملنگ فقیر نماز روزے کے قائل نہیں وہ مسلمان نہیں، پکے کافر ہیں

سوال:...فقیر اور ملنگ پاکستان میں مزاروں پر بہت ہوتے ہیں، انہوں نے اپنے آپ کو روزے اور نماز سے کنارہ کش کرلیا ہے، اللہ اور رسول کی باتیں کرتے ہیں، چرس پیتے رہتے ہیں، کیا ان کے لئے روزہ نماز معاف ہے؟

جواب:...جو شخص نماز روزے کا قائل نہیں، وہ مسلمان نہیں، پکا کافر ہے۔[3] جن فقیر ملنگوں کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ اکثر و بیشتر اسی قماش کے لوگ ہوتے ہیں۔

نماز روزے کو غیر ضروری قرار دینے والا پیر مسلمان ہی نہیں

سوال:...ہم لوگ مسلمانوں کے فرقے سے ہیں، ہماری برادری کی اکثریت گجراتی بولنے والوں کی ہے، ہم لوگوں پر اپنے

---

(۱) "سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ .... الخ" (بنی اسرائیل: ۱)۔

(۲) عن عبدالله قال: لما أسری برسول الله صلی الله علیه وسلم انتهی به إلٰی سدرة المنتهٰی وهی فی السماء السادسة إلیها ینتهی ما یعرج به من الأرض ... إلخ۔ (مشکٰوة ص: ۵۲۹، باب فی المعراج)۔

(۳) لَا نزاع فی تکفیر من أنکر من ضروریات الدِّین۔ (اکفار الملحدین ص: ۱۲۱)۔ ایضاً دیکھئے: صفحہ گزشتہ حاشیہ نمبر ۴۔

آباء واَجداد کے رائج رُسوم، طریقے ورواج کے اثرات ہیں، جن کے مطابق ہم لوگ بڑی پابندی سے اپنے رُسوم وطریقے پرعمل کرتے ہیں، جن کی بنا پر ہم لوگ بہت مصروف ہونے کی بنا پر نماز نہیں پڑھتے۔ بعض ہماری رُسوم ایسی ہوتی ہیں کہ کافی دیر تک ہوتی ہیں، یا رات کا کافی حصہ گزارنے پر ختم ہوتی ہیں۔ رمضان میں ہم روزہ نہیں رکھتے، ہمارے پیر صاحب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ ڈھائی فیصد کی بجائے ہم پیر صاحب کے کہنے پر دو روپے پر دو آنے دیتے ہیں، جسے پیر صاحب نے ''رسوند'' کا نام دے رکھا ہے۔ ذکر کردہ تمام رُسوم، طریقے کو ہم گجراتی میں الگ الگ نام سے پکارتے ہیں۔ آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ چونکہ مسلمان ہم سب ہیں، کیا ہمیں ان رُسوم اور طریقے ورواج کو اَپنائے رکھنا چاہئے یا کہ ترک کردیں؟ کیونکہ ان کی بنا پر ہماری عبادت مختل ہوتی ہے، اور کیا ہم لوگ ان رُسومات کی بنا پر کہیں گناہگار تو نہیں ہو رہے؟

جواب:... نمازِ پنج گانہ، روزہ اور زکوٰۃ شرعی فرائض ہیں، کسی پیر کے کہنے سے ان کو چھوڑ دینا جائز نہیں،[1] اور اگر پیر ان فرائض کو غیرضروری قرار دیتا ہے تو وہ مسلمان ہی نہیں۔[2] جتنی رسمیں ہیں، ان کا دِین سے کوئی تعلق نہیں۔

''پیرومرشد نے مجھے نماز، قرآن نہ پڑھنے کی اجازت دی ہے'' کہنے والا گمراہ ہے

سوال:... ہمارے محلے میں ایک شخص رہتا ہے، اَدھیڑ عمر کا ہے، عام طور پر یہ شخص لوگوں کے اُوپر سے جن اور سایہ وغیرہ کو دُور کرتا ہے، اور کسی بزرگ کا مرید ہے۔ لیکن میں نے انہیں کبھی نماز اور قرآن پڑھتے نہیں دیکھا، حتیٰ کہ جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑھتے۔ جب میں نے ان صاحب سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ: ''میرے پیرومرشد نے مجھے نماز اور قرآن نہ پڑھنے کی اجازت دی ہے'' اس قسم کے شخص کے ساتھ میرا دِل بات کرنے کو نہیں کرتا اور یہ کہ اس سے میل جول بڑھاؤں یا رشتہ داری بڑھاؤں۔ ان کا کس قسم کا عقیدہ ہے؟ مختصراً تحریر فرمائیں۔

جواب:... یہ شخص گمراہ ہے،[3] اس سے تعلق نہ رکھا جائے۔[4]

حدیث کے منکر کی اسلام میں حیثیت

سوال:... حدیث کے منکر کی اسلام میں کیا حیثیت ہوگی؟ کیا وہ اسلام سے خارج ہے؟

جواب:... ''حدیث'' نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا، جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتا ہے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَحکام وفرامین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر اِرشاد کو سرآنکھوں پر رکھے گا اور اسے واجب التسلیم سمجھے گا،

---

(۱) عن النواس بن سعمان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق" رواه فى شرح السُّنَّة. (مشكوٰة ج:۱ ص:۳۲۱، كتاب الامارة، طبع قديمى كتب خانه).

(۲) والصلوة المفروضات خمس وعدد ركعاتها .... سبع عشرة .... وهٰذه الخمس من أسقط وجوب بعضها أو أسقط وجوبها كلها كفر. (اصل الدين ص:۱۸۹، ۱۹۰ لإمام عبدالقاهر البغدادى، طبع مكتبه عثمانيه لاهور).

(۳) القول بالرأى والعقل المجرّد فى الفقه والشريعة بدعة وضلالة. (شرح فقه الأكبر للقارى ص:۷، طبع دهلى).

(۴) اذ مجالسة الأغيار تجر الٰى غاية البوار ونهاية الخسار. (مرقاة شرح مشكوٰة ج:۱ ص:۱۴۹، ص:۱۹۵).

اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو لائقِ تسلیم نہیں سمجھتا، خود دیکھ لیجئے کہ اس کا ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسا ہے؟ اور مسلمانی میں اس کا کتنا حصہ ہے...؟[1]

بلا تحقیق حدیث کا انکار کرنا

سوال:... میں نے ایک حدیث مبارک پڑھی تھی کہ جب آدمی زنا کرتا ہے تو ایمان اس کے پاس سے نکل کر اس کے سر پر لٹکتا رہتا ہے، پھر جب وہ فراغت کے بعد پشیمان ہوتا ہے تو ایمان واپس آجاتا ہے۔ یہ حدیث میں نے اپنے ایک دوست کو اس وقت سنائی جب زنا کا موضوع زیرِ گفتگو تھا، اور ساتھ ہی یہ بتایا کہ یہ حدیث ہے، تو اس نے جواب دیا کہ: ''چھوڑو! یہ مولویوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔'' پہلا سوال یہ ہے کہ یہ حدیث مستند اور معتبر ہے یا ضعیف؟ دُوسرا سوال یہ ہے کہ میرے دوست کا یہ کہنا کہ یہ ''مولویوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں'' کہاں تک صحیح ہے؟ اس کا جواب ذرا وضاحت اور تفصیل سے دیجئے گا۔

جواب:... یہ حدیث مشکوٰۃ شریف (ص:۱۷) پر صحیح بخاری کے حوالے سے نقل کی گئی ہے۔[2] آپ کے دوست کا اس کو ''مولویوں کی گھڑی ہوئی باتیں'' کہنا، جہالت کی بات ہے۔ ان کو اس سے توبہ کرنی چاہئے اور بغیر تحقیق کے ایسی باتیں کہنے سے پرہیز کرنا چاہئے، ورنہ بعض اوقات ایمان ضائع ہوجاتا ہے۔[3]

انکارِ حدیث، انکارِ دِین ہے

سوال:... ایک صاحب کا کہنا ہے کہ چونکہ احادیث کی بنا پر ہی مسلمان مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، اس لئے احادیث کو نہیں ماننا چاہئے۔ نیز ان صاحب کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی حفاظت کا ذمہ تو لیا ہوا ہے مگر احادیث کی حفاظت کا ذمہ بالکل نہیں لیا، اس لئے احادیث غلط بھی ہوسکتی ہیں، لہٰذا احادیث کو نہیں ماننا چاہئے۔

جواب:... احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو کہتے ہیں، یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان رکھتا ہو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشاداتِ مقدسہ کو بھی سرآنکھوں پر رکھے گا،[4] اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

(۱) وفی الخلاصة: من رَدَّ حديثًا قال بعض مشائخنا: يكفر، وقال المتأخرون: ان كان متواترًا كفر، أقول: هٰذا هو الصحيح اِلّا اذا كان ردّ حديث الآحاد من الأخبار علٰى وجه الإستخفاف، والإستحقار والإنكار۔ (شرح فقه الأكبر ص:۲۰۴)۔ أيضًا فتاویٰ تاتارخانية (ج:۵ ص:۳۲۷)۔

(۲) وعنه (أی: أبی هريرة رضی الله عنه) قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: لَا يزنی الزانی حين يزنی وهو مؤمن .... الخ۔ (مشكوٰة ج:۱ ص:۱۷، باب الكبائر وعلامات النفاق، كتاب الإيمان)۔

(۳) الفتاویٰ التاتارخانية ج:۵ ص:۳۴۴۔ والإستخفاف بالعلماء لكونهم علماء إستخفاف بالعلم والعلم صفة الله منحه فضلًا علٰى خيار عباده ليدلوا خلقه علٰى شريعته نيابةً عن رُسله، واستخفافه هٰذا يعلم أنه إلٰى من يعود؟ (بزازية علٰى هامش الهندية ج:۶ ص:۳۳۶ طبع رشيديه)، أيضًا قال الشامی: فلو بطريق الحقارة كفر لأن إهانة أهل العلم كفر علی المختار۔ (شامی ج:۴ ص:۷۲، مطلب فی الجرح المجرد، طبع ايچ ايم سعيد)۔

(۴) الإيمان وهو تصديق محمد صلی الله عليه وسلم فی جميع ما جاء به عن الله تعالٰى مما علم مجيئه ضرورة۔ (الدر المختار ج:۴ ص:۲۲۱)۔

ارشادات کو ماننے سے انکار کرتا ہے وہ ایمان ہی سے خارج ہے۔[1]

ان صاحب کا یہ کہنا کہ مسلمانوں میں فرقہ بندی احادیث کی وجہ سے ہوئی، بالکل غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قرآن کریم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ کے ارشادات کی روشنی میں نہ سمجھنے بلکہ اپنی خواہشات و بدعات کے مطابق ڈھالنے کی وجہ سے تفرقہ پیدا ہوا، چنانچہ خوارج، معتزلہ، جہمیہ، روافض اور آج کے منکرین حدیث کے الگ الگ نظریات اس کے شاہد ہیں، اور ان صاحب کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، احادیث کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا، یہ بھی غلط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی ضرورت جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگوں کو تھی، اسی طرح بعد کی امت کو بھی ان کی ضرورت ہے اور جب امت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے بغیر اپنے دین کو نہیں سمجھ سکتی تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعد کی امت کے لئے اس کی حفاظت کا بھی انتظام ضرور کیا ہوگا، اور اگر بعد کی امت کے لئے صرف قرآن کریم کافی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و ارشادات کی اسے ضرورت نہیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگوں کو بھی نعوذ باللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت نہ ہوگی، گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بے کار مبعوث کیا...؟

کیا حدیث کی صحت کے لئے دِل کی گواہی کا اعتبار ہے؟

سوال:... حضرت ابواُسیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم مجھ سے مروی کوئی حدیث سنو جس کو تمہارے دِل مان لیں اور تمہارے شعور نرم پڑ جائیں اور تم یہ بات محسوس کرو کہ یہ بات تمہاری ذہنیت سے قریب تر ہے تو یقیناً تمہاری نسبت میری ذہنیت اس سے قریب تر ہوگی (یعنی وہ حدیث میری ہوسکتی ہے)، اور اگر خود تمہارے دِل اس حدیث کا انکار کریں اور وہ بات تمہاری ذہنیت اور شعور سے دُور ہو تو سمجھو کہ تمہاری نسبت وہ بات میری ذہنیت سے دُور ہوگی اور وہ میری حدیث نہ ہوگی۔'' یہ حدیث کس پائے کی ہے؟ اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو حکم بنایا ہے؟ کیونکہ ہر فرد تو مخاطب ہو نہیں سکتا، اور ہر ایک کی ذہنیت اور سطحِ علم ایک جیسی نہیں۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ: ''جب تم کوئی حدیث سنو تو اس کے بارے میں وہی گمان کرو جو زیادہ صحیح گمان ہو۔ زیادہ مبارک اور زیادہ پاکیزہ ہو۔'' اس حدیث کی سند کیسی ہے؟

جواب:... یہ حدیث شریف مسندِ احمد[2] میں دو جگہ (ایک ہی سند سے) مروی ہے (ج:۵ ص:۴۲۵، ج:۳ ص:۹۷)، مسندِ بزار (حدیث:۱۸۷)، صحیح ابنِ حبان میں ہے، ہیثمی نے مجمع الزوائد میں، اِمام ابنِ کثیر نے تفسیر میں، زبیدی شارحِ احیا نے

---

(۱) من رد حديثًا قال بعض مشائخنا يكفر، وقال المتأخرون إن كان متواترًا كفر، أقول: هٰذا هو الصحيح. (شرح فقه الأكبر ص:۲۰۴، طبع مجتبائی دهلی).

(۲) عن أبي حُمَيد وأبي أُسيد ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: اذا سمعتم الحديث عني تعرفه قلوبكم وتلين له اشعاركم وابشاركم وترون أنه منكم قريب فانا اولٰى به، واذا سمعتم الحديث عني تنكره قلوبكم وتنفر منه اشعاركم وابشاركم وترون أنه منكم بعيد فأنا أبعدكم منه. (مسند احمد ج:۵ ص:۴۲۵، أيضًا: ج:۳ ص:۹۷، طبع بيروت).

اتحاف میں اور علی بن محمد ابنِ عراق نے "تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ" میں قرطبی کے حوالے سے اس کو صحیح کہا ہے۔[1] علامہ ابنِ جوزیؒ نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے اور عُقیلی نے اس پر جرح کی ہے، شوکانی "الفوائد المجموعۃ" میں کہتے ہیں کہ میرا جی اس پر مطمئن نہیں۔[2]

آپ کا یہ ارشاد صحیح ہے کہ ہر فرد اس کا مخاطب نہیں ہوسکتا، اس کے مخاطب یا تو صحابہ کرامؓ تھے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ طیبات سے خاص مناسبت رکھتے تھے، یا ان کے بعد محدثین حضرات ہیں جن کے مزاج میں الفاظِ نبوی کو پہچاننے کا ملکۂ قویہ پیدا ہوگیا ہے، بہرحال عامۃ الناس اس کے مخاطب نہیں۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ دُوسری حدیث میں فرمایا: "استفت قلبک ولو افتاک المفتون"، یعنی اپنے دِل سے فتویٰ پوچھو (چاہے مفتی تمہیں فتوے دے دیں) یہ اِرشاد اَربابِ قلوبِ صافیہ کے لئے ہے، ان کے لئے نہیں، جن کے دِل اندھے ہوں۔

جنت، دوزخ کے منکر اور آواگون کے قائل کا شرعی حکم

سوال:... اگر کوئی مسلمان کہہ دے کہ: "میرا ایمان جنت، دوزخ پر نہیں، بلکہ ہندوؤں کے عقیدے آواگون پر ہے" تو کیا وہ مسلمان رہ سکے گا؟ مرنے کے بعد ایسے شخص کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا؟ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی؟ اس کے لئے مسلمان دُعائے مغفرت کرسکتا ہے؟ اَحکامِ شریعت سے مطلع فرماکر اللہ کی خوشنودی حاصل کریں، جزاک اللہ!

جواب:... جو شخص جنت و دوزخ کا منکر ہو، یا ہندوؤں کے آواگون کا قائل ہو، وہ مسلمان نہیں۔[3] اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا،[4] نہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، نہ اس کے لئے دُعائے مغفرت ہے۔[5]

زبردستی اسلامی اَحکامات کی تعلیم دینا

سوال:... اگر ایک مسلمان بھائی دُوسرے مسلمان بھائی کو نماز کے لئے کہتا ہے اور وہ بندہ اس پر عمل نہیں کرتا اور اِنکار کرتا ہے، تو کیا نماز کے لئے کہنے والا بندہ گناہ گار ہے؟ یا اس شخص کو اس وقت تک کہنا چاہئے جب تک مان نہ جائے؟ اور اگر وہ نہ مانا اور اس

---

(۱) واذا سمعتم الحدیث ... الخ رواہ الإمام أحمد والبزار فی مسندیھما وسندہ صحیح کما قال القرطبی وغیرہ۔ (تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ج:۱ ص:۶ مقدمۃ الکتاب، وأیضًا ج:۱ ص:۲۶۴ طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔

(۲) وھٰذا وإن کان یشھد لذٰلک الحدیث لکنی أقول: أنکرہ قلبی، وشعری، وبشری وظننت أنہ بعید من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (الفوائد المجموعۃ للشوکانی ص:۲۸۱،۲۸۲ کتاب الفضائل طبع دار الباز مکۃ المکرمۃ)۔

(۳) من أنکر الأھوال ..... والجنّۃ والنار کفر۔ (شرح فقہ الاکبر ص:۲۰۵)۔

(۴) اذا مات (المرتد) أو قتل علی ردتہ لم یدفن فی مقابر المسلمین، ولَا أھل ملۃ، وانما یلقٰی فی حفرۃ کالکلب۔ (الأشباہ والنظائر ج:۱ ص:۲۹۱ الفن الثانی، طبع إدارۃ القرآن)۔

(۵) "وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ" (التوبۃ:۸۴)، "مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ" (التوبۃ:۱۱۳)۔

درمیان اس کی موت واقع ہو جائے تو کیا وہ منکر کہلائے گا؟ اور اس کی سزا اللہ کے نزدیک کیا ہوگی؟ کیا نماز کے لئے کہنے والا بندہ بھی اس سزا کا مستحق ہوگا، کیونکہ وہ اس شخص کو نماز کے لئے راغب نہ کرسکا؟

جواب:... مسلمان بھائی کو نماز کے لئے حسنِ تدبیر کے ساتھ ضرور کہنا چاہئے، مگر اتنا اصرار نہ کیا جائے کہ وہ انکار کردے۔ اگر "اِنکار" کا یہ مطلب ہے کہ: "میں تیرے کہنے سے نہیں پڑھوں گا" تو کافر نہیں ہوگا، اور اگر یہ مطلب ہے کہ وہ نماز کی فرضیت ہی کا منکر ہے تو کافر ہوجائے گا۔[1]

خدا کی شان میں گستاخی کرنے والی کا شرعی حکم

سوال:... ایک عورت خدائے بزرگ و برتر کی شان میں گستاخی کی مرتکب ہوتی ہے، مثلاً: نعوذ باللہ! وہ یہ کہتی ہے کہ: "خدا بہرا ہے، سنتا ہی نہیں ہے" وغیرہ تو اس کے بارے میں اسلام میں کیا حکم ہے؟ اور نیز اگر شادی شدہ ہو تو نکاح پر کیا اثر پڑے گا؟

جواب:... ایسے گستاخانہ الفاظ سے ایمان ضائع ہوجاتا ہے،[2] اس کو توبہ کرکے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہئے۔[3]

"اگر خدا بھی کہے تو نہ مانوں" کلمہ کفر ہے

سوال:... میں نے ایک دن ایک شخص سے یہ کہا کہ چلو ہمارے مولوی صاحب سے مسئلے مسائل پوچھتے ہیں، اگر وہ غلط ہوگا تو ہم بھی اسے چھوڑ دیں گے، اور اس کی بات نہیں سنا کریں گے، تو اس نے جواب میں کہا کہ: "میں اس کے پاس قطعاً نہیں جاؤں گا، چاہے کچھ بھی ہوجائے۔ اور اس کو نہیں مانوں گا، چاہے میری گردن بھی کٹ جائے" میں نے پھر اصرار کیا کہ بات پوچھنے میں کیا حرج ہے، وہ انکار کرتا رہا اور میں اصرار کرتا رہا، حتیٰ کہ اس نے کہا کہ: "اگر خدا بھی آکر کہہ دے کہ اس مولوی صاحب کو صحیح مانو اور اس کی بات سنو تو بھی میں نہیں مانوں گا، اور نہ بات سنوں گا۔" جواب طلب بات یہ ہے کہ اس کہنے سے اس کے ایمان و اسلام اور اعمال پر کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟

جواب:... اس شخص کے یہ الفاظ کہ "اگر خدا بھی آکر کہہ دے..." کلمۂ کفر ہیں، اس کو ان الفاظ سے توبہ کرنی چاہئے اور اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہئے، واللہ اعلم![4]

---

(۱) وقول الرجل لَا اصلی یحتمل اربعة أوجه: أحدها لَا اصلی، لأنی صلیت۔ والثانی: لَا اصلی بأمرک فقد امرنی بها من هو خیر منک۔ والثالث: لَا اصلی فسقا مجانة، فهٰذه الثلاثة لیست بکفر۔ والرابع: لَا اصلی اذ لیس یجب علیّ الصلاة ولم اومر بها یکفر۔ (الهندیة ج:۲ ص:۲۶۸، الباب التاسع فی أحکام المرتدین)۔

(۲) اذا وصف الله بما لَا یلیق یکفر۔ (البزازیة علی الهندیة ج:۶ ص:۳۲۳، کتاب ألفاظ ما یکون إسلامًا أو کفرًا)۔

(۳) ما یکون کفرًا اتفاقًا یبطل العمل والنکاح وأولَاده أولَاد الزنا، وما فیه خلاف یؤمر بالإستغفار والتوبة وتجدید النکاح۔ (الدر المختار ج:۴ ص:۲۴۶، باب المرتد، عالمگیری ج:۲ ص:۲۸۳، کتاب السیر)۔

(۴) اذا وصف الله بما لَا یلیق یکفر۔ (بزازیة علیٰ هامش هندیة ج:۶ ص:۳۲۳)۔ اذا قال: "لو أمرنی الله بکذا لم أفعل" فقد کفر۔ کذا فی الکافی۔ (الفتاوی الهندیة ج:۲ ص:۲۵۸، الباب التاسع فی أحکام المرتدین)۔

''بن بلائے تو اللہ کے گھر بھی نہ جاؤں'' کہنے والے کا شرعی حکم؟

سوال:... رمضان شریف میں کچھ دوست دعوت پر مدعو تھے، جب وہ جانے لگے تو مجھے بھی کہا، تو میں نے کہا کہ: ''میں تو مدعو نہیں ہوں، نقلِ کفر، کفر نباشد کے مصداق بن بلائے تو اللہ تعالیٰ کے گھر بھی نہ جاؤں'' مطلب خودداری کا تھا، کیا یہ الفاظ کلمۂ کفر میں آتے ہیں؟

جواب:... مطلب تو چاہے کچھ بھی ہو، لیکن الفاظ گستاخانہ ہیں، اس لئے اس سے توبہ کی جائے اور تجدیدِ ایمان کی جائے، اور اگر نکاح ہوچکا ہے تو نکاح کی بھی تجدید کی جائے، واللہ اعلم![1]

''اللہ کچھ نہیں ہے، حضرت عیسیٰ سب کچھ ہیں'' کہنے والے کا شرعی حکم؟

سوال:... کچھ عرصہ پہلے میں نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی تھی اور (نعوذ باللہ) یہ کہا تھا کہ: ''اللہ کچھ نہیں ہے'' اور دُوسرے بھی خراب کلمات کہے تھے۔ یہ بھی کہا تھا کہ: ''آج سے ہم عیسائی ہیں اور حضرت عیسیٰ کو مانتے ہیں'' اور شاید یہ بھی کہا تھا کہ: ''حضرت عیسیٰ ہی سب کچھ ہیں'' اور دروازے پر اسٹیکر سے صلیب کے نشان بنالئے تھے، اور شاید خود بھی یہ نشان عیسائیوں کی طرح ادا کئے تھے، (اور شاید دُوسرے مذاہب کے بانیوں کا نام بھی لیا تھا اور شاید ان کے ہم مذہب ہونے کا بھی کہا تھا)، اس وقت میرے گھر کے اور افراد بھی تھے۔ یہ واقعہ پہلے کا ہے اور ہوسکتا ہے کہ مجھ سے بھول چوک ہوگئی ہو، لکھتے وقت۔ میں اب تقریباً پانچوں وقت کی نماز پڑھتی ہوں اور کلمہ بھی پڑھتی ہوں، اب آپ بتائیے کہ میں کیا کروں؟ اور کس طرح اس گناہ کے عذاب سے بچوں؟ کیا اس طرح کہنا شرک ہوا؟ اور کیا میں اب تجدیدِ ایمان کروں؟

جواب:... جو الفاظ آپ نے لکھے ہیں، ان کے کفر و شرک ہونے میں کیا شبہ ہے...؟ تجدیدِ ایمان اسی وقت ضروری تھی، تجدیدِ ایمان کا طریقہ یہ ہے کہ ان الفاظ سے توبہ کرکے کلمہ شریف پڑھ لیا جائے اور اللہ تعالیٰ سے اس گستاخی کی معافی مانگ لی جائے، تجدیدِ ایمان کے بعد تجدیدِ نکاح بھی ضروری ہے۔[2]

گستاخی پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور اِیمان و نکاح کی تجدید کریں

سوال:... میں نے ایک دن شیطان سے مخاطب ہوکر یہ کہا کہ: ''اے شیطان! اب میں اللہ پر، اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتا، اب میں تجھ پر (شیطان پر) ایمان لاتا ہوں، اب تو میرا فلاں بُرا کام کردے'' لیکن وہ بُرا کام نہیں ہوا، یا شیطان نے نہیں کیا، میں

---

(۱) وصح بالنصّ ان کل من استهزأ بالله تعالیٰ أو بملک .... فهو کافر۔ (کتاب الفصل لِابن حزم ج:٦ ص:٢٥٥، بحواله إكفار الملحدين ص:٦٤)۔ ما يكون كفرًا إتفاقًا يبطل العمل والنكاح ..... وما فيه خلاف يؤمر بالإستغفار والتوبة وتجديد النكاح۔ (در مختار ج:٤ ص:٢٤٦، باب المرتد، فتاویٰ عالمگیری ج:٢ ص:٢٨٣، الباب التاسع فی أحكام المرتدين)۔

(۲) قالوا: سبُ الله تعالیٰ كفر محض، وهو حق لله، وتوبة من لم يصدر منه إلّا مجرد الكفر الأصلی أو الطاری مقبولةٌ مسقطة للقتل بالإجماع .... الخ۔ (الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول ص:٣٩١)، ما يكون كفرًا إتفاقًا يبطل العمل والنكاح ...... وما فيه خلاف يؤمر بالإستغفار والتوبة وتجديد النكاح۔ (الفتاویٰ الشامية ج:٤ ص:٢٤٦)۔

اب دوبارہ مسلمان ہونا چاہتا ہوں، براہِ مہربانی مجھے دوبارہ مسلمان ہونے کا طریقہ بتادیجئے۔

جواب:... آپ نے بڑی نادانی کی بات کی، خدانخواستہ اگر وہ بُرا کام آپ کے حسبِ منشا ہوجاتا تو آپ کے دوبارہ مسلمان ہونے کا راستہ ہی بند ہوجاتا۔ توبہ! توبہ! کتنی بُری بات ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کرڈالے۔ آپ کلمہ شریف پڑھ کر اپنے اسلام و ایمان کی تجدید کریں،[1] اور اس گستاخی و بے ادبی پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ اگر آپ شادی شدہ ہیں تو اپنے نکاح کی بھی تجدید کریں۔[2]

''جس رسول کے پاس اختیارات نہ ہوں، اُسے ہم مانتے ہی نہیں'' کہنے کا کیا حکم ہے؟

سوال:... ایک شخص نے کہا کہ: ''ایسا رسول جس کے پاس اختیارات نہ ہوں تو اس کو مانتے ہی نہیں'' کیا ایسا کلمہ کہنے سے آدمی اسلام سے خارج ہوجاتا ہے؟

جواب:... یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے، اس لئے تجدیدِ ایمان کے ساتھ نکاح کی تجدید بھی کی جائے۔[3]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ گستاخی بھی کفر ہے

سوال:... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے کے باوجود بھی کیا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی توہین بھی کفر ہے۔ فقہ کی کتابوں میں مسئلہ لکھا ہے کہ: اگر کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے لئے تصغیر کا صیغہ استعمال کیا، وہ بھی کافر ہوجائے گا۔[4]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر کا کیا حکم ہے؟

سوال:... ایک آدمی اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین رکھتا ہے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک بھی نہیں کرتا، نماز بھی پڑھتا ہے، لیکن وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا تو کیا وہ آدمی جنت کا حق دار ہے؟

---

(۱) وتوبته ان یأتی بالشهادتین. (بدائع الصنائع ج:۷ ص:۱۳۵). وفی الشامی: فقالت .... انا اشهد ان لَا إلٰه إلّا الله وان محمد رسول الله کان هٰذا توبة منها. (شامی ج:۴ ص:۲۴۶، باب المرتد).

(۲) گزشتہ صفحہ حاشیہ نمبر۱۔

(۳) فاذا حصل فی القلب استخفاف واستهانة امتنع أن یکون فیه انقیاد أو استسلام فلا یکون فیه ایمان وهٰذا هو بعینه کفر ابلیس. (الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول ص:۳۷۱، طبع بیروت). ما یکون کفرًا اتفاقًا یبطل العمل والنکاح. (فتاویٰ شامی ج:۴ ص:۲۴۶، کتاب السیر، باب المرتد).

(۴) وفی المحیط: لو قال لشعر النبی صلی الله علیه وسلم: "شُعَیر" یکفر عند بعض المشائخ، وعند البعض لَا یکفر إلّا إذا قال ذٰلک بطریق الْاهانة. (رسائل ابنِ عابدین ج:۱ ص:۳۲۶).

جواب:... جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا، وہ خدا پر یقین کیسے رکھتا ہے...؟[۱]

کیا گستاخِ رسول کو حرامی کہہ سکتے ہیں؟

سوال:... بعض لوگ سورۂ قلم کی آیت: ۱۳ (زنیم) سے استدلال کرکے گستاخِ رسول کو حرامی کہتے ہیں۔ کیا یہ دُرست ہے؟

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یا کسی بھی رسول کی گستاخی کرنا بدترین کفر ہے[۲] (نعوذ باللہ)، مگر قرآنِ کریم کی اس آیتِ کریمہ میں جس شخص کو "زنیم" کہا گیا ہے، اس کو گستاخیٔ رسول کی وجہ سے "زنیم" نہیں کہا گیا، بلکہ یہ ایک واقعہ کا بیان ہے کہ وہ شخص واقعتاً ایسا ہی بدنام اور مشکوک نسب کا تھا۔[۳] اس لئے اس آیتِ کریمہ سے یہ اُصول نہیں نکالا جاسکتا کہ جو شخص گستاخیٔ رسول کے کفر کا ارتکاب کرے، اس کو "حرامی" کہہ سکتے ہیں۔

رُشدی ملعون کے حمایتی کا شرعی حکم

سوال:... ہمارے یہاں ایک شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ سلمان رُشدی بہترین انسان ہے، اس نے جو کچھ لکھا ہے، وہ حقیقت ہے۔ لہٰذا قرآن اور سنت کی روشنی میں جو شخص شاتمِ رسول کو بہترین انسان قرار دے، اس کی سزا کیا ہے؟

جواب:... یہ شخص سلمان رُشدی کا چھوٹا بھائی ہے، اور یہ بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔[۴]

کیا پاکستان کے بہت سے لوگ سلمان رشدی نہیں ہیں؟

سوال:... روزنامہ جنگ کے توسط سے میں آپ کی اور علمائے دِین کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ آج کل سلمان رشدی اور اس کی "شیطانی کتاب" کے سلسلے میں دُنیائے اسلام میں بڑے پیمانے پر احتجاج اور غم و غصّے کا اظہار ہو رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اس گستاخی پر یقیناً وہ قابلِ گردن زدنی ہے، مگر تعجب اس بات پر ہے کہ دیگر ممالک کے علاوہ خاص طور سے ایک طبقہ پاکستان میں بہت پہلے سے اسلام کے خلاف سرگرمِ عمل ہے، جو لاکھوں کی تعداد میں ہیں اور ان میں سے ہر ایک سلمان رشدی سے کم نہیں، بلکہ زیادہ شیطان صفت ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف خاص طور سے اور دیگر انبیائے کرام اور ختم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں۔ اس فرقے بلکہ دِین کے بانی کا لٹریچر اور کتابیں لاتعداد شائع ہوتی ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ تو کم، مگر انتہائی دِل آزاری کا موجب ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ اس کا بانی (نعوذ باللہ)

---

(۱) اذا لم یعرف الرجل ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخر الأنبیاء فلیس بمسلم۔ (الفتاویٰ التاتارخانیة ج:۵ ص:۳۲۵ قدیمی) وأیضًا انکار رسالته صلی اللہ علیہ وسلم طعن فی الربّ تبارک وتعالیٰ ونسبة له إلی الظلم والسفه تعالی اللہ عن ذٰلک علوًّا کبیرًا، بل جحد للربّ بالکلیة وانکار ....الخ۔ (شرح العقیدة الطحاویة ص:۱۶۵)۔

(۲) قال أبو یوسف: وایما رجل مسلم سبّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أو کذّبه أو عابه أو تنقّصه فقد کفر باللہ تعالیٰ۔ (کتاب تنبیه الولاة والحکام علی احکام شاتم خیر الأنام، ملحقه رسائل ابن عابدین ج:۱ ص:۳۲۴)۔

(۳) (عن) سعید بن المسیّب وعکرمة هو ولد الزّنیٰ الملحق فی النسب بالقوم۔ (تفسیر قرطبی ج:۱۸ ص:۲۳۴)۔

(۴) لأن الرضاء بالکفر کفر۔ (شرح فقه أکبر ص:۴۹، طبع مجتبائی دهلی، أیضًا: فتاویٰ قاضیخان علی الهندیة ج:۳ ص:۵۷۳)۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مشن کو اَدھورا کہتا ہے اور اس کی تکمیل کے لئے کہتا ہے کہ میں آیا ہوں (گویا دُوسرا جنم لے کر)، اور میں محمد ہوں اور میں بھی آخری نبی ہوں (خطبہ اِلہامیہ ص:۱۰۸)، اسی لئے اس کے ماننے والے مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے کہتے ہیں کہ: ہم تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں، اور کلمہ پڑھ کر بھی سنا دیتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں آج تک پاکستان میں (سوائے بھٹو صاحب مرحوم) کسی حکومت نے اس طرف توجہ نہیں دی، اور نہ ہی علمائے کرام نے بھرپور قدم اُٹھایا۔ صرف مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے ذریعے کام ہو رہا ہے کہ کچھ دِین سے محبت رکھنے والے اور پڑھے لکھے لوگوں کے لئے ہی ہے، عوام الناس مستفید نہیں۔ ان جھوٹے دعوے داروں کو بے نقاب کرنے کے لئے اعلیٰ پیمانے پر کام کیا جائے اور خاص طور سے ان مسلمانوں پر جو کم تعلیم یافتہ یا ناخواندہ ہیں، مبلغوں اور علمائے کرام کا وفد پاکستان کے ہر دیہات، قصبے اور شہر میں جاکر تبلیغ کے ذریعے لوگوں کو بتائیں کہ جھوٹ کیا ہے اور سچ کیا ہے؟ نبوّت، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی، اور اس کے بعد جو نبی آئے گا وہ جھوٹا اور کاذب ہے۔ اسلام ہی اللہ کا پسندیدہ دِین ہے اور کوئی نہیں۔ میں سمجھتا ہوں: نماز روزے کے علاوہ تمام دِینی فرائض میں سب سے زیادہ اہمیت آج اس کام کی ہے، اس لئے بیشتر وقت اس نیک کام کے لئے وقف کردیا جائے کہ یہی عین عبادت اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت و محبت کا ثبوت ہے۔ کیا یہ دُرست نہیں ہوگا کہ ان منافقین دِین پر بھی کام کیا جائے اور انہیں تبلیغ کے ذریعے انتہائی نرم وشائستہ لہجے میں تائب ہونے اور توبہ کرنے کے لئے کم از کم ایک سال کا نوٹس دیا جائے، ورنہ بصورتِ دیگر ان سے بائیکاٹ کرلیا جائے اور ان کے خلاف شرعی اور قانونی چارہ جوئی کی جائے، یا پھر ملک بدر کردیا جائے۔ کیونکہ یہ لوگ پاکستان میں رہ کر پاکستان کی جڑیں کاٹ رہے ہیں اور ''اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' کے مصداق ہم مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں، ان کی زبانیں میٹھی اور قلوب سیاہ ہیں۔

جواب:... مجھے آپ کی رائے سے پورا اتفاق ہے۔

قرآن مجید کی توہین کے مرتکب کا شرعی حکم

سوال:... ہمارے والد صاحب نے گزشتہ دنوں گھریلو (خانگی) جھگڑے کے درمیان ایک ایسی کتاب جس میں زیادہ تر قرآنِ پاک کی سورتیں لکھی تھیں، اپنے ہاتھ سے اُٹھاکر زمین پر ''دے ماری'' اور ایک بار نہیں، بلکہ کئی بار۔ چھوٹے بھائی کے بقول: انہوں نے اسے پیروں سے بھی مسلا تھا۔ جبکہ اس جمعہ کو انہوں نے قرآن مجید کو اپنی بیگم سے جھگڑے کے دوران دو بار زمین پر اُچھالا یعنی اپنی بیگم کو کھینچ کر مارا اور تیسری بار انہوں نے اس کے صفحے ہاتھوں سے نوچ نوچ کر کمرے میں پھیلا دیئے، جبکہ وہ صفحات آدھے آدھے شہید ہوچکے ہیں۔ والدہ صاحبہ نے یہ بھی بتایا کہ وہ اس طرح قرآنِ پاک اس سے پہلے بھی کئی بار شہید کرچکے ہیں۔ اب مجھے پوچھنا یہ ہے کہ آیا وہ مسلمان رہ گئے ہیں یا نہیں؟ اور یہ کہ ان کا نکاح باقی ہے یا نہیں؟ (طرہ یہ کہ انہیں اپنے اس عمل پر رَتی بھر ندامت یا شرمندگی نہیں ہے)۔ اور یہ بھی بتائیں کہ ہم اولادیں اب ان کا ادب کریں یا نہیں؟ یعنی اللہ تعالیٰ کے کلام کی صریح بے حرمتی کرنے والا شخص اس قابل ہے یا نہیں؟ ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ مولانا صاحب! برائے خدا آپ اس مسئلے کا جواب جلد از جلد دے دیجئے گا اور اپنے کالم میں بھی اس کو ضرور شامل کیجئے گا۔ کیونکہ میں چاہتی ہوں کہ والدین اسے اپنی آنکھوں سے پڑھ لیں، کیونکہ میں کئی بار ڈھکے

چھپے الفاظ میں نکاح کی باقیت پر شک ظاہر کرچکی ہوں، لیکن انہیں میری بات کا اعتبار نہیں ہے۔

جواب:... قرآنِ کریم کی اس طرح بے حرمتی کرنے والا مسلمان نہیں رہتا، بلکہ کافر و مرتد ہوجاتا ہے،[1] اور آپ کی والدہ کے بقول یہ شخص اس سے پہلے بھی قرآنِ کریم کی بے حرمتی کرچکا ہے، اس لئے اس شخص کو لازم ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرے اور نکاح کی بھی تجدید کرے۔ جب تک یہ اپنے ایمان کی تجدید نہیں کرتا، اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ نہ کیا جائے،[2] اگر مرے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے،[3] اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے،[4] اور اس کی بیوی اس کے لئے حرام ہے۔ وہ چونکہ تمہارا باپ ہے، اس لئے جس طرح بھنگی کو کھانا دیا جاتا ہے، اس کو دے دیا جائے۔

''تبت یدا'' پر ''تبت کریم'' نکل جانا

سوال:... عرض ہے بندۂ ناچیز سے ایک لغزش سہواً سرزد ہوگئی ہے، وہ یہ کہ اہلیہ نے کہا کہ: دیکھیں بچے مجھ پر ہنس رہے ہیں، میں نے پوچھا: کیوں؟ تو کہا کہ: میں "تَبَّتْ یَدَآ" پڑھ رہی ہوں، بچے کہہ رہے ہیں کہ آپ غلط پڑھ رہی ہیں، اس پر مجھ سے بلاقصد و ارادہ بے ساختہ لفظ "تَبَّت کریم" نکل گیا۔ ذہن میں یہ بات تھی کہ "تَبَّتْ" سے ملتا جلتا لفظ ہے "تَبَّت کریم" اِس لئے شاید بچے ہنسے ہوں۔ اب اِس وقت سے میں شدید ذہنی کرب میں مبتلا ہوں کہ آیا کہیں میں دائرۂ ایمان سے خارج تو نہیں ہوگیا، مقامی مسجد کے خطیب صاحب سے رُجوع کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ: یہ شیطانی وسوسہ ہے، لاحول ولاقوۃ پڑھتے رہو، لیکن اس کے باوجود بھی میرا دِل مطمئن نہیں ہو رہا ہے۔ اب آپ فرمائیں کہ میرے کہے ہوئے الفاظ ''تبت کریم'' جو کہ بلاقصد و ارادہ نکل گئے، اِن الفاظ کی ادائیگی سے قرآنِ پاک کی بے ادبی تو نہیں ہوگئی، اور اِس بے ادبی کی وجہ سے میں کہیں دائرۂ ایمان سے تو خارج نہیں ہوگیا، اگر ایسا ہے تو اِس کا کفارہ اور اِزالہ کیسے ممکن ہے؟ جلد از جلد جواب عنایت فرماکر مجھے اِس ذہنی اذیت سے نجات دِلائیں، میں آپ کا اَزحد مشکور و ممنون ہوں گا۔

جواب:... چونکہ بلاقصد یہ الفاظ صادر ہوئے، اس لئے ایمان سے خارج نہیں ہوئے، اللہ تعالیٰ سے اِستغفار کیا جائے کہ اس سہواً غلطی کو معاف فرمائیں۔[5]

---

(۱) من استخف بالقرآن .... کفر۔ (شرح فقه الأکبر ص:۲۰۵)۔ وفی الفتح من هزل بلفظ الکفر ارتد، وان لم یعتقده للإستخفاف ...الخ۔ (درمختار مع الشامی ج:۴ ص:۲۲۲، باب المرتد)۔

(۲) ما یکون کفرًا اتفاقًا یبطل العمل والنکاح وأولاده أولاد الزنا ..... وما فیه خلاف یؤمر بالإستغفار والتوبة وتجدید النکاح۔ (درمختار ج:۴ ص:۲۴۶، باب المرتد، عالمگیری ج:۲ ص:۲۸۳، الباب التاسع فی أحکام المرتدین)۔

(۳) "وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ" (التوبة:۸۴)۔

(۴) واذا مات (المرتد) ..... لم یدفن فی مقابر المسلمین۔ (الأشباه والنظائر ج:۱ ص:۲۹۱، الفن الثانی)۔

(۵) وفی الفاظ: تکلم بها خطأً، نحو ان أراد ان یقول: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، فجری علٰی لسانه بلا قصد ان مع الله اِلٰهًا آخر ..... لَا یکفر فیه قطعًا .... لکن یؤمر بالإستغفار والرجوع ...الخ۔ (هدیة المهدیین ص:۱۳ طبع استنبول، وایضًا فی شرح الأشباه والنظائر للحموی ج:۱ ص:۴۴، طبع إدارة القرآن کراچی)۔

قرآن پاک کی توہین کرنے والے کی سزا

سوال:...امیر خان کی اپنے چھوٹے حقیقی بھائی کے ساتھ کسی چھوٹی سی بات پر لڑائی ہوگئی تھی، امیر خان اور اس کے بیٹوں نے چھوٹے بھائی اور اس کے گھر والوں کو مارا پیٹا اور زخمی کیا۔ آخر پولیس تک نوبت پہنچی، کچھ عرصہ بعد امیر خان کے چھوٹے بھائی نے جرگے کے ساتھ قرآن لے کر بڑے بھائی سے معافی مانگی کہ آپ میرے بڑے بھائی ہیں، جو غلطیاں آپ نے کی ہیں، وہ بھی میں اپنے سر لیتا ہوں، آپ خدا کے لئے اور قرآن پاک کے صدقے مجھے معاف فرمائیں۔ لیکن امیر خان نے پورے جرگے کے سامنے قرآن مجید کے لئے یہ توہین آمیز الفاظ استعمال کئے: ''قرآن مجید کیا ہے؟ یہ تو صرف ایک چھاپہ خانے کی کتاب ہے، اس کے سوا کچھ بھی نہیں، آپ مجھے سات ہزار روپے دیں یا میرے ساتھ کیس لڑیں۔''

الف:...کیا یہ بندہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے جو کلام پاک کی توہین کرے؟

ب:...کیا ایسا بندہ مرجائے تو اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج:...اس کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا، برتاؤ کرنا کیسا ہے؟

جواب:...قرآن مجید کی توہین کفر ہے،[1] یہ شخص اپنے ان الفاظ کی وجہ سے مرتد ہوگیا ہے، اور اس کا نکاح باطل ہوگیا۔[2] اس پر توبہ کرنا لازم ہے، مرتد کا جنازہ جائز نہیں،[3] نہ اس سے میل جول ہی جائز ہے۔[4]

''تمہارے قرآن پر پیشاب کرتی ہوں'' کہنے والی بیوی کا شرعی حکم

سوال:...میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ: ''میں تمہارے قرآن پر پیشاب کرتی ہوں'' اس واقعے سے اس کے ایمان اور نکاح پر کیا اثر پڑا؟

جواب:...تمہاری بیوی ان الفاظ سے مرتد ہوگئی اور تمہارے نکاح سے نکل گئی۔ اگر وہ توبہ کرے تو ایمان کی تجدید کے بعد تم سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔[5]

---

(۱) من استخف بالقرآن .... کفر۔ (شرح فقه الأکبر ص:۲۰۵، طبع دهلی)۔

(۲) ما یکون کفرًا إتفاقًا یبطل العمل والنکاح وأولاده أولاد الزنا۔ (درمختار مع حاشیه ردّ المحتار ج:۴ ص:۲۴۶)۔

(۳) "وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ"۔ (التوبه:۸۴)۔

(۴) "یٰٓـاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ" (الممتحنة:۱)۔

(۵) من استخف بالقرآن .... کفر۔ (شرح فقه الأکبر ص:۲۰۵)۔ وفی الدر المختار: وفی الفتح من هزل بلفظ الکفر ارتد وان لم یعتقده للإستخفاف .... إلخ۔ وفی شرحه: من هزل بلفظ کفر أی تکلّم به باختیاره غیر قاصد معناه .... فانه یکفر۔ وأشار الٰی ذٰلک بقوله: للإستخفاف، فان فعل ذٰلک استخفافًا واستهانة بالدِّین فهو امارة عدم التصدیق .... الخ۔ (شامی ج:۴ ص:۲۲۲، باب المرتد)۔ أیضًا: الْإستهزاء بحکم من أحکام الشرع کفر۔ (شرح فقه أکبر ص:۲۱۷)۔

غصّے سے قرآن مجید کسی کو مارنا

سوال:... میں اپنی بہن کو قرآن شریف کا سبق سکھاتا ہوں، ایک مرتبہ اس کو سبق صحیح یاد نہیں تھا، اور غلطیاں بہت آرہی تھیں، تو میں نے غصّے سے اس کے چہرے پر تھپڑ مارا، اس نے غصّے سے قرآن شریف اُٹھایا اور میرے اُوپر مارا، آیا اس سے کفر تو لازم نہیں آیا؟ اگر آیا تو کس پر؟

جواب:... تم اہل نہیں ہو کہ اپنی بہن کو قرآن مجید پڑھاؤ، اور تمہاری بہن نالائق ہے کہ اس نے قرآن مجید مارنے کے لئے استعمال کیا، دونوں توبہ کرو اور اپنے ایمان کی تجدید کرو، اور اگر نکاح کیا ہوا ہے تو نکاح بھی دوبارہ کرو۔ غصّے میں ایسی حرکتیں کرنا کسی مسلمان کا شیوہ نہیں ہے۔[1]

ویڈیو سینٹر پر قرآن خوانی کرنا دِین سے مذاق ہے

سوال:... وڈیو سینٹر کے افتتاح کے موقع پر قرآن خوانی کرنے اور کرانے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:... یہ لوگ گناہگار تو ہیں ہی، مجھے تو اس میں یہ بھی شبہ ہے کہ وہ اس فعل کے بعد مسلمان بھی رہے یا نہیں...؟[2]

ویڈیو گیمز کی دُکان میں قرآن کا فریم لگانا

سوال:... ویڈیو گیمز کی ایک دُکان میں تیز میوزک کی آواز، نیم عریاں تصویریں دیواروں پر لگی ہوئی، جدید دور کے ترجمان، لڑکے اور لڑکیاں گیمز کھیلنے میں مصروف اور کھلے ہوئے قرآن کا فریم لگا ہوا، دُکان کے مالک لڑکے سے کہا: یہ قرآن کی بے حرمتی ہے کہ ان تمام چیزوں کے ہوتے ہوئے تم نے اس کا فریم بھی لگایا ہوا ہے۔ کہنے لگا کہ: یہ ان تمام چیزوں سے اُوپر ہے۔ پوچھا: کیوں لگایا؟ کہا: برکت کے لئے! اس سے پہلے کہ میں کوئی قدم اُٹھاؤں، آپ سے عرض ہے کہ کیا ایسے مقامات پر قرآن یا اس کی آیات کا لگانا جائز ہے؟ اگر یہ بے حرمتی ہے تو مسلمان کی حیثیت سے ہماری کیا ذمہ داری ہوگی؟ کیونکہ یہ چیزیں اب اکثر جگہوں پر دیکھی جاتی ہیں۔

جواب:... ناجائز کاروبار میں ''برکت'' کے لئے قرآن مجید کی آیات لگانا بلاشبہ قرآنِ کریم کی بے حرمتی ہے،[3] مسلمان کی حیثیت سے تو ہمارا فرض یہ ہے کہ ایسے گندے اور حیاسوز کاروبار ہی کو رہنے نہ دیا جائے، جس گلی، جس محلے میں ایسی دُکان ہو، لوگ اس کو برداشت نہ کریں۔ قرآنِ کریم کی اس بے حرمتی کو برداشت کرنا تو پورے معاشرے کے لئے اللہ تعالیٰ کے قہر کو دعوت دینا ہے۔

---

(۱) وفی تتمة الفتاویٰ: من استخف بالقراٰن أو بالمسجد أو بنحوه مما یعظم فی الشرع کفر ..... الخ۔ (شرح فقه الأكبر ص:۲۰۵)۔ وفی شرح الوهبانیة لشرنبلالی: ما یکون کفرًا اتفاقًا یبطل العمل والنکاح وأولاده أولاد الزنا .... وما فیه خلاف یؤمر بالإستغفار والتوبة وتجدید النکاح۔ (الدر المختار علیٰ هامش ردّ المحتار، باب المرتد ج:۴ ص:۲۴۶)۔

(۲) فی البزازیة وغیرها: یکفر من بسمل عند مباشرة کل حرام قطعی الحرمة۔ (شامی ج:۱ ص:۹، خطبة الکتاب)۔

(۳) لَا یلقی فی موضع یخل بالتعظیم۔ (هندیة ج:۵ ص:۳۲۴، باب الخامس فی ادب المسجد والقرآن)، وایضًا تعظیم القراٰن والفقه واجب، کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ (عالمگیری ج:۵ ص:۳۱۶)۔

دِین کی کسی بھی بات کا مذاق اُڑانا کفر ہے

سوال:...کوئی شخص کفر کے الفاظ بولتا ہے، مثلاً: ''روزہ وہ رکھے جو بھوکا ہو''، یا ''روزہ وہ رکھے جس کے گھر میں گندم نہ ہو''، ''نماز میں اُٹھک بیٹھک کون کرے؟'' یا اسی طرح کا اور کوئی کلمۂ کفر بولے تو کیا اس کا ایمان ختم ہوجاتا ہے؟ اس کی نماز، روزہ، حج، صدقات اور زکوٰۃ ختم ہوجاتے ہیں، اور اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟ اس کو اب کیا کرنا چاہئے؟ کیا نکاح دوبارہ پڑھائے؟ اور توبہ کس طرح کرے؟ اگر وہ توبہ نہیں کرتا ہے اور عورت کے ساتھ مباشرت کرتا ہے جبکہ بیوی کے ساتھ نکاح تو جاتا رہا، کیا وہ زنا کا مرتکب ہوتا ہے؟ اب وہ کس طرح پھر سے مسلمان ہوگا؟ براہِ کرم تفصیل سے جواب دیں، نامعلوم کتنے شخص اس میں مبتلا ہیں؟

جواب:...دِین کی کسی بات کا مذاق اُڑانا کفر ہے۔[1] اس سے ایمان ساقط ہوجاتا ہے۔ ایسے شخص کو اپنے کلماتِ کفریہ سے توبہ کرکے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہئے۔ نکاح بھی دوبارہ کیا جائے۔ اگر بغیر توبہ یا بغیر تجدید نکاح کے بیوی کے پاس جائے گا تو بدکاری کا گناہ دونوں کے ذمہ ہوگا۔[2]

سنت کا مذاق اُڑانا کفر ہے

سوال:...ایک سوال کے جواب میں آپ نے لکھا ہے کہ: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت کا مذاق اُڑانا یا اس کے بارے میں کوئی ناشائستہ بات کہنا کفر وارتداد ہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے، ایسے شخص کو فوراً توبہ کرنی چاہئے اور اپنے اِیمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہئے، اگر توبہ نہ کرے تو مسلمانوں کو اس سے قطع تعلق کرلینا چاہئے۔''

آپ سے گزارش ہے کہ اس سلسلے میں کتبِ معتبرہ مثلاً: فتاویٰ عالمگیری یا فتاویٰ شامی اور دیگر کتب کے حوالہ جات مع عبارت تحریر فرمادیں جس سے واضح ہوتا ہو کہ ایسے شخص کو اپنے نکاح اور اِیمان کی تجدید کرنی چاہئے۔

جواب:...۱:...فتاویٰ بزازیہ برحاشیہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

''والحاصل أنه إذا استخف بسُنّة أو حديث من أحاديثه عليه السلام كفر، وتحت هٰذا الأصل فروع كثيرة ذكرناها في الفتاوىٰ۔''

(الفتاوى الهندية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين ج:٦ ص:٣٢٨)

۲:...فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''من لم يقر ببعض الأنبياء عليهم الصلوٰة والسلام أو لم يرض بسُنّة من سُنن المرسلين فقد كفر۔'' (الفتاوى الهندية ج:۲ ص:۲٦۳)

---

(۱) الإستهزاء بحكم من أحكام الشرع كفر۔ (شرح فقه الأكبر ص:۲۱۷، طبع دهلی)۔

(۲) ما يكون كفرا اتفاقًا يبطل العمل والنكاح وأولاده أولاد الزنا .... وما فيه خلاف يؤمر بالإستغفار والتوبة وتجديد النكاح ...إلخ۔ (در مختار مع ردّ المحتار ج:۴ ص:۲۴٦، باب المرتد)۔

۳:...نیز فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"إذا قال: "چہ نغز رسمی ست دہقان را کہ طعام خورند و دست نشویند" قال ان کان تهاونًا بالسُّنّة يكفر۔" (الفتاوى الهندية ج:۲ ص:۲۶۵)

۴:...درمختار (مع حاشیہ شامی) میں ہے:

"من هزل بلفظ كفر إرتد وإن لم يعتقده للإستخفاف، فهو ككفر العناد۔"

(الدر المختار مع ردّ المحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد ج:۴ ص:۲۲۲)

علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس کے تحت طویل کلام فرمایا ہے۔

البحر الرائق میں ہے:

"وباستخفافه بسُنّة من السُّنن۔"

(البحر الرائق، باب أحكام المرتدين، كتاب السير ج:۵ ص:۱۲۱)

اس قسم کی عبارتیں حضراتِ فقہاء کی بے شمار ہیں، جن میں تصریح کی گئی ہے کہ کسی سنت کا مذاق اُڑانا کفر و اِرتداد ہے، بلکہ یہ مسئلہ خود قرآنِ کریم میں مصرّح ہے:

"قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ۔ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمٰنِكُمْ"

(التوبة:۶۵، ۶۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی چیز کا مذاق اُڑانے والا کھلا کافر ہے

سوال:...کسی سنت کا مذاق اُڑانا کیسا ہے؟

جواب:...سنت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کا نام ہے۔[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی چیز کا مذاق اُڑانے والا کھلا کافر ہے۔ اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو مذاق اُڑانے کے بعد مرتد ہوگیا۔[۲]

صحابہؓ کا مذاق اُڑانے والا گمراہ ہے اور اس کا ایمان مشتبہ ہے

سوال:...جو شخص صحابہؓ کا مذاق اُڑائے اور حضرت ابوہریرہؓ کے نام مبارک کے معنی بلی چلی کے کرے۔ نیز یہ بھی کہے کہ: میں ان کی حدیث نہیں مانتا۔ کیا وہ مسلمان ہے؟

جواب:...جو شخص کسی خاص صحابی کا مذاق اُڑاتا ہے، وہ بدترین فاسق ہے۔ اس کو اس سے توبہ کرنی چاہئے، ورنہ اس کے حق

(۱) وفي الشريعة: هي الطريقة المسلوكة في الدِّين من غير إفتراض ولَا وجوب وأيضًا ما صدر عن النبي صلى الله عليه وسلم من قول أو فعل أو تقرير على وجه التاسّي ... إلخ۔ (التعريفات الفقهيّة في قواعد الفقه ص:۳۲۸)۔

(۲) وقص الشارب من سنن الأنبياء فتقبيحه كفر بلا اختلاف بين العلماء۔ (شرح فقه الأكبر لمُلّا علي القاري ص:۲۱۳)۔

میں سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ اور جو شخص تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو... معدودے چند کے سوا... گمراہ سمجھتے ہوئے ان کا مذاق اُڑاتا ہے، وہ کافر اور زِندیق ہے،[1] اور یہ کہنا کہ میں فلاں صحابیؓ کی حدیث کو نہیں مانتا... نعوذ باللہ... اس صحابیؓ پر فسق کی تہمت لگانا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، دِین کا ایک بڑا حصہ ان کی روایت سے منقول ہے، ان کا مذاق اُڑانا اور ان کی روایات کو قبول کرنے سے انکار کرنا، نفاق کا شعبہ اور دِین سے اِنحراف کی علامت ہے۔

صحابہؓ کو کافر کہنے والا کافر ہے

سوال:... زید کہتا ہے کہ صحابہؓ کو کافر کہنے والا شخص ملعون ہے، اہلِ سنت والجماعت سے خارج نہ ہوگا۔ عمر کا کہنا ہے کہ صحابہؓ کو کافر کہنے والا شخص کافر ہے، کس کا قول صحیح ہے؟

جواب:... صحابہؓ کو کافر کہنے والا کافر اور اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہے۔[2]

کیا ''صحابہ کا کوئی وجود نہیں'' کہنے والا مسلمان رہ سکتا ہے؟

سوال:... ایک شخص کا کہنا ہے کہ: ''بعض صحابہ کا کوئی وجود نہیں ہے، ان لوگوں کا نام کیوں لیتے ہو؟'' مولانا صاحب! آپ ہمیں قرآن و اَحادیث کی روشنی میں بتائیں کہ کیا وہ شخص جو اس قسم کی باتیں کرتا ہے، وہ اسلام کے دائرے میں ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں علمائے دِین کیا فرماتے ہیں؟

جواب:... اسلام کے دائرے سے تو خارج ہوں یا نہ ہوں، لیکن عقل و فہم کے دائرے سے بہرحال خارج ہیں۔ اور اگر یہ بات اس شخص نے حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بغض کی بنا پر کہی ہے تو ایسا شخص منافق و زِندیق ہی ہوسکتا ہے۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان رکھتا ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل، اولاد اور صحابہؓ سے بھی محبت رکھے۔[3]

صحابہ کرامؓ کو کھلم کھلا گالی دینے والے والدین سے تعلق رکھنا

سوال:... والدین اگر کھلم کھلا گھر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، خلفائے ثلاثہ کو بُرا بھلا اور غلیظ قسم کی گالیاں دیں تو ایسی صورت میں ان کا منہ بند کرنا چاہئے یا دُعا کرنی چاہئے؟ اور کیا ایسے والدین کی بھی فرمانبرداری ضروری ہے؟

---

(١) اذا رأيت الرجل ينتقص أحدًا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم أنه زنديق۔ (الإصابة ج:١ ص:١٠)۔

(٢) ويجب إكفارهم بإكفار عثمان وعلي وطلحة وزبير وعائشة رضى الله تعالى عنهم ...إلخ۔ (عالمگيرية ج:٢ ص:٢٦٤ وايضًا فى الشامية ج:٤ ص:٢٣٦، وايضًا فى شرح العقائد ص:١٦٢، وايضًا فى شرح العقيدة الطحاوية ص:٥٢٨ طبع لاهور)۔

(٣) ونحب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم .... ولا نتبرأ من أحدٍ منهم ونبغض من يبغضهم ..... وحبهم دِين وإيمان وإحسان وبغضهم كفر ونفاق وطغيان۔ (شرح العقيدة الطحاوية ص:١٢)۔

جواب:... ان سے کہہ دیا جائے کہ وہ یہ حرکت نہ کریں، اس سے ہمیں ایذا ہوتی ہے، اگر باز نہ آئیں تو ان سے الگ تھلگ ہوجائیں۔ ان کا منہ بند کرنے کے بجائے ان کو منہ نہ لگائیں۔ (۱)

تمام علماء کو بُرا کہنا

سوال:... ایک دن باتوں باتوں میں ایک صاحب کے ساتھ تلخ کلامی ہوگئی، وہ اس طرح کہ وہ صاحب کہنے لگے کہ: ایک اسلامی ملک پاکستان سے مال نہیں منگواتا، اس لئے کہ پاکستانی، مال میں بہت کچھ فراڈ اور دھوکا اور ملاوٹ کرتے ہیں تو اس لئے وہ پاکستان سے مال نہیں منگواتے، اور اس پر علماء لوگ کچھ نہیں کہتے۔ پھر کہنے لگے کہ: یہ کیسے علماء ہیں کہ ایک دن اخبار میں کوئی خبر آتی ہے "علماء کا متفقہ فیصلہ" پھر دُوسرے دن اس علماء کے متفقہ فیصلے کی تردید آجاتی ہے کہ یہ فیصلہ غلط ہے۔ تو کہنے لگا کہ: یہ کیسے علماء ہیں کہ کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ۔ اور پھر کہنے لگا کہ: یہ سب کچھ پیٹ کے مسئلے ہیں، کھاتے پیتے ہیں، عیش کرتے ہیں، اور لوگوں سے پیسہ بٹورتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ سب علماء کا لفظ مت استعمال کیجئے، اگر آپ کو کسی سے کوئی شکایت ہے تو اس کا نام لے کر شکایت کریں، بغیر نام لئے سب علماء کو بُرا بھلا کہنا اِیمان کے ناقص ہونے کی علامت معلوم ہوتی ہے۔ براہِ کرم! اس مسئلے پر روشنی ڈالئے کہ ان کا اس طرح سب علماء کو بُرا کہنا صحیح ہے؟

جواب:... علماء کی جماعت میں بھی کمزوریاں ہوسکتی ہیں، اور بعض عالم کہلانے والے غلط کار بھی ہوسکتے ہیں، لیکن بیک لفظ تمام علماء کو بُرا بھلا کہنا غلط ہے، اور اس سے ایمان کے ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہے، اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ (۲)

"مُلّا" کہہ کر شوہر کا مذاق اُڑانے والی کا شرعی حکم

سوال:... ایک شخص جو کہ پانچوں وقت کا نمازی پرہیزی ہے، محلے کی مسجد میں مؤذِّن ہے، اس کی بیوی اسے طنزیہ انداز میں "مُلّا" کہہ کر اکثر مذاق اُڑاتی ہے، نہ تو نماز پڑھتی ہے، نہ ہی غیروں سے پردہ کرتی ہے۔ کیا بیوی کے اس طرح طنزیہ انداز میں "مُلّا" کہنے سے اس شخص کا نکاح ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

---

(۱) قال الله تعالٰی: "اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِىْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ...الخ. أى إنكم إذا ارتكبتم النهى بعد وصوله إليكم ورضيتم بالجلوس معهم فى المكان الذى يكفر فيه بآيات الله ويستهزأ وينتقص بها، وأقررتموهم على ذٰلك، فقد شاركتموهم فى الذى هم فيه. (تفسير ابن كثير ج:۲ ص:۳۹۷ طبع رشيديه كوئٹه).

(۲) قال صاحب البزازية تحت كلمات الكفر: والإستخفاف بالعلماء لكونهم علماء، إستخفاف بالعلم والعلم صفة الله منحه فضلًا على خيار عباده ليدلوا خلقه على شريعته نيابةً عن رسله، واستخفافه هٰذا يعلم انه إلٰى من يعود؟ (فتاوىٰ عالمگيرية مع بزازية ج:۶ ص:۳۳۶). أيضًا قال الشامي: فلو بطريق الحقارة كفر لأن اهانة أهل العلم كفر على المختار. (شامى ج:۴ ص:۷۲ طبع ايچ ايم سعيد). أيضًا وفى الخلاصة: من أبغض عالمًا من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر، قلت: الظاهر أنه يكفر لأنّه اذا أبغض العالم من غير سبب دنيوى أو أخروى فيكون بغضه لعلم الشريعة. (شرح فقه الاكبر ص:۲۱۳).

جواب:...اگر اس کی بیوی نماز اور اَذان کا مذاق اُڑاتی ہے تو اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، وہ توبہ کرکے دوبارہ نکاح کرے۔[1]

شوہر کو لبیں تراشنے پر بُرا کہنے سے سنت کے اِستخفاف کا جرم ہوا، جو کفر ہے

سوال:...ایک شخص نے سنت کے مطابق اپنی لبیں تراش لیں، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہا کہ: ''یہ کیا منحوس والی شکل بنالی ہے؟'' اور دُوسرے موقع پر کہا کہ: ''کیا یہ آدمیوں والی شکل ہے؟'' اس شخص کو کسی نے بتایا کہ یہ کلمۂ کفر ہے اور اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، لہٰذا اس کو شبہ ہوگیا ہے کہ اس کا نکاح باقی ہے یا نہیں؟ ازرُوئے شرع شریف اس کا حکم بیان فرمایا جائے کہ اس شخص کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:...اس سوال میں چند اُمور قابلِ غور ہیں:

اوّل:...لبیں تراشنا انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو اس کا تاکیدی حکم فرمایا ہے اور مونچھیں بڑھانے کو مجوس اور مشرکین کا شعار قرار دیا ہے، اور جو شخص مونچھیں بڑھائے اور لبیں نہ تراشے، اس کو اپنی اُمت سے خارج قرار دیا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل روایات سے واضح ہے:

۱:... ''عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ، قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ ..... الحديث۔''

(صحیح مسلم ج:۱ ص:۱۲۹، ابوداوٗد، ترمذی، وفی روایۃ: ''عشرة من السُّنّة .... الخ۔'' نسائی ج:۲ ص:۲۷۴)

ترجمہ:... ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دس چیزیں فطرت میں داخل ہیں۔ مونچھیں تراشنا اور داڑھی بڑھانا..... الخ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ: ''دس چیزیں سنت میں سے ہیں..... الخ۔''

''قال الخطابی فسّر أكثر العلماء الفطرة فی الحديث بالسُّنّة (قلت كما فی رواية النسائی المذكورة) وتأويلهٗ ان هٰذه الخصال من سنن الأنبياء الذين أُمرنا أن نقتدی بهم۔''

(معالم السنن مع مختصر سنن ابی داوٗد ج:۱ ص:۴۲)

ترجمہ:... ''اِمام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء نے اس حدیث میں فطرت کی تفسیر سنت سے کی ہے (اور یہ نسائی کی روایت میں مصرّح ہے) جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ باتیں انبیائے کرام علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں، جن کی اقتدا کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔''

''وفی المرقاة قوله: ''عشر من الفطرة'' أي عشر خصال من سنة الأنبياء الذين

---

(۱) والإستهزاء بأحكام الشرع كفر۔ (فتاویٰ عالمگیری ج:۲ ص:۲۸۱)، ما يكون كفرًا إتفاقًا يبطل العمل والنّكاح .... وما فيه خلاف يؤمر بالإستغفار والتوبة وتجديد النكاح ...إلخ۔ (الفتاویٰ الشامية ج:۴ ص:۲۴۶)۔

أُمرنا أن نقتدى بهم، فكأنا فطرنا عليها۔" (حاشیہ مشکوٰۃ ص:۴۴)

ترجمہ:... "اور حاشیہ مشکوٰۃ میں مرقات سے نقل کیا ہے کہ: "دس اُمورِ فطرت میں داخل ہیں" اس سے مراد یہ ہے کہ یہ اُمور انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہیں، جن کی اقتدا کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، پس یہ اُمور گویا ہماری فطرت میں داخل ہیں۔"

"وفى مجمع البحار نقلا عن الكرمانى أي من السُّنّة القديمة التى اختارها الأنبياء عليهم السلام واتفقت عليها الشرائع، فكأنّها أمر جبلى فطروا عليه، منها: قص الشارب۔ فسبحانه ما اسخف عقول قوم طولوا الشارب واحفوا اللُّحى عكس ما عليه فطرة جميع الأُمم! قد بدلوا فطرتهم، نعوذ بالله!" (مجمع البحار ج:۴ ص:۱۵۵ طبع جدید)

ترجمہ:... "اور مجمع البحار میں کرمانی سے نقل کیا ہے کہ ان اُمور کے فطرت میں داخل ہونے کا یہ مطلب ہے کہ یہ اُمور اس قدیم سنت میں داخل ہیں جس کو انبیائے کرام علیہم السلام نے اِختیار کیا اور تمام شریعتیں ان پر متفق ہیں، پس گویا یہ فطری اُمور ہیں، جو اِنسانوں کی فطرت میں داخل ہیں۔ سبحان اللہ! وہ لوگ کس قدر کم عقل ہیں جو تمام اُمتوں کی فطرت کے برعکس مونچھیں تو بڑھاتے ہیں اور داڑھی کا صفایا کرتے ہیں، ان لوگوں نے اپنی فطرت کو مسخ کرلیا، ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔"

۲:... "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُصُّ أَوْ يَأْخُذُ مِنْ شَارِبِهٖ وَكَانَ إِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ صَلَوَاتُ الرَّحْمٰنِ عَلَيْهِ يَفْعَلُهٗ۔ رواه الترمذى۔"
(مشکوٰۃ ص:۳۸۱)

ترجمہ:... "حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لبیں تراشا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیٰ نبینا وعلیہ السلام بھی یہی کرتے تھے۔"

۳:... "عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ أَوْفِرُوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ۔ متفق عليه۔" (مشکوٰۃ ص:۳۸۰)

ترجمہ:... "حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکوں کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں صاف کراؤ۔"

۴:... "عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جَزُّوا الشَّوَارِبَ وَارْخُوا اللُّحٰى خَالِفُوا الْمَجُوْسَ۔" (صحیح مسلم ج:۱ ص:۱۲۹)

ترجمہ:... "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مونچھیں کٹاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔"

۵:... "عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهٖ فَلَيْسَ مِنَّا. رواه احمد والترمذی والنسائی۔" (مشکوٰۃ ص:۳۸۱ واسناده جيد وقال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح. كما في حاشية جامع الأصول ج:۴ ص:۷۶۵)

ترجمہ:... "حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اپنی لبیں نہ تراشے وہ ہم میں سے نہیں۔"

دوم:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مذاق اُڑانا یا اس کی تحقیر کرنا کفر ہے۔

"ففي الشامية نقلًا عن المسايرة كفر الحنفية بألفاظ كثيرة (الىٰ) أو استقباحها كمن استقبح من آخر جعل بعض العمامة تحت حلقه أو احفاء شاربه۔" (ج:۴ ص:۲۲۲)

ترجمہ:... "چنانچہ فتاویٰ شامی نے مسایرہ سے نقل کیا ہے کہ: حنفیہ نے بہت سے الفاظ کو کفر قرار دیا ہے، مثلاً: کسی سنت کو بُرا کہنا جیسے کسی شخص نے عمامہ کا کچھ حصہ حلق کے نیچے کرلیا ہو، کوئی شخص اس کو بُرا سمجھے یا مونچھیں تراشنے کو بُرا کہے تو یہ کفر ہے۔"

"وفي البحر: وباستخفافه بسُنّة من السُّنَن۔" (ج:۵ ص:۱۳۰)

ترجمہ:... "اور البحر الرائق میں ہے: اور کسی سنت کی تحقیر کرنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے۔"

"وفي شرح الفقه الأكبر: ومن الظهيرية: من قال لفقيه أخذ شاربه: "ما أعجب قبحًا أو أشد قبحًا قص الشارب ولف طرف العمامة تحت الذقن!" يكفر، لأنه استخفاف بالعلماء يعني وهو مستلزم لِاستخفاف الأنبياء، لأن العلماء ورثة الأنبياء، وقص الشارب من سنن الأنبياء فتقبيحه كفر بلا اختلاف بين العلماء۔" (ص:۲۱۳)

ترجمہ:... "اور شرح فقہ اکبر میں فتاویٰ ظہیریہ سے نقل کیا ہے کہ: کسی فقیہ نے لبیں تراش لیں، اس کو دیکھ کر کسی نے کہا کہ: "لبیں تراشنا اور ٹھوڑی کے نیچے عمامہ لپیٹنا کتنا بُرا لگتا ہے!" تو کہنے والا کافر ہوجائے گا، کیونکہ یہ علماء کی تحقیر ہے اور یہ مستلزم ہے انبیائے کرام علیہم السلام کی تحقیر کو۔ کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں (پس ان کی تحقیر، انبیاء کی تحقیر ہے اور انبیاء کی تحقیر کفر ہے) نیز لبیں تراشنا انبیائے کرام علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہے، پس اس کو بُرا کہنا بغیر کسی اختلاف کے کفر ہے۔"

سوم:... جو مسلمان کلمۂ کفر بکے وہ مرتد ہوجاتا ہے، میاں بیوی میں سے کسی ایک نے کلمۂ کفر کہا تو نکاح فسخ ہوجاتا ہے، اس پر ایمان کی تجدید لازم ہے اور توبہ کے بعد نکاح دوبارہ کرنا ضروری ہے، چنانچہ درمختار میں ہے:

"وفي شرح الوهبانية للشرنبلاني ما يكون كفرًا اتفاقًا يبطل العمل والنكاح

وأولاده أولاد الزنا، وما فيه خلاف يؤمر بالإستغفار والتوبة وتجديد النكاح۔"

(شامی ج:۴ ص:۲۴۶)

ترجمہ:... "اور شرح وہبانیہ للشرنبلانی میں ہے کہ جو چیز کہ بالاتفاق کفر ہو، اس سے تمام اعمال باطل ہوجاتے ہیں اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور (اگر اسی حالت میں صحبت کرتے رہے تو) اس کی اولاد ناجائز ہوگی، اور جس چیز کے کفر ہونے میں اختلاف ہو، اس سے توبہ و اِستغفار اور دوبارہ نکاح کرنے کا حکم دیا جائے گا۔"

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ولو أجرت كلمة الكفر علٰى لسانها مغايظة لزوجها (الیٰ قوله) تحرم علیٰ زوجها فتجبر على الإسلام ولكل قاض أن يجدد النكاح بأدنیٰ شیء ولو بدينار، سخطت أو رضيت، وليس لها أن تتزوّج إلّا بزوجها۔" (ج:۱ ص:۳۳۹)

ترجمہ:... "اور اگر عورت نے اپنے شوہر سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے زبان سے کلمۂ کفر بک دیا تو وہ اپنے شوہر پر حرام ہوجائے گی، اس کو تجدیدِ ایمان (اور تجدیدِ نکاح) پر مجبور کیا جائے گا اور ہر قاضی کو حق ہوگا کہ (اس کو توبہ کرانے کے بعد) معمولی مہر پر دوبارہ نکاح کردے، خواہ مہر ایک ہی دینار ہو، خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو، اور عورت کو اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور سے شادی کرنے کا حق نہیں۔"

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں یہ عورت، سنتِ نبوی اور سنتِ انبیاء کا مذاق اُڑانے اور اس کی تحقیر کرنے کی وجہ سے مرتد ہوگئی، اس کو توبہ کی تلقین کی جائے اور توبہ کے بعد نکاح کی تجدید کی جائے۔ جب تک عورت اپنی غلطی کا احساس کرکے سچے دِل سے تائب نہ ہو اور دوبارہ نکاح نہ ہوجائے اس وقت تک شوہر اس سے ازدواجی تعلق نہ رکھے۔

تحقیرِ سنت کے مرتکب کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے؟

سوال:... موجودہ زمانے میں اکثر لوگ تحقیرِ سنت کے سبب دائرۂ اسلام سے خارج ہوتے ہیں، یعنی مرتد ہوجاتے ہیں، ایسی صورت میں ان سے کھانا پینا، میل جول، نمازِ جنازہ سب تعلقات ناجائز ہوجاتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

جواب:... جس شخص کے بارے میں معلوم ہوجائے کہ اس نے کسی سنت کی تحقیر کی ہے یا اس کا مذاق اُڑایا ہے، اس کا حکم مرتد کا ہے،[۱] اس کا نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کے ساتھ تو وہی معاملہ کیا جائے جو کسی مرتد سے کیا جاتا ہے، لیکن جس کے بارے میں یقینی ذریعے سے معلوم نہ ہو کہ اس نے کسی سنت کا مذاق اُڑایا ہے، محض احتمال کی بنا پر اس کو مرتد سمجھنا اور اس سے مرتدوں کا سا سلوک کرنا صحیح نہیں۔[۲]

---

(۱) ويكفر بقوله ..... وباستخفافه لسُنَّة من السُّنن۔ (بحر الرائق ج:۵ ص:۱۳۰، باب أحكام المرتدين)۔

(۲) وينبغي للعالم اذا رفع إليه هٰذا ان لَا يبادر بتكفير أهل الْإسلام مع انه يقضي بصحة بإسلام المكره .... وأيضًا لَا يكفر بالمحتمل، لأن الكفر نهاية في العقوبة۔ (فتاویٰ شامی ج:۴ ص:۲۲۴، باب المرتد)۔

نماز کی اہانت کرنے اور مذاق اُڑانے والا کافر ہے

سوال:... ایک عورت نے اپنے خاوند کو نماز پڑھنے کو کہا اور دُوسرے لوگوں سے بھی کہلوایا تو خاوند نے جواب دیا کہ: ''اللہ تعالیٰ کیا ہگنے موتنے کی جگہ کو اُونچا کرنے سے ہی راضی ہوتا ہے؟'' عورت صلوٰۃ وصوم کی نہایت پابند ہے، اس کو کسی نے یہ کہا ہے کہ تیرے خاوند کا تجھ سے نکاح باقی نہیں رہا، کیونکہ اس نے عبادت کا مذاق اُڑایا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس طرح دوبارہ نکاح کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ جہاں وہ آئندہ حرکت نہیں کرے گا، وہاں دُوسرے لوگ جو اس قسم کی باتیں کرتے رہتے ہیں وہ بھی باز آجائیں گے۔

جواب:... اس شخص کا یہ کہنا کہ: ''کیا اللہ تعالیٰ ہگنے موتنے کی جگہ کو اُونچا کرنے ہی سے راضی ہوتا ہے؟'' نماز کی اہانت اور اس کا مذاق اُڑانے پر مشتمل ہے، اور دِین کی کسی بات کا مذاق اُڑانا اور اس کی حقارت کرنا کفر ہے،[۱] اس لئے یہ شخص کلمۂ کفر بکنے سے مرتد ہوگیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوگئی۔ اگر وہ اپنے کلمۂ کفر سے توبہ کرکے دوبارہ مسلمان ہوجائے تو نکاح کی تجدید ہوسکتی ہے،[۲] اور اگر اس کو اپنے کلمۂ کفر پر کوئی ندامت نہ ہو اور اس سے توبہ نہ کرے تو اس کی بیوی عدّت کے بعد دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

ایک نام نہاد ادیبہ کی طرف سے اسلامی شعائر کی توہین

سوال:... اسلام آباد میں گزشتہ دنوں دو روزہ بین الاقوامی سیرت کانفرنس برائے خواتین منعقد ہوئی، جس میں عالمِ اسلام کی جید عالمِ دِین خواتین نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں جہاں اسلام کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے کام ہوا، وہاں بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو توجہ طلب ہیں۔ ٹیلی ویژن کی ایک ادیبہ نے کہا کہ: مردوں میں کوئی نہ کوئی کجی رکھی گئی ہے، یہ قدرت کی مصلحت ہے کہ حضور... صلی اللہ علیہ وسلم... کے بیٹا نہیں تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہیں تھے (بحوالہ رپورٹ روزنامہ ''جسارت'' ص:۲، مؤرخہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۸۶ء)۔ آپ برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتائیے کہ ایسا کیوں تھا؟ اور ایک اسلامی حکومت میں ایسی خواتین کے لئے کیا سزا ہے؟

جواب:... حدیث شریف میں ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور اس کو سیدھا کرنا ممکن نہیں، اگر اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو ٹوٹ جائے گی۔[۳]

ادیبہ صاحبہ نے جو شاید اس اجتماع کے شرکاء میں سب سے بڑی عالمِ دِین کی حیثیت میں پیش ہوئی تھیں، اپنے اس فقرے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشاد کے مقابلے کی کوشش کی ہے۔

---

(۱) وصحّ بالنّصّ ان کل من استھزأ باللہ تعالیٰ .... أو باٰیۃ من القراٰن، أو بفریضۃ من فرائض الدّین .... فھو کافر .... الخ۔ (کتاب الفصل ابن حزم ص:۲۵۵، ۲۵۷، اکفار الملحدین ص:۶۴، طبع پشاور)۔

(۲) ما یکون کفرًا اتفاقًا یبطل العمل والنکاح .... وما فیہ خلاف یؤمر بالإستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح۔ (در مختار، باب المرتد، ج:۴ ص:۲۴۶، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۳) حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''وعنہ (أی: أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ) قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان المرأۃ خلقت من ضلع لن تستقیم لک علیٰ طریقۃ .... وان ذھبت تقیمھا کسرتھا۔'' (مشکوٰۃ ج:۱ ص:۲۸۰، باب عشرۃ النساء)۔

ادیبہ صاحبہ کی عقل و دانش کا عالم یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادوں کے عمر نہ پانے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کو نقص اور کجی سے تعبیر کرتی ہیں، اناللہ وانا الیہ راجعون! حالانکہ اہلِ فہم جانتے ہیں کہ دونوں چیزیں نقص نہیں، کمال ہیں، جس کی تشریح کا یہ موقع نہیں۔ رہا یہ کہ ایک اسلامی حکومت میں ایسی دریدہ دہن عورتوں کی کیا سزا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شرعاً ایسے لوگ سزائے ارتداد کے مستحق اور واجب القتل ہیں۔ (۱)

ایک اسلامی ملک میں ایسی جسارت کرنے والوں کا شرعی حکم کیا ہے؟

سوال:... جناب کی توجہ ایک ایسے اہم معاملے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، جس کا تعلق دینِ اسلام سے ہے اور جس کے خلاف دیدہ دلیرانہ اعتراض اور رکیک حملوں سے ایک مسلمان کا دِین وایمان نہ صرف غارت ہوجاتا ہے بلکہ قرآنی قانون اور ہمارے اس ملک کے قانون کی رُو سے ایسے شخص کے خلاف غداری کے جرم میں مقدمہ چل سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ''ڈان'' کے ۷ رجولائی ۱۹۷۸ء کے شمارے میں ایک مقالہ شائع ہوا ہے، اس میں مضمون نگار نے قرآنی قوانین کا بڑی بے باکی سے مذاق اُڑایا ہے، اس کے افکار کا خلاصہ یہ ہے:

۱:... قرآن میں صرف تین چار قانون ہیں، مثلاً: نکاح، طلاق، وراثت لیکن یہ قانون تو پیغمبرِ اسلام کی بعثت سے پہلے بھی جاہل عربوں میں رائج تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں کچھ اضافے اور اصلاح کی۔

۲:... قرآنی قانون کو حرفِ آخر سمجھنا اور یہ کہ ان میں کسی قسم کی تبدیلی اور اصلاح نہیں ہوسکتی، ایسا موقف ایک خاص گروہ کا ہے، جو صحیح نہیں، بلکہ ایسے اعتقاد کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر لے کر پھرنے کے بجائے اسے اُتار پھینکنا چاہئے، تاکہ موجودہ زمانے کی ترقی یافتہ قوموں کی رفتار کا ہم ساتھ دے سکیں۔

۳:... ہم نے اپنی دقیانوسی مذہبی ذہنیت سے اپنے اُوپر ترقی کی راہیں بند کرلی ہیں۔

۴:... ہمارے چار اِماموں کے فیصلے بھی حرفِ آخر نہیں، وہ حدیثوں سے ہٹ کر قیاس کے ذریعے فیصلے کرتے تھے۔

۵:... ''مسلمان قوم ہی دُنیا کی بہترین قوم ہے'' ایسے غلط عقیدے کی بنا پر مسلمان غرور سے اِتراتے پھرتے ہیں، یہ قرآن کے مطابق صحیح نہیں۔

۶:... اب وقت آگیا ہے کہ قرآنی قانونوں کی از سرِ نو تشریح کی جائے، اور اس میں آج کے ترقی یافتہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق تبدیلی اور اِصلاح کی جائے۔

۷:... کیونکہ قرآنی قوانین بقول بدرالدین طیب جی (بمبئی ہائی کورٹ کے جج) نامکمل ہیں، مثلاً: وراثت کا قانون نامکمل ہے اور اس میں اصلاح ضروری ہے۔

---

(۱) قال أبو یوسف: وأیما رجل مسلم سبّ رسول الله صلى الله علیه وسلم أو کذبه أو عابه أو تنقّصه فقد کفر بالله تعالٰى .... فإن تاب وإلّا قتل وکذٰلک المرأة. (رسائل ابن عابدین ج:۱ ص:۳۲۴، طبع سهیل اکیڈمی)۔

۸:...قرآنی قانون نامکمل ہیں، برخلاف اس کے آج کل اینگلوسیکشن یا فرنچ قانون مکمل ہے، اور ان قانون دانوں کی صدیوں کی کاوش اور دریافت کی بدولت یہ قوانین آج دُنیا بھر میں رائج ہیں، ان میں بہت کچھ مواد اسلامی قانون میں لینے کی ضرورت ہے۔

۹:...مسلمانوں کو آج اس زمانے میں تیرہ سو سالہ پُرانی زندگی جینے پر مجبور کرنا زیادتی ہے، وغیرہ۔

احقر کی گزارش ہے کہ ایسے خیالات رکھنے والا اور اَخبار میں ان خیالات کا پرچار کرنے والا مسلمان کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا اس کے خلاف اسلامی قانون اور ہمارا ملکی قانون حرکت میں نہیں آسکتا؟ ہماری وزارتِ قانون اور وزارتِ مذہبی اُمور ایسے شخص کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے سے کیوں خاموش ہے؟ کیا یہ شخص ایسے غیراسلامی پرچار سے ہزاروں بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ نہیں کر رہا؟ اور کیا آج جبکہ سارا ملک اسلامی نظام رائج کرنے کا متفقہ مطالبہ کر رہا ہے، اس کو یہ شخص غارت کرنے کی کوشش نہیں کر رہا ہے؟ کیا اس کی یہ کوشش نظریۂ پاکستان، جس کے طفیل یہ ملک وجود میں آیا ہے، غیرقانونی اور غیراسلامی نہیں؟ میرے خیال میں تو اس شخص کو اس قدر چھوٹ نہیں دینی چاہئے، ایسے زہریلے پروپیگنڈہ کا اس کے شروع میں ہی مکمل طور پر قلع قمع کردینا چاہئے، کیونکہ ایسے اسلام دُشمن گروہ اس ملک میں نظامِ اسلام رائج ہونے کے خلاف منظم سازش کر رہے ہیں، اور اس کو ہماری خاموشی سے فروغ مل رہا ہے۔

جواب:...آپ نے ''ڈان'' کے مضمون نگار کے جن خیالات کو نقل کیا ہے، یہ خالص کفر و اِلحاد ہے،[1] اور یہ شخص زِندیق اور مرتد کی سزا کا مستحق ہے، اسی کے ساتھ ''ڈان'' اخبار بھی قرآنِ کریم کی توہین کے جرم کا مرتکب ہوا ہے، اس لئے یہ اَخبار بند ہونا چاہئے، اور اس کے مالکان اور ایڈیٹر کو زَندقہ پھیلانے کی سزا ملنی چاہئے۔

مذہبی شعار میں غیرقوم کی مشابہت کفر ہے

سوال:...ایک حدیث سنی ہے جس کا مفہوم میری سمجھ میں اس طرح آیا کہ: ''جو شخص کسی کی مشابہت اختیار کرتا ہے، وہ کل قیامت کے دن اس کے ساتھ اُٹھایا جائے گا'' ہم لوگ سر کے بالوں سے لے کر پیر کے ناخنوں تک غیروں کی مشابہت کرتے ہیں۔ داڑھی پر اُسترا چلاتے ہیں، قمیص اور پتلون انگریزی اپناتے ہیں، قمیص میں کالر لگواتے ہیں جو کہ صلیب کی علامت ہے۔ غرض ہر طرح انگریز کا طریقہ اپناتے ہیں، کوئی زیادہ دِین دار ہوا تو قمیص کے کالر تبدیل کرلیتا ہے، لیکن قمیص کی شکل بہرحال انگریزی ہی رہتی ہے۔ برائے مہربانی یہ بتائیں کہ ہمارا طریقہ کیا انگریزی طریقہ نہیں؟ اور کیا یہ حدیث ہم پر صادق نہیں آتی؟

جواب:...یہ حدیث صحیح ہے، اور کسی قوم سے تشبیہ کا مسئلہ خاصا تفصیل طلب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی غیرقوم کے مذہبی شعار میں ان کی مشابہت کرنا تو کفر ہے،[2] جیسے ہندوؤں کی طرح چوٹی رکھنا، یا زنار پہننا، یا عیسائیوں کی طرح صلیب پہننا، اور جو چیز کسی قوم کا مذہبی شعار تو نہیں، لیکن کسی خاص قوم کی وضع قطع ہے، ان میں مشابہت کفر نہیں، البتہ گناہِ کبیرہ ہے، جیسا کہ داڑھی منڈانا

---

(۱) لَا نزاع فی تکفیر من أنکر من ضروریات الدین۔ (اکفار الملحدین ص:۱۲۱، طبع پشاور)۔

(۲) فإنّا ممنوعون من التشبیه بالکفر وأهل البدعة المنکرة فی شعارهم ..... فالمدار علی الشّعار۔ ومن تزنر بزنار الیهود أو النصاریٰ ... کفر۔ (ایضًا)۔ (شرح فقه الأکبر ص:۲۲۸، طبع مجتبائی دهلی)۔

مجوسیوں کا شیوہ تھا، اور جو چیز کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں، ان میں مشابہت نہیں، البتہ اگر کوئی شخص مشابہت کے ارادے سے ان چیزوں کو اِختیار کرے گا، وہ بھی اس حدیث کا مصداق ہے۔

شہریت کے حصول کے لئے اپنے کو "کافر" لکھوانا

سوال:... یورپ کے کچھ ممالک کی حکومتوں کی یہ پالیسی ہے کہ وہ دُوسرے ملکوں کے ان لوگوں کو سیاسی پناہ دیتے ہیں جو اپنے ملک میں کسی زیادتی یا امتیازی سلوک کے شکار ہوں۔ ہمارے کچھ پاکستانی بھی حصولِ روزگار کے سلسلے میں وہاں جاتے ہیں اور مستقل قیام یا شہریت حاصل کرنے کے لئے وہاں کی حکومت کو تحریری درخواست دیتے ہیں کہ وہ قادیانی ہیں، اور پاکستان میں قادیانیوں سے زیادتی کی جاتی ہے، اس لئے ان کو وہاں پر سیاسی پناہ دی جائے۔ اس طرح وہاں پر قیام کرنے کی اجازت حاصل کرلیتے ہیں اور کچھ عرصے کے بعد ان کو وہاں کی شہریت بھی مل جاتی ہے۔ ان لوگوں کو اگر سمجھایا جائے کہ اس طرح قادیانی بن کر روزگار حاصل کرنا شرعی طور پر گناہ ہے اور اس طرح وہ اسلام سے خارج ہوجاتے ہیں، مگر ان کا جواب ہوتا ہے کہ وہ صرف روزگار حاصل کرنے کے لئے قادیانی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ورنہ وہ اب بھی دِل و جان سے اسلام پر قائم ہیں۔ وہاں کی شہریت حاصل کرکے وہ پاکستان آکر یہاں مسلمان گھرانوں میں شادی بھی کرلیتے ہیں، اور لڑکی والوں سے یہ بات چھپائی جاتی ہے کہ لڑکے نے قادیانی بن کر غیرملکی شہریت حاصل کی ہے، اور لڑکی والے بھی اس لالچ میں کہ ان کی لڑکی کو بھی یورپ کی شہریت مل جائے گی، کوئی تحقیق نہیں کرتے۔ حالانکہ لڑکے کے قریبی عزیز و اقارب کو یہ بات معلوم ہوتی ہے، اس طرح جھوٹ موٹ اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کرنے سے چاہے وہ صرف وہاں رہائش حاصل کرنے کے لئے بولا گیا ہو، کیا وہ اسلام سے خارج ہوجاتے ہیں؟

جواب:... جو شخص جھوٹ موٹ کہہ دے کہ: "میں ہندو ہوں یا عیسائی ہوں یا قادیانی ہوں" وہ اس کہنے کے ساتھ ہی اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، اس کا حکم مرتد کا حکم ہے۔[1]

سوال:... وہ جو کسی مسلمان لڑکی سے شادی کرتے ہیں، کیا ان کا نکاح جائز ہے؟ اگر ان کا نکاح جائز نہیں تو اب ان کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... ایسے شخص سے کسی مسلمان لڑکی کا نکاح نہیں ہوتا، اگر دھوکے سے نکاح کردیا گیا تو پتا چلنے کے بعد اس نکاح کو کالعدم سمجھا جائے اور لڑکی کا عقد دُوسری جگہ کردیا جائے، چونکہ نکاح ہی نہیں ہوا اس لئے طلاق لینے کی ضرورت نہیں۔[2]

سوال:... کیا لڑکی کے والدین اور لڑکی جس کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں، وہ بھی گناہ میں شامل ہیں؟

---

(۱) رجل كفر بلسانه طائعًا وقلبه مطمئن بالإيمان يكون كافرًا ولَا يكون عند الله مؤمنًا، كذا في فتاوىٰ قاضي خان. (عالمگیری ج:۲ ص:۲۸۳)، اما ركنها فهو إجراء كلمة الكفر على اللسان بعد وجود الإيمان، اذا الردة عبارة عن الرجوع من الإيمان، فالرجوع عن الإيمان يسمّى ردّة في عرف الشرع. (بدائع الصنائع ج:۷ ص:۱۳۴).

(۲) ولَا يجوز أن يتزوّج المرتد مسلمةً ولَا كافرةً، أمّا المسلمة فظاهر، لأنها لَا تكون تحت كافرٍ. (فتح القدير ج:۲ ص:۵۰۵ طبع دار صادر، بيروت).

جواب:...جی ہاں! اگر معلوم ہونے کے بعد انہوں نے کوئی کارروائی نہ کی تو وہ بھی گناہگار ہوں گے، مثلاً: کسی مسلمان لڑکی کا نکاح کسی سکھ سے کردیا جائے تو ظاہر ہے کہ یہ کام کرنے والے عنداللہ مجرم ہوں گے۔ (۱)

سوال:...لڑکے کے وہ عزیز واقارب جو یہ معلوم ہوتے ہوئے بھی لڑکی والوں سے بات چھپاتے ہیں اور نکاح میں شریک ہوتے ہیں، کیا وہ بھی گناہگار ہوں گے؟

جواب:...جن عزیز واقارب نے صورتِ حال کو چھپایا وہ خدا کے مجرم ہیں، اور اس بدکاری کا وبال ان کی گردن پر ہوگا۔ (۲)

سوال:...کیا وہ دوبارہ اسلام میں داخل ہوسکتے ہیں، اگر ہاں تو اس کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ اور کیا کوئی کفارہ بھی دینا ہوگا؟

جواب:...دوبارہ اسلام میں داخل ہوسکتے ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اعلان کردیں کہ وہ قادیانی نہیں اور وہاں کی حکومت کو بھی اس کی اطلاع کردیں۔ (۳)

سوال:...جو شادی شدہ آدمی وہاں جاکر یہ حرکت کرتے ہیں، کیا ان کا نکاح قائم ہے؟ اگر نہیں تو ان کو کیا کرنا چاہئے؟ تاکہ ان کا نکاح بھی قائم رہے اور وہ دوبارہ اسلام میں داخل ہوسکیں۔

جواب:...چونکہ ایسا کرنے سے وہ مرتد ہوجاتے ہیں، اس لئے ان کا پہلا نکاح فسخ ہوگیا، تجدیدِ اسلام کے بعد نکاح کی بھی تجدید کریں۔ (۴)

زکوٰۃ سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو شیعہ لکھوانے والوں سے کیا تعلق رکھیں؟

سوال:...عرض ہے کہ میرے بڑے سالے نے فکس ڈیپوزٹ میں کچھ رقم جمع کرائی، اس رقم پر نفع حاصل کرنے کے لئے، اور انہوں نے اس رقم کی جو نفع تھی، زکوٰۃ کٹوانے کے لئے اپنے آپ کو "شیعہ" بنایا اور حلف نامہ جمع کرایا ہے، جس کی وجہ سے اب ان کی زکوٰۃ نہیں کٹتی۔ انہوں نے اپنے والد اور والدہ کو بھی اس چیز پر مجبور کرکے حلف نامہ جمع کرایا کہ: "ہم شیعہ حضرات ہیں، ہم زکوٰۃ نہیں کٹوائیں گے" لہٰذا یہ تمام حضرات اگر حکومت کے سامنے حلف نامے کی رُو سے شیعہ ہوگئے ہیں، تو میری بیوی، جو کہ ان کی بیٹی ہے اور وہ اس چیز سے الگ ہے، اور میرے کہنے پر عمل کرتی ہے، آپ بتائیں کہ میں ان کے گھر والوں سے اپنا ملنا جلنا کیسا رکھوں؟

---

(۱) عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: من کثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضی عمل قوم کان شریکًا لمن عمله. (المطالب العالیة ج:۲ ص:۴۲، طبع مکتبة الباز، مکة المکرمة).

(۲) "وَلَا تَکْتُمُوا الشَّهَادَةَ" أی: لَا تخفوها وتغلّوها ولَا تظهروها، قال ابن عباس وغیره: شهادة الزور من أکبر الکبائر وکتمانها کذٰلک وهٰذا قال ومن یکتمها فانه آثم قلبه. (ابن کثیر ج:۳ ص:۶۶۵، طبع رشیدیه کوئٹه).

(۳) وتوبتهٗ أن یأتی بالشهادتین ویبرأ عن الدِّین الذی انتقل الیه. (بدائع الصنائع ج:۷ ص:۱۳۵، طبع ایچ ایم سعید).

(۴) ما یکون کفرٌ اتفاقًا یبطل العمل والنکاح ..... یؤمر بالتوبة وتجدید النکاح. (درمختار، باب المرتد ج:۴ ص:۲۴۶).

جواب:... فکس ڈیپازٹ میں جو رقم جمع کرائی جاتی ہے، اس کا منافع سود ہے، اس کے لینے اور استعمال کرنے سے توبہ کرنی چاہئے۔

اور زکوٰۃ سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو "شیعہ" لکھوانا سخت گناہ ہے، جس سے کفر کا اندیشہ ہے، ان کو اس سے توبہ کرنا لازم ہے، ایسا نہ ہو کہ ایمان ہی جاتا رہے۔[1]

آپ ان لوگوں کو محبت پیار سے سمجھائیں، کہ معمولی فائدے کے لئے اس گناہ کے ارتکاب سے کفر کا خطرہ ہے، اگر وہ نہ مانیں تو ان سے تعلقات نہ رکھیں[2]، واللہ اعلم!

کفریہ الفاظ والے بھارتی گانے سننا

سوال:... چند روز پہلے اخبار میں علماء نے فتویٰ دیا کہ چار بھارتی گانے، گانا اور سننا کفر ہے، اور اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، کیا یہ دُرست ہے؟

جواب:... کوئی شک نہیں کہ ان کفریہ گیتوں کا سننا اور ان میں دِلچسپی لینا کفر ہے، اس سے توبہ کرنی چاہئے[3]، اور جن لوگوں نے ان گانوں کو پسند کیا ہو، ان کو اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہئے، واللہ اعلم![4]

اللہ، رسول اور اہلِ بیت کے بارے میں دِل میں بُرے خیالات آنا

سوال:... میں مسلمان پیدا ہوا اور اللہ کے فضل سے مسلمان ہوں، لیکن چند سالوں سے میرے ذہن اور دِل میں اللہ اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ بیت اور اسلام کی مقدس ہستیوں اور اسلام کی مقدس چیزوں کے بارے میں مشرکانہ، کفریہ اور گستاخانہ اور گالیوں جیسے خیالات آتے ہیں۔ تھوڑا سا بھی ذہن اللہ و رسول کے بارے میں جاتا ہے تو مندرجہ بالا گندے خیالات آتے ہیں، پھر میں دِل میں اور زبان سے توبہ بھی کرتا ہوں، لیکن خیالات اس کے باوجود بھی آتے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ میں اب مسلمان رہا یا نہیں؟ یا کافر ہو گیا؟

---

(۱) والرضاء بالكفر كفر. (فتاوىٰ قاضي خان بر هندية ج:۳ ص:۵۷۳، كتاب السير، باب ما يكون كفرًا).

(۲) "فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" (الأنعام:۶۸).

(۳) فيكفر إذا وصف الله تعالىٰ بما لَا يليق به او سخر باسم من اسمائه أو بأمر من أوامره ...... او نسبه إلى الجهل أو العجز أو النقص. (بحر الرائق ج:۵ ص:۱۲۰). وفي البزازية: استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلوٰة والسلام: استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر. (فتاوىٰ شامي ج:۶ ص:۳۴۹ طبع ايچ ايم سعيد).

(۴) ما يكون كفرًا اتفاقًا يبطل العمل والنّكاح وأولَاده أولَاد الزنا، وما فيه خلاف يؤمر بالإستغفار والتوبة وتجديد النّكاح. (درمختار، باب المرتد ج:۴ ص:۲۴۶).

جواب:... غیر اختیاری اُمور پر مؤاخذہ نہیں، چونکہ آپ ان گندے خیالات کو بُرا سمجھتے ہیں اور ان خیالات سے پریشان ہیں، اس لئے آپ پکے مسلمان ہیں۔[1]

کیا گستاخانہ، کفریہ، گالیوں والے خیالات دِل میں آنے پر کوئی مؤاخذہ ہے؟

سوال:... میں یہ جو گندے، گستاخانہ، کفریہ اور گالیوں والے خیالات دِل میں لاتا ہوں، یا خیالات آتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ مشرکانہ، گستاخانہ، کفریہ، گالیوں والے خیالات پر میں توبہ بھی کرتا ہوں تو میری توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اور میری توبہ کرنے سے یہ شرک دِل میں اور ذہن میں لانے سے اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے یا نہیں؟ یعنی شرک والا خیال آنے کے بعد توبہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ شرک والا گناہ معاف کردیں گے یا نہیں؟

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ: ہمیں بعض دفعہ ایسے خیالات آتے ہیں کہ ان کو زبان پر لانے کی نسبت جل کر کوئلہ ہوجانا بہتر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''یہ تو صریح ایمان ہے!'' لہٰذا آپ کی غیر اختیاری حالت پر کفر و شرک لازم ہی نہیں آتا کہ توبہ کے قبول نہ ہونے کا سوال پیدا ہو۔ ان وساوس کی کوئی پروا نہ کریں، جب کوئی بُرا خیال آئے تو کلمہ شریف یا لاحول ولاقوۃ الّا باللہ پڑھ لیا کریں۔[2]

''جنت، دوزخ کی باتیں غلط نکلیں تو'' دِل میں خیال پیدا ہونے کا شرعی حکم

سوال:... جب سے میں نے نماز پڑھنا، زکوٰۃ وغیرہ دینا شروع کیا ہے (وہ بھی دُوسرے لوگوں کو مرتے دیکھ کر، زیادہ تر جہنم کے ڈر سے اور تھوڑا سا جنت کی لالچ میں)، اس کے بعد اکثر دِل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ کہیں یہ جنت دوزخ کی باتیں (نعوذ باللہ) جھوٹ نکلیں تو...! مگر پھر توبہ کرکے ٹھنڈے ذہن کے ساتھ اس بات پر نہایت سختی سے جم جاتا ہوں کہ: ''لیکن! اگر قیامت، دوزخ جنت سب سچ نکلا تو...! اربوں کھربوں بلکہ لامحدود وقت کون دوزخ میں گزارے گا؟ اور اتنا بڑا رِسک کیوں لیا جائے؟'' کیا ان خیالات سے ایمان جاتا رہتا ہے، جبکہ فوراً توبہ کرلی جائے؟

جواب:... اس قسم کے خیالات اور وسوسے جو غیر اختیاری طور پر دِل میں آئیں وہ دِین وایمان کے لئے مضر نہیں، جبکہ آدمی ان کو ناپسند کرتا ہو،[3] ایسا وسوسہ دِل میں آئے تو فوراً اِستغفار کرنا چاہئے اور توجہ ہٹانے کے لئے کسی دُوسرے کام میں لگ جانا چاہئے۔

---

(۱) وعنه (أي: أبي هريرة رضي الله عنه) قال: جاء ناس من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى النبي صلى الله عليه وسلم فسألوه: انا نجد في أنفسنا ما يتعاظم أحدنا أن يتكلّم به، قال: أو قد وجدتموه؟ قالوا: نعم! قال: ذاك صريح الإيمان. (مشكوٰة ص:۱۸). وايضًا ومن خطر بباله اشياء توجب الكفر ان تكلم بها وهو كاره لذٰلك لَا يضره وهو محض الإيمان. (الفتاوىٰ التاتارخانية ج:۵ ص:۳۱۳، كتاب أحكام المرتدين، طبع قديمي).

(۲) "عن ابن عباس رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم جاءه رجلٌ فقال: اني احدث نفسي بالشيء لأن أكون حُمَمَة احب اليّ من أتكلم به ....." (مشكوٰة ص:۱۹ وفي رواية: أوقد وجدتموه؟ قالوا: نعم! قال: ذاك صريح الإيمان! مشكوٰة ص:۱۸).

(۳) ومن خطر بباله أشياء توجب الكفر إن تكلم بها وهو كاره لذٰلك لَا يضره وهو محض الإيمان. (فتاوىٰ تاتارخانيه ج:۵ ص:۳۱۳، كتاب أحكام المرتدين).

اللہ تعالیٰ کے وعدے برحق ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سب برحق ہیں، جنت برحق ہے، دوزخ برحق ہے، نیکی اور بدی کا حساب و کتاب برحق ہے، اور جزا و سزا برحق ہے، عذابِ قبر برحق ہے، الغرض عالمِ غیب کے وہ حقائق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں، برحق ہیں۔ ان پر عقیدہ رکھنا شرطِ ایمانی ہے،(۱) اس لئے ان غیر اختیاری خیالات و وساوس کا علاج یہ ہے کہ ان کی طرف اِلتفات ہی نہ کیا جائے، نہ ان سے پریشان ہوا جائے۔(۲)

دِل میں خیال آنا کہ: ''اگر ہندو ہوتے تو یہ مسئلہ نہ ہوتا'' کا حکم

سوال:...ایک مسئلے نے مجھے بہت دن سے پریشان کر رکھا ہے۔ میں چار مہینے پہلے اِنڈیا گیا تھا، جہاں مغرب کی نماز پڑھتے پڑھتے تشہد میں خیال آیا: ''اگر ہندو ہوتا تو آج یہ مسئلہ نہیں ہوتا''۔ اس خیال کی وضاحت پوری طرح کردُوں کہ اِنڈیا میں ہمارے بھائیوں وغیرہ کے درمیان جائیداد کا مسئلہ تھا، روز روز اس بات پر جھگڑا ہوتا تھا۔ اس لئے نماز پڑھتے پڑھتے یہ خیال آیا کہ اگر ہندو ہوتے تو آج یہ مسئلہ نہ ہوتا اور یہاں کی حکومت مدد کرتی۔ برائے مہربانی بتائیں کہ اس خیال کے آنے سے میرے مسلمان ہونے پر کوئی آنچ تو نہ آئی؟ اگر آئی تو اس کی صورت کیا کروں؟ کیونکہ میں تو اس صورت کا تصوّر کر کے ہی کانپ اُٹھتا ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے بہت دُعا کی ہے کہ وہ مجھے معاف فرمائے، آمین۔

جواب:...خیال اور وسوسہ آنے سے کچھ نہیں ہوتا، جبکہ آدمی اس کو بُرا سمجھتا ہو۔ چونکہ آپ اس وسوسہ کو بُرا سمجھتے ہیں، اس لئے اسلام میں فرق نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔(۳)

معاش کے لئے کفر اِختیار کرنا

سوال:...میرے ایک محترم دوست نے چند دن پہلے معاشی حل کے لئے قادیانیت کو قبول کیا، ان سے بات کرنے پر انہوں نے کہا کہ قادیانیت کا جو فارم میں نے پڑھا ہے، اس کی شرائط میں کہیں بھی کفریہ کلام نہیں، مثلاً: زِنا، نہ کرنا۔ بدنظری، نہ کرنا۔ رِشوت، نہ لینا۔ جھوٹ، نہ بولنا۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی علیہ السلام ماننا۔ اور اس نے صرف ضرورت پوری ہونے تک قادیانیت قبول کی ہے اور بعد میں وہ لوٹ آئے گا۔ کیا اس کے اس فعل کے بعد اسلام رہا؟ اگر نہیں تو بیوی بچوں کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟ اگر گھر والوں کو چھوڑنے پر بھی تیار نہ ہو اور اس کی چند جوان اولاد بھی ہیں اور جو مال وہ دے تو اسے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) وعذاب القبر للكافرين ولبعض عصاة المؤمنين وتنعيم أهل الطاعة في القبر ثابت بالدلائل السمعية، والبعث حق، والكتاب حق، والسؤال حق، والحوض حق، والصراط حق، والجنّة حق، والنار حق، وهما مخلوقتان، موجودتان، باقيتان، لا يفنيان .... الخ. (شرح العقائد، ملخصًا ص:۹۸ تا ۱۰۶).

(۲) ومن خطر بباله أشياء توجب الكفر إن تكلم بها وهو كاره لذالك لا يضره وهو محض الإيمان. (فتاویٰ تاتارخانیه ج:۵ ص:۳۱۳، كتاب أحكام المرتدين).

(۳) ان العبد لا يؤاخذ ما لم يعمل وان هم بمعصية. (حاشيه مشكوٰة ج:۱ ص:۱۸). أيضًا عن ابى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الله تجاوز عن أُمّتى ما وسوست به صدرها ما لم تعمل به أو تتكلم. متفق عليه. (مشكوٰة ص:۱۸، باب الوسوسة، الفصل الأوّل).

جواب:... چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی مدعیٔ نبوّت ہے، لہٰذا اس کے اور اس کے ماننے والوں کے کافر، مرتد اور زِندیق ہونے میں کسی قسم کا شبہ اور تردّد نہیں،[1] اللہ تعالیٰ کی عدالت بھی ان کو کافر و مرتد قرار دے چکی ہے، اور عالمِ اسلام کی اعلیٰ عدالتیں بھی، اس شخص کو اگر اس مسئلے میں کوئی شبہ ہے تو وہ اہلِ علم سے تبادلۂ خیال کرے۔

قادیانیت کا فارم پُر کرنا، اپنے کفر و اِرتداد پر دستخط کرنا ہے،[2] جہاں تک معاشی مسئلے کا تعلق ہے، معاش کی خاطر اِیمان کو فروخت نہیں کیا جاسکتا، اور ان صاحب کا یہ کہنا کہ وہ بعد میں لوٹ آئے گا، قابلِ اعتبار نہیں۔ جب ایک چیز صریح کفر ہے تو اس کو اِختیار کرنا ہی ناروا ہے، اور اس کو اِختیار کرتے ہی آدمی دین سے خارج ہوجاتا ہے، تو اس کے واپس لوٹنے کی کیا ضمانت؟

اس شخص کو قادیانیت کی حقیقت اور ان کے کفریہ عقائد سے آگاہ کیا جائے، اگر اس کی سمجھ میں آجائے اور وہ ان سے توبہ کرلے تو ٹھیک! ورنہ اس کے بیوی بچوں کا فرض ہے کہ اس شخص سے قطع تعلق کرلیں اور یہ سمجھ لیں کہ وہ مرگیا ہے۔

چونکہ یہ شخص قادیانی فارم پُر کرچکا ہے، اس لئے اگر یہ تائب ہوجائے تو اس کو اپنے ایمان کی بھی تجدید کرنی ہوگی، اور نکاح بھی دوبارہ پڑھوانا ہوگا،[3] (جس کی تفصیل میرے رسائل ''تحفۂ قادیانیت'' اور ''خدائی فیصلہ'' وغیرہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)۔

---

(۱) ودعوی النبوة بعد نبينا كفر بالإجماع .... (شرح فقه أكبر ص:۲۰۲، طبع دهلی)۔ لَا نزاع في تكفير من أنكر من ضروريات الدين۔ (اكفار الملحدين ص:۱۲۱، طبع پشاور)۔

(۲) ان من عزم على الكفر ولو بعد مائة سنة يكفر في الحال .... امن من ضحك مع الرضا عمن تكلم بالكفر كفر۔ (شرح فقه أكبر ص:۳۰۳)۔

(۳) ''وفي شرح الوهبانية: ما يكون كفرًا اتفاقًا يبطل العمل والنكاح وأولَاده أولَاد الزنا، وما فيه خلاف: يؤمر بالإستغفار والتوبة وتجديد النكاح۔'' (فتاویٰ شامی ج:۴ ص:۲۴۶، باب المرتد)۔

قادیانی فتنہ

جھوٹے نبی کا انجام

سوال:... رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اِمکانِ نبوّت پر روشنی ڈالئے اور بتایئے کہ جھوٹے نبی کا انجام کیا ہوتا ہے؟ مرزا قادیانی کا انجام کیا ہوگا؟

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا حصول ممکن نہیں۔[1] جھوٹے نبی کا انجام مرزا غلام احمد قادیانی جیسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دُنیا و آخرت میں ذلیل کرتا ہے، چنانچہ تمام جھوٹے مدعیانِ نبوّت کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا، خود مرزا قادیانی منہ مانگی ہیضے کی موت مرا اور دَمِ واپسیں دونوں راستوں سے نجاست خارج ہو رہی تھی۔[2]

مسلمان اور قادیانی کے کلمے اور اِیمان میں بنیادی فرق

سوال:... انگریزی دان طبقہ اور وہ حضرات جو دِین کا زیادہ علم نہیں رکھتے لیکن مسلمانوں کے آپس کے افتراق سے بیزار ہیں، قادیانیوں کے سلسلے میں بڑے گومگو میں ہیں، ایک طرف وہ جانتے ہیں کہ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہنا چاہئے، جبکہ قادیانیوں کو کلمے کا بیج لگانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ دُوسری طرف وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹا دعویٰ نبوّت کیا تھا، برائے مہربانی آپ بتایئے کہ قادیانی جو مسلمانوں کا کلمہ پڑھتے ہیں، کیونکر کافر ہیں؟

جواب:... قادیانیوں سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہیں، جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے، تو پھر آپ لوگ مرزا صاحب کا کلمہ کیوں نہیں پڑھتے؟ مرزا صاحب کے صاحب زادے مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے اپنے رسالے ''کلمۃ الفصل'' (ص:۱۵۸) میں اس سوال کے دو جواب دیئے ہیں۔ ان دونوں جوابوں سے آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمے میں کیا فرق ہے؟ اور یہ کہ قادیانی صاحبان ''محمد رسول اللہ'' کا مفہوم کیا لیتے ہیں؟

مرزا بشیر احمد صاحب کا پہلا جواب یہ ہے کہ:

---

(۱) "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّنَ"۔ (الأحزاب:۴۰)۔ وكونه صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين بما نطق به الكتاب، وصدعت به السُّنّة وأجمعت عليه الأُمّة فيكفر مدعى خلافه ...الخ۔ (رُوح المعانى ج:۲۲ ص:۳۹)۔ عن ابى أُمامة الباهلى قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فى خطبته عام حجة الوداع: أيها الناس! انه لَا نبى بعدى ولَا أُمّة بعدكم۔ (مجمع الزوائد ج:۸ ص:۳۳۶ باب لَا نبى بعده)۔

(۲) سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص:۱۱ مصنفہ: مرزا بشیر احمد، ایم اے۔

''محمد رسول اللہ کا نام کلمے میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ نبیوں کے سرتاج اور خاتم النبیین ہیں، اور آپ کا نام لینے سے باقی سب نبی خود اندر آجاتے ہیں، ہر ایک کا علیحدہ نام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہاں! حضرت مسیحِ موعود (مرزا صاحب) کے آنے سے ایک فرق ضرور پیدا ہوگیا ہے اور وہ یہ کہ مسیحِ موعود (مرزا صاحب) کی بعثت سے پہلے تو محمد رسول اللہ کے مفہوم میں صرف آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء شامل تھے، مگر مسیحِ موعود (مرزا صاحب) کی بعثت کے بعد ''محمد رسول اللہ'' کے مفہوم میں ایک اور رسول کی زیادتی ہوگئی۔

غرض اب بھی اسلام میں داخل ہونے کے لئے یہی کلمہ ہے صرف فرق اتنا ہے کہ مسیحِ موعود (مرزا صاحب) کی آمد نے محمد رسول اللہ کے مفہوم میں ایک رسول کی زیادتی کردی ہے اور بس۔''

یہ تو ہوا مسلمانوں اور قادیانی غیرمسلم اقلیت کے کلمے میں پہلا فرق! جس کا حاصل یہ ہے کہ قادیانیوں کے کلمے کے مفہوم میں مرزا قادیانی بھی شامل ہے، اور مسلمانوں کا کلمہ اس نئے نبی کی ''زیادتی'' سے پاک ہے۔ اب دُوسرا فرق سنئے! مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے لکھتے ہیں:

''علاوہ اس کے اگر ہم بفرضِ محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریمؐ کا اسم مبارک اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا، اور ہم کو نئے کلمے کی ضرورت پیش نہیں آتی، کیونکہ مسیحِ موعود (مرزا صاحب) نبی کریمؐ سے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ (یعنی مرزا صاحب) خود فرماتا ہے: "صار وجودی وجودہٗ" (یعنی میرا وجود محمد رسول اللہ ہی کا وجود بن گیا ہے- از ناقل) نیز "من فرق بینی وبین المصطفیٰ فما عرفنی وما رأیٰ" (یعنی جس نے مجھ کو اور مصطفیٰ کو الگ الگ سمجھا، اس نے مجھے نہ پہچانا، نہ دیکھا- ناقل) اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دُنیا میں مبعوث کرے گا (نعوذ باللہ! ناقل) جیسا کہ آیت آخرین منھم سے ظاہر ہے۔

پس مسیحِ موعود (مرزا صاحب) خود محمد رسول اللہ ہے، جو اشاعتِ اسلام کے لئے دوبارہ دُنیا میں تشریف لائے، اس لئے ہم کو کسی نئے کلمے کی ضرورت نہیں۔ ہاں! اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی.....فتدبروا۔''

(کلمۃ الفصل ص:۱۵۸، مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز جلد:۱۴، نمبر:۳، ۴ بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

یہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمے میں دُوسرا فرق ہوا کہ مسلمانوں کے کلمہ شریف میں ''محمد رسول اللہ'' سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، اور قادیانی جب ''محمد رسول اللہ'' کہتے ہیں تو اس سے مرزا غلام احمد قادیانی مراد ہوتے ہیں۔

مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے جو لکھا ہے کہ: ''مرزا صاحب خود محمد رسول اللہ ہیں جو اشاعتِ اسلام کے لئے دُنیا میں دوبارہ تشریف لائے ہیں'' یہ قادیانیوں کا بروزی فلسفہ ہے، جس کی مختصر سی وضاحت یہ ہے کہ ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو دُنیا میں دو بار آنا تھا، چنانچہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرّمہ میں تشریف لائے اور دُوسری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرزا غلام احمد کی بروزی شکل میں... معاذ اللہ!... مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر میں جنم لیا۔ مرزا صاحب نے تحفۂ گولڑویہ، خطبہ اِلہامیہ اور دیگر بہت سی کتابوں میں اس مضمون کو بار بار دُہرایا ہے (دیکھئے خطبہ اِلہامیہ ص:۱۷۱،۱۸۰)۔

اس نظریے کے مطابق قادیانی اُمت مرزا صاحب کو ''عین محمد'' سمجھتی ہے، اس کا عقیدہ ہے کہ نام، کام، مقام اور مرتبے کے لحاظ سے مرزا صاحب اور محمد رسول اللہ کے درمیان کوئی دوئی اور مغائرت نہیں ہے، نہ وہ دونوں علیحدہ وجود ہیں، بلکہ دونوں ایک ہی شان، ایک ہی مرتبہ، ایک ہی منصب اور ایک ہی نام رکھتے ہیں۔ چنانچہ قادیانی... غیرمسلم اقلیت... مرزا غلام احمد کو وہ تمام اوصاف و القاب اور مرتبہ و مقام دیتی ہے جو اَہلِ اسلام کے نزدیک صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ قادیانیوں کے نزدیک مرزا صاحب بعینہٖ محمد رسول اللہ، محمدِ مصطفیٰ ہیں،[1] احمدِ مجتبیٰ ہیں، خاتم الانبیاء ہیں، اِمامُ الرسل ہیں، رحمۃ للعالمین ہیں،[2] صاحبِ کوثر ہیں،[3] صاحبِ معراج ہیں، صاحبِ مقامِ محمود ہیں، صاحبِ فتح مبین ہیں، زمین و زمان اور کون و مکان صرف مرزا صاحب کی خاطر پیدا کئے گئے، وغیرہ وغیرہ۔[4]

اسی پر بس نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر بقول ان کے مرزا صاحب کی ''بروزی بعثت'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل بعثت سے رُوحانیت میں اعلیٰ و اکمل ہے،[5] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ رُوحانی ترقیات کی ابتدا کا زمانہ تھا اور مرزا صاحب کا زمانہ ان ترقیات کی انتہا کا،[6] وہ صرف تائیدات اور دفعِ بلیات کا زمانہ تھا اور مرزا صاحب کا زمانہ برکات کا زمانہ ہے، اس وقت اسلام پہلی رات کے چاند کی مانند تھا (جس کی کوئی روشنی نہیں ہوتی) اور مرزا صاحب کا زمانہ چودھویں رات کے بدرِ کامل کے مشابہ ہے،[7] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین ہزار معجزات دیئے گئے تھے[8] اور مرزا صاحب کو دس لاکھ، بلکہ دس کروڑ، بلکہ بے شمار۔[9] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہنی اِرتقاء وہاں تک نہیں پہنچا جہاں تک مرزا صاحب نے ذہنی ترقی کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے وہ رُموز و اسرار نہیں کھلے جو مرزا صاحب پر کھلے۔[10]

---

(۱) کلمۃ الفصل ص:۱۵۸ مندرجہ ریویو آف ریلیجنز بابت مارچ/اپریل ۱۹۱۵ء۔
(۲) تذکرہ ص:۸۳ قادیانی مذہب ص:۲۶۴۔
(۳) تذکرہ ص:۳۷۴۔
(۴) حقیقۃ الوحی ص:۹۹۔
(۵) خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن ج:۱۶ ص:۲۷۱۔
(۶) خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن ج:۱۶ ص:۲۶۶۔
(۷) خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن ج:۱۶ ص:۲۷۵۔
(۸) تحفہ گولڑویہ ص:۶۷، روحانی خزائن ج:۱۷ ص:۱۵۳۔
(۹) نصرۃ الحق ص:۷۲، روحانی خزائن ج:۲۱ ص:۷۲۔
(۱۰) ریویو مئی ۱۹۲۹ء بحوالہ قادیانی مذہب ص:۲۶۶۔

مرزا صاحب کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت و برتری کو دیکھ کر... قادیانیوں کے بقول... اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام نبیوں سے عہد لیا کہ وہ مرزا صاحب پر ایمان لائیں اور ان کی بیعت ونصرت کریں۔[1] خلاصہ یہ کہ قادیانیوں کے نزدیک نہ صرف مرزا صاحب کی شکل میں محمد رسول اللہ خود دوبارہ تشریف لائے ہیں، بلکہ مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر پیدا ہونے والا قادیانی ''محمد رسول اللہ'' اصلی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنی شان میں بڑھ کر ہے، نعوذ باللہ! استغفر اللہ!

چنانچہ مرزا صاحب کے ایک مرید (یا قادیانی اصطلاح میں مرزا صاحب کے ''صحابی'') قاضی ظہور الدین اکمل نے مرزا صاحب کی شان میں ایک ''نعت'' لکھی، جسے خوش خط لکھوا کر اور خوبصورت فریم بنوا کر قادیان کی ''بارگاہِ رسالت'' میں پیش کیا، مرزا صاحب اپنے نعت خواں سے بہت خوش ہوئے اور اسے بڑی دُعائیں دیں۔ بعد میں وہ قصیدۂ نعتیہ مرزا صاحب کے ترجمان اخبار ''بدر'' جلد: ۲ نمبر: ۴۳ میں شائع ہوا، وہ پرچہ راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے، اس کے چار اَشعار ملاحظہ ہوں:

اِمام اپنا عزیزو! اس جہاں میں
غلام احمد ہوا دار الاماں میں
غلام احمد ہے عرشِ رَبِّ اکبر
مکاں اس کا ہے گویا لامکاں میں
محمدؐ پھر اُتر آئے ہیں ہم میں!
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمدؐ دیکھنے ہوں جس نے اکملؔ
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار بدر قادیان ۲۵/اکتوبر ۱۹۰۶ء)

مرزا صاحب کا ایک اور نعت خواں، قادیان کے ''بروزی محمد رسول اللہ'' کو ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتا ہے:

صدی چودھویں کا ہوا سر مبارک
کہ جس پر وہ بدر الدّجیٰ بن کے آیا
محمد پئے چارہ سازیٔ اُمت
ہے اب ''احمدِ مجتبیٰ'' بن کے آیا
حقیقت کھلی بعثتِ ثانی کی ہم پر
کہ جب مصطفیٰ میرزا بن کے آیا

(الفضل قادیان ۲۸/مئی ۱۹۲۸ء)

---

(۱) اخبار ''الفضل'' ص:۱۹، ۲۰/ستمبر ۱۹۱۵ء، ''الفضل'' ۲۶/فروری ۱۹۲۴ء، قادیانی مذہب ص:۳۴۲۔

یہ ہے قادیانیوں کا ''محمد رسول اللہ'' جس کا وہ کلمہ پڑھتے ہیں۔

چونکہ مسلمان، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور آخری نبی مانتے ہیں، اس لئے کسی مسلمان کی غیرت ایک لمحے کے لئے بھی یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے کسی بڑے سے بڑے شخص کو بھی منصبِ نبوّت پر قدم رکھنے کی اجازت دی جائے۔ کجا کہ ایک ''غلام اَسوَدْ'' کو... نعوذ باللہ!... ''محمد رسول اللہ'' بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اعلیٰ و افضل بناڈالا جائے۔ بنابریں قادیان کی شریعت مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ دیتی ہے، مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں:

''اب معاملہ صاف ہے، اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیحِ موعود (غلام احمد قادیانی) کا انکار بھی کفر ہونا چاہئے، کیونکہ مسیحِ موعود نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں، بلکہ وہی ہے۔''

''اور اگر مسیحِ موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو، مگر دُوسری بعثت (قادیان کی بروزی بعثت... ناقل) میں جس میں بقول مسیحِ موعود آپ کی رُوحانیت اَقویٰ اور اَکمل اور اَشد ہے..... آپ کا انکار کفر نہ ہو۔'' (کلمۃ الفصل ص:۱۴۷)

دُوسری جگہ لکھتے ہیں:

''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا، یا محمد کو مانتا ہے پر مسیحِ موعود (مرزا غلام احمد) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر، بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔''

(ص:۱۱۰)

ان کے بڑے بھائی مرزا محمود احمد صاحب لکھتے ہیں:

''کل مسلمان جو حضرت مسیحِ موعود (مرزا غلام احمد) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیحِ موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔'' (آئینہ صداقت ص:۳۵)

ظاہر ہے کہ اگر قادیانی بھی اسی محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں جن کا کلمہ مسلمان پڑھتے ہیں تو قادیانی شریعت میں یہ ''کفر کا فتویٰ'' نازل نہ ہوتا، اس لئے مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمے کے الفاظ گو ایک ہی ہیں مگر ان کے مفہوم میں زمین و آسمان اور کفر و اِیمان کا فرق ہے۔

کلمۂ شہادت اور قادیانی

سوال:... اخبار جنگ ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کے عنوان کے تحت آنجناب نے ایک سائل کے جواب میں کہ کسی غیرمسلم کو مسلم بنانے کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا ہے کہ:

''غیرمسلم کو کلمۂ شہادت پڑھادیجئے، مسلمان ہوجائے گا۔''

اگر مسلمان ہونے کے لئے صرف کلمۂ شہادت پڑھ لینا کافی ہے تو پھر قادیانیوں کو باوجود کلمۂ شہادت پڑھنے کے غیرمسلم کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ اَز راہِ کرم اپنے جواب پر نظرِ ثانی فرمائیں، آپ نے تو اس جواب سے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا ہے۔ قادیانی اس جواب کو اپنی مسلمانی کے لئے بطورِ سند پیش کرکے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کریں گے، اور آپ کو بھی خدا کے حضور جوابدہ ہونا پڑے گا۔

جواب:... مسلمان ہونے کے لئے کلمۂ شہادت کے ساتھ خلافِ اسلام مذاہب سے بیزار ہونا اور ان کو چھوڑنے کا عزم کرنا بھی شرط ہے، یہ شرط میں نے اس لئے نہیں لکھی تھی کہ جو شخص اسلام لانے کے لئے آئے گا ظاہر ہے کہ وہ اپنے سابقہ عقائد کو چھوڑنے کا عزم لے کر ہی آئے گا۔ باقی قادیانی حضرات اس سے فائدہ نہیں اُٹھاسکتے، کیونکہ ان کے نزدیک کلمۂ شہادت پڑھنے سے آدمی مسلمان نہیں ہوتا، بلکہ مرزا صاحب کی پیروی کرنے اور ان کی بیعت کرنے میں شامل ہونے سے مسلمان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دُنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ خدا نے انہیں یہ اِلہام کیا ہے کہ:

"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔" (تذکرہ طبع جدید ص:۳۳۶)

نیز مرزا قادیانی اپنا یہ اِلہام بھی سناتا ہے کہ:

"خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں ہے۔" (مرزا کا خط بنام ڈاکٹر عبدالحکیم)

مرزا صاحب کے بڑے صاحب زادے مرزا محمود احمد صاحب لکھتے ہیں:

"کل مسلمان جو حضرت مسیحِ موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیحِ موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔" (آئینۂ صداقت ص:۳۵)

مرزا صاحب کے منجھلے لڑکے مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں:

"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا، یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیحِ موعود (غلام احمد قادیانی) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر، بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔"

(کلمۃ الفصل ص:۱۱۰)

قادیانیوں سے کہئے کہ ذرا اس آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ کر بات کیا کریں...!

لفظِ "خاتم" کی تشریح

سوال:...لفظِ "خاتم" کے معنی کیا ہیں؟ لفظِ "خاتم" سے مراد قادیانی یہ لیتے ہیں کہ اس سے مراد نفیٔ کمالات ہیں، نفیٔ جنس کے نہیں۔ بالفاظِ دیگر ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی اس معنی میں ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت کے

کمالات ختم ہوچکے ہیں، مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی نبی آئے گا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے آئے گا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ قادیانیوں کی یہ تشریح کس حد تک دُرست ہے؟ کیا کوئی لفظ عربی لغت میں ایسا ہے جو ایک وقت دونوں (نفیٔ جنس ونفیٔ کمالات) کے لئے بولا جاتا ہو؟ اگر ہے تو وہ کونسا ہے؟ اور اگر نہیں ہے تو اس لفظ (خاتم) کی صحیح تشریح بیان فرمادیں، تاکہ عام مسلمان بھی اچھی طرح سمجھ لیں اور قادیانیوں کے جال میں نہ پھنس سکیں۔

جواب:... "خاتَم" (بفتح تا) کے معنی مہر کے ہیں، جو کسی چیز کو بند کرنے کے لئے لگائی جاتی ہے۔ اور "خاتِم" (بکسر تا) کے معنی ہیں ختم کرنے والا۔[1] دونوں کا ایک ہی خلاصہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد تشریف لائے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ قادیانیوں کا یہ موقف تحریفِ قرآن ہے، جو مرادِ الٰہی کے خلاف، مرادِ نبوی کے خلاف، اور مرزا قادیانی کی تصریحات کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردُود ہے۔[2]

مرزائی کافر کیوں ہیں؟ جبکہ وہ کلمہ پڑھتے ہیں

سوال:... آپ کے ایک رسالے میں دیکھا کہ قادیانی ہمارا کلمہ پڑھتے ہیں اور بسم اللہ وغیرہ لکھتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ جب قادیانی ہمارا پورا پورا اور بالکل صحیح کلمہ پڑھتے ہیں تو ہمارا اختلاف کس بات کا ہے؟ اس بارے میں مجھے ایک حدیث مبارکہ بھی یاد آرہی ہے، وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "میری اس سے اس وقت تک لڑائی (جنگ) ہے جب تک کہ وہ لا اِلٰہ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ نہیں پڑھ لیتا۔ اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں ہم کس طرح کلمہ گو کو کافر کہہ سکتے ہیں؟ میرے خیال میں یوں تو کہا جاسکتا ہے کہ ان کا مسلک احمدی ہے اور ہمارا مسلک کوئی اور ہے، برائے کرام تفصیل سے سمجھائیں۔

جواب:... جناب نے پورے رسالے میں پیڈ پر لکھا ہوا کلمہ ہی دیکھا، یا کچھ اور بھی؟ اس پورے رسالے میں مرزا دجال کا جھوٹا ہونا ثابت کیا گیا ہے، اور ایسا ثبوت پیش کیا گیا ہے کہ قادیانیوں کے پاس اس کا جواب نہیں، اور یہ قادیانی ایسے کذّاب کو نبی مانتے ہیں، کیا کسی حدیث میں آپ نے یہ پڑھا ہے کہ مسیلمہ کذّاب کو نبی ماننے والے اگر کلمہ پڑھیں تو ان کو بھی کافر نہ کہو؟ مسیلمہ کذّاب اور اس کے ماننے والے یہی کلمہ پڑھتے تھے،[3] مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے رُفقاء نے ان کو مرتد قرار دے کر ان کے خلاف جہاد کیا،[4] یہی حال قادیانیوں کے کلمہ پڑھنے کا ہے۔ جس حدیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ ان لوگوں کے متعلق ہے جن کا کلمہ گو ہونا تو

---

(۱) فقرأ ذٰلک قرأ الأمصار سوی الحسن وعاصم بکسر التاء من خاتم النبیّن بمعنی أنه ختم النبیّین (الٰی قوله) وقرأ ذٰلک فیما یذکر الحسن والعاصم وخاتم النبیّن بفتح التاء بمعنی أنه اٰخر النبیّین۔ (تفسیر ابن جریر ج:۱۲ ص:۱۶)۔

(۲) خود مرزا غلام احمد قادیانی نے خاتم النبیین کا معنی کیا ہے: "اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا" (ازالہ اوہام خ ج:۳ ص:۴۳۱)۔ اور دُوسری جگہ مرزا لکھتا ہے: "قال الله عز وجل ما کان محمد ابا أحد من رجالکم ولٰکن رسول الله وخاتم النبیّین، الَا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمّٰی نبیّنا صلی الله علیه وسلم خاتم الأنبیاء بغیر إستثناء، وفسّره نبیّنا فی قوله لَا نبی بعدی ببیان واضح للطالبین۔ (حمامة البشریٰ خ ج:۷ ص:۲۰۰)۔

(۳) جواهر الفقه ج:۲ ص:۱۷۱، طبع دارالعلوم کراچی، البدایة والنهایة ج:۶ ص:۳۴۱، طبع دار الفکر، بیروت۔

(۴) ثم سار خالد إلی الیمامة لقتال مسیلمة الکذاب فی أواخر العام والتقی الجمعان ودام الحصار أیامًا ثم قتل الکذاب لعنه الله قتله وحشی قاتل حزمة واستشهد فیها خلق من الصحابة۔ (تاریخ الخلفاء ص:۵۸ طبع قدیمی)۔

معلوم ہو، دُوسرا کوئی عقیدہ ہمیں معلوم نہ ہو۔ جن لوگوں کا کفر و اِرتداد معلوم ہو، ان کا حکم قرآنِ کریم نے بیان فرمایا ہے: ''بہانے نہ بناؤ، تم دعوائے ایمان کے بعد کافر ہوچکے ہو[1]'' اور یہ بھی آپ نے خوب کہی کہ: ''میرے خیال میں یوں تو کہا جاسکتا ہے کہ ان کا مسلک احمدی ہے اور ہمارا مسلک دیوبند ہے'' گویا ایک جھوٹے مدعیٔ نبوّت کو ماننے کے باوجود آپ کے خیال میں صرف مسلک ہی کا فرق ہوتا ہے، مذہب اور دِین نہیں بدلتا۔

میرے محترم! مسلک کا فرق ایک دِین اور مذہب کے اندر رہ کر ہوتا ہے، جبکہ جھوٹے مدعیٔ نبوّت کے مان لینے کے بعد آدمی دِین ہی سے خارج ہوجاتا ہے۔[2] جب دِین ہی نہ رہا بلکہ ایک شخص اسلام کے دائرے سے نکل کر کفر میں داخل ہوگیا تو صرف مسلک کا فرق کہاں رہا؟

قادیانیوں کا... پکے اور کھلے کافر ہونے کے باوجود... ہمارا کلمہ پڑھنا ان کو مسلمان نہیں بناتا ہے، بلکہ ان کے کفر و اِرتداد میں مزید اضافہ کرتا ہے۔ اس موضوع پر میرے دو رسالے ملاحظہ فرمالیں: ''قادیانیوں کی طرف سے کلمۂ طیبہ کی توہین'' اور ''قادیانیوں میں اور دُوسرے غیرمسلموں میں کیا فرق ہے؟'' واللہ اعلم۔

یہاں جناب کی توجہ ایک اور نکتے کی طرف بھی دِلانا چاہتا ہوں، اور وہ یہ کہ قادیانی بھی اُمتِ مسلمہ کو کافر کہتے ہیں، کیونکہ اہلِ اسلام قادیانیوں کے خودساختہ نبی کے منکر ہیں۔ جیسا کہ قادیانی اکابر کے درج ذیل حوالوں سے واضح ہے:

۱:... مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

''ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں۔''

(حقیقۃ الوحی ص:۱۶۴، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۱۶۷)

۲:... نیز مرزا کا بزعمِ خود اِلہام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرزا کو مخاطب کرکے... نعوذ باللہ... فرمایا ہے کہ اے مرزا:

''جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا، وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات ج:۳ ص:۲۷۵)

۳:... نیز مرزا لکھتا ہے:

''ان اِلہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہوا ہے، جو شخص کہتا ہے کہ اس پر ایمان لاؤ، اور اس کا دُشمن جہنمی ہے۔''

(انجامِ آتھم ص:۶۲، خزائن ج:۱۱ ص:۶۲)

---

(۱) "لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمٰنِكُمْ" (التوبة:٦٦).

(۲) من ادعى نبوّة أحد مع نبيّنا صلى الله عليه وسلم أو بعده ...... أو من ادعى النبوّة لنفسه أو جوّز اكتسابها ...... وكذا من ادعى منهم أنه يوحى اليه وان لم يدع النبوة فهؤلاء كلهم كفار مكذبون للنبي صلى الله عليه وسلم. (الشفاء لقاضي عياض ج:٢ ص:٢٤٦، ٢٤٧). وأيضًا قال الموفق في المغني: ومن ادعى النبوة أو صدق من ادعاها فقد ارتد لأن مسيلمة لما ادعى النبوة فصدقه قومه صاروا بذلك مرتدين. (اعلاء السنن ج:١٢ ص:٦٣٦ طبع ادارة القرآن).

۴:... مرزا محمود قادیانی اپنی کتاب ''آئینۂ صداقت'' میں لکھتا ہے:

''کل مسلمان جو مسیحِ موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے مسیحِ موعود (مرزا قادیانی) کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔'' (آئینۂ صداقت ص:۳۵)

۵:... مرزا بشیر احمد ایم اے قادیانی ''کلمۃ الفصل'' میں لکھتا ہے:

''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا، یا محمد کو مانتا ہے پر مسیحِ موعود (مرزا غلام احمد) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر، بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔'' (ص:۱۱۰)

الغرض قادیانی، دُنیا بھر کے مسلمانوں کو محض اس جرم کی وجہ سے کافر اور جہنمی کہتے ہیں کہ وہ مرزا کذّاب کو نہیں مانتے۔ کیا آپ نے کبھی ان سے بھی یہ سوال کیا کہ: جب دُنیا بھر کے مسلمان حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دِین کی ایک ایک بات پر ایمان رکھتے ہیں تو یہ قادیانی ان تمام کلمہ گو مسلمانوں کو کافر کیوں کہتے ہیں؟ کیا یہ ظلم نہیں کہ دورِ حاضر کے مسیلمہ کذّاب مرزا قادیانی کے ماننے والوں کو اگر کافر کہا جائے تو یہ آپ کے خیال میں صحیح نہیں، اور اگر قادیانی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اُمت کو کافر کہیں تو آپ ان کے خلاف کوئی اِحتجاج نہیں کرتے...؟

مرزا قادیانی کا کلمہ پڑھنے پر سزا کا گمراہ کن پروپیگنڈا

سوال:... میرے ساتھ ایک عیسائی لڑکی پڑھتی ہے، وہ اسلام میں دِلچسپی رکھتی ہے، میں اسے اسلام کے متعلق بتاتی ہوں لیکن جب میں نے اسے اسلام قبول کرنے کو کہا تو وہ کہنے لگی: تمہارے یہاں تو کلمہ پڑھنے پر سخت سزا دی جاتی ہے، اخبار میں بھی آیا تھا۔ برائے مہربانی مجھے بتائیں، میں اسے کیا جواب دُوں؟

جواب:... اسے یہ جواب دیجئے کہ اسلام قبول کرکے کلمہ پڑھنے سے منع نہیں کرتے نہ اس پر سزا دی جاتی ہے، البتہ وہ غیرمسلم جو منافقانہ طور پر اسلام کا کلمہ پڑھ کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں، ان کو سزا دی جاتی ہے۔

کلمۂ طیبہ میں اضافہ کرنا جائز نہیں

سوال:... کچھ دنوں سے کلمۂ طیبہ کو مختلف مقامات پر یوں کہتے ہوئے سنا ہے: ''لا إلٰہ إلّا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' چونکہ کلمہ تو دِین کی بنیاد ہے، اس لئے اس میں زیر، زبر کا اضافہ یا اس کی کمی بھی موجبِ تشویش ہے، اس لئے دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ اس طرح کلمہ ادا کرنا کیسا ہے؟ اور اگر اس طرح اس کی اشاعت ہو تو کیا حرج ہے؟

جواب:... کلمۂ طیبہ میں ''لا اِلٰہ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ'' سے زائد کسی بھی لفظ و جملے کا بطور کلمۂ طیبہ کے اضافہ کرنا جائز نہیں ہے،[1] اس صورت میں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' نہ بڑھائیں، نہ ہی پڑھیں، البتہ ذکر وغیرہ میں جہاں اضافے کا اندیشہ نہ ہو، جائز ہے۔

قادیانی عقیدہ کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی ہی... نعوذ باللہ... محمد رسول اللہ ہیں

سوال:... اخبار جنگ میں ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کے زیرِ عنوان آپ نے مسلمان اور قادیانی کے کلمے میں کیا فرق ہے، مرزا بشیر احمد صاحب کی تحریر کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ:

''یہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمے میں دُوسرا فرق ہے کہ مسلمانوں کے کلمہ شریف میں ''محمد رسول اللہ'' سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور قادیانی جب محمد رسول اللہ کہتے ہیں تو اس سے مرزا غلام احمد قادیانی مراد ہوتے ہیں۔''

مکرّم جناب مولانا صاحب! میں خدا کے فضل سے احمدی ہوں اور اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر حلفیہ کہتا ہوں کہ میں جب کلمہ شریف میں محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں تو اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے ہیں۔ ''مرزا غلام احمد قادیانی'' نہیں ہوتے۔ اگر میں اس معاملے میں جھوٹ بولتا ہوں تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام مخلوق کی طرف سے مجھ پر ہزار بار لعنت ہو۔ اور اسی یقین کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ کوئی احمدی کلمہ شریف میں ''محمد رسول اللہ'' سے مراد بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ''مرزا غلام احمد قادیانی'' نہیں لیتا، اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اسی طرح حلفیہ بیان اخبار جنگ میں شائع کروائیں کہ درحقیقت احمدی لوگ (یا آپ کے قول کے مطابق قادیانی) کلمہ شریف میں ''محمد رسول اللہ'' سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی لیتے ہیں۔ اگر آپ نے ایسا حلف شائع کروادیا تو سمجھا جائے گا کہ آپ اپنے بیان میں مخلص ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ فیصلہ کردے گا کہ کون اپنے دعوے یا بیان میں سچا اور کون جھوٹا ہے؟ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو ظاہر ہوجائے گا کہ آپ کے بیان کی بنیاد، خلوص، دیانت اور تقویٰ پر نہیں بلکہ یہ محض ایک کلمہ گو جماعت پر اِفترا اور اِتہام ہوگا جو ایک عالم کو زیب نہیں دیتا۔

نوٹ:... اگر آپ اپنا حلف شائع نہ کرسکیں تو میرا یہ خط شائع کردیں تاکہ قارئین کو حقیقت معلوم ہوسکے۔

جواب:... نامہ کرم موصول ہوکر موجبِ سرفرازی ہوا۔ جناب نے جو کچھ لکھا میری توقع کے عین مطابق لکھا ہے۔ مجھے یہی توقع تھی کہ آپ کی جماعت کی نئی نسل جناب مرزا صاحب کے اصل عقائد سے بے خبر ہے اور جس طرح عیسائی تین ایک، ایک تین کا مطلب سمجھے بغیر اس پر اِیمان رکھتے ہیں اور ساتھ ہی توحید کا بھی بڑے زور شور سے اعلان کرتے ہیں، کچھ یہی حال آپ کی جماعت کے افراد کا بھی ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ آپ ''محمد رسول اللہ'' سے مرزا صاحب کو نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ عالی کو مراد

---

(۱) وأخرج الديلمي في مسند الفردوس عن ابن عمر مرفوعًا ألظوا ألسنتكم قول لَا إِلٰهَ إِلَّا الله محمد رسول الله. (مرقاة ج:۱ ص:٦٧). عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو رَدّ. (مشكوٰة ص:۲۷) وأيضًا قال القاضي عياض رحمه الله: المعنىٰ من أحدث في الإسلام رأيًا لم يكن له من الكتاب والسُّنّة سند ظاهر أو خفي ملفوظ أو مستنبط فهو مردود. (المرقاة ج:۱ ص:۱۷۷ طبع بمبئي، الطريقة المحمدية ج:۱ ص:۷۲).

لیتے ہیں اور یہ کہ اگر آپ ایسا عقیدہ رکھتے ہوں تو فلاں فلاں کی ہزار لعنتیں آپ پر ہوں۔ مگر آپ کے مراد لینے یا نہ لینے کو میں کیا کروں؟ مجھے تو یہ بتایئے کہ میں نے یہ بات بے دلیل کہی یا مدلل؟ اور اپنی طرف سے خود گھڑ کر کہہ دی ہے یا مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے حوالوں سے؟ جب میں ایک بات دلیل کے ساتھ کہہ رہا ہوں تو مجھے قسمیں کھانے کی کیا ضرورت؟ اور اگر قسموں ہی کی ضرورت ہے تو میری طرف سے اللہ تعالیٰ، ''اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللهِ'' کی قسمیں کھانے والوں کے مقابلے میں ''اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ'' کی قسم کھاچکا ہے۔[۱]

میرے بھائی! بحث قسموں کی نہیں، عقیدے کی ہے! جب آپ کی جماعت کا لٹریچر پکار رہا ہے کہ مرزا صاحب ''محمد رسول اللہ'' ہیں،[۲] وہی رحمۃ للعالمین ہیں،[۳] وہی ساقیٔ کوثر ہیں،[۴] انہی کے لئے کائنات پیدا کی گئی،[۵] انہی پر ایمان لانے کا سب نبیوں (بشمول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) عہد لیا گیا ہے،[۶] اور مصطفیٰ اور مرزا میں سرے سے کوئی فرق ہی نہیں، بلکہ دونوں بعینہٖ ایک ہیں، وغیرہ وغیرہ،[۷] اور اسی پر بس نہیں بلکہ یہ بھی فرمایا جاتا ہے کہ مرزا صاحب چونکہ بعینہٖ محمد رسول اللہ ہیں، اس لئے ہمیں کسی اور کلمے کی ضرورت نہیں، ہاں! کوئی دُوسرا آتا تو ضرورت ہوتی،[۸] اور پھر اسی بنیاد پر پُرانے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کو منہ بھر کر کافر بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ نئے محمد رسول اللہ کے منکر ہیں، تو فرمایئے کہ آپ کے ان سب عقائد کو جاننے کے باوجود میں کس دلیل سے تسلیم کرلوں کہ آپ نئے محمد رسول اللہ کا نہیں بلکہ اسی پُرانے محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں؟ اگر جناب کو میرے درج کردہ حوالوں میں شبہ ہو تو آپ تشریف لاکر ان کے بارے میں اطمینان کرسکتے ہیں۔

مرزا قادیانی کا دعویٔ نبوّت

سوال:... ثابت کریں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوّت کا دعویٰ کیا، ان کی تحریروں کے حوالے دیں۔
ہمارے محلے کے چند قادیانی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ مرزا نے نبوّت کا دعویٰ کیا۔

جواب:... مرزا قادیانی کے ماننے والوں کے دو گروہ ہیں: ایک لاہوری، دُوسرا قادیانی (جن کا مرکز پہلے قادیان تھا، اب ربوہ ہے) ان دونوں کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ مرزا قادیانی کے اِلہامات اور تحریروں میں باصرار و تکرار نبوّت کا دعویٰ کیا گیا ہے،[۹]

---

(۱) سورۃ المنافقون: ۱، ۲، ۳۔
(۲) کلمۃ الفصل ص:۱۵۸ مندرجہ ریویو آف ریلیجنز بابت مارچ/اپریل ۱۹۱۵ء۔
(۳) تذکرہ ص:۸۳، قادیانی مذہب ص:۲۶۴۔
(۴) تذکرہ ص:۳۷۴۔
(۵) حقیقۃ الوحی ص:۹۹۔
(۶) اخبار الفصل ص:۱۹، ۲۱ ستمبر ۱۹۱۵ء، الفضل ۲۶ فروری ۱۹۲۴ء، قادیانی مذہب ص:۳۴۲۔
(۷) خطبہ اِلہامیہ ص:۱۷۱، رُوحانی خزائن ج:۱۶ ص:۲۵۸۔
(۸) کلمۃ الفصل ص:۱۵۸، مندرجہ ریویو آف ریلیجنز بابت مارچ/اپریل ۱۹۱۵ء۔
(۹) حقیقۃ الوحی ص:۱۰۱، اربعین نمبر ۳ ص:۳۳، انجامِ آتھم ص:۶۲، ۷۱۔

لیکن لاہوری گروہ اس دعوائے نبوّت میں تأویل کرتا ہے۔[1] جبکہ قادیانی گروہ کسی تأویل کے بغیر مرزا قادیانی کے دعوائے نبوّت پر ایمان لانا ضروری سمجھتا ہے۔

آپ سے جن صاحب کی گفتگو ہوئی ہے وہ غالباً لاہوری گروہ کے ممبر ہوں گے، ان کی خدمت میں عرض کیجئے کہ یہ جھگڑا تو وہ اپنے گھر میں نمٹائیں کہ مرزا قادیانی کے دعوائے نبوّت کی کیا توجیہ وتأویل ہے؟ ہمارے لئے اتنی بات بس ہے کہ مرزا قادیانی نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے اور دعویٰ بھی انہی لفظوں میں جن الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، مثلاً:

"قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔" (الاعراف:۱۵۸)[2]

"قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ۔" (الکہف:۱۱۰)[3]

وغیرہ، وغیرہ۔

اگر ان الفاظ سے بھی دعویٰ نبوّت ثابت نہیں ہوتا تو یہ فرمایا جائے کہ کسی مدعیٔ نبوّت کو نبوّت کا دعویٰ کرنے کے لئے کیا الفاظ استعمال کرنے چاہئیں...؟

رہیں دعویٰ نبوّت کی تأویلات! تو دُنیا میں کس چیز کی لوگ تأویلیں نہیں کرتے، بتوں کو خدا بنانے کے لئے لوگوں نے تأویلیں ہی کی تھیں، اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے والے بھی تأویلیں ہی کرتے ہیں۔ جس طرح کسی اور کھلی ہوئی غلط بات یا غلط عقیدہ کی تأویل لائقِ اعتبار نہیں، اسی طرح حضرت خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دعویٰ بھی قطعی غلط ہے اور اس کی کوئی تأویل (خواہ خود مدعی کی طرف سے کی گئی ہو یا اس کے ماننے والوں کی جانب سے) لائقِ اعتبار نہیں۔ دسویں صدی کے مجدّد مُلّا علی قاریؒ شرح "فقہ اکبر" میں فرماتے ہیں:

"دعوی النبوة بعد نبینا صلی الله علیه وسلم کفر بالإجماع" (شرح فقہ اکبر ص:۲۰۲)

ترجمہ:... "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دعویٰ بالاجماع کفر ہے۔"

آگے چل کر وہ لکھتے ہیں کہ: "اگر نبوّت کا دعویٰ کرنے والا ہوش وحواس سے محروم ہو تو اس کو معذور سمجھا جائے گا، ورنہ اس کی گردن اُڑادی جائے گی۔"[4]

منکرینِ ختمِ نبوّت کے لئے اصل شرعی فیصلہ کیا ہے؟

سوال:... خلیفۂ اوّل بلافصل سیّدنا ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں مسیلمہ کذّاب نے نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو حضرت

(۱) اِزالہ اوہام ص:۸، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۲۱۲۔
(۲) تذکرہ ص:۳۵۲ طبع چہارم۔
(۳) حقیقۃ الوحی ص:۸۱۔
(۴) ثم اعلم انه اذا تکلم بکلمة الکفر عالمًا بمعناها ...... ولَا یعذر بالجهل، ثم اعلم ان المرتدّ ...... فان تاب فیها وإلّا قُتِل۔ (شرح فقه اکبر ص:۲۰۲، طبع مجتبائی دهلی)۔

صدیق اکبرؓ نے منکرینِ ختمِ نبوّت کے خلاف اعلانِ جنگ کیا اور تمام منکرینِ ختمِ نبوّت کو کیفرِ کردار تک پہنچایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ منکرینِ ختمِ نبوّت واجب القتل ہیں۔ لیکن ہم نے پاکستان میں قادیانیوں کو صرف ''غیرمسلم اقلیت'' قرار دینے پر ہی اکتفا کیا، اس کے علاوہ اخبارات میں آئے دن اس قسم کے بیانات بھی شائع ہوتے رہتے ہیں کہ: ''اسلام نے اقلیتوں کو جو حقوق دیئے ہیں وہ حقوق انہیں پورے پورے دیئے جائیں گے۔'' ہم نے قادیانیوں کو نہ صرف حقوق اور تحفظ فراہم کئے ہوئے ہیں بلکہ کئی اہم سرکاری عہدوں پر بھی قادیانی فائز ہیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منکرینِ ختمِ نبوّت اسلام کی رُو سے واجب القتل ہیں یا اسلام کی طرف سے اقلیتوں کو دیئے گئے حقوق اور تحفظ کے حقدار ہیں؟

جواب:... منکرینِ ختمِ نبوّت کے لئے اسلام کا اصل قانون تو وہی ہے جس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عمل کیا، پاکستان میں قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دے کر ان کی جان و مال کی حفاظت کرنا ان کے ساتھ رعایتی سلوک ہے، لیکن اگر قادیانی اپنے آپ کو غیرمسلم اقلیت تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوں، بلکہ مسلمان کہلانے پر مصر ہوں تو مسلمان، حکومت سے یہ مطالبہ کرسکتے ہیں کہ ان کے ساتھ مسیلمہ کذّاب کی جماعت کا سا سلوک کیا جائے۔ کسی اسلامی مملکت میں مرتدین اور زنادقہ کو سرکاری عہدوں پر فائز کرنے کی کوئی گنجائش نہیں،[1] یہ مسئلہ نہ صرف پاکستان بلکہ دیگر اسلامی ممالک کے اربابِ حل و عقد کی توجہ کا متقاضی ہے۔

قادیانی اپنے کو ''احمدی'' کہہ کر فریب دیتے ہیں

سوال:... آپ کے مؤقر جریدے کی ۲۹ر دسمبر کی اشاعت میں یہ پڑھ کر تعجب ہوا کہ جہاں قادیانی حضرات کے مذہب کا شناختی کارڈ فارم میں اندراج ہوتا ہے وہاں شناختی کارڈ میں اس کا کوئی اندراج نہیں ہوتا۔ یہ ایک ایسی فروگزاشت ہے جس سے فارم میں اندراج کا مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے۔ یہاں میں یہ گزارش کروں گا کہ قادیانیوں کے لئے لفظ ''احمدی'' کا اندراج کسی طور جائز نہیں۔ یہ غلطی اکثر سرکاری اعلانات میں بھی سرزد ہوتی ہے، اس کی غالباً وجہ یہ ہے کہ بہت سے حضرات اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ قادیانیوں نے لفظ ''احمدی'' اپنے لئے کیوں اختیار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو الفاظ "اسمہ احمد" آئے ہیں، وہ دراصل مرزا صاحب کی مراجعت کی پیش گوئی ہے، حالانکہ چودہ سو سال سے جملہ مسلمین کا یہی اعتقاد رہا ہے لفظ ''احمد'' حضور مقبول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آیا ہے، اور آپ کا نام احمد مجتبیٰ بھی تھا، اور شاید مرزا صاحب کے والد بزرگوار کا بھی یہی اعتقاد ہو، جنھوں نے آپ کا نام ''غلام احمد'' رکھا تھا، اسی طرح اِنجیل میں لفظ ''فارقلیط'' علمائے اسلام کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی آمد کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ فارقلیط معرّب ہے، یونانی لفظ پیری کلی ٹاس کا جو بذاتِ خود ترجمہ ہے عبرانی زبان میں ''احمد'' کا، جس زبان میں پہلے اِنجیل لکھی گئی تھی اسے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ورودِ مسعود کی پیش گوئی شمار کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن قادیانی حضرات اسے بھی مرزا صاحب کی آمد کی پیش گوئی شمار کرتے ہیں، چنانچہ بجائے قادیانی کے لفظ ''احمدی'' کا استعمال قادیانی حضرات کے موقف اور ان

(۱) "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِکُمْ ...الخ۔ وفی هٰذه الآیة دلالة علٰی أنه لَا تجوز الإستعانة بأهل الذمة فی أُمور المسلمین من العمالات والکتبة۔ (أحکام القرآن للجصاص ج:۲ ص:۳۷) مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: جواهر الفقه ج:۲ ص:۱۹۵ طبع دارالعلوم کراچی۔

کے پروپیگنڈے کو تقویت دینے کے مترادف ہے، اس لئے میرا اَدنیٰ مشورہ یہ ہے کہ اس جماعت کے لئے لفظ قادیانی ہی استعمال کرنا مناسب ہے۔

جواب:... آپ کی رائے صحیح ہے! قادیانیوں کا "اسمه احمد" کی آیت کو مرزا قادیانی پر چسپاں کرنا ایک مستقل کفر ہے، مرزا غلام احمد قادیانی تحفہ گولڑویہ میں ص:۹۶ میں لکھتا ہے: "یہی وہ بات ہے جو میں نے اس سے پہلے اپنی کتاب اِزالہ اوہام میں لکھی تھی یعنی یہ کہ میں اسم احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہوں" (رُوحانی خزائن ج:۱۷ ص:۲۵۴)۔

ایک قادیانی نوجوان کے جواب میں

سوال:... (سوال حذف کردیا گیا ہے)

جواب:... آپ کا جوابی لفافہ موصول ہوا، آپ کی فرمائش پر براہِ راست جواب لکھ رہا ہوں اور اس کی نقل "جنگ" کو بھی بھیج رہا ہوں۔

اہلِ اسلام، قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور اِجماعِ اُمت کی بنا پر سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور دوبارہ تشریف آوری کا عقیدہ رکھتے ہیں، خود جناب مرزا صاحب کو اعتراف ہے کہ:

> "مسیح ابنِ مریم کی آنے کی پیش گوئی ایک اوّل درجے کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے بااتفاق قبول کرلیا ہے اور صحاح میں جس قدر پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں، کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اوّل درجہ اس کو حاصل ہے۔" (ازالہ اوہام ص:۵۵۷، رُوحانی خزائن ج:۳ ص:۴۰۰)

لیکن میرا خیال ہے کہ جناب مرزا صاحب کے ماننے والوں کو اہلِ اسلام سے بڑھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور دوبارہ تشریف آوری کا عقیدہ رکھنا چاہئے، کیونکہ جناب مرزا صاحب نے سورہ الصّف کی آیت:۹ کے حوالے سے ان کی دوبارہ تشریف آوری کا اعلان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

> "یہ آیت جسمانی اور سیاستِ مُلکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دِینِ اسلام کا (اس آیت میں) وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعے سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دُنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دِینِ اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جائے گا۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص:۴۹۸، ۴۹۹)

جناب مرزا صاحب، قرآنِ کریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا ثبوت محض اپنی قرآن فہمی کی بنا پر نہیں دیتے، بلکہ وہ اپنے اِلہام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس آیت کا مصداق ثابت کرتے ہیں:

> "اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکساری اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کی رُوح سے مسیح کی "پہلی زندگی" کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ

واقع ہوئی ہے...... اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتدا سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے، یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز رُوحانی اور معقولی طور پر۔''

(ایضاً ص:۴۹۹)

اور اسی پر اِکتفا نہیں بلکہ مرزا صاحب اپنے اِلہام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے کی اِلہامی پیش گوئی بھی کرتے ہیں، چنانچہ اسی کتاب کے ص:۵۰۵ پر اپنا ایک اِلہام "عسٰی ربکم ان یرحم علیکم" درج کرکے اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں:

''یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے'' جلالی طور پر'' ظاہر ہونے کا اشارہ ہے یعنی اگر طریق وحق اور نرمی اور لطف اور احسان کو قبول نہیں کریں گے اور حقِ محض جو دلائلِ واضحہ اور آیاتِ بینہ سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدائے تعالیٰ مجرمین کے لئے شدّت اور غضب اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دُنیا پر اُتریں گے اور یہ زمانہ اس زمانے کے لئے بطور ارہاص کے واقع ہوا ہے، یعنی اس وقت جلالی طور پر خدائے تعالیٰ اِتمامِ حجت کرے گا، اب بجائے اس کے جمالی طور پر یعنی رفق اور احسان سے اِتمامِ حجت کر رہا ہے۔''

ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور دوبارہ آنے پر ایمان نہ رکھا جائے تو نہ صرف یہ قرآنِ کریم کی قطعی پیش گوئی کی تکذیب ہے، بلکہ جناب مرزا صاحب کی قرآن فہمی، ان کی اِلہامی تفسیر اور ان کی اِلہامی پیش گوئی کی بھی تکذیب ہے۔ پس ضروری ہے کہ اہلِ اسلام کی طرح مرزا صاحب کے ماننے والے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے پر ایمان رکھیں، ورنہ اس عقیدے کے ترک کرنے سے قرآن و حدیث کے علاوہ مرزا صاحب کی قرآن دانی بھی حرفِ غلط ثابت ہوگی اور ان کی اِلہامی تفسیریں اور اِلہامی انکشافات سب غلط ہوجائیں گے، کیونکہ:

''جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہوجائے تو پھر دُوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔''

(چشمہ معرفت ص:۲۲۲)

اب آپ کو اِختیار ہے کہ ان دو باتوں میں کس کو اختیار کرتے ہیں، حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کو؟ یا مرزا صاحب کی تکذیب کو...؟

جناب مرزا صاحب کے اِزالہ اوہام صفحہ:۹۲۱ والے چیلنج کا ذکر کرکے آپ نے شکایت کی ہے کہ نوّے سال سے کسی نے اس کا جواب نہیں دیا۔

آں عزیز کو شاید علم نہیں کہ حضرات علمائے کرام ایک بار نہیں، متعدّد بار اس کا جواب دے چکے ہیں، تاہم اگر آپ کا یہی خیال ہے کہ اب تک اس کا جواب نہیں ملا، تو یہ فقیر (باوجودیکہ حضرات علماء، احسن اللہ سعیہم کی خاکِ پا بھی نہیں) اس چیلنج کا جواب دینے کے لئے حاضر ہے، اسی کے ساتھ مرزا صاحب کی کتاب البریہ ص:۲۰۷ والے اعلان کو بھی ملا لیجئے، جس میں موصوف نے بیس ہزار روپیہ

تاوان دینے کے علاوہ اپنے عقائد سے توبہ کرنے اور اپنی کتابیں جلا دینے کا وعدہ بھی کیا ہے۔

تصفیہ کی صورت یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب کے موجودہ جانشین سے لکھوا دیا جائے کہ یہ چیلنج اب بھی قائم ہے اور یہ کہ وہ مرزا صاحب کی شرط پوری کرنے کی ذمہ داری لیتے ہیں، اور اسی کے ساتھ کوئی ثالثی عدالت، جس کے فیصلے پر فریقین اعتماد کرسکیں، خود ہی تجویز فرما دیں، میں اس مُسلّمہ عدالت کے سامنے اپنی معروضات پیش کرڈوں گا، عدالت اس پر جو جرح کرے گی اس کا جواب دُوں گا، میرے دلائل سننے کے بعد اگر عدالت میرے حق میں فیصلہ کردے کہ میں نے مرزا صاحب کے کلئے کو توڑ دیا اور ان کے چیلنج کا ٹھیک ٹھیک جواب دے دیا ہے تو ۲۰ ہزار روپے آں عزیز کی اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ کو چھوڑتا ہوں۔ دُوسری دونوں باتوں کو پورا کرنے کا معاہدہ پورا کرادیجئے گا، اور اگر عدالت میرے خلاف فیصلہ صادر کرے تو آپ شوق سے اخبارات میں اعلان کرادیجئے گا کہ مرزا صاحب کا چیلنج بدستور قائم ہے اور آج تک کسی سے اس کا جواب نہ بن پڑا۔ اگر آپ اس تصفیہ کے لئے آگے بڑھیں تو اپنی جماعت پر بہت احسان کریں گے۔

ایک قادیانی کا خود کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے گمراہ کن استدلال

سوال:... بخدمت جناب مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی مدظلہٗ

السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ!

جنابِ عالی! گزارش ہے کہ جناب کی خدمت میں مکرّم و محترم جناب بلال انور صاحب نے ایک مراسلہ ختمِ نبوّت کے موضوع پر لکھ کر آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا، آپ نے اس مراسلے کے حاشیہ پر اپنے ریمارکس دے کر واپس کیا ہے، یہ مراسلہ اور آپ کے ریمارکس خاکسار نے مطالعہ کئے ہیں، چند ایک معروضات ارسالِ خدمت ہیں، آپ کی خدمت میں مؤدبانہ اور عاجزی سے درخواست ہے کہ خالی الذہن ہوکر خداتعالیٰ کا خوف دِل میں پیدا کرتے ہوئے ایک خداترس اور محقق انسان بن کر ضد و تعصب، بغض و کینہ دِل سے نکال کر ان معروضات پر غور فرماکر اپنے خیالات سے مطلع فرمائیں، یہ عاجز بہت ممنون و مشکور ہوگا۔

سوال نمبر:۱:... جناب بلال صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمان ہیں، کیونکہ قرآن مجید پر، جو خداتعالیٰ کا آخری کلام ہے، اس پر ایمان رکھتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّین مانتے ہیں، لا اِلٰہ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ پر کامل ایمان رکھتے ہیں، تمام آسمانی کتابیں، جن کی سچائی قرآن مجید سے ثابت ہے، ان سب پر ایمان رکھتے ہیں، صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج تمام ارکانِ اسلام پر ایمان رکھتے ہیں اور اسلام پر کاربند ہیں۔

آپ نے ریمارکس میں لکھا ہے کہ: ''منافقینِ اسلام بھی اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو منافق قرار دیا ہے، یہی حال قادیانیوں کا ہے۔''

مکرّم جناب مولانا صاحب! یہ آپ کی بہت بڑی زیادتی ہے، جسارت اور ناانصافی ہے اور ضد و تعصب اور بغض و کینہ کی ایک واضح مثال ہے۔ سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کو قرآن شریف میں منافق ہونے کا سرٹیفکیٹ دیا گیا ہے وہ کسی مولوی یا مفتی کا قول

نہیں ہے اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منافق ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا تھا، یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا تھا اور ان کو منافق کہنے والی اللہ تعالیٰ کی علیم وخبیر ہستی تھی جو کہ انسانوں کے دِلوں سے واقف ہے کہ جس کے علم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کیا آپ ثابت کرسکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یا آپ کے خلفاء نے اپنے زمانے میں کسی کے متعلق کفر یا منافق کا فتویٰ صادر کیا ہو، اگر آپ کے ذہن میں کوئی مثال ہو تو تحریر فرمائیں، یہ عاجز بے حد آپ کا ممنون و مشکور ہوگا۔

سوال نمبر:۲:... مکرّم مولانا! اگر آپ کے اس اُصول کو دُرست تسلیم کرلیا جائے کہ کسی انسان کا اپنے عقیدے کا اقرار تسلیم نہ کیا جائے تو مذہبی دُنیا سے اِیمان اُٹھ جائے گا۔ اس حالت میں ہر فرقہ دُوسرے فرقے پر کافر اور منافق ہونے کا فتویٰ صادر کردے گا اور کوئی شخص بھی دُنیا میں اپنے عقیدے اور اپنے ایمان کی طرف منسوب نہ ہوسکے گا، اور ہر ایک شخص کے بیان کو تسلیم نہ کرنے کی صورت میں وہ شخص اپنے بیان میں جھوٹا اور منافق قرار دیا جائے گا، اور یہ سلوک آپ کے مخالفین آپ کے ساتھ بھی روا رکھیں گے اور آپ کو بھی اپنے عقیدے اور ایمان میں مخلص قرار نہ دیں گے۔ کیا آپ اس اُصول کو تسلیم کریں گے؟

کیا خدا تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایسا کہنے کی اجازت دی ہے؟ دُنیا کا مُسلّمہ اخلاقی اُصول جو آج تک دُنیا میں رائج ہے اور مانا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص اپنا جو عقیدہ اور مذہب بیان کرتا ہے اس کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ آپ ایک مسلمان کو مسلمان اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، ایک ہندو کو ہندو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو ہندو کہتا ہے، اسی طرح ہر سکھ کہلانے والے، عیسائی کہلانے والے اور دیگر مذہب کی طرف منسوب ہونے والوں سے معاملہ کیا جاتا ہے، اور اس اخلاقی اُصول کو دُنیا میں تسلیم کیا گیا ہے اور ساری دُنیا اس پر کاربند ہے، پس جب تک احمدی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ:

(۱) ۱:... اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔

۲:... اس کے سب رسولوں کو مانتے ہیں۔

۳:... اللہ تعالیٰ کی سب کتابوں پر اِیمان رکھتے ہیں۔

۴:... اللہ تعالیٰ کے سب فرشتوں کو مانتے ہیں۔

۵:... اور بعث بعد الموت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

اور اسی طرح پانچ ارکانِ دِین پر عمل کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّین دِل وجان سے تسلیم کرتے ہیں اور اسلام کو آخری دِین مانتے ہیں اور قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی آخری اِلہامی کتاب تسلیم کرتے ہیں، اس وقت تک دُنیا کی کوئی عدالت، دُنیا کا کوئی قانون، دُنیا کی کوئی اسمبلی اور دُنیا کا کوئی حاکم اور کوئی مولوی، مُلّاں اور مفتی، جماعت کو اسلام کے دائرے سے نہیں نکال سکتی اور نہ ہی ان کو کافر یا منافق کہہ سکتے ہیں، اس لئے کہ ہمارے پیارے نبی دِل وجان سے پیارے آقا حضرت خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔

کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیلؑ نے حضور سے پوچھا: ''ایمان'' کیا ہے؟ حضور نے فرمایا:

(۲) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور بعث بعد الموت پر۔ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا: دُرست ہے۔

پھر حضرت جبرائیلؑ نے پوچھا: یارسول اللہ! اسلام کیا ہے؟ آنحضرت نے فرمایا:

''شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، قائم کرنا نماز کا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور اگر اِستطاعت ہو تو ایک بار حج کرنا۔'' حضرت جبرائیلؑ بولے دُرست ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ: یہ جبرائیلؑ تھے جو انسان کی شکل میں ہوکر تمہیں تمہارا دِین سکھلانے آئے تھے۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب الایمان)۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:

۱:... یہ ماننا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

۲:... نماز قائم کرنا۔

۳:... رمضان کے روزے رکھنا۔

۴:... زکوٰۃ ادا کرنا۔

۵:... زندگی میں ایک بار حج کرنا۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان)۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص ہماری طرح کی نماز پڑھتا ہے، ہمارے قبلے کی طرف منہ کرتا ہے اور ہمارے ذبیحے کو کھاتا ہے وہ مسلمان ہے، اور اللہ اور اس کے رسول کی حفاظت اس کو حاصل ہے۔ پس اے مسلمانو! اس کو کسی قسم کی تکلیف دے کر خدا تعالیٰ کو اس کے عہد میں جھوٹا نہ بناؤ۔ (بخاری جلد اول باب فضل استقبال القبلۃ)۔

(۵) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا:

''ایمان کی تین جڑیں ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص لا اِلٰہ اِلَّا اللہ کہہ دے تو اس کے ساتھ کسی قسم کی لڑائی نہ کر اور اس کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ بنا اور اسلام سے خارج مت قرار دے۔

پس مسلمان کی یہ وہ تعریف ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور جس کی تصدیق حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کی۔

اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعتِ احمدیہ اسلام کے دائرے میں داخل ہے اور مسلمان اور مؤمن ہے۔ اب انصاف آپ کریں کہ آپ کا بیان کہاں تک دُرست اور حق پر مبنی ہے۔

دوبارہ جماعت احمدیہ کے عقیدہ پر غور کرلیجئے۔

جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے، وہ ہمارا عقیدہ ہے، ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی

معبود نہیں اور سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔

ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائکہ حق اور حشر حق اور روزِ حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص شریعت اسلام میں سے ایک ذرّہ کم کرے یا زیادہ کرے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہیں۔ غرض وہ تمام اُمور جن پر سلف صالحین کا اعتقادی اور عملی طور پر اِجماع تھا اور وہ اُمور جو اہلِ سنت کی اِجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں، ان سب کا ماننا فرض جانتے ہیں۔

اور ہم آسمان اور زمین کو گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر اِفترا کرتا ہے اور قیامت کے دن ہمارا اس پر دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دِل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔

ان حالات میں اب کس طرح ہم کو منکرِ اسلام کہہ سکتے ہیں، اگر تحکم سے ایسا کریں گے تو آپ ضدی اور متعصب تو کہلاسکیں گے مگر ایک خداترس اور متقی انسان کہلانے کے مستحق نہیں ہوسکتے۔ اُمید ہے کہ آپ انصاف کی نظر سے اس مکتوب کا مطالعہ فرماکر اس کے جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔ محمد شریف

الجواب

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مکرم و محترم ہدانا اللہ وایاکم الیٰ صراط مستقیم!

جناب کا طویل گرامی نامہ، طویل سفر سے واپسی پر خطوط کے انبار میں ملا۔ میں عدیم الفرصتی کی بنا پر خطوط کا جواب ان کے حاشیہ میں لکھ دیا کرتا ہوں، جناب کی تحریر کا لب لباب یہ ہے کہ جب آپ دِین کی ساری باتوں کو مانتے ہیں تو آپ کو خارج اَز اِسلام کیوں کہا جاتا ہے؟

میرے محترم! یہ تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ آپ کے اور مسلمانوں کے درمیان بہت سی باتوں میں اختلاف ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کو نبی مانتے ہیں اور مسلمان اس کے منکر ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ مرزا صاحب اگر واقعتاً نبی ہیں تو ان کا انکار کرنے والے کافر ہوئے، اور اگر نبی نہیں تو ان کو ماننے والے کافر۔ اس لئے آپ کا یہ اصرار تو صحیح نہیں کہ آپ کے عقائد ٹھیک وہی ہیں جو مسلمانوں کے ہیں، جبکہ دونوں کے درمیان کفر و اسلام کا فرق موجود ہے، آپ ہمارے عقائد کو غلط سمجھتے ہیں اس لئے ہمیں کافر قرار دیتے ہیں، جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب، حکیم نور دین صاحب، مرزا محمود صاحب اور مرزا بشیر احمد صاحب، نیز دیگر قادیانی اکابر کی تحریروں سے واضح ہے اور اس پر بہت سی کتابیں اور مقالے لکھے جاچکے ہیں۔

اس کے برعکس ہم لوگ آپ کی جماعت کے عقائد کو غلط اور موجبِ کفر سمجھتے ہیں، اس لئے آپ کی یہ بحث تو بالکل ہی بے جا ہے کہ مسلمان، آپ کی جماعت کو دائرۂ اسلام سے خارج کیوں کہتے ہیں؟ البتہ یہ نکتہ ضرور قابلِ لحاظ ہے کہ آدمی کن باتوں سے کافر

ہوجاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تمام باتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول چلی آتی ہیں اور جن کو گزشتہ صدیوں کے اکابر مجدّدین بلا اختلاف ونزاع، ہمیشہ مانتے چلے آئے ہیں (ان کو "ضروریاتِ دِین" کہا جاتا ہے) ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے اور منکر کافر ہے۔[1] کیونکہ "ضروریاتِ دِین" میں سے کسی ایک کا انکار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور پورے دِین کے انکار کو مستلزم ہے، جیسا کہ قرآن مجید کی ایک آیت کا انکار پورے قرآن مجید کا انکار ہے۔ اور یہ اُصول کسی آج کے مُلَّا، مولوی کا نہیں بلکہ خدا اور رسول کا ارشاد فرمودہ ہے اور بزرگانِ سلف ہمیشہ اس کو لکھتے آئے ہیں۔[2] چونکہ مرزا صاحب کے عقائد میں بہت سی "ضروریاتِ دِین" کا انکار پایا جاتا ہے، اس لئے خدا اور رسول کے حکم کے تحت مسلمان ان کو کافر سمجھنے پر مجبور ہیں۔[3] پس اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ آپ کا حشر اسلامی برادری میں ہو تو مرزا صاحب اور ان کی جماعت نے جو نئے عقائد ایجاد کئے ہیں، ان سے توبہ کرلیجئے، ورنہ: "لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ" والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ!

ایک قادیانی کے جواب میں

سوال:... مساجد میں خدا اور اس کے ذِکر سے اور رسولِ خدا کے ذِکر سے احمدیوں کو روکنا، اور ہم سے یہ کہنا کہ آپ مساجد کی شکل مندر کی طرح بنائیں اور مسجد میں خدا اور اس کے رسول کا نام نہ لیں، کیا یہ سب کچھ آپ کے نزدیک اِسلامی طریقہ ہے؟

جواب:... "سَنُعَذِّبُھُمْ مَرَّتَیْنِ" کے تحت متعدد اَحادیث "رُوح المعانی" میں مذکور ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو مسجد سے نکالا، اس لئے یہ عمل تو عین سنتِ نبوی ہے۔[4]

کافر گر مُلَّا کا مصداق: غلام احمد قادیانی! غلط فہمی کے شکار ایک قادیانی کی خدمت میں

سوال:... مکرمی مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی، سلامِ مسنون!

گزشتہ جمعہ کے اخبار جنگ میں ایک سوال کے جواب میں آپ کے قلم سے اس حقیقت کا اظہار پڑھ کر انتہائی خوشگوار تعجب ہوا کہ آپ کے نزدیک ابھی تک مسلمان ہونے کے لئے کلمۂ شہادت پڑھنا کافی ہے، گو یہ اظہار یقیناً میرے پیارے آقا و مولیٰ سیّدنا حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ہے، اور آپ کا اس کو دُہرانا معمول کے مطابق ایک بات ہے،

---

(۱) ولَا نزاع فی اکفار منکر شیء من ضروریات الدِّین۔ (کلیات ابوالبقاء ص:۵۵۴، اکفار الملحدین ص:۱۲۱)۔

(۲) الإیمان وهو تصدیق محمد صلی الله علیه وسلم فی جمیع ما جاء به عن الله تعالٰی مما علم مجیئه ضرورة۔ (فتاویٰ شامی ج:۴ ص:۲۲۱)، وأیضًا: وصح الإجماع علٰی کل من جحد شیئًا صح عندنا بالإجماع ان رسول الله صلی الله علیه وسلم أتٰی به فقد کفر أو جحد شیئًا صح عنده بأن النبی صلی الله علیه وسلم قاله فهو کافر۔ (کتاب الفصل فی الملل والأهواء والنحل، کتاب الإیمان ج:۳ ص:۲۵۵ طبع بغداد)۔

(۳) فمتنبیٔ البنجاب القادیانی کافر مرتد عن الإسلام، وکذا من لم یقل بکفره، وارتداده، وظنه ولیًا، أو مجددًا، أو مصلحًا، فانه کذّاب، دَجّال قد افترٰی علی الله ورسوله کذبًا۔ (اعلاء السنن ج:۱۲ ص:۶۳۷)۔

(۴) عن ابن عباس قال: قام رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الجمعة خطیبًا فقال: قم یا فلان! فاخرج فإنک منافق، فأخرجهم بأسمائهم۔ (روح المعانی ج:۱۱ ص:۱۱ طبع دار الفکر، بیروت، تحت قوله تعالٰی: سنعذبهم مرتین)۔

لیکن پھر بھی اس میں میرے تعجب کا سبب موجودہ حالات ہیں، جن میں جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ فرمودۂ رسول، مُلاَّ کے رویے کا فرگری کا شکار ہوکر اب عملاً متروک ہوچکا ہے، اور کم از کم پاکستان کی حدود میں نافذ العمل نہیں رہا، وطنِ عزیز میں مُلاَّ نے اپنی دُکان کو چلائے رکھنے کے لئے حسبِ ضرورت اس سادہ تعلیم میں پیوندکاری کر کے مسلمانوں کو کافر قرار دینا اپنا مشغلہ بنا رکھا ہے، جس کی حالیہ مثال مُلاَّ اور مجاہدِ ختمِ نبوّت کے روٹی اور کرسی کی بقا کے لئے کئے جانے والے ناپاک گٹھ جوڑ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مسلمان کی وہ تعریف ہے جس نے اللہ اور رسول صلعم کے فرمودات پر مشتمل آپ کی تحریر کردہ اسلامی تعلیم کی جگہ لے لی ہے۔

اس رائج تعریف کی دینی حیثیت کیا ہے؟ اور اس کے مرتبین اور منظور کرنے والوں کا دین میں خود کیا مقام ہے؟ یا اس کے دنیوی اغراض و مقاصد کیا تھے؟ ان سوالات سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ ان کے جواب کسی سیاسی کالم میں مناسب معلوم ہوں گے، کیونکہ یہ سب کچھ ایک سیاسی ڈرامہ ہی تو تھا، میرا سوال تو آپ سے یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے جس طریقۂ کار کا آپ نے ذکر فرمایا ہے، اگر وہ خدا اور رسول صلعم کا فرمودہ اور اسلامی تعلیم ہے، تو پھر بار بار کلمۂ شہادت پڑھنے اور اس پر ایمان رکھنے کے باوجود جماعتِ احمدیہ سے تعلق رکھنے والے لاکھوں مسلمانوں پر دستوری طور پر ''ناٹ مسلم'' کا ٹھپہ کیوں غیر اسلام نہیں؟ اور کیا کوئی آئین، دستور، قانون اور سازش اس اسلامی تعلیم پر بھی بھاری ہے؟

اُمید ہے جواب سے محروم نہ رکھیں گے۔ والسلام! خاکسار جمیل احمد بٹ، کراچی

جواب:... مکرم و محترم، زید لطفہٗ آداب و دعوات!

نامۂ کرم ملا، جس ''کافرگر مُلاَّ'' کا آپ نے تذکرہ فرمایا، وہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہے، جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والوں کو کافر اور جہنمی قرار دیا، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے اپنی پیروی کو مدارِ نجات ٹھہرایا، اللہ تعالیٰ ایسے ''کافرگر مُلاَّؤں'' کے دامِ فریب سے ہر عقلمند کو محفوظ رکھے، آمین!

بلاشبہ جس ''کافرگر مُلاَّ'' کا آپ نے ذکر کیا ہے اس کی حرکت واقعی لائقِ احتجاج ہے، اس نے کسی خاص فرد یا گروہ کو نہیں، بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اُمت کو کافر و مشرک اور جہنمی قرار دے کر اپنے ''ذوقِ کافرگری'' کو تسکین دی ہے، اس کے کیمپ سے یہ آواز لگائی گئی:

الف:... ''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے، مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے، مگر محمد کو نہیں مانتا ہے، یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیحِ موعود کو نہیں مانتا، وہ نہ صرف کافر، بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔''

(کلمۃ الفصل ص:۱۱۰)

ب:... ''کل مسلمان جو حضرت مسیحِ موعود کو نہیں مانتے، خواہ انہوں نے حضرت مسیحِ موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔'' (آئینۂ صداقت ص:۳۵)

کیا آپ اس ''کافرگر مُلاَّ'' کے خلاف احتجاج کریں گے؟ جناب کو شاید علم ہوگا کہ اس ''مُلاَّ'' کا نام غلام احمد قادیانی تھا، جو مراق کا مریض ہونے کے علاوہ عام لوگوں پر ہی نہیں، بلکہ خدا اور رسول پر بھی پیٹ بھر کر جھوٹ بولنے کا عادی تھا، خدا تعالیٰ ہر عقلمند کو اس

"کافر گر مُلّا" کی فتنہ پردازی سے محفوظ رکھے، فقط والدعا!

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

قادیانیوں سے روابط

سوال:... قادیانیوں خصوصاً پڑوسیوں اور عزیزوں کے ساتھ مسلمانوں کی شریعت کس حد تک روابط کی اجازت دیتی ہے؟ ذرا تفصیل سے جواب دیں۔

جواب:... مرتدوں سے تعلقات رکھنا جائز نہیں، وہ اللہ و رسول کے باغی ہیں، اور باغیوں سے روابط رکھنے والا بھی باغیوں کی صف میں شمار کیا جاتا ہے۔ [1]

قادیانیوں کو مسلمان سمجھنا

سوال:... ایسے مسلمان جو قادیانیوں کو ان کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر مسلمان سمجھتے ہیں، ایسے مسلمانوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:... قادیانیوں کے بارے میں دُنیا بھر کے علمائے اُمت فیصلہ دے چکے ہیں کہ یہ مرتد ہیں، پاکستان کی عدالتوں نے فیصلہ دیا ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص ان سے دھوکا کھاتا ہے اور ان کے کفر کو اِسلام سمجھتا ہے تو وہ معذور نہیں۔ [2]

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنگن پہننے والی پیش گوئی غلط ثابت ہوئی؟

سوال:... یہاں قادیانی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نبی (علیہ السلام) نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں، لیکن وہ کنگن حضور (علیہ السلام) نہ پہن سکے، اس کا مطلب ہے کہ ان کی پیش گوئی جھوٹی نکلی (نعوذ باللہ)۔ یہ حدیث کیا ہے؟ کس کتاب کی ہے؟ وضاحت سے لکھیں۔

جواب:... دو کنگنوں کی حدیث دُوسری کتابوں کے علاوہ صحیح بخاری (کتاب المغازی) باب قصہ الاسود العنسی صفحہ:۶۲۸، اور کتاب التعبیر باب النفخ فی المنام ص:۱۰۴۲ میں بھی ہے، حدیث کا متن یہ ہے:

---

(۱) "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ ...... وفی هٰذه الآیة دلالة علٰی ان الکافر لَا یکون ولیًّا للمسلم لَا فی التصرف ولَا فی النصرة، ویدل علٰی وجوب البراءة من الکفار والعداوة لهم، لأن الولَایة ضد العداوة، فاذا أُمرنا بمعاداة الیهود والنصارٰی لکفرهم فغیرهم من الکفار بمنزلتهم ...الخ۔ (أحکام القرآن للجصاص، سورة المائدة، مطلب الکافر لَا یکون ولیًّا لمسلم ج:۲ ص:۴۴۴)۔ وأیضًا: "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَکُمْ مِّنَ الْحَقِّ .... الخ۔" (الممتحنة: ۱)۔

(۲) لأنه اذا رأی منکرًا معلومًا من الدِّین بالضرورة فلم ینکره ولم یکرهه ورضی به واستحسنه کان کافرًا۔ (مرقاة ج:۵ ص:۳، طبع أصح المطابع، بمبئی)۔

''میں سورہا تھا تو میں نے دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے اور میرے ہاتھوں پر دو کنگن سونے کے رکھے گئے، میں ان سے گھبرایا اور ان کو ناگوار سمجھا، مجھے حکم ہوا کہ ان پر پھونک دو، میں نے پھونکا تو دونوں اُڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر ان دو جھوٹوں سے کی جو دعویٰ نبوّت کریں گے، ایک اَسوَد عنسی اور دُوسرا مسیلمہ کذّاب۔''(۱)

اس خواب کی جو تعبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی وہ سو فیصد سچی نکلی، اس کو ''جھوٹی پیش گوئی'' کہنا قادیانی کافروں ہی کا کام ہے۔

قادیانیوں کو مسلمان سمجھنے والے کا شرعی حکم

سوال:... کوئی شخص قادیانی گھرانے میں رشتہ یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر مسلمان ہیں، اسلام میں ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:... جو شخص قادیانیوں کے عقائد سے واقف ہو، اس کے باوجود ان کو مسلمان سمجھے، تو ایسا شخص خود مرتد ہے کہ کفر کو اِسلام سمجھتا ہے۔(۲)

کسی کے ساتھ کھانا کھانے کے بعد معلوم ہو کہ وہ قادیانی تھا تو کیا کیا جائے؟

سوال:... کسی فرد کے ساتھ کھانا کھالینا، بعد میں اس فرد کا یہ معلوم ہونا کہ وہ قادیانی تھا، پھر کیا حکم ہے؟

جواب:... آئندہ اس سے تعلق نہ رکھا جائے۔(۳)

علمائے حق کی کتب میں تحریف کرکے قادیانیوں کی دھوکا دہی

سوال:... مکرّمی ومحترمی مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

ملتان سے آپ کا ایڈریس منگوایا، اس سے قبل بھی میں نے آپ کو خط لکھے تھے شاید آپ کو یاد ہو، مگر اب آپ کا ایڈریس بھول جانے کی وجہ سے ملتان سے منگوانا پڑا۔ عرض ہے کہ میں ایف ایس سی (میڈیکل) کرلینے کے بعد آج کل فارغ ہوں،

---

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بينا أنا نائم اذ اوتيت خزائن الأرض فوضع في يديّ سواران من ذهب فكبرا عليّ واهمّاني فاوحي اليَّ ان انفخهما، فنفختهما، فاوّلتهما الكذّابين اللذين انا بينهما صاحب صنعاء وصاحب اليمامة. (بخاری ج:۲ ص:۱۰۴۲، طبع نور محمد کراچی).

(۲) والرضا بالكفر كفر. (قاضی خان علی الهندیه ج:۳ ص:۵۷۳). أيضًا قال الموفق في المغني: ومن ادعى النبوة أو صدق من ادعاها فقد ارتد لأن مسيلمة لما ادعى النبوة فصدقه قومه صاروا بذٰلك مرتدين. (اعلاء السنن ج:۱۲ ص:۲۳۶). وأيضًا: فمتنبئ البنجاب القادياني كافر مرتد عن الإسلام، وكذا من لم يقل بكفره وارتداده، وظنه وليًّا، أو مجددًا، أو مصلحًا، فانه كذّاب دجال قد افترىٰ على الله ورسوله كذبًا. (اعلاء السنن ج:۱۲ ص:۶۳۷ طبع ادارة القرآن).

(۳) ''فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ'' (الأنعام:۶۸).

میڈیکل کالج میں ایڈمیشن میں ابھی کافی دیر ہے، اس لئے جی بھر کر مطالعہ کر رہا ہوں، مجھے شروع ہی سے مذہب سے لگاؤ ہے، ایک دوست (جو کہ احمدی ہے) نے مجھے اپنے لٹریچر سے چند رسائل دیئے، میں نے پڑھے۔ مولانا مودودی مرحوم کے رسائل ''ختمِ نبوّت'' اور ''قادیانی مسئلہ'' بھی پڑھے اور احمدیوں کی طرف سے ان کے جوابات بھی۔ مولانا کے دلائل وشواہد کمزور دیکھ کر بڑی پریشانی ہوئی۔ آپ کا پمفلٹ ''شناخت'' بھی پڑھا مگر اس کا جواب نہیں ملا۔ البتہ آج کل قاضی محمد نذیر صاحب کی کتاب ''تفسیر خاتم النبیّین'' پڑھ رہا ہوں جو آپ کی شائع کردہ آیت خاتم النبیّین کی تفسیر کا جواب ہے۔ جس میں آپ نے مولانا محمد انور شاہ صاحب کے فارسی مضمون کا ترجمہ وتشریح کی ہے۔ اصل کتاب نہیں پڑھ سکا، اس لئے جواب کے اِستحکام کو محسوس کرنا قدرتی اَمر ہے۔ بہرحال احمدی لٹریچر پڑھ کر میں یہ سمجھ سکا ہوں کہ ہمارے علماء کوئی ایسی بات پیش نہیں کرتے جس سے احمدی لاجواب ہوجائیں، وہ ہر ایک بات کا مدلل جواب دیتے ہیں، وہ مشائخ کی عبارت دے کر ثابت کرتے ہیں کہ ان کا نظریہ وہی ہے جو ان مشائخِ عظام کا تھا۔ اس بات سے بڑی اُلجھن ہوتی ہے، کیا ہم ان شواہد کو جھٹلا سکتے ہیں، آخر ایسی باتیں لکھنے کا کیا فائدہ، جن کا مدلل جواب دیا جاسکتا ہے۔ آخر ایسی باتیں کیوں نہیں لکھی جاتیں جن سے دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی ہوجائے۔ پھر کسی کو دُودھ میں پانی ڈالنے کی جسارت نہ ہو۔ اگر ہم سچے ہیں تو ہماری سچائی مشکوک کیوں ہوجاتی ہے؟ جواب کا انتظار رہے گا۔

احقر عبدالقدوس ہاشمی

جواب:... اس ناکارہ نے قادیانیوں کی کتابیں بھی پڑھی ہیں اور قادیانیوں سے زبانی اور تحریری گفتگو کا موقع بھی بہت آتا رہا ہے، قادیانی غلط بیانی اور خلطِ مبحث کرکے ناواقفوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ ہمارے اور ان کے بنیادی مسائل دو ہیں: ایک ختمِ نبوّت۔ دُوسرا نزولِ عیسیٰ علیہ السلام۔ یہ دونوں مسئلے ایسے قطعی ہیں کہ بزرگانِ سلف میں ان میں کبھی اختلاف نہیں ہوا، بلکہ ان کے منکر کو قطعی کافر اور خارج اَز اسلام قرار دیا گیا ہے۔ قادیانی صاحبان اپنا کام چلانے کے لئے اکابر کے کلام میں سے ایک آدھ جملہ جو کسی اور سیاق میں ہوتا ہے، نقل کرلیتے ہیں، کبھی کسی نے غلطی سے کسی بزرگ کا قول غلط نقل کردیا اسی کو اُڑا لیتے ہیں، ان کے ناواقف قاری یہ سمجھ کر کہ جن بزرگوں کا حوالہ دیا گیا ہے وہ بھی قادیانیوں کے ہم عقیدہ ہوں گے، دھوکے میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ یہاں اس کی صرف ایک مثال پر اِکتفا کرتا ہوں، آپ نے بھی پڑھا ہوگا کہ قادیانی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتاب ''تحذیر الناس'' کا حوالہ دیا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی آسکتا ہے اور یہ کہ یہ امر خاتم النبیّین کے منافی نہیں، حالانکہ حضرتؒ کی تحریر اسی کتاب میں موجود ہے کہ جو شخص خاتمیتِ زمانی کا قائل نہ ہو، وہ کافر ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

''سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو خاتمیتِ زمانی ظاہر ہے، ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالتِ التزامی ضرور ثابت ہے، ادھر تصریحات نبوی مثل:

''أنت منی بمنزلة هارون من موسیٰ إلّا انه لَا نبی بعدی۔'' أو كما قال۔

جو بظاہر بطرز مذکورہ اسی لفظ خاتم النبیّین سے ماخوذ ہے، اس باب میں کافی، کیونکہ یہ مضمون درجۂ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس پر اِجماع بھی منعقد ہوگیا۔ گو اَلفاظِ مذکور بہ سندِ تواتر منقول نہ ہوں، سو یہ عدمِ تواترِ الفاظ، باوجود تواترِ معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اَعدادِ رکعاتِ فرائض و وتر وغیرہ۔ باوجودیکہ الفاظِ حدیث مشعر

تعداد رکعات متواتر نہیں، جیسا اس کا منکر کافر ہے، ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔''

(تحذیر الناس طبع جدید ص:۱۸، طبع قدیم ص:۱۰)

اس عبارت میں صراحت فرمائی گئی ہے کہ:

الف:...خاتمیتِ زمانی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا، آیت خاتم النبیّین سے ثابت ہے۔

ب:...اس پر تصریحاتِ نبوی متواتر موجود ہیں اور یہ تواتر رکعاتِ نماز کے تواتر کی مثل ہے۔

ج:...اس پر اُمت کا اِجماع ہے۔

د:...اس کا منکر اسی طرح کافر ہے، جس طرح ظہر کی چار رکعت فرض کا منکر۔

اور پھر اسی تحذیر الناس میں ہے:

''ہاں اگر بطورِ اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور مرتبی سے عام لے لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ پر ایک مراد ہو تو شایانِ شانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم خاتمیتِ مرتبی ہے نہ زمانی، اور مجھ سے پوچھئے تو میرے خیالِ ناقص میں تو وہ بات ہے کہ سامع منصف اِن شاء اللہ انکار ہی نہ کرسکے۔ سو وہ یہ ہے کہ.....''

(طبع قدیم ص:۹، طبع جدید ص:۱۵)

اس کے بعد یہ تحقیق فرمائی ہے کہ لفظِ خاتم النبیّین سے خاتمیتِ مرتبی بھی ثابت ہے اور خاتمیتِ زمانی بھی۔ اور ''مناظرۂ عجیبہ'' میں جو اسی تحذیر الناس کا تتمہ ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں:

''مولانا! حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی تو سب کے نزدیک مُسلّم ہے اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مُسلّم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوّل المخلوقات ہیں.....'' (ص:۹ طبع جدید)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''البتہ وجوہِ معروضہ مکتوب تحذیر الناس تولدِ جسمانی کی تأخیرِ زمانی کے خواستگار ہیں، اس لئے کہ ظہور تأخرِ زمانی کے سوا تأخرِ تولدِ جسمانی اور کوئی صورت نہیں۔'' (ص:۱۰)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''اور اگر مخالف جمہور اس کا نام ہے کہ مُسلّماتِ جمہور باطل اور غلط اور غیر صحیح اور خلاف سمجھی جائیں، تو آپ ہی فرمائیں کہ تأخرِ زمانی اور خاتمیتِ عصرِ نبوّت کو میں نے کب باطل کیا؟ اور کہاں باطل کیا؟

مولانا! میں نے خاتم کے وہی معنی رکھے جو اہلِ لغت سے منقول ہیں اور اہلِ زبان میں مشہور، کیونکہ تقدّم و تأخر مثل حیوان، انواعِ مختلفہ پر بطور حقیقت بولا جاتا ہے، ہاں تقدّم و تأخر فقط تقدّم و تأخرِ زمانی ہی میں منحصر ہوتا تو پھر درصورت ارادۂ خاتمیتِ ذاتی و مرتبی البتہ تحریفِ معنوی ہوجاتے۔ پھر اس کو آپ تفسیر بالرائے کہتے تو بجا تھا۔'' (ص:۵۲)

"مولانا! خاتمیتِ زمانی کی میں نے تو توجیہ کی ہے تغلیط نہیں کی، مگر ہاں! آپ گوشہ عنایت و توجہ سے دیکھتے ہی نہیں تو میں کیا کروں۔ اخبار بالعلۃ مکذب اخبار بالمعلول نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مصداق اور مؤید ہوتا ہے، اوروں نے فقط خاتمیتِ زمانی اگر بیان کی تھی تو میں نے اس کی علت یعنی خاتمیتِ مرتبی کو ذکر اور شروع تحذیر ہی میں ابتدائے مرتبی کا بہ نسبت خاتمیتِ زمانی ذکر کردیا۔" (ص:۵۳)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

"مولانا! معنی مقبول خدام والا مقام.......

مختار احقر سے باطل نہیں ہوتے، ثابت ہوتے ہیں۔ اس صورت میں بمقابلہ "**قضایا قیاساتھا معھا**" اگر من جملہ "**قیاسات قضایاھا معھا**" معنی مختار احقر کو کہئے تو بجا ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر لیجئے، صفحہ نہم کی سطر دہم سے لے کر صفحہ یازدہم کی سطر ہفتم تک وہ تقریر لکھی ہے جس سے خاتمیتِ زمانی اور خاتمیتِ مکانی اور خاتمیتِ مرتبی تینوں بدلالتِ مطابقی ثابت ہوجائیں، اور اسی تقریر کو اپنا مختار قرار دیا ہے، چنانچہ شروع تقریر سے واضح ہے۔

سو پہلی صورت میں تو تأخرِ زمانی بدلالتِ التزامی ثابت ہوتا ہے اور دلالتِ التزامی اگر در بارۂ توجہ الی المطلوب، مطابقی سے کمتر ہو مگر دلالتِ ثبوت اور دِل نشینی میں مدلولِ التزامی مدلولِ مطابقی سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کسی چیز کی خبر تحقق اس کے برابر نہیں ہوسکتی کہ اس کی وجہ اور علت بھی بیان کی جائے......."

"حاصل مطلب یہ کہ خاتمیتِ زمانی سے مجھ کو اِنکار نہیں، بلکہ یوں کہئے کہ منکروں کے لئے گنجائشِ انکار نہ چھوڑی، افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جمادیئے......." (ص:۷۱)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"اپنا دِین و ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں، جو اس میں تأمل کرے، اس کو کافر سمجھتا ہوں۔" (ص:۱۴۴)

حضرت نانوتویؒ کی یہ تمام تصریحات اسی "تحذیر الناس" اور اس کے تتمہ میں موجود ہیں، لیکن قادیانیوں کی عقل و انصاف اور دیانت و امانت کی داد دیجئے کہ وہ حضرت نانوتویؒ کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی آسکتے ہیں۔ جبکہ حضرت نانوتویؒ اس احتمال کو بھی کفر قرار دیتے ہیں اور جو شخص ختمِ نبوّت میں ذرا بھی تأمل کرے، اسے کافر سمجھتے ہیں۔

اس ناکارہ نے جب مرزا صاحب کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا تو شروع شروع میں خیال تھا کہ ان کے عقائد خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں مگر کسی کا حوالہ دیں گے تو وہ تو صحیح ہی دیں گے، لیکن یہ حسنِ ظن زیادہ دیر قائم نہیں رہا، حوالوں میں غلط بیانی اور کتربیونت سے کام لینا مرزا صاحب کی خاص عادت تھی، اور یہی وراثت ان کی اُمت کو پہنچی ہے۔ اس عریضے میں، میں نے صرف حضرت نانوتویؒ

کے بارے میں ان کی غلط بیانی ذکر کی ہے، ورنہ وہ جتنے اکابر کے حوالے دیتے ہیں سب میں ان کا یہی حال ہے، اور ہونا بھی چاہئے، جھوٹی نبوّت جھوٹ ہی کے سہارے چل سکتی ہے...! حق تعالیٰ شانہٗ عقل وایمان سے کسی کو محروم نہ فرمائیں۔

ایک قادیانی کے پُرفریب سوالات کے جوابات

ہمارے ایک دوست سے کسی قادیانی نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے رسالہ ''مسیحِ موعود کی پہچان'' پر کچھ سوالات کئے اور راقم الحروف سے ان کے جوابات کا مطالبہ کیا، ذیل میں یہ سوال وجواب قارئین کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں۔

تمہید:

رسالہ ''مسیحِ موعود کی پہچان'' میں قرآنِ کریم اور ارشاداتِ نبویہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کی علامات جمع کردی گئی ہیں، جو اہلِ ایمان کے لئے تو اِضافۂ ایمان میں مدد دیتی ہیں، لیکن افسوس ہے کہ سوال کنندہ کے لئے ان کا اثر اُلٹا ہوا، قرآنِ کریم نے صحیح فرمایا! ''ان کے دِلوں میں روگ ہے، پس بڑھادیا ان کو اللہ نے روگ میں۔''(۱)

بقول سعدیؒ:

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

سائل نے ارشاداتِ نبوّت پر اسی انداز میں اعتراض کئے ہیں جو ان کے پیشرو پنڈت دیانند سرسوتی نے ''ستیارتھ پرکاش'' میں اختیار کیا تھا، اس لئے کہ ارشاداتِ نبویہ نے مسیح علیہ السلام کی صفات وعلامات اور ان کے کارناموں کا ایسا آئینہ پیش کردیا ہے جس میں قادیانی مسیحیت کا چہرہ بھیانک نظر آتا ہے، اس لئے انہوں نے روایتی حبشی کی طرح اس آئینے کو قصوروار سمجھ کر اسی کو زمین پر پٹخ دینا ضروری سمجھا تاکہ اس میں اپنا سیاہ چہرہ نظر نہ آئے، لیکن کاش! وہ جانتے کہ:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا!

رسالہ ''مسیحِ موعود کی پہچان'' پر سائل نے جتنے اعتراضات کئے ہیں ان کا مختصر سا اُصولی جواب تو یہ ہے کہ مصنفؒ نے ہر بات میں احادیثِ صحیحہ کا حوالہ دیا ہے، اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا، اس لئے سائل کے اعتراضات مصنفؒ پر نہیں بلکہ خاکش بدہن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیں۔ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت ورسالت کے منکر ہیں، یا مسٹر پرویز کے ہم مسلک ہیں تو بصد شوق پنڈت دیانند کی طرح اعتراضات فرمائیں، اور اگر انہیں ایمان کا دعویٰ ہے تو ہم ان سے گزارش کریں گے کہ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیجئے، مگر جو لوگ ارشاداتِ نبویہ کو سرمہ چشم بصیرت سمجھتے ہیں، ان کا ایمان برباد نہ کیجئے! اس کے بعد اب تفصیل سے ایک ایک سوال کا جواب گوش گزار کرتا ہوں، ذرا توجہ سے سنئے...!

---

(۱) "فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا" (البقرۃ:۱۰)۔

سوال:... ''اُمتِ محمدیہ کے آخری دور میں ....دجالِ اکبر کا خروج مقدّر و مقرّر تھا۔'' (ص:۵ سطر: پہلی و دُوسری) اگر یہ دجالِ اکبر تھا تو لازماً کوئی ایک یا بہت سارے دجالِ اصغر بھی ہوں گے۔ ان کے بارے میں ذرا وضاحت فرمائی جائے، کب اور کہاں ظاہر ہوں گے، شناخت کیا ہوگی اور ان کے ذمہ کیا کام ہوں گے اور ان کی شناخت کے بغیر کسی دُوسرے کو یک دَم ''دجالِ اکبر'' کیسے تسلیم کرلیا جائے گا؟

جواب:...جی ہاں! ''دجالِ اکبر'' سے پہلے چھوٹے چھوٹے دجال کئی ہوئے اور ہوں گے۔ مسیلمہ کذّاب سے لے کر غلام احمد قادیانی تک جن لوگوں نے دجل و فریب سے نبوّت یا خدائی کے جھوٹے دعوے کئے، ان سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''**دجالون کذّابون**'' فرمایا ہے،[1] ان کی علامت یہی دجل و فریب، غلط تأویلیں کرنا، چودہ سو سال کے قطعی عقائد کا انکار کرنا، ارشاداتِ نبویہ کا مذاق اُڑانا، سلف صالحین کی تحقیر کرنا اور غلام احمد قادیانی کی طرح صاف اور سفید جھوٹ بولنا، مثلاً:

*:... انا انزلناه قريبًا من القاديان۔[2]

*:...قرآن میں قادیان کا ذکر ہے۔

*:...مسیحِ موعود چودھویں صدی کے سر پر آئے گا، اور پنجاب میں آئے گا،[3] وغیرہ وغیرہ۔

سوال:...اس رسالے کے مطالعے سے ابتدا ہی میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بن باپ کی پیدائش سے لے کر واقعہ صلیب کے انجام تک جس قدر بھی علامات یا دُوسری متعلقہ ظاہری نشانیاں اور باتیں بیان کی گئی ہیں وہ اس وجود کے متعلق ہیں جسے مسیح علیہ السلام، عیسیٰ بن مریم اور مسیح ناصری کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے، اور اب بھی جبکہ رسالہ مذکورہ کے مصنف کے خیال کے مطابق مسیحِ موعود یا مہدیٔ موعود وغیرہ کا نزول نہیں ہوا (بلکہ انتظار ہی ہے) تب بھی پوری دُنیا اس مسیح کے نام اور کام اور واقعات سے بخوبی واقف ہے۔ یہ نشانیاں تو اس قوم نے آج کے لوگوں سے زیادہ دیکھی تھیں، (محض سنی اور پڑھی ہی نہیں تھیں) جن کی طرف وہ نازل ہوا تھا، تب بھی اس قوم نے جو سلوک اس کے ساتھ کیا، کیا وہ دُنیا سے چھپا ہوا ہے، اس وقت بھی اس قوم نے اسے اللہ تعالیٰ کا نبی ماننے سے انکار کردیا تھا، اب اگر وہ (یا کوئی) آکر کہنے لگے کہ میں وہی ہوں جو بن باپ پیدا ہوا تھا، میری ماں مریم تھی اور میں پنگوڑے میں باتیں کیا کرتا تھا اور مردے زندہ کیا کرتا تھا، چڑیاں بناکر ان میں رُوح پھونکا کرتا تھا، اندھوں کو بینائی بخشتا تھا اور جذام کے مریض تندرست کردیا کرتا تھا وغیرہ وغیرہ تو اَب بھی موجودہ تمام اَقوام کو کیونکر یقین آسکے گا کہ واقعی پہلے بھی یہ ایسا کرتا رہا ہوگا اور یہ یقیناً وہی شخص ہے اور جب پہلی بار نازل ہوا تو محض بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے آیا تھا اور جب مقامی لوگوں نے دِل و جان سے قبول نہ کیا تو گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں اتنے سفر اِختیار کئے کہ ''مسیح'' کے لقب سے پکارا جانے لگا، لیکن اب جبکہ وہ دُوسری بار

---

(۱) عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: لا تقوم الساعة حتّٰی يبعث دجالون كذابون قريبًا من ثلاثين كلهم يزعم أنه رسول الله. (مسلم ج:۲ ص:۳۹۷، طبع قديمی كراچی)۔

(۲) تذکرة ص:۷۶، رُوحانی خزائن ج:۳ ص:۱۴۰۔

(۳) ضمیمہ براہین احمدیہ ص:۱۸۸، خزائن ج:۲۱ ص:۳۵۹۔

نازل ہوگا تو ایک سراپا قیامت بن کر آئے گا، جیسا کہ رسالۂ ہذا سے ظاہر ہے، مثلاً ملاحظہ فرمائیں:

"جس کسی کافر پر آپ کے سانس کی ہوا پہنچ جائے گی وہ مرجائے گا۔" (ص:۱۸، علامت:۶۴)۔

"سانس کی ہوا اتنی دُور تک پہنچے گی جہاں تک آپ کی نظر جائے گی۔" (ص:۱۸، علامت:۶۵)۔

جواب:... اس سوال کا جواب کئی طرح دیا جاسکتا ہے۔

۱:... مرزا قادیانی پر مسیحِ موعود کی ایک علامت بھی صادق نہیں آئی، مگر قادیانیوں کو دعویٰ ہے کہ انہوں نے مسیحِ موعود کو پہچان لیا، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن پر قرآن و حدیث کی دوصد علامات صادق آئیں گی ان کی پہچان اہلِ حق کو کیوں نہ ہوسکے گی...؟

۲:... یہود نے پہچاننے کے باوجود نہیں مانا تھا اور یہود اور ان کے بھائی (مرزائی) آئندہ بھی نہیں مانیں گے، نہ ماننے کے لئے آمادہ ہیں، اہلِ حق نے اس وقت بھی ان کو پہچان اور مان لیا تھا اور آئندہ بھی ان کو پہچاننے اور ماننے میں کوئی دِقت پیش نہیں آئے گی۔

۳:... سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا جو خاکہ ارشاداتِ نبویہ میں بیان کیا گیا ہے، اگر وہ معترض کے پیشِ نظر ہوتا تو اسے یہ سوال کرنے کی جرأت ہی نہ ہوتی۔ فرمایا گیا ہے کہ مسلمان دجال کی فوج کے محاصرے میں ہوں گے، نمازِ فجر کے وقت یکایک عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، اس وقت آپ کا پورا حلیہ اور نقشہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا ہے، ایسے وقت میں جب ٹھیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ نقشہ کے مطابق وہ نازل ہوں گے تو ان کو بالبداہت اسی طرح پہچان لیا جائے گا جس طرح اپنا جانا پہچانا آدمی سفر سے واپس آئے تو اس کے پہچاننے میں دِقت نہیں ہوتی۔(۱) یہی وجہ ہے کہ کسی حدیث میں یہ نہیں آتا کہ وہ نازل ہونے کے بعد اپنی مسیحیت کے اِشتہار چھپوائیں گے، یا لوگوں سے اس موضوع پر مباحثے اور مباہلے کرتے پھریں گے۔

سوال:... لگے ہاتھوں مولوی صاحب اس رسالے میں یہ بھی بتادیتے تو مسلمانوں پر اِحسان ہوتا کہ ان کی (یعنی مسیح موعود کی) سانس مؤمن اور کافر میں کیونکر امتیاز کرے گی؟ کیونکہ بقول مولوی صاحب ان کی سانس نے صرف کافروں کو ڈھیر کرنا ہے، نظر ہر اِنسان کی بشرطیکہ کسی خاص بیماری کا شکار نہ ہو تو لامحدود اور ناقابلِ پیائش فاصلوں تک جاسکتی ہے اور جاتی ہے، تو کیا مسیحِ موعود اپنی نظروں سے ہی اتنی تباہی مچادے گا؟

جواب:... جس طرح مقناطیس لوہے اور سونے میں امتیاز کرتا ہے، اسی طرح اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی نظر بھی مؤمن و کافر میں امتیاز کرے تو اس میں تعجب ہی کیا ہے؟ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی نظر (کافرکش) کا ذکر مرزا قادیانی نے بھی کیا ہے۔

سوال:... اور اگر یہ سب ممکن ہوگا تو پھر دجال سے لڑنے کے لئے آٹھ سو مرد اور چار سو عورتیں کیوں جمع ہوں گی (ملاحظہ ہو ص:۱۹، علامت نمبر:۱۷)۔

جواب:... دجال کا لشکر پہلے سے جمع ہوگا اور دَمِ عیسوی سے ہلاک ہوگا، جو کافر کسی چیز کی اوٹ میں پناہ لیں گے وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوں گے۔

---

(۱) تفصیل کے لئے آگے صفحہ:۲۲۶ تا ۳۳۷ پر عنوان "نزولِ عیسیٰ علیہ السلام... چند تنقیحات و توضیحات" ملاحظہ فرمائیں۔

سوال:...اور یأجوج مأجوج کو ہلاک کرنے کے لئے بددُعا کی ضرورت کیوں پیش آئے گی (ملاحظہ ہو ص:۳۱، علامت نمبر:۱۶۲)، کیا مسیحِ موعود کی ہلاکت خیز نظر یأجوج مأجوج کو کافر نہ جان کر چھوڑ دے گی، کیونکہ جیسا پہلے بتایا جاچکا ہے کہ کافر تو نہیں بچ سکے گا، شاید اسی لئے آخری حربہ کے طور پر بددُعا کی جائے گی۔

جواب:... یہ کہیں نہیں فرمایا گیا کہ دَمِ عیسوی کی یہ تأثیر ہمیشہ رہے گی، بوقتِ نزول یہ تأثیر ہوگی اور یأجوج مأجوج کا قصہ بعد کا ہے، اس لئے دَمِ عیسوی سے ان کا ہلاک ہونا ضروری نہیں۔

سوال:...اگر مسیح ابنِ مریم اور مسیحِ موعود ایک ہی وجود کا نام ہے (اور محض دوبارہ نزول کے بعد مسیح بن مریم نے ہی مسیحِ موعود کہلانا ہے) اور اس نے نازل ہوکر خود بھی قرآن وحدیث پر عمل کرنا ہے اور دُوسروں کو بھی اسی راہ پر چلانا ہے (ملاحظہ ہو ص:۲۲، علامت نمبر:۹۹) تو بقول مولوی صاحب جب عیسیٰ کا آسمان پر زندہ اُٹھایا جانا وہ اس آیت سے ثابت کرتے ہیں: ''انی متوفیک ورافعک الیّ'' (آل عمران:۵۵) (ص:۱۶، علامت نمبر:۴۹) تو کیا مولوی صاحب بتائیں گے کہ کیا یہ قرآن مجید میں قیامت تک نہیں رہے گی اور اس کا مطلب ومفہوم عربی زبان اور اِلٰہی منشا کے مطابق وہی نہیں رہے گا جواب تک مولوی صاحب کی سمجھ میں آیا ہے؟ اور اگر ایسا ہی ہے تو نزول کے وقت بھی تو یہ آیت یہی اعلان کر رہی ہوگی کہ عیسیٰ بن مریم کو آسمان پر اُٹھالیا، اُٹھالیا تو پھر واپسی کے لئے کیا یہ آیت منسوخ ہوجائے گی، یا عیسیٰ اسے خود ہی منسوخ قرار دے کر اپنے لئے راستہ صاف کرلیں گے، کیونکہ قرآن مجید میں تو کہیں ذکر نہیں کہ کوئی بھی آیت کبھی بھی منسوخ ہوگی۔ لہٰذا یہ آیت عیسیٰ کی واپسی کا راستہ قیامت تک روکے رکھے گی اور یہ وعدہ تو اللہ تعالیٰ نے خود کیا ہے اور مولوی صاحب خود بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ ذکر ہم نے اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے، لہٰذا کسے حق حاصل ہے کہ اس میں یعنی اس کے متن میں ردّوبدل کرسکے؟

جواب:... یہ آیت تو ایک واقعے کی حکایت ہے اور اسی حکایت کی حیثیت سے اب بھی غیرمنسوخ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد بھی غیرمنسوخ رہے گی، جیسا کہ: ''اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ'' وغیرہ بے شمار آیات ہیں۔ سائل بے چارا یہ بھی نہیں جانتا کہ نسخ اَمرونہی میں ہوتا ہے اور یہ آیت اَمرونہی کے باب سے نہیں بلکہ خبر ہے، اور خبر منسوخ نہیں ہوا کرتی۔

سوال:...مولوی صاحب نے کہیں بھی یہ بات وضاحت سے نہیں بیان فرمائی کہ قرآن مجید میں اگر عیسیٰ کے آسمان پر جانے کا جیسے ذکر موجود ہے، تو کہیں اسی وجود کے واپس آنے کا ذکر بھی واضح اور غیرمبہم طور پر موجود ہے؟

جواب:...وضاحت کی ہے، مگر اس کے سمجھنے کے لئے علم وعقل اور بصیرت وایمان درکار ہے۔ دیکھئے علامت نمبر:۵۷ جس میں حدیث نمبر:۱ کا حوالہ دیا گیا ہے اور اس میں قرآن مجید کی آیت موجود ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے اصل کتاب میں حدیث نمبر:۷۶ تا ۸۵۔

سوال:...سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی طور پر یہ منوا بھی لیا جائے کہ مسیحِ موعود کا نام عیسیٰ بن مریم بھی ہوگا تو بھی یہ کیسے منوایا جائے کہ اس وقت یہ نام صفاتی نہیں ہوگا بلکہ عیسیٰ بن مریم ہونے کی وجہ سے یقینی طور پر یہ وجود وہی ہوگا جو کبھی مریم کے گھر بغیر باپ

کے پیدا ہوا تھا.....وغیرہ وغیرہ، بلکہ مولوی صاحب اپنے رسالے میں خود ہی تسلیم کرتے ہیں کہ کبھی کبھی معروف نام استعمال تو ہو جاتا ہے لیکن ذات وہ مراد نہیں ہوتی جس کی وجہ سے وہ نام مشہور ہوا ہو، مثلاً ملاحظہ فرمائیں ص:۱۱، علامت نمبر:۱۰ جہاں مولوی صاحب مسیحِ موعود کے خاندان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''آپ کے ماموں ہارون ہیں'' (یا اُخت ہارون) لیکن مولوی صاحب فوراً چونک اُٹھتے ہیں اور ''ہارون'' پر حاشیہ جماتے ہیں (ملاحظہ ہو حاشیہ زیر ص:۱۱) ''ہارون سے اس جگہ ہارون نبیؑ مراد نہیں، کیونکہ وہ تو مریم سے بہت پہلے گزر چکے تھے بلکہ ان کے نام پر حضرت مریم کے بھائی کا نام ہارون رکھا گیا تھا.....'' تو جیسے یہاں مولوی صاحب کو ''ہارون'' کی فوراً تأویل کرنا پڑی تاکہ اُلجھن دُور ہو تو کیوں نہ جب مسیحِ موعود کو عیسیٰ بن مریم بھی کہا جائے تو اسے بھی صفاتی نام سمجھ کر تأویل کرلی جائے اور جسمانی طور پر پہلے والا عیسیٰ بن مریم مراد نہ لیا جائے، کیونکہ ابھی ابھی بتایا جاچکا ہے کہ مولوی صاحب کے اپنے حوالے کے مطابق بھی مسیح بن مریم کے اُٹھائے جانے کے بعد اس کا واپس آنا ممکن نہیں، کیونکہ کوئی آیت منسوخ نہیں ہوگی اور ''ورافعک الیّ'' والی آیت اُوپر ہی اُٹھائے رکھے گی، لوٹ آنے کی اجازت نہیں دے گی۔

جواب:...عیسیٰ بن مریم ذاتی نام ہے، اس کو دُنیا کے کسی عقل مند نے کبھی ''صفاتی نام'' نہیں کہا، یہ بات وہی مراقی شخص کہہ سکتا ہے جو باریش و بروت اس بات کا مدعی ہو کہ ''وہ عورت بن گیا، خدا نے اس پر قوتِ رُجولیت کا مظاہرہ کیا''، ''وہ مریمی صفت میں نشو و نما پاتا رہا، پھر وہ یکایک حاملہ ہوگیا، اسے دردِ زہ ہوا، وضعِ حمل کے آثار نمودار ہوئے، اس نے عیسیٰ کو جنا، اس طرح وہ عیسیٰ بن مریم بن گیا'' انبیاء علیہم السلام کے علوم میں اس ''مراق'' اور ''ذیابیطس کے اثر'' کی کوئی گنجائش نہیں۔

ہارون، حضرت مریمؑ کے بھائی کا ذاتی نام تھا، یہ کس احمق نے کہا کہ وہ صفاتی نام تھا؟ اور خاندان کے بڑے بزرگ کے نام پر کسی بچے کا نام رکھ دیا جائے تو کیا دُنیا کے عقلاء اس کو ''صفاتی نام'' کہا کرتے ہیں؟ غالباً سائل کو یہی علم نہیں کہ ذاتی نام کیا ہوتا ہے اور صفاتی نام کسے کہتے ہیں؟ ورنہ وہ حضرت مریم کے بھائی کے نام کو ''صفاتی نام'' کہہ کر اپنی فہم و ذکاوت کا نمونہ پیش نہ کرتا، ہارون اگر ''صفاتی نام'' ہے تو کیا معترض یہ بتاسکے گا کہ ان کا ذاتی نام کیا تھا؟

سوال:...اس رسالے میں جابجا تناقض ہے، مثلاً ملاحظہ فرمائیں ص:۱۸ اور ص:۱۹ علامت نمبر:۷۰ تا ۷۶۔ ''بوقتِ نزولِ عیسیٰؑ یہ لوگ نماز کے لئے صفیں دُرست کرتے ہوئے ہوں گے۔ اس جماعت کے اِمام اس وقت حضرت مہدی ہوں گے، حضرت مہدی عیسیٰؑ کو اِمامت کے لئے بلائیں گے اور وہ اِنکار کریں گے، جب حضرت مہدی پیچھے ہٹنے لگیں گے تو عیسیٰؑ ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر انہیں اِمام بنائیں گے، پھر حضرت مہدی نماز پڑھائیں گے۔'' ان سب باتوں سے واضح ہوجاتا ہے کہ مولوی صاحب یہ منوانا چاہتے ہیں کہ اِمام، مہدی ہوں گے۔ چلو یہ بات مولوی صاحب کی تسلیم کرلی جائے تو پھر مولوی صاحب خود ہی بعد میں ص:۲۲، علامت نمبر:۹۴ میں فرماتے ہیں کہ: ''حضرت عیسیٰؑ لوگوں کی اِمامت کریں گے۔'' یعنی اب اِمام حضرت عیسیٰؑ کو بنایا اور بتایا گیا ہے۔ اب مولوی صاحب ہی بتائیں کہ ان کے رسالے میں صحیح اور غلط کی پہچان کیسے ہوسکتی ہے یا سچ کو جھوٹ سے علیحدہ کیسے کیا جائے؟

جواب:...پہلی نماز میں اِمام مہدیؓ اِمامت کریں گے، اور بعد کی نمازوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام... تناقض کیسے ہوا؟

سوال:...یا پھر ایک ضمنی سوال یوں پیدا ہوتا ہے کہ جیسے عیسیٰؑ اور مسیحِ موعود مولوی صاحب کی تحقیق کے مطابق ایک ہی جسمانی

وجود کا نام ہے تو کیا کہیں مولوی صاحب مسیحِ موعود اور مہدی کو بھی ایک ہی تو نہیں سمجھتے اور اب بات یوں بنے گی کہ وہی عیسیٰؑ ہیں، وہی مسیحِ موعود ہیں اور وہی مہدی ہیں یا کم از کم مولوی صاحب کی تحقیق اور منطق تو یہی پکار رہی ہے۔

جواب:...جی نہیں! عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی رضی اللہ عنہ کو ایک ہی شخصیت ماننا ایسے شخص کا کام ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ ہو۔ احادیثِ متواترہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی الگ الگ علامات اور الگ الگ کارنامے ذکر فرمائے ہیں۔

سوال:...اور مزید ایک ضمنی لیکن مضحکہ خیز سوال مولوی صاحب کی اپنی تحریر سے یوں اُٹھتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ''پھر حضرت مہدیؓ نماز پڑھائیں گے'' ملاحظہ ہو ص:۱۹، علامت نمبر:۷۶۔ یہاں مولوی صاحب نے ''مہدیؓ'' لکھا ہے اور ایسا ہی کئی جگہوں پر ''مہدیؓ'' لکھا ہے۔ سب صاحبِ علم جانتے ہیں کہ ''رضؓ'' اختصار ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ مطلب آسان ہے اور عموماً یہ ان لوگوں کے نام کے ساتھ عزّت اور احترام کے لئے استعمال ہوتا ہے جو فوت ہوچکے ہوں، دُنیا سے گزر چکے ہوں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شامل ہوں یا ویسا رُوحانی درجہ رکھتے ہوں......ابھی مسیحِ موعود تو آئے بھی نہیں اور بقول مولوی صاحب مہدی ''رضی اللہ عنہ'' بھی ہوچکے، تو کیا نماز پڑھانے کے لئے یہ مہدی صاحب بھی دوبارہ زندہ ہوکر دُنیا میں واپس آئیں گے۔

جواب:...یہ سوال جیسا کہ سائل نے بے اختیار اعتراف کیا ہے، واقعی مضحکہ خیز ہے، قرآنِ کریم نے: ''اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ'' (التوبہ:۱۰۰) اور ان کے تمام تبعین کو ''رضی اللہ عنہم'' کہا ہے جو قیامت تک آئیں گے۔ شاید سائل، پنڈت دیانند کی طرح خدا پر بھی یہ مضحکہ خیز سوال جڑ دے گا۔ اِمامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ نے بھی مکتوبات شریفہ میں حضرت مہدی کو ''رضی اللہ عنہ'' کہا ہے۔ معترض نے یہ مسئلہ کس کتاب میں پڑھا ہے کہ صرف فوت شدہ حضرات ہی کو ''رضی اللہ عنہ'' کہہ سکتے ہیں؟ حضرت مہدی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابی ہوں گے، اس لئے ان کو ''رضی اللہ عنہ'' کہا گیا۔

سوال:... یا وہ بھی بقول مولوی صاحب حضرت عیسیٰ کی طرح کہیں زندہ موجود ہیں (آسمان پر یا کہیں اور) اور مسیحِ موعود کے آتے ہی آموجود ہوں گے اور اِمامت سنبھال لیں گے۔

جواب:... اِرشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حضرت مہدی رضی اللہ عنہ پیدا ہوں گے۔ (۱)

سوال:...کیا اس کی بھی کوئی سند قرآن مجید میں موجود ہے اور کیا ہے؟

جواب:...جی ہاں! اِرشادِ نبوّت یہی ہے، اور قرآنی سند ہے: ''مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ'' (الحشر:۷) جس کو غلام احمد قادیانی نے بھی قرآنی سند کے طور پر پیش کیا ہے۔

---

(۱) عن أبی سعید الخدری ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: یکون فی أُمّتی المهدی ... الخ۔ (سنن ابن ماجة ص:۳۰۰، طبع نور محمد کراچی) وفی حاشیته: قال النووی: المهدی من هداه الله الی الحق، وغلبت علیه الإسمیة، ومنه مهدی آخر الزمان ...... ویولد بالمدینة ویکون بیعته بین الرکن والمقام کرهًا علیه ...الخ۔ (تفسیر مدارک ج:۱ ص:۲۵۹، سورة آل عمران:۵۵ طبع بیروت)۔

سوال:... مزید سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مہدی نماز پڑھاتے ہی کہاں چلے جائیں گے، کیونکہ بعد میں تو جو کچھ بھی کرنا کرانا ہے وہ مسیحِ موعود ہی کی ذمہ داری مولوی صاحب نے پورے رسالہ میں خود ہی بیان فرمائی اور قرار دی ہے۔ محض ایک نماز کی اِمامت اور وہ بھی ایک جماعت کی جو ۸۰۰ (آٹھ سو) مردوں اور ۴۰۰ (چار سو) عورتوں پر مشتمل ہوگی (ملاحظہ ہو ص:۱۹، علامت نمبر:۷۲)۔

جواب:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد (جب حضرت مہدی رضی اللہ عنہ پہلی نماز کی اِمامت کرچکیں گے) حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا اِمام کی حیثیت سے مشن پورا ہوچکا ہوگا، اور اِمامت و قیادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آجائے گی، تب حضرت مہدی کی حیثیت آپ کے اَعوان و اَنصار کی ہوگی۔ اور کچھ ہی عرصہ بعد ان کی وفات بھی ہوجائے گی (مشکوٰۃ ص:۴۷۱)۔ پس جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دیگر اَعوان و اَنصار اور مخصوص رُفقاء کے تذکرے کی ضرورت نہ تھی، اسی طرح حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے تذکرے کی بھی حاجت نہ رہی، کیا اتنی موٹی بات بھی کسی عاقل کے لئے ناقابلِ فہم ہے...؟

سوال:... یہ کوئی بہت بڑا کارنامہ نہیں، کیونکہ اس سے زیادہ مسلمانوں کی اِمامت تو مولوی صاحب نے خود بھی کئی بار کی ہوگی۔

جواب:... حضرت مہدی اس سے قبل بڑے بڑے کارنامے انجام دے چکے ہوں گے جو اَحادیثِ طیبہ میں مذکور ہیں، مگر وہ اس رسالے کا موضوع نہیں اور نماز میں حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا اِمام بننا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ان کی اقتدا کرنا بجائے خود ایک عظیم الشان واقعہ ہے، اس لئے حدیثِ پاک میں اس کو بطورِ خاص ذکر فرمایا گیا۔

سوال:... مولوی صاحب نے اپنے رسالے ہی میں خود تأویل کا راستہ کھول دیا ہے اور اس کا سہارا بھی لیا ہے۔ ملاحظہ ہو ص:۲۰، علامت نمبر:۸۰۔

۱:... ''آپ صلیب توڑیں گے ...... یعنی صلیب پرستی کو اُٹھادیں گے'' یہ الفاظ جو مولوی صاحب نے خود لکھے ہیں، یہ محض تأویل ہے، اس حدیث شریف کی جس میں صرف صلیب کو توڑنے کا ذکر ہے۔ صلیب پرستی اُٹھادینے کی کوئی بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائی، کیا مولوی صاحب ایسی کوئی حدیث شریف کا حوالہ دے سکتے ہیں؟ پھر ملاحظہ ہو ص:۲۰، علامت نمبر:۸۱۔

۲:... ''خنزیر کو قتل کریں گے ...... یعنی نصرانیت کو مٹائیں گے'' یہ الفاظ بھی مولوی صاحب کی اپنی تأویل ہے۔ کیونکہ حدیثِ مذکور میں صرف خنزیر کو قتل کرنے کا ارشاد ہوا ہے۔ باقی مولوی صاحب کے الفاظ وہاں موجود نہیں۔ کیا مولوی صاحب حدیث شریف میں یہ دِکھاسکیں گے؟ ہرگز نہیں، کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں بلکہ مولوی صاحب کی یا دُوسرے علمائے کرام کی بیان فرمودہ تأویل ہے، اب یہ حق مولوی صاحب ہی کا کیوں ہے کہ جب چاہیں اور جہاں چاہیں تأویل کرلیں۔

۳:... ''ورافعک الیّ'' کی بھی تأویل ہوسکتی ہے۔

جواب:... تأویل کا راستہ... تأویل اگر علم و دانش کے مطابق اور قواعدِ شرعیہ کے خلاف نہ ہو تو اس کا مضائقہ نہیں،[1] وہ لائقِ

(۱) ثم التأویل تأویلان لَا یخالف قاطعًا من الکتاب والسُّنّة ...... وتأویل یصادم ما ثبت بقاطع فذٰلک الزندقة. (المسوی شرح المؤطا ج:۲ ص:۱۳، طبع دهلی).

قبول ہے، لیکن اہلِ حق کی صحیح تأویل کو دیکھ کر اہلِ باطل اُلٹی سیدھی تأویلیں کرنے لگیں تو وہی بات ہوگی کہ: ''ہر چہ مردم می کند بوزنہ ہم می کند'' بندر نے آدمی کو دیکھ کر اپنے گلے پر اُسترا پھیر لیا تھا۔ مثلاً عیسیٰ بن مریم بننے کے لئے پہلے عورت بننا، پھر حاملہ ہونا، پھر بچہ جننا، پھر بچے کا نام عیسیٰ بن مریم رکھ کر خود ہی بچہ بن جانا، کیا یہ تأویل ہے یا مراقی سودا؟

۱:... ''صلیب کو توڑ دیں گے''[1] ...... یعنی صلیب پرستی کو مٹادیں گے'' بالکل صحیح تأویل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک آدھ صلیب کے توڑنے پر اِکتفا نہیں فرمائیں گے بلکہ دُنیا سے صلیب اور صلیب پرستی کا بالکل صفایا کردیں گے۔

۲:... ''خنزیر کو قتل کریں گے''[2] .... یعنی نصرانیت کو مٹادیں گے'' یہ تأویل بھی بالکل صحیح ہے، اور عقل و شرع کے عین مطابق۔ کیونکہ خنزیر خوری آج کل نصاریٰ کا خصوصی شعار ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصرانیت کے اس خصوصی شعار کو مٹائیں گے، اور خنزیر کو قتل کریں گے، جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ جاہلیت کے کتوں کے ساتھ اختلاط کو مٹانے کے لئے کتوں کو مارنے کا حکم دیا تھا۔[3]

۳:... ''وَرَافِعُکَ اِلَیَّ'' کی تأویل... یہ تأویل جو قادیانی کرتے ہیں، قرآنِ کریم اور ارشاداتِ نبوی اور سلف صالحین کے عقیدے کے خلاف ہے، اس لئے مردود ہے، اور اس پر بندر کے اپنا گلا کاٹنے کی حکایت صادق آتی ہے۔

سوال:... ''ورافعک الیّ'' میں زندہ آسمان پر اُٹھایا جانا کیوں مراد لیا جائے؟

جواب:... ''وَرَافِعُکَ اِلَیَّ'' میں ''زندہ آسمان پر اُٹھایا جانا'' مراد ہے، کیونکہ ''**وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ**'' میں ''**رفع الی الله**''، قتل کے مقابلے میں واقع ہوا ہے، جہاں رفع قتل کے مقابلے میں ہو وہاں ''زندہ آسمان پر اُٹھایا جانا'' ہی مراد ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معنی قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور بزرگانِ دِین کے ارشاد میں کہیں آیا ہو تو اس کا حوالہ دیجئے! قیامت تک ساری مرزائی اُمت مل کر بھی ایک آیت پیش نہیں کرسکتی۔

سوال:... اللہ تعالیٰ نے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن مجید میں یہی حکم دیا تھا کہ: ''**بلغ ما انزل الیک**'' (المائدہ:۶۷) ''جو تیری طرف اُتارا گیا ہے اس کی تبلیغ کر'' اور ساتھ ہی یہ توجہ بھی دِلائی تھی کہ: ''**لست علیهم بمصیطر**'' (الغاشیہ:۲۲) ''میں نے تجھے ان پر داروغہ نہیں مقرّر کیا بلکہ کھول کھول کر نشانیاں بیان کرنے والا بناکر بھیجا ہے'' اور یہ سب قرآن مجید میں بہ تفصیل موجود ہے۔ مولوی صاحب نے خود ہی فرمایا ہے کہ مسیح موعود خود بھی قرآن پر عمل کریں گے اور دُوسروں سے بھی کروائیں گے۔ (ملاحظہ ہو ص:۲۲، علامت نمبر:۹۹) تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یوں خود عمل کرکے نہیں دِکھایا کہ اپنی نظروں سے لوگوں کو کھاگئے ہوں، خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں، یہودیوں کو چن چن کر قتل کردیتے رہے ہوں۔ (ملاحظہ فرمائیں ص:۲۱، علامت

---

(۱) مسند احمد ج:۲ ص:۴۳۷، طبع بیروت، التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۶۱، طبع دار العلوم کراچی۔

(۲) أیضًا مسند احمد ج:۲ ص:۴۳۷۔

(۳) عن جابر قال: أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بقتل الكلاب حتّٰى أن المرأة تقدم من البادية بكلبها فنقتله ثم نهٰى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قتلها ...إلخ. رواه مسلم. (مشكٰوة ص:۳۵۹، طبع قديمی)۔

نمبر:۸۷ اور نمبر:۸۸) تو یہ کس قرآن مجید پر مسیحِ موعود کا عمل ہوگا؟ اور کس انداز کا عمل ہوگا؟ کیا اس سے مسیحِ موعود کی شان بلند ہوگی یا اسے دوبارہ نازل کرنے والے رحیم و کریم اللہ تعالیٰ کی؟ (نعوذ باللہ من ذالک!)

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کے تخت نہیں اُلٹے، خلفائے راشدینؓ نے کیوں اُلٹے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو جزیرۂ عرب سے نہیں نکالا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیوں نکالا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوتغلب سے دوگنا زکوٰۃ وصول نہیں کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیوں کی؟ اگر یہ ساری چیزیں قرآنِ کریم اور منشائے نبوی کے مطابق ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی سے کیوں ''یہودیانہ'' ضد ہے؟ وہ بھی تو جو کچھ کریں گے فرموداتِ نبویہ کے مطابق ہی کریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان اُمور کی تفصیلات بھی بیان فرماچکے ہیں۔

سوال:... اور پھر بوقتِ نزول حضرت مسیحِ موعود دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے اُتریں گے (ملاحظہ ہو ص:۱۷، علامت نمبر:۶۲) اس کی بھی تأویل ہی کرنی پڑے گی، ورنہ فرشتے کون دیکھے گا اور اگر وہ اِنسانی شکل اختیار کرکے اُتریں گے تو پھر یہ جھگڑا قیامت تک ختم نہیں ہوگا کہ وہ واقعی فرشتے تھے یا محض انسان تھے؟ اور اس کھینچ تان سے مولوی صاحب خوب واقف ہوں گے۔

جواب:... کیوں تأویل کرنا پڑے گی؟ اس لئے کہ غلام احمد قادیانی اِس سے محروم رہے؟ رہا وہ جھگڑا جو آپ کے دِماغ نے گھڑا ہے، یہ بتایئے کہ جب جبریل علیہ السلام پہلی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لے کر آئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کس طرح پہچانا تھا؟ حضرت اِبراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کو کس طرح یقین آگیا تھا کہ یہ واقعی فرشتے ہیں...؟

آپ کا یہ اِعتراض ایسا مہمل ہے کہ اس سے سلسلۂ وحی مشکوک ہوجاتا ہے، ایک دہریہ آپ ہی کی دلیل لے کر یہ کہے گا کہ: ''انبیاء کے پاس جو فرشتے آتے تھے وہ اِنسانی شکل میں ہی آتے ہوں گے اور یہ جھگڑا قیامت تک ختم نہیں ہوسکتا کہ وہ واقعی فرشتے تھے یا انسان تھے، اور جب تک یہ جھگڑا طے نہ ہو سلسلۂ وحی پر کیسے یقین کرلیا جائے گا؟'' تعجب ہے کہ قادیانی تعلیم نے دِین تو سلب کیا ہی تھا عقل و فہم کو بھی سلب کرلیا ہے...!

سوال:... آج تک کتنی ہی باتیں مسلمانوں کے مختلف فرقے ابھی تک طے نہیں کرسکے، اور اگر تأویلات نہیں کی جائیں گی تو مولوی صاحب خود ہی اپنی بیان کردہ علامات کی طرف توجہ فرمائیں، سنجیدہ طبقے کے سامنے کیونکر منہ اُٹھاسکیں گے۔

جواب:... بہت سے جھگڑے تو واقعی طے نہیں ہوئے، مگر قادیانیوں کی بدقسمتی دیکھئے کہ جن مسائل پر مسلمانوں کے تمام فرقوں کا چودہ صدیوں سے اتفاق رہا یہ ان سے بھی منکر ہوبیٹھے، اور یوں دائرۂ اسلام ہی سے خارج ہوگئے۔ مثلاً: ختمِ نبوّت کا انکار،[1] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار، ان کی دوبارہ تشریف آوری کا انکار، وغیرہ وغیرہ۔

سوال:... ''مال و زَر لوگوں میں اتنا عام کردیں گے کہ کوئی قبول نہ کرے گا'' (ص:۲۲، علامت نمبر:۳۳)۔

''ہر قسم کی دِینی و دُنیوی برکات نازل ہوں گی۔'' (ص:۲۲، علامت نمبر:۱۰۰)۔

---

(۱) کلمۃ الفصل ص:۱۵۸، مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلجنز جلد:۱۴ نمبر:۳، ۴ بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء۔

''ساری زمین مسلمانوں سے اس طرح بھرجائے گی جیسے برتن پانی سے بھرجاتا ہے۔'' (ص:۲۴ علامت نمبر:۱۰۹)۔

''صدقات کا وصول کرنا چھوڑ دیا جائے گا۔'' (ص:۲۴، علامت نمبر:۱۱۰)۔

کیونکہ مسیحِ موعود مال وزَر اتنا عام کردیں گے کہ کوئی قبول نہ کرے گا۔ (مذکورہ بالا ص:۲۲، علامت نمبر:۹۳)۔

''اس وقت مسلمان سخت فقر وفاقہ میں مبتلا ہوں گے، یہاں تک کہ بعض اپنی کمان کا چلّہ جلاکر کھا جائیں گے۔'' (ص:۲۶، علامت نمبر:۱۲۴)۔

ملاحظہ فرمایا کہ ابھی ابھی تو مسلمان صدقہ دینا چاہتے تھے اور لینے والا کوئی نہیں تھا، مال وزَر اتنا عام تھا کہ کوئی قبول کرنے والا نہیں تھا اور ابھی مسلمانوں ہی کی یہ حالت بتائی جارہی ہے کہ وہ کمان کا چلّے بھی جلاکر کھائیں گے تاکہ پیٹ کی آگ کسی طور ٹھنڈی ہو۔

کیا یہی وہ تحقیق ہے جس پر مولوی صاحب کو فخر ہے!

جواب:...ان احادیث میں تعارض نہیں، سلبِ ایمان کی وجہ سے سائل کو صحیح غور وفکر کی توفیق نہیں ہوئی، مسلمانوں پر تنگی اور ان کے کمان کے چلّے جلاکر کھانے کا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے ذرا پہلے کا واقعہ ہے، جبکہ مسلمان دجال کی فوج کے محاصرے میں ہوں گے،[1] اور خوشحالی وفراخی کا زمانہ اس کے بعد کا ہے۔[2]

کیا قادیانیوں کو جبراً قومی اسمبلی نے غیرمسلم بنایا ہے؟

سوال:...''لا اکراہ فی الدین'' یعنی دِین میں کوئی جبر نہیں، نہ تو آپ جبراً کسی کو مسلمان بناسکتے ہیں اور نہ ہی جبراً کسی مسلمان کو آپ غیرمسلم بناسکتے ہیں۔ اگر یہ مطلب ٹھیک ہے تو پھر آپ نے ہم (جماعت احمدیہ) کو کیوں جبراً قومی اسمبلی اور حکومت کے ذریعہ غیرمسلم کہلوایا؟

جواب:...آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو جبراً مسلمان نہیں بنایا جاسکتا،[3] یہ مطلب نہیں کہ جو شخص اپنے غلط عقائد کی وجہ سے مسلمان نہ رہا اس کو غیرمسلم بھی نہیں کہا جاسکتا، دونوں باتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ آپ کی جماعت کو قومی اسمبلی نے غیرمسلم نہیں بنایا، غیرمسلم تو آپ اپنے عقائد کی وجہ سے خود ہی ہوئے ہیں، البتہ مسلمانوں نے غیرمسلم کو ''غیرمسلم'' کہنے کا ''جرم'' ضرور کیا ہے۔

میرے محترم! بحث جبر واکراہ کی نہیں، بلکہ بحث یہ ہے کہ آپ نے جو عقائد اپنے اختیار وارادے سے اپنائے ہیں ان پر اِسلام

---

(۱) عن عثمان بن أبی العاص رضی الله عنه .... وینحاز المسلمون إلی عقبة أفیق فیبعثون سرحا لهم فیصاب سرحهم فیشتد ذٰلک علیهم ویصیبهم مجاعة شدیدة وجهد شدید حتّی ان أحدهم لیحرق وتر قوسه فیأکله فبینما هم کذٰلک إذ نادیٰ منادٍ من السَّحر: یا أیها الناس! أتاکم الغوث .... وینزل عیسیٰ بن مریم علیه السلام عند صلاة الفجر ...إلخ. (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۶۴، طبع دارالعلوم کراچی).

(۲) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: والذی نفسی بیده! لیوشکنّ أن ینزل فیکم ابن مریم حکمًا عدلًا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتّی لَا یقبله أحد حتّی تکون السجدة الواحدة خیرًا من الدنیا وما فیها ...إلخ. (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۹۲).

(۳) أی لَا تکرهوا أحدا علی الدخول فی دین الإسلام فانه بین واضح جلی دلَائله وبراهینه لَا یحتاج الٰی أن یکره أحد علی الدخول فیه ..... فانه لَا یفیده الدخول فی الدین مکرها مقسورًا. (تفسیر ابن کثیر ج:۱ ص:۶۰۲، طبع رشیدیه کوئٹه).

کا اِطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ان پر اِسلام کا اِطلاق ہوتا ہے تو آپ کی شکایت بجا ہے۔ نہیں ہوتا، تو یقیناً بے جا ہے۔ اس اُصول پر تو آپ بھی اتفاق کریں گے اور آپ کو کرنا چاہئے۔ اب آپ خود ہی فرمائیے کہ آپ کے خیال میں اِسلام کس چیز کا نام ہے؟ اور کن چیزوں کے اِنکار کردینے سے اِسلام جاتا رہتا ہے؟ اس تنقیح کے بعد آپ اصل حقیقت کو سمجھ سکیں گے جو غصّے کی وجہ سے اب نہیں سمجھ رہے۔

قرآن پاک میں احمد کا مصداق کون ہے؟

سوال:… قرآن پاک میں ۲۸ ویں پارے میں سورۂ صف میں موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔ اس سے مراد کون ہیں؟ جبکہ قادیانی، مرزا قادیانی مراد لیتے ہیں۔

جواب:… اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے کئی نام ہیں، میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں۔[1] (مشکوٰۃ ص:۵۱۵) قادیانی چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے، اس لئے وہ اس کو بھی نہیں مانیں گے۔

قادیانیوں کے ساتھ اشتراکِ تجارت اور میل ملاپ حرام ہے

سوال:… کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسئلے میں:

قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ اپنی جماعت کے مرکزی فنڈ میں جمع کراتے ہیں جو مسلمانوں کے خلاف تبلیغ اور اِرتدادی مہم پر خرچ ہوتا ہے، چونکہ قادیانی مرتد کافر اور دائرۂ اسلام سے متفقہ طور پر خارج ہیں، تو کیا ایسے میں ان کے اشتراک سے مسلمانوں کا تجارت کرنا یا ان کی دُکانوں سے خرید و فروخت کرنا یا ان سے کسی قسم کے تعلقات یا راہ و رسم رکھنا از رُوئے اسلام جائز ہے؟

جواب:… صورتِ مسئولہ میں اس وقت چونکہ قادیانی کافر محارب اور زِندیق ہیں،[2] اور اپنے آپ کو غیرمسلم اقلیت نہیں سمجھتے بلکہ عالمِ اسلام کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ تجارت کرنا، خرید و فروخت کرنا ناجائز و حرام ہے،[3] کیونکہ قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ لوگوں کو قادیانی بنانے میں خرچ کرتے ہیں، گویا اس صورت میں مسلمان بھی سادہ لوح مسلمانوں کو مرتد بنانے میں ان کی مدد کر رہے ہیں، لہٰذا کسی بھی حیثیت سے ان کے ساتھ معاملات ہرگز جائز نہیں۔ اسی طرح شادی، غمی، کھانے پینے میں ان کو شریک کرنا، عام مسلمانوں کا اختلاط، ان کی باتیں سننا، جلسوں میں ان کو شریک کرنا، ملازم رکھنا، ان کے ہاں ملازمت کرنا یہ سب کچھ حرام بلکہ دِینی حمیت کے خلاف ہے۔ فقط واللہ اعلم!

---

(۱) عن جبیر بن مطعم قال: سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول: ان لی أسماءً: أنا محمد وأنا أحمد (مشکٰوة ص:۵۱۵)۔

(۲) وان اعترف به (أی الحق) ظاهرًا لٰـکن یفسر بعض ما ثبت من الدِّین ضرورة بخلاف ما فسره الصحابة والتابعون واجتمعت علیه الأُمّة فهو الزّندیق۔ (المسویٰ شرح المؤطا ج:۲ ص:۱۳)۔

(۳) "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ" (المائدة:۵۱) وفی هٰذه الآیة دلَالة علٰی ان الکافر لَا یکون ولیًّا للمسلمین لَا فی التصرف ولَا فی النصرة، وتدل علٰی وجوب البراءة عن الکفار والعداوة بهم، لأن الولَایة ضد العداوة فإذا أمرنا بمعادات الیهود والنصاریٰ لکفرهم فغیرهم من الکفار بمنزلتهم والکفر ملّة واحدة۔ (أحکام القرآن للجصّاص ج:۲ ص:۴۴۴ طبع سهیل اکیڈمی لَاهور)۔

قادیانی کے ساتھ قربانی میں شرکت، نیز اس کے گھر کا گوشت استعمال کرنا

سوال:... کیا قادیانیوں کو قربانی میں حصہ دار بنایا جاسکتا ہے؟ آیا ان کے ہاں سے آیا ہوا قربانی کا گوشت مسلمان کے لئے جائز ہے؟

جواب:... قربانی کے جس جانور میں کسی قادیانی کو شریک کیا گیا ہو، کسی کی قربانی بھی صحیح نہیں ہوگی۔ (۱) اور ان کے گھر سے آیا ہوا گوشت مسلمانوں کے لئے حلال نہیں۔ (۲)

قادیانی رشتہ داروں سے ملنا جلنا اور اُن کے ساتھ کھانا پینا

سوال:... زید کے ننھیالی مرزائی ہیں، وہ لوگ آٹھ بھائی ہیں، ان کا باپ مرزائی ہوا تھا، اب ان لوگوں میں سے چھ بھائی جرمنی جاچکے ہیں، دو بھائی ربوہ میں رہتے ہیں۔ زید اور اس کا خاندان مسلمان ہیں اور اپنے ماموں جو کہ سب کے سب مرزائی ہیں، ان کے ساتھ ملتے جلتے ہیں، ایک دُوسرے کی خوشی غمی میں شریک ہوتے ہیں۔ زید کا کہنا ہے کہ ہم اکٹھے کھاتے پیتے ہیں، وہ کافر ہیں اور بخاری شریف کا حوالہ دیتا ہے کہ کافر کے ساتھ ایک برتن میں کھانا جائز ہے، ملنا جلنا بھی جائز ہے، تحائف کا تبادلہ بھی کرتے ہیں۔ ان کی والدہ کا اصرار ہے کہ مجھے ان سے ملنا ہے اور وہ یہاں آتے رہیں گے، ورنہ میں گھر چھوڑ دیتی ہوں۔ دُوسری بات زید یہ کہتا ہے کہ ہم ان کی اصلاح کے لئے ایسا کر رہے ہیں، جب ضرورت ہوتی ہے تو ان سے مالی مدد بھی لیتے ہیں، یہ سلسلہ سالہا سال سے جاری ہے، جس پر عام لوگ نالاں ہیں۔ علاوہ ازیں زید کا کہنا ہے کہ ان کا باپ مرزائی ہوا تھا، وہ مرتد تھا، لیکن یہ اس کی اولاد ہے جو کہ مرتد نہیں بلکہ کافر ہے۔ بعض اوقات وہ نماز بھی پڑھاتے ہیں اور کبھی کبھی جمعہ بھی پڑھاتے ہیں۔ اس طرح کچھ لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں، اور دُوسرے لوگوں کو بھی ان کے ساتھ کھانے پینے، میل جول نہ رکھنے اور نماز نہ پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا حالات کی روشنی میں قرآن و سنت، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، فقہائے عظام اور علمائے اُمت کے فیصلوں کی روشنی میں وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں کہ ان لوگوں سے میل جول، ان کے ساتھ کھانا پینا، ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جبکہ وہ اپنے ننھیالیوں سے ملنے پر بضد ہیں۔

جواب:... جو موضوع آپ نے چھیڑا ہے، اس پر میرے تین رسالے ہیں: ''قادیانی جنازہ''، ''قادیانی مردہ'' اور ''قادیانی ذبیحہ'' یہ تینوں رسائل میری کتاب ''تحفۂ قادیانیت جلد اوّل'' میں شامل ہیں، (۳) بہتر ہوگا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت ملتان کے دفتر سے میری یہ کتاب خرید لی جائے اور ان حضرات کو پڑھائی جائے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

''جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں، آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ

---

(۱) کیونکہ قربانی کے صحیح ہونے کے لئے اسلام شرط ہے جبکہ قادیانی مسلمان نہیں ہے۔ قال: الأضحية واجبة على كل حر مسلم ..... انما اختص الوجوب بالحرية ...... وبالإسلام لكونها قربة (والكافر ليس بأهل لها). (هداية، كتاب الأضحية ج:۴ ص:۴۴۴).

(۲) لَا تحل ذبيحة غير كتابي من وثني ومجوسي ومرتد. (رد المحتار ج:۶ ص:۲۹۸، طبع ایچ ایم سعید).

(۳) جدید ایڈیشن میں مذکورہ رسائل ''تحفۂ قادیانیت جلد ششم'' میں شامل ہیں۔

ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے برخلاف ہیں، گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو، ان لوگوں کے دِلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کردیا ہے، اور ان (قلوب) کو اپنے فیض سے قوت دی ہے (فیض سے مراد نور ہے) اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں گے، یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے، خوب سن لو! کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔[1] (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اس لئے جو لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کے سامنے سرخ رو ہونا چاہتے ہیں، ان کو لازم ہے کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے دُشمنوں سے قطع تعلق رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دِین پر صحیح چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور کفر اور باطل سے پناہ عطا فرمائے۔

قادیانیوں سے میل جول رکھنا

سوال:… میرا ایک سگا بھائی جو میرے ایک اور سگے بھائی کے ساتھ مجھ سے الگ اپنے آبائی مکان میں رہتا ہے، محلّہ کے ایک قادیانی کے گھر والوں سے شادی غمی میں شریک ہوتا ہے۔ میرے منع کرنے کے باوجود وہ اس قادیانی خاندان سے تعلق چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا، میں اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا ہوں اور الگ کرائے کے مکان میں رہتا ہوں، والد صاحب انتقال کرچکے ہیں، والدہ اور بہنیں میرے اس بھائی کے ساتھ رہتی ہیں۔ اب میرے سب سے چھوٹے بھائی کی شادی ہونے والی ہے، میرا اصرار ہے کہ وہ شادی میں اس قادیانی گھر کو مدعو نہ کریں، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔ اب سوال ہے کہ میرے لئے شریعت اور اسلامی اَحکامات کی رُو سے بھائیوں اور والدہ کو چھوڑنا ہوگا یا میں شادی میں شرکت کروں تو بہتر ہوگا۔ اس صورتِ حال میں جو بات صائب ہو، اس سے براہِ کرم شریعت کا منشا واضح کریں۔

جواب:… قادیانی مرتد اور زِندیق ہیں،[2] اور ان کو اپنی تقریبات میں شریک کرنا دِینی غیرت کے خلاف ہے، اگر آپ کے بھائی صاحبان اس قادیانی کو مدعو کریں تو آپ اس تقریب میں ہرگز شریک نہ ہوں،[3] ورنہ آپ بھی قیامت کے دن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرم ہوں گے، واللہ اعلم!

---

(۱) "لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ، اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ، وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ، اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ." (المجادلة: ۲۲).

(۲) الزندقة كفر، والزنديق كافر لأنه مع وجود الإعتراف بنبوة سيّدنا محمد صلى الله عليه وسلم يكون فى عقائده كفر وهٰذا بالإتفاق. (موسوعة نضرة النعيم ج: ۱ ص: ۴۵۸۵، طبع بيروت).

(۳) لَا تحابوا هل القدر أى لَا توادوهم ولَا تحابوهم فان المجالسة ونحوها من الممشاة من علامات المحبة وامارات المودّة فالمعنىٰ لَا تجالسوهم مجالسة تأنيس وتعظيم لهم. (المرقاة شرح المشكوٰة ج: ۱ ص: ۳۰۹). "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ......." وفى هٰذه الآية دلَالة علىٰ ان الكافر لَا يكون وليًّا للمسلم لَا فى التصرف ولَا فى النصرة، ويدل علىٰ وجوب البراءة عن الكفار والعداوة لهم .... ويدل علىٰ ان الكفر كله ملّة واحدة لقوله تعالىٰ: بعضهم أولياء بعض. (أحكام القرآن للجصّاص ج: ۲ ص: ۴۴۴، طبع سهيل اكيڈمى).

مرزائیوں کے ساتھ تعلقات رکھنے والا مسلمان

سوال:... ایک شخص مرزائیوں (جو بالاجماع کافر ہیں) کے پاس آتا جاتا ہے اور ان کے لٹریچر کا مطالعہ بھی کرتا ہے، اور بعض مرزائیوں سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ یہ ہمارا آدمی ہے، یعنی مرزائی ہے، مگر جب خود اس سے پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہیں بلکہ میں مسلمان ہوں اور ختمِ نبوّت اور حیاتِ عیسیٰ ابنِ مریم علیہما السلام و نزولِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرحمۃ و فرضیتِ جہاد وغیرہ تمام عقائدِ اسلام کا قائل ہوں اور مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو کافر، کذّاب، دجال، خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ تو کیا وجوہِ بالا کی بنا پر اس شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے گا؟ اگر از رُوئے شریعت وہ کافر نہیں ہے تو اس پر فتویٰ لگانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ ان کے عقائدِ مذکورہ معلوم ہوجانے پر بھی تکفیر کرتا ہو اور کفار والا ان کے ساتھ سلوک کرتا ہو اور اس کی نشر و اشاعت کرتا ہو۔

جواب:... ایسے شخص سے اس کے مسلمان رشتہ دار بائیکاٹ کریں، سلام و کلام ختم کریں، اس کو علیحدہ کردیں،[۱] اور بیوی اس سے علیحدہ ہوجائے تاکہ یہ شخص اپنی حرکات سے باز آجائے، اگر باز آگیا تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کو کافر سمجھ کر کافروں جیسا معاملہ کیا جائے۔[۲]

قادیانی کی دعوت اور اِسلامی غیرت

سوال:... ایک ادارہ جس میں تقریباً پچیس افراد ملازم ہیں، اور ان میں ایک قادیانی بھی شامل ہے، اور اس قادیانی نے اپنے احمدی (قادیانی) ہونے کا برملا اظہار بھی کیا ہوا ہے، اب وہی قادیانی ملازم اپنے ہاں بچے کی پیدائش کی خوشی میں تمام اسٹاف کو دعوت دینا چاہتا ہے اور اسٹاف کے کئی ممبران اس کی دعوت میں شریک ہونے کو تیار ہیں۔ جبکہ چند ایک ملازمین اس کی دعوت قبول کرنے پر تیار نہیں، کیونکہ ان کے خیال میں چونکہ جملہ قسم کے مرزائی مرتد، دائرۂ اسلام سے خارج اور واجب القتل ہیں اور اسلام کے غدار ہیں تو ایسے مذہب سے تعلق رکھنے والوں کی دعوت قبول کرنا دُرست نہیں ہے۔ آپ برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں اس کی وضاحت کردیں کہ کسی بھی قادیانی کی دعوت قبول کرنا ایک مسلمان کے لئے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ تاکہ آئندہ کے لئے اسی کے مطابق لائحہ عمل تیار ہوسکے۔

جواب:... مرزائی کافر ہونے کے باوجود خود کو مسلمان اور دُنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر اور حرامزادے کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کا کہنا ہے کہ: ”میرے دُشمن جنگلوں کے سوَر ہیں اور ان کی عورتیں ان سے بدتر کتیاں ہیں“[۳] جو شخص آپ کو کتا، خنزیر، حرامزادہ اور کافر یہودی کہتا ہو، اس کی تقریب میں شامل ہونا چاہئے یا نہیں؟ یہ فتویٰ آپ مجھ سے نہیں بلکہ خود اپنی اسلامی غیرت سے پوچھئے...!

---

(۱) قال الخطابی: رخص للمسلم أن یغضب علیٰ أخیه ثلاث لیال لقلة ولا یجوز فوقها الّا اذا کان الهجران فی حق من حقوق الله فجوز فوق ذلک. (مرقاة شرح مشکوٰة ج:۹ ص:۲۶۲، طبع امدادیة، ملتان).

(۲) ”یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ .... الخ۔“ (الممتحنه: ۱)۔ ”یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ ..... وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ...الخ“ (المائدة: ۵۱)۔

(۳) انوارِ اسلام ص:۳۰۔ رُوحانی خزائن ج:۹ ص:۳۱۔

قادیانیوں کی تقریب میں شریک ہونا

سوال:...اگر پڑوس میں زیادہ اہلِ سنت جماعت رہتے ہوں، چند گھر قادیانی فرقے کے ہوں، ان لوگوں سے بوجہ پڑوسی ہونے کے شادی بیاہ میں کھانا پینا، یا ویسے راہ و رسم رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:...قادیانیوں کا حکم مرتدین کا ہے، ان کو اپنی کسی تقریب میں شریک کرنا یا ان کی تقریب میں شریک ہونا جائز نہیں، قیامت کے دن خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کی جوابدہی کرنی ہوگی۔[۱]

قادیانی کو دعوت میں بلانا

سوال:...ہمسایوں میں کوئی غیر مسلم رہتا ہو، اور اگر کوئی محلے والوں کی دعوت کرے تو غیر مسلموں کو بھی دعوت میں بلانا چاہئے؟

جواب:...گنجائش ہے،[۲] مگر قادیانیوں کو دعوت دینا ناجائز ہے، کیونکہ وہ مرتد کافر ہیں۔[۳]

قادیانیوں سے رشتہ کرنا یا ان کی دعوت کھانا جائز نہیں

سوال:...قادیانیوں کی دعوت کھالینے سے نکاح ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ نیز ایسے انسان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:...اگر کوئی قادیانی کو کافر سمجھ کر اس کی دعوت کھاتا ہے تو گناہ بھی ہے اور بے غیرتی بھی، مگر کفر نہیں، جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دُشمنوں سے دوستی رکھے اس کو سوچنا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دِکھائے گا...؟

قادیانی نواز وکلاء کا حشر

سوال:...کیا فرماتے ہیں علمائے دِین و مفتیانِ دِینِ متین اس مسئلے میں کہ گزشتہ دنوں مردان میں قادیانیوں نے ربوہ کی ہدایت پر کلمہ طیبہ کے بیج بنوائے، پوسٹر بنوائے اور بیج اپنے بچوں کے سینوں پر لگائے اور پوسٹر دُکانوں پر لگا کر کلمہ طیبہ کی توہین کی، اس حرکت پر وہاں کے علمائے کرام اور غیرت مند مسلمانوں نے عدالت میں ان پر مقدمہ دائر کردیا، اور فاضل جج نے ضمانت کو مسترد کرتے ہوئے ان کو جیل بھیج دیا۔ اب عرض یہ ہے کہ وہاں کے مسلمان وکلاء صاحبان ان قادیانیوں کی پیروی کر رہے ہیں اور چند پیسوں کی خاطر ان کے ناجائز عقائد کو جائز کرنے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں، ان وکلاء صاحبان میں ایک سیّد ہے۔ برائے کرم قرآن اور احادیثِ نبوی کی روشنی میں تفصیل سے تحریر فرمادیں کہ شریعتِ محمدی کی رُو سے ان وکلاء صاحبان کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حوالہ نمبر ۲ ملاحظہ فرمائیں۔
(۲) ولَا بأس بالذهاب الى ضيافة أهل الذمة۔ (عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۷، طبع بلوچستان)۔
(۳) "فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ"۔ (الأنعام:۶۸)۔

جواب:... قیامت کے دن ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیمپ ہوگا اور دُوسری طرف مرزا غلام احمد قادیانی کا۔ یہ وکلاء جنھوں نے دِینِ محمدی صلی اللہ علیٰ صاحبہ وسلم کے خلاف قادیانیوں کی وکالت کی ہے، قیامت کے دن غلام احمد کے کیمپ میں ہوں گے اور قادیانی ان کو اپنے ساتھ دوزخ میں لے کر جائیں گے۔ واضح رہے کہ کسی عام مقدمے میں کسی قادیانی کی وکالت کرنا اور بات ہے، لیکن شعائرِ اسلامی کے مسئلے پر قادیانیوں کی وکالت کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مقدمہ لڑنے کے ہیں۔ ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دِین ہے اور دُوسری طرف قادیانی جماعت ہے، جو شخص دِینِ محمدی کے مقابلے میں قادیانیوں کی حمایت و وکالت کرتا ہے وہ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں شامل نہیں ہوگا، خواہ وہ وکیل ہو یا کوئی سیاسی لیڈر، یا حاکمِ وقت۔

خود کو قادیانی ظاہر کر کے الیکشن لڑنے اور ووٹ بنوانے والے کا شرعی حکم

سوال:... کیا فرماتے ہیں علمائے دِین اس مسئلے پر کہ کافی آدمیوں نے قادیانیوں کی مقرّرہ قومی وصوبائی اسمبلی کی سیٹ پر ضلع سانگھڑ کے علاقے بوبی گوٹھ میں اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کر کے اُمیدوار بن کر انتخابات میں حصہ لیا، اور قادیانیوں کے جعلی شناختی کارڈ بنوا کر ووٹ ڈالے، جبکہ یہ تمام افراد مسلمان تھے۔ ۱:... اُمیدوار (کینڈیڈیٹ) مسلمان رہا یا مرتد؟ ۲:... جن مسلمان افراد نے قادیانیوں کے جعلی شناختی کارڈ بنوا کر ووٹ ڈالے، وہ مرتد ہیں یا مسلمان؟ ۳:... اگر یہ تمام افراد خاموشی سے توبہ کرلیں تو مسلمان ہوں گے یا نہیں؟ ۴:... بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جس شان سے گناہ کریں، اسی شان سے توبہ کریں، اسی طرح گھر میں خاموشی سے توبہ ہوگی یا نہیں؟ ۵:... بعض ووٹر کہتے ہیں کہ جعلی ووٹ ڈالنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا، اس لئے توبہ کی ضرورت نہیں، اس لئے ان کے بارے میں کیا رائے ہے کہ وہ مرتد اور واجب القتل ہیں یا نہیں؟ ۶:... بعض احباب ان کی وکالت کر رہے ہیں کہ یہ قادیانی نہیں ہوئے، وکالت کرنے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ۷:... بعض افراد کہتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمان بھی ہندوؤں کو ووٹ دیتے ہیں، کیا وہ بھی ہندو ہوتے ہیں یا نہیں؟ ۸:... پاکستان کی جن پارٹیوں نے ان افراد (اُمیدوار) کی حمایت کی، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:... خود کو قادیانی ظاہر کر کے ان کی سیٹ پر کھڑے ہونا گناہ ہے، اور اس پر اندیشہ ہے کہ وہ قیامت کے دن مرتد اُٹھائے جائیں گے۔ یہی حکم قادیانیوں کے نام سے ووٹ بنوانے کا ہے، ان کو توبہ کرنی چاہئے اور توبہ کے لئے شرط ہے کہ آئندہ گناہ نہ کریں، چونکہ یہ کام چھپ کر کئے جاتے ہیں، اس لئے اپنے طور پر توبہ کرلینا کافی ہے، لیکن اگر علی الاعلان یہ گناہ کیا گیا تو اس کا اظہار کردینا چاہئے اور اس سے توبہ بھی علی الاعلان کرنی چاہئے۔ اگر مسلمان ہوتے ہوئے ہندو کو ووٹ دیتا ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔[1]

---

(۱) "مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّکُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّکُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا" (النساء:۸۵). وفی التفسیر: أی من یسعٰی فی أمر فیترتب علیه خیر کان له نصیب من ذٰلک ومن یشفع شفاعة سیئة یکن له کفل منها أی یکون علیه وزر من ذٰلک الأمر الذی ترتب علٰی سعیه ونیته. (تفسیر ابن کثیر ج:۲ ص:۳۳۵). "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ" .... وفی هٰذه الآیة دلالة علٰی ان الکافر لَا یکون ولیًّا للمسلم لَا فی التصرف ولَا فی النصرة، ویدل علٰی وجوب البراءة والعداوة لهم. (أحکام القرآن للجصّاص ج:۲ ص:۴۴۴، جواهر الفقه ج:۲ ص:۲۹۵).

اگر کوئی جانتے ہوئے قادیانی عورت سے نکاح کرلے تو اس کا شرعی حکم

سوال:...اگر کوئی شخص کسی قادیانی عورت سے یہ جاننے کے باوجود کہ یہ عورت قادیانی ہے، عقد کرلیتا ہے تو اس کا نکاح ہوا کہ نہیں؟ اور اس شخص کا ایمان باقی رہا یا نہیں؟

جواب:...قادیانی عورت سے نکاح باطل ہے،[۱] رہا یہ کہ قادیانی عورت سے نکاح کرنے والا مسلمان بھی رہا یا نہیں؟ اس میں یہ تفصیل ہے کہ:

الف:...اگر اس کو قادیانیوں کے کفریہ عقائد معلوم نہیں۔یا...

ب:...اس کو یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ قادیانی مرتدوں کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا...تو ان دونوں صورتوں میں اس شخص کو خارج از ایمان نہیں کہا جائے گا، البتہ اس شخص پر لازم ہے کہ مسئلہ معلوم ہونے پر اس قادیانی مرتد عورت کو فوراً علیحدہ کردے اور آئندہ کے لئے اس سے ازدواجی تعلقات نہ رکھے، اور اس فعل پر توبہ کرے۔ اور اگر یہ شخص قادیانیوں کے عقائد معلوم ہونے کے باوجود ان کو مسلمان سمجھتا ہے، تو یہ شخص بھی کافر اور خارج از ایمان ہے، کیونکہ عقائدِ کفریہ کو اِسلام سمجھنا خود کفر ہے،[۲] اس شخص پر لازم ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرے۔[۳]

عورت کی خاطر دِین کو چھوڑ کر قادیانی ہونا

سوال:...میرے دادا قادیانی تھے، لیکن ابو مسلمان ہوگئے تھے، پھر انہوں نے شادی بھی مسلمانوں میں کی۔ اب میں اپنی پھوپھی کی لڑکی سے شادی کا خواہش مند ہوں، اور مسئلہ یہ ہے کہ اس کی ماں کہتی ہے کہ: پہلے قادیانی بنو، پھر رشتہ ملے گا۔ لڑکی کہتی ہے کہ: تم فرضی قادیانی بن کر مجھ سے شادی کرلو، میں بعد میں مسلمان ہوجاؤں گی۔ وہ سچی ہے اور میرے ساتھ گھر تک چھوڑنے کو تیار ہے، مگر میں نہیں چاہتا کہ وہ اپنے ماں باپ کی بدنامی کا باعث بنے۔ کیا میں ایک لڑکی کو مسلمان کرنے کی خاطر قادیانی بن جاؤں اور اس کو نکاح کے بعد مسلمان کرلوں؟ کیا اسلام اجازت دیتا ہے کہ قادیانی سے شادی کرلی جائے، بعد میں یعنی نکاح کے بعد میں اس کو مسلمان بنالوں گا۔ اگر یہ تمام غلط باتیں ہیں اور اسلام میں جائز نہیں ہیں تو پھر مجھے اس کا حل بتائیں۔

جواب:...اگر وہ لڑکی واقعی آپ کے کہنے پر مسلمان ہونے کو تیار ہے تو پہلے مسلمان ہوجائے، پھر اس سے نکاح کرلیں۔ اس کا یہ کہنا کہ پہلے آپ نکاح کے لئے فرضی طور پر قادیانی بن جائیں، بعد میں وہ مسلمان ہوجائے گی، قطعاً غلط اور ناجائز ہے۔ اس کے

---

(۱) وحرم نكاح الوثنية بالإجماع. (وفي الشامي) ويدخل في عبدة الأوثان ..... والمعطلة والزنادقة والباطنية والإباحية، وفي شرح الوجيز: وكل مذهب يكفر به معتقده. (رد المحتار ج:۳ ص:۴۵، كتاب النكاح).

(۲) والأصل ان من اعتقد الحرام حلالًا، فإن كان حرامًا لغيره كمال الغير لَا يكفر، وان كان لعينه فان كان دليله قطعيًا كفر، وإلّا فلا. (فتاویٰ شامیه ج:۴ ص:۲۲۳، باب المرتد، مطلب في منكر الإجماع).

(۳) ما يكون كفرًا اتفاقًا يبطل العمل والنكاح .... وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح. (فتاویٰ شامیه ج:۴ ص:۲۴۶، باب المرتد).

معنی یہ ہیں کہ آپ پہلے کافر بن جائیں، بعد میں وہ مسلمان ہوجائے گی۔[1] ایک عورت کی خاطر اپنے دِین و ایمان کو چھوڑ دینا، کیا کوئی مسلمان اس کا تصوّر کرسکتا ہے...؟

قادیانیوں کو مسجد بنانے سے جبراً روکنا کیسا ہے؟

سوال:...احمدیوں کو مسجدیں بنانے سے جبراً روکا جارہا ہے، کیا یہ جبر اسلام میں آپ کے نزدیک جائز ہے؟

جواب:...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ ضرار کے ساتھ کیا کیا تھا؟ اور قرآنِ کریم نے اس کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے؟ شاید جناب کے علم میں ہوگا، اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے...؟

آپ حضرات دراصل معقول بات پر بھی اعتراض فرماتے ہیں۔ دیکھئے! اس بات پر تو غور ہوسکتا تھا (اور ہوتا بھی رہا ہے) کہ آپ کی جماعت کے عقائد مسلمانوں کے سے ہیں یا نہیں؟ اور یہ کہ اسلام میں ان عقائد کی گنجائش ہے یا نہیں؟ لیکن جب یہ طے ہوگیا کہ آپ کی جماعت کے نزدیک مسلمان، مسلمان نہیں اور مسلمانوں کے نزدیک آپ کی جماعت مسلمان نہیں، تو خود اِنصاف فرمایئے کہ آپ مسلمانوں کو اور مسلمان آپ کو اسلامی حقوق کیسے عطا کرسکتے ہیں؟ اور از رُوئے عقل و انصاف کسی غیرمسلم کو اسلامی حقوق دینا ظلم ہے؟ یا اس کے برعکس نہ دینا ظلم ہے...؟

میرے محترم! بحث جبر و اِکراہ کی نہیں، بلکہ بحث یہ ہے کہ آپ نے جو عقائد اپنے اختیار و ارادے سے اپنائے ہیں ان پر اسلام کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ان پر اسلام کا اطلاق ہوتا ہے تو آپ کی شکایت بجا ہے، نہیں ہوتا، تو یقیناً بے جا ہے، اس اُصول پر تو آپ بھی اتفاق کریں گے اور آپ کو کرنا چاہئے۔

اب آپ خود ہی فرمایئے کہ آپ کے خیال میں اسلام کس چیز کا نام ہے؟ اور کن چیزوں کے انکار کردینے سے اسلام جاتا رہتا ہے؟ اس تنقیح کے بعد آپ اصل حقیقت کو سمجھ سکیں گے جو غصے کی وجہ سے اب نہیں سمجھ رہے۔

''دِین دار انجمن'' اور ''میزان انجمن'' قادیانیوں کی بگڑی ہوئی جماعت ہیں

سوال:...اللہ کے فضل سے ہمارے گھرانے میں بڑے چھوٹے سب نماز کے پابند ہیں اور ہمارا گھرانہ مذہبی گھرانہ ہے۔ ''میزان انجمن'' کراچی میں قائم ہے، اس انجمن کے بانی اور اراکین ''صدیق دِین دار چن بسویشور'' کے ماننے والے پیروکار ہیں، یہ لوگ لمبی داڑھیاں، سر کے لمبے عورتوں جیسے بال رکھے ہوئے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ قادیانی مرزا غلام احمد اور موجودہ مرزا طاہر احمد ''مأمور من اللہ'' ہیں، ان کے اپنے ایک آدمی شیخ محمد ہیں، شیخ محمد کو مظہرِ خدا مان کر ان کو نماز کی طرح سجدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیخ محمد پر اِلہام ہوتا ہے، جو اِلہام ہوئے ہیں، اب تک وہ ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان کی تبلیغ کراچی کورنگی میں زور و شور سے جاری ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ ان کی جماعت کے اراکین میں ہر ایک کا مقام بلند ہے، ایک صاحب جن کی عمر ۸۰ سال ہے، خود کو ''زسیو

---

(۱) ومن أضمر الكفر أو همّ به فهو كافر ..... ولو قال ان كان غدًا كذا فأنا أكفر قال ابو القاسم: هو كافر من ساعته. (فتاویٰ تاتارخانیة ج:۵ ص:۳۱۳، أحكام المرتدين).

اوتار'' اور رُوح مختار محمدی کہتے ہیں۔ ایک بدیع الزمان قریشی ہیں جو نائب صدر ہیں، خود کو خلیفہ الارض کہتے ہیں، کراچی کے اہلِ سنت سرمایہ دار چند ایسے ہیں جو ان کی صورت اور حلیہ سے متأثر ہوکر ماہانہ اشاعتِ اسلام کے نام پر چندہ معقول رقم بھی دیتے ہیں، یہ پورا گروہ خود کو مبلغِ اسلام کہتا ہے۔ ہمارے چند رشتہ داروں کو ان لوگوں نے اپنا ہم عقیدہ بنالیا ہے، ہر جمعہ ہمارے رشتہ دار ماموں ممانی ان کے بچے ہمارے گھر آتے ہیں اور ہمیں کہتے ہیں کہ میزان انجمن کے رکن بن جاؤ، دُنیا اور آخرت سنوَر جائے گی، ہندوؤں کا اوتار چن بسویشور مرگیا، اس کی رُوح صدیق دِین دار صاحب میں آگئی، صدیق دِین دار صاحب مرے نہیں اور وہ خدا کی اصلی صورت میں نہیں بلکہ اور رُوپ میں آئے تھے، اب لطیف آباد سندھ میں جدید دُنیا کا آدم اور خدا شیخ محمد ہے، ان کی مذہبی انجمن میزان کے رکن بن جاؤ۔ شنکر کرشن، نرسیو، ہنومان، کالی دیوی، رام یہ سب پیغمبر تھے اور شنکر کی قوت زبردست تھی، رسولِ مقبول محمد رسول اللہ کو اپنی تمام طاقت شنکر نے دی تھی، محمد رسول اللہ میں شنکر کی رُوح منتقل ہوگئی، سورۂ اِخلاص صدیق دِین دار چن بسویشور نے خود نازل کی تھی اور انہوں نے تفسیر بھی لکھی ہے۔ آپ کو اللہ اور رسول کا واسطہ ہے جلد جواب سے مطلع فرمائیے، ہماری ممانی کہتی ہیں: ''میزان انجمن دُنیا کے مسلمانوں کو حق کا راستہ بتانے کے لئے وجود میں آئی ہے، پاکستان میں حق کی جماعت میزان انجمن ہی ہے اور صدیق دِین دار چن بسویشور دُنیا کا نظام چلارہے ہیں۔'' آپ یہ بتائیں کہ قرآنِ کریم اور احادیث سے کیا یہ تمام باتیں دُرست ہیں؟ ہندو اوتاروں کی یا مسلمان پیغمبروں کی رُوح کا ایک دُوسرے میں یا جس میں چاہے منتقل ہونا صحیح ہے؟ صدیق دِین دار چن بسویشور کی اصلیت وحقیقت کیا ہے، کیا تھی؟ ضروری بات یہ ہے کہ یہ جماعت نماز بھی پڑھتی ہے، اور نام مسلمانوں ہندوؤں کے ملے ہوئے رکھے ہیں، جیسے سیّد سراج الدین نرسیو اوتار یا صدیق دِین دار چن بسویشور ان کے نام ہیں، اُمید ہے کہ ہمارے لئے زحمت کریں گے۔ ہمارے گھر والے، ماموں، ممانی ان کے بچوں کے ہر جمعہ آکر تبلیغ کرنے سے حیران ہیں، کیا ہم ان کی باتوں کو مانیں یا نہ مانیں، گھر میں آنے سے منع کردیں؟ اپنے بیٹوں کے لئے رشتہ مانگتے ہیں، کیا ہم اپنی بہنوں کو جو کنواری ہیں اپنے صدیق دِین دار چن بسویشور کے پیرو ماموں کے بیٹوں کو دے سکتے ہیں؟ شرعی حیثیت سے جوابات عنایت فرماکر ہمارے ایمان کو محفوظ رکھنے میں معاون بنیں، ہمارے والد صاحب کا انتقال ہوچکا ہے، والدہ سنی ہیں، ہم سب سنی ہیں اور بڑے چھوٹے سب مذہبی ہیں، مذہبی گھرانہ ہے۔

جواب:... ''میزان انجمن'' قادیانیوں کی بگڑی ہوئی جماعت ہے، یہ لوگ مرزا قادیانی کو ''مسیحِ موعود'' مانتے ہیں، حیدرآباد دکن میں مرزا قادیانی کا ایک مرید بابو صدیق تھا، اس کو مأمور من اللہ، نبی، رسول، یوسف موعود اور ہندوؤں کا چن بسویشور اوتار مانتے ہیں۔ بابو صدیق کے بعد شیخ محمد کو مظہرِ خدا اور تمام رسولوں کا اوتار مانتے ہیں، اس لئے ''دِین دار انجمن'' اور ''میزان انجمن'' کے تمام افراد مرزائیوں کے دُوسرے فرقوں کی طرح کافر و مرتد ہیں، یہ لوگ قادیانی عقائد کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کے تناسخ کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں، اس انجمن کے افراد کو ان کے عقائد جاننے کے باوجود مسلمان سمجھنا بھی کفر ہے۔[1] کسی مسلمان لڑکی کا ''میزان انجمن'' کے کسی مرتد سے نکاح نہیں ہوسکتا، اگر لڑکی ایسے مرتد کے حوالے کردی گئی تو ساری عمر زنا اور بدکاری کا وبال ہوگا۔ اس انجمن کو چندہ دینا اور ان کے

(۱) ومن اعتقد أن الإيمان والكفر واحد فهو كافر، ومن لا يرضى بالإيمان فهو كافر كذا في الذخيرة. (عالمگیری ج:۲ ص:۲۵۷، الباب التاسع في أحكام المرتدين).

ساتھ سماجی و معاشرتی تعلقات رکھنا حرام ہے۔[1] الغرض یہ مرتدوں کا ایک ٹولہ ہے جو مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے، حالانکہ ان کے عقائد خالص کفریہ ہیں۔

دِین دار انجمن کا اِمام کافر و مرتد ہے، اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی

سوال:... نیو کراچی میں قادیانیوں کی عبادت گاہ مسجد فلاح دارین میں ''دِین دار جماعت'' کا قادیانی یاسین پیش اِمام ہے، جو بہت چالاک، جھوٹا مکار اور غاصب ہے، اس نے مکاری سے کئی کوارٹر حاصل کر رکھے ہیں، کئی غریب اور کمزور لوگوں کے کوارٹروں پر خود قبضہ کر رکھا ہے اور کئی غریب اور کمزور لوگوں کے کوارٹروں کے تالے توڑ کر اپنے پالتو بدمعاشوں کا قبضہ کروا رکھا ہے، اور کئی مسلمانوں کو دھوکا دے کر مسجد کے نام سے رقم وصول کی اور مسجد میں لگانے کے بجائے اپنے گھر میں خرچ کی۔ اور اپنے پالتو بدمعاشوں کی سرپرستی اور عیاشی پر خرچ کی۔ براہِ کرم آپ یہ بتائیں جن لوگوں نے لاعلمی میں مسجد کے نام پر اس کو رقم دی، اس کا ثواب ان کو ملے گا یا وہ رقم برباد ہوگئی؟ اور ہمارے محلّہ کے کچھ لوگ لاعلمی میں اس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، جب ان کو اس کے قادیانی ہونے کا علم ہوا تو نماز چھوڑ دی، اب لوگ قریبی بلال مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔ آپ یہ بتائیں جو نمازیں ہم لوگ اب تک قادیانی یاسین کے پیچھے لاعلمی میں پڑھ چکے ہیں، وہ نمازیں ہوگئیں یا ان کی قضا کرنا پڑے گی یا کوئی اور طریقہ ہے؟

جواب:... ''دِین دار انجمن'' قادیانیوں کی جماعت ہے اور یہ لوگ کافر و مرتد ہیں، کسی غیرمسلم کے پیچھے پڑھی گئی نماز ادا نہیں ہوتی، جن لوگوں نے غلط فہمی کی بنا پر یاسین مرتد کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں وہ اپنی نمازیں لوٹائیں۔ اور مسلمانوں کو لازم ہے کہ ''دِین دار انجمن'' کے افراد جہاں جہاں مسلمانوں کو دھوکا دے کر اِمامت کر رہے ہوں، ان کو مسجد سے نکال دیں، ان کی تنظیم کو چندہ دینا اور ان کے ساتھ معاشرتی تعلقات رکھنا حرام ہے۔[2]

دِین دار انجمن کے پیروکار مرتد ہیں

سوال:... ہمارے محلے میں دِین دار انجمن کے نام سے ایک تنظیم کام کر رہی ہے، جس کے نگرانِ اعلیٰ سعید بن وحید صاحب ہیں جو کہ ہمارے علاقے میں ہی رہائش رکھتے ہیں، ان کے صاحب زادے کا حال ہی میں حادثے کی وجہ سے انتقال ہوگیا، علاقے کے مسلمانوں کے رَدِّعمل کی وجہ سے اس کی نمازِ جنازہ علاقے میں نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے قبرستان میں نمازِ جنازہ پڑھانے کے بعد اسی قبرستان میں تدفین کردی گئی، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

---

(۱) "وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" (هود:۱۱۳)، "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ" (المائدة:۵۱)، "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا" (المائدة:۵۷)، "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللهُ عَلَيْهِمْ" (الممتحنة:۱۳)، "لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ" (آل عمران:۲۸)، "لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ" (المجادلة:۲۲)۔

(۲) حوالہ بالا۔

جواب:... دِین دار انجمن کے حالات و عقائد پروفیسر الیاس برنی مرحوم نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''قادیانی مذہب'' میں ذکر کئے ہیں، اور جناب مفتی رشید احمد لدھیانوی نے اس فرقے کے عقائد پر مستقل رسالہ ''بھیڑ کی صورت میں بھیڑیا'' کے نام سے لکھا ہے۔

یہ جماعت، قادیانیوں کی ایک شاخ ہے، اور اس جماعت کا بانی بابو صدیق دِین دار ''چن بسویشور'' خود بھی نبوّت بلکہ خدائی کا مدعی تھا۔ بہر حال یہ جماعت مرتد اور خارج اَز اسلام ہے، ان سے مسلمانوں کا سا معاملہ جائز نہیں، ان کا جنازہ نہ پڑھا جائے، نہ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ ان مرتدین کا جو مردہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کردیا گیا ہے، اس کو اُکھاڑنا ضروری ہے،[1] اس کے خلاف احتجاج کیا جائے اور ان سے کہا جائے کہ مسلمانوں کے قبرستان کو اس مردار سے پاک کریں۔

---

(۱) اذا مات (المرتد) أو قتل علٰی ردّته لم یدفن فی مقابر المسلمین، ولَا أهل ملة وانما یلقی فی حفرة کالکلب۔ (الأشباه والنظائر ج:۱ ص:۲۹۱، الفن الثانی، طبع إدارة القرآن کراچی)۔ أیضًا عن انس بن مالک قال ..... فأمر النبی صلی الله علیه وسلم بقبور المشرکین فنبشت ... الخ۔ (صحیح بخاری ج:۱ ص:۶۱، طبع نور محمد کراچی)، وفی عمدة القاری: فان قلت کیف یجوز اخراجهم من قبورهم والقبر مختص بمن دفن فیه فقد حازه فلا یجوز بیعه ولَا نقله عنه، قلت: تلک القبور التی أمر النبی صلی الله علیه وسلم بنبشها لم تکن أملاکًا لمن دفن فیها بل لعلها غصبت فلذٰلک باعها ملاکها وعلٰی تقدیر التسلیم انها حبست فلیس بلازم انما اللازم تحبیس المسلمین لَا الکفار ولهٰذا قالت الفقهاء اذا دفن المسلم فی أرض مغصوبة یجوز اخراجه فضلًا عن المشرک۔ (عمدة القاری ج:۲ جزء:۴ ص:۱۷۹، طبع دار الفکر، بیروت)۔

غیر مسلم سے تعلقات

غیر مسلم کو قرآن دینا

سوال:... قرآن پاک انگریزی ترجمے کے ساتھ اگر کوئی غیر مسلم پڑھنے کے لئے مانگے تو کیا اس کو قرآن پاک دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... اگر اطمینان ہو کہ وہ قرآن مجید کی بے حرمتی نہیں کرے گا تو دینے میں کوئی حرج نہیں، اس سے کہا جائے کہ غسل کرکے اس کی تلاوت کیا کرے۔ (۱)

غیر مسلم کو بغرضِ تبلیغ قرآن مجید کا ہدیہ دینا

سوال:... اگر (تعلیم یافتہ) غیر مسلم (عیسائی) شخص کو اس کے طلب کرنے پر مطالعے کی غرض سے قرآنِ کریم (انگریزی مترجم) ہدیہ کرا کر دے دے، اس تاکید کے ساتھ کہ یہ مقدس کتاب ہے، اس کتاب قرآنِ کریم کا احترام تم پر (حفاظت) فرض ہے، کسی بھی قسم کی بے حرمتی سے اجتناب کی تاکید۔ صاف حالت میں چھوئے اور صاف جگہ پر لے کر بیٹھنے کی شرائط سے آگاہ کردے۔ دیگر غیر مسلم کو (شاید) اسلام قبول کرنے کی نیک غرض سے قرآنِ کریم دیا ہو، شریعت کے مطابق جائز یا ناجائز سے مطلع کردیں۔ نیز اگر یہ عمل غلط ہے تو اس کا ازالہ کیسے ممکن ہے؟ جس کے بعد شک کی گنجائش بھی باقی نہ رہے۔

جواب:... غیر مسلم کو قرآنِ کریم دینا، جبکہ یہ اطمینان ہو کہ وہ اس کی بے ادبی نہیں کرے گا، جائز ہے، اور اگر بغرضِ تبلیغ ہو تو ثواب ہے، لیکن اگر یہ اندیشہ غالب ہو کہ وہ... نعوذ باللہ... بے ادبی کرے گا تو اس کو قرآن کا نسخہ دینا جائز نہیں۔ (۲)

غیر مسلم والدین اور عزیزوں سے تعلقات

سوال:... میری تمام برادری کا تعلق .... کافر طبقے سے ہے، اور میں الحمدللہ! حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

(۱) "ویمنع النصرانی من مسّه، وجوّزه محمد اذا اغتسل ولَا بأس بتعلیمه القرآن والفقه عسٰی ان یهتدی۔" (درمختار ج:۱ ص:۱۷۷)۔ قال أبوحنیفة رحمه الله: أعلم النصرانی الفقه والقرآن لعله یهتدی، ولَا یمس المصحف وإن اغتسل ثم مس لَا بأس كذا فی الملتقط۔ (الفتاوی العالمگیریة، كتاب الكراهیة، الباب الخامس ج:۵ ص:۳۲۳)۔

(۲) حوالہ بالا۔

دامنِ رحمت کے نمک خواروں میں سے ہوں۔ حنفی مسلک کی رُو سے مستند حوالہ جات سے فرمایئے کہ میرا ان لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا، رشتہ داری، لین دین ہونا چاہئے کہ نہیں؟ عرصہ پانچ سال سے میرا اپنے دِل کی آواز سے ان لوگوں سے خاص طور پر میل ملاپ قطعاً بند ہے، شریعتِ مطہرہ کی رُو سے یہ بھی بتایئے کہ میرا اپنے والد کے ساتھ عمل کیسا ہونا چاہئے کہ جن کا تعلق بھی اسی کافر طبقے سے ہے؟ وہ قطعاً میری تبلیغ کا اثر نہیں لیتے بلکہ پیٹھ پیچھے مجھے بددُعائیں اور گالیاں نکالتے ہیں، کیا مذہبی فرق کے ناطے سے جو گالیاں، بددُعا مجھے پڑتی ہے کیا ان کی بھی کوئی حیثیت ہے کہ نہیں؟

جواب:... والدین اگر غیرمسلم ہوں اور خدمت کے محتاج ہوں تو ان کی خدمت ضرور کرنی چاہئے، لیکن ان سے محبت کا تعلق نہیں ہونا چاہئے۔[1] اسی طرح ایسے عزیز و اقارب سے بھی دوستانہ و برادرانہ تعلق جائز نہیں۔[2] آپ کے والدین کی بددُعاؤں اور گالیوں کا آپ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بلکہ وہ اس طرزِ عمل سے خود اپنے جرم میں اضافہ کرتے ہیں۔[3]

غیرمسلم رشتہ داروں سے معاملہ

سوال:... میرے سسر چھ سال سے غیرمسلم ہوگئے ہیں، کیا میرے سسر اور ساس کا نکاح قائم ہے؟ اور میری بیوی نے مجھ سے یہ بات چھپاکر رکھی، مجھے اپنے دُوسرے رشتہ داروں سے معلوم ہوا کہ میرے سسر چھ سال ہوئے غیرمسلم ہوگئے ہیں۔ میں اپنی بیوی کو ان کے والدین اور بہن بھائیوں سے ملنے جلنے دوں یا نہیں؟ اگر وہ اس معاملے میں میرا ساتھ دے تو ٹھیک ہے کہ میں اپنے والدین اور بہن بھائیوں سے نہیں ملوں گی۔ اگر میری بیوی کہے کہ میں اپنے والدین اور بہن بھائیوں کو نہیں چھوڑ سکتی ہوں، تو پھر مجھے کیا کرنا ہوگا؟ جبکہ میرے اس وقت پانچ بچے ہیں۔

جواب:... جو شخص پہلے مسلمان ہو، پھر مرتد ہوجائے، اس کا نکاح مسلمان عورت سے قائم نہیں رہتا۔ اگر آپ کی ساس مسلمان ہے تو اس کو مرتد سے الگ ہوجانا چاہئے، ان کا میاں بیوی کا تعلق نہیں رہا۔[4] آپ کی اہلیہ کو چاہئے کہ اپنے باپ سے قطع تعلق

---

(۱) "وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ .... وَإِنْ جٰهَدَاكَ عَلٰى أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا۔" (لقمان:۱۵)۔ "فأمر بمصاحبة الوالدين المشركين بالمعروف مع النهي عن طاعتهما في الشرك لأنه لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق۔ (احکام القرآن للجصاص ج:۳ ص:۱۹۶، وایضًا تفسیر ابن کثیر ج:۵ ص:۱۰۶)۔ وفي الهندية: اذا كان لرجل أو لامرأة والدان كافران عليه نفقتهما وبرّهما وخدمتهما وزيارتهما ...الخ۔ (عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۸، الباب الرابع عشر في أهل الذمة والأحكام التي تعود إليهم)۔

(۲) "لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَآءَهُمْ أَوْ أَبْنَآءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيْرَتَهُمْ .... الخ۔" (المجادلة:۲۲)۔

(۳) عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ان العبد اذا لعن شيئًا صعدت ... الى السماء ... أي وان لم يكن أهلًا بها بأن كان مظلومًا رجعت الى قائلها فانه المستحق لها وأهلها۔ (مرقاة شرح مشكوٰة ج:۴ ص:۶۳۷)۔

(۴) ما يكون كفرًا إتفاقًا يبطل العمل والنكاح، وأولاده أولاد الزنا۔ (در مختار ج:۴ ص:۲۴۶)۔ أيضًا واذا ارتد احد الزوجين عن الإسلام وقعت الفرقة بغير طلاق وهٰذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف۔ (هدايه ج:۲ ص:۳۴۸)، أيضًا: ولو ارتد والعياذ بالله تحرم إمرأته ويجدد النكاح بعد إسلامه ويعيد الحج وليس عليه الصلاة والصوم۔ (فتاوىٰ بزازية على الهندية ج:۶ ص:۳۲۱، طبع بلوچستان)۔

کرے، کیونکہ ایمان کا رشتہ سب سے بڑا رشتہ ہے۔ مرتد، خدا اور رسول کے دُشمن ہیں، اور جو مسلمان اللہ و رسول کے دُشمنوں سے تعلق رکھے، وہ خدا کے قہر اور غضب کے نیچے آئے گا، آپ اپنی بیوی کو سمجھائیں۔[1]

غیر مسلم رشتہ دار سے تعلقات

سوال:... میرے ایک عزیز کی شادی ہندو گھرانے میں ہوئی، لڑکی مسلمان ہوگئی تھی، اب ان ہندو لوگوں سے تعلقات ہوگئے ہیں، ان کے گھر میں آمد و رفت ہوتی ہے، اب ان کے گھر میں کھانے پینے کی کیا صورت ہوگی؟ کیا ان کے گھروں میں ہر قسم کا کھانا کھاسکتے ہیں؟

جواب:... غیر مسلم کے گھر کھانا کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ یہ اطمینان ہو کہ وہ کھانا حلال اور پاک ہے،[2] البتہ کسی غیر مسلم سے محبت اور دوستی کا تعلق جائز نہیں۔[3]

غیر مسلم سے کیسا سلوک جائز ہے؟

سوال:... اگر کوئی غیر مسلم ہمارے گھر آئے تو اس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے؟

جواب:... غیر مسلم دو قسم کے ہیں، ایک تو مرتد و زِندیق جیسے: قادیانی۔ ان کے ساتھ تو کسی قسم کا تعلق دُرست نہیں۔[4] دُوسرے یہود و نصاریٰ اور دیگر مذاہب کے غیر مسلم، ان کے ساتھ دِل سے دوستانہ تعلق جائز نہیں،[5] لیکن حسنِ سلوک ان کے ساتھ نہ

---

(۱) "لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً، وَیُحَذِّرُکُمُ اللهُ نَفْسَهٗ، وَاِلَی اللهِ الْمَصِیْرُ" نهٰی تبارک وتعالٰی عباده أن یوالوا الکافرین، وأن یتخذوهم أولیاء یسرّون إلیهم بالمودّة من دون المؤمنین. (تفسیر ابن کثیر ج:۲ ص:۲۷)، أیضًا لأن الکفر من المرتد اغلظ من کفر مشرکی العرب. (الأشباه والنظائر مع شرحه للحموی ج:۲ ص:۲۴۹)، والمرتد اقبح من الکافر الأصلی. (أیضًا ج:۱ ص:۲۹۱)

(۲) ولَا بأس بالذهاب الٰی ضیافة أهل الذمة. (فتاویٰ عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۷). أیضًا ولَا بأس بطعام المجوس کله اِلّا الذبیحة فان ذبیحتهم حرام ....الخ. (عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۷، طبع بلوچستان).

(۳) "لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ" (آل عمران:۲۸).

(۴) فان المرتد لَا یسترق وان لحق بدار الحرب لأنه لم یشرع فیه اِلّا الإسلام أو السیف لقوله سبحانه وتعالٰی: "تُقٰتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ" ...الخ. (بدائع الصنائع ج:۷ ص:۱۳۶).

(۵) وقال تعالٰی: "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ...الخ. (الممتحنة:۱). وقال تعالٰی: "لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً، وَیُحَذِّرُکُمُ اللهُ نَفْسَهٗ، وَاِلَی اللهِ الْمَصِیْرُ" (آل عمران:۲۸) قال الحافظ ابن کثیر تحت هٰذه الآیة: نهٰی تبارک وتعالٰی عباده أن یوالوا الکافرین، وأن یتخذوهم أولیاء یسرّون إلیهم بالمودّة من دون المؤمنین. (تفسیر ابن کثیر ج:۲ ص:۲۷ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه).

صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔[۱] ان کو حتی الوسع راحت پہنچانا اور اخلاق و مروّت سے پیش آنا چاہئے، ان کے ساتھ لین دین بھی جائز ہے۔[۲]

غیر مسلم کی مدح سرائی جائز نہیں

سوال:... میں ایک طالب علم ہوں، بچوں کا صفحہ بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔ گزشتہ ہفتے بچوں کے صفحے میں پروفیسر عبدالسلام کی بچپن کی یادیں شائع ہوئیں، جس سے ہم بڑے متأثر ہوئے، لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ پروفیسر عبدالسلام کا تعلق قادیانی جماعت سے ہے۔ کیا ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم ایسے شخص کی تعریف کریں جو مسلمان نہ ہو؟ اس سلسلے میں شائع کرنے والوں پر کیا گناہ ہوگا؟ اور کیا پڑھنے والے بھی گناہ گار ہوں گے؟ کیا کافروں کی مدح سرائی کی اجازت ہے؟

جواب:... قادیانی پہلے چوہدری سر ظفر اللہ خان کے حوالے سے اور اب پروفیسر عبدالسلام کے حوالے سے قادیانیت کے پرچار کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ یہ مضمون جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے، اس میں یہی جذبہ کارفرما ہے۔ پاکستان کے محبّ وطن سائنس دان جنھوں نے وطن کی ٹھوس خدمات کی ہیں، ان کا نام نہیں لیا جاتا اور جس شخص نے پاکستان کے بارے میں یہ کہا تھا:

"میں اس لعنتی ملک میں قدم نہیں رکھنا چاہتا۔" (ہفت روزہ "چٹان" لاہور، ۲۲ر جون ۱۹۸۶ء)

اس کو پاکستان کا محسن شمار کیا جاتا ہے۔ گویا پاکستان کے لئے لائقِ فخر ہے... لاحول ولاقوۃ!... بہرحال پروفیسر عبدالسلام قادیانی ہے اور مصوّرِ پاکستان علامہ اقبال کا فتویٰ ہے:

"قادیانی بیک وقت اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں۔"[۳]

غیر مسلم کے ساتھ دوستی

سوال:... غیر مسلم کے ساتھ دُعا سلام اور ان کو اپنے برتن میں کھلانا پلانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے،[۴] مگر ان سے دوستی اور محبت جائز نہیں،[۵] ہم میں اور ان میں عقائد و اعمال کا فرق ہے۔

---

(۱) ولَا بأس بأن يصل الرجل والمشرك قريبًا كان أو بعيدًا محاربًا كان أو ذميًّا، وأراد بالمحارب المستأمن ... الخ. (عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۷)۔

(۲) لَا باس بأن يكون بين المسلم والذمي معاملة اذا كان مما لَابُدّ منه، كذا في السراجية. (عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۸)۔

(۳) علامہ اقبال اور فتنۂ قادیانیت ص:۴۸۴، ناشر: عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت ملتان۔

(۴) ولَا بأس بالذهاب الى ضيافة أهل الذمة. (فتاویٰ عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۷)۔ نیز ابنِ کثیرؒ (ج:۲ ص:۳۴۶) میں ہے: وأما نجاسة بدنه فالجمهور على أنه ليس بنجس البدن والذات، لأن الله تعالىٰ أحلّ طعام أهل الكتاب.

(۵) "لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً، وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهٗ، وَاِلَى اللهِ الْمَصِيْرُ" نهىٰ تبارك وتعالىٰ عباده أن يوالوا الكافرين، وأن يتخذوهم أولياء يسرّون اليهم بالمودّة من دون المؤمنين. (تفسير ابن كثير ج:۲ ص:۲۷ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ أيضًا الكفر من المرتد اغلظ من كفر مشركي العرب. (الأشباه والنظائر مع شرحه للحموي ج:۲ ص:۲۴۹)، والمرتد اقبح من الكافر الأصلي. (أيضًا ج:۱ ص:۲۹۱، طبع إدارة القرآن)۔

"میثاقِ مدینہ" سے غیر مسلموں کی دوستی کا جواز پکڑنا

سوال:… بعض حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہودیوں سے ایک معاہدہ میثاقِ مدینہ کے حوالے سے یہودیوں کی دوستی و معاونت کو جائز قرار دینے کی بات کرتے ہیں۔ دریافت طلب یہ ہے کہ سورۂ مائدہ کی متذکرہ بالا آیات میثاقِ مدینہ سے پہلے نازل ہوئیں یا بعد کو؟ قیاس وگمان یہ ہے کہ یہ آیات بعد کو نازل ہوئیں، اگر پہلے نازل ہوتیں تو میثاقِ مدینہ کی نوبت ہی نہیں آتی، اور جب بعد کو نازل ہوئیں تو پھر اس کے بعد ایسی دوستی اور معاونت کا جواز باقی نہ رہا، بلکہ واضح آیات کے تحت حکمِ قرآنی کی کھلی خلاف ورزی ہی ہوسکتی ہے۔ تقسیمِ برِصغیر ہند کے وقت سے ہم لوگوں کے لئے تجربات ومشاہدات بھی یہی ثابت کرتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ کی دوستی اور معاونت محض ظاہری سطح پر ہوتی ہے، حقیقت میں یہ اسلام اور مسلمانوں سے دُشمنی بڑی گہری اور دُوررس ہوتی ہے اور ہورہی ہے، اور ہوتی رہے گی۔ خلیج عرب ممالک میں بھی برسوں پُرانی دوستی کا انجام اسرائیل کی شکل میں ظہور پذیر ہوا، دوستی کا یہی اِنعام ملا۔

جواب:… میثاقِ مدینہ نزولِ مائدہ سے پہلے کا ہے۔[1] علاوہ ازیں کسی قوم سے سیاسی معاہدہ کرلینا دوستی کے ضمن میں نہیں آتا۔[2]

غیر مسلم کے گھر کا کھانا کھانا

سوال:… کیا ہم مسلمانوں کے لئے یہ جائز ہے کہ کسی غیر مسلم کے یہاں سے اگر کھانا آئے تو اسے نہیں کھانا چاہئے اور اگر کوئی مسلمان ایسا کرے گا تو وہ کافروں میں شمار ہوگا؟

جواب:… غیر مسلموں کا کھانا اگر پاک اور حلال ہو تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔[3] ہاں! کافروں سے دوستی کا تعلق نہیں رکھنا چاہئے۔[4]

غیر مسلم کا کھانا جائز ہے، لیکن اس سے دوستی جائز نہیں

سوال:… میرا ایک دوست عیسائی ہے، میرا اس کے گھر روزانہ کا آنا جانا ہے، اکثر وہ مجھے کھانا بھی کھلا دیتا ہے۔ کیا کسی

---

(۱) کیونکہ یہ ۱ھ کا واقعہ ہے، تفصیل کے لئے دیکھیں: البدایہ والنہایہ ج:۳ ص:۲۲۴-۲۲۶۔ اور نزول کے اعتبار سے سورت مائدہ سب سے آخری سورت ہے: "المائدة من آخر القرآن تنزيلًا" (روح المعانی ج:۶ ص:۳۰۱، طبع خیریه، ایضاً معارف القرآن ج:۳ ص:۱۰ مائدة).

(۲) تفصیل ملاحظہ فرمائیں: جواهر الفقه (ج:۲ ص:۱۹۵، طبع کراچی).

(۳) ولَا بأس بطعام اليهود والنصارىٰ كله من الذبائح وغيرها ويستوي الجواب بين أن يكون اليهود والنصارىٰ من أهل الحرب .... الخ. (عالمگيري ج:۵ ص:۳۴۷).

(۴) قال الله تعالىٰ: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ...الخ. (الممتحنة: ۱). وقال تعالىٰ: "لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً، وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهٗ، وَاِلَى اللهِ الْمَصِيْرُ" نهى تبارك وتعالىٰ عباده أن يوالوا الكافرين، وأن يتخذوهم أولياء يسرّون اليهم بالمودّة من دون المؤمنين. (تفسير ابن كثير ج:۲ ص:۲۷ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه).

غیر مسلم کے یہاں کھانا کھالینا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ جس پلیٹ میں ہم کھانا کھاتے ہیں، ان میں اکثر وہ لوگ سور وغیرہ بھی کھاتے ہیں۔

جواب:... برتن اگر پاک ہوں اور کھانا بھی حلال ہو تو غیر مسلم کا کھانا جائز ہے،[1] مگر غیر مسلم سے دوستی جائز نہیں۔[2]

کرسمس کے موقع پر عیسائیوں یا کسی دُوسرے کے تہوار پر کھانا وغیرہ کھانا

سوال:... کرسمس کے موقع پر ۲۵ر دسمبر سے ایک دو دن قبل ہر سال دفتری اوقات میں عیسائی ملازمین کرسمس پارٹی کا بندوبست کرتے ہیں، جس میں ہم مسلمان لوگوں کو بھی اخلاقاً کھانے، کیک وغیرہ کھانا پڑتے ہیں۔ کیا مسلمان ملازمین کے لئے کرسمس پارٹی کے یہ کھانے وغیرہ کھانا صحیح ہیں، جبکہ پارٹی دفتری اوقات میں دفتر کے اندر ہوتی ہے؟

جواب:... جائز ہے۔[3]

سوال:... اسی طرح اگر دیگر مذاہب کے لوگ (قادیانی نہیں) ان کے کسی مذہبی تہوار کی وجہ سے دفتر میں دفتری اوقات کے دوران دفتر کے سب اسٹاف کے لئے کچھ مٹھائی وغیرہ لائیں تو کیا مسلمان کے لئے اس کا کھانا جائز ہے؟

جواب:... یہ بھی جائز ہے۔[4]

سوال:... کرسمس پارٹی کے موقع پر سب لوگ گھر سے پکا کر یا بازار سے خرید کر کھانے کی کوئی چیز لاتے ہیں، اس طرح مل کر پارٹی بن جاتی ہے۔ چونکہ دفتر والے سب سے کہتے ہیں کہ ہر شخص کوئی نہ کوئی کھانے کی چیز لائے تو ہمارے مسلمان ساتھی بھی کھانے پینے کی کوئی نہ کوئی چیز اخلاقاً لے آتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا ایک مسلمان کا کرسمس منانے کے مترادف ہوگا؟

جواب:... جائز ہے۔[5]

تبلیغ کی غرض سے غیر مسلم کے ساتھ کھانا کھانا

سوال:... کیا کوئی مسلمان کسی غیر مسلم شخص کے ساتھ کھانا (الگ الگ یا ایک ہی پلیٹ میں) کھا سکتا ہے یا نہیں؟ چاہے وہ کتنا ہی اعلیٰ اور کمتر کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی مسلمان تبلیغی طور پر ایسا کرنا چاہے تو کیا وہ ایسا کام کرنے کا حق رکھتا ہے؟

---

(۱) قال محمد رحمه الله: ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل ومع هٰذا لو أكل أو شرب منها قبل الغسل جاز، ولَا يكون آكلًا ولَا شاربًا حرامًا، وهٰذا اذا لم يعلم بنجاسة الأواني. (عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۷).

(۲) قال الله تعالىٰ: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ...الخ. (الممتحنة:۱). وقال تعالىٰ: "لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً، وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهٗ، وَاِلَى اللهِ الْمَصِيْرُ" (آل عمران:۲۸).

(۳، ۴) لَا بأس بطعام اليهود والنصارىٰ كله من الذبائح وغيرها .... الخ. (فتاویٰ عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۷).

(۵) اگر کفار کے تہواروں کی تعظیم مقصود نہ ہو اور ان تہواروں سے ایک دن پہلے یا بعد، کھانے پینے کی پارٹی کرلی جائے تو اگرچہ جائز ہے اور فتویٰ اسی پر ہے، تاہم تشبہ کی بنا پر اِحتراز میں زیادہ اِحتیاط ہے۔ لَا بأس بطعام اليهود والنصارىٰ كله من الذبائح وغيرها .... الخ. (فتاویٰ عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۷، طبع بلوچستان). أيضًا ولو اهدى لمسلم ولم يرد تعظيم اليوم بل جرى علىٰ عادة الناس لَا يكفر وينبغي أن يفعله قبله أو بعده نفيا للشبهة ...الخ. (الدر المختار مع ردّ المحتار ج:۶ ص:۷۵۴، طبع ایچ ایم سعید).

جواب:... غیر مسلم کے ہاتھ صاف ہوں تو بوقتِ ضرورت اس کے ساتھ کھانے میں کوئی حرج نہیں۔[1]

غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا اور ملنا جلنا

سوال:... ہم نے مسافروں کے پانی پینے کے لئے ٹھنڈے مٹکوں کی سبیل بنا رکھی ہے، ایک دن ایک عیسائی نے ہمارے مٹکوں میں سے پانی نکال کر اپنے گلاس میں پیا اور ہم نے اس سے کہا کہ آئندہ یہاں سے پانی نہ پیا کریں۔ اس نے کہا: میں اس چیز کی معافی چاہتا ہوں۔ چنانچہ وہاں پر ایک عالم موجود تھا اور میں نے اس سے پوچھا کہ یہ واقعہ ابھی آپ کے سامنے ہوا ہے، کیا پانی گرادیا جائے یا نہیں؟ اس نے کہا کہ: پانی گرادیں۔ اور یہ بھی کہا کہ: اہلِ کتاب کے ساتھ آپ کھا پی سکتے ہیں۔ اب عیسائیوں کے ساتھ کھانا پینا اور ان کا ہمارے برتن کو ہاتھ لگانا کیسا ہے؟ خدا کے لئے اس کا جواب ضرور دیں، تاکہ ہماری اصلاح ہوجائے۔

جواب:... کسی غیر مسلم کے پانی لینے سے برتن اور پانی ناپاک نہیں ہوجاتا۔[2] کسی غیر مسلم کو آپ اپنے دسترخوان پر کھانا بھی کھلا سکتے ہیں۔[3] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر غیر مسلم بھی کھانا کھاتے تھے۔[4] غیر مسلم سے دوستانہ اُلفت و محبت جائز نہیں۔[5]

غیر مسلموں کے مذہبی تہوار

سوال:... اگر کوئی مسلمان، ہندوؤں کے مذہبی تہواروں میں ان سے دوستی یا کاروباری تعلق ہونے کی وجہ سے شرکت کرے تو یہ شرعی لحاظ سے کیسا ہے؟

جواب:... غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات و رُسوم میں شرکت جائز نہیں، حدیث میں ہے کہ جس شخص نے کسی قوم کے مجمع کو بڑھایا وہ انہی میں شمار ہوگا۔[6]

---

(۱) وأما نجاسة بدنه فالجمهور على أنه ليس بنجس البدن والذات، لأن الله تعالىٰ أحلّ طعام أهل الكتاب۔ (تفسير ابن كثير ج:۲ ص:۳۴۶، طبع سهيل اكيڈمی)۔

(۲) ولو أدخل الكفار أو الصبيان أيديهم لَا يتنجس اذا لم يكن على أيديهم نجاسة حقيقية۔ (حلبی كبير ص:۱۰۳)۔

(۳) ولَا بأس بأن يضيف كافرًا۔ (عالمگيری ج:۵ ص:۳۴۷، طبع بلوچستان)۔

(۴) وأنزل وفد عبدالقيس فی دار رملة بنت الحارث وأجرىٰ عليهم ضيافة وأقاموا عشرة أيام۔ (طبقات ابن سعد ج:۱ ص:۳۱۵، طبع دار صادر، بيروت)۔

(۵) "يٰـأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ"۔ (الممتحنة:۱)۔ وأيضًا: قال تعالىٰ: "لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ...الخ" (آل عمران:۲۸)۔

(۶) "عن عبدالله بن مسعود قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من كثّر سواد قوم فهو منهم ومن رضى عمل قوم كان شريكًا لمن عمله"۔ (المطالب العاليه ج:۲ ص:۴۲)۔ أيضًا والأولىٰ للمسلمين أن لَا يوافقوهم على مثل هٰذه الأحوال لإظهار الفرح والسرور۔ (شامی ج:۶ ص:۷۵۵، طبع ايچ ايم سعيد)۔

غیر مسلم کے ساتھ کھانا جائز ہے، مرتد کے ساتھ نہیں

سوال:... کسی مسلمان کا غیر مذہب کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے،(۱) مگر مرتد کے ساتھ جائز نہیں۔(۲)

کیا غیر مسلم کے ساتھ کھانا کھانے سے ایمان تو کمزور نہیں ہوتا؟

سوال:... میرا مسئلہ کچھ یوں ہے کہ میں ایک بہت بڑے پروجیکٹ پر کام کرتا ہوں، جہاں پر اکثریت مسلمانوں کی ہی کام کرتی ہے، مگر اس پروجیکٹ میں ورکروں کی دُوسری بڑی تعداد مختلف قسم کے عیسائیوں کی ہے، وہ تقریباً ہر ہوٹل سے بلا روک ٹوک کھاتے ہیں اور ہر قسم کا برتن استعمال میں لاتے ہیں، برائے مہربانی شرعی مسئلہ بتایئے کہ ان کے ساتھ کھانے پینے میں کہیں ہمارا ایمان تو کمزور نہیں ہوتا؟

جواب:... اسلام چھوت چھات کا قائل نہیں، غیر مسلموں سے دوستی رکھنا، ان کی شکل، وضع اختیار کرنا اور ان کے اطوار وعادات کو اَپنانا حرام ہے،(۳) لیکن اگر ان کے ہاتھ نجس نہ ہوں تو ان کے ساتھ کھالینا بھی جائز ہے۔(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کافروں نے بھی کھانا کھایا ہے۔(۵) ہاں! طبعی گھن ہونا اور بات ہے۔

غیر مسلم کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز کھانا

سوال:... ہماری کمپنی کا باورچی یعنی روٹی پکانے والا کافر ہے، ہندو ہے، کیا ہم اس کے ہاتھوں کا پکا ہوا کھا سکتے ہیں؟ ہم مسلمان کافی ہیں لیکن پاکستانی بہت تھوڑے ہیں۔

جواب:... غیر مسلم کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز کھانا جائز ہے، بشرطیکہ اس کے ہاتھ پاک صاف ہوں۔(۶)

---

(۱) ولَا بأس بالذهاب الٰی ضیافة أهل الذمة. (فتاویٰ عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۷) نیز ابن کثیر ج:۲ ص:۳۴۶ میں ہے: وأمّا نجاسة بدنه فالجمهور علٰی أنه لیس بنجس البدن والذات لأن الله تعالٰی أحل طعام أهل الکتاب.

(۲) لَا تجالسوا أهل القدر أی لَا توادوهم ولَا تحابوهم ...... أن المجالسة تشتمل علی المؤاکلة والمؤانسة ...الخ. (المرقاة شرح مشکوٰة ج:۱ ص:۱۴۹ طبع دهلی).

(۳) وعنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (مشکوٰة ص:۳۷۵) وفی المرقاة: من تشبه بقوم أی: من شبه نفسه بالکفار مثلًا فی اللباس وغیره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار (فهو منهم) أی فی الإثم والخیر. (مرقاة شرح مشکوٰة ج:۴ ص:۴۳۱ طبع اصح المطابع، بمبئی).

(۴) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

(۵) وأنزل وفد عبدالقیس فی دار رملة بنت الحارث وأجرٰی علیهم ضیافة وأقاموا عشرة أیام. (طبقات ابن سعد ج:۱ ص:۳۱۵).

(۶) صفحہ ہٰذا کا حوالہ نمبر ۱ ملاحظہ فرمائیں۔

چینی اور دُوسرے غیرمسلموں کے ہوٹلوں میں غیرذبیحہ کھانا

سوال:... کچھ عرصے سے میرے دِماغ میں ایک بات کھٹک رہی ہے، وہ یہ کہ ہمارے ہاں بیشتر لوگ شوقیہ طور پر چائنیز ریسٹورنٹس میں کھانا کھاتے ہیں، لیکن اس بات کی تحقیق نہیں کرتے کہ جو کھانا وہ کھاتے ہیں آیا وہ حلال ہوتا ہے یا حرام؟ میرے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ جب اس نے معلومات کیں تو پتہ چلا کہ یہ ہوٹل والے نہ صرف جانور اپنے ہاتھ سے کاٹتے ہیں بلکہ بعض اوقات مری ہوئی مرغیاں بھی کاٹ دیتے ہیں۔ میری عرض ہے کہ کیا غیرمسلم کے ہاتھ سے کٹا ہوا جانور حلال ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب:... ایسے ہوٹل میں کھانا نہیں کھانا چاہئے جہاں پاک وناپاک، حلال وحرام کی تمیز نہ کی جاتی ہو۔[۱] اہلِ کتاب کا ذبیحہ حلال ہے بشرطیکہ وہ اہلِ کتاب بھی ہوں، اہلِ کتاب کے علاوہ باقی غیرمسلموں کا ذبیحہ حرام ہے۔[۲]

مختلف مذاہب کے لوگوں کا اکٹھے کھانا کھانا

سوال:... اگر سو آدمی اکٹھے کھانا کھاتے ہیں اور برتن اسٹیل کے ہیں یا چینی کے، اور ان کو صرف گرم پانی سے دھویا جاتا ہے، سو آدمیوں میں عیسائی، ہندو، سکھ، مرزائی ہیں۔ برتن ایک دُوسرے سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں، اگر عیسائی، سکھ، ہندو، مرزائی کا برتن کسی مسلم کے پاس آجائے تو کیا جائز ہے؟ اگر نہیں تو مسلح افواج میں ایسا ہوتا ہے، حکومت اس سے پرہیز کرتی ہے تو فوج میں انتشار پیدا ہوسکتا ہے، یا فوجیوں کے دِل میں ایک دُوسرے کے خلاف کوئی بات بیٹھ سکتی ہے۔

جواب:... غیرمسلم کے ہاتھ پاک ہوں تو اس کے ساتھ کھانا بھی جائز ہے،[۳] اور اس کے استعمال شدہ برتنوں کو دھوکر استعمال کرنے میں بھی مضائقہ نہیں۔[۴] ہمارا دِین اس معاملے میں تنگی نہیں کرتا، البتہ غیرمسلموں کے ساتھ زیادہ دوستی کرنے اور ان کی عادات واطوار اپنانے سے منع کرتا ہے۔[۵]

برتن اگر غیرمسلم استعمال کرلیں تو کیا کروں؟

سوال:... آپ سے ایک مسئلہ عرض کرنا چاہتا ہوں، جواب اخبار میں دے کر سینکڑوں مسلمان غیرملکیوں کا مسئلہ حل

---

(۱) ان ما اشتبہ أمرہٗ فی التحلیل والتحریم ولَا یعرف لہ أصل متقدم فالورع أن یترکہ ویجتنبہ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج:۶ ص:۳۷، طبع مکتبہ امدادیۃ ملتان)۔

(۲) لَا تحل ذبیحۃ غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد .... الخ۔ (در مختار ج:۶ ص:۲۹۸، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۳) صفحہ:۱۳۲ کا حاشیہ نمبر۱، ۲ ملاحظہ ہو۔

(۴) قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ویکرہ الأکل والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل ومع ھٰذا لو أکل أو شرب فیھا قبل الغسل جاز ولَا یکون آکلًا ولَا شاربًا حرامًا وھٰذا اذا لم یعلم بنجاسۃ الأوانی ...الخ۔ (فتاویٰ عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۷)۔

(۵) وفی الجصاص: "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ، بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ .... ویدل علٰی وجوب البراءۃ من الکفار والعداوۃ لھم، لأن الولَایۃ ضد العداوۃ فاذا امرنا بمعاداۃ الیھود والنصاریٰ لکفرھم وغیرھم من الکفار بمنزلتھم ...الخ۔ (احکام القرآن للجصاص ج:۲ ص:۴۴۴، سھیل اکیڈمی، لَاھور)۔

فرمائیں، تاحیات دُعاگو رہوں گا۔ گزارش ہے کہ یہاں کے لوگ سوَر کا گوشت اور کتے کا گوشت مرغوب غذا کے طور پر بے حد زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ میرے ساتھ دیگر کورین کام کرتے ہیں، جبکہ کمپنی کا میس ایک ہی ہے، جن برتنوں میں وہ پکاتے ہیں، میرے برتن علیحدہ ہیں، مگر کوشش کے باوجود بھی پاکیزگی برقرار نہیں رکھ سکتا ہوں، زبان کا بھی مسئلہ ہے۔ بعض اوقات کورین میرے برتنوں کو استعمال کرلیتے ہیں، اب روز روز تو برتن خریدے بھی نہیں جاسکتے کہ یہاں مہنگائی انتہائی حد تک زیادہ ہے۔ آپ فرمائیں، ان ناگریز حالات میں کون سا عمل کروں کہ دِل وضمیر مطمئن رہ سکے، تاحیات دُعاگو رہوں گا۔

جواب:... یہ تو بہت اچھا ہے کہ آپ کے استعمال کے برتن الگ ہیں، اس پر تو مکمل پابندی ہونی چاہئے کہ ان کے نجس کھانے کے کسی ذرّے کے ساتھ بھی آپ کے برتن ملوّث نہ ہوں۔ مثلاً جو چمچہ ان کے برتن کے لئے استعمال ہو رہا ہے، وہ آپ کے برتن میں استعمال نہ ہو۔

ویسے آپ کے خالی برتنوں کو اگر وہ لوگ استعمال کرلیتے ہیں (اگرچہ ان کو ایسا نہیں کرنا چاہئے، اور جہاں تک ممکن ہو، اس میں بھی احتیاط کرنی چاہئے، اس کے باوجود اگر وہ آپ کا برتن اُٹھاکر استعمال کرلیں) تو آپ دھوکر اور پاک کرکے ان کو استعمال کرسکتے ہیں، پاک کرلینے کے بعد آپ کا ضمیر قطعاً مطمئن رہنا چاہئے۔ (۱)

ایسے برتنوں کا استعمال جو غیرمسلم بھی استعمال کرتے ہوں

سوال:... ہمارے یہاں شادی اور دیگر تقریبات پر ڈیکوریشن والوں سے رجوع کیا جاتا ہے، دیگ کے لئے، پلیٹوں کے لئے، جگ اور گلاس کے لئے، انہیں ہم لوگ بھی استعمال میں لاتے ہیں اور دوسری قومیں مثلاً: ہندو، بھنگی، عیسائی، بھیل وغیرہ بھی۔ ان برتنوں کا استعمال ہمارے لئے کہاں تک درست و جائز ہے؟

جواب:... دھوکر استعمال کرنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔ (۲)

ہندوؤں کا کھانا ان کے برتنوں میں کھانا

سوال:... یہاں ''اُمّ القوین'' میں ہر مذہب کے لوگ ہیں، زیادہ تر ہندو لوگ ہیں، اور ہوٹل میں ہندو لوگ کام کرتے ہیں، اب ہم پاکستانی لوگوں کو بتائیں کہ وہاں پر روٹی کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اُمید ہے جواب ضرور دیں گے۔

جواب:... اگر ہندوؤں کے برتن پاک ہوں اور یہ بھی اطمینان ہو کہ وہ کوئی حرام یا ناپاک چیز کھانے میں نہیں ڈالتے تو ان

---

(۱) عن أبي ثعلبة الخشني انه قال: يا رسول الله! أنا بأرض أهل كتابٍ فنطبخ في قدورهم ونشرب في آنيتهم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان لم تجدوا غيرها فارحضوها بالماء ...... (ترمذی ج:۲ ص:۲، باب ما جاء في الأكل في آنية الكفار)۔

(۲) وقال محمد رحمه الله تعالىٰ: ويكره الأكل والشرب في اواني المشركين قبل الغسل ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل جاز ولَا يكون آكلًا ولَا شاربًا حرامًا وهذا اذا لم يعلم بنجاسة الأواني ...الخ۔ (عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۷)۔

کی دُکان سے کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ (۱)

ہندو کی کمائی حلال ہو تو اس کی دعوت کھانا جائز ہے

سوال:... ہندو، مسلمان اگر آپس میں دوست ہوں اور ہندو جائز پیشہ کرتا ہو اور ہندو دوست، مسلمان دوست کو کھلاتا پلاتا ہو تو کیا مسلمان دوست کو ہندو دوست کی چیزیں کھانا پینا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو پھر مسلمان حرام کھانے کی وعیدوں میں شامل ہوگا۔

جواب:... ہندو کی کمائی اگر حلال طریقہ سے ہو تو اس کی دعوت کھانا جائز ہے۔ (۲)

بھنگی پاک ہاتھوں سے کھانا کھائے تو برتن ناپاک نہیں ہوتے

سوال:... کوئی بھنگی اگر مسلمان بن کر کسی ہوٹل میں کھانا کھائے اور ہوٹل کے مالک کو یہ خبر نہ ہو کہ یہ بھنگی ہے، کیا ہوٹل کے برتن پاک رہیں گے؟

جواب:... بھنگی کے ہاتھ پاک ہوں تو اس کے کھانا کھانے سے برتن ناپاک نہیں ہوتے۔ (۳)

شیعوں اور قادیانیوں کے گھر کا کھانا

سوال:... شیعہ کے گھر کا کھانا کھانا جائز ہے یا غلط؟ قرآن وسنت کی روشنی میں واضح فرمائیں۔ نیز قادیانی کے گھر کا کھانا کھانا صحیح ہے یا غلط ہے؟

جواب:... شیعوں کے گھر حتی الوسع نہیں کھانا چاہئے، اور قادیانی کا حکم تو مرتد کا ہے، ان کے گھر جانا ہی دُرست نہیں، نہ کسی قسم کا تعلق۔ (۴)

شیعوں کے ساتھ دوستی کرنا کیسا ہے؟

سوال:... سنی مسلمان اور شیعہ میں مذہبی طور پر مکمل اختلاف ہے، یعنی پیدائش سے مرنے کے بعد تک تمام مسائل میں فرق واضح ہے۔ دونوں کے ایمانیات، اخلاقیات، ارکانِ دینِ اسلام مختلف ہیں، تو شیعہ مسلک کے ساتھ دوستی رکھنا کیسا ہے؟ جو دوستی رکھتا ہے اس کے متعلق اسلام کیا کہتا ہے؟ ان کے ساتھ مسلمان کا نکاح ہوسکتا ہے؟ ان کی خوشی غمی میں شرکت مسلمان کی جائز ہے یا نہیں؟ ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا جائز ہے؟ ان کی خیرات چاول روٹی وغیرہ کھانا حلال ہے یا نہیں؟ مسلمان اپنی شادی میں ان کو دعوت دے یا نہیں؟ اگر شیعہ پڑوسی ہوں تو ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے؟ کیا ان کی پکی ہوئی چیز استعمال کی جائے یا نہیں؟

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر۱، ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) أهدیٰ الی رجل شیئًا أو اضافه ان کان غالب ماله من الحلال فلا بأس به۔ (فتاویٰ عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۲)۔

(۳) ولو أدخل الکفار أو الصبیان أیدیهم لَا یتنجس اذا لم یکن علیٰ أیدیهم نجاسة حقیقیة۔ (حلبی کبیر ص:۱۰۳)۔

(۴) قال تعالیٰ: "وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" (هود:۱۱۳)، "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ ...الخ" (الممتحنة:۱)۔

جواب:... شیعوں کے ساتھ دوستی اور معاشرتی تعلقات جائز نہیں،[۱] اگر کہیں ان کی چیزیں کھانے کا موقع آجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ اطمینان ہو کہ وہ حرام یا ناپاک نہیں۔[۲]

عیسائی کے ہاتھ کے دُھلے کپڑے اور جھوٹے برتن

سوال:... میرے گھر میں ایک عیسائی عورت (جمعدارنی) کپڑے دھوتی ہے، یہ لوگ گندا کام نہیں کرتے، شوہر مل میں نوکر ہے اور بیوی لوگوں کے کپڑے دھوتی ہے، کیا اس کے دھوئے ہوئے کپڑوں کو میرے لئے دوبارہ پاک کرنا ہوگا یا وہ اس کے ہاتھوں کے قابلِ استعمال ہوں گے، جبکہ میں بفضلِ خدا پانچوں وقت کی نماز پڑھتی ہوں۔ اور کیا ان کے لئے علیحدہ برتن رکھنا چاہئے یا کہ انہیں برتنوں کو دھوکر استعمال کرنا صحیح ہے؟

جواب:... اگر کپڑوں کو تین بار دھوکر پاک کردیتی ہے تو اس کے دُھلے ہوئے کپڑے پاک ہیں،[۳] دوبارہ پاک کرنے کی ضرورت نہیں۔ غیر مسلم کے جھوٹے برتنوں کو دھوکر استعمال کرنا صحیح ہے۔[۴]

غیر مسلم کا ہدیہ قبول کرنا

سوال:... یہاں پر اکثر غیر مسلم ہندو، عیسائی، سکھ وغیرہ رہتے ہیں، لیکن جب ان میں سے کسی کا کوئی تہوار یا اور کوئی دن آتا ہے تو یہ حضرات اپنے اسٹاف کے حضرات کو خوشی میں کچھ مشروبات اور دیگر اشیاء وغیرہ نوش کرنے کے لئے دیتے ہیں، کیا ایسے موقع پر ان کا کھانا پینا مسلمانوں کے لئے دُرست ہے یا نہیں؟

جواب:... غیر مسلم کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے، بشرطیکہ ناپاک نہ ہو۔[۵]

غیر مسلم کی امداد

سوال:... ایک غیر مسلم کی مدد کرنا اسلام میں جائز ہے؟ میرے ساتھ کچھ (کرسچین) عیسائی مذہب کے لوگ کام کرتے

---

(۱) قال تعالٰی: "وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" (هود:۱۱۳)، "يٰـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّىْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ...الخ" (الممتحنة:۱).

(۲) ولَا بأس بطعام المجوس كله إلّا الذبيحة فان ذبيحتهم حرام ولم يذكر محمد رحمه الله تعالٰى الأكل مع المجوسي ومع غيره من أهل الشرك انه هل يحل أم لَا؟ وحكى عن الحاكم الإمام عبدالرحمٰن الكاتب أنه ان ابتلى به المسلم مرة أو مرتين فلا بأس به وأما الدوام عليه فيكره، كذا في المحيط. (عالمگيری ج:۵ ص:۳۴۷). أيضًا فلا توكل ذبيحة أهل الشرك والمرتد. (عالمگيری ج:۵ ص:۲۸۵).

(۳) (الفصل الأوّل في تطهير الأنجاس) ما يطهر به النجس عشرة (منها) الغسل يجوز تطهير النجاسة بالماء وبكل مائع طاهر ..... وازالتها ان كانت مرئية بازالة عينها وأثرها ان كانت شيئًا يزول أثره. (عالمگيری ج:۱ ص:۴۱).

(۴) ص:۱۳۵ کا حاشیہ نمبر۱، ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

(۵) وأهل الذمة في حكم الهبة بمنزلة المسلمين، لأنهم التزموا أحكام الإسلام فيما يرجع الى المعاملات. (فتاوىٰ عالمگيری ج:۴ ص:۴۰۵، طبع بلوچستان).

ہیں، جو اکثر و بیشتر مجھ سے مالی امداد کا تقاضا کرتے ہیں، یہ امداد کبھی بطورِ قرض ہوتی ہے، کبھی وہ روپیہ لے کر واپس نہیں کرتے، ایسی صورت میں کیا واقعی مجھے مدد کرنا چاہئے؟

جواب:... غیر مسلم اگر مدد کا محتاج ہو اور اپنے اندر مدد کرنے کی سکت ہو تو ضرور کرنی چاہئے، حسنِ سلوک تو خواہ کسی کے ساتھ ہو اچھی بات ہے، البتہ جو کافر، مسلمانوں کے درپے آزار ہوں، ان کی اعانت و مدد کی اجازت نہیں۔ [۱]

غیر مسلموں کے مندر یا گرجا کی تعمیر میں مدد کرنا

سوال:... اسلام میں اس چیز کی گنجائش ہے کہ مسلمان حضرات اقلیتوں کو گرجا یا مندر وغیرہ بنانے میں مدد دیں، اور اس قسم کی تقریبات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں؟ اس کو غیر متعصبانہ رویہ اور اقلیتوں سے تعلقات بہتر بنانے کا نام دیا جائے، گو کہ اسلام میں غیر مسلموں کو مذہبی آزادی حاصل ہے، لیکن ان کی حوصلہ افزائی کرنا کہاں تک ٹھیک ہے؟

جواب:... اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو مذہبی آزادی ہے، مگر اس کی بھی حدود ہیں، جن کی تفصیلات فقہ کی کتابوں میں درج ہیں۔ [۲] خلاصہ یہ ہے کہ غیر مسلموں کی مذہبی آزادی مسلمانوں کی مذہبی بے عزتی کی حد تک نہیں پہنچنی چاہئے، [۳] اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایمان و عقل نصیب فرمائیں۔

مسلمان کی جان بچانے کے لئے غیر مسلم کا خون دینا

سوال:... کسی مسلمان کی جان بچانے کے لئے کسی غیر مسلم کا خون دینا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:... جائز ہے۔ [۴]

غیر مسلم کے خون کا عطیہ مسلمان کے لئے کیسا؟

سوال:... آیا غیر مسلم کا خون مسلمان کے لئے جائز ہے؟ خواہ کسی طرح بھی ہو۔ یا غیر مسلم کو مسلمان کا خون دیا جاسکتا ہے؟

جواب:... انسانی جان کو بچانے کے لئے خون کا عطیہ ضرور دینا چاہئے۔ اور اس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی تمیز نہیں۔ مسلمان

---

(۱) ولَا بأس بأن يصل الرجل المسلم والمشرک قريبًا كان أو بعيدًا، محاربًا كان أو ذميًّا وأراد بالمحارب المستأمن، وأما اذا كان غير المستأمن فلا ينبغي للمسلم أن يصله بشيء كذا في المحيط۔ (عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۷، طبع بلوچستان)۔

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۶، شامی ج:۴ ص:۲۰۲، هداية ج:۲ ص:۵۹۷، البحر الرائق ج:۵ ص:۱۲۱، البدائع الصنائع ج:۷ ص:۱۱۳، الأشباه والنظائر مع شرحه للحموی ج:۲ ص:۱۷۷۔

(۳) ولَا يجوز احداث بِيعَة ولَا كنيسة في دار الإسلام لقوله عليه السلام لَا خِصَاءَ في الإسلام ولَا كنيسة والمراد إحداثها وإن انهدمت البِيَع والكنائس القديمة أعادوها ..... ولهٰذا في الأمصار دون القرىٰ لأن الأمصار هي التي تقام فيها الشعائر فلا تعارض بإظهار ما يخالفها ...الخ۔ (هداية ج:۲ ص:۵۹۷، طبع شرکت علمیه ملتان)۔

(۴) وكذا كل تداو لَا يجوز إلَّا بطاهر وجوزه في النهاية بمحرم اذا أخبره طبيب مسلم، ان فيه شفاء ولم يجد مباحًا يقوم مقامه۔ (ردّ المحتار على الدر المختار ج:۶ ص:۳۸۹، طبع ایچ ایم سعید)۔

کا خون غیر مسلم (ملکی شہری) کو اور غیر مسلم کا مسلمان کو دینا جائز ہے۔ (۱)

مرتدوں کو مساجد سے نکالنے کا حکم

سوال:... اگر کوئی قادیانی، ہماری مسجد میں آکر الگ ایک کونے میں جماعت سے الگ نماز پڑھ لے، کیا ہم اس کو اس کی اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ ہماری مسجد میں اپنی مرضی سے نماز پڑھے؟

جواب:... کسی غیر مسلم کا ہماری اجازت سے ہماری مسجد میں اپنی عبادت کرنا صحیح ہے۔ نصاریٰ نجران کا جو وفد بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا تھا، انہوں نے مسجدِ نبوی (علیٰ صاحبہ الف الف صلوٰۃ وسلام) میں اپنی عبادت کی تھی۔ یہ حکم تو غیر مسلموں کا ہے۔ (۲) لیکن جو شخص اسلام سے مرتد ہوگیا ہو، اس کو کسی حال میں مسجد میں داخلے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اسی طرح جو مرتد اور زِندیق اپنے کفر کو اِسلام کہتے ہوں (جیسا کہ قادیانی، مرزائی) ان کو بھی مسجد میں آنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ (۳)

بتوں کی نذر کا کھانا حرام ہے

سوال:... ہندوؤں کے تہواروں پر ''پرشاد'' نام کی خوراک تقسیم کی جاتی ہے، جس میں پھل اور پکے پکائے کھانے بھی ہوتے ہیں، اور یہ خوراک مختلف بتوں کی نذر کرکے تقسیم کی جاتی ہے، اس کو بعض مسلمان بھی کھاتے ہیں۔ ازراہ کرم! بتایئے کہ یہ مسلمانوں کے لئے مطلق حرام ہے یا جائز ہے؟

جواب:... بتوں کے نام کی نذر کی ہوئی چیز شرعاً حرام ہے، کسی مسلمان کو اس کا کھانا جائز نہیں۔ (۴)

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ ہو۔

(۲) قال ابن اسحاق: وفد علٰی رسول الله صلی الله علیه وسلم وفد نصاریٰ نجران بالمدینة .... قال: لما قدم وفد نجران علٰی رسول الله صلی الله علیه وسلم دخلوا علیه مسجده بعد صلاة العصر، فحانت صلاتهم فقاموا یصلون فی مسجده، فأراد الناس منعهم، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "دعوهم"، فاستقبلوا المشرق فصلوا صلاتهم. (زاد المعاد فی هدی خیر العباد ج:۳ ص:۶۲۹، طبع مؤسسة الرسالة بیروت). فصل فی فقه هٰذه القصة ففیها جواز دخول أهل الکتاب مساجد المسلمین وفیها: تمکین أهل الکتاب من صلاتهم بحضرة المسلمین وفی مساجدهم أیضًا اذا کان عارضًا ولَا یمکنون من اعتبار ذٰلک. (زاد المعاد ج:۳ ص:۶۳۸، طبع بیروت).

(۳) "اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ ...." فمنع الله المشرکین من دخول المسجد الحرام نصًّا، ومنع دخوله سائر المساجد تعلیلًا بالنجاسة بوجوب صیانة المسجد من کل نجس وهٰذا کله ظاهر لَا خفاء فیه. (اَحکام القرآن لمفتی محمد شفیع ج:۳ ص:۹۰۲). أیضًا الکفر من المرتد اغلظ من کفر مشرکی العرب. (الأشباه والنظائر مع شرحه للحموی ج:۲ ص:۲۴۹) والمرتد أقبح کفرًا من الکافر الأصلی. (أیضًا ج:۱ ص:۲۹۱، طبع إدارة القرآن کراچی).

(۴) "اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ .... وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللهِ". (البقرة:۱۷۳). وکذٰلک حرم علیهم ما أهل به لغیر الله وهو ما ذبح علٰی غیر اسمه تعالیٰ من الأنصاب والأنداد والأزلَام ونحو ذٰلک مما کانت الجاهلیة ینحرون له. (تفسیر ابن کثیر ج:۱ ص:۴۲۱). پس نذر کردن برائے اولیاء جائز نیست کہ نذر عبادت است۔ (ارشاد الطالبین از قاضی ثناء الله پانی پتی ص:۱۸).

غیرمسلم اور کلیدی عہدے

سوال:... ایک گروہ کہتا ہے کہ: ''کافر کو کافر نہ کہو'' کیا ان کا یہ قول دُرست ہے؟

جواب:... قرآنِ کریم نے تو کافروں کو کافر کہا ہے![1]

سوال:... کیا اسلامی مملکت میں کفار و مرتدینِ اسلام کو کلیدی عہدے دیئے جاسکتے ہیں؟ اگر جواب نفی میں ہو تو یہ بتایئے کہ ان لوگوں کے اسلامی مملکت میں کلیدی عہدوں پر فائز ہونے کی صورت میں اس اسلامی مملکت پر کیا فرائض عائد ہوتے ہیں؟

جواب:... غیرمسلموں کو اسلامی مملکت میں کلیدی عہدوں پر فائز کرنا بنصِ قرآن ممنوع ہے۔[2]

غیرمسلم یا باطل مذہب کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا

سوال:... غیرمسلم یا کسی باطل مذہب سے تعلق رکھنے والے سے سلام کرنا اور اس کا جواب دینا دُرست ہے یا نہیں؟

جواب:... غیرمسلم کو سلام نہ کیا جائے۔[3] اگر کرنا ناگزیر ہو تو فرشتوں کی نیت کرلے۔

جس کا مسلمان ہونا معلوم نہ ہو، اسے سلام نہ کرے

سوال:... یہاں پر یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کون شخص کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے؟ علاوہ سکھ حضرات کے، کیونکہ ہندو، عیسائی اور دیگر حضرات اور ہم مسلمانوں کا ایک ہی لباس اور ایک ہی انداز ہے۔ علاوہ چند اِنسانوں کے جن کی وضع قطع سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں یا ٹوپی وغیرہ پہننے سے، تو کیا مشترکہ اور مشکوک حالت میں ہم سلام کریں یا نہ کریں؟

جواب:... جس شخص کے بارے میں اطمینان نہ ہو کہ مسلمان ہے، اسے سلام نہ کیا جائے۔[4]

غیرمسلم اُستاد کو سلام کہنا

سوال:... اگر اُستاد ہندو ہو تو کیا اس کو السلام علیکم کہنا چاہئے یا نہیں؟

---

(۱) ''قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ'' (الکافرون: ۱)۔

(۲) ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ'' (المائدة: ۵۱)۔ ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِکُمْ ...الخ۔ وفی هٰذه الآیة دلَالة علٰی انه لَا تجوز الإستعانة بأهل الذمة فی اُمور المسلمین من العمالَات والکتبة۔ (احکام القرآن للجصاص ج:۲ ص:۳۷)۔ نیز تفصیل کے لئے دیکھیں: جواهر الفقه ج:۲ ص:۱۹۵ طبع مکتبة دار العلوم کراچی۔

(۳) فلا یسلم ابتداء علٰی کافر لحدیث: ''لَا تبدؤا الیهود ولَا النصاریٰ بالسلام، فاذا لقیتم أحدهم فی طریق فاضطروه الی أضیقه''۔ رواه البخاری۔ (در مختار ج:۶ ص:۴۱۲، طبع ایچ ایم سعید کمپنی)۔

(۴) ولو سلم علی من لم یعرفه، فبان ذمیًّا استحب أن یسترد سلامه، بأن یقول: استرجعت سلامی، تحقیرًا له۔ (مرقاة شرح مشکوٰة ج:۴ ص:۵۵۶، طبع بمبئی)۔

جواب:... غیر مسلموں کو سلام نہیں کیا جاسکتا۔[۱]

سوال:... مباح علوم میں غیر مسلم اساتذہ کی شاگردی کرنی پڑتی ہے، وہ اس علم میں اور عمر میں بڑے ہوتے ہیں اور جیسا کہ رسمِ دُنیا ہے، شاگرد ہی سلام میں پیش قدمی کرتا ہے، تو ان کو کس طرح سلام کے قسم کی چیز سے مخاطب کرے؟ مثلاً: ہندوؤں کو ''نمستے''، یا عیسائیوں کو ''گڈ مارننگ'' کہے یا کچھ نہ کہے اور کام کی بات شروع کردے۔ راہ چلتے ملاقات ہونے پر بغیر سلام دُعا کے پاس سے گزر جائے؟

جواب:... غیر مسلم کو سلام میں پہل تو نہیں کرنی چاہئے، البتہ اگر وہ پہل کرے تو صرف ''وعلیک'' کہہ دینا چاہئے،[۲] لیکن اگر کبھی ایسا موقع پیش آجائے تو سلام کے بجائے صرف اس کی عافیت اور خیریت دریافت کرتے ہوئے یوں کہہ دیا جائے: ''آپ کیسے ہیں؟'' ''آیئے، آیئے! مزاج تو اچھے ہیں''، ''خیریت تو ہے'' وغیرہ، سے اس کی دِل جوئی کرلی جائے۔

غیر مسلموں کے لئے ایمان وہدایت کی دُعا جائز ہے

سوال:... ہمارے محلے کی ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد بہ آواز بلند ربّ العالمین کو مخاطب کرکے صرف مسلمانوں کی بھلائی کے لئے دُعائیں مانگی جاتی ہیں۔ اب ہمارا ایک ''بہائی'' دوست ہے، وہ کہتا ہے کہ دُعائیں صرف مسلمانوں کے لئے نہیں، بلکہ سب کے لئے مانگنی چاہئیں، آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب:... غیر مسلموں کے لئے ایمان وہدایت کی دُعا کرنی چاہئے۔[۳]

نرگس اداکارہ کے مرتد ہونے سے اس کی نمازِ جنازہ جائز نہیں تھی

سوال:... سوال یہ ہے کہ کیا ایک مسلمان جو بعد میں کافر ہوجائے اور اسی حالت میں مرجائے تو اس کا جنازہ ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کی تازہ مثال ابھی حال ہی میں بھارت میں ہوئی، جس کا اخباروں میں بہت چرچا ہوا ہے۔ بھارت کی مشہور فلمی ایکٹریس نرگس جو پہلے مسلمان تھی اور شادی ایک ہندو کے ساتھ کرلی اور شادی کے ساتھ ہی اس نے مذہب بھی بدل دیا اور ہندو مذہب کا نام نرملا رکھا، اور باقاعدہ پوجا پاٹ ادا کرتی تھی اور اسی حالت میں مرگئی، اور اس کی باقاعدہ نمازِ جنازہ ادا کرکے دفن کیا گیا اور ہندوؤں نے اس کی چتا بنائی اور اپنی پوری پوری رُسوم ادا کی ہیں۔ آپ خود سوچیں کہ اس کی نمازِ جنازہ کیسے اور کس طریقے سے ادا ہوسکتی تھی؟ اور کیا یہ اسلام کے ساتھ ایک مذاق نہیں ہے جس کو ان لوگوں نے اداکاری سمجھا ہوا ہے؟ آپ خدا کے لئے اس کا جواب دیں، کیونکہ ہم

---

(۱) وفی شرح البخاری للعینی فی حدیث: "أی الإسلام خیر؟ .... قال: تقرأ السلام علٰی من عرفت ومن لم تعرف" قال: وھٰذا التعمیم مخصوص بالمسلمین، فلا یسلم ابتداءً علٰی کافر۔ (درمختار ج:۶ ص:۴۱۲، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۲) فلا یسلم ابتداءً علٰی کافر لحدیث: "لَا تبدؤا الیھود ولَا النصارٰی بالسّلام ...." ولو سلّم یھودی .... علٰی مسلم فلا بأس بالردّ ولٰکن لَا یزید علٰی قوله: "وعلیک"۔ (الدر المختار ج:۶ ص:۴۱۲)۔

(۳) ولو دعٰی له (أی لذمی) بالھدیٰ، جاز۔ لأنه علیه السلام قال: "اللّٰھم اھد قومی فانھم لَا یعلمون" کذا فی التبیین۔ (فتاویٰ عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۸، طبع بلوچستان)۔

پاکستانیوں پر اس خبر کا گہرا اثر ہوا ہے اور ہم آپ کے جواب کا انتظار کریں گے۔

جواب:... غیرمسلم کا جنازہ جائز نہیں،(۱) اور مرتد تو شرعاً واجب القتل ہے،(۲) اس کا جنازہ کیسے جائز ہوگا؟ آپ نے صحیح لکھا ہے کہ جن لوگوں نے نرگس مرتدہ کا جنازہ پڑھا، انہوں نے اسلام کا مذاق اڑایا ہے، استغفر اللہ!

شرعی اَحکام کے منکر حکام کی نمازِ جنازہ ادا کرنا

سوال:... جو حکام شریعتِ مطہرہ کی توہین کے مرتکب ہوں تو سورۂ مائدہ پارہ:۶، آیت نمبر: ۴۴، ۴۵، ۴۷ کی رُو سے ایسے حکام کی نمازِ جنازہ پڑھائی جاسکتی ہے یا بغیر نماز کے دفن کرنا چاہئے؟

جواب:... جو شخص کسی شرعی حکم کی توہین کا مرتکب ہو، وہ مرتد ہے۔(۳) اس کی نمازِ جنازہ نہیں، کیونکہ نمازِ جنازہ مسلمان کی ہوتی ہے۔(۴)

غیرمسلم کے نام کے بعد ''مرحوم'' لکھنا ناجائز ہے

سوال:... جب کوئی ہندو یا غیرمسلم مرجاتا ہے تو مرنے کے بعد اگر اس کا نام لیا جائے تو اسے ''آنجہانی'' کہتے ہیں، لیکن میں نے بعض کتابوں میں ہندوؤں کے آگے لفظ ''مرحوم'' دیکھا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ اور لفظ ''مرحوم'' کی وضاحت بھی فرمادیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے گا۔

جواب:... غیرمسلم کو مرنے کے بعد ''مرحوم'' نہیں لکھنا چاہئے، ''مرحوم'' کے معنی ہیں کہ اللہ کی اس پر رحمت ہو۔ اور کافر کے لئے دُعائے رحمت جائز نہیں۔(۵)

غیرمسلم کو شہید کہنا

سوال:... عرضِ خدمت ہے کہ ملک بھر میں یکم مئی کے روز مزدوروں کا عالمی دن منایا گیا، جو ہر سال ''شکاگو کے شہیدوں''

---

(۱) ''وَلَا تُصَلِّ عَلٰی أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ .... الخ'' (التوبه:۸۴)۔ أیضًا أمر الله تعالٰی رسوله صلی الله علیه وسلم أن یبرأ من المنافقین، وألّا یصلی علٰی أحد منهم اذا مات، وألّا یقوم علٰی قبره لیستغفر له أو یدعو له، لأنهم کفروا بالله ورسوله، وماتوا علیه، وهٰذا حکم عام فی کل من عرف نفاقه۔ (تفسیر ابن کثیر ج:۳ ص:۴۲۵، طبع کوئٹه)۔ أیضًا: وشرطها ستة: إسلام المیت وطهارته (قوله وشرطها) أی شرط صحتها (قوله إسلام المیت) أی ولو بطریق التبعیة لأحد أبویه ...الخ۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج:۲ ص:۲۰۷، مطلب فی صلاة الجنازة)۔

(۲) واذا ارتد المسلم عن الإسلام والعیاذ بالله! عرض علیه الإسلام، فان کانت له شبهة کشفت عنه .... ویحبس ثلاثة أیام، فان أسلم، وإلّا قتل۔ وفی الجامع الصغیر: المرتد یعرض علیه الإسلام حرًّا کان أو عبدًا فان أبٰی قتل ...الخ۔ (هدایة ج:۲ ص:۶۰۰)۔

(۳) الإستهزاء بحکم من أحکام الشرع کفر۔ (شرح فقه اکبر ص:۲۱۷)۔

(۴) ایضاً حوالہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

(۵) ''مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ أَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْآ أُولِیْ قُرْبٰی .... الآیة۔ (التوبة:۱۱۳)۔

کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر ملک بھر میں سرکاری چھٹی تھی۔ ''شکاگو کے شہیدوں'' کی یاد میں جلسے منعقد ہوئے، اخبارات اور ذرائع ابلاغ کے اداروں کی طرف سے ''شکاگو کے شہیدوں'' کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا، یہ ہر سال ہوتا ہے اور ہو رہا ہے (شاید ہوتا ہی رہے)۔ اس ناچیز کی رائے میں یہ دن ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' میں منانا سراسر غلط ہے، ستم تو یہ ہے کہ اس دن امریکہ کے شہر شکاگو میں صدی پہلے مارے جانے والے مزدوروں کو (جو غیر مسلم تھے) لفظ ''شہید'' سے مخاطب کر کے ہم اپنی تاریخ اور اسلامی عظمت کا مذاق اُڑا رہے ہیں، کوئی غیر مسلم ''شہید'' کہلانے کا حقدار کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب تو وہ حضرات دے سکیں گے جو ان غیر مسلموں کو ''شہید'' کہتے ہیں۔ لیکن افسوس تو تب ہوتا ہے جب یہ حضرات اپنے قومی ہیروؤں کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں، ٹیپو سلطانؒ ''حیدر علی''، سید احمد شہیدؒ اور احمد شاہ ابدالیؒ وغیرہ اسی ماہ میں شہادت نوش کر چکے ہیں، لیکن ہمارے نزدیک ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے، سات سمندر پار کے غیر مسلم اور غیر اہم مرنے والوں کو ہر سال سرکاری سطح پر یاد کرتے ہیں، لیکن ان عظیم ہیروؤں کو یاد کرنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' میں ایسا ہونا تو نہیں چاہئے، مگر ایسا ہو رہا ہے، کیوں؟ میں آپ کی معرفت اہلِ دانش و عقل سے یہ پوچھنے کی گستاخی کر رہا ہوں، اُمید ہے کہ آپ اپنے کالم کے ذریعے اس مسئلے کی جانب اَربابِ اختیار کی توجہ مبذول کرائیں گے، شکریہ!

جواب:... غیر مسلم کو ''شہید'' کہنا جائز نہیں،[۱] باقی یہاں کے اہلِ عقل و دانش آپ کے سوال کا کیا جواب دیں گے؟ ہمارے ''اسلامی جمہوریہ'' میں کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے؟ اور اب تو بُرائی کو بُرائی سمجھنے والے بھی کم ہوتے جا رہے ہیں۔

غیر مسلم کی میّت پر تلاوت اور دُعا و اِستغفار کرنا گناہ ہے

سوال:... آج دبئی کے ٹی وی اسٹیشن پر اسپیشل پروگرام اندرا گاندھی کی آخری رُسومات دِکھائی جارہی تھیں تو ایک بات جو زیرِ غور آئی وہ یہ کہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت سنی گئی، ہم چونک گئے کہ وہاں پر ہندوؤں کی کتاب گیتا پڑھی جارہی تھی اور دُوسری طرف تلاوتِ قرآنِ کریم پڑھی جارہی تھی، اور سامنے چتا جل رہی تھی، لہٰذا ہم آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مطلع فرمائیں کہ غیر مذہب کی میّت پر قرآنِ کریم کی آیات پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... غیر مسلم کے لئے نہ دُعا و اِستغفار ہے، نہ ایصالِ ثواب کی گنجائش،[۲] بلکہ جان بوجھ کر پڑھنے والا گناہگار ہوگا۔

غیر مسلم کے مرنے پر ''اِنَّا لِلهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھنا

سوال:... جس طرح انسان مسلمان کے مرنے پر ''اِنَّا لِلهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' دُعائیہ کلمات پڑھتے ہیں، کیا دُعائیہ کلمات

---

(۱) الشهيد .... هو كل مكلف مسلم طاهر ...الخ۔ (درمختار) وفي شرحه: (قوله مسلم) أما الكافر فليس بشهيد وان قتل ظلمًا۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج:۲ ص:۲۴۷، باب الشهيد)۔

(۲) "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا أُولِيْ قُرْبٰى ..... الآية۔ (التوبة:۱۱۳)۔ "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ...الخ (التوبة:۱۱۴)۔ والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للكافر ...الخ۔ (درمختار ج:۱ ص:۵۲۲، ۵۲۳)۔

غیر مسلم کے مرنے پر پڑھ سکتا ہے؟ کوئی شخص یہ کہے کہ: ''یہ دُعا ہر شخص کے لئے پڑھی جاسکتی ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، کوئی یہ کہے کہ میں اس چیز کو نہیں مانتا کہ یہ دُعا صرف مسلم کے لئے ہی پڑھی جائے'' اس کے ایمان کی کیا حالت ہوگی؟ اس کا جواب حدیث کی رُو سے یعنی حدیث کے تحت دیا جائے۔

جواب:...میرے علم میں نہیں کہ کسی کافر کی موت پر ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھی گئی ہو، قرآنِ کریم میں اس دُعا کا پڑھنا مصیبت کے وقت بتایا گیا ہے،[1] اگر کوئی شخص کسی غیر مسلم کے مرنے کو بھی اپنے حق میں مصیبت سمجھتا ہے تب تو واقعی اس دُعا کو پڑھے، مگر حدیث شریف میں تو یہ ہے کہ فاجر کے مرنے سے اللہ کی زمین اور اللہ کے بندے راحت پاتے ہیں۔[2]

جہنم کے خواہش مند شخص سے تعلق نہ رکھیں

سوال:...ہمارے دفتر کے ایک ساتھی نے باتوں باتوں میں کہا کہ: ''جہنم بڑی مزیدار جگہ ہے، وہاں بوٹیاں بھون کر کھائیں گے'' ہم سب نے کہا کہ یہ کلمۂ کفر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبر اس لئے بھیجے کہ مسلمانوں کو جہنم سے بچایا جائے، کیونکہ احادیث کی رُو سے جہنم بہت بُرا ٹھکانا ہے، جس کا تصوّر بھی محال ہے۔ اس طرح کے جملے سے اللہ اور رسولوں کی نفی ہوتی ہے جو کہ کفر کے مترادف ہے، لیکن موصوف کہنے لگے کہ: ''مجھے تو وہیں (جہنم) جانا ہے، اس لئے پسند ہے'' ہم نے کہا کہ: مسلمان تو ایسی بات مذاق میں بھی نہیں کرسکتا، انتہائی گناہگار بھی اللہ سے رحمت کی اُمید رکھتا ہے، تمہیں ایسے کلمات کہنے پر اللہ سے معافی مانگنی چاہئے اور توبہ و اِستغفار کرنا چاہئے۔ ہم جب بھی ان سے یہ کہتے ہیں تو وہ ہنس کر کہتا ہے کہ: ''میں نے تو وہیں جانا ہے (جہنم میں)'' یہ بات ہوئے کافی دن ہوگئے اور ہم سب کے بار بار کہنے کے باوجود وہ ٹس سے مس نہیں ہوتا، حالانکہ اسے بہت پیار سے، آرام سے، تمام قرآنی آیات اور احادیث کا حوالہ دیا، لیکن وہ ہنس کر ٹال دیتا ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ ہمارا ایسے شخص سے کیسا برتاؤ ہونا چاہئے؟ مسلم والا یا غیر مسلم والا؟ یعنی اسلامی طریقے سے سلام کرنا، جواب دینا۔

جواب:...کسی مسلمان کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو، ایسی باتیں کہنے کی گنجائش نہیں،[3] آپ اس شخص سے کوئی تعلق نہ رکھیں، نہ سلام، نہ دُعا، نہ اس موضوع پر اس سے کوئی بات کریں۔

کیا مسلمان غیر مسلم کے جنازے میں شرکت کرسکتے ہیں؟

سوال:...غیر مسلم، ہندو یا میگواڑ، بھنگی کے مردے کو مسلمانوں کا کاندھا دینا یا ساتھ جانا کیسا ہے؟

---

(۱) قال تعالیٰ: ''اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ'' (البقرة: ۱۵۶).

(۲) عن ابی قتادة أنه كان يحدث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مرّ عليه بجنازة فقال: مستريح أو مستراح منه، فقالوا: يا رسول الله! ما المستريح والمستراح منه؟ فقال: العبد المؤمن يستريح من نصب وأذاها إلى رحمة الله، والعبد الفاجر يستريح منه العباد والبلاد والشجر والدواب. متفق عليه. (مشكوٰة ص: ۱۳۹، باب تمنى الموت).

(۳) وفي الفتاوى الخلاصة: ولو قال: باتو دردوزخ روم لیکن اندر نیایم! كفر. (الفتاوىٰ التاتارخانية ج:۵ ص: ۳۴۱).

جواب:... اگر ان کے مذہب کے لوگ موجود ہوں تو مسلمانوں کو ان کے جنازے میں شرکت نہیں کرنی چاہئے۔ [۱]

غیر مسلم کا مسلمان کے جنازے میں شرکت کرنا اور قبرستان جانا

سوال:... کیا کسی غیر مسلم کا مسلمان کے جنازے میں شرکت کرنا جائز ہے اور مسلمانوں کے قبرستان میں جانا صحیح ہے یا نہیں؟ کیونکہ اگر کوئی غیر مسلم کسی جنازے میں یا قبرستان میں جاتا ہے تو میرے نزدیک صحیح نہیں ہے، کیونکہ غیر مسلم تو ناپاک ہوتا ہے اور اگر وہ پاک جگہ جائے تو وہ بھی ناپاک ہوجاتی ہے، اور مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ پاک اور صاف رہے اور جو شخص کلمہ گو نہیں یعنی مسلمان نہیں ہوتا، وہ پاک نہیں ہوتا۔

جواب:... کوئی غیر مسلم، مسلمان کے جنازے میں شرکت کیوں کرے گا؟ باقی کسی غیر مسلم کے قبرستان جانے سے قبرستان ناپاک نہیں ہوتا، [۲] اور غیر مسلم پر ہمارے مذہب کے جائز اَحکام لاگو ہی نہیں ہوتے۔

غیر مسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا

سوال:... کیا ایک غیر مسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جاسکتا ہے؟

جواب:... غیر مسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں۔ [۳]

مسلمانوں کے قبرستان کے نزدیک کافروں کا قبرستان بنانا

سوال:... کیا فرماتے ہیں علمائے دِین اس مسئلے میں کہ کسی کافر کا مسلمان کے قبرستان میں دفن کرنا تو جائز نہیں، لیکن مسلمانوں کے قبرستان کے متصل ان کا قبرستان بنانا جائز ہے یا کہ دُور ہونا چاہئے؟

جواب:... ظاہر ہے کہ کافروں، مرتدوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام اور ناجائز ہے، اس طرح کافروں کے مسلمانوں کے قبرستانوں کے قریب بھی دفن کرنے کی ممانعت ہے، تاکہ کسی وقت دونوں قبرستان ایک نہ ہوجائیں۔ کافروں کی قبریں مسلمانوں کی قبروں سے دُور ہونی چاہئیں، تاکہ کافروں کے عذاب والی قبر مسلمانوں کی قبر سے دُور ہو، کیونکہ اس سے بھی مسلمانوں کو تکلیف پہنچے گی۔ [۴]

---

(۱) ان الكافر لَا يكون وليًا للمسلم لَا في التصرف ولَا في النصرة .... الخ. (احكام القرآن للجصاص ج:۲ ص:۴۴۴).

(۲) وأما نجاسة بدنه فالجمهور على انه ليس بنجس البدن والذات، لأن الله تعالى أحلّ طعام أهل الكتاب. (تفسير ابن كثير ج:۲ ص:۳۴۶، طبع رشيديه، كوئٹه).

(۳) واذا مات (المرتد) .... لم يدفن في مقابر المسلمين. (الأشباه والنظائر ج:۱ ص:۲۹۱، الفن الثاني).

(۴) ويكره أن يدخل الكافر قبر أحد من قرابته من المؤمنين، لأن الموضع الذي فيه الكافر تنزل فيه السخطة واللعنة، فينزه قبر المسلم عن ذٰلك. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۱۹، طبع ايچ ايم سعيد).

اہلِ کتاب ذمی کا حکم

سوال:... (سوال حذف کردیا گیا)۔

جواب:... جو غیرمسلم حضرات کسی اسلامی مملکت میں رہتے ہوں وہ خواہ اہلِ کتاب ہوں یا غیر اہلِ کتاب، انہیں "ذمی" کہا جاتا ہے۔ "ذمہ" عہد کو کہتے ہیں، چونکہ اسلامی حکومت کا ان سے عہد ہے کہ ان کی جان و مال اور عزّت و آبرو کی حفاظت کی جائے گی، اس لئے وہ "ذمی" یا "معاہد" کہلاتے ہیں۔[1] تمام اہلِ ذمہ کے حقوق یکساں ہیں مگر اہلِ کتاب کو دو خصوصیتیں حاصل ہیں: ایک یہ کہ ان کا ذبیحہ مسلمان کے لئے حلال ہے، اور دُوسری یہ کہ اہلِ کتاب کی عورتوں سے مسلمان کا رشتۂ ازدواج جائز ہے۔[2] غیر اہلِ کتاب کا نہ ذبیحہ حلال ہے،[3] نہ ان کی عورتوں سے نکاح حلال ہے۔[4]

---

(۱) الذمی هو المعاهد من الكفار، لأنه أُومن علٰى ماله ودمه ودينه بالجزية. (قواعد الفقه ص:۳۰۰).

(۲) "وَطَعَامُ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ .... (يعنى ذبائحهم) .... وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ .... الخ." (المائدة:۵، تفسير ابن كثير ج:۲ ص:۴۷۸، طبع رشيديه).

(۳) وأيضًا ولَا تحل ذبيحة غير كتابى ...الخ. (فتاوىٰ شامى ج:۶ ص:۲۹۸، طبع ايج ايم سعيد). ومنها: ان يكون مسلمًا او كتابيًّا فلا تؤكل ذبيحة اهل الشرك والمرتد. (عالمگيرى ج:۵ ص:۲۸۵، طبع بلوچستان).

(۴) وحرم نكاح الوثنية بالإجماع (وفى الشامية) ويدخل فى عبدة الأوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التى استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والإباحية، وفى شرح الوجيز وكل مذهب يكفر به معتقده. (ردّ المحتار ج:۳ ص:۴۵).

عقیدۂ ختمِ نبوّت و نزولِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

سوال:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کب آسمان سے نازل ہوں گے؟

جواب:... قرآنِ کریم اور احادیثِ طیبہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کو قیامت کی بڑی نشانیوں میں شمار کیا گیا ہے اور قیامت سے ذرا پہلے ان کے تشریف لانے کی خبر دی ہے۔ لیکن جس طرح قیامت کا معین وقت نہیں بتایا گیا کہ فلاں صدی میں آئے گی، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا وقت بھی معین نہیں کیا گیا کہ وہ فلاں صدی میں تشریف لائیں گے۔

قرآنِ کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے: ''اور بے شک وہ نشانی ہے قیامت کی، پس تم اس میں ذرا بھی شک مت کرو'' (سورۂ زُخرف)۔[1] بہت سے اکابر صحابہؓ و تابعینؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا قربِ قیامت کی نشانی ہے، حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

> ''یہ تفسیر حضرت ابوہریرہؓ، ابن عباسؓ، ابوالعالیہؒ، ابومالکؒ، عکرمہؒ، حسن بصریؒ، قتادہؒ، ضحاکؒ اور دیگر حضرات سے مروی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مضمون کی متواتر احادیث وارد ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت سے قبل تشریف لانے کی خبر دی ہے۔''[2]
>
> (تفسیر ابن کثیر ج:۴ ص:۱۳۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

''عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَقِيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ إِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى، قَالَ: فَتَذَاكَرُوْا أَمْرَ السَّاعَةِ، فَرُدُّوْا أَمْرَهُمْ إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ: لَا عِلْمَ لِیْ بِهَا، فَرُدُّوا الْأَمْرَ إِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ: لَا عِلْمَ لِیْ بِهَا، فَرُدُّوا الْأَمْرَ إِلٰى عِيْسٰى، فَقَالَ: اَمَّا وَجْبَتُهَا

---

(۱) ''وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنَ .... الخ'' (الزخرف:۶۱)۔

(۲) ابنِ کثیرؒ کی عبارت یہ ہے: ''وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ'' أی اٰية للساعة خروج عيسٰى بن مريم قبل يوم القيامة، وهٰكذا روى عن أبى هريرة وابن عباس وأبى العالية وأبى مالك وعكرمة والحسن وقتادة والضحاك وغيرهم، وقد تواترت الأحاديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه أخبر بنزول عيسٰى عليه السلام قبل يوم القيامة إمامًا عادلًا وحكمًا مقسطًا.'' (ابنِ کثیر ج:۴ ص:۱۳۲ طبع قديم، ج:۵ ص:۵۳۰ طبع مكتبه رشيديه)۔

فَلَا يَعْلَمُهَا أَحَدٌ إِلَّا اللهُ ذَالِكَ وَفِيمَا عَهِدَ إِلَيَّ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الدَّجَّالَ خَارِجٌ قَالَ وَمَعِي قَضِيبَانِ فَإِذَا رَآنِي ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الرَّصَاصُ، قَالَ: فَيُهْلِكُهُ اللهُ حَتّٰى اَنَّ الْحَجَرَ وَالشَّجَرَ لَيَقُوْلَ: يَا مُسْلِمٌ! اِنَّ تَحْتِيْ كَافِرًا فَتَعَالْ فَاقْتُلْهُ، قَالَ: فَيُهْلِكُهُمُ اللهُ ثُمَّ يَرْجِعُ النَّاسُ إِلٰى بِلَادِهِمْ وَأَوْطَانِهِمْ، قَالَ: فَعِنْدَ ذَالِكَ يَخْرُجُ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ، فَيَطُوْنَ بِلَادَهُمْ لَا يَأْتُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ إِلَّا أَهْلَكُوْهُ وَلَا يَمُرُّوْنَ عَلٰى مَاءٍ إِلَّا شَرِبُوْهُ، ثُمَّ يَرْجِعُ النَّاسُ إِلَيَّ فَيَشْكُوْنَهُمْ فَأَدْعُو اللهَ عَلَيْهِمْ فَيُهْلِكُهُمُ اللهُ وَيُمِيْتُهُمْ حَتّٰى تَجْوِى الْأَرْضُ مِنْ فِتَنِ رِيْحِهِمْ، قَالَ: فَيُنْزِلُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمَطَرَ فَتَجْرُفُ أَجْسَادَهُمْ حَتّٰى يَقْذِفَهُمْ فِي الْبَحْرِ .... قَالَ فَفِيْمَا عَهِدَ إِلَيَّ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ ذَالِكَ إِذَا كَانَ كَذَالِكَ فَإِنَّ السَّاعَةَ كَالْحَامِلِ الْمُتِمِّ الَّتِيْ لَا يَدْرِيْ أَهْلُهَا مَتٰى تَفْجَؤُهُمْ بِوِلَادِهَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا۔'' (مسند احمد ج:۱ ص:۳۷۵ واللفظ لہٗ، ابن ماجۃ ص:۲۹۹، مستدرک حاکم ج:۴ ص:۴۸۸، ۵۴۵، ابن جریر)

ترجمہ:... ''شبِ معراج میں میری ملاقات حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہم الصلوٰت والتسلیمات) سے ہوئی تو آپس میں قیامت کا تذکرہ ہونے لگا کہ کب آئے گی؟ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا، انہوں نے فرمایا کہ: مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا، انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو انہوں نے فرمایا کہ: قیامت کے وقوع کا ٹھیک وقت تو خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، البتہ میرے رَبّ کا مجھ سے ایک عہد ہے کہ قیامت سے پہلے جب دجال نکلے گا تو میں اس کو قتل کرنے کے لئے نازل ہوں گا، وہ مجھے دیکھ کر اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے، پس اللہ تعالیٰ اس کو میرے ہاتھ سے ہلاک کردیں گے، یہاں تک شجر و حجر بھی پکار اُٹھیں گے کہ اے مسلم! میرے پیچھے کافر چھپا ہوا ہے، اس کو قتل کردے۔

قتلِ دجال کے بعد لوگ اپنے اپنے علاقے اور ملک کو لوٹ جائیں گے۔ اس کے کچھ عرصے بعد یأجوج مأجوج نکلیں گے، وہ جس چیز پر سے گزریں گے اسے تباہ کردیں گے، تب لوگ میرے پاس ان کی شکایت کریں گے، پس میں اللہ تعالیٰ سے ان کے حق میں بددُعا کروں گا، پس اللہ تعالیٰ ان پر یکبارگی موت طاری کردیں گے، یہاں تک کہ زمین ان کی بدبو سے متعفن ہوجائے گی، پس اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائیں گے جو ان کے اَجسام کو بہاکر سمندر میں ڈال دے گی، پس میرے رَبّ کا مجھ سے یہ عہد ہے کہ جب ایسا ہوگا تو قیامت کی مثال پورے دنوں کی حاملہ کی سی ہوگی، جس کے بارے میں اس کے مالک نہیں جانتے کہ اچانک دن میں یا رات میں کسی وقت اس کا وضعِ حمل ہوجائے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نقل کیا ہے، معلوم ہوا کہ ان کی تشریف آوری بالکل قربِ قیامت میں ہوگی۔

سوال:... نیز آپ کی کیا کیا نشانیاں دُنیا پر ظاہر ہوں گی؟

جواب:... آپ کے زمانے کے جو واقعات، احادیثِ طیبہ میں ذکر کئے گئے ہیں، ان کی فہرست خاصی طویل ہے، مختصراً:

*:... آپ سے پہلے حضرت مہدی کا آنا۔

*:... آپ کا عین نمازِ فجر کے وقت اُترنا۔

*:... حضرت مہدی کا آپ کو نماز کے لئے آگے کرنا اور آپ کا انکار فرمانا۔ [1]

*:... نماز میں آپ کا قنوتِ نازلہ کے طور پر یہ دُعا پڑھنا: "قتل الله الدجال"۔ [2]

*:... نماز سے فارغ ہوکر آپ کا قتلِ دجال کے لئے نکلنا۔ [3]

*:... دجال کا آپ کو دیکھ کر سیسے کی طرح پگھلنے لگنا۔ [4]

*:... "بابِ لُدّ" نامی جگہ پر (جو فلسطین شام میں ہے) آپ کا دجال کو قتل کرنا، [5] اور اپنے نیزے پر لگا ہوا دجال کا خون مسلمانوں کو دِکھانا۔ [6]

*:... قتلِ دجال کے بعد تمام دُنیا کا مسلمان ہوجانا، صلیب کے توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کا عام حکم دینا۔ [7]

---

(۱) عن ابی اُمامة الباهلی قال: خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم .... وجلّهم ببیت المقدس وامامهم رجل صالح فبینما امامهم قد تقدم یصلی بهم الصبح اذ نزل علیهم عیسٰی بن مریم الصبح فرجع ذٰلک الإمام ینکص یمشی القهقری لیقدم عیسٰی یصلی فیضع عیسٰی یده بین کتفیه ثم یقول له: تقدم فصلّ لنا فانها لک اقیمت فیصلی بهم امامهم فاذا انصرف قال عیسٰی علیه السلام: افتحوا الباب! فیفتح ورائه الدَّجال ...... فاذا نظر الیه الدجال ذاب کما یذوب الملح فی الماء وینطلق هاربًا ویقول عیسٰی علیه السلام: ان لی فیک ضربة لن تسبقنی بها، فیدرکه عند باب اللُّد الشرقی فیقتله ...الخ۔ (سنن ابن ماجة ص:۲۹۸، طبع نور محمد کراچی)۔

(۲) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم .... وینزل عیسَی ابن مریم فیؤمّهم فاذا رفع من الرکوع قال: سمع الله لمن حمده قتل الله الدجال ...الخ۔ (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۷۷)۔

(۳) عن عثمان بن أبی العاص رضی الله عنه ...... وینزل عیسَی ابن مریم علیه السلام عند صلاة الفجر فیقول لهم أمیرهم: یا رُوح الله! تقدّم صلّ، فیقول: هٰذه الأُمّة أمراء بعضهم علٰی بعض، فیتقدم أمیرهم فیصلی فاذا قضی صلاته أخذ حربته فیذهب نحو الدَّجّال فاذا رآه الدَّجّال ذاب کما یذوب الرصاص...الخ۔ (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۶۴)۔

(۴) ایضاً حاشیہ نمبر۱۔

(۵) ایضاً حاشیہ نمبر۱۔

(۶) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ...... فلو ترکه لَانذاب حتّٰی یهلک ولٰکن یقتله الله بیده فیریهم دمه فی حربته۔ (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۳۲)۔

(۷) .... ویدعو الناس الی الإسلام فیهلک الله فی زمانه المِلَل کلها إلّا الإسلام ...الخ۔ (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۹۶)۔ وفیه أیضًا: ویظهر المسلمون، فیکسرون الصلیب ویقتلون الخنزیر۔ (التصریح ص:۲۰۳)۔

*:...آپ کے زمانے میں امن و امان کا یہاں تک پھیل جانا کہ بھیڑیئے، بکریوں کے ساتھ اور چیتے گائے بیلوں کے ساتھ چرنے لگیں اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلنے لگیں۔ (۱)

*:...کچھ عرصے بعد یأجوج مأجوج کا نکلنا اور چار سو فساد پھیلانا۔ (۲)

*:...ان دنوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے رُفقاء سمیت کوہِ طور پر تشریف لے جانا اور وہاں خوراک کی تنگی پیش آنا۔ (۳)

*:...بالآخر آپ کی بددُعا سے یأجوج مأجوج کا یکدم ہلاک ہوجانا اور بڑے بڑے پرندوں کا ان کی لاشوں کو اُٹھا کر سمندر میں پھینکنا۔ (۴)

*:...اور پھر زور کی بارش ہونا اور یأجوج مأجوج کے بقیہ اَجسام اور تعفن کو بہا کر سمندر میں ڈال دینا۔ (۵)

*:...حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عرب کے ایک قبیلہ بنوکلب میں نکاح کرنا اور اس سے آپ کی اولاد ہونا۔ (۶)

*:...''فج الروحا'' نامی جگہ پہنچ کر حج و عمرہ کا اِحرام باندھنا۔ (۷)

*:...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضری دینا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اطہر کے اندر سے جواب دینا۔ (۸)

---

(۱) عن أبی أمامة الباهلی قال: خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ...... یدق الصَّلیب ویذبح الخنزیر ویضع الجزیة ویترک الصَّدقة فلا یسعٰی علٰی شاة ولَا بعیر وترفع الشحناء والتباغض وتنزع حمة کل ذات حمة حتّٰی یدخل الولید یده فی الحیَّة فلا تضره وتفر الولیدة الأسد فلا یضرها ویکون الذئب فی الغنم کانه کلبها وتملأ الأرض من السلم فما یملأ الإناء من الماء وتکون الکلمة واحدة فلا یعبد إلّا الله ...الخ۔ (سنن ابن ماجة ص:۲۹۸)۔

(۲) ثم یرجع الناس الٰی بلادهم وأوطانهم قال فعند ذٰلک یخرج یأجوج ومأجوج وهم من کل حدب ینسلون فیطأون بلادهم لَا یأتون علٰی شیء الّا أهلکوه ولَا یمرّون علٰی ماء الّا شربوه ثم یرجع الناس الیّ فیکشونهم فأدعو الله علیهم فیهلکهم الله تعالٰی ویمیتهم حتّٰی تجری الأرض من نتن ریحهم، قال فینزل الله عزّ وجلّ المطر فیجرف أجسادهم حتّٰی یقذفهم فی البحر۔ (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۵۹)۔

(۳) عن النواس بن سمعان ...... فبینما هو کذٰلک اذا أوحی الله الٰی عیسٰی ان قد خرجت عبادًا لی لَا یدان لأحد بقتالهم فحرّز عبادی الی الطور ...... ویحصر نبی الله وأصحابه حتّٰی یکون رأس الثور لأحدهم خیرًا من مائة دینار لأحدکم الیوم فیرغب نبی الله عیسٰی وأصحابه ...الخ۔ (مشکوٰة ص:۴۷۳، ۴۷۴، باب العلامات بین یدی الساعة)۔

(۴) ...... فیرسل الله طیرًا کأعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حیث شاء الله ...إلخ۔ (مشکوٰة ص:۴۷۴)۔

(۵) دیکھیں حاشیہ نمبر۲ صفحہ ہٰذا۔

(۶) روی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: لوَفْد جذام: مرحبًا بقوم شعیب وأصهار موسٰی، ولَا تقوم الساعة حتّٰی یتزوج فیکم المسیح ویولد له۔ ذکره المقرینی فی الخطط۔ (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۲۹۳)۔

(۷، ۸) عن أبی هریرة رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: والذی نفسی بیده! لیهلّنّ ابن مریم بفجّ الروحاء حاجًّا أو معتمرًا أو لثنّینّهما۔ ص:۱۰۰، وأخرجه الحاکم وصحّحه کما فی الدر المنثور ولفظه: ...... ولیسلکنّ فجًا حاجًّا أو معتمرًا ولیأتینّ قبری حتّٰی یسلّم علیّ ولأردّنّ علیه ...الخ۔ ص:۱۰۲ (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح)۔

*:...وفات کے بعد روضۂ اطہر میں آپ کا دفن ہونا وغیرہ وغیرہ۔[۱]

*:...آپ کے بعد "مقعد" نامی شخص کو آپ کے حکم سے خلیفہ بنایا جانا اور مقعد کی وفات کے بعد قرآنِ کریم کا سینوں اور صحیفوں سے اُٹھ جانا۔[۲]

*:...اس کے بعد آفتاب کا مغرب سے نکلنا، نیز دابۃ الارض کا نکلنا اور موٴمن و کافر کے درمیان امتیازی نشان لگانا وغیرہ وغیرہ۔[۳]

سوال:...یہ کس طرح ظاہر ہوگا کہ آپ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں؟

جواب:...آپ کا یہ سوال عجیب دِلچسپ سوال ہے، اس کو سمجھنے کے لئے آپ صرف دو باتیں پیشِ نظر رکھیں:

اوّل:...کتبِ سابقہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پیش گوئی کی گئی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات وعلامات ذکر کی گئی تھیں، جو لوگ ان علامات سے واقف تھے، ان کے بارے میں قرآنِ کریم کا بیان ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنے لڑکوں کو پہچانتے ہیں۔[۴] اگر کوئی آپ سے دریافت کرے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ تو اس کے جواب میں آپ کیا فرمائیں گے؟ یہی نا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات جو کتبِ سابقہ میں مذکور تھیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر منطبق کرنے کے بعد ہر شخص کو فوراً یقین آجاتا تھا کہ آپ وہی نبی آخر الزمان ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کی ہیں ان کو سامنے رکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کی تعیین میں کسی کو ادنیٰ سا شبہ بھی نہیں ہوسکتا۔ ہاں! کوئی شخص ان ارشاداتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناواقف ہو یا کج فطری کی بنا پر ان کے چسپاں کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو، یا محض ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس سے پہلوتہی کرے تو اس کا مرض لاعلاج ہے۔

دوم:...بعض قرائن ایسے ہوا کرتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں آدمی یقین لانے پر مجبور ہوجاتا ہے اور اسے مزید دلیل کی احتیاج نہیں رہ جاتی، مثلاً آپ دیکھتے ہیں کہ کسی مکان کے سامنے محلے بھر کے لوگ جمع ہیں، پورا مجمع افسردہ ہے، گھر کے اندر کہرام مچا ہوا ہے، درزی کفن بنا رہا ہے، کچھ لوگ پانی گرم کر رہے ہیں، کچھ قبر کھودنے جارہے ہیں، اس منظر کو دیکھنے کے بعد آپ کو یہ پوچھنے کی

---

(۱) عن عبدالله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ...... ثم يموت فيدفن معي في قبري، فأقوم أنا وعيسىٰ بن مريم في قبر واحد بين أبي بكر وعمر۔ (مشكوٰة ص:۴۸۰، طبع قديمي)۔

(۲) عن أبي هريرة قال ...... فيستخلفون بأمر عيسىٰ رجلًا من بني تميم يقال له: المقعد، فاذا مات المقعد لم يأت على الناس ثلاث سنين حتّى يرفع القرآن من صدور الرّجال ومصاحفهم۔ (التصريح بما تواتر في نزول المسيح ص:۲۳۲)۔

(۳) عن عبدالله بن عمرو ..... انّ اوّل الآيات خروجًا طلوع الشمس من مغربها وخروج الدابة على الناس .....الخ۔ (مشكوٰة ص:۴۷۲)۔ عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تخرج دابة الأرض ومعها عصىٰ موسىٰ وخاتم سليمان عليهما السلام فتخطم أنف الكافر بالعصا وتجلي وجه المؤمن بالخاتم حتّى يجتمع الناس على الخُوان يعرف المؤمن من الكافر۔ (تفسير ابن كثير ج:۴ ص:۶۸۴، طبع رشيديه كوئٹه)۔

(۴) "اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰـهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآئَهُمْ" (البقرة:۱۴۶)۔

ضرورت نہیں رہے گی کہ کیا یہاں کسی کا انتقال ہوگیا ہے؟ اور اگر آپ کو یہ بھی معلوم ہو کہ فلاں صاحب کافی مدّت سے صاحبِ فراش تھے اور ان کی حالت نازک تر تھی تو آپ کو یہ منظر دیکھ کر فوراً یقین آجائے گا کہ ان صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کی خاص کیفیت، خاص وقت، خاص ماحول اور خاص حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے، جب وہ پورا نقشہ اور سارا منظر سامنے آئے گا تو کسی کو یہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی کہ یہ واقعی عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا نہیں؟

تصور کیجئے...! حضرت مہدی عیسائیوں کے خلاف مصروفِ جہاد ہیں، اتنے میں اطلاع آتی ہے کہ دجال نکل آیا ہے، آپ اپنے لشکر سمیت بہ عجلت بیت المقدس کی طرف لوٹتے ہیں، اور دجال کے مقابلے میں صف آرا ہوجاتے ہیں، دجال کی فوجیں اسلامی لشکر کا محاصرہ کرلیتی ہیں، مسلمان انتہائی تنگی اور سراسیمگی کی حالت میں محصور ہیں، اتنے میں سحر کے وقت ایک آواز آتی ہے: ''قد اتاکم الغوث!'' (تمہارے پاس مددگار آپہنچا!)، اپنی زبوں حالی کو دیکھ کر ایک شخص کے منہ سے بے ساختہ نکل جاتا ہے کہ: ''یہ کسی پیٹ بھرے کی آواز معلوم ہوتی ہے'' پھر اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے سفید منارہ کے پاس نزول فرماتے ہیں اور عین اس وقت لشکر میں پہنچتے ہیں جبکہ صبح کی اِقامت ہوچکی ہے اور اِمام مصلیٰ پر جاچکا ہے، وغیرہ وغیرہ۔[1]

یہ تمام کوائف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں جب وہ ایک ایک کرکے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آئیں گے تو کون ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شناخت سے محروم رہ جائے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی صفات و علامات، ان کا حلیہ اور ناک نقشہ، ان کے زمانۂ نزول کے سیاسی حالات اور ان کے کارناموں کی جزئیات اس قدر تفصیل سے بیان فرمائی ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ جب یہ پورا نقشہ لوگوں کے سامنے آئے گا تو ایک لمحے کے لئے کسی کو ان کی شناخت میں تردّد نہیں ہوگا۔ چنانچہ کسی کمزور سے کمزور روایت میں بھی یہ نہیں آتا کہ ان کی تشریف آوری پر لوگوں کو ان کے پہچاننے میں دِقت پیش آئے گی، یا یہ کہ ان کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہوجائے گا، کوئی ان کو مانے گا اور کوئی نہیں مانے گا، اس کے برعکس یہ آتا ہے کہ مسلمان تو مسلمان، دجال کے لشکر سے نمٹنے کے بعد غیر مذاہب کے لوگ بھی سب کے سب مسلمان ہوجائیں گے اور دُنیا پر صرف اسلام کی حکمرانی ہوگی۔[2]

یہ بھی عرض کردینا مناسب ہوگا کہ گزشتہ صدیوں سے لے کر اس رواں صدی تک بہت سے لوگوں نے مسیحیت کے دعوے کئے اور بہت سے لوگ اصل و نقل کے درمیان تمیز نہ کرسکے، اور ناواقفی کی بنا پر ان کے گرویدہ ہوگئے، لیکن چونکہ وہ واقعتا ''مسیح'' نہیں تھے، اس لئے وہ دُنیا کو اسلام پر جمع کرنے کے بجائے مسلمانوں کو کافر بناکر اور ان کے درمیان اختلاف و تفرقہ ڈال کر چلتے بنے۔ ان

---

(۱) عن عثمان بن أبی العاص ...... فبینما ھم کذٰلک اذ نادیٰ مناد من السحر یا أیھا الناس! أتاکم الغوث، ثلاثًا، فیقول بعضھم لبعض: انّ ھٰذا لصوت رجل شبعان، وینزل عیسَی ابن مریم علیه السلام عند صلاة الفجر ...الخ۔ (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۶۴، طبع دارالعلوم کراچی)۔

(۲) ویھلک الله فی زمانه المِلَل کلھا إلّا الإسلام ...الخ۔ (ابوداؤد، کتاب الملاحم، ج:۲ ص:۲۳۸، مسند احمد ج:۲ ص:۴۰۶، طبع بیروت)۔

کے آنے سے نہ فتنہ و فساد میں کمی ہوئی، نہ کفر و فسق کی ترقی رُک سکی، آج زمانے کے حالات بانگِ دہل اعلان کر رہے ہیں کہ وہ اس تاریک ماحول میں اتنی روشنی بھی نہ کرسکے جتنی کہ رات کی تاریکی میں جگنو روشنی کرتا ہے۔ وہ یہ سمجھے کہ ان کی من مانی تأویلات کے ذریعے ان کی مسیحیت کا سکہ چل نکلے گا، لیکن افسوس کہ ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشادفرمودہ علامات اتنی بھی چسپاں نہ ہوئیں جتنی کہ ماش کے دانے پر سفیدی، کسی کو اس میں شک ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادفرمودہ نقشے کو سامنے رکھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشادفرمودہ ایک ایک علامت کو ان مدعیوں پر چسپاں کرکے دیکھے، اُونٹ سوئی کے ناکے سے گزر سکتا ہے مگر ان مدعیوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات و علامات منطبق نہیں ہوسکتیں۔ کاش! ان لوگوں نے بزرگوں کی یہ نصیحت یاد رکھی ہوتی:

بصاحب نظرے بنما گوہر خود را

عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

کیا ختمِ نبوّت کا عقیدہ جزوِ ایمان ہے؟

سوال:... کیا ختمِ نبوّت کا عقیدہ مسلمان ہونے کی لازمی شرط اور جزوِ ایمان ہے؟ قرآن و حدیث، فتاویٰ اور اَقوالِ فقہاء کے حوالہ جات تحریر فرمائیں۔

جواب:... بلاشبہ ختمِ نبوّت کا عقیدہ جزوِ ایمان اور شرطِ اِسلام ہے، کیونکہ جس درجے کے تواتر و تسلسل سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوّت کا دعویٰ کیا، توحید کی دعوت دی، قرآنِ کریم کو کلامُ اللہ کی حیثیت سے پیش فرمایا، قیامت، جزاوسزا اور جنت و دوزخ کی خبر دی، نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ کی تعلیم دی، ٹھیک اسی درجے کے تواتر سے ہمیں یہ معلوم ہے کہ آپ نے اِعلان فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں، مجھ پر نبوّت و رِسالت کا سلسلہ ختم کردیا گیا ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ پس جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور قرآنِ کریم کے مُنزَّل من اللہ ہونے کا عقیدہ ''ضروریاتِ دِین'' میں شامل ہے، اسی طرح ختمِ نبوّت کا عقیدہ بھی جزوِ ایمان ہے۔ اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت یا قرآنِ کریم کے مُنزَّل من اللہ ہونے کا اِنکار، یا اس میں کوئی تأویل، کفر واِلحاد ہے، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا اِنکار، یا اس میں تأویل بھی بلاشبہ کفر واِلحاد ہے، کیونکہ یہ عقیدہ قرآنِ کریم کی نصِ قطعی، احادیثِ متواترہ اور اِجماعِ مسلسل سے ثابت ہے، اور اِسلامی عقائد پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں ختمِ نبوّت کا عقیدہ درج کیا گیا ہے۔

قرآنِ کریم:

اہلِ علم نے قرآنِ کریم کی قریباً سو آیاتِ کریمہ سے عقیدۂ ختمِ نبوّت ثابت کیا ہے... ملاحظہ کیجئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی ''ختمِ نبوّت کامل''... یہاں اِختصار کے مدِنظر صرف ایک آیت درج کی جاتی ہے:

''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ، وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔'' (الأحزاب: ۴۰)

ترجمہ:... ''نہیں ہیں محمد ... صلی اللہ علیہ وسلم ... تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں، اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کے جاننے والا۔''

اس آیتِ کریمہ میں دو قراءتیں متواتر ہیں: ''خاتَمَ النَّبِیّنَ'' ... بفتح تا... یہ اِمام عاصم رحمہ اللہ کی قراءت ہے، اور ''خَاتِمِ النَّبِیّنَ'' ... بکسر تا... جمہور قراء کی قراءت ہے۔ پہلی قراءت کے مطابق اس کے معنی ہیں، مہر، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے نبیوں کی آمد پر مہر لگ گئی۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور دُوسری قراءت کے مطابق اس کے معنی ہیں: نبیوں کو ختم کرنے والا۔ تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ دونوں قراءتوں کا مآل ایک ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلۂ نبوّت بند ہے۔ چند تفاسیر ملاحظہ ہوں:

۱:... اِمام ابنِ جریر رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ):

''ولٰکن رسول الله وخاتم النبیین الذی ختم النبوة فطبع علیها فلا تفتح لأحد بعده إلٰی قیام الساعة۔'' (تفسیر ابن جریر ج:۲۲ ص:۱۴)

ترجمہ:... ''لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، یعنی جس نے نبوّت کو ختم کردیا، اور اس پر مہر لگادی، پس آپ کے بعد یہ مہر قیامت تک کسی کے لئے نہیں کھلے گی۔''

۲:... اِمام بغوی رحمہ اللہ (متوفی ۵۱۰ھ):

''ختم الله به النبوّة وقرأ ابن عامر وابن عاصم خاتم بفتح التا علی الإسم، أی آخرهم، وقرأ الآخرون بکسر التا علی الفاعل لأنه ختم به النبیین فهو خاتمهم ...... عن ابن عباس ان الله حکم ان لَا نبی بعده۔'' (تفسیر معالم التنزیل ج:۵ ص:۲۱۸، مطبوعہ مصر)

ترجمہ:... ''خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے نبوّت کا سلسلہ بند کردیا ہے، ابنِ عامر اور ابنِ عاصم نے ''خاتم'' کی ''تا'' کو زَبر کے ساتھ پڑھا ہے، جس کا مطلب آخری نبی ہے۔ اور دُوسرے قراء نے ''تا'' کی زیر پڑھی ہے، اس کا مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیوں کے سلسلے پر مہر لگادی ہے۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کردیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''

۳:... علامہ زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ):

''فإن قلتَ: کیف کان آخر الأنبیاء وعیسٰی ینزل فی آخر الزمان؟ قلتُ: معنی کونه آخر الأنبیاء أنه لَا ینبأ أحد بعده، وعیسٰی ممن نبیٔ قبله، وحین ینزل، ینزل عاملًا علٰی شریعة محمد، مصلیا إلٰی قبلته کأنه بعض اُمّته۔'' (تفسیر کشاف ج:۳ ص:۵۴۴)

ترجمہ:... ''اگر تم کہو کہ: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی کیسے ہوسکتے ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ

السلام آخری زمانے میں نازل ہوں گے؟ میں کہتا ہوں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اس معنی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہ بنایا جائے گا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان نبیوں میں سے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی بنائے جاچکے ہیں، اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعتِ محمدی پر عمل کرنے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلے کی طرف نماز پڑھنے والے بن کر نازل ہوں گے، گویا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے ایک فرد شمار کئے جائیں گے۔''

۴:...اِمام فخر الدین رازی رحمہ اللہ (متوفی ۶۰۶ھ):

''وخاتم النبيين وذٰلك لأن النبي الذي يكون بعده نبي ان ترك شيئًا من النصيحة والبيان يستدركه من يأتي بعده، وأما من لَا نبي بعده يكون أشفق علىٰ اُمّته وأهدى لهم وأجدى، إذ هو كوالد لولده الذي ليس له غيره من أحد۔''

(تفسیر کبیر ج:۲۵ ص:۵۸۱ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:...''اس آیت میں خاتم النبیین اس لئے فرمایا کہ جس نبی کے بعد کوئی دُوسرا نبی ہو، وہ اگر نصیحت اور توضیحِ شریعت میں کوئی کسر چھوڑ جائے تو اس کے بعد آنے والا نبی اس کسر کو پورا کردیتا ہے، مگر جس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ ہو، تو وہ اپنی اُمت پر اَز حد شفیق ہوتا ہے، اور اس کو زیادہ واضح ہدایت دیتا ہے، کیونکہ اس کی مثال ایسے والد کی ہوتی ہے جو ایسے بیٹے کا باپ ہو، جس کا ولی و سرپرست اس کے سوا کوئی دُوسرا نہ ہو۔''

۵:...علامہ بیضاوی رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۱ھ):

''وآخرهم الذي ختمهم أو ختموا به ولَا يقدح فيه نزول عيسىٰ بعده لأنه إذا نزل كان علىٰ دينه۔''

(تفسیر بیضاوی ج:۲ ص:۱۹۶ طبع مصر)

ترجمہ:...''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیوں کے آنے کو ختم کردیا ہے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے وہ مہر کئے گئے ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نازل ہونا، اس میں کوئی نقص نہیں ہے، کیونکہ جب وہ نازل ہوں گے تو وہ آپ کی شریعت پر عامل ہوں گے۔''

۶:...علامہ نسفی رحمہ اللہ (متوفی ۷۱۰ھ):

''أي آخرهم يعني لَا ينبأ أحد بعده وعيسىٰ ممن نبئ قبله وحين ينزل، ينزل عاملًا علىٰ شريعة محمد صلى الله عليه وسلم كأنه بعض اُمّته ...... وتقويه قراءة ابن مسعود: ولٰكن نبيًّا ختم النبيين۔''

(تفسیر مدارک التنزیل ج:۳ ص:۳۳۴ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:...''آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کے آخر میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی

نہیں بنایا جائے گا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نبی بنائے گئے، جب نازل ہوں گے تو وہ شریعتِ محمدی کے عامل بن کر نازل ہوں گے، گویا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے ایک فرد ہوں گے۔ اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ کی قراءت میں یوں ہے: لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں، جس نے تمام نبیوں کی نبوّت کے سلسلے کو بند کردیا ہے۔''

۷:...حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ):

''**فھٰذہ الآیة نص فی انہ لَا نبی بعد، واذ کان لَا نبی بعدہ فلا رسول بالطریق الأولٰی والأحریٰ لأن مقام الرِّسالة أخصّ من مقام النّبوّة۔**'' (تفسیر ابن کثیر ج:۳ ص:۴۹۳ طبع مصر)

ترجمہ:...''یہ آیت اس بارے میں نصِ قطعی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں تو بطریقِ اَولیٰ کوئی رسول بھی نہیں، کیونکہ مقامِ رِسالت، مقامِ نبوّت سے خاص ہے۔''

۸:...علامہ جلال الدین محلی رحمہ اللہ (متوفی ۸۶۴ھ):

''**بأن لَا نبی بعدہ، واذا نزل السیّد عیسٰی یحکم بشریعتہ۔**''

(جلالین علیٰ ہامش جمل ج:۳ ص:۴۴۶)

ترجمہ:...''خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا اور عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ شریعتِ محمدی کے ساتھ فیصلہ کریں گے۔''

۹:...اِمام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''ولیکن پیغمبر خدا است ومہر پیغمبراں است۔''

ترجمہ:...''اور لیکن آپ اللہ کے پیغمبر اور تمام نبیوں کی مہر ہیں۔''

اس کے بعد فوائد میں لکھتے ہیں:

''یعنی بعد از وے ہیچ پیغمبر نہ باشد۔'' (فتح الرحمٰن ص:۵۸۶ مطبوعہ دہلی)

''یعنی ''مہر پیغمبراں'' کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا۔''

۱۰:...حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۳۰ھ) ''خاتم النبیین'' کا ترجمہ کرتے ہیں:

''لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر۔''

''موضح القرآن'' کے فوائد میں اس پر یہ نوٹ لکھتے ہیں:

''اور پیغمبروں پر مہر ہے، اس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں، یہ بڑائی اس کو سب پر ہے۔'' (موضح القرآن)

خاتم النبیّین کا صحیح مفہوم وہ ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے

سوال:... ایک بزرگ نے خاتم النبیّین یا لفظ خاتمیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اسلام کو خاتم الادیان کا اور پیغمبرِ اسلام کو خاتم الانبیاء کا خطاب دیا گیا ہے۔ خاتمیت کے دو معنے ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ کوئی چیز ناقص اور غیر مکمل ہو اور وہ رفتہ رفتہ کامل ہو جائے، دُوسرے یہ کہ وہ چیز نہ افراط کی مد پر ہو نہ تفریط کی مد پر، بلکہ دونوں کے درمیان ہو جس کا نام اعتدال ہے۔ اسلام دونوں پہلوؤں سے خاتم الادیان ہے، اس میں کمال اور اعتدال دونوں پائے جاتے ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اس عالیشان عمارت کی آخری اینٹ ہوں جس کو گزشتہ انبیاء تعمیر کرتے آئے ہیں، یہ اسلام کے کمال کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح قرآن مجید میں ہے کہ مذہب اسلام ایک معتدل اور متوسط طریقے کا نام ہے اور مسلمانوں کی قوم ایک معتدل قوم پیدا کی گئی ہے، اس سے اسلام کے اعتدال کا ثبوت ملتا ہے۔'' کیا خاتم النبیین کا یہ مفہوم صحیح ہے اور سبھی فرقوں کا اس پر اتفاق ہے؟ راہنمائی فرما کر ممنون فرماویں۔

جواب:... ''خاتم الانبیاء'' کا وہی مفہوم ہے جو قرآن و حدیث کے قطعی نصوص سے ثابت اور اُمت کا متواتر اور اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ''آخری نبی'' ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوّت عطا نہیں کی جائے گی۔[1] اس مفہوم کو باقی رکھ کر اس لفظ میں جو نکات بیان کئے جائیں وہ سر آنکھوں پر، اپنی عقل و فہم کے مطابق ہر صاحبِ علم نکات بیان کر سکتا ہے، لیکن اگر ان نکات سے متواتر مفہوم اور متواتر عقیدے کی نفی کی جائے، تو یہ ضلالت و گمراہی ہوگی اور ایسے نکات مردود ہوں گے۔

ختمِ نبوّت اور اِجرائے نبوّت سے متعلق شبہات کا جواب

سوال:... بخدمت جناب مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب، مولانا محمد یوسف لدھیانوی اور ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کراچی۔

نہایت مؤدبانہ اور عاجزانہ التماس ہے کہ خاکسار کی دیرینہ اُلجھن قرآن پاک کی روشنی میں حل کر کے ممنون فرمائیں، قبل ازیں ۳۵ حضرات سے رجوع کر چکا ہوں، تسلی بخش جواب نہیں ملا، آپ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ایسا نہ کرنا۔

سوال ۱:... آیت مبارکہ ۴۰/ ۳۳ سورہ احزاب کی روشنی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کب سے یعنی کس وقت سے خاتم النبیین تسلیم کیا جائے؟

آیا: قبل پیدائش حضرت آدم علیہ السلام؟ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک سے؟ یا آیت ۴۰/ ۳۳ خاتم النبیین کے نزول کے وقت سے؟ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے؟

جس وقت یا مقام مبارک سے حضور کا خاتم النبیین ہونا قرآن کریم سے ثابت کریں گے، اسی وقت مبارک یا مقام مبارک سے حضور کا خاتم النبیین ہونا تسلیم ہوگا، اور اسی وقت یا مقام سے وحی الٰہی کا انقطاع تا قیامت تسلیم ہوگا۔

---

(۱) "وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" (الأحزاب: ۴۰)۔ وکونه صلی الله علیه وسلم خاتم النبیّین مما نطق به الکتاب وصدعت به السُّنّة وأجمعت علیه الأُمّة فیکفر مدعی خلافه .... الخ۔ (رُوح المعانی ج: ۲۲ ص: ۳۹، طبع بیروت)۔

سوال:۲:...آیت مبارکہ ۶/۱۱۲ اور ۶/۱۲۱ سورہ الانعام میں شیطان مردود کے لئے دو دفعہ وحی کا لفظ "یوحی" اور "لیوحون" آیا ہے، تمام امت کا خیر سے ایمان و اتفاق ہے کہ شیطانی وحی بغیر انقطاع تا قیامت جاری و ساری رہے گی، لیکن رحمانی وحی کا انقطاع تا قیامت رہے گا، یعنی رحمانی بند اور شیطانی وحی تا قیامت جاری ہے، کیا ایسی تفسیر سے قرآن کی عالمگیر تعلیم میں کوئی تضاد اور تعارض تو نہیں پیدا ہوگا؟ کیا انقطاع شیطانی وحی کا موجب رحمت ہدایت و راحت ہوگا، یا رحمانی وحی کا؟

سوال:۳:...اب دُنیا کے کل مذاہب میں وحی الٰہی مبارک کا انقطاع تا قیامت تسلیم کیا جاتا ہے، یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں اور مسلمانوں میں وحی الٰہی مبارک بند ہے، اگر کوئی بدبخت یہ کہہ دے کہ وحی مبارک الٰہی جاری ہے تو فوراً کافر ہوجاتا ہے، موجودہ تفسیرات میں ہم کو ایسا ہی ملتا ہے، اب جبکہ انقطاع وحی کا عقیدہ تا قیامت تسلیم ہے تو سچے دین کی شناخت کیا ہے؟

سوال:۴:...ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ: "وَلَا تَفَرَّقُوا" یعنی فرقہ بندی کفر و ضلالت ہے، اس کے باوجود فرقہ بندی کو کیوں قبول کیا ہوا ہے؟ یعنی کفر کیوں کمایا جارہا ہے جبکہ کوئی تکلیف بھی نہیں ہے؟ خدا اور رسول اور کتاب موجود ہیں، یہ تینوں فرقہ بندی سے بیزار ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ" ۶۴/۲، اور: "وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ." (الروم:۳۱) آج ہم علمائے دین کی بدولت ایک مسجد میں، ایک امام کے پیچھے نماز ادا کرنے کو ترس رہے ہیں، اور اسلامی آئین کو بھی۔

سوال:۵:...قرآن پاک سے ثابت ہے کہ مؤمن کے پاس کفر بالکل نہیں ہوتا، اس کے باوجود مسلمانوں یعنی خدا اور رسول کے حامیوں نے ایک دوسرے کلمہ گو کو پکا کافر قرار دے رکھا ہے، جبکہ مؤمن کے پاس کفر نہیں ہوتا، تو ان علمائے دین نے کفر کے فتوے لگاکر باہم کفر کیوں تقسیم کیا اور وہ کفر کہاں سے حاصل کیا ہے؟ اسلام اور کفر تو متضاد ہیں، اور کل فرقے برخلاف تعلیم عالمگیر کتاب اپنی اپنی جگہ ڈٹے ہوئے ہیں، یہ کفر کہاں سے درآمد کیا گیا ہے؟ اور کیوں کیا گیا ہے؟ اس کا لائسنس کس فرقے کے پاس ہے؟ قرآن پاک سے نشاندہی کریں، نہایت مہربانی ہوگی، اس گنہگار کے کل پانچ سوال ہیں، از راہ شفقت صدقہ رحمت للعالمین کا صرف قرآن پاک سے حوالہ و دلیل دے کر جواب سے مستفیض فرمائیں، کیونکہ خدا کا کلام خطا سے پاک ہے، کسی بڑے سے بڑے عالم کا کلام خطا سے کبھی بھی پاک قرار نہیں دیا جاسکتا، والسلام۔ رانا عبدالستار، لاہور۔

جواب:...جناب سائل نے اپنے تمہیدی خط میں لکھا ہے کہ قبل ازیں پینتیس حضرات سے رجوع کرچکے ہیں، مگر تسلی بخش جواب نہیں ملا، سوالوں کے جواب سے پہلے اس ضمن میں ان کی خدمت میں دو گزارشیں کرنا چاہتا ہوں:

۱:...ایک یہ کہ سوالات و شبہات کا صحیح و معقول جواب دینا تو علمائے اُمت کی ذمہ داری ہے، لیکن کسی کے دل میں بات ڈال دینا اور اسے اطمینان و تسلی دلا دینا ان کی قدرت سے خارج ہے اور وہ اس کے مکلف بھی نہیں، کسی کے دل کو پلٹ دینا صرف اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، اس ناکارہ نے اپنی بساط کے مطابق خلوص و ہمدردی سے جنابِ سائل کے شبہات اور غلط فہمیوں کو دُور کرنے کی کوشش کی ہے، ان کا کوئی شبہ حل نہ ہوا ہو تو دوبارہ رجوع فرماسکتے ہیں، لیکن اس کے باوجود خدانخواستہ اطمینان و تسلی نہ ہو تو معذوری ہے۔

۲:...دوسری گزارش یہ ہے کہ کسی جواب سے تسلی نہ ہونا اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ جواب میں کوئی ایسا نقص ہو کہ وہ موجبِ اطمینان و تسلی نہ ہو، دوم یہ کہ جواب تو تسلی بخش تھا، مگر سائل کا مقصد تسلی حاصل کرنا نہیں تھا، شرح اس کی یہ ہے کہ کبھی تو سوالات و شبہات اس لئے پیش کئے جاتے ہیں کہ سائل ان شبہات کی وجہ سے بے چین ہوا اور وہ خلوصِ دل سے چاہتا ہے کہ اس کے شبہات دُور ہوجائیں تاکہ اسے اطمینان و تسلی کی کیفیت نصیب ہوجائے، مگر وہ خود اتنا علم نہیں رکھتا کہ ان شبہات کے حل کرنے پر قادر ہو، اس لئے وہ کسی ایسے شخص سے رجوع کرتا ہے جو اس کے خیال میں ان شبہات کے دُور کرنے میں اس کی مدد کرسکتا ہے، ایسے شخص کا سوال چونکہ احتیاج و خلوص پر مبنی ہوتا ہے اور وہ دل و جان سے اس کا خواہشمند ہوتا ہے کہ اس کے شبہات دُور ہوجائیں، اس لئے صحیح جواب ملنے پر اس کی غلط فہمی دُور ہوجاتی ہے، اور اسے ایسی تسلی ہوجاتی ہے گویا کسی نے زخم پر مرہم رکھ دیا۔ اس کے برعکس معاملہ یہ ہوتا ہے کہ سائل اپنے سوال میں جن شبہات کو پیش کرتا ہے وہ ان سے مضطرب اور بے چین نہیں ہوتا، بلکہ وہ ان شبہات کو قطعی و یقینی سمجھ کر ان پر دل و جان سے راضی ہوتا ہے، ایسا شخص سوال کی شکل میں جب اپنے شبہات کسی کے سامنے پیش کرتا ہے تو اس کا مقصد ان شبہات کو دُور کرنا نہیں ہوتا، اور نہ وہ اس کی ضرورت سمجھتا ہے، اسے اپنے شبہات سے پریشانی یا قلق و اضطراب نہیں ہوتا، بلکہ وہ اپنے سوالات کو لاینحل اور حرفِ آخر سمجھتے ہوئے پیش کرتا ہے، جس سے مقصد اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ اس کے سوالات ایسے مضبوط ہیں کہ اہلِ علم میں سے کوئی اس کا جواب نہیں دے سکتا، بلکہ تمام علمائے امت اس کے جواب سے عاجز و قاصر ہیں، گویا وہ رفعِ شبہات کے لئے سوال نہیں کرتا، بلکہ علمائے امت کو چیلنج دینے کے لئے کرتا ہے، ایسے شخص کے سوالوں کا خواہ کیسا ہی معقول اور صحیح جواب دے دیا جائے، مگر اس کو کبھی تسلی نہیں ہوتی، یہ حالت بہت ہی خطرناک ہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھیں۔

بہرحال اگر جناب سائل کا مقصد واقعی اپنے شبہات کو دُور کرنا ہے تو مجھے توقع ہے کہ اِن شاء اللہ العزیز ان کو ان جوابات سے شفا ہوجائے گی، اور آئندہ انہیں کسی اور کو زحمت دینے کی ضرورت نہیں رہے گی، اور اگر ان کا یہ مقصد ہی نہیں تو یہ توقع رکھنا بھی بے کار ہے، بہرحال اپنا فرض ادا کرنے کی غرض سے ان کے پانچ سوالوں کا جواب بالترتیب پیشِ خدمت ہے۔

جواب ۱:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اور کسی کو نبوّت نہیں دی جائے گی، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''کَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُھُمُ الْأَنْبِیَاءُ کُلَّمَا ھَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ، وَإِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔'' (صحیح بخاری و مسلم کتاب الامارۃ ج:۲ ص:۱۲۶)

ترجمہ:...''بنو اسرائیل کی سیاست انبیائے کرام علیہم السلام فرماتے تھے، جب ایک نبی کا انتقال ہوجاتا تو دوسرا نبی اس کی جگہ لیتا، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

اس مضمون کی دو سو سے زائد متواتر احادیث موجود ہیں، اور یہ اسلام کا قطعی عقیدہ ہے، چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی ازالہ اوہام (خورد ص:۵۷۷) میں لکھتے ہیں:

''ہر یک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا

ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیل کو بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے وحی نبوّت لانے سے منع کیا گیا ہے، یہ تمام باتیں صحیح اور سچ ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا۔" (ازالہ اوہام ص:۵۷۷، روحانی خزائن ج:۳ ص:۴۱۲)

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اسلام کا ایسا قطعی و یقینی عقیدہ ہے جو قرآن کریم، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے، اور جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کسی کو نبوّت مل سکتی ہے، ایسا شخص باجماع امت کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے، چنانچہ ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

"**التحدی فرع دعوی النبوة ودعوی النبوة بعد نبینا صلی الله علیه وسلم کفر بالإجماع.**" (شرح فقہ اکبر ص:۲۰۲)

ترجمہ:... "معجزہ دکھانے کا دعویٰ، دعویٔ نبوّت کی فرع ہے، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔"

رہا یہ کہ آیت خاتم النبیین کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس وقت سے خاتم النبیین تسلیم کیا جاوے، اس کا جواب یہ ہے کہ علم الٰہی میں تو ازل سے مقدر تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد تشریف لائیں گے، اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر انبیاء علیہم السلام کی فہرست مکمل ہوجائے گی، آپ کے بعد کسی شخص کو نبوّت نہیں دی جائے گی، چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

"**اِنِّیْ عِنْدَ اللهِ مَکْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِهٖ۔**" (مشکوٰۃ ص:۵۱۳)

ترجمہ:... "بے شک میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا، جبکہ آدم علیہ السلام ہنوز آب و گل میں تھے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین کی حیثیت سے مبعوث ہونا اس وقت تجویز کیا جاچکا تھا جبکہ ابھی آدم علیہ السلام کی تخلیق نہیں ہوئی تھی، پھر جب تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی باری پر تشریف لاچکے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی فہرست میں صرف ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام باقی رہ گیا تھا، تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کی حیثیت سے دُنیا میں مبعوث فرمایا، چنانچہ صحیحین کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"**مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بُنْیَانًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِّنْ زَاوِیَةٍ مِّنْ زَوَایَاهُ، فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَیَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ: هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ۔ قَالَ: فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ: فَکُنْتُ اَنَا سَدَدْتُّ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ، خُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ: فَاَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ، جِئْتُ فَخَتَمْتُ الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ۔**" (صحیح بخاری ج:۱ ص:۵۰۱، صحیح مسلم ج:۲ ص:۲۴۸، مشکوٰۃ ص:۵۱۱)

ترجمہ:... ''میری اور مجھ سے پہلے انبیائے کرام کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے بہت ہی حسین و جمیل محل تیار کیا، مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، پس لوگ اس محل کے گرد گھومنے لگے اور اس کی خوبصورتی پر عش عش کرنے لگے، اور کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ لگادی گئی، فرمایا: پس میں وہ آخری اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ پس میں نے اس ایک اینٹ کی جگہ پر کردی، مجھ پر عمارت مکمل ہوگئی اور مجھ پر رسولوں کا سلسلہ ختم کردیا گیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ پس اس اینٹ کی جگہ میں ہوں، میں نے آکر انبیائے کرام علیہم السلام کے سلسلہ کو ختم کردیا۔''

اور امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا علم اس وقت ہوا جب کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں یہ اعلان فرمایا گیا کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اس تفصیل سے واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین کی حیثیت سے دُنیا میں تشریف لانے کا فیصلہ تو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل تسلیم کیا جائے گا، کیونکہ یہ فیصلہ ازل ہی سے ہوچکا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی انبیائے کرام علیہم السلام کی فہرست میں سب سے آخر میں ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سب سے آخر میں ہوگی، اور اس دُنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تسلیم کیا جائے گا، اور اُمت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین اور آخری نبی ہونے کا علم اس وقت ہوا جب قرآنِ کریم میں اور احادیث نبویہ میں اس کا اعلان واظہار فرمایا گیا۔

۲:...سوال نمبر:۲ میں وحی شیطانی سے متعلق جن آیات کا حوالہ دیا گیا ہے، ان میں ''وحی'' سے مراد وہ شیطانی شبہات و وساوس ہیں جو دینِ حق سے برگشتہ کرنے کے لئے شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں القا کرتا ہے، گویا شیطانی القا کو ''یوحون'' سے تعبیر کیا گیا ہے، اور القائے شیطانی کے مقابلہ میں القائے رحمانی ہے، جس کی کئی شکلیں ہیں، مثلاً الہام، کشف، تحدیث اور وحی نبوّت۔ وحی نبوّت کے علاوہ الہام وکشف وغیرہ حضرات اولیاء اللہ کو بھی ہوتے ہیں اور ان کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے، لیکن ''وحی نبوّت'' چونکہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور نبوّت کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوچکا ہے، اس لئے وحی نبوّت کا دروازہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند ہوچکا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

''إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ'' (الجامع الصغیر ج:۱ ص:۸۰)

ترجمہ:... ''رسالت ونبوّت بند ہوچکی پس نہ کوئی رسول ہوگا میرے بعد اور نہ نبی۔''

مرزا غلام احمد قادیانی ازالہ اوہام خورد (ص:۷۶۱) میں لکھتے ہیں:

''رسول کو علم دین بتوسط جبرائیل ملتا ہے اور بابِ نزول جبرائیل بہ پیرایۂ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔'' (ازالہ اوہام ص:۷۶۱، روحانی خزائن ج:۳ ص:۵۱۱)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''رسول کی حقیقت اور ماہیئت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے اور

ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحیِ رسالت تابقیامت منقطع ہے۔''

(ازالہ اوہام ص:۶۱۴، روحانی خزائن ج:۳ ص:۴۳۲)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''حسب تصریح قرآن کریم، رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام وعقائد دین، جبرائیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں، لیکن وحی نبوّت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔''

(ازالہ اوہام ص:۵۳۴، روحانی خزائن ج:۳ ص:۳۸۷)

چونکہ وحی نبوّت صرف انبیائے کرام علیہم السلام کو ہوسکتی ہے اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دروازہ بند ہو چکا ہے، اس لئے ملت اسلامیہ کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کا دعویٰ کرے وہ مرتد اور خارج از اسلام ہے، چنانچہ قاضی عیاض القرطبی المالکیؒ (م:۵۴۴ھ) اپنی مشہور کتاب ''الشفا بتعریف حقوق المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں لکھتے ہیں:

''وکذالک من ادعی نبوة احد مع نبینا صلی الله علیه وسلم او بعده .... او من ادعی النبوة لنفسه او جوز اکتسابها والبلوغ بصفاء القلب الیٰ مرتبتها .... وکذالک من ادعی منهم انه یوحیٰ الیه وان لم یدع النبوة ...... فهؤلاء کلهم کفار مکذبون للنبی صلی الله علیه وسلم، لأنه اخبر صلی الله علیه وسلم انه خاتم النبیین لَا نبی بعدهٗ، واخبر عن الله تعالیٰ انه خاتم النبیین وانه ارسل الیٰ کافة للناس۔ واجمعت الأُمة علیٰ حمل هٰذا الکلام علیٰ ظاهرهٖ وان مفهومهٗ المراد به دون تاویل ولَا تخصیص فلا شک فی کفر هؤلَاء الطوائف کلها قطعا اجماعًا وسمعًا۔'' (ج:۲ ص:۲۴۶)

ترجمہ:... ''اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا آپ کے بعد کسی کی نبوّت کا قائل ہو...... یا خود اپنے حق میں نبوّت کا دعویٰ کرے، یا اس کا قائل ہو کہ نبوّت کا حاصل کرنا اور صفائے قلب کے ذریعہ نبوّت کے مرتبہ تک پہنچنا ممکن ہے...... اور اسی طرح جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اسے وحی ہوتی ہے اگرچہ نبوّت کا دعویٰ نہ کرے....... پس یہ سب لوگ کافر ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے اور یہ کہ اس کا ظاہری مفہوم ہی مراد ہے، پس اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرآن و سنت اور اجماع امت کی رو سے مذکورہ بالا گروہ قطعاً کافر اور مرتد ہیں۔''

الغرض نصوص قطعیہ کی بنا پر ''وحی نبوّت'' کا دروازہ تو بند ہے اور اس کا مدعی کافر اور زندیق ہے، البتہ کشف والہام اور مبشرات کا دروازہ کھلا ہے، پس سائل کا یہ کہنا کہ: ''جب شیطانی وحی جاری ہے تو ضروری ہے کہ رحمانی وحی بھی جاری ہو۔'' اگر رحمانی وحی سے اس کی مراد کشف والہام اور مبشرات ہیں تو اہل اسلام اس کے قائل ہیں کہ ان کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے، لہٰذا اس کو بند کہنا ہی غلط ہے، البتہ ان چیزوں کو ''وحی'' کے لفظ سے تعبیر کرنا درست نہیں، کیونکہ وحی کا لفظ جب مطلق بولا جائے تو اس سے وحی نبوّت مراد ہوسکتی ہے، اور اگر مندرجہ بالا فقرے سے سائل کا مدعا یہ ہے کہ ''وحی نبوّت'' جاری ہے تو اس کا یہ قیاس چند وجوہ سے باطل ہے۔

اول:... اس لئے کہ اسلامی عقائد کا ثبوت نصوص قطعیہ سے ہوا کرتا ہے، قیاس آرائی سے اسلامی عقائد ثابت نہیں ہوا کرتے، اور سائل محض اپنے قیاس سے ''وحی نبوّت'' کے جاری ہونے کا عقیدہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔

دوم:... یہ کہ اس کا یہ قیاس کتاب وسنت کے نصوص قطعیہ اور اجماع امت کے خلاف ہے اور قیاس بمقابلہ نص کے باطل ہے، محض اپنے قیاس کے ذریعہ نصوص قطعیہ کو توڑنا کسی مدعیٔ اسلام کا کام نہیں ہوسکتا۔

شفائے قاضی عیاض میں ہے:

> **''وکذالک وقع الْاِجماع علیٰ تکفیر کل من دافع نص الکتاب او خص حدیثًا مجمعًا علیٰ نقله مقطوعًا به، مجمعًا علیٰ حمله علی ظاهره۔''** (ج:۲ ص:۲۴۷)
>
> ترجمہ:... ''اور اسی طرح ہر اس شخص کے کافر ہونے پر بھی اجماع ہے جو کتاب اللہ کی کسی نص کو توڑے یا ایسی حدیث میں تخصیص کرے جو قطعی اجماع کے ذریعہ منقول ہو، اور اس کے ظاہر مفہوم کے مراد ہونے پر اجماع ہو۔''

حکم خداوندی کے مقابلہ میں قیاس سب سے پہلے ابلیس نے کیا تھا، جب حق تعالیٰ شانہ نے اس کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کرے، تو اس نے یہ کہہ کر اس حکم کو رد کردیا کہ میں اس سے بہتر ہوں اور افضل کا مفضول کے آگے جھکنا خلاف حکمت ہے، محض شبہات ووساوس اور برخود غلط قیاس کے ذریعہ کتاب وسنت کے نصوص کو رد کرنا ابلیس لعین کا کام ہے، اور یہی خیالات ووساوس وہ شیطانی وحی ہے جس کا حوالہ سوال میں دیا گیا ہے۔

ایک مؤمن کی شان یہ ہے کہ جب اس کے سامنے خدا اور رسول کا کوئی حکم آئے تو فوراً گردن اس کے آگے جھک جائے اور وہ عقل وقیاس کی ساری منطق بھول جائے، پس جب خدا اور سول اعلان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت ورسالت اور وحی نبوّت کا دروازہ بند ہے اور اس عقیدے پر پوری امت کا اجماع ہے تو اس کے مقابلہ میں کوئی قیاس اور منطق قابل قبول نہیں۔

سوم:... اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو یہ قیاس بذاتِ خود بھی غلط ہے کہ ''جب شیطانی وحی جاری ہے تو رحمانی وحی بھی جاری ہونی چاہئے۔'' کیونکہ یہ بات تو قریباً ہر شخص جانتا ہے کہ شیطانی وحی ہر وقت جاری رہتی ہے، اور کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا کہ شیطان لوگوں کو غلط شبہات ووساوس نہ ڈالتا ہو۔ پس اگر شیطانی وحی کے جاری ہونے سے وحی نبوّت کا جاری رہنا بھی لازم آتا ہے تو ضروری ہے کہ جس

طرح شیطانی وحی تسلسل کے ساتھ جاری ہے، اسی طرح وحی نبوّت بھی ہر لحہ جاری رہا کرے، اور ایک لحہ بھی ایسا نہ گزرے جس میں وحی نبوّت کا انقطاع ہوگیا ہو، اور چونکہ وحی نبوّت صرف انبیائے کرام علیہم السلام کو ہوتی ہے تو وحی نبوّت کے بلا انقطاع جاری رہنے کے لئے یہ بھی لازم ہوگا کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی نبی دُنیا میں موجود رہا کرے، گویا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک جتنا زمانہ گزرا ہے اس کے ایک ایک لمحہ میں کسی نبی کا وجود تسلیم کرنا ہوگا، میرا خیال ہے کہ دُنیا کا کوئی عاقل بھی اس کا قائل نہیں ہوگا اور خود جناب سائل بھی اس کو تسلیم نہیں کریں گے، پس جب خود سائل بھی اپنے قیاس کے نتائج کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تو اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ ان کا یہ قیاس قطعاً غلط ہے۔

چہارم:... یہ قیاس ایک اور اعتبار سے بھی باطل ہے کیونکہ سائل نے یہ فرض کرلیا ہے کہ وحی شیطانی کا توڑ کرنے کے لئے وحی نبوّت کا جاری ہونا ضروری ہے، اور ظاہر ہے کہ شیطان کے وساوس ہر فرد بشر کو آتے ہیں، پس لازم ہوگا کہ ان کا توڑ کرنے کے لئے ہر فرد و بشر کو وحی نبوّت ہوا کرے، خصوصاً کفار اور مشرکین اور فساق و فجار جن کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ شیطان ان کو وحی کرتا ہے، ان پر تو وحی نبوّت ضرور نازل ہونی چاہئے تاکہ وہ وحی شیطان کا مقابلہ کرسکیں، پس سائل کے قیاس سے لازم آئے گا کہ ہر فرد بشر نبی ہوا کرے اور ہر شخص پر وحی نبوّت نازل ہوا کرے، خصوصاً کفار و فجار پر تو ضرور نازل ہوا کرے اور اگر یہ کہا جائے کہ شیطانی وحی کے توڑ کے لئے ہر شخص پر وحی نبوّت کا نازل ہونا ضروری نہیں کیونکہ تمام افرادِ انسانی، شیطانی وساوس کا توڑ کرنے کے لئے نبی کی وحی کی طرف رجوع کرسکتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ وحی نبوّت کا جاری ہونا بھی ضروری نہیں، بلکہ تمام انسانیت، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی طرف رجوع کرکے شیطانی وحی کا توڑ کرسکتی ہے، اور شیطانی وساوس سے شفایاب ہوسکتی ہے، اور جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ وحی من و عن تر و تازہ موجود ہے، اس میں نہ کوئی تغیر آیا ہے اور نہ اس میں کوئی کہنگی پیدا ہوئی ہے، تو شیطانی وحی کے مقابلہ میں "وحی محمدی" کیوں کافی نہیں؟ اور کسی نئی وحی کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟

اسی تقریر سے سائل کا یہ شبہ بھی غلط ثابت ہوتا ہے کہ "وحی رحمانی تو رحمت ہے وہ کیوں بند ہوگئی؟" کیونکہ جب "وحی محمدی" کی شکل میں اس امت کو ایک کامل و مکمل رحمت، اللہ تعالیٰ نے مرحمت فرمادی ہے اور یہ کامل و مکمل رحمت امت کے پاس موجود ہے اور قیامت تک قائم و دائم رہے گی، یہ رحمت امت سے نہ کبھی منقطع ہوئی، نہ آئندہ منقطع ہوگی، تو سائل کو مزید کون سی رحمت درکار ہے، جس کے بند ہونے کو وہ انقطاعِ رحمت سے تعبیر کرتا ہے، یہ کس قدر کفرانِ نعمت ہے کہ "وحی محمدی" کو رحمت نہ سمجھا جائے، یا اس کامل و مکمل رحمت پر قناعت نہ کی جائے، اور اس کو کافی نہ سمجھا جائے، بلکہ ہر کس و ناکس اس کی ہوس کرے کہ "وحی نبوّت" کی نعمت براہِ راست اس کو ملنی چاہئے، اگر خدانخواستہ "وحی محمدی" دُنیا سے ناپید ہوگئی ہوتی، یا اس میں کوئی رد و بدل ہوگیا ہوتا کہ وہ لائق استفادہ نہ رہتی، تب تو یہ کہنا صحیح ہوتا کہ اس امت کو "نئی وحی" کی ضرورت ہے، یا یہ کہ یہ امت "وحی نبوّت" کی رحمت سے محروم ہے، لیکن اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے اکمالِ دین اور اتمامِ نعمت کا اعلان فرمادیا ہے اور قیامت کے لئے وحی محمدی کی حفاظت کا ذمہ خود لے لیا، اس امت کو "وحی نبوّت" سے محروم کہنا صریح بے انصافی نہیں تو اور کیا ہے؟ میں جناب سائل کی توجہ اس نکتہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ "وحی محمدی" کے بعد "وحی نبوّت" کا جاری رہنا عقلاً محال ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر "وحی نبوّت" کو جاری فرض کیا جائے تو

سوال ہوگا کہ یہ بعد کی وحی، وحیِ محمدی سے اکمل ہوگی یا اس کے مقابلہ میں ناقص ہوگی؟ پہلی صورت میں ''وحیِ محمدی'' کا ناقص ہونا لازم آتا ہے اور یہ اعلانِ خدائے بزرگ و برتر ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی'' کے خلاف ہے۔

اور اگر بعد کی وحی، وحیِ محمدی کے مقابلہ میں ناقص ہو تو کامل کے ہوتے ہوئے ناقص کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟ کامل کی موجودگی میں ناقص کو بھیجنا خلافِ حکمت اور کارِ عبث ہے جو حق تعالیٰ شانہ کے حق میں عقلاً محال ہے، اس لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو منصبِ نبوّت عطا کیا جائے اور اس پر وحیِ نبوّت نازل کی جائے، الغرض امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام) کے پاس ''وحیِ محمدی'' کی شکل میں کامل اور مکمل اور کافی وشافی رحمت موجود ہے، جو اس امت کے ساتھ اب تک قائم ودائم ہے، جو شخص اس رحمت کو کافی نہیں سمجھتا بلکہ کسی اور ''وحی'' کی تلاش میں سرگرداں ہے اس کا منشا اس کے سوا کچھ نہیں کہ دینِ اسلام کے کامل ومکمل اور ''وحیِ محمدی'' کے کافی وشافی ہونے پر ایمان نہیں رکھتا، انصاف کیا جائے کہ کیا ایسے شخص کے لئے اُمتِ محمدیہ کی صفوں میں کوئی جگہ ہوسکتی ہے؟ اور کیا وہ: ''رضیت باللہ ربًّا وبالإسلام دینًا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم رسولًا ونبیًّا'' کا قائل ہے؟

۳:... جناب سائل نے ہندوؤں، عیسائیوں، یہودیوں اور مسلمانوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کرکے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ جس طرح دیگر مذاہبِ باطلہ کی طرف سے انقطاعِ وحی کا دعویٰ غلط ہے، اسی طرح مسلمانوں کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد نبوّت اور وحیِ نبوّت کا دروازہ بند کردیا گیا ہے، گویا سائل کی نظر میں اسلامی عقیدہ بھی اسی طرح باطل ہے جس طرح ہنود و یہود اور نصاریٰ کا عقیدہ باطل ہے، نعوذ باللہ!

اوپر سوال نمبر دو کے جواب میں جو کچھ لکھا گیا ہے جو شخص اس پر غور کرے گا، بشرطیکہ حق تعالیٰ نے اسے فہم وبصیرت کا کچھ بھی حصہ عطا فرمایا ہو، اسے صاف نظر آئے گا کہ اسلام کا یہ دعویٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ''وحیِ نبوّت'' کا دروازہ بند ہے، بالکل صحیح اور بجا ہے، لیکن دیگر مذاہب ایسا دعویٰ کرنے کے مجاز نہیں اور اس کی متعدد وجوہ ہیں:

ایک:... یہ کہ گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ ''آخری نبی'' ہیں، اور یہ کہ ان کے بعد نبوّت اور وحیِ نبوّت کا سلسلہ بند کردیا گیا ہے، بلکہ انبیاء گزشتہ میں سے ہر نبی اپنے بعد آنے والے نبی کی خوشخبری دیتا رہا ہے، چنانچہ انبیائے بنی اسرائیل کے سلسلے کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنے بعد ایک عظیم الشان رسول کے مبعوث ہونے کی خوشخبری سنا رہے ہیں:

''وَاِذْ قَالَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ یَا بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَیْکُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّأْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔'' (الصّف:۶)

ترجمہ:... ''اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، تصدیق کرتا ہوں جو میرے سامنے تورات ہے اور خوشخبری دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہے۔''

یہ تو قرآن کریم کا صادق و مصدوق بیان ہے، جبکہ موجودہ بائبل میں بھی اس کے محرف و مبدل ہونے کے باوجود اس بشارت کی تصدیق موجود ہے، ملاحظہ فرمائیے:

الف:... ''اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔'' (یوحنا:۱۴، ۱۶)

ب:... ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے، کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا، اور وہ آکر دُنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔'' (یوحنا:۱۶، ۷، ۸)

ج:... ''مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے، مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کرسکتے، لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا، اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا، وہ میرا اجلال ظاہر کرے گا۔'' (یوحنا:۱۶، ۱۲، ۱۴)

د:... ''میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں، لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا، وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔'' (یوحنا:۱۴، ۲۵، ۲۶)

ہ:... ''لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا، یعنی سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے، تو وہ میری گواہی دے گا۔'' (یوحنا:۱۵، ۲۶)

بائبل کے ان فقرات میں جس ''مددگار'' اور ''سچائی کی روح'' کے آنے کی خوشخبری دی گئی ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے، گویا عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد ایک عظیم الشان رسول کے مبعوث کئے جانے کا اعلان کررہے ہیں جو خاتم النبیین ہوگا، اور ''ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔''

لیکن حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے گزشتہ انبیاء کی طرح اپنے بعد کسی نبی کے آنے کی خوشخبری نہیں دی، بلکہ صاف صاف اعلان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا:

''أَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ۔'' (ابن ماجہ ص:۲۹۷)

ترجمہ:... ''اور میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔''

اور خطبہ حجۃ الوداع کے عظیم الشان مجمع میں اعلان فرمایا:

''أَيُّهَا النَّاسُ! أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ۔''

(مجمع الزوائد ج:۸ ص:۲۶۳ مطبع دارالکتاب بیروت)

ترجمہ:... ''اے لوگو! بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔''

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو اس سے بھی آگاہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص نبوّت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے:

"وَاِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ كَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيُّ اللهِ، وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ." (رواہ ابوداؤد والترمذی مشکوٰۃ ص:۴۶۵)

ترجمہ:... "میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے ان میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے، حالانکہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

پس دیگر مذاہب اگر انقطاعِ وحی کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان کا دعویٰ اپنے پیشواؤں کی تعلیم کے خلاف ہے، اور اہلِ اسلام اگر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت اور وحیِ نبوّت کا دروازہ بند ہے تو ان کا دعویٰ قرآن اور ارشاداتِ نبویہ کی روشنی میں بالکل صحیح اور بجا ہے۔

دوم:... یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جس قدر انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے ان میں سے کسی نبی کی اصل کتاب اور ان کی صحیح تعلیم دُنیا میں موجود نہیں رہی، بلکہ دستبردِ زمانہ کی نذر ہوگئی۔

لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب کا ایک ایک شوشہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا ایک ایک حرف محفوظ ہے، اس کتاب اور اس تعلیم پر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرا کہ وہ دُنیا سے مفقود ہوگئی ہو، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ" (الحجر:۹)

ترجمہ:... "بے شک ہم نے ہی اس نصیحت نامے کو نازل کیا اور ہم خود ہی اس کی حفاظت کریں گے۔"

اور زمانہ قرآن کریم کے اس اعلان کی صداقت پر گواہ ہے کہ آج تک قرآن کریم ہر تغیر سے پاک ہے اور اسلام کے کٹر سے کٹر دشمن بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں اور اِن شاء اللہ رہتی دُنیا تک اس کی تعلیم دائم و قائم رہے گی۔

پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی کی اصل آسمانی تعلیم باقی نہیں رہی تو ان مذاہب کے پرستاروں کا انقطاعِ وحی کا دعویٰ بھی حرف غلط ٹھہرتا ہے، اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات جوں کی توں محفوظ ہیں تو اہلِ اسلام کا یہ دعویٰ بالکل بجا اور درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انسانیت کسی نئی نبوّت اور وحیِ نبوّت کی محتاج نہیں۔

سوم:... یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام مخصوص قوم و خاص وقت اور خاص علاقے اور خطے کے لئے مبعوث کئے جاتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کی حیثیت سے مبعوث فرمایا تو قیامت تک ساری دُنیا آپ کے زیرِ نگیں آگئی، زمان و مکان کی وسعتیں سمٹ گئیں، عرب و عجم اور اسود و احمر کی تفریق مٹ گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دامنِ رحمت تمام ملکوں، تمام خطوں اور تمام قوموں اور تمام زمانوں پر قیامت تک کے لئے محیط ہوگیا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ عامہ کے بعد کسی علاقے اور کسی زمانے کے لئے نبی اور نئی "وحیِ نبوّت" کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ گئی، اور یہ آپ کا ایسا

خصوصی شرف و امتیاز ہے جو آپ کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوا، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ، أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطُهُوْرًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ۔" (مشکوٰۃ ص:۵۱۲)

ترجمہ:... "مجھے چھ باتوں میں دیگر انبیائے کرام علیہم السلام پر فضیلت دی گئی ہے، مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے، رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے، میرے لئے مالِ غنیمت حلال کردیا گیا، روئے زمین کو میرے لئے مسجد اور پاک کرنے والی بنادیا گیا، مجھے ساری مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور میرے ذریعہ نبیوں کو ختم کردیا گیا۔"

اور صحیحین میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَّبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً۔" (مشکوٰۃ ص:۵۱۲)

ترجمہ:... "مجھ سے پہلے ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا، اور مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔"

اور مسندِ احمد میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے:

"أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِيْ، وَلَا أَقُوْلُهٗ فَخْرًا، بُعِثْتُ إِلٰى كُلِّ أَحْمَرَ وَأَسْوَدَ ...... الخ۔" (مسند احمد ج:۱ ص:۲۵۰)

ترجمہ:... "مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں، اور میں یہ بات بطور فخر کے نہیں کہتا، مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے خواہ گورے ہوں یا کالے.....الخ۔"

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساری انسانیت کی طرف مبعوث ہونا اس حکمت کی بنا پر تھا کہ ساری دُنیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت کے نیچے آجائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسری نبوّت اور وحیٔ نبوّت کی احتیاج باقی نہ رہے گی، قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ وحی ترجمان سے اعلان کرایا گیا ہے:

"قُلْ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔" (الاعراف:۱۵۸)

ترجمہ:... "آپ کہہ دیجئے میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔"

اس کی تفسیر میں حافظ ابنِ کثیرؒ لکھتے ہیں:

"یقول اللہ تعالیٰ لنبیہ ورسولہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (قل) یا محمد (یا ایھا الناس) وھٰذا خطاب للأحمر والأسود والعربی والعجمی (انی رسول اللہ الیکم جمیعا) ای

جمیعکم وھذا من شرفه وعظمته صلی الله علیه وسلم انه خاتم النبیین وانه مبعوث الی الناس کافة۔" (ج:۲ ص:۲۷۳ طبع قاہرہ)

ترجمہ:..." اللہ تعالیٰ اپنے نبی ورسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں کہ اے محمد! آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! یہ خطاب گورے، کالے اور عربی وعجمی سب کو ہے، میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف وعظمت میں سے ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کو تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔"

پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کسی نبی کی بعثت عام نہیں ہوئی تو کوئی قوم اس دعویٰ کی مجاز نہیں کہ ان کے نبی کے بعد وحی کا دروازہ بند ہوچکا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور رسالت چونکہ زمان ومکان کی تمام وسعتوں پر محیط ہے اس لئے اہلِ اسلام کا یہ عقیدہ قطعاً برحق ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور یہ کہ آپ کے بعد نبوّت ووحی کا دروازہ بند ہے۔

چہارم:... یہ کہ ہر نبی کی وحی اور اس کی شریعت بلاشبہ اس کی قوم کی ضروریات کو مکتفی تھی، مگر دین کی تکمیل کا اعلان کسی نبی کے زمانے میں نہیں کیا گیا، لیکن جب نبی آخری الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کی حیثیت سے تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی وشریعت سے قیامت تک انسانیت کی کامل ومکمل رہنمائی اور رشد وہدایت کا سامان کردیا گیا تو حجۃ الوداع کے موقع پر دین کی تکمیل کا اعلان کردیا گیا، چنانچہ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا"

(المائدۃ:۳)

ترجمہ:..." آج میں نے تمہارے لئے دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو (ہمیشہ کے لئے) پسند کرلیا۔"

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"ھٰذہ اکبر نعم الله تعالٰی علٰی ھٰذہ الأمة حیث اکمل تعالٰی لھم دینھم فلا یحتاجون الٰی دین غیرہ ولَا الٰی نبی غیر نبیھم صلوات الله وسلامه علیه، ولھذا جعله الله تعالٰی خاتم الأنبیاء وبعثه الی الإنس والجن۔" (تفسیر ابن کثیر ج:۲ ص:۱۲)

ترجمہ:..." یہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ان کا دین کامل کردیا، پس وہ اس دین کے سوا کسی اور دین کے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور نبی کے محتاج نہیں، اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن وانس کی طرف مبعوث فرمایا۔"

پس جب پہلے کسی نبی کے زمانے میں تکمیلِ دین کا اعلان نہیں ہوا تو دیگر مذاہب کے پیرو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ان کے نبی کے

بعد نبوّت کا دروازہ بند ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دین کی تکمیل ہوچکی اور حق تعالیٰ شانہ کی نعمت اس امت پر تمام ہوچکی تو اہل اسلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئی نبوّت اور وحی نبوّت کے دست نگر کیوں ہوں۔

اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی نبوّت کا دروازہ بند ہوجانا اس امت کے حق میں کمال نعمت ہے جس کو حق تعالیٰ شانہ بطور امتنان کے ذکر فرمارہے ہیں، جو لوگ اس کو انقطاع رحمت سے تعبیر کرتے ہیں یہ ان کی ناحق شناسی ہے، اس نعمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث کیا جاتا تو اس پر ایمان نہ لانے والے لوگ کافر ٹھہرتے، اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ہوتی کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی ایک ایک بات کو مانتا ہے، اس کے باوجود کافر قرار پاتا ہے، گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننا بھی کفر سے بچانے کے لئے کافی نہیں ہوا، پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت قیامت تک کے لئے ہے اور ساری انسانیت کی راہنمائی اور رشد وہدایت کی تنہا کفیل ہے تو لازم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ کیا جائے تاکہ اس کے انکار سے اُمتیانِ محمد کافر نہ ٹھہریں، اس لئے واضح ہوجاتا ہے کہ اس اُمت کے حق میں نبوّت کا جاری ہونا رحمت نہیں، بلکہ نبوّت کا بند ہونا رحمت ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا جاری ہونا آپ کی تنقیص اور اُمت کی تکفیر کو مستلزم ہے، مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

> ''خدائے تعالیٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس امت کے لئے اور ایسی ہتک اور کسر شان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیاء کے لئے ہرگز روا نہیں رکھے گا کہ ایک رسول کو بھیج کر جس کے آنے کے ساتھ جبرائیل کا آنا ضروری امر ہے، اسلام کا تختہ ہی الٹ دیوے، حالانکہ وہ وعدہ کرچکا ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائے گا۔'' (ازالہ اوہام ص:۵۸۶، روحانی خزائن ج:۳ ص:۴۱۶)

مذکورہ بالا چار وجوہ سے واضح ہوا ہوگا کہ سائل کا مسلمانوں کے عقیدۂ ختمِ نبوّت اور اِنقطاعِ وحی کو ہندوؤں، یہودیوں اور عیسائیوں کے غلط دعوؤں کی صف میں شمار کرنا ایک ایسا ظلم ہے جس کی توقع کسی صاحب بصیرت عاقل ومنصف سے نہیں کی جانی چاہئے۔

رہا جناب سائل کا یہ کہنا کہ جب مسلمانوں کے علاوہ باقی قومیں بھی انقطاع وحی کا دعویٰ کرتی ہیں تو ''سچے دین کی شناخت کیسے ہوگی؟'' یہ سوال درحقیقت اس دعوے پر مبنی ہے کہ سچے اور جھوٹے مذہب کی شناخت کا بس ایک ہی معیار ہے اور وہ یہ کہ جو مذہب ''وحی نبوّت'' کے جاری ہونے کا دعویٰ کرے وہ سچا ہے، اور جو اس کا انکار کرے وہ جھوٹا ہے، کیا میں جناب سائل سے باادب دریافت کرسکتا ہوں کہ ان کا یہ خودتراشیدہ معیار قرآن کریم کی کس آیت میں، یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کس ارشاد میں ذکر کیا گیا ہے کہ جو مذہب ''وحی نبوّت'' کے جاری ہونے کا قائل ہو وہ سچا ہے اور جو قائل نہ ہو وہ جھوٹا ہے؟ کیا مذہب کی حقانیت خودتراشیدہ اور من گھڑت معیاروں سے جانچی جاسکتی ہے؟

اب اگر اس معیار کو ایک لمحہ کے لئے صحیح فرض کرلیا جائے تو اس کی رو سے بابی، بہائی اور دیگر جھوٹے مدعیان نبوّت کا مذہب

سچا قرار پاتا ہے، کیونکہ یہ سب لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ''وحی نبوّت'' کے جاری ہونے کے قائل تھے، کیا جناب سائل اپنے مقرر کردہ معیار کی رو سے مسیلمہ کذاب سے لے کر بہاء اللہ ایرانی تک کے تمام مذاہب کو سچا تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں گے؟ مجھے توقع ہے کہ جناب سائل خود بھی اس بوجھ کے اٹھانے پر آمادہ نہیں ہوں گے، اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ ان کا پیش کردہ معیار خود ان کی نظر میں بھی غلط ہے کہ جو مذہب وحی نبوّت کے جاری ہونے کا قائل ہو وہ سچا ہے اور جو قائل نہ ہو وہ جھوٹا ہے۔ کسی مذہب کی حقانیت کا معیار اس کی پیش کردہ تعلیمات ہیں اور یہ بات میں اوپر عرض کرچکا ہوں کہ اسلام کے سوا کوئی مذہب ایسا نہیں جو اپنے بانیٔ مذہب کی صحیح تعلیم پیش کرنے کی جرأت کرسکے، کوئی مذہب ایسا نہیں جو اپنی مذہبی تعلیمات کو مخصوص قوم اور مخصوص خطہ کے دائرے سے نکال کر انسانیت کی عالمگیر برادری کی ہر شعبۂ زندگی میں رہنمائی کے فرائض انجام دے سکے، کوئی مذہب ایسا نہیں جس کے اصول وفروع عقل سلیم کے ترازو پر پورے اترتے ہوں، اور کوئی مذہب ایسا نہیں جس نے خارجی پیوندکاری کے بغیر انسانی مشکلات کا حل پیش کیا ہو، اسلام اپنے امتیازی اوصاف وخصائص کی بنا پر فطری دین ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: ''فِطْرَةَ اللهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا'' کیا یہ کھلے حقائق بھی جناب سائل کو سچے مذہب کی شناخت کے لئے کارآمد نہیں ہوسکتے؟

۴:... جناب سائل مسلمانوں کی فرقہ بندی سے پریشان ہیں، لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ وہ اس سے کیا نتیجہ اخذ کرنا چاہتے ہیں؟ اور ہم سے کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں؟ ''اختلافِ امت'' کی بقدرِ ضرورت بحث میں اپنی کتاب ''اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم'' میں عرض کرچکا ہوں، خلاصہ یہ کہ اختلاف کی دو قسمیں ہیں، ایک فروعی مسائل میں اختلاف، یہ ایک ناگزیر فطری امر ہے اور اس کو کوئی معیوب قرار نہیں دے سکتا۔ دوسری قسم نظریاتی اختلاف کی ہے، یہ بلاشبہ مذموم ہے لیکن اس کی ذمہ داری اسلام پر یا اہلِ حق پر عائد نہیں ہوتی بلکہ وہی لوگ موردِ الزام ہیں جو نت نئے نظریات تراش کر امت میں افتراق وانتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں، مثلاً امت میں مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیرو کھڑے ہوئے اور امت کو افتراق وانتشار کی بھٹی میں جھونک کر چلتے بنے، منکرینِ حدیث کھڑے ہوئے اور ایک نئے فتنے کا دروازہ کھول کر امت میں تفرقہ پیدا کرگئے، اہلِ بدعت کھڑے ہوئے اور انہوں نے طرح طرح کی بدعات پھیلا کر فرقہ بندی کو ہوا دی۔

ظاہر ہے کہ اس طرح جس قدر فرقہ بندیاں وجود میں آئیں، ان کے لئے نہ اسلام موردِ الزام ہے اور نہ وہ حضرات جو سلفِ صالحین، صحابہؓ وتابعینؒ کے نقشِ قدم پر گامزن ہیں۔ فرقہ بندیوں کا اہلِ حق کو الزام دینا عقل ودانش کے خلاف بدترین ظلم ہے اور اس کی مثال ایسی ہوگی کہ کسی شریف کے گھر چور نقب زنی کرے، مقدمہ عدالت میں جائے، تو جج صاحب بجائے چور کو ملزم ٹھہرانے کے، دونوں فریقوں کو ''مجرم'' ٹھہرا کر جیل بھیج دے، ظاہر ہے کہ اس کو انصاف نہیں کہا جائے گا، ٹھیک اسی طرح جب مختلف قسم کے نقب زنوں نے اسلامی نظریات میں نقب لگا کر فرقہ بندیوں کو جنم دیا، تو عقل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ان چوروں کی نشاندہی کی جائے اور ان کی خیانتوں کی نشاندہی کی جائے، یہ نہیں کہ ان کی چوری وسینہ زوری کا الزام الٹا اہلِ حق کو بھی دیا جائے۔ اور اگر سائل کا خیال یہ ہے کہ امت کے ان فرقوں میں سے کوئی فرقہ بھی حق پر قائم نہیں، تو یہ خیال غلط اور نصوصِ شرعیہ کے خلاف ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"لَا یَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ بِأَمْرِ اللہِ لَا یَضُرُّھُمْ مَّنْ خَذَلَھُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یَأْتِیَ اَمْرُ اللہِ وَھُمْ عَلٰی ذَالِکَ۔" (صحیح بخاری ومسلم، مشکوٰۃ ص:۵۸۳)

ترجمہ:..."میری امت میں ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہمیشہ قائم رہے گی، ان کو نقصان نہیں دے گا وہ شخص جو ان کی مدد چھوڑ دے اور نہ وہ جو ان کی مخالفت کرے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے گا درانحالیکہ وہ اسی پر ہوں گے۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

"لَا تَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاھِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ، قَالَ: فَیَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ، فَیَقُوْلُ اَمِیْرُھُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا، فَیَقُوْلُ: لَا! اِنَّ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ اُمَرَاءُ تَکْرِمَۃَ اللہِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ۔" (صحیح مسلم ج:۱ ص:۸۷، مسند احمد ج:۳ ص:۳۱۵)

ترجمہ:..."میری امت کا ایک گروہ حق پر لڑتا رہے گا اور وہ غالب رہیں گے قیامت تک، پس عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور ان کا امیر آپؑ سے کہے گا کہ: آیئے نماز پڑھایئے، وہ فرمائیں گے: نہیں! بلکہ تمہی پڑھاؤ، بے شک تم میں سے بعض، بعض پر امیر ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کا اعزاز ہے۔"

خاتم النبیّین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

سوال:...خاتم النبیّین کے کیا معنی ہیں؟ آخری نبی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوّت نہیں عطا کی جائے گی۔ مولانا صاحب! اگر خاتم النبیّین کے یہ معنی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو حضرت عائشہؓ کے قول کی وضاحت کردیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "اے لوگو! یہ تو کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین تھے، مگر یہ نہ کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا" (حضرت عائشہؓ، تکملہ مجمع البحار)۔

جواب:...اسی تکملہ مجمع البحار میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ ارشاد، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے پیشِ نظر فرمایا ہے۔[1] چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوّت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ملی تھی، اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا منشا یہ ہے کہ کوئی بددِین خاتم النبیّین کے لفظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نہ آنے پر استدلال نہ کرے، جیسا کہ مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ آیت خاتم النبیّین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کو روکتی ہے۔[2] پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد مرزا قادیانی کی تردید وتکذیب کے لئے ہے۔

سوال:...مہدیؒ اس دُنیا میں کب تشریف لائیں گے؟ اور کیا مہدی اور عیسیٰؑ ایک ہی وجود ہیں؟

---

(۱) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا: قولوا انّہ خاتم الأنبیاء ولَا تقولوا: لَا نبی بعدہ، وھٰذا ناظر الٰی نزول عیسٰی۔ (مجمع بحار الانوار مع التکملۃ ج:۵ ص:۵۰۲، طبع دائرۃ المعارف العثمانیہ دکن، ھند)۔

(۲) ازالہ اوہام حصہ دوم ص:۴۳۱، مطبع ریاض ہند امرتسر۔

جواب:... حضرت مہدی رضوان اللہ علیہ، آخری زمانے میں قربِ قیامت میں ظاہر ہوں گے، ان کے ظہور کے تقریباً سات سال بعد دجال نکلے گا اور اس کو قتل کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔[۱] اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت مہدیؒ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ مرزا قادیانی نے خودغرضی کے لئے عیسیٰ اور مہدی کو ایک ہی وجود فرض کرلیا،[۲] حالانکہ تمام اہلِ حق اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔[۳]

نبوّت تشریعی اور غیرتشریعی میں فرق

سوال:... اِمام عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں: ''مطلق نبوّت نہیں اُٹھائی گئی، محض تشریعی نبوّت ختم ہوئی ہے۔ جس کی تائید حدیث میں حفظ القرآن ....الخ۔ سے بھی ہوتی ہے (جس کے معنی یہ ہیں کہ جس نے قرآن حفظ کرلیا، اس کے دونوں پہلوؤں سے نبوّت بلاشبہ داخل ہوگئی) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک ''لَا نبی بعدی ولَا رسول'' سے مراد صرف یہ ہے کہ: میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو شریعت لے کر آئے۔ محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں: ''جو نبوّت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے منقطع ہوئی ہے، وہ صرف غیرتشریعی نبوّت ہے نہ کہ مقامِ نبوّت۔'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے اس لئے اس نے ان کی خاطر تشریعی نبوّت باقی رکھی۔ مذکورہ بالا دو اقوال واضح فرمادیں۔ تشریعی اور غیرتشریعی بھی واضح فرمادیں، کیا اس کو اپنے لئے دلیل بناسکتے ہیں؟

جواب:... شیخ ابن عربیؒ اولیاء اللہ کے کشف و اِلہام کو ''نبوّت'' کہتے ہیں اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو جو منصب عطا کیا جاتا ہے اسے ''نبوّتِ تشریعی'' کہتے ہیں، یہ ان کی اپنی اِصطلاح ہے۔ چونکہ انبیائے کرام کی نبوّت ان کے نزدیک تشریع کے بغیر نہیں ہوتی، اس لئے ولایت والی نبوّت واقعتاً نبوّت ہی نہیں۔ علامہ شعرانیؒ اور شیخ ابن عربیؒ بھی انبیائے کرام والی نبوّت (جو ان کی اِصطلاح میں نبوّتِ تشریعی کہلاتی ہے) کو ختم مانتے ہیں اور ولایت کو جاری۔ اور یہی عقیدہ اہلِ سنت والجماعت کا ہے، فرق صرف اِصطلاح کا ہے۔[۴] واللہ اعلم!

---

(۱) ابوداؤد، کتاب المھدی ج:۲ ص:۲۳۲ طبع ایچ ایم سعید۔

(۲) ازالہ اوہام حصہ دوم ص:۴۱۴، ایضاً خطبہ اِلہامیہ ص:۱۶، رُوحانی خزائن ج:۱۶ ص:۶۱۔

(۳) اعلم أن المشهور بين كافة من أهل الإسلام علٰى ممر الأعصار أنه لَا بد فى آخر الزمان من ظهور رجل من أهل البيت يؤيد الدين ويظهر العدل ويتبعه المسلمون ويستولى على الممالک الإسلامية من اشراط الساعة الثابتة فى الصحيح علٰى اثره، وان عيسٰى عليه السلام ينزل بعده ...الخ۔ (تحفة الأحوذى ج:۶ ص:۴۸۴، باب ما جاء فى المهدى، فتح البارى ج:۱ ص:۳۵۸، طبع لَاهور)۔

(۴) تنقسم النبوة البشرية علٰى قسمين، القسم الأوّل من الله تعالٰى إلٰى غيره من غير روح ملكى بين الله تعالٰى وبين عبده بل اخبارات الٰهية يجدها فى نفسه من الغيب أو فى تجليات ولَا يتعلق بذٰلک الأخبار حكم تحليل ولَا تحريم بل تعريف بمعانى الكتاب والسُّنَّة أو بصدق حكم مشروع ثابت انه من عند الله تعالٰى أو تعريف بفساد حكم قد ثبت بالنقل صحته ونحو ذٰلک وكل ذٰلک تنبيه من الله تعالٰى وشاهد عدل من نفسه قال: ولَا سبيل لصاحب هٰذا المقام ....(باقی اگلے صفحے پر)

کیا پاکستانی آئین کے مطابق کسی کو مصلح یا مجدّد ماننا کفر ہے؟

سوال:... آپ کے اور میرے علم کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ السلام دُنیا میں تشریف لائیں گے، لیکن پاکستانی آئین کے مطابق، جو بھٹو دور میں بنا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مصلح، کوئی مجدّد یا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اگر کوئی شخص اس بات پر یقین رکھتا ہے تو وہ غیرمسلم ہے۔ اس لحاظ سے تو میں اور آپ بھی غیرمسلم ہوئے، کیونکہ آپ نے بعض سوالات کے جوابات میں کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی تشریف لائیں گے، براہِ مہربانی اس مسئلے پر روشنی ڈالیں۔

جواب:... جناب نے آئینِ پاکستان کی جس دفعہ کا حوالہ دیا ہے، اس کے سمجھنے میں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، اور آپ نے اس کو نقل بھی غلط کیا ہے۔ آئین کی دفعہ ۲۶۰ (۳) کا پورا متن یہ ہے:

"جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم (جو آخری نبی ہیں) کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیرمشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو شخص کسی ایسے مدعی کو نبی یا دِینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔"

آئین کی اس دفعہ میں ایک ایسے شخص کو غیرمسلم کہا گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت جاری ہونے کا قائل ہو، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کے حصول کا مدعی ہو یا ایسے مدعیٔ نبوّت کو اپنا دِینی پیشوا تسلیم کرتا ہو۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ نبی نہیں ہوں گے، نہ نبوّت کا دعویٰ کریں گے، اور نہ کوئی ان کو نبی مانتا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ نبی ہیں، مگر ان کو نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں ملی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو سال پہلے مل چکی ہے۔ مسلمان ان کی تشریف آوری کے بعد ان کی نبوّت پر ایمان نہیں لائیں گے بلکہ مسلمانوں کا ان کی نبوّت پر پہلے سے ایمان ہے، جس طرح حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور دیگر انبیائے کرام کی نبوّت پر اِیمان ہے (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات)۔ اس لئے آئینِ پاکستان کی اس دفعہ کا اطلاق نہ تو حضرت مہدی رضی اللہ عنہ پر ہوتا ہے، کیونکہ وہ مدعیٔ نبوّت نہیں ہوں گے، نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوتا ہے، کیونکہ ان کی نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کی ہے نہ کہ بعد کی، اور نہ ان مسلمانوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو ان حضرات کی تشریف آوری کے قائل ہیں۔

اس دفعہ کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حاصل ہونے والی نبوّت کا دعویٰ کیا۔ "یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا" (الاعراف:۱۵۸) کا نعرہ لگایا، اور لوگوں کو اس نئی نبوّت پر اِیمان لانے کی دعوت دی،

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)......... أن یکون علٰی شرع یخصه یخالف شرع رسوله الذی أرسل إلیه وأمرنا باتباعه أبدًا۔ القسم الثانی من النبوة البشریة وهو خاص بمن کان قبل بعثة نبینا محمد صلی الله علیه وسلم وهم الذین یکونون کالتلامذة بین یدی الملک فینزل علیهم الروح الأمین بشریعة من الله تعالٰی فی حق نفوسهم بتعبدهم بها فیحل لهم ما شاء ویحرم علیهم ما شاء ولَا یلزمهم اتباع الرسل۔ (الیواقیت والجواهر ج:۲ ص:۲۵ طبع عباس بن عبدالسلام بن شقرون، مصر)۔ أیضًا الیواقیت والجواهر ج:۲ ص:۸۳ المبحث السادس والأربعون فی بیان وحی الأولیاء الإلهامی والفرق بینه وبین وحی الأنبیاء علیهم الصلاة والسلام وغیر ذٰلک۔ تفصیل کے لئے دیکھیں: احتسابِ قادیانیت ج:۲ ص:۱۴۴، ایضاً بوادر النوادر ص:۵۲۵ تا ۵۳۵۔

نیز اس کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جنھوں نے ایسے لوگوں کو اپنا دِینی مصلح اور پیشوا تسلیم کیا اور ان کی جماعت میں داخل ہوئے۔

اُمید ہے یہ مختصری وضاحت آپ کی غلط فہمی رفع کرنے کے لئے کافی ہوگی۔

ختمِ نبوّت کی تحریک کی ابتدا کب ہوئی؟

سوال:... ختمِ نبوّت کی تحریک کی ابتدا کب ہوئی؟ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب جھوٹے مدعیانِ نبوّت نے دعویٰ کیا تھا یا کسی اور دور میں؟

جواب:... ختمِ نبوّت کی تحریک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: "أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ"(۱) سے ہوئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدعیانِ نبوّت کے خلاف جہاد کر کے اس تحریک کو پروان چڑھایا۔(۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس عمر میں نازل ہوں گے؟

سوال:... ہم سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دُنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ حدیث کی روشنی میں بیان کریں کہ وہ دوبارہ اس دُنیا میں پیدا ہوں گے یا پھر اس عمر میں تشریف لائیں گے جس عمر میں آپ کو آسمان پر اللہ تعالیٰ نے اُٹھالیا۔ میں ایک مرتبہ پھر آپ سے گزارش کروں گا کہ جواب ضرور دیں، اس طرح ہوسکتا ہے کہ آپ کی اس کاوش سے چند قادیانی اپنا عقیدہ دُرست کرلیں، یہ ایک قسم کا جہاد ہے، آپ کی تحریر ہمارے لئے سند کا درجہ رکھتی ہے۔

جواب:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس عمر میں آسمان پر اُٹھائے گئے، اسی عمر میں نازل ہوں گے، ان کا آسمان پر قیام ان کی صحت اور عمر پر اثر انداز نہیں، جس طرح اہلِ جنت، جنت میں سدا جوان رہیں گے اور وہاں کی آب و ہوا ان کی صحت اور عمر کو متأثر نہیں کرے گی۔(۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہاں اس وقت قیام فرما ہیں، وہاں زمین کے نہیں آسمان کے قوانین جاری ہیں، قرآنِ کریم میں

---

(۱) عن ثوبان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم .... وانه سيكون فى أُمّتى كذّابون ثلاثون كلهم يزعم انه نبى الله وأنا خاتم النبيّين لَا نبى بعدى ولَا تزال طائفة من أمّتى على الحق ظاهرين لَا يضرهم من خالفهم حتّى يأتى أمر الله. رواه أبوداوٗد والترمذى. (مشكوٰة ص:۴۶۴، ۴۶۵، كتاب الفتن، الفصل الثانى).

(۲) مرقاة المفاتيح ج:۵ ص:۲۴، البداية والنهاية ج:۶ ص:۳۱۱ تا ۳۱۶، فصل فى تصدى الصديق لقتال أهل الردّة ومانعى الزكوٰة، طبع دارالفكر بيروت. ثم سار خالد إلى اليمامة لقتال مسيلمة الكذّاب فى أواخر العام والتقى الجمعان ودام الحصار أيامًا ثم قتل الكذاب لعنه الله قتله وحشى قاتل حمزة، واتشهد فيها خلق من الصحابة. (تاريخ الخلفاء ص:۵۸ طبع قديمى).

(۳) عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من يدخل الجنة ينعم ولَا يبأس ولَا يبلٰى ثيابه ولَا يفنى شبابه. رواه مسلم. وعن أبى سعيد وأبى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ينادى منادٍ ان لكم ان تصحّوا فلا تسقموا أبدًا وان لكم ان تحيوا فلا تموتوا أبدًا وان لكم ان تشبّوا فلا تهرموا أبدًا وان لكم ان تنعموا فلا تبأسوا أبدًا. رواه مسلم. (مشكوٰة ۴۹۶، باب صفة الجنّة وأهلها، الفصل الأوّل).

فرمایا گیا ہے کہ: ''تیرے رَبّ کا ایک دن تمہاری گنتی کے حساب سے ایک ہزار برس کے برابر ہے۔''[1]

اس قانونِ آسمانی کے مطابق ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہاں سے گئے ہوئے دو دن بھی نہیں گزرے۔ آپ غور فرماسکتے ہیں کہ صرف دو دن کے انسان کی صحت و عمر میں کیا کوئی نمایاں تبدیلی رُونما ہوجاتی ہے؟

مشکل یہ ہے کہ ہم معاملاتِ الٰہیہ کو بھی اپنی عقل و فہم اور مشاہدہ و تجربہ کے ترازو میں تولنا چاہتے ہیں، ورنہ ایک موٴمن کے لئے فرمودۂ خدا اور رسول سے بڑھ کر یقین و ایمان کی کون سی بات ہوسکتی ہے...؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ پیدا ہونے کا سوال تو جب پیدا ہوتا کہ وہ مرچکے ہوتے، زندہ تو دوبارہ پیدا نہیں ہوا کرتا، اور پھر کسی مرے ہوئے شخص کا کسی اور قالب میں دوبارہ جنم لینا تو ''آواگون'' ہے، جس کے ہندو قائل ہیں۔ کسی مدعیٔ اسلام کا یہ دعویٰ ہی غلط ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رُوحانیت نے اس کے قالب میں دوبارہ جنم لیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت نبی کے تشریف لائیں گے یا بحیثیت اُمتی کے؟

سوال:... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت نبی تشریف لائیں گے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہونے کی حیثیت سے؟ اگر آپ بحیثیت نبی تشریف لائیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کیسے ہوئے؟

جواب:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو بدستور نبی ہوں گے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے ان کی شریعت منسوخ ہوگئی اور ان کی نبوّت کا دور ختم ہوگیا۔ اس لئے جب وہ تشریف لائیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کی حیثیت سے آئیں گے۔[2] ان کی تشریف آوری ختمِ نبوّت کے خلاف نہیں، کیونکہ نبی آخر الزمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مل چکی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ کس حیثیت سے تشریف لائیں گے؟

سوال:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب قربِ قیامت میں تشریف لائیں گے تو نبی ہوں گے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی؟ اور کس شریعت پر عمل کریں گے؟

جواب:... حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب قربِ قیامت میں تشریف لائیں گے تو بدستور نبی ہوں گے، مگر چونکہ ان کا دور ختم ہوچکا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے، اس لئے اُمتِ محمدیہ میں شمار ہوں گے۔ الغرض

---

(۱) "وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ" (الحج:۴۷).

(۲) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "أَلَا ان عيسی ابن مريم ليس بينی وبينه نبی ولَا رسول، إلّا أنه خليفتی فی أُمّتی من بعدی". (مجمع الزوائد ج:۸ ص:۲۰۶، باب ذکر المسيح عيسٰی بن مريم ...إلخ).

وہ نبی ہونے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی بھی ہوں گے۔[1]

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ جسمانی کے متعلق قرآن خاموش ہے؟

سوال:... زید یہ اعتقاد رکھے اور بیان کرے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اُٹھائے جانے یا وفات دیئے جانے کے بارے میں قرآن پاک خاموش ہے، جیسا کہ زید کی یہ عبارت ہے: "قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و رُوح کے ساتھ کرۂ زمین سے اُٹھا کر آسمان پر کہیں لے گیا اور نہ یہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی اور صرف ان کی رُوح اُٹھائی گئی، اس لئے قرآن کی بنیاد پر نہ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی کی جاسکتی ہے اور نہ اِثبات۔"

تو زید جو یہ بیان کرتا ہے، آیا اس بیان کی بنا پر مسلمان کہلائے گا یا کافر؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب:... جو عبارت سوال میں نقل کی گئی ہے، یہ مودودی صاحب کی "تفہیم القرآن" کی ہے،[2] بعد کے ایڈیشنوں میں اس کی اصلاح کردی گئی ہے۔ اس لئے اس پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا، البتہ گمراہ کن غلطی قرار دیا جاسکتا ہے۔

قرآنِ کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ جسمانی کی تصریح "بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ" (النساء:۱۵۸) اور "اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ" (آل عمران:۵۵) میں موجود ہے۔ چنانچہ تمام ائمۂ تفسیر اس پر متفق ہیں کہ ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ جسمانی کو ذکر فرمایا ہے اور رفعِ جسمانی پر احادیثِ متواترہ موجود ہیں۔[3] قرآنِ کریم کی آیات کو اَحادیثِ متواترہ اور اُمت کے اجماعی عقیدے کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ آیات رفعِ جسمانی میں قطعی دلالت کرتی ہیں اور یہ کہنا غلط ہے کہ قرآنِ کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ جسمانی کی تصریح نہیں کرتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کس طرح پہچانا جائے گا؟

سوال:... اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جسم کے ساتھ موجود ہیں تو جب وہ اُتریں گے تو لازم ہے کہ ہر شخص ان کو اُترتے ہوئے دیکھ لے گا، اس طرح تو پھر انکار کی گنجائش ہی نہیں، اور سب لوگ ان پر ایمان لے آئیں گے۔

جواب:... جی ہاں! یہی ہوگا اور قرآن و حدیث نبوی میں یہی خبر دی گئی ہے، قرآنِ کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں ہے:[4]

---

(۱) "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ" أی قبل موت عیسٰی بعد نزوله عند قیام الساعة فیصیر الملل واحدة وهی ملة الإسلام الحنیفیة .... وقد أقیمت الصلٰوة فیشیر المهدی لعیسٰی بالتقدم فیمتنع معللًا، بأن هٰذه الصلٰوة أقیمت لک فأنت أولٰی بأن تکون الإمام فی هٰذا المقام، ویقتدی به لیظهر متابعته لنبینا صلی الله علیه وسلم، کما أشار إلٰی هٰذا المعنٰی صلی الله علیه وسلم بقوله: "لو کان موسٰی حیًّا لمّا وسعه إلّا اتباعی". (شرح فقه اکبر ص:۱۳۶، طبع دهلی).

(۲) دیکھئے: تفہیم القرآن ج:۱ ص:۴۲۰۔ اٹھارواں ایڈیشن مارچ ۱۹۸۱ء۔

(۳) والأحادیث الواردة فی نزول عیسی بن مریم متواترة. (الاذاعة لشوکانی ص:۷۷).

(۴) "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ، وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا". (النساء:۱۵۸، ۱۵۹).

"اور نہیں کوئی اہلِ کتاب میں سے، مگر ضرور ایمان لائے گا اس پر اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن وہ ہوگا ان پر گواہ۔" (النساء)

اور حدیث شریف میں ہے:

"اور میں سب لوگوں سے زیادہ قریب ہوں عیسیٰ بن مریم کے، کیونکہ میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا، پس جب تم اس کو دیکھو تو اس کو پہچان لینا۔ قد میانہ، رنگ سرخ و سفید، بال سیدھے، بوقتِ نزول ان کے سر سے گویا قطرے ٹپک رہے ہوں گے، خواہ ان کو تری نہ بھی پہنچی ہو، ہلکے رنگ کی دو زرد چادریں زیبِ تن ہوں گی، پس صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو بند کردیں گے اور تمام مذاہب کو معطل کردیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا تمام ملتوں کو ہلاک کردیں گے، اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں مسیحِ دجال کذّاب کو ہلاک کردیں گے۔ زمین میں امن و امان کا دور دورہ ہوجائے گا، یہاں تک کہ اُونٹ شیروں کے ساتھ، چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے، ایک دُوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، پس جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا زمین پر رہیں گے پھر ان کی وفات ہوگی، پس مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور انہیں دفن کریں گے" (مسند احمد ج:۲ ص:۴۳۷، فتح الباری ج:۶ ص:۴۹۳ مطبوعہ لاہور۔ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۶۱ واللفظ لہٗ)۔[1]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن کیا ہوگا؟

سوال:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کا مقصد کیا ہے اور ان کا مشن کیا ہوگا؟ جبکہ دِینِ اسلام اللہ تعالیٰ کا مکمل اور پسندیدہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی آمد عیسائیوں کی اصلاح کے لئے ہوسکتی ہے۔ اگر اسلام کے لئے تسلیم کرلیا جائے تو ہمارے آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے میں کمی ہوگی، برائے نوازش اخبار کے ذریعے میرے سوال کا جواب دے کر ایسے ذہنوں کو مطمئن کیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن کیا ہوگا؟

جواب:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا مشن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پوری تفصیل و وضاحت سے ارشاد فرمادیا ہے، اس سلسلے میں متعدد اَحادیث میں پہلے نقل کرچکا ہوں، یہاں صرف ایک حدیث پاک کا حوالہ دینا کافی ہے۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: انبیاء علّاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں الگ ہیں مگر ان کا دِین ایک ہے، اور میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے سب سے زیادہ تعلق رکھنے والا ہوں، کیونکہ ان کے اور

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: الأنبياء إخوة لعلّات دينهم واحد وأمهاتهم شتّٰی، وأنا أولی الناس بعيسَی ابن مريم لأنه لم يكن بينی وبينه نبیٌّ، وإنه نازل فإذا رأيتموه فاعرفوه فإنه رجل مربوع إلی الحمرة والبياض سبط كأنّ رأسه يقطر وإن لم يصبه بلل بين ممصرتين فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويعطل الملل حتّٰی يهلک الله فی زمانه الملل كلّها غير الإسلام ويهلک الله فی زمانه المسيح الدجال الكذاب وتقع الأمنة فی الأرض حتّٰی ترتع الإبل مع الأسد جميعًا والنمور مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان والغلمان بالحيّات لَا يضرّ بعضهم بعضًا فيمكث ما شاء الله أن يمكث ثم يتوفّٰی فيصلّی عليه المسلمون ويدفنونه. (التصريح بما تواتر فی نزول المسيح ص: ۱۶۱ طبع دار العلوم كراچی).

میرے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا اور وہ نازل ہونے والے ہیں، پس جب ان کو دیکھو تو پہچان لو۔

قامت میانہ، رنگ سرخ وسفیدی ملا ہوا، ہلکے زرد رنگ کی دو چادریں زیبِ تن کئے نازل ہوں گے۔ سرِ مبارک سے گویا قطرے ٹپک رہے ہیں، گو اس کو تری نہ پہنچی ہو، پس وہ نازل ہوکر صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کردیں گے اور تمام لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام ملتوں کو ہلاک کردیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں مسیحِ دجال کو ہلاک کردیں گے۔ رُوئے زمین پر امن وامان کا دور دورہ ہوجائے گا۔ شیر اُونٹوں کے ساتھ، چیتے گائے بیلوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چرتے پھریں گے۔ بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور وہ ان کو نقصان نہ دیں گے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام زمین میں چالیس برس ٹھہریں گے، پھر ان کی وفات ہوگی، مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور ان کو دفن کریں گے۔" (مسند احمد ج:۲ ص:۴۰۶ واللفظ لہٗ، فتح الباری ج:۶ ص:۲۵۷، التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۶۰)۔[۱]

اس ارشادِ پاک سے ظاہر ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصل مشن یہود ونصاریٰ کی اصلاح اور یہودیت ونصرانیت کے آثار سے رُوئے زمین کو پاک کرنا ہے، مگر چونکہ یہ زمانہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت وبعثت کا ہے، اس لئے وہ اُمتِ محمدیہ کے ایک فرد بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور خلیفہ کی حیثیت میں تشریف لائیں گے۔

چنانچہ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

"سن رکھو کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے اور میرے درمیان کوئی نبی اور رسول نہیں ہوا، سن رکھو کہ وہ میرے بعد میری اُمت میں میرے خلیفہ ہیں، سن رکھو کہ وہ دجال کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، جزیہ بند کردیں گے، لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے گی، سن رکھو جو شخص تم سے ان کو پائے ان سے میرا اسلام کہے" (مجمع الزوائد ج:۲ ص:۲۰۵، درمنثور ج:۲ ص:۲۴۲)۔[۲]

اس لئے اسلام کی جو خدمت بھی وہ انجام دیں گے اور ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم کی حیثیت سے اُمتِ محمدیہ میں آکر شامل ہونا ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کمی کا باعث نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت وقیادت اور شرف ومنزلت کا شاہکار ہے، اس وقت دُنیا دیکھ لے گی کہ واقعی تمام انبیاءِ گزشتہ (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہیں، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه ان النبی صلی الله عليه وسلم قال: الأنبياء إخوة لعلّات أمهاتهم شتّٰی ودينهم واحد، وأنا أولی الناس بعيسَی ابن مريم لأنه لم يكن بينی وبينه نبیٌّ، وانه نازل فإذا رأيتموه فاعرفوه فإنه رجل مربوعًا إلی الحمرة والبياض عليه ثوبان ممصران كأنّ رأسه يقطر ولم يصبه بلل فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويدعو الناس إلی الإسلام فيهلک الله فی زمانه الملل كلّها إلّا الإسلام ويهلک الله فی زمانه المسيح الدجال وتقع الأمنة فی الأرض حتّٰی ترتع الأسود مع الإبل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان والغلمان بالحيّات لَا تضرّهم فيمكث أربعين سنة ثم يتوفّٰی فيصلّی عليه المسلمون. (مسند أحمد ج:۲ ص:۴۰۶، واللفظ لهٗ، فتح الباری ج:۲ ص:۲۵۷، التصريح ص:۱۶۰).

(۲) عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: الَا ان عيسَی بن مريم ليس بينی وبينه نبیٌّ ولَا رسول الَا انه خليفتی فی أُمتی من بعدی، الَا انه يقتل الدجال ويكسر الصليب ويضع الجزية وتضع الحرب أوزارها، الَا من ادركه منكم فليقرأ عليه السلام. (درمنثور ج:۲ ص:۲۴۲ واللفظ لهٗ، مجمع الزوائد ج:۲ ص:۲۰۵).

''اللہ کی قسم! موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اطاعت کے بغیر چارہ نہ ہوتا'' (مشکوٰۃ شریف ص:۳۰)۔[1]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں

سوال:... جیسا کہ احادیث وقرآن کی روشنی میں واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں، اب ہم آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کون سے آسمان پر ہیں اور ان کے انسانی ضروریات کے تقاضے کیسے پورے ہوتے ہوں گے؟ مثلاً: کھانا پینا، سونا جاگنا اور اُنس واُلفت اور دیگر اشیائے ضرورت انسان کو کیسے ملتی ہوں گی؟ وضاحت کر کے مطمئن کریں۔

جواب:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر زندہ اُٹھایا جانا، اور قربِ قیامت میں دوبارہ زمین پر نازل ہونا تو اسلام کا قطعی عقیدہ ہے، جس پر قرآن وسنت کے قطعی دلائل قائم ہیں اور جس پر اُمت کا اِجماع ہے۔[2] حدیثِ معراج میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دُوسرے آسمان پر ملاقات ہوئی تھی۔[3] آسمان پر مادّی غذا اور بول وبراز کی ضرورت پیش نہیں آتی جیسا کہ اہلِ جنت کو ضرورت پیش نہیں آئے گی۔[4]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول قرآن وحدیث کی روشنی میں

میرے دِل میں دوتین سوال آئے ہیں، جن کے جواب چاہتا ہوں، اور یہ جواب قرآن مجید کے ذریعہ دیئے جائیں، اور میں آپ کو یہ بتادینا چاہتا ہوں کہ میں ''احمدی'' ہوں، اگر آپ نے میرے سوالوں کے جواب صحیح دیئے تو ہوسکتا ہے کہ میں آپ کے قریب زیادہ آجاؤں۔

سوال ۱:... کیا آپ قرآن مجید کے ذریعے یہ بتاسکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور اس جہان

---

(۱) عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین أتاہ عمر فقال .... ولو کان موسٰی حیًّا لما وسعہ إلّا اتباعی۔ (مشکوٰۃ ص:۳۰)۔

(۲) وبہ صرح الحافظ عمادالدین ابن کثیر حیث قال فی تفسیرہ ..... انہ لعلم للساعۃ، وقد تواترت الأحادیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنہ أخبر بنزول عیسٰی علیہ السلام قبل یوم القیامۃ امامًا عادلًا وحکمًا مقسطًا، وصرح بہ فی تفسیر سورۃ النساء ایضًا، وذکر الحافظ ابن حجر فی کتابہ (فتح الباری) تواتر نزول عیسٰی علیہ السلام عن أبی الحسین الآبری، وقال فی التلخیص الحبیر من کتاب الطلاق، وأما رفع عیسٰی علیہ السلام فاتفق أصحاب الأخبار والتفسیر علٰی أنہ رفع ببدنہ حیًّا ...الخ۔ (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۵۸ تا ۶۲، تفسیر ابن کثیر ج:۵ ص:۵۳۰ طبع رشیدیہ)۔

(۳) عن قتادۃ عن أنس بن مالک ..... ثم صعد بی حتّٰی أتی السماء الثانیۃ فاستفتح ..... ففتح فلما خلصت اذا یحیٰی وعیسٰی وھما ابنا خالۃ ...الخ۔ (مشکوٰۃ، باب المعراج ص:۵۲۷)۔

(۴) ان الطعام انما جعل قوتًا لمن یعیش فی الأرض ..... وأما من رفعہ اللہ الی السماء فانہ یلطفہ بقدرتہ ویغنیہ عن الطعام والشراب کما اغنی الملائکۃ عنھما فیکون حینئذٍ طعامہ التسبیح وشرابہ التھلیل کما قال صلی اللہ علیہ وسلم: انی أبیت عند ربی یطعمنی ویسقینی۔ (الیواقیت والجواھر، علامہ شعرانی ج:۲ ص:۱۴۶)۔ أیضًا عن جابر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان أھل الجنۃ یأکلون فیھا ویشربون ولَا یتفلون ولَا یبولون ولَا یتغوّطون ولَا یتمخطون، قالوا: فما بال الطعام؟ قال: جشاء ورشح کرشح المسک یلھمون التسبیح والتحمید کما تلھمون النفس۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ ص:۴۹۶)۔

میں فوت نہیں ہوئے؟

سوال ۲:... کیا قرآن مجید میں کہیں ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دُنیا میں تشریف لائیں گے؟ اور وہ آکر اِمام مہدی کا دعویٰ کریں گے؟

سوال ۳:... "کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" کا لفظی معنی کیا ہے؟ اور کیا اس سے آپ کے دوبارہ آنے پر کوئی اثر نہیں پڑتا؟

جواب:... جہاں تک آپ کے اس ارشاد کا تعلق ہے کہ: "اگر آپ نے میرے سوالات کے جواب صحیح دیئے تو ہوسکتا ہے کہ میں آپ کے قریب آجاؤں" یہ تو محض حق تعالیٰ کی توفیق و ہدایت پر منحصر ہے۔ تاہم جناب نے جو سوالات کئے ہیں، میں ان کا جواب پیش کر رہا ہوں اور یہ فیصلہ کرنا آپ کا اور دیگر قارئین کا کام ہے کہ میں جواب صحیح دے رہا ہوں یا نہیں؟ اگر میرے جواب میں کسی جگہ لغزش ہو تو آپ اس پر گرفت کرسکتے ہیں، وباللہ التوفیق!

اصل سوالات پر بحث کرنے سے پہلے میں اجازت چاہوں گا کہ ایک اُصولی بات پیش خدمت کروں۔ وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کی دوبارہ تشریف آوری کا مسئلہ آج پہلی بار میرے اور آپ کے سامنے نہیں آیا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے لے کر آج تک یہ اُمتِ اسلامیہ کا متواتر اور قطعی عقیدہ چلا آتا ہے، اُمت کا کوئی دور ایسا نہیں گزرا جس میں مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہ رہا ہو، اور اُمت کے اکابر صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور ائمہ مجدّدینؒ میں سے ایک فرد بھی ایسا نہیں جو اس عقیدے کا قائل نہ ہو۔ جس طرح نمازوں کی تعدادِ رکعات قطعی ہے، اسی طرح اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آمد کا عقیدہ بھی قطعی ہے، خود جناب مرزا صاحب کو بھی اس کا اقرار ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

> "مسیح ابنِ مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اوّل درجے کی پیش گوئی ہے، جس کو سب نے بالاتفاق قبول کرلیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی، تواتر کا اوّل درجہ اس کو حاصل ہے۔" (ازالہ اوہام، روحانی خزائن ج:۳ ص:۴۰۰)

دُوسری جگہ لکھتے ہیں:

> "اس امر سے دُنیا میں کسی کو بھی انکار نہیں کہ احادیث میں مسیح موعود کی کھلی کھلی پیش گوئی موجود ہے، بلکہ قریباً تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احادیث کی رُو سے ضرور ایک شخص آنے والا ہے جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہوگا، اور یہ پیش گوئی بخاری اور مسلم اور ترمذی وغیرہ کتبِ حدیث میں اس کثرت سے پائی جاتی ہے جو ایک منصف مزاج کی تسلی کے لئے کافی ہے۔"

> "یہ خبر مسیح موعود کے آنے کی اس قدر زور کے ساتھ ہر ایک زمانے میں پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہ ہوگی کہ اس کے تواتر سے انکار کیا جائے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر اسلام کی وہ کتابیں جن کی رُو سے یہ خبر سلسلہ وار شائع ہوتی چلی آئی ہے صدی وار مرتب کرکے اکٹھی کی جائیں تو ایسی کتابیں ہزارہا سے کچھ کم نہ ہوں گی۔ ہاں! یہ بات اس شخص کو سمجھانا مشکل ہے جو اِسلامی کتابوں سے بالکل

بے خبر ہے۔'' (شہادۃ القرآن ص:۲، روحانی خزائن ج:۶ ص:۲۹۸)

مرزا صاحب، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی احادیث کو متواتر اور اُمت کے اعتقادی عقائد کا مظہر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پھر ایسی احادیث جو تعاملِ اعتقادی یا عملی میں آکر اِسلام کے مختلف گروہوں کا ایک شعار ٹھہر گئی تھیں، ان کو قطعیت اور تواتر کی نسبت کلام کرنا تو درحقیقت جنون اور دیوانگی کا ایک شعبہ ہے۔''

(شہادۃ القرآن ص:۵، روحانی خزائن ج:۶ ص:۳۰۱)

جناب مرزا صاحب کے یہ ارشادات مزید تشریح و وضاحت کے محتاج نہیں، تاہم اس پر اتنا اضافہ ضرور کروں گا کہ:

۱:...احادیثِ نبویہ میں (جن کو مرزا صاحب قطعی متواتر تسلیم فرماتے ہیں)، کسی گمنام ''مسیحِ موعود'' کے آنے کی پیش گوئی نہیں کی گئی، بلکہ پوری وضاحت و صراحت کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قربِ قیامت میں دوبارہ نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ پوری اُمتِ اسلامیہ کا ایک ایک فرد قرآنِ کریم اور احادیث کی روشنی میں صرف ایک ہی شخصیت کو ''عیسیٰ علیہ السلام'' کے نام سے جانتا پہچانتا ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بنی اسرائیل میں آئے تھے، اس ایک شخصیت کے علاوہ کسی اور کے لئے ''عیسیٰ بن مریم علیہ السلام'' کا لفظ اسلامی ڈکشنری میں کبھی استعمال نہیں ہوا۔

۲:...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک اُمتِ اسلامیہ میں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا عقیدہ متواتر رہا ہے، اس طرح ان کی حیات اور رفعِ آسمانی کا عقیدہ بھی متواتر رہا ہے، اور یہ دونوں عقیدے ہمیشہ لازم و ملزوم رہے ہیں۔

۳:...جن ہزارہا کتابوں میں صدی وار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا لکھا ہے، ان ہی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اور قربِ قیامت میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا انکار مرزا صاحب کے بقول ''دیوانگی اور جنون کا ایک شعبہ ہے'' تو ان کی حیات کے انکار کا بھی یقیناً یہی حکم ہوگا۔ ان تمہیدی معروضات کے بعد اب آپ کے سوالوں کا جواب پیش خدمت ہے۔

۱:...حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام:

آپ نے دریافت کیا تھا کہ کیا قرآنِ کریم سے یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں بلکہ وہ زندہ ہیں؟ جواباً گزارش ہے کہ قرآنِ کریم کی متعدّد آیتوں سے یہ عقیدہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کی گرفت سے بچاکر آسمان پر زندہ اُٹھالیا۔

پہلی آیت:...سورۃ النساء آیت: ۱۵۷، ۱۵۸ میں یہود کا یہ دعویٰ نقل کیا ہے کہ: ''ہم نے مسیح بن مریم رسول اللہ کو قتل کردیا۔'' اللہ تعالیٰ ان کے اس ملعون دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''انہوں نے نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا، نہ انہیں سولی دی، بلکہ ان کو اشتباہ ہوا......اور انہوں نے آپ کو یقیناً قتل نہیں کیا، بلکہ ہوا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اُٹھالیا اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے

بڑی حکمت والا ہے۔"[۱]

یہاں جناب کو چند چیزوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں:

۱:... یہود کے دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قتل اور صلب (سولی دیئے جانے) کی تردید فرمائی، بعد ازاں قتل اور رفع کے درمیان مقابلہ کرکے قتل کی نفی کی اور اس کی جگہ رفع کو ثابت فرمایا۔

۲:... جہاں قتل اور رفع کے درمیان اس طرح کا مقابلہ ہو، جیسا کہ اس آیت میں ہے، وہاں رفع سے رُوح اور جسم دونوں کا رفع مراد ہوسکتا ہے، یعنی زندہ اُٹھالینا صرف رُوح کا رفع مراد نہیں ہوسکتا اور نہ رفعِ درجات مراد ہوسکتا ہے۔ قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور محاوراتِ عرب میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملے گی کہ کسی جگہ قتل کی نفی کرکے اس کی جگہ رفع کو ثابت کیا گیا ہو، اور وہاں صرف رُوح کا رفع یا درجات کا رفع مراد لیا گیا ہو، اور نہ یہ عربیت کے لحاظ سے ہی صحیح ہے۔[۲]

۳:... حق تعالیٰ شانہٗ جہت اور مکان سے پاک ہیں، مگر آسمان چونکہ بلندی کی جانب ہے اور بلندی حق تعالیٰ کی شان کے لائق ہے، اس لئے قرآنِ کریم کی زبان میں "رفع الی اللہ" کے معنی ہیں آسمان کی طرف اُٹھایا جانا۔

۴:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہود کی دست بُرد سے بچاکر صحیح سالم آسمان پر اُٹھالیا جانا آپ کی قدر و منزلت کی دلیل ہے، اس لئے یہ رفعِ جسمانی بھی ہے اور رُوحانی اور مرتبی بھی۔ اس کو صرف رفعِ جسمانی کہہ کر اس کو رفعِ رُوحانی کے مقابل سمجھنا غلط ہے، ظاہر ہے کہ اگر صرف "رُوح کا رفع" عزّت و کرامت ہے تو "رُوح اور جسم دونوں کا رفع" اس سے بڑھ کر موجبِ عزّت و کرامت ہے۔

۵:... چونکہ آپ کے آسمان پر اُٹھائے جانے کا واقعہ عام لوگوں کی عقل سے بالاتر تھا اور اس بات کا احتمال تھا کہ لوگ اس بارے میں چہ میگوئیاں کریں گے کہ ان کو آسمان پر کیسے اُٹھالیا؟ اس کی کیا ضرورت تھی؟ کیا اللہ تعالیٰ زمین پر ان کی حفاظت نہیں کرسکتا تھا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی اور نبی کو کیوں نہیں اُٹھایا گیا؟ وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام شبہات کا جواب "وَكَانَ اللهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا" (النساء:۱۵۸) میں دے دیا گیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ زبردست ہے، پوری کائنات اس کے قبضۂ قدرت میں ہے، اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحیح سالم اُٹھالینا اس کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں اور ان کے ہاں زندہ رہنے کی اِستعداد پیدا کردینا بھی اس کی قدرت میں ہے، کائنات کی کوئی چیز اس کے ارادے کے درمیان حائل نہیں ہوسکتی اور پھر وہ حکیمِ مطلق بھی ہے، اگر تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُٹھائے جانے کی حکمت سمجھ میں نہ آئے تو تمہیں اِجمالی طور پر یہ ایمان رکھنا چاہئے کہ اس حکیمِ مطلق کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھالینا بھی خالی از حکمت نہیں ہوگا، اس لئے تمہیں چون و چرا کی

---

(۱) "وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللهِ، وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ...... وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا" (النساء:۱۵۷، ۱۵۸)۔

(۲) قوله (اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ) يدل على حصول التوفى وهو جنس تحته أنواع بعضها بالموت وبعضها بالإصعاد الى السماء فلما قال بعده (وَرَافِعُكَ اِلَيَّ) كان هٰذا تعيينًا للنوع ولم يكن تكرارًا۔ (تفسير كبير ج:۸ ص:۶۸)۔ فالرفع فى الأجسام حقيقة فى الحركة والإنتقال، وفى المعانى: محمول على ما يقتضيه المقام۔ (المصباح المنير ص:۱۳۹)۔

بجائے اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ پر یقین رکھنا چاہئے۔

۶:...اس آیت کی تفسیر میں پہلی صدی سے لے کر تیرہویں صدی تک کے تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اُٹھایا گیا اور وہی قربِ قیامت میں آسمان سے نزولِ اِجلال فرمائیں گے۔ چونکہ تمام بزرگوں کے حوالے دینا ممکن نہیں، اس لئے میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابنِ عباسؓ کی تفسیر پر اِکتفا کرتا ہوں۔ ''جو قرآنِ کریم کے سمجھنے میں اوّل نمبر والوں میں سے ہیں اور اس بارے میں ان کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دُعا بھی ہے۔''[۱]

تفسیر درمنثور (ج:۲ ص:۳۶)، تفسیر ابنِ کثیر (ج:۱ ص:۳۶۶)، تفسیر ابنِ جریر (ج:۳ ص:۲۰۲) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے فرمایا: ''بے شک عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں اور بے شک وہ تمہاری طرف دوبارہ آئیں گے۔''[۲]

تفسیر درمنثور (ج:۲ ص:۳) میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے وفد سے مباحثہ کرتے ہوئے فرمایا: ''کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا ربّ زندہ ہے، کبھی نہیں مرے گا، اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئے گی؟''[۳]

تفسیر ابنِ کثیر (ج:۱ ص:۵۷۴)، تفسیر درمنثور (ج:۲ ص:۲۳۸) میں حضرت ابنِ عباسؓ سے بہ سندِ صحیح منقول ہے کہ: ''جب یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شباہت ایک شخص پر ڈال دی، یہود نے اسی ''مثیلِ مسیح'' کو مسیح سمجھ کر صلیب پر لٹکا دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مکان کے اُوپر سے زندہ آسمان پر اُٹھالیا۔''[۴]

جیسا کہ اُوپر عرض کرچکا ہوں اُمت کے تمام اکابر مفسرین و مجدّدین متفق اللفظ ہیں کہ اس آیت کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحیح سالم زندہ آسمان پر اُٹھالیا گیا، اور سوائے فلاسفہ اور زَنادقہ کے سلف میں سے کوئی قابلِ ذکر شخص اس کا منکر نہیں ہوا،[۵] اور نہ کوئی شخص اس بات کا قائل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی چڑھنے اور پھر صلیبی زخموں سے شفایاب ہونے کے بعد کشمیر چلے گئے اور وہاں ۸۷ برس بعد ان کی وفات ہوئی۔

---

(۱) عن ابن عباس قال: ضمّنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم إلٰی صدرہ فقال: اللّٰھم عَلِّمه الحکمة، وفی روایة: علّمه الکتاب۔ رواہ البخاری۔ وعنه قال: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل الخلاء فوضعت له وضوءً فلما خرج قال: من وضع ھٰذا؟ فأخبر فقال: اللّٰھم فقّھه فی الدِّین۔ متفق علیه۔ (مشکوٰۃ ص:۵۶۹، باب مناقب أھل البیت، الفصل الأوّل)۔

(۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود: ان عیسٰی لم یمت وانه راجع إلیکم قبل یوم القیامة۔ (درمنثور ج:۲ ص:۳۶)۔

(۳) عن الربیع قال: ان النصاریٰ أتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخاصموہ فی عیسَی بن مریم ..... قال: الستم تعلمون ان ربّنا حیٌّ لَا یموت وان عیسٰی یأتی علیه الفناء؟ قالوا: بلٰی! (تفسیر درمنثور ج:۲ ص:۳، طبع إیران)۔

(۴) (وَقَوْلِھِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ) عن ابن عباس قال: لما أراد اللہ أن یرفع عیسٰی الی السماء خرج الٰی أصحابه ...... فالقٰی علیه (أی علٰی أحد من حواریه) شبه عیسٰی ورفع عیسٰی من روزنة فی البیت الی السماء، قال: وجاء الطالب من الیھود فأخذوا الشبه فقتلوہ ثم صلبوہ ...الخ۔ (تفسیر در منثور ج:۲ ص:۲۳۸، طبع إیران)۔

(۵) فان قیل: فما الدلیل علٰی نزول عیسٰی علیه السلام من القرآن؟ فالجواب: الدلیل علٰی نزوله قوله تعالٰی: وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ أی حین ینزل ویجمعون علیه، وأنکرت المعتزلة والفلاسفة والیھود والنصاریٰ عروجه بجسده الی السماء۔ (الیواقیت والجواھر ص:۱۴۶ حصه دوم، طبع مصر)۔

اب آپ خود ہی انصاف فرماسکتے ہیں کہ اُمت کے اس اعتقادی تعامل کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ آسمانی میں شک کرنا، اور اس کی قطعیت اور تواتر میں کلام کرنا، جناب مرزا صاحب کے بقول '' درحقیقت جنون اور دیوانگی کا ایک شعبہ'' ہے یا نہیں...؟

۲:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری:

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا مضمون قرآنِ کریم کی کئی آیتوں میں ارشاد ہوا ہے، اور یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ متواتر احادیث جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی اطلاع دی گئی ہے اور جن پر بقول مرزا صاحب کے '' اُمت کا اعتقادی تعامل چلا آرہا ہے''[۱] وہ سب انہی آیاتِ کریمہ کی تفسیر ہیں۔

پہلی آیت:

سورۃ الصّف آیت:۹ میں ارشاد ہے: '' وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول، ہدایت اور دِینِ حق دے کر تاکہ اسے غالب کردے تمام دِینوں پر، اگرچہ کتنا ہی ناگوار ہو مشرکوں کو۔''[۲]

> '' یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے، اور جس غلبہ کاملہ دِینِ اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعے سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دُنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دِینِ اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رُو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے...... سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے، اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتدا سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز رُوحانی اور معقولی طور پر۔''
>
> (براہین احمدیہ مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب ص:۴۹۸، ۴۹۹، رُوحانی خزائن ج:۱ ص:۵۹۳، ۵۹۴)
>
> '' یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دِین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو ہر ایک قسم کے دِین پر غالب کردے یعنی ایک عالم گیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالم گیر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو، اس لئے آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔'' (چشمہ معرفت مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب ص:۸۳، ۹۱، روحانی خزائن ج:۲۳ ص:۹۱)

جناب مرزا صاحب کی اس تفسیر سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

---

(۱) شہادۃ القرآن ص:۵، رُوحانی خزائن ج:۶ ص:۳۰۱۔

(۲) ''هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ'' (الصف:۹)۔

۱:...اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی طور پر دوبارہ آنے کی پیش گوئی کی گئی ہے۔

۲:...مرزا صاحب پر بذریعہ اِلہام خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آیت کی پیش گوئی کا جسمانی اور ظاہری طور پر مصداق ہیں۔

۳:...اُمت کے تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ اسلام کا غلبہ کاملہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں ہوگا۔

جناب مرزا صاحب کی اس اِلہامی تفسیر سے جس پر تمام مفسرین کے اتفاق کی مہر بھی ثبت ہے، یہ ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کے اس قرآنی وعدہ کے مطابق سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام ضرور دوبارہ تشریف لائیں گے اور ان کے ہاتھ سے اسلام تمام مذاہب پر غالب آجائے گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تمام مذاہب کو مٹادیں گے''[1] (ابوداوٗد ص:۵۹۴، مسند احمد ج:۲ ص:۴۰۶)۔

بعد میں جناب مرزا صاحب نے خود مسیحیت کا منصب سنبھال لیا، لیکن یہ تو فیصلہ آپ کر سکتے ہیں کہ کیا ان کے زمانے میں اسلام کو غلبہ کاملہ نصیب ہوا؟ نہیں! بلکہ اس کے برعکس یہ ہوا کہ دُنیا بھر کے مسلمان جناب مرزا صاحب کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر ٹھہرے، اِدھر مسلمانوں نے مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو اِسلام سے الگ ایک فرقہ سمجھا، نتیجہ یہ کہ اسلام کا وہ غلبہ کاملہ ظہور میں نہ آیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مقدّر تھا۔ اس لئے جناب مرزا صاحب کے دعویٔ مسیحیت کے باوجود زمانہ قرآن کے وعدے کا منتظر ہے اور یقین رکھنا چاہئے کہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اس وعدے کے ایفاء کے لئے خود بنفسِ نفیس تشریف لائیں گے، کیونکہ بقول مرزا صاحب...''ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو۔''

دُوسری آیت:

سورۃ النساء آیت:۱۵۹ میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے اور تمام اہلِ کتاب کے ان پر اِیمان لانے کی خبر دی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:[2]

''اور نہیں کوئی اہلِ کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے موت اس کی کے پہلے اور دن قیامت کے ہوگا اُوپر ان کے گواہ۔'' (فصل الخطاب ج:۲ ص:۸۰ مؤلفہ حکیم نوردین قادیانی)

حکیم صاحب کا ترجمہ بارہویں صدی کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے فارسی ترجمہ کا گویا اُردو ترجمہ ہے۔ شاہ صاحبؒ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزولِ عیسیٰ را البتہ ایمان آرند۔''

ترجمہ:...''یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو یہودی نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت موجود ہوں گے وہ ایمان لائیں گے۔''

---

(۱) ...... ویهلک الله فی زمانه الملل کلها إلّا الإسلام ...الخ. (سنن أبی داوٗد ج:۲ ص:۲۳۸، باب خروج الدجال)۔

(۲) ''وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا'' (النساء:۱۵۹)۔

اس آیت کے ترجمے سے معلوم ہوا کہ:

۱:... عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانے میں دوبارہ تشریف لانا مقدّر ہے۔

۲:... تب سارے اہلِ کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔

۳:... اور اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔

پورے قرآن مجید میں صرف اس موقع پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ذکر ہے، جس سے پہلے تمام اہلِ کتاب کا ان پر ایمان لانا شرط ہے۔

اب اس آیت کی وہ تفسیر ملاحظہ فرمایئے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہؓ و تابعینؒ سے منقول ہے۔

صحیح بخاری ج:۱ ص:۴۹۰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات میں اِمام بخاریؒ نے ایک باب باندھا ہے: ''باب نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام'' اور اس کے تحت یہ حدیث ذکر کی ہے:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! البتہ قریب ہے کہ نازل ہوں تم میں ابنِ مریم حاکمِ عادل کی حیثیت سے، پس توڑ دیں گے صلیب کو اور قتل کریں گے خنزیر کو اور موقوف کریں گے لڑائی اور بہہ پڑے گا مال، یہاں تک کہ نہیں قبول کرے گا اس کو کوئی شخص، یہاں تک کہ ایک سجدہ بہتر ہوگا دُنیا بھر کی دولت سے۔ پھر فرماتے تھے ابوہریرہؓ کہ پڑھو اگر چاہو قرآنِ کریم کی آیت: ''اور نہیں کوئی اہلِ کتاب میں سے مگر ضرور ایمان لائے گا (حضرت) عیسیٰ پر ان کی موت سے پہلے اور ہوں گے عیسیٰ (علیہ السلام) قیامت کے دن ان پر گواہ۔''[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی قرآن کی اس آیت کی تفسیر ہے، اسی لئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے آیت کا حوالہ دیا۔ اِمام محمد بن سیرینؒ کا ارشاد ہے کہ ابوہریرہؓ کی ہر حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے۔[2]

بخاری شریف کے اسی صفحے پر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول کی خبر دیتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''وامامکم منکم'' فرمایا۔[3]

یہ حدیث بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ دونوں حدیثوں سے آنحضرت صلی

---

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: والذى نفسى بيده! ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حَكَمًا عدلًا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الحرب ويفيض المال حتّٰى لَا يقبله أحد حتّٰى تكون السجدة الواحدة خير من الدُّنيا وما فيها، ثم يقول ابوهريرة: واقرؤا اِن شئتم: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا. (بخارى، باب نزول عيسىٰ عليه السلام، ج:۱ ص:۴۹۰).

(۲) عن محمد بن سيرين انه كان اذا حدث عن أبى هريرة فقيل له عن النبى صلى الله عليه وسلم فقال: كل حديث أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم ...الخ. (طحاوى شريف ج:۱ ص:۱۹ طبع مكتبه حقانيه).

(۳) أن أبا هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كيف أنتم اذا نزل ابن مريم فيكم وإمامكم منكم. (بخارى ج:۱ ص:۴۹۰، باب نزول عيسىٰ عليه السلام).

اللہ علیہ وسلم کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانے میں حاکمِ عادل کی حیثیت سے اس اُمت میں تشریف لانا۔

۲:...کنز العمال ج:۱۴ ص:۶۱۹ (حدیث نمبر:۳۹۷۲۶) میں بروایت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "میرے بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے.....الخ۔"[1]

۳:...اِمام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات ص:۴۲۴ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "تم کیسے ہوگے جب عیسیٰ بن مریم تم میں آسمان سے نازل ہوں گے اور تم میں شامل ہوکر تمہارے اِمام ہوں گے۔"[2]

۴:...تفسیر درمنثور ج:۲ ص:۲۴۲ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "میرے اور عیسیٰ بن مریم کے درمیان کوئی نبی اور رسول نہیں ہوا، دیکھو! وہ میرے بعد میری اُمت میں میرے خلیفہ ہوں گے۔"[3]

۵:...ابوداوٗد ص:۵۹۴ اور مسند احمد ج:۲ ص:۴۰۶ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "انبیائے کرام باپ شریک بھائی ہیں۔ ان کی مائیں (شریعتیں) الگ الگ ہیں اور دِین سب کا ایک ہے، اور مجھے سب سے زیادہ تعلق عیسیٰ بن مریم سے ہے کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور بے شک وہ تم میں نازل ہوں گے، پس جب ان کو دیکھو تو پہچان لینا، ان کا حلیہ یہ ہے: قد میانہ، رنگ سرخ وسفید، دو زرد رنگ کی چادریں زیبِ بدن ہوں گی، سر سے گویا قطرے ٹپک رہے ہوں گے، خواہ ان کو تری نہ پہنچی ہو، پس لوگوں سے اسلام پر قتال کریں گے، پس صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں تمام مذاہب کو مٹادیں گے اور مسیح دجال کو ہلاک کردیں گے، پس زمین میں چالیس برس ٹھہریں گے، پھر ان کی وفات ہوگی اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے۔"[4]

---

(۱) قال ابن عباس: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فعند ذالك ينزل أخي عيسَى ابن مريم من السماء ...الخ۔

(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كيف انتم اذا نزل فيكم ابن مريم من السماء وإمامكم منكم۔ (كتاب الأسماء والصفات للبيهقي ص:۴۲۴)۔

(۳) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الَا ان عيسَى بن مريم ليس بيني وبينه نبي ولَا رسول الَا أنه خليفتي في أُمّتي من بعدي۔ (تفسير در منثور ج:۲ ص:۲۴۲، طبع إيران)۔

(۴) عن ابي هريرة ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: الأنبياء إخوة لعَلّات أمّهاتهم شتّٰى ودينهم واحد، وأنا أولى الناس بعيسَى ابن مريم لأنه لم يكن بيني وبينه نبيٌّ، وانه نازل، فاذا رأيتموه فاعرفوه فانه رجل مربوع الى الحمرة والبياض، عليه ثوبان ممصران كأن رأسه يقطر وان لم يصبه بلل، فيدق الصليب ويقتل الخنزير، ويضع الجزية، ويدعو الناس إلى الإسلام فيهلك الله في زمانه الملل كلها غير الإسلام ويهلك الله في زمانه المسيح الدَّجّال الكذّاب......... فيمكث أربعين سنة ثم يتوفى ويصلّي على المسلمون۔ (مسند أحمد ج:۲ ص:۴۰۶)۔ عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ليس بيني وبينه يعني عيسىٰ عليه السلام نبي وانه نازل فإذا رأيتموه فاعرفوه رجل مربوع إلى الحمرة والبياض بين ممصرتين كأن رأسه يقطر وإن لم يصبه بلل، فيقاتل الناس على الإسلام فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويهلك الله في زمانه الملل كلها إلّا الإسلام ويهلك المسيح الدجال فيمكث في الأرض أربعين سنة ثم يتوفى فيصلّي على المسلمون۔ (سنن أبي داوٗد ج:۲ ص:۲۳۸)۔

یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں جن سے آیتِ زیرِ بحث کی تشریح ہو جاتی ہے۔

اب چند صحابہؓ و تابعینؒ کی تفسیر بھی ملاحظہ فرمائیے:

۱:... مستدرک حاکم ج:۲ ص:۳۰۹، درمنثور ج:۲ ص:۲۴۱، اور تفسیر ابنِ جریر ج:۶ ص:۱۴ میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے کی خبر دی گئی ہے اور یہ کہ جب وہ تشریف لائیں گے تو ان کی موت سے پہلے سب اہلِ کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔[1]

۲:... اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا اس آیت کی تفسیر یہ فرماتی ہیں کہ ہر اہلِ کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا اور جب وہ قیامت سے پہلے آسمان سے نازل ہوں گے تو اس وقت جتنے اہلِ کتاب ہوں گے آپ کی موت سے پہلے آپ پر ایمان لائیں گے (تفسیر درمنثور ج:۲ ص:۲۴۱)۔[2]

۳:... درمنثور کے مذکورہ صفحے پر یہی تفسیر حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے صاحبزادے حضرت محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ سے منقول ہے۔[3]

۴:... اور تفسیر ابنِ جریر ج:۶ ص:۱۴ میں یہی تفسیر اکابر تابعین حضرت قتادہؒ، حضرت محمد بن زید مدنیؒ (امام مالکؒ کے استاذ)، حضرت ابو مالک غفاریؒ اور حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے۔ حضرت حسن بصریؒ کے الفاظ یہ ہیں: ''آیت میں جس ایمان لانے کا ذکر ہے یہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ہوگا۔ اللہ کی قسم! وہ ابھی آسمان پر زندہ ہیں، لیکن آخری زمانے میں جب وہ نازل ہوں گے تو ان پر سب لوگ ایمان لائیں گے۔''[4]

اس آیت کی جو تفسیر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ سے نقل کی ہے بعد کے تمام مفسرین نے اسے نقل کیا ہے اور اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے، لہٰذا کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کی

---

(۱) عن ابن عباس فی قوله: "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ" قال: قبل موت عیسٰی۔ وأخرج ابن جریر عن ابن عباس فی الآیة قال: یعنی أنه سیدرک أناس من أهل الکتاب حین یبعث عیسٰی سیؤمنون به۔

(۲) قال الله: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ...... فاذا کان عند نزول عیسٰی آمنت به أحیاؤهم کما آمنت به مؤتاهم ..... قال شهر وایم الله ما حدثنیه اِلَّا أُمّ سلمة۔ (تفسیر در منثور ج:۲ ص:۲۴۱، طبع ایران)۔

(۳) وأخرج عبد بن حُمید ...... عن محمد بن علی بن أبی طالب هو ابن الحنفیة قال: لیس من أهل الکتاب أحد اِلَّا أتته الملائکة یضربون وجهه ودبره ثم یقال: یا عدوّ الله! ان عیسٰی رُوح الله و کلمته کذبت علی الله وزعمت انه الله، ان عیسٰی لم یمت وأنه رفع الی السماء وهو نازل قبل أن تقوم الساعة فلا یبقٰی یهودی ولَا نصرانی اِلَّا آمن به۔ (در منثور ج:۲ ص:۲۴۱)۔

(۴) عن الحسن البصری فی قوله تعالٰی: "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ" قال: قبل موت عیسٰی، والله اِنَّ الآن لحیٌّ عند الله ولٰکن اذا نزل امنوا به أجمعون۔ (تفسیر ابن جریر ج:۶ ص:۱۴، طبع بیروت)۔

خبر دی ہے اور دورِ نبوی سے آج تک یہی عقیدہ مسلمانوں میں متواتر چلا آرہا ہے۔

تیسری آیت:

سورۂ زخرف آیت:۶۱ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد ہے: ''اور وہ نشانی ہے قیامت کی، پس تم اس میں مت شک کرو۔''[1]

اس آیت کی تفسیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے صحابہؓ و تابعینؒ کا ارشاد ہے کہ: عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانے میں نازل ہونا قربِ قیامت کی نشانی ہوگی۔

۱:... صحیح ابنِ حبان میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ''قیامت سے پہلے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نازل ہونا قیامت کی نشانی ہے'' (موارد الظمآن ج:۵ ص:۴۳۵ حدیث:۱۷۵۸)۔[2]

۲:... حضرت حذیفہ بن اُسید الغفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم آپس میں مذاکرہ کر رہے تھے، اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کہ: کیا مذاکرہ ہو رہا تھا؟ عرض کیا: قیامت کا تذکرہ کر رہے تھے! فرمایا: قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو! دُخان، دَجال، دَابۃ الارض، مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا، عیسیٰ بن مریم کا نازل ہونا، یأجوج و مأجوج کا نکلنا...... الخ'' (صحیح مسلم، مشکوٰۃ ص:۴۷۲)۔[3]

۳:... اور حدیثِ معراج جسے میں پہلے بھی کئی بار نقل کرچکا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: معراج کی رات میری ملاقات حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ہوئی، قیامت کا تذکرہ ہوا کہ کب آئے گی؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا، موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی، پھر عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو انہوں نے فرمایا:

''قیامت کا ٹھیک ٹھیک وقت تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی معلوم نہیں، البتہ مجھ سے میرے رَبّ کا ایک عہد ہے کہ قربِ قیامت میں دجال نکلے گا تو میں اسے قتل کرنے کے لئے نازل ہوں گا۔ (آگے قتل دجال اور یأجوج مأجوج کے نکلنے کی تفصیل ہے، اس کے بعد فرمایا) پس مجھ سے میرے رَبّ کا عہد ہے کہ جب یہ سب کچھ ہوجائے گا تو قیامت کی مثال پورے دنوں کی

---

(۱) وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا. (الزخرف: ۶۱)۔

(۲) عن ابن عباس، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ: وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ، قال: نزول عیسٰی بن مریم قبل یوم القیامة۔

(۳) عن حذیفة بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ قال: اطلع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علینا، ونحن نتذاکر فقال: ما تذاکرون؟ قالوا: نذکر الساعة، قال: انها لن تقوم حتّٰی تروا قبلها عشر آیات، فذکر الدخان والدَّجّال والدَّابَّة، وطلوع الشمس من مغربها، ونزول عیسٰی ابن مریم ویأجوج ومأجوج ...الخ۔ (مشکوٰۃ ص:۴۷۲)۔

حاملہ جیسی ہوگی‘‘ (مسند احمد ج:۱ ص:۳۷۵، ابن ماجہ ص:۲۹۹، تفسیر ابن جریر ج:۱۷ ص:۷۲، مستدرک حاکم ج:۴ ص:۴۸۸، ۵۴۵، فتح الباری ج:۱۳ ص:۷۹، درمنثور ج:۴ ص:۳۳۶)۔[۱]

ان ارشاداتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت کی تفسیر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد جو انہوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کے مجمع میں فرمایا اور جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے سامنے نقل کیا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کی نشانی کے طور پر دوبارہ تشریف لانا اور آکر دجالِ لعین کو قتل کرنا، اس پر اللہ تعالیٰ کا عہد، انبیائے کرامؑ کا اتفاق اور صحابہ کرامؓ کا اِجماع ہے، اور گزشتہ صدیوں کے تمام مجدّدین اس کو تسلیم کرتے چلے آئے ہیں، کیا اس کے بعد بھی کسی مؤمن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے میں شک رہ جاتا ہے...؟

۴:...اس آیت کی تفسیر بہت سے صحابہؓ و تابعینؒ سے یہی منقول ہے کہ آخری زمانے میں سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا قربِ قیامت کی نشانی ہے، حافظ ابنِ کثیر اس آیت کی تحت لکھتے ہیں:

’’یعنی قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا قیامت کی نشانی ہے، یہی تفسیر حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابنِ عباسؓ، ابوالعالیہؒ، عکرمہؒ، حسن بصریؒ، ضحاکؒ اور دُوسرے بہت سے حضرات سے مروی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مضمون کی احادیث متواتر ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کی خبر دی ہے‘‘ (تفسیر ابنِ کثیر ج:۴ ص:۱۳۲)۔[۲]

چوتھی آیت:

سورۂ مائدہ کی آیت:۱۱۸ میں ارشاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے عرض کریں گے:

’’اے اللہ! اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں، اور اگر بخش دیں تو آپ عزیز و حکیم ہیں۔‘‘[۳]

سیّدنا ابنِ عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

---

(۱) عن عبدالله بن مسعود قال: لما كان ليلة اسرى برسول الله صلى الله عليه وسلم لقى ابراهيم وموسٰى وعيسٰى فتذاكروا الساعة، فبدؤا بابراهيم فسألوه عنها فلم يكن عنده منها علم ثم سألوا موسٰى فلم يكن عنده منها علم فرد الحديث الٰى عيسٰى بن مريم فقال: قد عهد الىَّ فيما دون وجبتها فأما وجبتها فلا يعلمها الّا الله، فذكر خروج الدجال، قال: فأنزل فأقتله ...... فعهد الىّ متٰى كان ذٰلک كانت الساعة من الناس كالحامل التى لَا يدرى أهلها متٰى تفجأهم بولَادتها ...الخ. (واللفظ لِابن ماجة ص: ۲۹۹، مسند احمد ج: ۱ ص: ۳۷۵).

(۲) وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ أى آية للساعة خروج عيسٰى بن مريم قبل يوم القيامة، وهٰكذا روى عن أبى هريرة وابن عباس وأبى العالية وأبى مالک وعكرمة والحسن وقتادة والضحاک وغيرهم، وقد تواترت الأحاديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه أخبر بنزول عيسٰى عليه السلام قبل يوم القيامة امامًا عادلًا وحكمًا مقسطًا. (تفسير ابن كثير ج:۴ ص: ۱۳۲ قديم نسخه، طبع جديد ج:۵ ص: ۵۳۰ رشيديه كوئٹه).

(۳) اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ، وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. (المائدة: ۱۱۸).

"عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ: الٰہی! یہ تیرے بندے ہیں (مگر انہوں نے میری غیرحاضری میں مجھے خدا بنایا اس لئے) واقعی انہوں نے اپنے اس عقیدے کی بنا پر اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بنالیا ہے اور اگر آپ بخش دیں، یعنی ان لوگوں کو، جن کو صحیح عقیدے پر چھوڑ کر گیا تھا اور (اسی طرح ان لوگوں کو بھی بخش دیں جنھوں نے اپنے عقیدے سے رُجوع کرلیا، چنانچہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر لمبی کردی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ آخری زمانے میں دجال کو قتل کرنے کے لئے آسمان سے زمین کی طرف اُتارے جائیں گے، تب عیسائی لوگ اپنے قول سے رُجوع کرلیں گے، تو جن لوگوں نے اپنے قول سے رُجوع کیا اور تیری توحید کے قائل ہوگئے اور اقرار کرلیا کہ ہم سب (بشمول عیسیٰ علیہ السلام کے) خدا کے بندے ہیں، پس اگر آپ ان کو بخش دیں جبکہ انہوں نے اپنے قول سے رُجوع کرلیا ہے تو آپ عزیز وحکیم ہیں" (تفسیر درمنثور ج:۲ ص:۳۵۰)۔[۱]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس تفسیر سے واضح ہوا کہ یہ آیت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کی دلیل ہے۔

آپ نے اپنے سوال میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوکر اِمامِ مہدی ہونے کا دعویٰ کریں گے؟ اس کے جواب میں صرف اتنا عرض کردینا کافی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تیرہویں صدی کے آخر تک اُمتِ اسلامیہ کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدیؓ دو الگ الگ شخصیتیں ہیں،[۲] اور یہ کہ نازل ہوکر پہلی نماز حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مہدی کی اِقتدا میں پڑھیں گے۔[۳] جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پہلے شخص ہیں جنھوں نے عیسیٰ اور مہدی کے ایک ہونے کا عقیدہ ایجاد کیا ہے، اس کی دلیل نہ قرآنِ کریم میں ہے، نہ کسی صحیح اور مقبول حدیث میں، اور نہ سلف صالحین میں سے کوئی اس کا قائل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر احادیث میں وارد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت حضرت مہدیؓ اس اُمت کے اِمام ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اِقتدا میں نماز پڑھیں گے۔

۳:...حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر شبہات:

جناب نے یہ بھی دریافت فرمایا ہے کہ کیا "کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" کی آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر اثر انداز نہیں ہوتی؟ جواباً گزارش ہے کہ یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کو، مجھ کو، زمین کے تمام لوگوں کو، آسمان کے تمام فرشتوں کو، بلکہ ہر ذِی رُوح مخلوق کو شامل ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر متنفس کو ایک نہ ایک دن مرنا ہے، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی موت آئے گی۔ لیکن کب؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا وقت بھی بتادیا ہے کہ آخری زمانے میں نازل ہوکر وہ چالیس برس زمین پر رہیں گے، پھر ان کا انتقال ہوگا، مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور میرے روضے

---

(۱) عن ابن عباس فی قوله تعالٰی: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبٰدُکَ ..... یقول: عبیدک قد استوجبوا العذاب بمقالتهم، وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ أی من ترکتُ منهم ومُدَّ فی عمره حتّٰی اُهبط من السماء الی الأرض لیقتل الدجال فنزلوا عن مقالتهم ووحدوک وأقروا أنا عبید وان تغفر لهم حیث رجعوا عن مقالتهم فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ. (تفسیر در منثور ج:۲ ص:۳۵۰، التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۲۹۲، ۲۹۳، طبع مکتبه دارالعلوم کراچی)۔

(۲و ۳) وتواترت الأخبار بأن المهدی من هٰذه الأمّة، وأن عیسٰی یصلی خلفه ذکر ذٰلک ردًّا للحدیث الذی أخرجه ابن ماجة عن أنس وفیه لَا مهدی اِلّا عیسٰی۔ (فتح الباری ج:۶ ص:۴۹۴، طبع دار نشر الکتب الإسلامیة، لَاهور)۔

میں ان کو دفن کیا جائے گا (مشکوٰۃ شریف ص:۴۸۰)۔[۱]

اس لئے آپ نے جو آیت نقل فرمائی ہے وہ اسلامی عقیدے پر اثر انداز نہیں ہوتی، البتہ یہ عیسائیوں کے عقیدے کو باطل کرتی ہے۔ اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے پادریوں کے وفد سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا تھا: "کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا ربّ زندہ ہے، کبھی نہیں مرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کو موت آئے گی۔" یہ نہیں فرمایا کہ: "عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں۔" (درمنثور ج:۲ ص:۳)۔[۲]

آخری گزارش

جیسا کہ میں نے ابتدا میں عرض کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و وفات کا مسئلہ آج پہلی بار میرے آپ کے سامنے پیش نہیں آیا اور نہ قرآنِ کریم ہی پہلی مرتبہ میرے، آپ کے مطالعے میں آیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے قرآن مجید متواتر چلا آتا ہے اور حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ بھی۔ اس اُمت میں اہلِ کشف، ملہم و مجدّد بھی گزرے ہیں اور بلند پایہ مفسرین و مجتہدین بھی، مگر ہمیں جناب مرزا صاحب سے پہلے کوئی ملہم، مجدّد، صحابی، تابعی اور فقیہ و محدث ایسا نظر نہیں آتا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانے میں دوبارہ تشریف آوری کا منکر ہو۔ قرآنِ کریم کی جن آیتوں سے جناب مرزا غلام احمد صاحب وفاتِ مسیح ثابت کرتے ہیں، ایک لمحے کے لئے سوچئے کہ کیا یہ آیات قرآنِ کریم میں پہلے موجود نہیں تھیں؟ کیا چودھویں صدی میں پہلی بار نازل ہوئی ہیں؟ یا گزشتہ صدیوں کے تمام اکابر... نعوذ باللہ... قرآن کو سمجھنے سے معذور اور عقل و فہم سے عاری تھے؟

> "پس اگر اسلام میں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے معلم نہیں آئے جن میں ظلّی طور پر نورِ نبوّت تھا تو گویا خدا تعالیٰ نے عمداً قرآن کو ضائع کیا کہ اس کے حقیقی اور واقعی طور پر سمجھنے والے بہت جلد دُنیا سے اُٹھا لئے۔ مگر یہ بات اس کے وعدے کے برخلاف ہے، جیسا کہ وہ فرماتا ہے إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحفظون۔ یعنی ہم نے ہی قرآن اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ اب میں نہیں سمجھ سکتا کہ اگر قرآن کے سمجھنے والے ہی باقی نہ رہے اور اس پر یقینی اور حالی طور پر ایمان لانے والے زاویۂ عدم میں مختفی ہوگئے تو پھر قرآن کی حفاظت کیا ہوئی .... اور اس پر ایک اور آیت بھی بیّن قرینہ ہے اور وہ یہ ہے: بل هو ايات بينات فى صدور الذين اوتوا العلم۔ یعنی قرآن آیاتِ بینات ہیں جو اہلِ علم کے سینوں میں ہیں .... یہ آیت بلند آواز سے پکار رہی ہے کہ کوئی حصہ قرآن کا برباد اور ضائع نہیں ہوگا اور جس طرح روزِ اوّل سے اس کا پودا دِلوں میں جمایا گیا، یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔"
>
> (شہادۃ القرآن ص:۵۴، ۵۵، مؤلفہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی)

---

(۱) عن عبدالله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ينزل عيسى ابن مريم الى الأرض فيتزوّج ويولد له ويمكث خمسًا وأربعين سنة ثم يموت فيدفن معي في قبري ...الخ۔ (مشكوٰة ص:۴۸۰، باب نزول عيسىٰ عليه السلام)۔

(۲) الستم تعلمون ان ربّنا حيٌّ لَا يموت وان عيسىٰ يأتي عليه الفناء۔ (در منثور ج:۲ ص:۳، طبع إيران)۔

بلاشبہ جس شخص کو قرآنِ کریم پر ایمان لانا ہوگا اسے اس تعلیم پر بھی ایمان لانا ہوگا جو گزشتہ صدیوں کے مجدّدین اور اکابرِ اُمت قرآنِ کریم سے متواتر سمجھتے چلے آئے ہیں، اور جو شخص قرآنِ کریم کی آیتیں پڑھ پڑھ کر ائمہ مجدّدین کے متواتر عقیدے کے خلاف کوئی عقیدہ پیش کرتا ہے، سمجھنا چاہئے کہ وہ قرآنِ کریم کی حفاظت کا منکر ہے۔

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر میں نے جو آیات پیش کی ہیں، ان کی تفسیر صحابہؓ و تابعینؒ کے علاوہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نقل کی ہے۔ ان کے علاوہ جس صدی کے ائمہ دِین اور صاحبِ کشف و اِلہام مجدّدین کے بارے میں آپ چاہیں، میں حوالے پیش کردُوں گا کہ انہوں نے قرآنِ کریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے اور آخری زمانے میں دوبارہ آنے کو ثابت کیا ہے۔

جن آیتوں کو آپ کی جماعت کے حضرات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی دلیل میں پیش کرتے ہیں، من گھڑت تفسیر کے بجائے ان سے کہئے کہ ان میں ایک ہی آیت کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، صحابہ کرامؓ سے، تابعینؒ سے یا بعد کے کسی صدی کے مجدّد کے حوالے سے پیش کردیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں، وہ آخری زمانے میں نہیں آئیں گے، بلکہ ان کی جگہ ان کا کوئی مثیل آئے گا۔ کیا یہ ظلم و ستم کی انتہا نہیں کہ جو مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ مجدّدین کے عقیدے پر قائم ہیں ان کو تو ''فیج اعوج'' (یعنی گمراہ اور کجرو لوگ) کہا جائے، اور جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اکابرِ اُمت کے خلاف قرآن کی تفسیر کریں اور ان تمام بزرگوں کو ''مشرک'' ٹھہرائیں، ان کو حق پر مانا جائے۔

رفع و نزولِ عیسیٰ ؑ کا منکر کافر ہے!

سوال:... محترمی و مکرمی!

ایک مضمون جو ملک کے مشہور پندرہ روزہ رسالے: ''تقاضے'' میں چھپا ہے، جس کے ایڈیٹر ہیں پیام شاہ جہاں پوری، اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر نہیں اُٹھائے گئے، مضمون ایڈیٹر صاحب نے خود تحریر فرمایا ہے، اور یہ مضمون روزنامہ مشرق کراچی کے اسسٹنٹ ایڈیٹر اختر رضوی کے ۸؍جولائی ۱۹۸۲ء کے اخبار ''امن'' میں مضمون ''بات صاف ہونی چاہئے'' کے جواب میں لکھا گیا ہے، ہم سوال و جواب نقل کئے دیتے ہیں، علمائے کرام سے جواب کا منتظر رہوں گا۔

جواب ضرور عنایت فرمائیں، نہایت مشکور ہوں گا، جوابی لفافہ ارسال کیا جارہا ہے۔

''سوال:... کیا یہ عقیدہ اسلام کے مطابق ہے کہ کعبۃ اللہ، اللہ کا گھر (جائے رہائش ہے) اور وہ عرش اعظم پر رکھی ہوئی جلیل القدر کرسی پر رونق افروز ہوا کرتا ہے، عرشِ اعظم ساتویں آسمان کے اوپر ہے۔

جواب:... کعبہ، اللہ کا گھر ضرور ہے مگر اس کی جائے رہائش ہرگز نہیں، اللہ کے گھر سے مراد یہ ہے کہ اس گھر میں صرف اور صرف اللہ کی عبادت ہوگی، غیر اللہ کی عبادت یہاں حرام ہے، جہاں تک جائے رہائش کا تعلق ہے، یہ خیال قدوری خواں مولویوں کو ہوسکتا ہے، کوئی روشن خیال عالم دین اس قسم کے لغو عقیدے کا تصور بھی نہیں کرسکتا، نہ اللہ تعالیٰ عرش اعظم پر رکھی ہوئی کسی کرسی پر رونق افروز ہوا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ زمان و مکان کی

قیود سے بالا ہے، اگر وہ عرش اعظم یا اس پر رکھی ہوئی کرسی پر رونق افروز ہوگیا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ محدود و مقید ہوگیا، ایسا سوچنا بھی اللہ تعالیٰ کی ارفع و اعلیٰ شان کے بارے میں انتہا درجے کی بے ادبی ہے، یہ مغالطہ عرش کے لفظ سے پیدا ہوا ہے، عربی زبان میں عرش کے معنی حکومت کے ہیں، مقصد یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تخلیق کا عمل مکمل کردیا تو اس کے ساتھ ہی اس کی حکومت شروع ہوگئی، اور اس کائنات کی ہر چیز اس کی تابع فرماں ہوگئی، ''اپنے عرش پر مضبوطی سے قائم ہوگیا'' کی تفسیر اتنی ہے اور باقی قصے کہانیاں ہیں جو بائبل سے اسلام میں داخل ہوگئے، اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زمین سے اٹھا کر عرش تک پہنچادیا، پھر انہیں خداوند تعالیٰ کے دائیں جانب بٹھادیا، اس سے عیسائی حضرات کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ نعوذ باللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے آقا و مولا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے کہ وہ تو دو ہزار سال سے اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب رونق افروز ہیں، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی زمین میں مدفون ہیں، افسوس کہ ہمارے مفسرین اور علمائے کرام نے قرآن پر تدبر نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کی والدہ کے بارے میں فرمادیا:

ترجمہ:... ''یعنی وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔''

غور کرنا چاہئے کہ کون سا نبی ایسا گزرا ہے جو کھانا نہیں کھاتا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ کو یہ وضاحت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا کر انہیں آسمان پر بٹھادیا، مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باطل نظریات کی تردید کی اور فرمایا کہ جو شخص کھانا کھاتا ہو وہ خدا کا بیٹا نہیں ہوسکتا، کیونکہ خدا کھانے پینے کا محتاج نہیں، اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس غلط نظریہ کی تردید فرمادی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر تشریف فرما ہیں۔

ارشاد ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھانا کھایا کرتے تھے، جس شخص کا مادی جسم دُنیاوی اور مادی غذا کا محتاج ہو وہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں سال تک کھانے کھائے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، کیونکہ آسمان پر گندم یا مکئی کے کھیت یا آٹا پیسنے کی چکی اور باورچی خانہ کی موجودگی کا کوئی ثبوت قرآن سے نہیں ملتا، نہ وہاں کپاس کے کھیت اور کپڑا بننے کی مشینیں ہیں، اور ظاہر ہے کہ ان چیزوں کے بغیر انسان کی مادی زندگی کا قائم رہنا ناممکن ہے، ہاں اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا مادی جسم دُنیا میں چھوڑ گئے جو کھانے پینے اور کپڑے کا محتاج تھا، اور صرف ان کی روح اللہ تعالیٰ کے پاس چلی گئی تو کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ سارے انبیاء و شہداء کی ارواح اللہ تعالیٰ کے پاس چلی گئیں جن کے بارے میں وہ فرماتا ہے کہ ہم انہیں غذا دیتے ہیں (جس کے ذریعہ وہ زندہ ہیں)، ظاہر ہے وہ مادی غذا نہیں روحانی غذا ہوگی، کیونکہ ان انبیاء اور شہداء کے جسم تو اس دُنیا میں رہ گئے۔

ہمارے بعض علمائے سلف بھی غلط فہمی کا شکار ہوگئے اور یہ عقیدہ اختیار کرلیا کہ اللہ واقعی کسی تخت پر جلوہ

افروز ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پاس تشریف فرما ہیں، جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین سے آسمان پر گئے ہی نہیں تو اس کے دائیں طرف کیسے بیٹھ گئے، جب اللہ تعالیٰ لامحدود اور زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پاس کیسے جاسکتے ہیں، یا بیٹھ سکتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلالیا تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا کسی محدود جگہ جلوہ افروز ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پاس ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو سات حصوں میں ضرور تقسیم کیا ہے، مگر یہ کہنا کہ ساتویں آسمان پر اس کا عرش ہے جس پر وہ کرسی بچھائے رونق افروز ہے، خداوند کریم کی شان سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔''

ہم نے مضمون نقل کردیا ہے، علمائے کرام سے وضاحت کے طلبگار ہیں، دعا ہے کہ ہادی برحق ہم تمام مسلمانوں کو راہ مستقیم پر قائم رکھے۔ آمین جواب کا منتظر: ظفر اقبال اعوان

جواب:... یہ مضمون سارے کا سارا غلط اور لغو ہے، اللہ تعالیٰ تو عرش پر بیٹھا ہے کوئی نہیں مانتا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کا واقعہ خود قرآنِ کریم میں موجود ہے،(۱) مگر اہلِ اسلام میں سے کوئی شخص اس کا قائل نہیں کہ وہ عرش پر خدا کے پاس تشریف فرما ہیں، بلکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث معراج کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان پر ہیں۔(۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا اور قربِ قیامت میں دوبارہ زمین پر نازل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تمام صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ، مجددینِ امتؒ اور پوری امتِ اسلامیہ کا متفق علیہ اور قطعی متواتر عقیدہ ہے، اس کا منکر کافر ہے۔

رہا یہ شبہ کہ آسمان پر ان کی غذا کیا ہے؟ یہ شبہ نہایت احمقانہ ہے، کیا خدا تعالیٰ کے لئے ان کے مناسب حال غذا مہیا کردینا مشکل ہے؟ یہ کھیت، چکیاں، کارخانے بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں، وہ خود ان چیزوں کا محتاج نہیں، بغیر ان اسباب کے بھی غذا مہیا کرسکتا ہے، قرآنِ کریم میں حضرت مریم والدۂ عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے کہ ان کے پاس غیب سے رزق آتا تھا اور بے موسم کے پھل انہیں ملتے تھے،(۳) وہ کس کھیت اور کارخانے سے تیار ہوکر آتے تھے؟ شبہ اس سے پیدا ہوتا ہے کہ جب احمق لوگ خدا تعالیٰ کی قدرت کو بھی اپنے پیمانے سے ناپتے ہیں۔

الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اُٹھایا جانا اور آخری زمانے میں ان کا نازل ہونا، اسلام کا قطعی عقیدہ ہے، اور جو شخص اپنی جہالت کی وجہ سے اس کا انکار کرے وہ مسلمان نہیں۔ واللہ اعلم!

---

(۱) ''اِذْ قَالَ اللهُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا'' الآیة (آل عمران:۵۵)۔

(۲) عن أنس بن مالک عن مالک بن صعصعة ان نبی الله صلی الله علیه وسلم حدثهم عن لیلة اسری به .... ثم صعد بی حتی أتی السماء الثانیة فاستفتح قیل: من هٰذا؟ قال: جبریل! قیل: ومن معک؟ قال: محمد! قیل: وقد أرسل إلیه؟ قال: نعم، قیل: مرحبًا به فنعم المجیٔ جاء! ففتح فلما خلصت إذا یحیٰی وعیسٰی وهما ابنا خالة قال هٰذا یحیٰی وهٰذا عیسٰی فسلّم علیهما فسلمّت فردّا ثم قالا مرحبا بالأخ الصالح والنبی الصالح۔ (مشکوٰة، باب فی المعراج ص:۵۲۷)۔

(۳) ''کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا، قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا، قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ، اِنَّ اللهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ'' (آل عمران:۳۷)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رُوح اللہ ہونا

سوال:... ایک عیسائی نے یہ سوال کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رُوح اللہ ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ ہیں، اس طرح حضرت عیسیٰ رسول اللہ کے ساتھ رُوح اللہ بھی ہیں، لہٰذا حضرت عیسیٰ کی شان بڑھ گئی۔

جواب:... یہ سوال محض مغالطہ ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رُوح اللہ اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کی رُوح بلاواسطہ باپ کے ان کی والدہ کے شکم میں ڈالی گئی، باپ کے واسطے سے بغیر پیدا ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت ضرور ہے مگر اس سے ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ ورنہ آدم علیہ السلام کا عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونا لازم آئے گا، کہ وہاں ماں اور باپ دونوں کا واسطہ نہیں تھا۔ پس جس طرح حضرت آدم علیہ السلام بغیر واسطہ والدین کے محض حق تعالیٰ شانہ کے کلمہ ''کن'' سے پیدا ہوئے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر واسطہ والد کے کلمہ ''کن'' سے پیدا ہوئے، اور جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کا بغیر ماں باپ کے وجود میں آنا ان کی افضلیت کی دلیل نہیں، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ان کی افضلیت کی دلیل نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مدفن کہاں ہوگا؟

سوال:... میں اس وقت آپ کی توجہ اخبار ''جنگ'' میں ''کیا آپ جانتے ہیں؟'' کے عنوان سے سوال نمبر:۲ ''جس حجرے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دفن ہیں، وہاں مزید کتنی قبروں کی گنجائش ہے؟ اور وہاں کس کے دفن ہونے کی روایت ہے؟ یعنی وہاں کون دفن ہوں گے؟'' اس کے جواب میں حضرت مہدیؒ لکھا ہوا ہے۔ جبکہ ہم آج تک علماء سے سنتے آئے ہیں کہ حجرے میں حضرت عیسیٰؑ دفن ہوں گے۔

جواب:... حجرہ شریفہ میں چوتھی قبر حضرت مہدیؒ کی نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہوگی۔ (۱)

حضرت مریمؓ کے بارے میں عقیدہ

سوال:... مسلمانوں کو حضرت مریمؓ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہئے اور ہمیں آپؓ کے بارے میں کیا معلومات نصوصِ قطعیہ سے حاصل ہیں؟ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت آپؓ کی شادی ہوئی تھی، اگر ہوئی تھی تو کس کے ساتھ؟ کیا حضرت مریمؓ حضرت عیسیٰؑ کے ''رفع الی السماء'' کے بعد زندہ تھیں؟ آپ نے کتنی عمر پائی اور کہاں دفن ہیں؟ کیا کسی مسلم عالم نے اس بارے میں کوئی مستند کتاب لکھی ہے؟ میری نظر سے قادیانی جماعت کی ایک ضخیم کتاب گزری ہے، جس میں کئی حوالوں سے یہ کہا گیا ہے کہ حضرت مریمؓ پاکستان کے شہر مری میں دفن ہیں، اور حضرت عیسیٰؑ مقبوضہ کشمیر کے شہر سری نگر میں۔

---

(۱) عن عبداللہ بن سلام قال: یدفن عیسی بن مریم علیہ السلام مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ رضی اللہ عنہما، فیکون قبرہ رابع۔ (مجمع الزوائد ج:۸ ص:۲۷۰، طبع بیروت)۔

جواب:...نصوصِ صحیحہ سے جو کچھ معلوم ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مریمؑ کی شادی کسی سے نہیں ہوئی،[1] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے وقت زندہ تھیں یا نہیں؟ کتنی عمر ہوئی؟ کہاں وفات پائی؟ اس بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی تذکرہ نہیں۔ موٴرخین نے اس سلسلے میں جو تفصیلات بتائی ہیں، ان کا ماٴخذ بائبل یا اِسرائیلی روایات ہیں۔ قادیانیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اس کی تائید قرآن وحدیث تو کجا، کسی تاریخ سے بھی نہیں ہوتی، ان کی جھوٹی مسیحیت کی طرح ان کی تاریخ بھی "خانہ ساز" ہے۔

---

(۱) "وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ .... اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ...... قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ، قَالَ كَذٰلِكِ اللهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ...الخ" (آل عمران: ۴۲ تا ۴۷)۔ "قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ...الخ۔ (مریم: ۱۹، ۲۰)۔ واصطفاک علٰی نساء العالمین بأن وهب لک عیسٰی من غیر أب ولم یکن ذٰلک لأحد من النساء۔ (تفسیر مدارک ج:۱ ص:۲۵۵ سورة آل عمران)۔ "وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ مَرْيَمَ" وهی مریم بنت عمران من سلالة داوٗد علیه السلام، وكانت من بيت طاهر طيب فى بنى اسرائيل ..... ونشأت فى بنى اسرائيل نشأة عظيمة، فكانت احدى العابدات الناسكات المشهورات بالعبادة العظيمة والتبتّل والدوٴوب۔ (تفسير ابن كثير ج:۴ ص:۲۶۳، طبع رشيديه كوئٹه)۔

آخری زمانے میں آنے والے مسیح کی شناخت

اہلِ انصاف کو غور و فکر کی دعوت

مکرم و محترم جناب.........صاحب!......زیدت الطافہم، آداب و دعوات

مزاجِ گرامی! جناب کا گرامہ نامہ محرّرہ ۲۶ رمئی ۱۹۷۹ء آج ۱۶ رجون کو مجھے ملا، قبل ازیں چار گرامی ناموں کا جواب لکھ چکا ہوں، آج کے خط میں آپ نے مرزا صاحب کے کچھ دعوے، کچھ اشعار اور کچھ پیش گوئیاں ذکر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی نقل کیا ہے کہ: ''جب مسیح اور مہدی ظاہر ہو تو اس کو میرا اسلام پہنچائیں'' اور پھر اس ناکارہ کو یہ نصیحت فرمائی ہے کہ:

> ''اب تک آپ نے (یعنی راقم الحروف نے) اس کی تباہی و بربادی کی تدبیریں کر کے بہت کچھ اس کے خدا اور رسول کی مخالفت کرلی، اب خدا کے لئے اپنے دِل پر رحم فرمائیں، اگر اپنی اِصلاح نہیں کر سکتے تو دُوسروں کی گمراہی اور حق سے دُوری کی کوششوں سے باز رہ کر اپنے لئے اِلٰہی ناراضگی تو مول نہ لیں۔''

جناب کی نصیحت بڑی قیمتی ہے، اگر جناب مرزا صاحب واقعی مسیح اور مہدی ہیں تو کوئی شک نہیں کہ ان کی مخالفت خدا اور رسول کی مخالفت ہے، حق سے دُوری و گمراہی ہے، اور اِلٰہی ناراضگی کا موجب ہے۔ اور اگر وہ مسیح یا مہدی نہیں تو جو لوگ ان کی پیروی کر کے سچے مسیح اور سچے مہدی کے آنے کی نفی کر رہے ہیں، ان کے گمراہ ہونے، حق سے دُور ہونے، اِلٰہی ناراضگی کے نیچے ہونے اور خدا اور رسول کے مخالف ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے۔ اگر واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح علیہ السلام کو سلام پہنچانے کا حکم فرمایا ہے تو کھلی ہوئی بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو یہ ہدایت بھی فرمائی ہوگی کہ حضرت مسیح اور حضرت مہدی کی کیا کیا علامتیں ہیں؟ وہ کب تشریف لائیں گے؟ کتنی مدّت رہیں گے؟ کیا کیا کارنامے انجام دیں گے؟ اور ان کے زمانے کا نقشہ کیا ہوگا؟ پس اگر مرزا صاحب اس معیار پر، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، پورے اُترتے ہیں تو ٹھیک ہے، انہیں ضرور مسیح مانئے اور ان کی دعوت بھی دیجئے۔ ورنہ ان کی حیثیت سیّد محمد جونپوری، مُلّا محمد اٹکی اور علی محمد باب وغیرہ جھوٹے مدعیانِ مسیحیت و مہدویت کی ہوگی، اور ان کو مسیح کہہ کر احادیثِ نبویہ کو ان پر چسپاں کرنا ایسا ہوگا کہ کوئی شخص ''بوم'' کا نام ''ہما'' رکھ کر ہما کی صفات و کمالات اس پر چسپاں کرنے لگے، اور لوگوں کو اسے ''ہما'' سمجھنے کی دعوت دے۔ لہٰذا مجھ پر، آپ پر اور سارے انسانوں پر لازم ہے کہ مرزا صاحب کو فرمودۂ نبوی کی کسوٹی پر جانچیں، وہ کھرے نکلیں تو مانیں، کھوٹے نکلیں تو انہیں مسترد کردیں۔ اس منصفانہ اُصول کو سامنے رکھ کر میں جناب کو بھی آپ کی اپنی نصیحت پر عمل کرنے، اور مرزا صاحب کی حیثیت پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہوں، اور اس سلسلے میں چند نکات مختصراً عرض کرتا ہوں، وَبِاللهِ التَّوْفِیْقُ!

۱:...حضرت مسیح علیہ السلام کب آئیں گے؟

اس سلسلے میں سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کب آئیں گے؟ کس زمانے میں ان کی تشریف آوری ہوگی؟ اس کا جواب خود جناب مرزا صاحب ہی کی زبان سے سننا بہتر ہوگا۔ مرزا صاحب اپنے نشانات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پہلا نشان: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ یبعث لھٰذہ الأمّۃ علیٰ رأس کل مائۃ من یجدّد لھا دینھا۔ (رواہ ابوداوٗد ج:۲ ص:۲۳۳ باب ما یذکر فی قرن المائۃ)

یعنی خدا ہر ایک صدی کے سر پر اس اُمت کے لئے ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے دِین کو تازہ کرے گا۔

اور یہ بھی اہلِ سنت کے درمیان متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدّد اس اُمت کا مسیحِ موعود ہے جو آخری زمانے میں ظاہر ہوگا، اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ یہ آخری زمانہ ہے یا نہیں؟ یہود و نصاریٰ دونوں قومیں اس پر اِتفاق رکھتی ہیں کہ یہ آخری زمانہ ہے، اگر چاہو تو پوچھ لو۔'' (حقیقۃ الوحی ص:۱۹۳)

مرزا صاحب نے اپنی دلیل کو تین مقدموں سے ترتیب دیا ہے:

الف:...ارشادِ نبوی کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدّد ہوگا۔

ب:...اہلِ سنت کا اِتفاق کہ آخری صدی کا آخری مجدّد مسیح ہوگا۔

ج:...یہود و نصاریٰ کا اتفاق کہ مرزا صاحب کا زمانہ آخری زمانہ ہے۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ اگر چودھویں صدی آخری زمانہ ہے تو اس میں آنے والا مجدّد بھی ''آخری مجدّد'' ہوگا، اور جو ''آخری مجدّد'' ہوگا لازماً وہی مسیحِ موعود بھی ہوگا۔ لیکن اگر چودھویں صدی کے ختم ہونے پر پندرھویں صدی شروع ہوگئی[1] تو فرمودۂ نبوی کے مطابق اس کے سر پر بھی کوئی مجدّد آئے گا، اس کے بعد سولہویں صدی شروع ہوئی تو لازماً اس کا بھی کوئی مجدّد ضرور ہوگا۔

پس نہ چودھویں صدی آخری زمانہ ہوا اور نہ مرزا صاحب کا ''آخری مجدّد'' ہونے کا دعویٰ صحیح ہوا۔ اور جب وہ ''آخری مجدّد'' نہ ہوئے تو مہدی یا مسیح بھی نہ ہوئے، کیونکہ ''اہلِ سنت میں یہ امر متفق علیہ امر ہے کہ ''آخری مجدّد'' اس اُمت کے حضرت مسیح علیہ السلام ہوں گے۔'' اگر آپ صرف اسی ایک نکتے پر بنظرِ اِنصاف غور فرمائیں تو آپ کا فیصلہ یہ ہوگا کہ مرزا صاحب کا دعویٰ غلط ہے، وہ مسیح اور مہدی نہیں۔

۲:...حضرت مسیح علیہ السلام کتنی مدّت قیام فرمائیں گے؟

زمانۂ نزولِ مسیح کا تصفیہ ہوجانے کے بعد دُوسرا سوال یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کتنی مدّت زمین پر قیام فرمائیں گے؟ اس کا

---

(۱) یہ تحریر پندرھویں صدی شروع ہونے سے پہلے کی ہے۔

جواب یہ ہے کہ احادیثِ طیبہ میں ان کی مدّتِ قیام چالیس سال ذِکر فرمائی گئی ہے۔ (حقیقۃ النبوۃ ص:۱۹۲، از مرزا محمود احمد صاحب) یہ مدّت خود مرزا صاحب کو بھی مُسلَّم ہے، بلکہ اپنے بارے میں ان کا چہل (۴۰) سالہ دعوت کا اِلہام بھی ہے، چنانچہ اپنے رسالے ''نشانِ آسمانی'' میں شاہ نعمت ولی کے شعر:

تا چہل سال اے برادر من!
دور آں شہسوار می بینم

کو نقل کرکے لکھتے ہیں:

''یعنی اس روز سے جو وہ اِمامِ ملہم ہوکر اپنے تئیں ظاہر کرے گا، چالیس برس تک زندگی کرے گا، اب واضح رہے کہ یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوتِ حق کے لئے بالہامِ خاص مأمور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ اَسّی ۸۰ برس تک یا اس کے قریب تیری عمر ہے، سو اس اِلہام سے چالیس برس تک دعوت ثابت ہوتی ہے، جن میں سے دس برس کامل گزر بھی گئے۔'' (ص:۱۳ طبع چہارم اگست ۱۹۳۴ء)

مرزا صاحب کے اس حوالے سے واضح ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام چالیس برس زمین پر رہیں گے اور سب جانتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں مسیحیت کا دعویٰ کیا اور ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو داغِ مفارقت دے گئے، گویا مسیح ہونے کے دعوے کے ساتھ کل ساڑھے سترہ برس دُنیا میں رہے۔ اور اگر اس کے ساتھ وہ زمانہ بھی شامل کرلیا جائے جبکہ ان کا دعویٰ صرف مجدّدیت کا تھا، مسیحیت کا نہیں تھا، تب بھی جون ۱۸۹۲ء (جو ''نشانِ آسمانی'' کا سنِ تصنیف ہے) تک ''دس برس کامل'' کا زمانہ اس میں مزید شامل کرنا ہوگا اور ان کی مدّتِ قیام ۲۶ سال بنے گی۔ لہٰذا فرمودۂ نبوی (چالیس برس زمین پر رہیں گے) کے معیار پر تب بھی وہ پورے نہ اُترے، اور نہ کا دعویٔ مسیحیت ہی صحیح ثابت ہوا۔ یہ دُوسرا نکتہ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب مسیح نہیں تھے۔

۳:...حضرت مسیح علیہ السلام کے احوالِ شخصیہ:

الف:...شادی اور اولاد:

حضرت مسیح علیہ السلام زمین پر تشریف لانے کے بعد شادی کریں گے، اور ان کے اولاد ہوگی (مشکوٰۃ ص:۴۸۰)۔[۱]

یہ بات جناب مرزا صاحب کو بھی مُسلَّم ہے، چنانچہ وہ اپنے ''نکاحِ آسمانی'' کی تائید میں فرماتے ہیں:

''اس پیش گوئی[۲] کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے سے پیش گوئی فرمائی ہوئی ہے: ''یتزوج ویولد له'' یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا، اور نیز صاحبِ اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذِکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں، کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے،

---

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ينزل عيسى ابن مريم إلى الأرض فيتزوج ويولد له. (مشكوة ص:۴۸۰، باب نزول عيسىٰ).
(۲) محمدی بیگم سے مرزا صاحب کے نکاحِ آسمانی کی اِلہامی پیش گوئی۔

اس میں کچھ خوبی نہیں، بلکہ تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بطورِ نشان ہوگا۔ اور اولاد سے مراد خاص اولاد ہے، جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سیاہ دِل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔'' (ضمیمہ انجامِ آتھم ص:۵۴)

بلاشبہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے پورا ہونے سے منکر ہو، اس کے سیاہ دِل ہونے میں کوئی شبہ نہیں![1]

جناب مرزا صاحب کی یہ تحریر ۱۸۹۶ء کی ہے، اس وقت مرزا صاحب کی شادیاں ہوچکی تھیں، اور دونوں سے اولاد بھی موجود تھی، مگر بقول ان کے ''اس میں کچھ خوبی نہیں''، لیکن جس شادی کو بطورِ نشان ہونا تھا اور اس سے جو ''خاص اولاد'' پیدا ہونی تھی، جس کی تصدیق کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''یتزوج ویولد لہ'' فرمایا تھا، وہ مرزا صاحب کو نصیب نہ ہوسکی۔ لہٰذا وہ اس معیارِ نبوی پر بھی پورے نہ اُترے۔ اور جو لوگ خیال کرتے ہوں کہ مسیح کے لئے اس خاص شادی اور اس سے اولاد کا ہونا کچھ ضروری نہیں، اس کے بغیر بھی کوئی شخص ''مسیحِ موعود'' کہلاسکتا ہے، مرزا صاحب کے بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ بالا ارشاد میں ان ہی سیاہ دِل منکروں کے شبہات کا اِزالہ فرمایا ہے۔ یہ تیسرا نکتہ ہے جس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب مسیح نہیں تھے۔

ب:...حج وزیارت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات ذِکر کرتے ہوئے ان کے حج وعمرہ کرنے اور روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر سلام پیش کرنے کو بطورِ خاص ذِکر فرمایا ہے (مستدرک حاکم ج:۲ ص:۵۹۵)۔[2]

جناب مرزا صاحب کو بھی یہ معیار مُسلَّم تھا، چنانچہ ''ایام الصلح'' میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ آپ نے اب تک حج کیوں نہیں کیا؟ کہتے ہیں:

''ہمارا حج تو اس وقت ہوگا جب دجال بھی کفر اور دجل سے باز آکر طوافِ بیت اللہ کرے گا، کیونکہ بموجب حدیثِ صحیح کے وہی وقت مسیحِ موعود کے حج کا ہوگا۔'' (ص:۱۶۸)

ایک اور جگہ مرزا صاحب کے ملفوظات میں ہے:

''مولوی محمد حسین بٹالوی کا خط حضرت مسیحِ موعود کی خدمت میں سنایا گیا۔ جس میں اس نے اِعتراض کیا تھا کہ آپ حج کیوں نہیں کرتے؟ اس کے جواب میں حضرت مسیحِ موعود نے فرمایا کہ:

---

(۱) سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے پہلی زندگی میں نکاح نہیں کیا تھا اور بیوی بچوں کے قصے سے آزاد رہے تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوبارہ تشریف لائیں گے تو نکاح بھی کریں گے اور ان کے اولاد بھی ہوگی۔

(۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لیھبطن عیسَی ابن مریم حَکَمًا عدلًا وإمامًا مقسطًا ولیسلکن فجا حاجًا أو معتمرًا او بنیّتھا ولیأتین قبری حتّٰی یسلّم علیّ ولأردنّ علیه. یقول أبو ھریرة: أی ابن أخی إن رأیتموہ فقولوا أبوھریرة یقرئک السلام۔ (مستدرک حاکم ج:۲ ص:۵۹۵، طبع دار الفکر، بیروت)۔

میرا پہلا کام خنزیروں کا قتل اور صلیب کی شکست ہے، ابھی تو میں خنزیروں کو قتل کر رہا ہوں، بہت سے خنزیر مر چکے ہیں اور بہت سخت جان ابھی باقی ہیں، ان سے فرصت اور فراغت ہو لے۔''

(ملفوظاتِ احمدیہ حصہ پنجم ص:۲۶۴، مرتبہ: منظور اِلٰہی صاحب)

مگر سب دُنیا جانتی ہے کہ مرزا صاحب حج وزیارت کی سعادت سے آخری لحۂ حیات تک محروم رہے، لہٰذا وہ اس معیارِ نبوی کے مطابق بھی مسیحِ موعود نہ ہوئے۔

ج:...وفات اور تدفین:

حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: اپنی مدّتِ قیام پوری کرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اِنتقال ہوگا، مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے، اور انہیں روضۂ اطہر میں حضراتِ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پہلو میں دفن کیا جائے گا (مشکوٰۃ ص:۴۸۰)۔[1]

جناب مرزا صاحب بھی اس معیارِ نبوی کو تسلیم کرتے ہیں۔ ''کشتی نوح'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیحِ موعود میری قبر میں دفن ہوگا، یعنی وہ میں ہی ہوں۔''

(ص:۱۵)

دُوسری جگہ لکھتے ہیں:

''ممکن ہے کوئی مثیلِ مسیح ایسا بھی آجائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کے پاس دفن ہو۔''

(ازالہ اوہام ص:۴۷۰)

اور سب دُنیا جانتی ہے کہ مرزا صاحب کو روضۂ اطہر کی ہوا بھی نصیب نہ ہوئی، وہ تو ہندوستان کے قصبہ قادیان میں دفن ہوئے، لہٰذا وہ مسیحِ موعود بھی نہ ہوئے۔

۴:...حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے:

جس مسیح علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پہنچانے کا حکم فرمایا ہے، ان کے بارے میں یہ وضاحت بھی فرمادی ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوں گے۔

یہ معیارِ نبوی خود مرزا صاحب کو بھی مُسلَّم ہے، چنانچہ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:

''مثلاً صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے نازل ہوں گے تو ان

---

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ينزل عيسَى ابن مريم إلى الأرض فيتزوج ويولد له ويمكث خمسًا وأربعين سنة ثم يموت فيُدفن معي في قبري، فأقوم أنا وعيسَى ابن مريم في قبر واحد بين أبي بكر وعمر. رواه ابن الجوزي في كتاب الوفاء. (مشكوٰة ص:۴۸۰، باب نزول عيسٰى عليه السلام).

کا لباس زرد رنگ کا ہوگا۔“ (ص:۸۱)

اور سب کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب، چراغ بی بی کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے، اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ عورت کے پیٹ کا نام ”آسمان“ نہیں، لہٰذا مرزا صاحب مسیح نہ ہوئے۔

۵:...حضرت مسیح علیہ السلام کے کارنامے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مسیح کے آنے کی خبر دی اور جنہیں سلام پہنچانے کا حکم فرمایا، ان کے کارنامے بڑی تفصیل سے اُمت کو بتائے، مثلاً صحیح بخاری کی حدیث میں ہے:

”وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ! لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ اِبْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا فَیُکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْحَرْبَ۔“ (صحیح بخاری ج:۱ ص:۴۹۰)

ترجمہ:... ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! کہ عنقریب تم میں حضرت عیسیٰ بن مریم حاکمِ عادل کی حیثیت سے نازل ہوں گے، پس صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کردیں گے اور لڑائی موقوف کردیں گے۔“

اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اَز نزول متعدّد کارنامے مذکور ہیں، ان کی مختصر تشریح کرنے سے پہلے لازم ہے کہ ہم اس حقیقت کو من وعن تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھاکر بیان فرمائی ہے۔ کیونکہ قسم اسی جگہ کھائی جاتی ہے، جہاں اس حقیقت کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہو، یا وہ مخاطبین کو کچھ اعجوبہ اور چنبھا معلوم ہوتی ہو، اور اسے بغیر کسی تأویل کے تسلیم کرنے پر آمادہ نظر نہ آتے ہوں، قسم کھانے کے بعد جو لوگ اس قسم کو سچا سمجھیں گے وہ اس حقیقت کو بھی تسلیم کریں گے۔ لیکن جو لوگ اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے گریز کریں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ انہیں قسم کھانے والے کی قسم پر بھی اعتبار نہیں، اور نہ وہ اسے سچا ماننے کے لئے تیار ہیں، یہ بات خود مرزا صاحب کو بھی مُسلَّم ہے، وہ لکھتے ہیں:

”والقسم یدل علیٰ ان الخبر محمول علی الظاھر، لَا تأویل فیه ولَا استثناء۔“

(حقیقة النبوة ص:۱۴)

(قسم اس اَمر کی دلیل ہے کہ خبر اپنے ظاہر پر محمول ہے، اس میں نہ کوئی تأویل ہے اور نہ اِستثناء۔)

الف:...مسیح علیہ السلام کون ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قسم کھاکر فرماتے ہیں کہ:

۱:...آنے والے مسیح کا نام عیسیٰ ہوگا، جبکہ مرزا صاحب کا نام غلام احمد تھا، ذرا غور فرمائیے کہ کہاں عیسیٰ اور کہاں غلام احمد؟ ان دونوں ناموں کے درمیان کیا جوڑ؟

۲:...مسیح کی والدہ کا نام مریم صدیقہ ہے، جبکہ مرزا صاحب کی ماں کا نام چراغ بی بی تھا۔

۳:...مسیح علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، جبکہ مرزا صاحب نازل نہیں ہوئے۔

یہ تینوں خبریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلفاً دی ہیں۔ اور ابھی معلوم ہوچکا ہے کہ جو خبر قسم کھا کر دی جائے اس میں کسی تأویل اور کسی اِستثناء کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اب انصاف فرمائیے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان حلفیہ خبروں میں تأویل کرتے ہیں کیا ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے؟ یا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں...!

ب:...حاکمِ عادل:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں حلفیہ خبر دی ہے کہ وہ حاکمِ عادل کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور ملتِ اِسلامیہ کی سربراہی اور حکومت و خلافت کے فرائض انجام دیں گے۔ اس کے برعکس مرزا صاحب پشتوں سے انگریزوں کے محکوم اور غلام چلے آتے تھے، ان کا خاندان انگریزی سامراج کا ٹوڈی تھا، خود مرزا صاحب کا کام انگریزوں کے لئے مسلمانوں کی جاسوسی کرنا تھا، اور وہ انگریزوں کی غلامی پر فخر کرتے تھے، ان کو ایک دن کے لئے بھی کسی جگہ کی حکومت نہیں ملی۔ اس لئے ان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صادق نہیں آتا۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں:

''ممکن ہے اور بالکل ممکن ہے[1] کہ کسی زمانے میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے ظاہری الفاظ صادق آسکیں، کیونکہ یہ عاجز اس دُنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔''

(ازالہ اوہام ص:۲۰۰)

پس جب مرزا صاحب بقول خود حکومت و بادشاہت کے ساتھ نہیں آئے، اور ان پر فرمانِ نبوی کے الفاظ صادق نہیں آتے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق وہ مسیح نہ ہوئے۔

ج:...کسرِ صلیب:

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا سب سے اہم اور اصل مشن اپنی قوم کی اِصلاح کرنا ہے، اور ان کی قوم کے دو حصے ہیں: ایک مخالفین یعنی یہود، اور دُوسرے محبین، یعنی نصاریٰ۔

ان کے نزول کے وقت یہود کی قیادت دجال یہودی کے ہاتھ میں ہوگی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاکر سب سے پہلے دجال کو قتل اور یہود کا صفایا کریں گے، (میں اسے آگے چل کر ذِکر کروں گا)۔ ان سے نمٹنے کے بعد آپ اپنی قوم نصاریٰ کی طرف متوجہ ہوں گے، اور ان کی غلطیوں کی اِصلاح فرمائیں گے۔ ان کے اِعتقادی بگاڑ کی ساری بنیاد عقیدۂ تثلیث، کفارہ اور صلیب پرستی پر مبنی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے واضح ہوجائے گا کہ وہ بھی دُوسرے انسانوں کی طرح ایک انسان ہیں، لہٰذا تثلیث کی تردید ان کا سراپا وجود ہوگا، کفارہ اور صلیب پرستی کا مدار اس پر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو...معاذ اللہ...سولی پر لٹکایا گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بقیدِ حیات ہونا، ان کے عقیدۂ کفارہ اور تقدسِ صلیب کی نفی ہوگی۔ اس لئے تمام عیسائی اسلام کے حلقہ بگوش

(۱) صرف ''ممکن'' نہیں بلکہ قطعی و یقینی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلفیہ بیان پورا نہ ہو، ناممکن...! (از مصنفؒ)

ہو جائیں گے اور اپنے سارے عقائدِ باطلہ سے توبہ کرلیں گے، اور ایک بھی صلیب دُنیا میں باقی نہیں رہے گی۔

خنزیر خوری ان کی ساری معاشرتی بُرائیوں کی بنیاد تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب کو توڑ ڈالیں گے، اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ جس سے عیسائیوں کے اِعتقادی اور معاشرتی بگاڑ کی ساری بنیادیں منہدم ہو جائیں گی۔ اور خود نصاریٰ مسلمان ہوکر صلیب کو توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کا کام کریں گے۔ اور جو شخص صلیبی طاقتوں کا جاسوس ہو، اس کو کسرِ صلیب کی توفیق ہو بھی کیسے سکتی تھی...؟

یہ ہے وہ ''کسرِ صلیب''، جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے ذیل میں حلفاً بیان فرمایا ہے۔

جناب مرزا صاحب کو کسرِ صلیب کی توفیق جیسی ہوئی، وہ کسی بیان کی محتاج نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی مزعومہ ''کسرِ صلیب'' کے دور میں عیسائیت کو روز افزوں ترقی ہوئی، خود مرزا صاحب کا بیان ملاحظہ فرمائیے:

> ''اور جب تیرھویں صدی کچھ نصف سے زیادہ گزر گئی تو یک دفعہ اس دجالی گروہ کا خروج ہوا اور پھر ترقی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اس صدی کے اَواخر میں بقول پادری ہیکر صاحب پانچ لاکھ تک صرف ہندوستان میں ہی کرستان شدہ لوگوں کی نوبت پہنچ گئی اور اندازہ کیا گیا کہ قریباً بارہ سال میں ایک لاکھ آدمی عیسائی مذہب میں داخل ہو جاتا ہے۔'' (ازالہ اوہام ص:۴۹۱)

یہ تو مرزا صاحب کی سبز قدمی سے ان کی زندگی میں حال تھا، اب ذرا ان کے دُنیا سے رُخصت ہونے کا حال سنئے! اخبار ''الفضل'' قادیان ۱۹ رجون کی اشاعت میں صفحہ:۵ پر لکھتا ہے:

> ''کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت ہندوستان میں عیسائیوں کے (۱۳۷) مشن کام کر رہے ہیں، یعنی ہیڈ مشن۔ ان کی برانچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہیڈ مشنوں میں اٹھارہ سو سے زائد پادری کام کر رہے ہیں۔ (۴۰۳) اسپتال ہیں، جن میں (۵۰۰) ڈاکٹر کام کر رہے ہیں، (۴۳) پریس ہیں اور تقریباً (۱۰۰) اخبارات مختلف زبانوں میں چھپتے ہیں۔ (۵۱) کالج، (۶۱۷) ہائی اسکول اور (۶۱) ٹریننگ کالج ہیں۔ ان میں ساٹھ ہزار طالبِ علم تعلیم پاتے ہیں۔ مکتی فوج[1] میں (۳۰۸) یورپین اور (۲۸۸۶) ہندوستانی مناد کام کرتے ہیں۔ ان کے ماتحت (۵۰۷) پرائمری اسکول ہیں جن میں (۱۸۶۷۵) طالبِ علم پڑھتے ہیں، (۱۸) بستیاں اور گیارہ اخبارات ان کے اپنے ہیں، اس فوج کے مختلف اداروں کے ضمن میں (۳۲۹۰) آدمیوں کی پرورِش ہو رہی ہے۔ اور ان سب کوششوں اور قربانیوں کا نتیجہ یہ ہے کہ کہا جاتا ہے روزانہ (۲۲۴) مختلف مذاہب کے آدمی ہندوستان میں عیسائی ہو رہے ہیں۔ ان کے مقابلے میں مسلمان کیا کر رہے ہیں؟ وہ تو شاید اس کام کو قابلِ توجہ بھی نہیں سمجھتے۔ (یوں بھی یہ چارج مسیح کے سپرد کیا جا چکا تھا، اس لئے مسلمانوں کو اس طرف توجہ کیوں ہوتی؟

---

(۱) عیسائی مشنریوں نے ایک ''سیلویشن آرمی'' بنائی ہے، جس کے معنی ہیں ''نجات دہندہ فوج'' عرفِ عام میں ''مکتی فوج'' کہلاتی ہے، اس کے آدمی باقاعدہ وردیاں پہنتے ہیں اور اس کے رُموز سے بے خبر مسلمان ملکوں نے اس فوج کو اِرتداد پھیلانے کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ (از مصنف)

...ناقل) احمدی جماعت کو سوچنا چاہئے کہ عیسائیوں کی مشنریوں کی تعداد کے اس قدر وسیع جال کے مقابلے میں اس کی مساعی کی کیا حیثیت ہے، ہندوستان بھر میں ہمارے دو درجن مبلغ ہیں اور وہ بھی جن مشکلات میں کام کر رہے ہیں، انہیں بھی ہم خوب جانتے ہیں۔''

دیدۂ عبرت سے ''الفضل'' کی رپورٹ پڑھئے کہ ۱۹۴۱ء میں (۸۱۷۶۰) اکیاسی ہزار سات سو ساٹھ آدمی سالانہ کے حساب سے صرف ہندوستان میں عیسائی ہو رہے تھے، باقی سب دُنیا کا قصہ الگ رہا۔ اب انصاف سے بتائیے کہ کیا یہی ''کسرِ صلیب'' تھی جس کی خوشخبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلفاً دے رہے ہیں؟ اور کیا یہی ''کاسرِ صلیب'' مسیح ہے جسے سلام پہنچانے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصیت فرما رہے ہیں؟ کسوٹی میں نے آپ کے سامنے پیش کردی ہے۔ اگر آپ کھوٹے کھرے کو پرکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو آپ کے ضمیر کو فیصلہ کرنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ''مسیحِ قادیانی'' کو ''کاسرِ صلیب'' کہہ کر سلام نہیں بھجوا رہے، وہ کوئی اور ہی مسیح ہوگا جو چند دنوں میں عیسائیت کے آثار رُوئے زمین سے صفایا کردے گا، صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ۔

مرزا صاحب کی کوئی بات تأویلات کی بیساکھیوں کے بغیر کھڑی نہیں ہوسکتی تھی، حالانکہ میں عرض کرچکا ہوں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلفیہ بیان ہے جس میں تأویلات کی سرے سے گنجائش ہی نہیں، اسی لئے مرزا صاحب نے ''کسرِ صلیب'' کے معنی ''موتِ مسیح کا اعلان'' کرنے کے فرمایا۔ چونکہ مرزا صاحب نے بزعمِ خود مسیح علیہ السلام کو مار کر... نعوذ باللہ... یوز آسف کی قبر واقع محلہ خانیار سرینگر میں انہیں دفن کردیا۔ اس لئے فرض کرلینا چاہئے کہ بس صلیب ٹوٹ گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون!

مرزا صاحب نے بہت سی جگہ اس بات کو بڑے طمطراق سے بیان کیا ہے کہ میں نے عیسائیوں کا خدا مار دِیا، ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

''اصل میں ہمارا وجود دو باتوں کے لئے ہے، ایک تو ایک نبی کو مارنے کے لئے، دُوسرا شیطان کو مارنے کے لئے۔'' (ملفوظات ج:۱۰ ص:۶۰)

اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو عقل و فہم کی دولت عطا فرمائی ہے تو اسے سوچنا چاہئے کہ ہندوستان میں عیسائیوں کے خدا کو مارنے کا سہرا ''سرسیّد'' کے سر پر ہے، جس زمانے میں مرزا صاحب حیاتِ مسیح کا عقیدہ رکھتے تھے اور ''براہین احمدیہ'' میں صفحہ:۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۵ میں قرآنِ کریم کی آیات اور اپنے اِلہامات کے حوالے دے کر حیاتِ مسیح ثابت فرماتے تھے، سرسیّد بزعمِ خود اسی وقت عیسیٰ علیہ السلام کی موت... نعوذ باللہ... از رُوئے قرآن ثابت کرچکے تھے۔ حکیم نورالدین، مولوی عبدالکریم، مولوی محمد احسن امروہوی اور کچھ جدید تعلیم یافتہ طبقے سرسیّد کے نظریات سے متأثر ہوکر وفاتِ مسیح کے قائل تھے۔ اس لئے اگر وفاتِ مسیح ثابت کرنا ''کسرِ صلیب'' ہے تو ''مسیحِ موعود'' اور ''کاسرِ صلیب'' کا خطاب مرزا صاحب کو نہیں بلکہ سرسیّد احمد خان کو ملنا چاہئے۔

اور اس بات پر بھی غور فرمائیے کہ عیسائیوں کی صلیب پرستی اور کفارے کا مسئلہ صلیب کے اس تقدس پر مبنی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام... نعوذ باللہ... صلیب پر لٹکائے گئے، اور اس نکتے کو مرزا صاحب نے خود تسلیم کرلیا۔ مرزا صاحب کو عیسائیوں سے صرف اتنی بات میں اختلاف ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے، بلکہ کالمیت (مردے کی مانند) ہوگئے تھے اور بعد میں اپنی طبعی موت مرے۔

بہرحال مرزا صاحب کو عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر لٹکایا جانا بھی مُسلَّم اور ان کا فوت ہوجانا بھی مُسلَّم، اس سے تو عیسائیوں کے عقیدہ وتقدسِ صلیب کی تائید ہوئی نہ کہ "کسرِ صلیب"۔

اس کے برعکس اسلام یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر لٹکائے جانے کا افسانہ ہی یہودیوں کا خود تراشیدہ ہے، جسے عیسائیوں نے اپنی جہالت سے مان لیا ہے۔ ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ صلیب پر لٹکائے گئے، اور نہ صلیب کے تقدس کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے، اور یہی وہ حقیقت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر کھلے گی، اور دونوں قوموں پر ان کی غلطی واضح ہوجائے گی۔ جس کے لئے نہ مناظروں اور اشتہاروں کی ضرورت ہوگی نہ "لندن کانفرنسوں" کی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجودِ سامی ان کے عقائد کے غلط ہونے کی خود دلیل ہوگا۔

د:...لڑائی موقوف، جزیہ بند:

صحیح بخاری کی مندرجہ بالا حدیث میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ایک کارنامہ "یضع الحرب" بیان فرمایا ہے، یعنی وہ لڑائی اور جنگ کو ختم کردیں گے۔ اور دُوسری روایات میں اس کی جگہ "ویضع الجزیة" کے لفظ ہیں، یعنی جزیہ موقوف کردیں گے۔

مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں بے شمار جگہ اس ارشادِ نبوی کے حوالے سے انگریزی حکومت کی دائمی غلامی اور ان کے خلاف جہاد کو حرام قرار دیا۔ حالانکہ حدیثِ نبوی کا منشا یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد لوگوں کے مذہبی اور نفسانی اختلافات مٹ جائیں گے (جیسا کہ آگے "زمانے کا نقشہ" کے ذیل میں آتا ہے)، اس لئے نہ لوگوں کے درمیان کوئی عداوت و کدورت باقی رہے گی، نہ جنگ وجدال۔ اور چونکہ تمام مذاہب مٹ جائیں گے، اس لئے جزیہ بھی ختم ہوجائے گا۔

اِدھر مرزا صاحب کی سبز قدمی سے اب تک دو عالمی جنگیں ہوچکی ہیں، روزانہ کہیں نہ کہیں جنگ جاری ہے، اور تیسری عالمی جنگ کی تلوار اِنسانیت کے سروں پر لٹک رہی ہے، اور مرزا صاحب جزیہ تو کیا بند کرتے، وہ اور ان کی جماعت آج تک خود غیرمسلم قوتوں کی باج گزار ہے۔ اب انصاف فرمایئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح علیہ السلام کی جو یہ علامت حلفاً بیان فرمائی ہے کہ ان کے زمانے میں لڑائی بند ہوجائے گی اور جزیہ موقوف ہوجائے گا، کیا یہ علامت مرزا صاحب میں پائی گئی؟ اگر نہیں، اور یقیناً نہیں، تو مرزا صاحب کو مسیح ماننا کتنی غلط بات ہے...!

ہ:...قتلِ دجال:

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ایک عظیم الشان کارنامہ "قتلِ دجال" ہے۔ احادیثِ طیبہ کی روشنی میں دجال کا مختصر قصہ یہ ہے کہ وہ یہود کا رئیس ہوگا، ابتدا میں نیکی و پارسائی کا اِظہار کرے گا، پھر نبوّت کا دعویٰ کرے اور بعد میں خدائی کا (فتح الباری ج:۱۳ ص:۹۱)۔[1] وہ آنکھ سے کانا ہوگا، ماتھے پر "کافر" یا (ک،ف،ر) لکھا ہوگا، جسے ہر خواندہ و ناخواندہ مسلمان پڑھے گا، اس نے اپنی جنت و دوزخ بھی

---

(۱) وأما صفته فمذكورة في أحاديث الباب، وأما الذي يدعيه فإنه يخرج أولًا فيدعي الإيمان والصلاح، ثم يدعي النبوة ثم يدعي الإلٰهية. (فتح الباري ج:۱۳ ص:۹۱، باب ذكر الدَّجّال، طبع دار نشر الكتب الإسلامية، لاهور).

بنا رکھی ہوگی (مشکوٰۃ ص:۴۷۳)۔[1] اِصفہان کے ستر ہزار یہودی اس کے ہمراہ ہوں گے (مشکوٰۃ ص:۴۷۵)۔[2] شام و عراق کے درمیان سے خروج کرے گا، اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا، چالیس دن تک زمین میں اودھم مچائے گا، ان چالیس دنوں میں سے پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا، دُوسرا ایک ماہ کے برابر، تیسرا ایک ہفتے کے برابر، اور باقی ۳۶ دن معمول کے مطابق ہوں گے۔ ایسی تیزی سے مسافت طے کرے گا جیسے ہوا کے پیچھے بادل ہوں (مشکوٰۃ ص:۴۷۳)۔[3]

لوگ اس کے خوف سے بھاگ کر پہاڑوں میں چلے جائیں گے۔[4] حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو فتنہ و اِستدراج دِیا جائے گا۔ اس کے خروج سے پہلے تین سال ایسے گزریں گے کہ پہلے سال ایک تہائی بارش اور ایک تہائی غلے کی کمی ہوجائے گی،[5] دُوسرے سال دو تہائی کی کمی ہوگی اور تیسرے سال نہ بارش کا قطرہ برسے گا اور نہ زمین کوئی روئیدگی ہوگی۔ اس شدّتِ قحط سے حیوانات اور درندے تک مریں گے۔ جو لوگ دجال پر ایمان لائیں گے ان کی زمینوں پر بارش ہوگی اور ان کی زمیں میں روئیدگی ہوگی، ان کے چوپائے کوکھیں بھرے ہوئے چراگاہ سے لوٹیں گے، اور جو لوگ اس کو نہیں مانیں گے، وہ مفلوک الحال ہوں گے، ان کے سب مال مویشی تباہ ہوجائیں گے (مشکوٰۃ ص:۴۷۳، ۴۷۷)۔[6]

دجال ویرانے پر سے گزرے گا تو زمین کو حکم دے گا کہ: ''اپنے خزانے اُگل دے!'' چنانچہ خزانے نکل کر اس کے ہمراہ ہولیں گے (مشکوٰۃ ص:۴۷۳)۔[7]

ایک دیہاتی اَعرابی سے کہے گا کہ: ''اگر میں تیرے اُونٹ کو زندہ کردُوں تو مجھے مان لے گا؟'' وہ کہے گا: ''ضرور!'' چنانچہ شیطان اس کے اُونٹوں کی شکل میں سامنے آئیں گے اور وہ سمجھے گا کہ واقعی اس کے اُونٹ زندہ ہوگئے ہیں، اور اس شعبدے کی وجہ سے دجال کو خدا مان لے گا۔[8]

---

(۱) وان الدَّجّال مَمْسُوحُ العين عليها ظفرة غليظة مكتوبٌ بين عينَيه "كافر" يقرأه كل مؤمن كاتبٌ وغير كاتب. أيضًا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الدَّجّال أعوَر العين اليُسرىٰ جفال الشعر معه جنّته وناره، فناره جنّة، وجنّته نارٌ. (مشكوة ص:۴۷۳، باب العلامات بين يدى الساعة، الفصل الأوّل).

(۲) عن أنس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يتبع الدَّجّال من يهود إصفهان سبعون ألفًا عليهم الطيالسة.

(۳) أنه خارج خلة بين الشام والعراق فعاث يمينًا وعاث شمالًا، يا عباد الله فاثبتوا! قلنا: يا رسول الله! وما لبثه فى الأرض؟ قال: أربعون يومًا، يوم كسنة، ويوم كشهر، ويوم كجمعة، وسائر أيّامه كأيّامكم. قلنا: يا رسول الله! وما إسراعه فى الأرض؟ قال: كالغيث استدبرته الرِّيحُ. (مشكوة ص:۴۷۳، باب العلامات بين يدى الساعة، الفصل الأوّل).

(۴) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليفرّنّ النّاس من الدَّجّال حتّى يلحقوا بالجبال. (مشكوة ص:۴۷۵).

(۵) فقال: ان بين يديه ثلاث سنين، سنةٌ تُمسكُ السماء فيها ثلث قطرها، والأرض ثلث نباتها، والثانية تمسك السماء ثلثى قطرها ...إلخ. (مشكوة ص:۴۷۷).

(۶) قلنا: يا رسول الله! وما إسراعه فى الأرض؟ قال: كالغيث استدبرته الريح، فيأتى على القوم فيدعوهم فيؤمنون به فيأمر السماء فتُمطر والأرض فتُنبت، فتروح عليهم سارحتهم الحول ما كانت ذُرى واسبغه ضروعا وامده خواصير ...إلخ.

(۷) ويمرّ بالخربة فيقول لها: أخرجِى كنوزكِ! فتتبعه كنوزها ...إلخ. (مشكوة ص:۴۷۳).

(۸) انه يأتى الأعرابى فيقول: أرأيت إن أحيَيْتُ لک إبلک ألستَ تعلم أنّى ربّک؟ فيقول: بلىٰ! فيمثّلُ له الشيطان نحو إبله كأحسن ما يكون ضروعًا واعظمه اسنمه. (مشكوة ص:۴۷۷).

اسی طرح ایک شخص سے کہے گا کہ: ''اگر میں تیرے باپ اور بھائی زندہ کردُوں تو مجھے مان لے گا؟'' وہ کہے گا: ''ضرور!'' چنانچہ اس کے باپ اور بھائی کی قبر پر جائے گا تو شیاطین اس کے باپ اور بھائی کی شکل میں سامنے آکر کہیں گے: ''ہاں! یہ خدا ہے، اسے ضرور مانو!'' (مشکوٰۃ ص:۴۷۷)۔[1]

اس قسم کے بے شمار شعبدوں سے وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو گمراہ کرے گا، اور اللہ تعالیٰ کے خاص مخلص بندے ہی ہوں گے جو اس کے دجل وفریب اور شعبدوں اور کرشموں سے متأثر نہیں ہوں گے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ جو شخص خروجِ دجال کی خبر سنے، اس سے دُور بھاگ جائے (مشکوٰۃ ص:۴۷۷)۔[2]

بالآخر دجال اپنے لاؤ لشکر سمیت مدینہ طیبہ کا رُخ کرے گا، مگر مدینہ طیبہ میں داخل نہیں ہوسکے گا، بلکہ اُحد پہاڑ سے پیچھے پڑاؤ کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کا رُخ ملکِ شام کی طرف پھیر دیں گے، اور وہیں جاکر وہ ہلاک ہوگا (مشکوٰۃ ص:۴۷۵)۔[3]

دجال جب شام کا رُخ کرے گا تو اس وقت حضرت اِمام مہدی علیہ الرضوان قسطنطنیہ کے محاذ پر نصاریٰ سے مصروفِ جہاد ہوں گے، خروجِ دجال کی خبر سن کر ملکِ شام کو واپس آئیں گے، اور دجال کے مقابلے میں صف آرا ہوں گے، نمازِ فجر کے وقت، جبکہ نماز کی اِقامت ہوچکی ہوگی، عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نماز کے لئے آگے کریں گے، اور خود پیچھے ہٹ آئیں گے، مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہی کو نماز پڑھانے کا حکم فرمائیں گے (مشکوٰۃ ص:۴۸۰)۔ نماز سے فارغ ہوکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کے مقابلے کے لئے نکلیں گے، وہ آپ کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑا ہوگا، اور سیسے کی طرح پگھلنے لگے گا، آپ ''بابِ لُد'' پر (جو اس وقت اسرائیلی مقبوضات میں ہے) اسے جالیں گے اور اسے قتل کردیں گے (مشکوٰۃ ص:۴۷۳)۔[4]

اِمام ترمذیؒ، حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرکے کہ: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو بابِ لُد پر قتل کریں گے'' فرماتے ہیں:

> ''اس باب میں عمران بن حصینؓ، نافع بن عقبہؓ، ابی برزہؓ، حذیفہ بن اُسیدؓ، ابی ہریرہؓ، کیسانؓ، عثمان بن ابی العاصؓ، جابرؓ، ابی اُمامہؓ، ابنِ مسعودؓ، عبداللہ بن عمرؓ، سمرہ بن جندبؓ، نواس بن سمعانؓ، عمر بن عوفؓ، حذیفہ بن

---

(۱) قال: ویأتی الرجل قد مات أخوه ومات أبوه فیقول: أرأیت إن أحییتُ لک أباک وأخاک ألستَ تعلم أنّی ربّک؟ فیقول: بلیٰ! فیُمثّلُ له الشیطان نحوه أبوه ونحو أخیه. (مشکوٰة ص:۴۷۷).

(۲) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: مَن سمع بالدَّجّال فَلْیَنأ منهُ فوالله! ان الرّجل لیأتیه وهو یحسب انّه مؤمن فیتبعه مما یبعث به من الشبهات. (مشکوٰة ص:۴۷۷، باب العلامات بین یدی الساعة، الفصل الثانی).

(۳) وعن أبی هریرة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: یأتی المسیح من قِبل المشرق همته المدینة حتّٰی ینزل دُبرَ اُحد ثم تصرف الملائکة وجهه قِبل الشام وهنالک یَهلِک. (مشکوٰة ص:۴۷۵).

(۴) فیطلبه حتّٰی یدرکه بباب لُدّ فیقتلهٗ. (مشکوٰة ص:۴۷۳، باب العلامات بین یدی الساعة، الفصل الأوّل).

یمانؓ (یعنی پندرہ صحابہ) سے احادیث مروی ہیں، یہ حدیث صحیح ہے۔'' (ترمذی ج:۲ ص:۴۸)

یہ ہے وہ دجال جس کے قتل کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی ہے، اور جس کے قاتل کو سلام پہنچانے کا حکم فرمایا ہے۔

کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان ہی نہ رکھتا ہو تو اس کی بات دُوسری ہے، لیکن جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے، اسے انصاف کرنا چاہئے کہ کیا ان صفات کا دجال کبھی دُنیا میں نکلا ہے؟ اور کیا کسی عیسیٰ ابنِ مریم نے اسے قتل کیا ہے...؟

جس طرح مرزا صاحب کی مسیحیت خودساختہ تھی، اسی طرح انہیں دجال بھی مصنوعی تیار کرنا پڑا، چنانچہ فرمایا کہ عیسائی پادریوں کا گروہ دجال ہے، یہ بات مرزا صاحب نے اتنی تکرار سے لکھی ہے کہ اس کے لئے کسی حوالے کی ضرورت نہیں۔

اوّل تو یہ پادری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پہلے سے چلے آرہے تھے، اگر یہی دجال ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانے ہی میں فرمادیتے کہ یہ دجال ہیں۔ پھر کیا وہ نقشہ اور دجال کی وہ صفات واحوال جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں، ان عیسائی پادریوں میں پائے جاتے ہیں؟

اور اگر مرزا صاحب کی اس تأویل کو صحیح بھی فرض کرلیا جائے تو عقل وانصاف سے فرمایا جائے کہ کیا مرزا صاحب کی مسیحیت سے پادری ہلاک ہوچکے؟ اور اَب دُنیا میں کہیں عیسائی پادریوں کا وجود باقی نہیں رہا؟ یہ تو ایک مشاہدے کی چیز ہے، جس کے لئے قیاس ومنطق لڑانے کی ضرورت نہیں۔ اگر مرزا صاحب کا دجال قتل ہوچکا ہے تو پھر دُنیا میں عیسائی پادریوں کی کیوں بھرمار ہے؟ اور دُنیا میں عیسائیت روزافزوں ترقی کیوں کررہی ہے...؟

۶:...مسیح علیہ السلام کے زمانے کا عام نقشہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بابرکت زمانے کا نقشہ بھی بڑی وضاحت وتفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ اِختصار کے مدِنظر میں یہاں بطورِ نمونہ صرف ایک حدیث کا ترجمہ نقل کرتا ہوں، جسے مرزا محمود احمد صاحب نے حقیقۃ النبوۃ کے صفحہ:۱۹۲ پر نقل کیا ہے، یہ ترجمہ بھی خود مرزا محمود احمد صاحب کے قلم سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''انبیاء علاتی بھائیوں کی طرح ہوتے ہیں، ان کی مائیں تو مختلف ہوتی ہیں، اور دِین ایک ہوتا ہے، اور میں عیسیٰ ابنِ مریم سے سب زیادہ تعلق رکھنے والا ہوں، کیونکہ اس کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں، اور وہ نازل ہونے والا ہے، پس جب اسے دیکھو تو پہچان لو کہ وہ درمیانہ قامت، سرخی سفیدی ملا ہوا رنگ، زرد کپڑے پہنے ہوئے، اس کے سر سے پانی ٹپک رہا ہوگا، گو سر پر پانی ہی نہ ڈالا ہو۔ اور وہ صلیب کو توڑ دے گا اور خنزیر کو قتل کردے گا اور جزیہ ترک کردے گا، اور لوگوں کو اِسلام کی طرف دعوت دے گا۔ اس کے زمانے میں سب مذاہب ہلاک ہوجائیں گے، اور صرف اسلام ہی رہ جائے گا، اور شیر اُونٹوں کے ساتھ، چیتے گائے بیلوں کے ساتھ،

بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرتے پھریں گے، اور بچے سانپوں سے کھیلیں گے اور وہ ان کو نقصان نہ دیں گے۔ عیسیٰ بن مریم چالیس سال زمین پر رہیں گے اور پھر وفات پاجائیں گے اور مسلمان ان کے جنازے کی نماز پڑھیں گے۔"[1]

اس حدیث کو بار بار بنظرِ عبرت پڑھا جائے، کیا مرزا صاحب کے زمانے کا یہی نقشہ ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لڑائی بند ہوجائے گی، مگر اخباری رپورٹ کے مطابق اس صدی میں صرف ۲۴ دن ایسے گزرے ہیں جب زمین انسانی خون سے لالہ زار نہیں ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں امن و آشتی کا یہ حال ہوگا کہ دو آدمیوں کے درمیان تو کیا، دو درندوں کے درمیان بھی عداوت نہیں ہوگی۔ مگر یہاں خود مرزا صاحب کی جماعت میں عداوت و نفرت کے شعلے بھڑک رہے ہیں، دُوسروں کی تو کیا بات ہے...!

۷:...دُنیا سے بے رغبتی اور اِنقطاع الی اللہ:

صحیح بخاری شریف کی حدیث... جس کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے... کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مال سیلاب کی طرح بہ پڑے گا، یہاں تک کہ اسے کوئی قبول نہیں کرے گا، حتیٰ کہ ایک سجدہ دُنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا (صحیح بخاری ج:۱ ص:۴۹۰)۔[2]

اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ایک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے دُنیا کو قیامت کے قریب آلگنے کا یقین ہوجائے گا، اس لئے ہر شخص پر دُنیا سے بے رغبتی اور اِنقطاع الی اللہ کی کیفیت غالب آجائے گی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحبتِ کیمیا اثر اس جذبے کو مزید جلا بخشے گی۔ دُوسرے، زمین اپنی تمام برکتیں اُگل دے گی اور فقر و افلاس کا خاتمہ ہوجائے گا، حتیٰ کہ کوئی شخص زکوٰۃ لینے والا بھی نہیں رہے گا۔ اس لئے مالی عبادات کے بجائے نماز ہی ذریعۂ تقرّب رہ جائے گی اور دُنیا و مافیہا کے مقابلے میں ایک سجدے کی قیمت زیادہ ہوگی۔

جناب مرزا صاحب کے زمانے میں اس کے بالکل برعکس حرص اور لالچ کو ایسی ترقی ہوئی کہ جب سے دُنیا پیدا ہوئی ہے، اتنی ترقی اسے شاید کبھی نہیں ہوئی ہوگی۔

---

(۱) وفی روایة أبی داوٗد وأحمد، واللفظ لأحمد: الأنبیاء إخوة لعلّات، اُمّھاتھم شتّٰی، ودینھم واحد، وأنا أولَی الناس بعیسَی ابن مریم، لأنه لم یکن بینی وبینه نبیٌّ، وإنه نازل فإذا رأیتموہ فأعرفوہ، رجلًا مربوعًا إلی الحمرة والبیاض، علیه ثوبان ممصّران، کأن رأسه یقطر وإن لم یصبه بلل، فیدق الصلیب، ویقتل الخنزیر، ویضع الجزیة، ویدعو الناس إلی الإسلام، فیھلک اللہ فی زمانه الملل کلھا إلّا الإسلام، ویھلک اللہ فی زمانه المسیح الدجّال، وتقع الأمنة علی الأرض حتّٰی ترتع الأسود مع الإبل، والنّمار مع البقر، والذئاب مع الغنم، ویلعب الصبیان بالحیات لَا تضرھم، فیمکث فی الأرض أربعین سنة، ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون ویدفنونه. (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۹۵، ۹۶، طبع دارالعلوم کراچی)۔

(۲) إن سعید بن المسیب سمع أبا ھریرة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: والذی نفسی بیدہ! .... ویفیض المال حتّٰی لَا یقبله أحد، حتّٰی تکون السجدة الواحدة خیر من الدنیا وما فیھا. (صحیح البخاری ج:۱ ص:۴۹۰، باب نزول عیسَی ابن مریم علیه السلام)۔

حرفِ آخر

چونکہ آنجناب نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں خدا اور رسول کی مخالفت ترک کرنے کی اس ناکارہ کو فہمائش کی ہے، اس لئے میں جناب سے اور آپ کی وساطت سے آپ کی جماعت اور جماعت کے اِمام جناب مرزا ناصر احمد صاحب سے اپیل کروں گا کہ خدا اور رسول کے فرمودات کو سامنے رکھ کر مرزا صاحب کی حالت پر غور فرمائیں۔ اگر مرزا صاحب مسیح ثابت ہوتے ہیں تو بے شک ان کو مانیں، اور اگر وہ معیارِ نبوی پر پورے نہیں اُترتے تو ان کو ''مسیحِ موعود'' ماننا خدا اور رسول کی مخالفت اور اپنی ذات سے صریح بے انصافی ہے، اب چونکہ پندرھویں صدی کی آمد آمد ہے،[1] ہمیں نئی صدی کے نئے مجدّد کے لئے منتظر رہنا چاہئے۔ اور مرزا صاحب کے دعوے کو غلط سمجھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی تصدیق کرنی چاہئے، کیونکہ خود مرزا صاحب کا ارشاد ہے:

''اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دِکھایا جو مسیحِ موعود اور مہدیٔ موعود کو کرنا چاہئے، تو پھر میں سچا ہوں، اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مرگیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔

پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علتِ غائی ظہور میں نہ آوے تو میں جھوٹا ہوں۔''

(مرزا صاحب کا خط بنام قاضی نذر حسین، مندرجہ اخبار ''بدر'' ۱۹؍جولائی ۱۹۰۶ء)

جناب مرزا صاحب کا آخری فقرہ آپ کے پورے خط کا جواب ہے۔

پیش گوئیوں کی، بلند آہنگ دعووں کی، اشعار کی، رسالوں کی، کتابوں کی، پریس کانفرنسوں کی، پریس (وغیرہ وغیرہ) کی صداقت و حقانیت کے بازار میں کوئی قیمت نہیں ہے، دیکھنے کی چیز وہ معیارِ نبوی ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو عطا فرمایا۔ اگر مرزا صاحب ہزار تأویلوں کے باوجود بھی اس معیارِ صداقت پر پورے نہیں اُترتے تو اگر آپ ان کی حقانیت پر ''کروڑ نشان'' بھی پیش کردیں تب بھی نہ وہ ''مسیحِ موعود'' بنتے ہیں اور نہ ان کو مسیحِ موعود کہنا جائز ہے۔ میں جناب کو دعوت دیتا ہوں کہ مرزا صاحب کے دعاوی سے دست بردار ہوکر فرموداتِ نبوی پر اِیمان لائیں، حق تعالیٰ آپ کو اس کا اَجر دیں گے، اور اگر آپ نے اس سے اِعراض کیا تو مرنے کے بعد اِن شاء اللہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

ستعلم لیلٰی أیّ دین تداینت
وأیّ غریم فی التقاضی غریمها
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّآخِرًا

فقط والدعا

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

(۱) یہ خط ۱۳۹۹ھ کے وسط میں آج سے بارہ سال پہلے لکھا گیا تھا، آج پندرھویں صدی کے بھی دس سال گزر چکے ہیں، اور چودھویں صدی کے ختم ہونے سے مرزا غلام احمد کا دعویٰ قطعاً غلط ثابت ہوچکا ہے۔ (از مصنفؒ)

المہدی والمسیح کے بارے میں پانچ سوالوں کا جواب

سوال نامہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کے ساتھ ایک دو دفعہ جمعہ نماز پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی، آپ کی تقاریر بھی سنیں، آپ کو دُوسرے علمائے کرام سے بہت مختلف پایا۔ اور آپ کی باتوں اور آپ کے علم سے بہت متأثر ہوا ہوں۔ آپ سے نہایت ادب کے ساتھ اپنے دِل کی تسلی کے لئے چند ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں، اُمید ہے جواب سے ضرور نوازیں گے۔

۱:... اِمام مہدی علیہ السلام کے بارے میں کیا کیا نشانیاں ہیں؟ اور وہ کب آئیں گے؟ اور کہاں آئیں گے؟

۲:... اِمام مہدی علیہ السلام کو کیا ہم پاکستانی یا پاکستان کے رہنے والے مانیں گے یا نہیں؟ کیونکہ پاکستانی آئین کے مطابق ایسا کرنے والا غیرمسلم ہے؟

۳:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق ذرا وضاحت سے تحریر فرمائیں۔

۴:... حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق ایک آدمی کلمہ پڑھنے کے بعد دائرۂ اسلام میں داخل ہوجاتا ہے، یعنی کلمہ صرف وہی آدمی پڑھتا ہے جس کو خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور خاتم النبیین پر مکمل یقین ہوتا ہے، اس کے باوجود ایک گروہ کو جو صدقِ دِل سے کلمہ پڑھتا ہے، ان کو کافر کیوں کہا جاتا ہے؟

۵:... اگر آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر مانتے ہیں تو ان کی واپسی کیسے ہوگی؟ اور ان کے واپس آنے پر ''خاتم النبیین'' لفظ پر کیا اثر پڑے گا؟

اُمید ہے کہ آپ جواب سے ضرور نوازیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو مزید علم سے سرفراز فرمائے (آمین ثم آمین)۔

آپ کا مخلص

پرویز احمد عابد، اسٹیٹ لائف

اسٹیٹ لائف بلڈنگ، نواں شہر، ملتان

جواب

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

ا:... اِمام مہدیؒ کی نشانیاں:

اِمام مہدی رضی اللہ عنہ کی نشانیاں تو بہت ہیں، مگر میں صرف ایک نشانی بیان کرتا ہوں، اور وہ یہ کہ بیت اللہ شریف میں حجرِ اَسوَد اور مقامِ اِبراہیم کے درمیان ان کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت ہوگی۔ اِمام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ "اِزالۃ الخفاء" میں لکھتے ہیں:

مابیقین مے دانیم کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نص فرمودہ است با آنکہ اِمام مہدی در دامان قیامت موجود خواہد شد، ودے عنداللہ وعند رسولہ اِمامِ برحق است و پُر خواہد کرد زمین را بعدل وانصاف، چنانکہ پیش ازوے پُر شدہ باشد بجور وظلم ...... پس بایں کلمہ افادہ فرمودہ اند استخلاف اِمام مہدی را واجب شد اِتباع وے در آنچہ تعلق بخلیفہ دارد، چوں وقت خلافت او آید، لیکن ایں معنی بالفعل نیست مگر نزدیک ظہور اِمام مہدیؒ وبیعت باو میان رُکن ومقام۔" (ازالۃ الخفاء فارسی ج:۱ ص:۶)

ترجمہ:... "ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نص فرمائی ہے کہ اِمام مہدیؒ قربِ قیامت میں ظاہر ہوں گے، اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اِمام برحق ہیں، اور وہ زمین کو عدل وانصاف کے ساتھ بھر دیں گے، جیسا کہ ان سے پہلے ظلم اور بے انصافی کے ساتھ بھری ہوئی ہوگی ...... پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اِرشاد سے اِمام مہدیؒ کے خلیفہ ہونے کی پیش گوئی فرمائی۔ اور اِمام مہدیؒ کی پیروی کرنا ان اُمور میں واجب ہوا جو خلیفہ سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ ان کی خلافت کا وقت آئے گا، لیکن یہ پیروی فی الحال نہیں، بلکہ اس وقت ہوگی جبکہ اِمام مہدیؒ کا ظہور ہوگا، اور حجرِ اَسوَد اور مقامِ اِبراہیم کے درمیان ان کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت ہوگی۔"

حضرت شاہ صاحبؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حدیثِ نبوی کی رُو سے:

ا:... سچے مہدیؒ کا ظہور قربِ قیامت میں ہوگا۔

۲:... اِمام مہدیؒ مسلمانوں کے خلیفہ اور حاکم ہوں گے۔

۳:... اور رُکن ومقام کے درمیان حرم شریف میں ان کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت ہوگی۔ اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ جن لوگوں نے ہندوستان میں مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، ان کا دعویٰ خالص جھوٹ تھا۔

۲:...اِمام مہدیؒ اور آئینِ پاکستان:

اِمام مہدی علیہ الرضوان جب ظاہر ہوں گے تو ان کو پاکستانی بھی ضرور مانیں گے، کیونکہ اِمام مہدی نبی نہیں ہوں گے، نہ وہ نبوّت کا دعویٰ کریں گے، نہ لوگ ان کی نبوّت پر اِیمان لائیں گے۔ پاکستان کے آئین میں نبوّت کا دعویٰ کرنے والوں اور جھوٹے مدعیانِ نبوّت پر اِیمان لانے والوں کو غیرمسلم قرار دِیا گیا ہے، نہ کہ سچے مہدی کے ماننے والوں کو۔ اِمام مہدیؒ کا نبی نہ ہونا ایک اور دلیل ہے اس بات کہ مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ جن لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور اسی کے ساتھ اپنے آپ کو ''نبی اللہ'' کی حیثیت سے پیش کیا، وہ نبی تو کیا ہوتے! ان کا مہدی ہونے کا دعویٰ بھی جھوٹ اور فریب تھا، کیونکہ سچا مہدی جب ظاہر ہوگا تو نبوّت کا دعویٰ نہیں کرے گا، نہ وہ نبی ہوگا۔ پس مہدی ہونے کے دعوے کے ساتھ نبوّت کا دعویٰ کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مدعی جھوٹا ہے۔ مُلّا علی قاریؒ شرح فقہِ اکبر میں لکھتے ہیں:

''دعوی النبوّۃ بعد نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالإجماع۔'' (شرح فقہِ اکبر ص:۲۰۲)

ترجمہ:... ''اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا دعویٰ نبوّت کرنا بالاجماع کفر ہے۔''

ظاہر ہے کہ جو شخص حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے بالاجماع کافر ہو، وہ مہدی کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ تو مسیلمہ کذّاب کا چھوٹا بھائی ہوگا، اس کو اور اس کے ماننے والوں کو اگر آئینِ پاکستان میں ملتِ اسلامیہ سے خارج قرار دِیا گیا ہے، تو بالکل بجا ہے۔

۳:...حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تمام اُمتِ محمدیہ ...علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام... کا اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، قربِ قیامت میں حضرت مہدی علیہ الرضوان کے زمانے میں جب کانا دجال نکلے گا تو اس کو قتل کرنے کے لئے آسمان سے اُتریں گے۔

یہاں تین مسئلے ہیں:

۱:...حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اُٹھایا جانا۔

۲:...آسمان پر ان کا زندہ رہنا۔

۳:...اور آخری زمانے میں ان کا آسمان سے نازل ہونا۔

یہ تینوں باتیں آپس میں لازم وملزوم ہیں، اور اہلِ حق میں سے ایک بھی فرد ایسا نہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا قائل نہ ہو۔ پس جس طرح قرآنِ کریم کے بارے میں ہر زمانے کے مسلمان یہ مانتے آئے ہیں کہ یہ وہی کتابِ مقدس ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی، اور مسلمانوں کے اس تواتر کے بعد کسی شخص کے لئے یہ گنجائش نہیں رہ جاتی کہ وہ اس قرآنِ کریم کے بارے میں کسی شک وشبہ کا اِظہار کرے۔ اسی طرح گزشتہ صدیوں کے تمام بزرگانِ دِین اور اہلِ اسلام یہ بھی

مانتے آئے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اُٹھالیا گیا اور یہ کہ وہ آخری زمانے میں دوبارہ زمین پر اُتریں گے۔ اس لئے نسلاً بعد نسلِ ہر دور، ہر زمانے، ہر طبقے اور ہر علاقے کے مسلمانوں کا عقیدہ جو متواتر چلا آتا ہے، کسی مسلمان کے لئے اس میں شک و شبہ اور تردّد کی گنجائش نہیں، اور جو شخص ایسے قطعی، اِجماعی اور متواتر عقیدوں کا اِنکار کرے وہ مسلمانوں کی فہرست سے خارج ہے۔

۱۸۸۴ء تک مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ تھے اور قربِ قیامت میں آسمان سے نازل ہونے والے تھے، چنانچہ وہ ''براہین احمدیہ'' حصہ چہارم میں (جو ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئی) ایک جگہ لکھتے ہیں:

''حضرت مسیح تو اِنجیل کو ناقص چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے۔'' (ص:۳۶۱)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔''

یہ آیت جسمانی اور سیاستِ مُلکی کے طور حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے، اور جس غلبہ کاملِ دِینِ اسلام کا وعدہ دِیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعے سے ظہور میں آئے گا، اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دُنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دِینِ اسلام جمیع آفاق اور اَقطار میں پھیل جائے گا۔''

(ص:۴۹۸، ۴۹۹)

ایک اور جگہ اپنا اِلہام درج کرکے اس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں:

''عسیٰ ربکم ان یرحم علیکم وان عدتم عدنا وجعلنا جھنم للکٰفرین حصیرًا۔

خدائے تعالیٰ کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر رحم کرے، اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رُجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رُجوع کریں گے، اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قیدخانہ بنا رکھا ہے۔....... یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ظاہر ہونے کا اشارہ ہے۔ یعنی اگر طریق رفق اور نرمی اور لطف اور اِحسان کو قبول نہیں کریں گے، اور حق محض جو دلائلِ واضحہ اور آیاتِ بینہ سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدا تعالیٰ مجرمین سے شدت اور عنف اور قہر اور سختی کو اِستعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دُنیا پر اُتریں گے اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کردیں گے اور کج اور ناراست کا نام و نشان نہ رہے گا اور جلالِ اِلٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی قہری سے نیست و نابود کردے گا اور یہ زمانہ اس زمانے کے لئے بطور ارہاص کے واقع ہوا ہے۔'' (ص:۵۰۵)

مندرجہ بالا عبارتوں سے واضح ہے کہ ۱۸۸۴ء تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ تھے اور قرآن نے ان کے دوبارہ دُنیا میں آنے کی پیش گوئی کی تھی۔ قرآنِ کریم کے علاوہ خود مرزا صاحب کو بھی ان کے نازل ہونے کا اِلہام ہوا تھا۔ ۱۸۸۴ء سے لے کر اب تک نہ عیسیٰ علیہ السلام دُنیا میں دوبارہ آئے ہیں، اور نہ ان کی وفات کی خبر آئی ہے۔ اس لئے قرآنِ کریم کی پیش گوئی، آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے ارشادات اور اُمتِ اسلامیہ کے چودہ سوسالہ متواتر عقیدے کی روشنی میں ہر مسلمان کو یقین رکھنا چاہئے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ آسمان سے نازل ہوکر دوبارہ دُنیا میں آئیں گے، کیونکہ بقول مرزا غلام احمد قادیانی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متواتر اَحادیث میں ان کے دوبارہ آنے کی پیش گوئی فرمائی ہے، مرزا صاحب ''اِزالہ اوہام'' میں لکھتے ہیں:

''مسیح ابنِ مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اوّل درجے کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے باتفاق قبول کرلیا ہے۔ اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اوّل درجہ اس کو حاصل ہے۔ اِنجیل بھی اس کی مصدق ہے، اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں، درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرتِ دِینی اور حق شناسی سے کچھ بھی بخرہ اور حصہ نہیں دیا، اور بباعث اس کے کہ ان لوگوں کے دِلوں میں قال اللہ اور قال الرسول کی عظمت باقی نہیں رہی، اس لئے جو بات ان کی سمجھ سے بالاتر ہو اس کو محالات اور ممتنعات میں داخل کرلیتے ہیں...... مسلمانوں کی بدقسمتی سے یہ فرقہ بھی اسلام میں پیدا ہوگیا جس کا قدم دن بدن اِلحاد کے میدانوں میں آگے ہی آگے چل رہا ہے۔'' (ازالہ اوہام ص:۵۵۷)

مرزا صاحب کے ان حوالوں سے مندرجہ ذیل باتیں واضح ہوئیں:

اوّل:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ دُنیا میں تشریف لانے کی قرآنِ کریم نے پیش گوئی کی ہے۔

دوم:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر اَحادیث میں بھی یہی پیش گوئی کی گئی ہے۔

سوم:... تمام مسلمانوں نے باتفاق اس کو قبول کیا ہے، اور پوری اُمت کا اس عقیدے پر اِجماع ہے۔

چہارم:... اِنجیل میں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول بھی اس پیش گوئی کی تصدیق وتائید کرتا ہے۔

پنجم:... خود مرزا صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی اِطلاع اِلہام کے ذریعے دی تھی۔

ششم:... جو شخص ان قطعی ثبوتوں کے بعد بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کو نہ مانے، وہ دِینی بصیرت سے یکسر محروم اور ملحد وبددِین ہے۔

۴:... مسلمان کون ہے؟ اور کافر کون؟

مسلمان وہ شخص کہلاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پورے دِین کو دِل وجان سے تسلیم کرتا ہو۔ کلمۂ طیبہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ'' اس پورے دِین کو ماننے کا مختصر عنوان ہے، کیونکہ جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مانتا ہے وہ لازماً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک بات کو بھی مانے گا۔ اس کے برعکس جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دِین کی کسی قطعی، یقینی اور متواتر چیز (جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے) کو نہیں مانتا، وہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتا ہے۔ اس کا کلمہ پڑھنا محض جھوٹ، فریب اور منافقت ہے، چنانچہ منافق بھی یہ کلمہ پڑھتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَاللہُ یَشْھَدُ

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ'' یعنی'' اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق قطعاً جھوٹے ہیں۔''

منافق لوگ اِیمان کا دعویٰ بھی کرتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کو بھی غلط قرار دیا اور فرمایا: ''وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' یعنی'' یہ لوگ ہرگز مؤمن نہیں، محض خدا کو اور اہلِ اِیمان کو دھوکا دینے کے لئے اِیمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔'' پس ان کے کلمۂ طیبہ پڑھنے اور اِیمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹے اور بے اِیمان کہا، تو اس کی وجہ کیا تھی؟ یہی کہ وہ کلمہ صرف زبانی پڑھتے تھے، اور اِیمان کا دعویٰ محض مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے کرتے تھے، ورنہ دِل سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رِسالت ونبوّت پر اِیمان نہیں رکھتے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دِین کو جو باتیں ارشاد فرماتے تھے، ان کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ پس اس یہ اُصول نکل آیا کہ مسلمان ہونے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دِین کی ایک ایک بات کو دِل وجان سے ماننا شرط ہے، اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دِین کی کسی ایک بات کو بھی جھٹلاتا ہے، یا اس میں شک وشبہ کا اظہار کرتا ہے، وہ مسلمان نہیں، بلکہ پکا کافر ہے۔ اور اگر وہ کلمہ پڑھتا ہے تو محض منافقت کے طور پر مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے پڑھتا ہے۔

یہاں ایک اور بات کا بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے، وہ یہ کہ ایک ہے الفاظ کو ماننا، اور دُوسرا ہے معنی ومفہوم کو ماننا۔ مسلمان ہونے کے لئے صرف دِین کے الفاظ کو ماننا کافی نہیں، بلکہ ان الفاظ کے جو معنی ومفہوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تواتر کے ساتھ تسلیم کئے گئے ہیں، ان کو بھی ماننا شرطِ اِسلام ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی دِینی لفظ کو تو مانتا ہے، مگر اس کے متواتر معنی ومفہوم کو نہیں مانتا، بلکہ اس لفظ کے معنی وہ اپنی طرف سے ایجاد کرتا ہے، تو ایسا شخص بھی مسلمان نہیں کہلائے گا، بلکہ کافر وملحد اور زِندیق کہلائے گا۔

مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ:'' میں ایمان رکھتا ہوں کہ قرآنِ کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا، مگر میں یہ نہیں مانتا کہ قرآن سے مراد یہی کتاب ہے جس کو مسلمان قرآن کہتے ہیں'' تو یہ شخص کافر ہوگا۔

یا مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں'' محمد رسول اللہ'' پر اِیمان رکھتا ہوں، مگر'' محمد رسول اللہ'' سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہے کیونکہ مرزا صاحب نے وحیٔ اِلٰہی سے اِطلاع پاکر یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ'' محمد رسول اللہ'' ہیں، چنانچہ وہ اپنے اشتہار'' ایک غلطی کا اِزالہ'' میں لکھتے ہیں:

> '' پھر اسی کتاب (براہین احمدیہ) میں یہ وحی اللہ ہے:''محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم۔'' اس وحیٔ اِلٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔''

یا مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ:'' میں مانتا ہوں کہ مسلمانوں پر نماز فرض ہے، مگر اس سے یہ عبادت مراد نہیں جو پنج وقتہ ادا کی جاتی ہے۔'' تو ایسا شخص مسلمان نہیں۔

یا مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ:'' میں مانتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کے قربِ قیامت میں آنے کی پیش گوئی کی ہے، مگر'' عیسیٰ بن مریم'' سے مراد وہ شخصیت نہیں جس کو مسلمان عیسیٰ بن مریم کہتے ہیں، بلکہ اس سے مراد مرزا غلام احمد

قادیانی یا کوئی دُوسرا شخص ہے۔" تو ایسا شخص بھی کافر کہلائے گا۔

یا مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ: "میں مانتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، مگر اس کے معنی وہ نہیں جو مسلمان سمجھتے ہیں کہ آپ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کسی کو نبوّت نہیں عطا کی جائے گی، بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اب نبوّت آپ کی مہر سے ملا کرے گی۔" تو ایسا شخص بھی مسلمان نہیں، بلکہ پکا کافر ہے۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دِین کے تمام حقائق کو ماننا اور صرف لفظاً نہیں بلکہ اسی معنی و مفہوم کے ساتھ ماننا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک متواتر چلے آتے ہیں، شرطِ اِسلام ہے، جو شخص دِینِ محمدی کی کسی قطعی اور متواتر حقیقت کا اِنکار کرتا ہے، خواہ لفظاً و معناً دونوں طرح انکار کرے، یا الفاظ کو تسلیم کر کے اس کے متواتر معنی و مفہوم کا انکار کرے، وہ قطعی کافر ہے، خواہ وہ اِیمان کے کتنے ہی دعوے کرے، کلمہ پڑھے، اور نماز روزے کی پابندی کرے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دِین کی کسی ایک بات کو جھٹلانا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانا ہے، اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بات کو بھی جھٹلاتا ہے یا اسے غلط کہتا ہے، یا اس میں شک و شبہ کا اظہار کرتا ہے، وہ دعویٔ اِیمان میں قطعاً جھوٹا ہے۔

کفر کی ایک اور صورت:

اسی طرح جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دِین کی کسی بات کا مذاق اُڑاتا ہے، وہ بھی کافر اور بے ایمان ہے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی قطعی پیش گوئی فرمائی ہے، جیسا کہ اُوپر گزر چکا ہے، ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کا مذاق اُڑاتا ہے، وہ بھی کافر ہوگا، کیونکہ یہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اُڑاتا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اُڑانا... نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ... خالص کفر ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی نبی کی طرف جھوٹ کی نسبت کرتے ہوئے کہتا ہے:

> "ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں، اور کون زمین پر ہے جو اس عقدے کو حل کرے۔" (اعجازِ احمدی ص:۱۴، مصنفہ: مرزا غلام احمد قادیانی)

تو ایسا شخص بھی کافر ہوگا، کیونکہ ایک نبی کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا، تمام نبیوں کو، بلکہ... نعوذ باللہ... خدا تعالیٰ کو جھوٹا کہنے کے ہم معنی ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص خدا کے نبی کی توہین کرتا ہے، مثلاً یوں کہتا ہے:

> "لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دُوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی، بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے، کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا۔ یا ہاتھوں یا اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا، یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی، اسی وجہ سے قرآن میں یحییٰ کا نام "حصور" رکھا، مگر مسیح کا نام نہ

رکھا، کیونکہ ایسے قصے اس نام رکھنے سے مانع تھے۔'' (دافع البلاء آخری صفحہ، مصنفہ: مرزا غلام احمد قادیانی)

ایسا شخص بھی دعویٔ اسلام کے باوجود اِسلام سے خارج اور پکا کافر ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت و رِسالت کا دعویٰ کرے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے، یا معجزہ دِکھانے کا دعویٰ کرے، یا کسی نبی سے اپنے آپ کو افضل کہے، مثلاً یوں کہے:

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء، مصنفہ: مرزا غلام احمد قادیانی)

اس شعر کا کہنے والا اور اس کو صحیح سمجھنے والا پکا بے اِیمان اور کافر ہے، کیونکہ وہ اپنے آپ کو عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام سے بہتر اور افضل کہتا ہے۔

یا یوں کہے:

محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں

اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل

غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار ''بدر'' قادیان، جلد ۲ ش: ۴۳ مؤرخہ ۲۵/اکتوبر ۱۹۰۶ء)

ایسا شخص بھی پکا بے ایمان اور کافر ہے، اور اس کا کلمہ پڑھنا ابلہ فریبی اور خود فریبی ہے۔

خلاصہ یہ کہ کلمۂ طیبہ وہی معتبر ہے جس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دِین کی کسی حقیقت کی قولاً یا فعلاً تکذیب نہ کی گئی ہو۔ جو شخص ایک طرف کلمہ پڑھتا ہے اور دُوسری طرف اپنے قول یا فعل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دِین کی کسی بات کی تکذیب کرتا ہے، اس کے کلمے کا کوئی اعتبار نہیں، جب تک کہ وہ اپنے کفریات سے توبہ نہ کرے، اور ان تمام حقائق کو، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہیں، اسی طرح تسلیم نہ کرے جس طرح کہ ہمیشہ سے مسلمان مانتے چلے آئے ہیں، اس وقت تک وہ مسلمان نہیں، خواہ لاکھ کلمہ پڑھے۔

جن لوگوں کو کافر کہا جاتا ہے وہ اسی قسم کے ہیں کہ بظاہر کلمہ پڑھتے ہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دِین کا مذاق اُڑاتے ہیں، آپ خود اِنصاف فرمائیں کہ ان کو کافر نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے...؟

جس گروہ کی وکالت کرتے ہوئے آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ: ''وہ صدقِ دِل سے کلمہ پڑھتا ہے'' اس کے بارے میں آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ لعینِ قادیان، مسیلمۂ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی کو ''محمد رسول اللہ'' مان کر کلمہ ''لا اِلٰہ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھتا ہے، اس کی پوری تفصیل آپ کو میرے رسالے ''قادیانیوں کی طرف سے کلمۂ طیبہ کی توہین'' میں ملے گی، یہاں صرف مرزا بشیر احمد

قادیانی کا ایک حوالہ ذِکر کرتا ہوں، مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

''مسیحِ موعود (مرزا قادیانی) کی بعثت کے بعد ''محمد رسول اللہ'' کے مفہوم میں ایک اور رسول (یعنی مرزا قادیانی) کی زیادتی ہوگئی، لہٰذا مسیحِ موعود (مرزا قادیانی) کے آنے سے نعوذ باللہ ''لا إلٰہ إلّا اللہ محمد رسول اللہ'' کا کلمہ باطل نہیں ہوتا، بلکہ اور بھی زیادہ شان سے چمکنے لگ جاتا ہے۔''

آگے لکھتا ہے:

''ہم کو نئے کلمے کی ضرورت پیش نہیں آتی، کیونکہ مسیحِ موعود (مرزا قادیانی) نبی کریمؐ سے کوئی الگ چیز نہیں..... پس مسیح موعود (مرزا قادیانی) خود ''محمد رسول اللہ'' ہے جو اِشاعتِ اسلام کے لئے دوبارہ دُنیا میں تشریف لائے۔ اس لئے ہم کو کسی نئے کلمے کی ضرورت نہیں، ہاں! اگر ''محمد رسول اللہ'' کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی، فتدبروا۔'' (کلمۃ الفصل ص:۱۵۸، از مرزا بشیر احمد قادیانی)

پس جو گروہ ایک ملعون، کذّاب، دجالِ قادیان کو ''محمد رسول اللہ'' مانتا ہو، اور جو گروہ اس دجالِ قادیان کو کلمۂ طیبہ ''لا إلٰہ إلّا اللہ محمد رسول اللہ'' کے مفہوم میں شامل کرکے اس کا کلمہ پڑھتا ہو، اس گروہ کے بارے میں آپ کا یہ کہنا کہ: ''وہ صدقِ دِل سے کلمہ پڑھتا ہے'' نہایت افسوس ناک ناواقفی ہے، ایک ایسا گروہ، جس کا پیشوا خود کو ''محمد رسول اللہ'' کہتا ہو، جس کے اَفراد:

محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں

کے ترانے گاتے ہوں، اور اس نام نہاد ''محمد رسول اللہ'' کو کلمے کے مفہوم میں شامل کرکے اس کے نام کا کلمہ پڑھتے ہوں، کیا ایسے گروہ کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ: ''وہ صدقِ دِل سے کلمہ پڑھتا ہے''؟ اور کیا ان کے کافر بلکہ اَکفر ہونے میں کسی مسلمان کو شک وشبہ ہوسکتا ہے...؟

۵:...نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور ختمِ نبوّت:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا لفظ ''خاتم النبیین'' کے منافی نہیں، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی جو فہرست حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی تھی، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ نامی پر مکمل ہوگئی ہے، جتنے لوگوں کو نبوّت ملنی تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پہلے مل چکی، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوّت نہیں دی جائے گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص منصبِ نبوّت پر فائز نہیں ہوگا۔ شرح عقائد نسفی میں ہے:

''أَوَّلُ الْأَنْبِيَاءِ آدَمُ وَآخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ''

یعنی ''سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبی ہیں، اور مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے جن انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں، ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں، پس جب وہ تشریف لائیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبی ہونے کی حیثیت سے تشریف لائیں گے، ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت نہیں دی جائے گی، اور نہ مسلمان کسی نئی نبوّت پر ایمان لائیں گے، لہٰذا ان کی تشریف آوری لفظ ''خاتم النبیین'' کے منافی نہیں۔ ان کی تشریف آوری ''خاتم النبیین'' کے خلاف تو جب سمجھی جاتی کہ ان کو نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ملی ہوتی، لیکن جس صورت میں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبی ہیں، تو حصولِ نبوّت کے اِعتبار سے آخری نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہے۔

اس تشریح کے بعد میں آپ کی خدمت میں دو باتیں اور عرض کرتا ہوں۔

ایک یہ کہ تمام صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ، ائمہ دِینؒ، مجدّدین اور علمائے اُمتؒ ہمیشہ سے ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر بھی ایمان رکھتے آئے ہیں، اور دُوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے پر بھی ان کا اِیمان رہا ہے، اور کسی صحابی، کسی تابعی، کسی اِمام، کسی مجدّد، کسی عالم کے ذہن میں یہ بات کبھی نہیں آئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا خاتم النبیین کے خلاف ہے، بلکہ وہ ہمیشہ یہ مانتے آئے ہیں کہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو نبوّت نہیں دی جائے گی، اور یہی مطلب ہے آخری نبی کا۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی ''الاصابہ'' میں لکھتے ہیں:

''فوجب حمل انفی علیٰ إنشاء النبوّة لکل أحد من الناس لَا علیٰ وجود نبی قد نبیٔ قبل ذٰلک۔'' (ج:۱ ص:۴۲۵)

ترجمہ:... ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، اس نفی کو اس معنی پر محمول کرنا واجب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو نبوّت عطا نہیں کی جائے گی، اس سے کسی ایسے نبی کے موجود ہونے کی نفی نہیں ہوتی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی بنایا جاچکا ہو۔''

ذرا اِنصاف فرمائیے کہ کیا یہ تمام اکابر ''خاتم النبیین'' کے معنی نہیں سمجھتے تھے...؟

دُوسری بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے:

''أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ۔'' (مشکوٰۃ ص:۴۶۵)

ترجمہ:... ''میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔''

اسی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متواتر اَحادیث میں یہ پیش گوئی بھی فرمائی ہے کہ قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، جیسا کہ پہلے باحوالہ نقل کرچکا ہوں، مناسب ہے کہ یہاں دو حدیثیں ذِکر کردُوں۔

اوّل:... ''عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ بَيْنِیْ وَبَيْنَهٗ نَبِیٌّ، يَعْنِیْ عِيْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَإِنَّهٗ نَازِلٌ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَاعْرِفُوْهُ، رَجُلٌ مَّرْبُوْعٌ، إِلَی

الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ، كَأَنَّهُ رَأْسَهُ يَقْطُرُ وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ، فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَيَدُقُّ الصَّلِيْبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيُهْلِكُ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ، وَيُهْلِكُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ، فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً، ثُمَّ يُتَوَفّٰى فَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ۔" (ابوداؤد ج:۲ ص:۵۹۴، مسندِ احمد ج:۲ ص:۴۳۷، تفسیر ابنِ جریر ج:۶ ص:۱۶، درمنثور ج:۲ ص:۲۴۲، فتح الباری ج:۶ ص:۳۵۷)

ترجمہ:... "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور بے شک وہ نازل ہوں گے۔ پس جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔ وہ میانہ قد کے آدمی ہیں، سرخی سفیدی مائل، دو زرد چادریں زیبِ تن ہوں گی، گویا ان کے سر سے قطرے ٹپک رہے ہیں، اگرچہ اس کو تری نہ پہنچی ہو۔ پس لوگوں سے اسلام پر قتال کریں گے، پس صلیب کو توڑ ڈالیں گے، اور خنزیر کو قتل کریں گے، اور جزیہ کو موقوف کردیں گے، اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے علاوہ باقی تمام ملتوں کو مٹادیں گے، اور وہ مسیحِ دجال کو ہلاک کردیں گے، پس چالیس برس زمین پر رہیں گے۔ پھر ان کی وفات ہوگی تو مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔"

دوم:... "عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَقِيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى، قَالَ: فَتَذَاكَرُوْا أَمْرَ السَّاعَةِ، فَرَدُّوْا أَمْرَهُمْ إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ، فَقَالَ: لَا عِلْمَ لِيْ بِهَا، فَرَدُّوا الْأَمْرَ إِلٰى مُوْسٰى، فَقَالَ: لَا عِلْمَ لِيْ بِهَا، فَرَدُّوا الْأَمْرَ إِلٰى عِيْسٰى فَقَالَ: أَمَّا وَجْبَتُهَا فَلَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللهُ تَعَالٰى ذٰلِكَ، وَفِيْمَا عَهِدَ إِلَيَّ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الدَّجَّالَ خَارِجٌ، قَالَ: وَمَعِيَ قَضِيْبَانِ، فَإِذَا رَآنِيْ ذَابَ كَمَا يَذُوْبُ الرَّصَاصُ، قَالَ: فَيُهْلِكُهُ اللهُ (وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَةَ: قَالَ: فَأَنْزِلُ فَأَقْتُلُهُ) ... إِلٰى قَوْلِهِ ... فَفِيْمَا عَهِدَ إِلَيَّ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ ذٰلِكَ إِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَإِنَّ السَّاعَةَ كَالْحَامِلِ الْمُتِمِّ الَّتِيْ لَا يَدْرِيْ مَتٰى تَفْجَأُهُمْ بِوِلَادِهَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا۔" (ابنِ ماجہ ص:۳۰۹، مسندِ احمد ج:۱ ص:۳۷۵، ابنِ جریر ج:۱۷ ص:۷۲، مستدرک حاکم ج:۴ ص:۴۸۸، ۵۴۵، فتح الباری ج:۱۳ ص:۷۹، درمنثور ج:۴ ص:۳۳۶)

ترجمہ:... "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معراج کی رات میری ملاقات حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (اور دیگر انبیائے کرام) علیہم السلام سے ہوئی، مجلس میں قیامت کا تذکرہ آیا (کہ قیامت کب آئے گی؟) سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا، انہوں نے فرمایا: مجھے علم نہیں! پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا، انہوں نے بھی فرمایا: مجھے علم نہیں! پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ: قیامت کا ٹھیک وقت تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو

بھی معلوم نہیں۔ اور میرے رَبّ عزوجل کا مجھ سے ایک عہد ہے کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے گا تو میں نازل ہوکر اس کو قتل کروں گا۔ میرے ہاتھ میں دو شاخیں ہوں گی، پس جب وہ مجھے دیکھے گا تو سیسے کی طرح پگھلنے لگے گا، پس اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کردیں گے، (آگے یاجوج ماجوج کے خروج اور ان کی ہلاکت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا) پس میرے رَبّ کا جو مجھ سے عہد ہے وہ یہ ہے کہ جب یہ ساری باتیں ہوچکیں گی تو قیامت کی مثال پورے دنوں کی حاملہ کی ہوگی، جس کے بارے میں کوئی پتا نہیں ہوتا کہ کس وقت اچانک اس کے وضعِ حمل کا وقت آجائے، رات میں یا دِن میں۔''

یہ دونوں احادیث شریفہ مستند اور صحیح ہیں۔ اب غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کو دوبارہ زمین پر نازل کرنے کا عہد کرتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی قدسی محفل میں اس عہدِ خداوندی کا اِعلان فرماتے ہیں، اور ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس گفتگو کا اِظہار و اِعلان اُمت کے سامنے فرماتے ہیں، اس کے بعد کون مسلمان ہوگا جو اس عہدِ خداوندی کا اِنکار کرنے کی جراَت کرے؟ اگر عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا آیت خاتم النبیین کے خلاف ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل کرنے کا کیوں عہد کرتے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کے سامنے کیوں بیان فرماتے؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے سامنے کیوں اِعلان فرماتے؟ اس سے واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے منکر ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی، تمام انبیائے کرام کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور پوری اُمتِ اسلامیہ کی تکذیب کرتے ہیں۔ غور فرمائیے ایسے لوگوں کا اِسلام میں کیا حصہ ہے...؟ وَاللهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ!

محمد یوسف لدھیانوی
۱۴۰۱/۷/۲۶ھ

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام
چند تنقیحات و توضیحات

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ!

''ایک تعلیم یافتہ صاحب نے راقم الحروف کے نام ایک خط میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے پر اِظہارِ خیال کیا، ذیل میں ان کے خط کا اِبتدائی حصہ نقل کر کے ان کے شبہات کے اِزالے کی کوشش کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم نصیب فرمائیں اور صراطِ مستقیم کی ہدایت سے دستگیری فرمائیں، وَاللهُ الْمُوَفِّقُ لِكُلِّ خَيْرٍ وَّسَعَادَةٍ۔''

مکرم و محترم جناب خان شہزادہ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاجِ گرامی...! میری کتاب ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' (جلد اوّل) میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کی بحث سے متعلق آنجناب کا طویل گرامی نامہ موصول ہوا، آنجناب کے الطاف و عنایات پر تہِ دِل سے ممنون ہوں۔

آنجناب نے خط کے اِبتدائی حصے میں ان اُصولِ موضوعہ کو قلم بند فرمایا ہے جن پر آپ کی تنقید کی بنیاد ہے، اس لئے مناسب ہوگا کہ آج کی صحبت میں آنجناب کی تحریر کے اس ''اِبتدائی حصے'' کو حرفاً حرفاً نقل کر کے آپ کے ان اُصولِ موضوعہ کے بارے میں چند معروضات پیش کروں۔

آنجناب لکھتے ہیں:

''محترم مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب!

السلام علیکم، مجھے میرے ایک بزرگ حاجی محمد یونس چوہدری صاحب نے آپ کی کتاب ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل''، صفحہ نمبر: ۲۳۷ تا ۲۶۵ کے نقول مطالعہ کے لئے بھیجے ہیں، جو نزولِ عیسیٰ کے بارے میں ہیں۔ مولانا صاحب! اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو تبلیغ، تعلیم، تبشیر، تنذیر اور دِینِ اسلام کے ہر کام میں قرآنی

ہدایات کا پابند کیا ہے، آپؐ کی زبان مبارک سے کوئی دِینی اِرشاد قرآنی تعلیمات کے علاوہ نہ ہوا، اور نہ آپؐ کا کوئی دِینی قدم قرآنی اِحاطے سے کبھی باہر نکلا، مگر بصد ہا افسوس کہ ملاحدہ اور منافقینِ عجم نے تابعین اور تبع تابعین کے لبادے اوڑھ کر ایسے متعدّد عقیدے اور اَعمال، دِینی حیثیت کے نئے نئے پیدا کر کے ان کو رسول اللہ کی طرف منسوب کر کے ممالکِ اسلامیہ کے اَطراف و اَکناف میں پھیلائے اور اس کے ماتحت یہ عقیدہ لوگوں کے دِلوں میں پیدا کرنے کی کوشش کی کہ قرآنِ کریم سے باہر بھی بعض دِینی اَحکام ہیں۔ عقائد و عبادات کی قسم کے بھی، اور اُصول اخلاق و معاملات کی قسم کے بھی۔ اور پھر روایت پرستی کا شوق اس قدر عوام میں بھڑکایا کہ عوام تو درکنار خواص بھی اس متعدی مرض میں مبتلا ہوکر رہ گئے۔ یہاں تک کہ روایت پرستی رفتہ رفتہ مستقل دِین بن کر رہ گئی اور قرآنِ کریم جو اَصل دِین تھا اس کو رِوایتوں کا تابع ہوکر رہنا پڑا۔ اس کے بعد یہ سوال بھی کسی کے ذہن میں نہ آیا کہ قرآنِ کریم ایک مکمل کتاب ہے بھی یا نہیں؟ لہٰذا جس مسئلے کا قرآن میں کوئی تذکرہ نہ ہو وہ عقائد اور اِیمانیات کا مسئلہ ہرگز نہیں بن سکتا اور اسی وجہ سے وہ مدارِ کفر و اِیمان نہیں ہوسکتا۔ نزولِ مسیح کی تردید میں ہر زمانے میں علمائے اسلام نے قلم اُٹھایا ہے، اور کوشش کی ہے کہ اس موضوع عقیدے سے مسلمان نجات پائیں، ان میں ابنِ حزمؒ اور ابنِ تیمیہؒ جیسے علماء سرِفہرست ہیں۔''

اس اِقتباس کی تنقیح کی جائے تو آنجناب کا دعویٰ درج ذیل نکات میں پیش کیا جاسکتا ہے:

۱:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ قرآن کی ہدایت پر عمل پیرا ہونے کے پابند تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم کی ہدایت و تعلیمات کے اِحاطے سے باہر کبھی قدم نہیں رکھا، اور نہ قرآنِ کریم کے علاوہ کبھی کوئی دِینی ہدایت جاری فرمائی۔

۲:... قرآنِ کریم چونکہ بذاتِ خود ایک مکمل کتاب ہے، تمام دِینی ہدایات پر حاوی ہے، لہٰذا ہر دِینی مسئلے کے لئے قرآنِ کریم ہی سے رُجوع کرنا لازم ہے، روایات کی طرف رُجوع کرنا قرآنِ کریم کے ''مکمل کتاب'' ہونے کی نفی ہے۔

۳:... مندرجہ بالا دونوں اُصولوں سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

اوّل:... یہ کہ جس مسئلے کا ذِکر قرآن میں نہ ہو، وہ دِین کا مسئلہ نہیں ہوسکتا ہے، نہ اس کو عقیدہ و اِیمان کی حیثیت دی جاسکتی ہے، اور نہ اسے مدارِ کفر و اِیمان بنایا جاسکتا ہے۔

دوم:... یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشادات، دِینی مسائل و عقائد کا ماٴخذ نہیں ہوسکتے، کیونکہ ان کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی کبھی دِینی حیثیت نہیں دی گئی، چہ جائیکہ بعد کے زمانے میں دی جاتی۔

۴:... تابعین اور تبع تابعین کے دور میں منافقوں اور ملحدوں نے ''اَحادیث'' کے نام سے جھوٹی باتیں خود گھڑ گھڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کردیں اور انہیں اِسلامی ممالک کے کونے کونے میں پھیلا دیا۔ رفتہ رفتہ ان جھوٹی روایات کو درجۂ تقدس حاصل ہوگیا، اور مسلمانوں نے انہی خودتراشیدہ افسانوں کو دِین و اِیمان بنالیا، گویا ''قرآنی دِین'' کے مقابلے میں یہ ''روایاتی دِین'' قرآن کے محاذی ایک مستقل دِین بن گیا، اور یوں منافقوں اور ملحدوں کی برپا کی ہوئی سازشی تحریک کامیابی سے ہم کنار ہوئی۔

۵:... یہ سازشی جال جو منافقوں اور ملحدوں نے اُمت کو قرآن کے اصل اسلام سے منحرف کرنے کے لئے پھیلایا تھا، صرف عوام کالأنعام ہی اس کا شکار نہیں ہوئے، بلکہ خواص بھی اسی سازشی جال کے صیدِ زبوں بن کر رہ گئے، یہاں تک کہ ایک شخص بھی ایسا باقی نہ رہا، جو منافقوں کے پھیلائے ہوئے روایاتی جال سے باہر رہ گیا ہو۔'' اس کے بعد یہ سوال ہی کسی کے ذہن میں نہ آیا کہ قرآنِ کریم ایک مکمل کتاب ہے بھی یا نہیں؟''

۶:... علمائے اسلام نے ہر زمانے میں ''عقیدۂ نزولِ مسیح'' کی تردید کی اور اس کے خلاف قلمی جہاد کیا۔

۷:... ان جید علماء میں حافظ ابنِ حزمؒ اور ابنِ تیمیہؒ سرِفہرست ہیں، جنھوں نے ''عقیدۂ نزولِ مسیح'' کو غلط قرار دیا۔

آنجناب کا مقصد و مدعا مندرجہ بالا نکات میں ضبط کرنے کے بعد، اب اِجازت چاہوں گا کہ ان کے بارے میں اپنی معروضات پیش کروں، لیکن پہلے سے وضاحت کردینا چاہتا ہوں کہ میرا مدعا مناظرانہ ردّ وقدح نہیں، بلکہ جس طرح آپ نے بے تکلف اپنا عندیہ پیش کیا ہے، چاہتا ہوں کہ میں بھی بے تکلف اپنا عندیہ آپ کی خدمت میں پیش کردُوں، اگر اس کوتاہ قلم سے کوئی بات صحیح نکل جائے اور عقلِ خداداد اس کی تائید و توثیق کرے تو قبول کرنے سے عار نہ کی جائے، اور اگر کوئی غلط لکھ دُوں تو اس کی تصحیح فرماکر ممنون فرمایئے، اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ، وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ!

تنقیحِ اوّل

۱:... آنجناب کا اِرشاد بالکل صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر قرآنِ کریم کی ہدایات کے پابند رہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک کبھی قرآنِ کریم کی ہدایات کے حصار سے باہر نہیں نکلا، چنانچہ جب سعد بن ہشام نے حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتایئے، تو جواب میں فرمایا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ عرض کیا: پڑھتا ہوں! فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا:

''یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ! نَبِّئِیْنِیْ عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: اَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ؟ قُلْتُ: بَلٰی! قَالَتْ: فَاِنَّ خُلُقَ نَبِیِّ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ الْقُرْاٰنُ۔''

(صحیح مسلم ج:۱ ص:۲۵۶)

اِمام نوویؒ شارحِ مسلم حضرت اُمّ المؤمنینؓ کے اس فقرے کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''معناه العمل به والوقوف عند حدوده والتأدب بآدابه والإعتبار بأمثاله وقصصه وتدبره وحسن تلاوته۔''

ترجمہ:... ''اس سے مراد ہے قرآنِ کریم پر عمل کرنا، اس کے حدود کے پاس ٹھہرنا، اس کے آداب کے ساتھ متأدب ہونا، اس کی بیان کردہ مثالوں اور قصوں سے عبرت پکڑنا، اس میں تدبر کرنا، اور بہترین انداز میں اس کی تلاوت کرنا۔''

الغرض! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل، ہر حال و قال، ہر طور و طریق اور ہر خلق و طرزِ عمل قرآنِ کریم کے مطابق تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ مکمل طور پر قرآنِ کریم میں ڈھلی ہوئی تھی، اور قرآنِ کریم گویا عملی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ میں متشکل تھا۔ اگر آنجناب کی یہی مراد ہے تو یہ ناکارہ آنجناب کی اس رائے سے سو فیصد متفق ہے، **فنعم الوفاق وحبذ الإتفاق!**

۲:...اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی ناقابلِ فراموش ہے کہ فہمِ قرآن کی دولت میں سبھی لوگ یکساں نہیں، قرآنِ کریم کو مؤمن بھی پڑھتا ہے اور منافق بھی، خوش عقیدہ بھی اور بدعقیدہ بھی، ایک عامی بھی اور ایک عالم بھی، ایک عام قسم کا عالم بھی اور ایک راسخ فی العلم بھی، ایک ایسا شخص بھی جو قرآن فہمی کے لئے اُردو انگریزی ترجموں کی بیساکھیوں کا محتاج ہے، اور ایک قرآنِ کریم کی زبان کا ماہر اور لغتِ عرب کا اِمام بھی ـــــ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان سب کا فہمِ قرآن یکساں ہے، ایک مؤمن بھی قرآن سے بس اتنی ہی بات سمجھتا ہے جتنی کہ ایک بددِین منافق، اور ایک راسخ فی العلم بھی قرآنِ کریم کا بس اتنا ہی مطلب سمجھ سکتا ہے جتنا کہ ایک جاہل۔

الغرض فہمِ قرآن میں لوگوں کے ذہن و اِدراک کا مختلف ہونا ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے جس کو جھٹلانا اپنی عقل و دانش اور حس و مشاہدہ کو جھٹلانا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ایک کتاب کے پڑھنے میں ایک جماعت شریک ہے، اُستاذ ان کے سامنے کتاب کے مطالب کی تشریح کرتا ہے، ذہین طالبِ علم فوراً سمجھ جاتے ہیں، اور بعض غبی اور کند ذہین طالب کئی بار کی تقریر کے بعد بھی پورا مطلب نہیں سمجھ پاتے۔ جب ایک عام کتاب، جو اِنسانوں ہی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، اس کے سمجھنے میں لوگوں کے ذہن کا اِختلاف اس قدر واضح ہے تو کلام رَبّ العالمین کے اِشاروں کو سمجھنے میں لوگوں کے ذہنی تفاوت کا کیا عالم ہوگا...؟

۳:...قرآنِ کریم کے فہم و اِدراک میں لوگوں کی ذہنی سطح کا مختلف ہونا، اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم کلامِ اِلٰہی ہے، اور اس کے معانی و مطالب اسی قلب و ذہن میں جلوہ گر ہوتے ہیں جس کا دِل نورِ اِیمان سے منوّر اور کفر و شرک اور بدعات وخواہشات کی ظلمتوں سے پاک ہو، ایک کافر اور بدعتی پر قرآنِ کریم کا فہم حرام ہے۔ اسی طرح قرآن فہمی کے لئے ضروری ہے کہ قلب اپنی نفسانی خواہشات و اَغراض سے پاک ہو، اور آدمی کا ظاہر و باطن حق تعالیٰ شانہٗ کے اِرشادات کے سامنے سرنگوں ہو، اس کے دِل میں حق تعالیٰ شانہٗ کی عظمت اور بندے کی بے چارگی و بے مائیگی کا سمندر موجزن ہو، جو شخص اپنی جبلی عادات، اپنی نفسانی خواہشات، اپنے مخصوص اَغراض کے خول سے باہر نہ نکلا ہو، وہ قرآن فہمی کی لذّت سے کبھی آشنا نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح جس شخص کا قلب کبر و نخوت، عجب و خود پسندی اور اَخلاقِ رذیلہ کے حصار میں بند ہو، اس کا طائرِ فہم قرآنِ کریم کی رفعتوں تک کبھی پرواز نہیں کرسکتا۔ علمائے اُمت نے قرآن فہمی کی شرائط کو بڑی تفصیل سے قلم بند فرمایا ہے، مگر میں نے دو تین باتوں کی طرف اِشارہ کیا ہے، یہ اُمور جو قرآن فہمی سے مانع ہیں، ان میں لوگوں کے اَحوال چونکہ مختلف ہیں، اس لئے قرآنِ کریم کے مطالبِ عالیہ تک ان کے فہم کی رسائی کا مختلف ہونا بالکل واضح ہے۔

۴:...اور فہمِ قرآن میں یہ اِختلاف تو ہم لوگوں کے اِعتبار سے ہے۔ اگر عام اَفرادِ اُمت کا مقابلہ صحابہ کرامؓ سے کیا جائے تو اَندازہ ہوگا کہ عام لوگوں کے فہمِ قرآن کو حضراتِ صحابہ کرامؓ کے فہم سے وہ نسبت بھی نہیں، جو ذرّے کو آفتاب سے ہوسکتی ہے:

چراغ مردہ کجا و آفتاب کجا
بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

صحابہ کرامؓ تنزیلِ قرآن کے عینی شاہد تھے، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے براہِ راست اس کا سماع کیا تھا، انہیں یہ معلوم تھا کہ فلاں آیت کس موقع پر نازل ہوئی؟ کس سیاق وسباق میں نازل ہوئی؟ اور اس کے ذریعے کن لوگوں کے کس عمل کی اِصلاح کی گئی؟ پھر ان کے قلوبِ صافیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت کی برکت سے رشکِ آئینہ تھے، اور ان کے لیل ونہار کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ گویا پاکباز فرشتوں کا لشکر زمین پر اُتر آیا ہے، پھر قرآنِ کریم خود ان کی زبان اور لغت میں نازل ہوا تھا، انہیں نہ صَرف ونحو اور بلاغت کے قواعد سیکھنے کی ضرورت تھی، نہ الفاظِ قرآنِ کریم کے مفہوم ومعنی سمجھنے کے لئے قاموس، لسان العرب اور لغات القرآن کھولنے کی ضرورت تھی۔ الغرض ان میں اور ہم میں وہی فرق تھا جو دید وشنید میں ہوتا ہے، ان کے لئے فہم القرآن گویا ''دید'' تھا، اور ہمارے سامنے قرآن کے صرف الفاظ ونقوش ہیں اور فہمِ قرآن کا پورا منظر نظروں سے غائب ہے۔

غور کیا جاسکتا ہے کہ بعد کے لوگوں کا فہمِ قرآن، صحابہ کرامؓ کے فہم کے ہم سنگ کیونکر ہوسکتا ہے...!

اور پھر صحابہ کرامؓ کی جماعت میں بھی تفاوت موجود تھا، ان میں سے بعض اکابر نہایت عالی فہم تھے، جو صحابہ کرامؓ کے لئے بھی اور بعد کی پوری اُمت کے لئے بھی فہمِ قرآن کا مرجع تھے، اور انہیں فہمِ قرآن میں اِمامتِ کبریٰ کا درجہ حاصل تھا، مثلاً حضراتِ خلفائے راشدین، عبداللہ بن مسعود، اُبیّ بن کعب، عبداللہ بن عباس ترجمان القرآن، رضی اللہ عنہم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد تفسیر کے ہر طالبِ علم کو یاد ہے:

''والله الذی لَا اِلٰه غیره! ما نزلت آیة من کتاب الله اِلّا وأنا أعلم فیمن نزل وأین نزلت؟ ولو أعلم مکان أحد أعلم بکتاب الله مِنّی تناله المطایا لأتیته۔'' (الاتقان، النوع الثمانون)

ترجمہ:... ''اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! قرآنِ کریم کی ہر آیت کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ یہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی؟ اور اگر مجھے یہ علم ہوجاتا کہ اس وقت دُنیا میں کوئی ایسا شخص بھی موجود ہے جو مجھ سے زیادہ کتابُ اللہ کا علم رکھتا ہے تو میں اس کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا، بشرطیکہ سواری کا اس تک پہنچنا ممکن ہو۔''

۵:... اور فہمِ قرآن کا آخری درجہ... جس سے بالاتر کوئی درجہ عالمِ اِمکان میں متصوّر نہیں... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے، کیونکہ صاحبِ کلام جل شانہٗ براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معلم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم کا علم خود حق تعالیٰ شانہٗ سے حاصل کیا ہے، ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علوِ اِستعداد کا یہ عالم کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عیوب ونقائص سے پاک پیدا فرمایا، جیسا کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا:

وأحسن منک لم تر قط عینی
وأجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرأ من کل عیب
کأنک قد خلقت کما تشاء

ترجمہ:... ''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی شخص میری آنکھوں نے نہیں دیکھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ صاحبِ جمال کسی ماں نے کوئی بچہ نہیں جنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر عیب سے پاک اور مبرا پیدا کئے گئے ہیں، گویا جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے ویسے پیدا کئے گئے۔''

پھر حق تعالیٰ شانہ' نے پوری کائنات میں سے نبوّت و رِسالت اور ختمِ نبوّت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اِنتخاب فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مبارک مرکزِ اِیمان و اہلِ اِیمان ہے، قلبِ مبارک تجلیاتِ اِلٰہیہ سے رشکِ شعلہ صدطور ہے، سینہ مبارک اَسرارِ اِلٰہیہ کا امین اور علومِ ربانیہ کا سرچشمہ ہے، علوم الاوّلین والآخرین کا بحرِ بے کراں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ قدسیہ میں ودیعت ہے، وجودِ مبارک کو دُنیا کی آلائشوں، نفسانی خواہشوں اور بشری چاہتوں سے پاک وصاف کردیا گیا ہے، دِل و دِماغ اور زبان پر عصمت کا پہرہ بٹھادیا گیا تاکہ غبارِ بشریت کا کوئی شائبہ بھی دامنِ رِسالت کو آلودہ نہ کرسکے، گوش مبارک غیب سے پیامِ سروش سن رہے ہیں، چشمانِ مبارک جنت و دوزخ، قبر و حشر وغیرہ کا مشاہدہ کررہی ہیں، آسمان سے فرشتے نازل ہوکر مناجات کی سعادت حاصل کرتے ہیں، جبریل و میکائیل وزیر و مشیر ہیں، ابوبکرؓ و عمرؓ مصاحب و ہمدم ہیں، انبیائے کرام علیہم السلام کے قدسی صفات مجمع میں سیادت و قیادت کا تاج فرقِ اَقدس پر سجایا جاتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امام الانبیاء کے منصب پر فائز کیا جاتا ہے۔ کیا کسی فردِ بشر کے لئے ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علوِ اِستعداد، عبدیت و خشیت، حسن و جمال، جاہ و جلال، عزّت و رفعت، طہارت و نزاہت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمہ جہتی کمالات کا اِدراک کرسکے؟ کَلَّا وَرَبِّ الْکَعْبَۃ!

۶:... اور جب یہ معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم کے معلمِ اوّل خود حق تعالیٰ شانہ' ہیں اور متعلّمِ اوّل خود حاملِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم کے لطیف اِشاروں کو جیسا سمجھا، ناممکن تھا کہ کوئی دُوسرا ایسا سمجھ سکے، مثلاً:

*... قرآنِ کریم نے اِقامتِ صلوٰۃ کا حکم فرمایا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے اس کی تشریح اس طرح فرمائی کہ نہ صرف ''اِقامتِ صلوٰۃ'' کا مجسم نمونہ اُمت کے سامنے آگیا، بلکہ نماز کی شرائط و ارکان، آداب و اوقات، تعدادِ رکعات، فرائض و نوافل اور حضور مع اللہ کی کیفیت وغیرہ کی تفصیلات بھی معلوم ہوگئیں۔ کیا کسی دُوسرے کے لئے ممکن ہے کہ قرآنِ کریم کے مختصر سے اِشارے ''اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ'' کی ایسی شرح و تفصیل بیان کرسکے...؟

*... قرآنِ کریم نے مسلمانوں کو ''اِیتائے زکوٰۃ'' کا حکم فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکمِ خداوندی کی پوری شرح و تفصیل بیان فرمادی کہ کن کن مالوں پر زکوٰۃ ہے؟ کتنے وقفے کے بعد زکوٰۃ فرض ہے؟ مال کی کتنی مقدار پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے؟ اور زکوٰۃ کی مقدارِ واجب کس مال میں کتنی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ اگر حاملِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم بہ تعلیمِ خداوندی ان اُمور کی تفصیل بیان نہ فرماتے تو کیا کسی کے لئے ممکن تھا کہ اس حکم کی تشریح منشائے اِلٰہی کے مطابق کرسکتا...؟

٭...قرآنِ کریم نے "کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصَّوۡمُ" میں مسلمانوں کو روزے رکھنے کا حکم فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکمِ خداوندی کی ایسی تفصیلات بیان فرمائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کے اِحاطۂ علم واِدراک میں ہرگز نہیں آسکتی تھیں، خواہ وہ کیسا ہی علامہ وفہامہ اور ماہرِ لسانِ عرب ہوتا۔

٭...قرآنِ کریم نے "وَاَتِمُّوا الۡحَجَّ وَالۡعُمۡرَۃَ لِلّٰہِ" کا حکم فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے اس حکمِ خداوندی کی ایسی تشریح فرمائی کہ پوری کتاب الحج تیار ہوگئی۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کے لئے ممکن تھا کہ ان تفصیلات کا اِدراک کرسکتا...؟

٭...قرآنِ کریم نے قیامت کا ذِکر کرتے ہوئے ایک مختصر سا اِشارہ فرمادیا: "فَقَدۡ جَآءَ اَشۡرَاطُھَا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نورِ نبوّت اور تعلیمِ اِلٰہی کی روشنی میں ان چھوٹے بڑے واقعات کو ذِکر فرمایا جو قیامت سے قبل رُونما ہوں گے، اور جو مسلمانوں میں "علاماتِ صغریٰ" اور "علاماتِ کبریٰ" کے عنوان سے مشہور ومعروف ہیں۔ کیا کسی کے لئے ممکن تھا کہ مستقبل کے ان واقعات کو ٹھیک ٹھیک منشائے اِلٰہی کے مطابق بیان کردیتا...؟

اس ناکارہ نے یہ چند مثالیں عرض کردی ہیں، ورنہ اہلِ نظر جانتے ہیں کہ اسلام کے تمام اُصول وفروع کا معدن ومنبع قرآنِ کریم ہی ہے، مگر قرآنِ کریم کے ان اشاروں کو سمجھنے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمِ بصیرت، نورِ نبوّت اور وحیٔ خداوندی کے ذریعے تعلیم درکار ہے، حضرت امام شافعیؒ کا یہ اِرشاد بہت سے اکابر نے نقل کیا ہے کہ:

"کل ما حکم به رسول الله صلی الله علیه وسلم فهو مما فهمه من القرآن۔"

(تفسیر ابن کثیر ج:۱ ص:۱۹)

ترجمہ:... "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم بھی فرمایا، وہ قرآنِ کریم ہی سے سمجھ کر فرمایا ہے۔"

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول وفعل اور ہر حکم اور فیصلہ قرآنِ کریم ہی سے ماخوذ ہے۔

۷:...حق تعالیٰ شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خود بلاواسطہ قرآنِ کریم کی تعلیم دی اور اُمت کے لئے یہ انتظام فرمایا کہ قرآنِ کریم کے اوّلین مخاطب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے، ان کی تعلیم وتربیت کے لئے ہادیٔ اعظم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مرشد ومربی اور معلّم واتالیق مقرّر فرمایا، چنانچہ اِرشاد ہے:

"لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡھِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِھِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡھِمۡ وَیُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ، وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ۔" (آل عمران:۱۶۴)

ترجمہ:... "حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اِحسان کیا جبکہ ان میں انہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں، اور کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں، اور بالیقین یہ لوگ قبل سے صریح غلطی میں تھے۔" (اس مضمون میں آیات کا ترجمہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے نقل کیا گیا ہے)

یہ مضمون قرآنِ کریم میں چار جگہ پر آیا ہے، البقرۃ:۱۲۹، ۱۵۱، آل عمران: ۱۶۴، الجمعہ: ۲۔

اس اِرشادِ خداوندی میں، جسے قرآنِ کریم میں چار بار دُہرایا گیا ہے، ہمارے لئے چند اُمور بطورِ خاص توجہ طلب ہیں:

اوّل:... آیتِ شریفہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرائضِ نبوّت ذکر فرمائے ہیں:

۱-لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرنا۔

۲-ان کو کتاب اللہ کی تعلیم دینا۔

۳-حکمت کی تعلیم دینا۔

۴-اور اَخلاقِ رذیلہ سے ان کا تزکیہ کرنا اور ان کو پاک کرنا۔

دوم:... آیتِ شریفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو معرضِ اِمتنان میں ذِکر فرما کر ان فرائضِ چہارگانہ کا ذِکر کرنا، اس اَمر کی دلیل ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری نہ ہوتی تو اُمت ان چاروں چیزوں سے محروم رہتی، نہ ان کو آیاتِ قرآنی کے الفاظ معلوم ہوتے، نہ کتابِ اِلٰہی کے صحیح معنی ومفہوم اور مرادِ خداوندی کا ان کو علم ہوتا، نہ حکمت ودانش کی ان کو خبر ہوتی، اور نہ ان کے قلوب واَبدان کا تزکیہ ہوتا، یہ ساری چیزیں انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دم قدم سے میسر آئی ہیں، **فللّٰہ الحمد والمنّۃ!**

سوم:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق جو مطالب سمجھے، اور ان کی اپنے قول وعمل سے جو تشریح وتفصیل فرمائی... جس کو اُوپر نکتہ ششم میں ذِکر کرچکا ہوں... اسی کو آیتِ شریفہ میں لفظِ ''حکمت'' کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے، گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزیں عطا فرمائی گئی تھیں، ایک قرآن، دُوسری قرآنِ کریم کی وہ تعلیمات جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اِلہام واِلقا فرمائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں کی تعلیم پر مامور فرمایا گیا۔

چہارم:... صحابہ کرامؓ جیسا کہ پہلے عرض کرچکا ہوں، قرآنِ کریم کی زبان سے واقف تھے، بلکہ کہنا چاہئے کہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا تھا، اس کے باوجود وہ صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے محتاج تھے، اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قرآنِ کریم کے مطالب کی تشریح وتفصیل تعلیم نہ فرماتے تو وہ اپنی عقل وفہم اور زبان دانی کے زور سے ہرگز ان مطالب تک رسائی حاصل نہ کرسکتے۔ جب صحابہ کرامؓ کا یہ حال ہے تو بعد کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات کے کس قدر محتاج ہوں گے؟ اس کا اندازہ کچھ مشکل نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن فہمی کے لئے اگر صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کے محتاج ہیں، تو بعد کی اُمت فہمِ قرآن میں صحابہؓ سے بڑھ ان تعلیماتِ نبوّت اور حکمتِ آسمانی کی محتاج ہے جس نے صحابہ کرامؓ کے قلوب کو منوّر فرمایا۔

پنجم:... اور جب یہ ثابت ہوا کہ بعد کی اُمت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی اسی طرح محتاج ہے، جس طرح صحابہ کرامؓ تھے تو لازم ہوا کہ رہتی دُنیا تک تعلیماتِ نبویہ بھی محفوظ رہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان علومِ نبوّت کی بقا کا یہ اِنتظام فرمایا کہ اِمام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کے بقول ہر دور، ہر زمانے میں جماعتوں کی جماعتوں کو مختلف شعبوں کی صیانت وحفاظت اور خدمت کے لئے مقرّر فرمادیا، اور یہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے آج تک قرناً بعد قرنٍ اور نسلاً بعد نسلٍ مسلسل چلا آرہا ہے، جس میں کبھی ایک لمحے کے لئے بھی اِنقطاع نہیں ہوا۔

*... ایک جماعت ان مجاہدوں اور غازیوں کی جنھوں نے میدانِ کارزار میں جرأت وبسالت اور مردانگی کے جوہر دِکھائے، اور اپنی جان پر کھیل کر اِسلامی سرحدوں کی حفاظت فرمائی۔

*... بعض حضرات نے کتابُ اللہ کے الفاظ کی حفاظت وخدمت کو اَپنا وظیفۂ زندگی بنالیا، انہوں نے کلامِ اِلٰہی کی ترتیل وتجوید، حروف کے مخارج وصفات اور ان کے طریقۂ اَدا کو محفوظ رکھا، اپنی پوری زندگی قرآنِ کریم کی تلاوت وقرأت، ترتیل وتجوید اور اس کی تحفیظ میں صَرف فرمادی، اور قرآنِ کریم کے الفاظ کی حفاظت کا ایسا شاندار ریکارڈ قائم کیا جس کی نظیر کسی قوم میں نہیں ملتی، یہ حضرات قراء وحفاظ کی جماعت ہے۔

*... بعض حضرات نے دِینی مسائل کی تنقیح وتخریج کو اپنا مقصدِ حیات بنالیا، اور انہوں نے شرعی مسائل میں اُمت کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیا، یہ حضراتِ فقہاء اور اہلِ فتویٰ کی جماعت ہے۔

*... بعض حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشادات اور کلماتِ طیبات کی حفاظت وصیانت کا فریضہ اپنے ذمے لے لیا اور ہر حدیث کی تنقیح کرکے صحیح وضعیف اور مقبول ومردود میں اس طرح تمیز کردی کہ دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی الگ کردیا، یہ حضراتِ محدثین کی جماعت ہے۔

*... بعض حضرات نے کتابِ اِلٰہی کی تشریح وتفسیر کا منصب سنبھالا، اور کتابُ اللہ کے مطالب اُمت کے سامنے پیش فرمائے، یہ حضراتِ مفسرین کی جماعت ہے۔

*... بعض حضرات نے ملحدین ومنافقین اور اہلِ باطل کے پھیلائے ہوئے شکوک وشبہات کا تحقیقی واِلزامی دلائل سے اِزالہ کیا، اور اُمت کے لئے ان کانٹوں سے صراطِ مستقیم کا راستہ صاف کیا، یہ حضراتِ متکلمین کی جماعت ہے۔

*... بعض حضرات نے اپنے انفاسِ طیبات سے اُمت کے دِلوں کو مزکیٰ ومصفّٰی کیا، اوران کے دلوں کے زنگ دُور کرکے ان کو یادِ اِلٰہی سے معمور کیا:

دور باش افکار باطل! دور باش اغیار دِل!
سج رہا ہے شاہ خوباں کے لئے دربار دِل

یہ حضراتِ اہلِ قلوب صوفیا کی جماعت ہے۔

*... بعض حضرات نے وعظ وتذکیر اور دعوت وتبلیغ کے ذریعے سوتے ہوؤں کو جگایا، غافلوں کو ہوشیار کیا، ان کی تأثیرِ وعظ سے اُمت کا قافلہ رواں دواں رہا۔

الغرض حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے تکوینی نظام کے ذریعے دِین اور اس کے تمام شعبوں کی حفاظت کا ایسا اِنتظام فرمایا کہ دِین کا چشمۂ صافی نہ کبھی گدلا ہوا، نہ ہوگا۔ اس طرح اللہ کے بندوں پر اللہ کی حجت پوری ہوئی، اور اِن شاء اللہ جب تک دُنیا میں قرآنِ کریم باقی ہے، اس کے یہ خدام بھی تا قیامت قائم ودائم رہیں گے، یہ سلسلہ نہ کبھی ایک لمحے کے لئے منقطع ہوا، نہ ہوگا۔

حضرت اِمام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کے قصیدے ''اطیب النغم فی مدح سیّد العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم''

کی نویں فصل میں اس مضمون کو نظم کیا گیا ہے، جس کا خلاصہ میں نے اُوپر ذِکر کیا، مناسب ہوگا کہ بطورِ تبرک حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کے یہ اَشعار یہاں نقل کردیئے جائیں:

"وأيد دين الله في كل دورة
عصائب تتلوا مثلها من عصائب
فمنهم رجال يدفعون عدوهم
بسمر القنا والمرهفات القواضب
ومنهم رجال يغلبون عدوهم
بأقوىٰ دليل مفحم للمغاضب
ومنهم رجال بيّنوا شرع ربّنا
وما كان فيه من حرام وواجب
ومنهم رجال يدرسون كتابه
بتجويد ترتيل وحفظ مراتب
ومنهم رجال فسروه بعلمهم
وهم علمونا ما به من غرائب
ومنهم رجال بالحديث تولعوا
وما كان منه من صحيح وذاهب
ومنهم رجال مخلصون لربهم
بأنفاسهم خصب البلاد الأجادب
ومنهم رجال يهتدى بعظاتهم
فيام الىٰ دين من الله واصب
علىٰ الله ربّ الناس حسن جزائهم
بما لَا يوافي عده ذهن حاسب"

ترجمہ:... "۱-اور ہر دور میں اللہ کے دِین کی تائید ایسی جماعتوں نے کی کہ ان کے بعد لگاتار ویسی ہی جماعتیں آتی رہیں۔

۲-چنانچہ کچھ حضرات وہ ہیں جو گندم گوں نیزوں اور کاٹنے والی تیز تلواروں کے ذریعے دُشمنوں کا مقابلہ کرتے ہیں، یہ مجاہدین کی جماعت ہے۔

۳- کچھ حضرات ایسے ہیں جو اپنے دُشمن پر غالب آتے ہیں اور قوی ترین دلائل کے ذریعے معاندین کا منہ بند کردیتے ہیں، یہ متکلمینِ اسلام کی جماعت ہے۔

۴- کچھ حضرات وہ ہیں جنھوں نے ہمارے سامنے ہمارے رَبّ کی شریعت کو بیان فرمایا، اور اس میں جو حرام اور واجب وغیرہ اَحکامِ شرعیہ ہیں، ان کی شرح و توضیح فرمائی، یہ حضراتِ فقہائے اُمت اور اَربابِ فتویٰ کی جماعت ہے۔

۵- کچھ حضرات وہ ہیں جو اللہ کی کتاب کی تدریس میں مشغول ہیں، عمدہ ترتیل اور حفظِ مراتب کے ساتھ، یعنی حروف کے مخارج وصفات اور طریقۂ اَدا کی رعایت کے ساتھ، یہ حضراتِ قراء کی جماعت ہے۔

۶- کچھ حضرات وہ ہیں جنھوں نے اپنے علم سے کتابِ اِلٰہی کی تفسیر فرمائی، اور قرآنِ کریم میں جو عجیب وغریب لطائف ونکات ہیں، ہمیں ان کی تعلیم دی، یہ حضراتِ مفسرین ہیں۔

۷- کچھ حضرات حدیثِ نبوی کے عاشق ہیں، اور انہوں نے صحیح وضعیف اَحادیث کو چھانٹ کر رکھ دیا، یہ حضراتِ محدثین کی جماعت ہے۔

۸- کچھ حضرات وہ ہیں جو اپنے رَبّ کی عبادت میں اِخلاص کا اِہتمام کرنے والے ہیں، انہی کے دم قدم سے خشک علاقوں میں سرسبزی وشادابی ہے، یہ حضراتِ صوفیا صافیہ کی جماعت ہے۔

۹- اور کچھ حضرات ہیں جن کے وعظ ونصیحت اور دعوت وتبلیغ سے اِنسانوں کے گروہ در گروہ اللہ تعالیٰ کے دِینِ حق کی طرف... جو قائم ودائم ہے... ہدایت پاتے ہیں، یہ حضراتِ مبلغین وواعظین کی جماعت ہے۔

۱۰- ان سب حضرات کی بہترین جزا اللہ تعالیٰ نے جو رَبّ الناس ہے، اپنے ذمے لے رکھی ہے، اور قیامت کے دن ان حضرات کو ایسی جزا عطا فرمائیں گے کہ کسی حساب لگانے والے کا ذہن اس کا اِحاطہ نہیں کرسکتا۔''

افسوس ہے کہ آنجناب کی پہلی تنقیح پر گفتگو طویل ہوگئی، ہرچند کہ میں نے قلم کو روک روک کر لکھنے کی کوشش کی، اور ہر نکتے کے اَطراف وجوانب کے پہلوؤں کو قلم انداز کرتا چلا گیا ہوں، اس کے باوجود گفتگو اندازے سے زیادہ طویل ہوگئی، مناسب ہوگا کہ ان معروضات کا خلاصہ عرض کردُوں:

* ...اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف قرآن ہی نہیں دیا، بلکہ قرآنِ کریم سے پہلے صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے، اور ان کے ذریعے قرآنِ کریم عطا ہوا۔

* ...حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اَلفاظِ قرآنِ کریم کے معنی ومفہوم اور مرادِ خداوندی کی تعلیم بھی فرمائی: ''ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ'' (القیامہ) ''پھر ہمارے ذمے رہا اس قرآن کو بیان کرنا بھی''۔

* ...حق تعالیٰ شانہٗ نے نبیٔ اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلّمِ اِنسانیت بنایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے چار وظائف

رِسالت مقرّر فرمائے: ۱-تلاوتِ آیات، ۲-تعلیمِ کتاب، ۳-تعلیمِ حکمت، ۴-اُمت کا تزکیہ۔

*...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وظائفِ نبوّت ایسے نفیس طریقے سے اَدا فرمائے، جس کی کوئی مثال عالمِ اِمکان اور تاریخِ اِنسانیت میں نہیں ملتی۔

*...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو جو تعلیم اپنے قول وعمل سے دی، اسی کا نام ''سنت وحدیث'' ہے، اور اس تعلیمِ نبوی کے بغیر قرآنِ کریم کو مرادِ خداوندی کے مطابق سمجھنا ناممکن اور محال ہے۔

*...حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کا وعدہ فرمایا کہ قرآن کے الفاظ و معانی اور مراداتِ خداوندی کی قیامت تک حفاظت فرمائیں گے۔

*...وعدۂ اِلٰہی ظہور پذیر ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر دور اور ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اس دِینِ قیم کی خدمت کے لئے جماعتوں کو کھڑا کر دیا، یہ سلسلہ جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔

*...''کارخانۂ حفاظت'' جس کا اِنتظام حق تعالیٰ شانہٗ نے بقائے دِین کے لئے فرمایا، اس کے نتیجے میں الحمدللہ ''گلشنِ محمدی'' سدابہار ہے، قرآنِ کریم کا ایک ایک حرف ہی نہیں، اس کا طریقۂ اَدا اور لب ولہجہ تک محفوظ ہے، اور معانیٔ قرآن، جن کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باذنِ اِلٰہی اپنے قول وفعل سے دی، اس کا بھی پورے کا پورا ریکارڈ آج تک محفوظ ہے، اور اِن شاء اللہ قیامت تک محفوظ رہے گا۔

تنقیحِ دوم

آنجناب کا یہ کہنا کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم کے علاوہ کبھی کوئی دِینی بات اِرشاد ہی نہیں فرمائی'' عجیب وغریب دعویٰ ہے، کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ:

*...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ قرآنی اَحکام کی اپنے قول وعمل سے تشریح وتکمیل فرمائی۔

*...اور یہ بات بھی سب کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مسعود سے لے کر، نماز، روزہ اور حج وزکوٰۃ کی یہ تفصیلات تواتر کے ساتھ محفوظ چلی آئی ہیں، اور تمام مسلمان نسلاً بعد نسلٍ ان کو مانتے چلے آئے ہیں، مسلمان تو مسلمان کافر تک جانتے ہیں کہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ مسلمانوں کے دِین کا جزو ہیں۔

یہ ساری چیزیں قرآنِ کریم میں صراحۃً مذکور نہیں، بلکہ اُمتِ اِسلامیہ نے ان چیزوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل سے سیکھا ہے، اگر یہ ساری چیزیں آپ کے نزدیک قرآن ہی میں داخل ہیں، بایں معنی کہ یہ قرآنِ کریم ہی کے اَحکام کی شرح وتفسیر ہے تو جزاک اللہ، مرحبا، کہ آپ نے بھی سنتِ نبوی کے اس ذخیرے کو قرآنِ کریم کی شرح وتفسیر قرار دے کر اپنے اُمتی ہونے کا حق اَدا کر دیا، کوئی شک نہیں کہ قرآنِ کریم کلامِ اِلٰہی ہے۔ اور... جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَقوال واَفعال اور اَعمال واَحوال، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ اور سنتِ مبارکہ قرآنِ کریم کی نہایت مستند

شرح ہے، اور ایسی شرح جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر بالقائے رحمانی والہامی ربانی نازل ہوئی، یہ قرآنِ کریم کی ایسی حکیمانہ شرح ہے کہ کوئی اُمتی تو کجا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دُوسرے انبیائے کرام علیہم السلام میں اس کی نظیر نہیں ملتی، نہ کوئی ایسا بلند مرتبہ شارح عالمِ اِمکان میں تھا، جس کا قلب حکمتِ ربانیہ، معرفتِ اِلٰہیہ، خشیتِ خداوندی، علومِ نبوّت اور نورِ اَزلی سے اس طرح لبریز ہوا اور نہ کلامِ حکیم کی شرح وتفسیر حکیمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ سے بہتر عالمِ وجود میں آسکتی تھی، اسی بنا پر فرمایا ...اور واللہ العظیم کہ بالکل برحق فرمایا... کہ:

''لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا مَّا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔''　(مشکوٰۃ ص:۳۰)

ترجمہ:... ''اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔''

الغرض قرآنِ حکیم متنِ متین ہے، اور سنتِ نبوی ...علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام... اس کی شرح وتفسیر ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر من جانب اللہ القا ہوتی تھی، لہٰذا نہ اس متنِ متین کو اس شرح تفسیر سے جدا کیا جاسکتا ہے، اور نہ یہ شرح اس متن کے بغیر وجود میں آسکتی تھی، اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول وعمل قرآنِ کریم سے باہر نہیں تھا، اور قرآنِ کریم میں جو کچھ ہے وہ بعینہٖ سنتِ نبویہ کے آئینے میں منعکس ہے، دونوں کے درمیان اگر فرق ہے تو بس متن اور شرح کا، وہ اِجمال ہے اور یہ اس کی شرح وتفصیل ہے، واللہ الموفق!۔

۲:... اور اگر آنجناب کا خیال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سالہ دورِ نبوّت میں صرف قرآنِ کریم پڑھ کر سنایا، اس کے اَحکام وفرامین کی تفصیل نہیں فرمائی، اس لئے سنت کے نام سے اُمت کے ہاتھ میں جو کچھ ہے، وہ بعد کا ساختہ وپرداختہ ہے، اور قرآنِ کریم کے محاذی اور مقابل ہے، لہٰذا ''قرآن کا اِسلام'' اور ہے ''سنت کا اِسلام'' اور ہے... العیاذ باللہ... تو یہ سراسر غلط فہمی ہوگی، اور مجھے توقع نہیں کہ آنجناب جیسا فہیم شخص بھی اتنی بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہوسکتا ہے۔

۳:... کیونکہ اگر بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ کو درمیان میں سے ہٹادیا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نورِ نبوّت، اپنی فہم وفراست اور حق تعالیٰ شانہٗ کے اِلقا واِلہام کے ذریعے شریعتِ اسلام کی جو تشکیل فرمائی، اس کو ''ایں دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولیٰ'' کا مصداق قرار دے کر اس سے دستبرداری اِختیار کرلی جائے تو ہمیں پورے دِینِ اسلام کی اَزسرِنو تشکیل کرنا ہوگی، مثلاً ''اِقامتِ صلوٰۃ'' کے فریضے کو لیجئے، جس کا بار بار قرآنِ کریم نے اِعلان کیا ہے، ہمیں پوری نماز کا نقشہ قرآنِ کریم کے حوالے سے ... نہ کہ محض اپنی عقل سے ... مرتب کرنا ہوگا، اور یہ بتانا ہوگا کہ:

* ...نماز کے فلاں فلاں اوقات ہیں، اور ہر وقت کی اِبتدا واِنتہا یہ ہے۔
* ...ہر نماز کی فرض رکعات اتنی ہیں اور زائد اَز فرض نوافل اتنے ہیں۔
* ...نماز کے اندر شرائط واَرکان یہ ہیں، فرائض وواجبات یہ ہیں۔
* ...فلاں فلاں کاموں سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، فلاں فلاں اَفعال سے مکروہ ہوجاتی ہے۔
* ...فلاں فلاں کام نماز میں جائز ہیں، فلاں فلاں ناجائز ہیں۔

✽...فلاں اَشخاص پر نماز فرض ہے، فلاں فلاں پر نہیں۔

✽...نماز کا پورا طریقہ اوّل سے آخر تک یہ ہے، اس طرح قیام کیا جائے، اس طرح رُکوع وسجود بجالایا جائے، اس طرح نماز کو شروع کیا جائے، اس طرح ختم کیا جائے۔

الغرض صرف ایک حکم ''اِقامتِ صلوٰۃ'' کی تفصیل وتشکیل کے لئے پوری ''کتاب الصلوٰۃ'' اَزسرِنو مرتب کرنا ہوگی، اور ہر مسئلے میں صرف قرآن کا حوالہ دینا لازم ہوگا، اور حوالہ بھی بالکل صحیح اور صاف، جس کے مفہوم میں اِختلاف کی گنجائش نہ ہو، اور نہ اسے چیلنج کیا جاسکے۔

اسی طرح ''کتاب الطہارۃ'' سے ''کتاب الفرائض'' تک تمام اَبوابِ فقہیہ کی اَزسرِنو تشکیل کرنا ہوگی، اور ہر بحث کے ہر مسئلے میں قرآنِ کریم کی صاف اور صریح آیات کا حوالہ دینا ہوگا۔ پھر اَخلاق وعقائد، معاملات ومعاشرت اور آدابِ زندگی کی یہ تمام وکمال تفصیل مرتب کرنا ہوگی، جس میں ایک ایک عقیدہ، ایک ایک اَخلاق، ایک ایک معاملہ اور ایک ایک شرعی ادب کو قرآنِ کریم کی صریح آیاتِ بینات کے حوالے سے قلم بند کرنا ہوگا، اور جب یہ کام بحسن وخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچادیا جائے تب کسی کو یہ کہنے کا حق ہوگا کہ یہ تو ''قرآن کا اِسلام'' ہے اور مسلمانوں کے ہاتھ میں جو دِین ہے وہ ''قرآن کا اِسلام'' نہیں ''روایات کا اسلام'' ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا کوئی شخص یہ کارنامہ انجام دے سکتا ہے؟ کلّا! ثم کلّا! یہ شریعت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے وجود میں آئی، قرآنِ کریم اور نبوّتِ محمدیہ... علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات... کا اِعجاز ہے اور دعوے سے کہا جاسکتا ہے کہ اگر کسی شخص کو عمرِ نوح بھی عطا کردی جائے تب بھی ناممکن ہے کہ وہ اس کام کو کرسکے، خواہ اپنے ساتھ دُنیا بھر کے لوگوں کو ملالے، امام المتقین سیّد المرسلین سرورِ کون ومکاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایتِ ربانی کے مطابق اپنے قول وفعل سے قرآنِ کریم کی جو تشریح فرمائی اور اِسلامی شریعت کی جو تشکیل فرمائی، واللہ العظیم! اس کی نظیر لانا حیطۂ اِمکان سے خارج ہے، **وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا**!

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... اور بخدا! صحیح فرمایا... کہ:

''لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارٍ، لَا يَزِيْغُ عَنْهَا بَعْدِيْ إِلَّا هَالِكٌ۔''

(کنزالعمال حدیث نمبر:۱۰۶۲)

ترجمہ:... ''میں نے تمہیں روشن شریعت پر چھوڑا ہے، جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، میرے بعد اس سے اِنحراف نہیں کرے گا مگر ہلاک ہونے والا۔''

الغرض اگر کسی شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ ''قرآنی اسلام'' پر اِعتماد نہیں، یا کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اُمت نے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کی تفصیلات کو اَزخود گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کردیا ہے، اس لئے وہ دِینِ اسلام کی ان تمام تفصیلات کو، جو اُمت کے عملی تواتر سے ہم تک پہنچی ہیں، یا جو اَحادیثِ صحیحہ ومقبولہ سے ثابت ہیں ''روایات کا اِسلام'' سمجھتا ہے، اسے لازم ہے کہ صحیح ''قرآنی اسلام'' کا نقشہ پیش کرے، جس میں نہ کسی اِختلاف کی گنجائش ہو، نہ کسی کے اُنگلی رکھنے کی، جب تک

''قرآنی اِسلام'' کی تشکیل کا یہ کارنامہ انجام نہیں دے لیا جاتا... اور ناممکن ہے کہ کوئی شخص ایسا کر سکے... تب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اور خیرِ اُمت کے طبقہ در طبقہ تواتر کے ساتھ نقل کئے ہوئے دِین کو ''روایات کا اِسلام'' کہہ کر مسترد کر دینا کسی عقل مند کا کام نہیں ہوسکتا...!

۴:... آنجناب اس نکتے پر بھی غور فرمائیں کہ قرآنِ کریم نے سات جگہ کتاب کے ساتھ حکمت کا ذکر فرمایا ہے:

* ... ''وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ'' (البقرۃ:۱۲۹)

ترجمہ:... ''اور وہ نبی سکھائے ان کو کتاب و حکمت۔''

* ... ''وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ'' (البقرۃ:۱۵۱)

ترجمہ:... ''اور آپ تم کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔''

* ... ''وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ'' (آل عمران:۱۶۴)

ترجمہ:... ''اور آپ ان (اہلِ ایمان) کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔''

* ... ''وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ'' (الجمعہ:۲)

ترجمہ:... ''اور آپ ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔''

* ... ''وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ، وَاتَّقُوا اللهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ'' (البقرۃ:۲۳۱)

ترجمہ:... ''اور حق تعالیٰ کی جو تم پر نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو اور (خصوصاً) اس کتاب اور (مضامینِ) حکمت کو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر اس حیثیت سے نازل ہوئی ہیں کہ تم کو ان کے ذریعے سے نصیحت فرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

* ... ''وَاَنْزَلَ اللهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ، وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا'' (النساء:۱۱۳)

ترجمہ:... ''اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائیں، اور آپ کو وہ باتیں بتلائی ہیں جو آپ نہ جانتے تھے، اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

* ... ''وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللهِ وَالْحِكْمَةِ'' (الاحزاب:۳۴)

ترجمہ:... ''اور تم ان آیاتِ الٰہیہ کو اور اس علم (اَحکام) کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

پہلی چار آیاتِ شریفہ میں فرمایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ ایمان کو کتاب وحکمت کی تعلیم فرماتے ہیں، پانچویں آیتِ شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو اَپنا اِنعام یاد دِلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعے

کتاب وحکمت نازل فرمائی ہے۔

چھٹی آیتِ شریفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف وفضیلت اور علوِ مرتبت کا تذکرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب وحکمت نازل فرمائی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ علوم سکھائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے معلوم نہیں تھے، اور حق تعالیٰ شانہٗ کا فضلِ عظیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاملِ حال تھا۔

ساتویں آیتِ شریفہ میں اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو فرمایا کہ ان کے گھروں میں جو آیاتُ اللہ اور حکمت تلاوت کی جاتی ہیں، اس کا تذکرہ کیا کریں۔

ان آیاتِ شریفہ پر نظرِ فہم واِنصاف ڈال کر غور فرمائیے کہ ''الکتاب'' تو قرآن مجید ہوا، یہ ''الکتاب'' کے ساتھ ساتھ جو ''الحکمۃ'' کا تذکرہ بار بار چلا آرہا ہے، یہ کیا چیز ہے؟

اکابرِ اُمت نے اس ''حکمت'' کو مختلف تعبیرات میں بیان فرمایا ہے، مفہوم سب کا متقارب ہے، اس کا جامع ترین مفہوم اِمام شافعیؒ اور دیگر اَکابر نے صرف ایک لفظ سے بیان فرمایا ہے، یعنی ''السُّنَّة''۔

ہمارے لئے جو چیز لائقِ توجہ ہے وہ یہ ہے کہ جب قرآنِ کریم یہ اِعلان کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ''الکتاب'' کے ساتھ ''الحکمۃ'' بھی نازل کی گئی، اور یہ حکمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل ہی سے معلوم کی جاتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کو اس کی تعلیم فرماتے تھے، اور اُمت کو کتاب وحکمت دونوں کے یاد اور محفوظ رکھنے کا حکم فرمایا گیا، تو اس سے بدیہی طور پر ہر شخص یہ سمجھے گا کہ قرآنِ کریم کے ساتھ یہ ''الحکمۃ'' بھی دِین کا ایک اہم ترین حصہ ہے، جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا، اور جس کی تعلیم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مأمور فرمایا گیا، اور یہ بات بھی ہر آدمی سمجھتا ہے کہ جب صحابہ کرامؓ بھی تعلیم کتاب وحکمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج تھے تو بعد کی اُمت ان سے زیادہ محتاج ہوگی، اور اس بات کو سمجھنے کے لئے بھی کسی دقیق علم وفہم کی ضرورت نہیں کہ اُمت دِین فہمی کے لئے جس چیز کی محتاج ہے، اس کا باقی اور محفوظ رہنا لازم بھی ہے، اگر وہ محفوظ ہی نہ رہے تو اُمت اس سے کیسے مستفید ہوگی۔ معلوم ہوا کہ کتاب وحکمت دونوں اِسلام کا منبع ہیں، دونوں اُمت کے لئے ضروری ہیں، اور دونوں کی حفاظت حق تعالیٰ شانہٗ کی جانب سے ہوئی ہے تاکہ دِینِ اسلام رہتی دُنیا تک ہر شخص پر حجت رہے۔

جب صاحبِ قرآن الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد لوگوں کے سامنے آتا ہے:

''اَلَا! اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ۔'' (مشکوٰۃ ص:۲۹)

ترجمہ:... ''سنو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اسی کی مثل کے ساتھ۔''

تو بعض لوگ اس اِرشادِ نبوی کا مذاق اُڑاتے ہیں اور مزے لے لے کر اس پر پھبتیاں اُڑاتے ہیں، لیکن انصاف کیجئے کہ کیا اس حدیث شریف میں وہی بات نہیں کہی گئی جس کا اِعلان خود قرآن کر رہا ہے؟ کیا ان کو کبھی ان آیاتِ شریفہ کی تلاوت کی بھی توفیق نہیں ہوئی:

''وَاَنْزَلَ اللهُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ''

''وَمَآ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنَ الْکِتٰبِ وَالْحِکْمَةِ''

"وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللهِ وَالْحِکْمَةِ"

یہی حکمت جس کے بارے میں قرآن نے اِعلان فرمایا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کے ساتھ نازل کی گئی ہے۔

یہی حکمت جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اہلِ اِیمان کو آگاہ فرمارہے ہیں کہ ان پر کتاب کے ساتھ حکمت نازل کی گئی ہے۔

یہی حکمت جس کے مذاکرے کا مسلمانوں کی ماؤں (اُمہات المؤمنینؓ) کو حکم دیا گیا۔

اگر اسی حکمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بلیغ پیغمبرانہ الفاظ میں یوں تعبیر فرماتے ہیں:

"اَلَا! اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ۔"

تو اِنصاف فرمائیے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھیک وہی بات نہیں دُہرائی جس کا بار بار اِعلان قرآنِ کریم نے "الکتاب والحکمۃ" کے الفاظ میں فرمایا ہے؟

اس صورت میں اس حدیث کا مذاق اُڑانا خود قرآن کا مذاق اُڑانا نہیں تو اور کیا ہے...؟

یہ تو ایک ضمنی بات تھی، میں جو بات عرض کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ جب قرآنِ کریم کے اِعلان کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزیں دی گئیں، ایک قرآن اور دُوسری حکمت، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں کی تعلیم پر مأمور بھی کیا گیا، تو آنجناب کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے علاوہ مسلمانوں کو کسی چیز کی تعلیم نہیں دی، نہ قرآن کے علاوہ کوئی دِینی بات اپنی زبانِ مبارک سے ارشاد فرمائی، کیا یہ دعویٰ خود قرآن کی زبان سے غلط اور باطل نہیں ہوجاتا...؟

۵:... یہاں یہ ذکر کردینا بھی اَز بس ضروری ہے کہ، یہ حکمتِ نبوی جس کو سنت سے تعبیر کرتے ہیں، اور جس کے قرآن کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کئے جانے کا قرآن اِعلان کر رہا ہے، یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں، بلکہ قرآن ہی یہ بھی ثابت کر رہا ہے کہ ہر نبی کو کتاب کے ساتھ حکمت بھی عطا کی گئی، ملاحظہ فرمائیے:

۱-"وَاِذْ اَخَذَ اللهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَةٍ" (آل عمران:۸۱)

ترجمہ:... "اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء (علیہم السلام) سے کہ جو کچھ تم کو کتاب اور علم (شریعت) دُوں۔"

۲-"وَیُعَلِّمُهُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ" (آل عمران:۴۸)

ترجمہ:... "اور اللہ تعالیٰ ان کو (عیسیٰ علیہ السلام کو) تعلیم فرمائیں گے کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور توراۃ اور اِنجیل۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

۳-"وَاِذْ عَلَّمْتُکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ" (المائدہ:۱۱۰)

ترجمہ:... "اور جبکہ میں نے تم کو (عیسیٰ علیہ السلام کو) کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور توراۃ اور اِنجیل تعلیم کیں۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

ان آیاتِ شریفہ سے واضح ہے کہ ہر نبی کو... اللہ تعالیٰ کی ان سب پر ہزاروں ہزار رحمتیں و برکتیں ہوں... کتاب کے ساتھ

ساتھ حکمت بھی عطا کی گئی، لطیفہ یہ ہے کہ نئی کتاب تو ہر نئے نبی کو نہیں دی گئی، بلکہ بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام... پہلی کتاب کے پابند تھے، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی گئی، اور ان کے بعد بنی اسرائیل میں ہزاروں نبی آئے، جیسا کہ خود قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:

"وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" (البقرۃ:۸۷)

ترجمہ:... "اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی، اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے پیغمبروں کو بھیجتے رہے، اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح دلائل عطا فرمائے، اور ہم نے رُوح القدس سے تائید دی۔"

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

"اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَّحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ" (المائدۃ:۴۴)

ترجمہ:... "ہم نے تورات نازل فرمائی، جس میں ہدایت تھی اور وضوح تھا، انبیاء جو کہ اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے اس کے موافق یہود کو حکم دیا کرتے تھے، اور اہل اللہ اور علماء بھی، بوجہ اس کے کہ ان کو اس کتاب کی نگہداشت کا حکم دیا گیا تھا، اور وہ اس کے اِقراری ہوگئے تھے۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

یہ انبیائے کرام علیہم السلام جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یہود کی اِصلاح و تربیت کے لئے تشریف لاتے رہے، ان کی کتاب تو وہی "کتابِ موسیٰ" (تورات) تھی، لیکن ظاہر ہے کہ ان پر وحی بھی نازل ہوتی تھی، کیونکہ یہی چیز ایک نبی کو غیرنبی سے ممتاز کرتی ہے۔

بہرحال قرآنِ کریم نے ذِکر فرمایا ہے کہ ہر نبی کو کتاب کے ساتھ حکمت عطا کی گئی، ہر نبی پر کتاب کے علاوہ وحی نازل ہوتی رہی، جو حکمت پر مشتمل تھی، جس کے ذریعے حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کتابِ اِلٰہی کے صحیح منشا کو مرادِ خداوندی کے مطابق خود سمجھتے تھے اور دُوسروں کو سمجھاتے تھے۔ خود عمل فرماتے تھے اور دُوسروں سے عمل کرواتے تھے، پس کتابِ اِلٰہی کا فہم و تفہیم، اس کی تعلیم و تبلیغ، اس کی تعمیل و تنفیذ، اسی حکمت کی روشنی میں ہوتی تھی جو انبیائے کرام علیہم السلام کو وحیٔ اِلٰہی کے ذریعے اِلقا کی جاتی تھی، گویا کتاب اور حکمتِ نبوی دونوں لازم و ملزوم ہیں، دونوں کو ایک دُوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

یہیں سے یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ "حکمت" جو انبیائے کرام علیہم السلام کو بذریعہ وحی دی گئی، حضراتِ اہلِ علم کی اِصطلاح میں اس کو "وحیٔ خفی" کہا جاتا ہے، کتاب کی وحی "وحیٔ جلی" کہلاتی ہے، اور "حکمت کی وحی" وحیٔ خفی کہلاتی ہے۔ جو لوگ قرآن کی "کتاب و حکمت" کو نہیں سمجھتے، اور جو حقیقتِ نبوّت اور مرتبۂ نبوّت سے ناآشنا ہیں، وہ "وحیٔ جلی" اور "وحیٔ خفی" کے الفاظ کا مذاق اُڑانا، تمغۂ دانشوری سمجھتے ہیں، لیکن جن لوگوں کو حق تعالیٰ شانہٗ نے چشمِ بصیرت عطا فرمائی ہے، ان کے لئے یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ "وحیٔ جلی" اور "وحیٔ خفی" کی اِصطلاح قرآن ہی کے الفاظ "کتاب و حکمت" کے مراتب کی تعیین و تشخیص ہے:

الفاظ کے پیچوں میں اُلجھتے نہیں دانا
غوّاص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے!

۶:... کتاب و حکمت کے عطا کئے جانے کے بعد نبی کا ظاہر و باطن اور قلب و قالب رِضائے اِلٰہی پر ڈَھل جاتا ہے، چنانچہ اِرشادِ خداوندی ہے:

"قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ○" (الانعام:۱۶۲، ۱۶۳)

ترجمہ:... "آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے، جو مالک ہے سارے جہان کا، اس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے، اور میں سب ماننے والوں میں پہلا ہوں۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

دُوسری جگہ حضرت اِبراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

"اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○" (البقرۃ:۱۳۱)

ترجمہ:... "جبکہ ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ: تم اِطاعت اِختیار کرو! انہوں نے عرض کیا کہ: میں نے اِطاعت اِختیار کی رَبّ العالمین کی۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشادِ گرامی ہے:

"مَا بَالُ أَقْوَامٍ یَتَنَزَّهُوْنَ عَنِ الشَّیْءِ أَصْنَعُهٗ فَوَاللّٰہِ! إِنِّیْ أَعْلَمُهُمْ بِاللّٰہِ وَأَشَدُّهُمْ لَهٗ خَشْیَةً۔" (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص:۲۷)

ترجمہ:... "ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی چیز سے پرہیز کرتے ہیں جس کو میں کرتا ہوں، پس اللہ کی قسم! میں ان سب سے زیادہ اللہ کو مانتا ہوں، اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈَرتا ہوں۔"

نبی کا دِل وحیٔ اِلٰہی سے سراپا نور اور رَشکِ صد شعلہ طور بن جاتا، اور یہ نورِ وحی اس کی رُوح و قلب میں سرایت کر جاتا ہے تو نبی کا ہر قول و فعل مرضیٔ اِلٰہی کے سانچے میں ڈھل کر نکلتا ہے، گویا نبی کا قول و فعل خود رضائے اِلٰہی کا پیمانہ بن جاتا ہے، نبی کو من جانب اللہ ایک شاہراہ اور ایک صراطِ مستقیم عطا کیا جاتا ہے، جس کو چشمِ نبوّت دیکھتی ہے، مگر دُوسروں کے سامنے اس کا ظہور نبی کے قول و فعل اور کردار و گفتار میں ہوتا ہے، اسی کا نام شریعت ہے:

"وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا" (المائدۃ:۴۹)

ترجمہ:... "تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

"ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ"

(الجاثیہ:۱۸)

ترجمہ:... "پھر ہم نے آپ کو دِین کے ایک خاص طریقے پر کردیا، سو آپ اسی طریقے پر چلتے رہئے اور جہلاء کی خواہشوں پر نہ چلئے۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

قرآنِ کریم کی ان آیاتِ بینات سے واضح ہے کہ نبی پر نازل کی جانے والی کتاب وحکمت ایک رُوح ہے، جو نبی کے قول وفعل اور اس کی سنت کے قالب میں جلوہ گر ہوتی ہے، وہ برگِ گل ہے تو یہ بوئے گل ہے، کسی نے قرآن وحکمت کا جلال و جمال ظاہری آنکھوں سے دیکھنا ہو تو اسے نبی کے قول وفعل اور اس کی سنت میں جلوہ گر دیکھ لے، زیب النساء المتخلص بہ "مخفی" مرحومہ کے بقول:

درسخن "مخفی" منم چوں بوئے گل در برگِ گل

ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

ترجمہ:... "جس طرح بوئے گل برگِ گل میں مخفی ہوتی ہے، اسی طرح میں اپنے سخن میں مخفی ہوں، جو شخص مجھے دیکھنے کی خواہش رکھتا ہو، وہ مجھے میرے کلام میں دیکھے۔"

چونکہ نبی کی پوری شخصیت سراپا مرضیٔ اِلٰہی بن جاتی ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو اہلِ اِیمان کے لئے اُسوۂ حسنہ... بہترین نمونہ... قرار دیا گیا ہے:

"لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللهَ کَثِیْرًا"

(الاحزاب:۲۱)

ترجمہ:... "تم لوگوں کے لئے... یعنی ایسے شخص کے لئے... جو اللہ سے اور روزِ آخرت سے ڈرتا ہو، اور کثرت سے ذکرِ اِلٰہی کرتا ہو، رسول اللہ... صلی اللہ علیہ وسلم... کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وفعل، آپ کا اُسوۂ حسنہ، آپ کی سنتِ مطہرہ ہی وہ شریعت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قائم کیا تھا، اور یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس پر چلنے کی توفیق ہر نماز کی ہر رکعت میں طلب کی جاتی ہے:

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ"

(یا اللہ! ہمیں صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب فرما)

۷:... گزشتہ نکات سے واضح ہوچکا ہے کہ کتاب وحکمت ہر نبی کو دی گئی، جو ہر نبی کے قول وفعل اور اس کی سنت کی شکل میں جلوہ گر ہوکر ان کی اُمت کے لئے شریعت بنی، اسی بنا پر ہر اُمت کو اپنے نبی کی اطاعت کا حکم دیا گیا:

"وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ" (النساء:۶۴)

ترجمہ:... "اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکمِ خداوندی ان کی اطاعت کی جاوے۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

چونکہ نبی سراپا طاعتِ خداوندی ہوتا ہے، اس لئے اس کی اِطاعت کو عین اِطاعتِ خداوندی قرار دِیا گیا:

"وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا" (النساء:۸۰)

ترجمہ:... "جس شخص نے رسول کی اِطاعت کی اس نے خداتعالیٰ کی اِطاعت کی، اور جو شخص رُوگردانی کرے، سو ہم نے آپ کو ان کا نگران کر کے نہیں بھیجا۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کتاب و حکمت عطا کی گئی، اور جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل میں ڈھل کر شریعتِ محمدیہ... علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات... کی شکل اِختیار کی، اس میں اور پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کو عطا کی جانے والی کتاب و حکمت اور سنت و شریعت میں چند وجہ سے فرق ہے:

* ...ایک یہ کہ پہلے انبیائے کرام... علیہم السلام... خاص وقت اور خاص قوم کی ہدایت و رہنمائی کے لئے تشریف لاتے تھے، لامحالہ ان کی کتاب و حکمت بھی اور سنت و شریعت بھی اسی خاص وقت یا قوم کے پیمانے سے محدود تھی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخرالزمان ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رِسالت و نبوّت کسی خاص وقت و قوم اور زمان و مکان کے پیمانے سے محدود نہیں، بلکہ کون و مکان اور زمین و زمان سب کو محیط ہے، تمام آفاقِ انفس اور تمام زمان و مکان وا کوان اس کے وسیع ترین دائرے میں سمٹے ہوئے ہیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی کتاب و حکمت اور ایسی سنت و شریعت عطا کی گئی جو تمام آفاق و زمان کو محیط ہو، اور ہر قوم، ہر ملک اور ہر زبان و مکان کی ہدایت کے لئے مکتفی ہو، ایسی جامع ہدایت اور شریعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئی۔

* ...ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری چونکہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد ہوئی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی کتاب اور ایسی حکمت عطا کی گئی جو گزشتہ تمام کتابوں اور حکمتوں کی جامع ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب ...قرآن مجید... کو تمام کتابوں کی مصدق اور ان کے علوم و معارف کی محافظ ...مہیمن... فرمایا ہے (المائدۃ:۴۸)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مطہرہ گویا تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی سنتوں کا مجموعہ ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت تمام سابقہ شریعتوں کا عطر۔

اس تنقیح کو انہی معروضات پر ختم کرتے ہوئے آنجناب کے فہمِ سلیم و عقلِ مستقیم سے توقع رکھتا ہوں کہ اس کم فہم، ہیچ مدان نے جو کچھ عرض کیا ہے... اور تمام مطالب کو اپنے فہمِ ناقص کے مطابق آیاتِ بینات سے مرصع کیا ہے... اگر بنظرِ فہم و اِنصاف غور فرمائیں گے تو آنجناب علم و دانش کی روشنی میں خود یہ فیصلہ فرمائیں گے کہ:

* ...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ۲۳ سالہ دور میں صرف قرآنِ کریم پڑھ کر سنانے پر اِکتفا نہیں کیا، بلکہ وحیٔ اِلٰہی اور حکمتِ ربانی کی روشنی میں اس کی تعلیم بھی فرمائی۔

* ...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنِ کریم کے ساتھ ساتھ حکمت بھی نازل کی گئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعلیم پر بھی مأمور تھے۔

* ...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قولی و عملی تعلیم سے اسلام کے اُصول و فروع کی تشکیل ہوئی، اور جس شریعت پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قائم فرمایا تھا، وہ کامل و مکمل شکل میں جلوہ گر ہوئی۔

*...محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی ملتِ بیضا اور یہی شریعتِ غرا ہے جو اِنسانیت کی شاہراہِ اعظم ہے، جس کے لئے ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا، اور یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس کی قرآنِ کریم نے دعوت دی، اور آج بھی پوری اِنسانیت کو جس کی دعوت دے رہا ہے، اور قیامت تک دیتا رہے گا:

"وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝" (الانعام:۱۵۳)

ترجمہ:... "اور یہ کہ یہ دِین میرا راستہ ہے، جو کہ مستقیم ہے، سو اس راہ پر چلو، اور دُوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی، اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے، تاکہ تم اِحتیاط رکھو۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اس آیتِ شریفہ کی تفسیر خود صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمائی:

"وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا ثُمَّ قَالَ: هٰذَا سَبِیْلُ اللهِ، ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَالَ: هٰذِهٖ سُبُلٌ، عَلٰی كُلِّ سَبِیْلٍ مِنْهَا شَیْطَانٌ یَدْعُوْ إِلَیْهِ، وَقَرَأَ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ" الْآیَةَ۔" (رواہ احمد والنسائی والدارمی، مشکوٰۃ ص:۳۰)

ترجمہ:... "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا، پھر فرمایا: "یہ تو اللہ کا راستہ ہے۔" پھر اس کے دائیں بائیں خطوط کھینچے اور فرمایا: "یہ دُوسرے راستے ہیں، ان میں سے ہر راستے پر ایک شیطان کھڑا لوگوں کو اس کی دعوت دے رہا ہے۔" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ شریفہ تلاوت فرمائی: "وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ" الآیہ، (یہ وہی آیتِ شریفہ ہے جس کا ترجمہ اُوپر نقل کیا گیا)۔"

*...حاملِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، آپ کے اِرشادات واقوال، آپ کا عملی اُسوۂ حسنہ اور آپ کی سنتِ مطہرہ قرآنِ کریم کے مقابل ومحاذی نہیں، بلکہ "برگِ گل" سے مہکنے والی "بوئے گل" ہے۔

*...قرآن فہمی کے لئے یا کسی بھی دِینی عقیدہ وعمل کے لئے سنت سے رُجوع کرنا قرآنِ کریم کی جامعیت وکمال کی نفی نہیں، بلکہ اس کے جامع ومکمل کتاب ہونے کا اِثبات ہے، کیونکہ صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم کی جو تشریحات اپنے قول وعمل سے اِلہامِ ربانی اور وحیٔ اِلٰہی کی روشنی میں فرمائی ہیں، وہ قرآنِ کریم ہی کے اِجمال کی تفصیل، اسی کے مطالب کی تشریح اور اسی کے مقاصد کی تشکیل ہے۔

*...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی وعملی سنت واجب التسلیم بھی ہے، اور واجب العمل بھی، کیونکہ یہ عقلاً ناممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کتابِ اِلٰہی اپنی زبان مبارک سے پڑھ کر

سنائیں اس پر تو اِیمان لانا واجب ہو، اور بحکمِ خداوندی اس کے اَحکام کی جو تشریح و تشکیل فرمائیں، ان کو نہ تو ماننا ضروری ہو اور نہ ان پر عمل کرنا لازم ہو۔

*...شریعتِ محمدیہ... صلی اللہ علیٰ صاحبہا وسلم... جو قرآنِ کریم اور اس کی تشریحاتِ نبویہ سے تشکیل پاتی ہے، چونکہ قیامت تک کے لئے ہے، لہٰذا ضروری ہوا کہ قیامت تک قرآنِ کریم بھی محفوظ رہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے اس کی جو تشریح و تشکیل فرمائی ہے، وہ بھی قیامت تک محفوظ رہے، کہ اس کے بغیر بعد میں آنے والی نسلوں پر ''اللہ کی حجت'' قائم نہیں ہوسکتی تھی، وَ ﷲِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ۔

تنقیحِ سوم

آنجناب تحریر فرماتے ہیں:

''جس مسئلے کا قرآن میں کوئی تذکرہ نہ ہو، وہ عقائد و اِیمانیات کا مسئلہ ہرگز نہیں ہوسکتا، اور اسی وجہ سے وہ مدارِ کفر و اِیمان نہیں ہوسکتا۔''

چونکہ یہ فقرہ پہلی دو تنقیحات کا نتیجہ ہے، اس لئے گزشتہ تنقیحات کے ذیل میں جو کچھ لکھ چکا ہوں، اس پر غور فرمالینا کافی ہوگا، تاہم ''مدارِ کفر و اِیمان'' کی وضاحت کے لئے چند نکات عرض کرتا ہوں، واللہ الموفق!

۱:...آنجناب کے خیال میں مدارِ کفر و اِیمان صرف وہ مسئلہ ہے جو قرآنِ کریم میں مذکور ہو، کہ اس پر اِیمان لانا ضروری ہے، اور اس کا اِنکار کفر ہے۔ بخلاف اس کے جو مسئلہ قرآنِ کریم میں صراحۃً مذکور نہیں، نہ اس پر اِیمان رکھنا ضروری ہے، اور نہ اس کا اِنکار کردینا کفر ہے۔ مگر جناب کا یہ خیال صحیح نہیں کیونکہ مدارِ کفر و اِیمان کسی مسئلے کا قطعی ثبوت ہے، پس دِینِ اسلام کی جو باتیں قطعی ثبوت کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں، ان کا ماننا شرطِ اِیمان ہے اور ان میں سے کسی کا اِنکار کردینا کفر ہے۔

۲:...کسی چیز کا قطعی یقین حاصل ہونے کے عقلاً دو طریقے ہیں:

اوّل یہ کہ آدمی اپنی آنکھوں سے کسی چیز کو دیکھ لے یا خود اپنے کانوں سے کسی بات کو سن لے، تو اس کا قطعی یقین حاصل ہوجاتا ہے۔

دوم یہ کہ خبرِ متواتر کے ذریعے ہمیں وہ بات پہنچی ہو، یعنی کسی بات کو اس قدر کثیر التعداد لوگوں نے نقل کیا کہ عقل یہ تسلیم نہیں کرتی کہ ان سب لوگوں نے جھوٹ پر اِتفاق کرلیا ہوگا۔ مثلاً لندن یا نیویارک کا شہر بہت سے لوگوں نے نہیں دیکھا ہوگا، لیکن ان کو بھی ان دونوں شہروں کا اتنا ہی یقین ہے جتنا کہ خود اپنی آنکھ سے دیکھنے والوں کو۔ جب کوئی خبر نقلِ متواتر کے ذریعے ہم تک پہنچے تو ہمیں اس کا ایسا ہی یقین حاصل ہوجاتا ہے جیسا کہ آنکھوں دیکھی چیز کا، اور کانوں سنی بات کا۔

۳:...جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشادات بالمشافہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سنے ان کے لئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک بات قطعی و یقینی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو

ماننا شرطِ ایمان، اور کسی ایک بات کا اِنکار کرنا کفر ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۳ سالہ دورِ نبوّت میں ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا کہ کسی مسلمان نے یہ کہا ہو کہ جو بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے حوالے سے بیان فرمائیں، اس پر تو ہم ایمان لاتے ہیں، اور جو بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن سے باہر بیان کرتے ہیں، ہم اس کو نہیں مانتے۔

۴:... جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آئے انہوں نے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآنِ کریم کو سنا، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دِینِ اسلام کی کوئی بات براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی، ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا قرآن، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دِین کی ایک ایک بات نقل و روایات کے ذریعے پہنچی، پس بعد والوں کے لئے ان تمام چیزوں کے ثبوت کا مدار نقل و روایت پر ٹھہرا۔

۵:... پس دِینِ اسلام کی جو باتیں نقلِ متواتر کے ذریعے ہم تک پہنچیں، وہ ہمارے لئے اتنی ہی قطعی و یقینی ہیں گویا ہم نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے ان کو سنا ہے، ایسی تمام چیزیں جو نقلِ متواتر کے ذریعے ہمیں پہنچی ہیں ان کو ''ضروریاتِ دِین'' کہا جاتا ہے، ان تمام ''ضروریاتِ دِین'' کو ماننا شرطِ ایمان ہے، اور ان میں سے کسی ایک بات کا اِنکار کردینا کفر ہے۔

آپ ذرا غور و فکر سے کام لیں گے تو واضح ہوگا کہ خود قرآنِ کریم کا، اور اس کے ایک ایک حرف کا ماننا اور اس پر ایمان لانا بھی ہمارے لئے اسی وجہ سے ضروری ہے کہ یہ نقلِ متواتر کے ذریعے سے ہم تک پہنچا ہے، اسی طرح دیگر ''ضروریاتِ دِین'' جو نقلِ متواتر کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں، اس لئے ان کا ماننا اور ان پر ایمان لانا بھی لازم ہوگا، کیونکہ اگر اہلِ تواتر قرآنِ کریم کے نقل کرنے میں سچے ہیں تو لامحالہ دیگر ''ضروریاتِ دِین'' کے نقل کرنے میں لائقِ اِعتماد ہوں گے۔ اور اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ ''ضروریاتِ دِین'' میں سے کسی ایک بات کے نقل کرنے میں لائقِ اِعتماد نہیں تو... نعوذ باللہ... وہ قرآنِ کریم کے نقل کرنے میں بھی لائقِ اِعتماد نہیں رہتے۔

۶:... تواتر کی چار قسمیں ہیں: تواترِ لفظی، تواترِ معنوی، تواترِ قدرِ مشترک اور تواترِ طبقہ عن طبقہ۔ تواتر کی یہ چاروں قسمیں یقین اور قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں، اور ان کے ذریعے حاصل ہونے والی خبر قطعی اور یقینی کہلاتی ہے۔ جیسا کہ آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی چیز، اور بحمداللہ! کہ دِینِ اسلام کا ایک بڑا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک قطعی اور متواتر چلا آرہا ہے۔

۷:... جو خبر کہ درجۂ تواتر کو نہ پہنچی ہو وہ ''خبرِ واحد'' کہلاتی ہے، اور ''خبرِ واحد'' کی تین قسمیں ہیں:

۱- وہ خبر جس کے نقل کرنے والے حفظ و اِتقان اور دیانت و امانت کے لحاظ سے لائقِ اِعتماد ہوں، ایسی خبر کو اِصطلاحاً ''صحیح'' کہا جاتا ہے (حدیثِ حسن بھی اسی میں داخل ہے)۔

۲- وہ خبر جس کے نقل کرنے والے مندرجہ بالا صفات میں پوری طرح لائقِ اِعتماد نہ ہوں، تاہم ان پر جھوٹ بولنے کی تہمت نہیں، ایسی روایت کو ''ضعیف'' کہا جاتا ہے۔

۳- وہ خبر جس کے نقل کرنے والوں میں سے کسی پر جھوٹ بولنے کی تہمت ہو، یا اسی نوعیت کی کوئی اور جرح ہو، ایسی روایت کو

''موضوع''... یعنی من گھڑت... کہا جاتا ہے۔

دِینِ اسلام کی جو باتیں ''صحیح'' نقل وروایت سے ہم تک پہنچی ہیں، اگرچہ وہ اِیمانیات میں داخل نہیں، اور نہ ان کو مدارِ کفر و اِیمان قرار دِیا جاتا ہے، تاہم وہ واجب العمل ہیں، گویا یہ نقل موجبِ قطعیت نہیں، لیکن موجبِ عمل ہے۔

''ضعیف'' روایات نہ موجبِ یقین ہیں اور نہ موجبِ عمل، البتہ ان کو قطعی طور پر من گھڑت اور موضوع قرار دینا بھی دُرست نہیں ہے، بلکہ بعض موقعوں پر فضائلِ اعمال میں بشرائطِ معروفہ ان پر عمل کی گنجائش ہے۔

۸:... دِینِ اسلام کا بیشتر حصہ اَخبارِ صحیحہ ومقبولہ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، اور ''اَخبارِ آحاد'' کا لائقِ اِعتماد ہونا دُنیا بھر کی عدالتوں میں اور تمام مہذّب معاشروں میں مُسلَّم ہے، جبکہ ان کے نقل کرنے والے لائقِ اِعتماد ہوں، یہ اس کی وضاحت کے لئے چند مثالیں ذِکر کردینا کافی ہے:

* ...ایک شخص دُوسرے پر ایک لاکھ روپے کا دعویٰ کرتا ہے، اور اس کے ثبوت میں دو عادل اور ثقہ گواہوں کی شہادت پیش کردیتا ہے، مدعا علیہ ان گواہوں کی دیانت وامانت پر کوئی جرح نہیں کرتا، عدالت ان دو گواہوں کی شہادت پر اِعتماد کرتے ہوئے مدعا علیہ کے خلاف ڈگری صادر کردے گی۔

* ...کسی مقتول کا وارث کسی شخص پر اس کے قتل کا دعویٰ کرتا ہے، اور اس دعوے کے ثبوت میں دو لائقِ اِعتماد اور ثقہ گواہ پیش کردیتا ہے، اور وہ چشم دِید گواہی دیتے ہیں کہ اس شخص نے ہمارے سامنے اس مقتول کو قتل کیا تھا، مدعا علیہ ان گواہوں کی دیانت وامانت کو چیلنج کرسکتا، تو عدالت ان دو گواہوں کی شہادت پر مدعا علیہ کے خلاف فیصلہ کردے گی۔

* ...ایک ر کسی خاتون پر دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اس کی بیوی ہے اور اپنے دعوے پر نکاح کے دو گواہ پیش کردیتا ہے، وہ خاتون ان گواہوں کی دیانت وامانت پر جرح نہیں کرسکتی، تو عدالت اس نکاح کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگی۔

میں نے یہ تین مثالیں ذِکر کی ہیں، ایک مال سے متعلق ہے، دُوسری جان سے، اور تیسری عزّت وناموس سے۔ گویا دُنیا بھر کی عدالتیں جان ومال اور عزّت وآبرو کے معاملات میں ''خبرِ واحد'' پر اِعتماد کرتی ہیں، اور دُنیا بھر کا نظامِ عدل ''خبرِ واحد'' کو لائقِ اِعتماد قرار دینے پر قائم ہے۔

۹:...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ ''خبرِ واحد'' کو لائقِ اِعتماد اور واجب العمل قرار دیتے تھے۔ اس کی چند مثالیں عرض کرتا ہوں:

* ...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار صحابہ کرامؓ کو دعوتِ اِسلام کے لئے بھیجا، بہت سے لوگ ان کی دعوت پر مشرف باسلام ہوئے، مگر کسی نے یہ نکتہ نہیں اُٹھایا کہ اس مبلغ کی خبر ''خبرِ واحد'' ہے، لہٰذا لائقِ اِعتبار نہیں، نہ اس کی خبر پر عمل کرنا ضروری ہے۔

* ...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی جگہ صدقات وصول کرنے کے لئے عاملین کو بھیجا، وہ ان علاقوں میں گئے اور صدقات وصول کرکے لائے، مگر کسی نے یہ اِعتراض نہیں کیا کہ یہ عامل صاحب فردِ واحد ہیں، ان کی خبر کا کیا اِعتبار؟

* ...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد صحابہ کرامؓ کو حاکم کی حیثیت سے بھیجا، اور ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے بھیجے ہوئے حاکموں کو بسر وچشم قبول کیا، اور کسی نے یہ سوال نہیں اُٹھایا کہ ان صاحب کا یہ کہنا کہ: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا حاکم ہوں''، خبرِ واحد ہے، اور خبرِ واحد لائقِ اعتماد نہیں۔

*...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہانِ عالم اور رئیسانِ ممالک کے نام گرامی نامے تحریر فرمائے، اور ان کو اپنے معتمد صحابہ کرامؓ کے ہاتھ بھیجا، جن لوگوں کے پاس یہ کرامت نامے پہنچے، انہوں نے ان پر اپنے رَدِّعمل کا اِظہار کیا، مگر کسی کے ذہن میں یہ نکتہ نہیں آیا کہ اس خط کا لانے والا فردِ واحد ہے، اور ''خبرِ واحد'' لائقِ اعتبار نہیں۔

ان اِجمالی اِشارات سے واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے خبرِ واحد کو حجتِ ملزمہ قرار دِیا۔ علاوہ ازیں قرآنِ کریم بھی ''خبرِ واحد'' کو حجت قرار دیتا ہے، مگر چونکہ بحث غیرضروری طور پر پھیل رہی ہے، اس لئے تفصیل کو چھوڑتا ہوں۔

مندرجہ بالا نکات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

*... پورے دِین کا مدار نقل وروایت پر ہے۔

*... دِینِ اسلام کا جو حصہ نقلِ متواتر سے پہنچا، اس کا ثبوت قطعی ویقینی ہے، اس کو ماننا شرطِ ایمان ہے، اور اس میں سے کسی چیز کا اِنکار کفر ہے۔

*...اگر متواتراتِ دِین کا اِعتبار نہ کیا جائے تو قرآنِ کریم کا ثبوت بھی ممکن نہیں۔

*...اَخبارِ صحیحہ ومقبولہ کے ذریعے جو کچھ پہنچا وہ واجب العمل ہے۔

*...البتہ اَخبارِ ضعیفہ پر عمل نہیں کیا جاتا، نہ اَخبارِ موضوعہ پر۔

اس تمام تفصیل کو نظرانداز کرکے تمام روایات کو ایک ہی ڈنڈے سے ہانکنا، اُونٹ اور بلی کو ایک ہی زنجیر میں باندھنے کے مترادف ہے، ظاہر ہے کہ یہ صحتِ فکر کے منافی ہے۔

۱۰:... آیئے! اب قرآنِ کریم کی روشنی میں اس پر غور کریں کہ جو چیز قرآنِ کریم میں مذکور نہ ہو، آیا وہ مدارِ کفر وایمان ہوسکتی ہے یا نہیں؟

*...قرآنِ کریم نے بار بار اِقامتِ صلوٰۃ کا حکم فرمایا ہے، مگر یہ تفصیل ذِکر نہیں فرمائی کہ دِن میں کتنی نمازیں پڑھی جائیں؟ کن کن وقتوں میں پڑھی جائیں؟ اور ہر نماز کی کتنی رکعتیں پڑھی جائیں؟ یہ تمام چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ متواترہ سے ثابت ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مسعود سے لے کر آج تک ہر دور اور ہر زمانے میں جس طرح اُمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب کو نقل کیا ہے، اسی طرح نمازِ پنج گانہ کو، ان کی تعدادِ رکعات کو، اور ان کے اوقات وشرائط کو بھی نقل کیا ہے، چونکہ یہ تمام چیزیں نقلِ متواتر سے ثابت ہیں، اس لئے ان کو ماننا شرطِ ایمان ہے، اور ان کا اِنکار قطعی کفر ہے، اور یہ ایسا ہی کفر ہے جیسے کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کتاب کا اِنکار کرڈالے، کیونکہ یہ دونوں چیزیں جس تواتر سے ثابت ہیں، اسی تواتر سے نمازِ پنج گانہ بھی ثابت ہے، اور جو چیزیں تواتر سے ثابت ہوں، ان میں سے کسی ایک چیز کا اِنکار تمام متواترات کا اِنکار ہے، چنانچہ قرآنِ کریم نے بھی اس کو کافروں کے جرائم میں نقل کیا ہے، سورۂ مدثر میں

اِرشاد ہے کہ: ''جب کافروں سے پوچھا جائے گا کہ تم کو دوزخ میں کس چیز نے داخل کیا؟'' وہ جواب دیں گے:

''لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ''

ترجمہ:... ''ہم نہیں تھے نماز پڑھنے والوں میں۔''

یعنی کفار یہ اِقرار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نماز مسلمانوں کو تعلیم فرمائی، ہم اس کے قائل نہیں تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نمازِ پنج گانہ پر ایمان لانا فرض ہے، اور اس کا اِنکار کفر ہے، کیونکہ اگر اس میں نماز پر ایمان لانا ضروری نہ ہوتا تو قرآنِ کریم اس کو کفار کے اِقرارِ کفر میں کیوں نقل کرتا؟

* ...اسی طرح قرآنِ کریم نے زکوٰۃ کا حکم فرمایا، لیکن زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے؟ کن کن لوگوں پر زکوٰۃ ادا کی جائے گی اور مقدارِ زکوٰۃ کتنی ہے؟ یہ ساری تفصیلات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں، جو اُمت میں تواتر کے ساتھ منقول ہیں، اب اگر کوئی شخص اس زکوٰۃ کا منکر ہو، وہ مسلمان نہیں ہوگا، قرآنِ کریم کا فتویٰ سنئے!

''وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ'' (حٰمٓ السجدۃ:۷)

ترجمہ:... ''اور ایسے مشرکوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے، اور وہ آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں۔''

* ...اسی طرح قرآنِ کریم نے حج کی فرضیت کو ذِکر فرمایا، لیکن حج کس طرح کیا جائے؟ کس طرح اِحرام باندھا جائے؟ کس طرح دیگر مناسک اَدا کئے جائیں؟ یہ تمام تفصیلات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے اِرشاد فرمائیں، اور یہ طریقۂ حج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک اُمت میں متواتر چلا آیا ہے، اگر کوئی شخص حج کے ان متواتر اَفعال کا منکر ہو، وہ مسلمان نہیں ہوگا، چنانچہ قرآنِ کریم نے فرضیتِ حج کو ذِکر کرنے کے بعد فرمایا:

''وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ'' (آل عمران:۹۷)

ترجمہ:... ''اور جو شخص منکر ہو، تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے غنی ہیں۔''

معلوم ہوا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کردہ حج کا منکر ہو، وہ کافر ہے۔

ان مثالوں سے واضح ہوا کہ جو شخص متواتراتِ دِین کا منکر ہو وہ مسلمان نہیں، خواہ وہ قرآنِ کریم میں مذکور ہوں یا قرآنِ کریم سے باہر کی چیز ہوں۔

۱۱:...اس پر بھی غور فرمائیے کہ قرآنِ کریم ان چیزوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِطاعت کو شرطِ اِیمان قرار دیتا ہے جو قرآنِ کریم میں مذکور نہیں، چنانچہ سورۃ الاحزاب میں اِرشاد ہے:

''وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ، وَمَنْ یَّعْصِ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا'' (الاحزاب:۳۶)

ترجمہ:... ''اور کسی اِیمان دار مرد اور کسی اِیمان دار عورت کو گنجائش نہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول

(صلی اللہ علیہ وسلم) کسی کام کا حکم دے دیں کہ (پھر) ان (مؤمنین) کو ان کے کسی کام میں کوئی اِختیار (باقی) رہے، اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہنا نہ مانے گا، وہ صریح گمراہی میں پڑا۔''

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اس آیتِ شریفہ میں چند اُمور توجہ طلب ہیں:

*... یہ آیتِ شریفہ ایک خاص واقعے سے متعلق ہے، وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بن جحشؓ سے کرنا چاہا، چونکہ حضرت زیدؓ عام لوگوں میں غلام مشہور ہوچکے تھے، اس لئے حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے اس رشتے کی منظوری سے عذر کیا، اس پر یہ آیتِ شریفہ نازل ہوئی، تو یہ حضرات سمع وطاعت بجالائے۔ (بیان القرآن)

*... کسی لڑکی کا نکاح کہاں کیا جائے اور کہاں نہ کیا جائے؟ یہ ایک خالص ذاتی اور نجی معاملہ ہے، جو لڑکی اور اس کے اولیاء کی رضا پر موقوف ہے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے ایسے ذاتی اور خالص نجی معاملے میں کوئی حکم صادر فرمادیں تو ان کے حکم کی تعمیل واجب ہوجاتی ہے۔

*... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم فرمایا تھا کہ حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت زیدؓ سے کردیا جائے، اس کے بارے میں قرآنِ کریم کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی تھی، بلکہ یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحیٔ خفی کے ذریعے ذاتی طور پر اِرشاد فرمایا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ اس کو ''اللہ و رسول کا حکم'' فرمارہے ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جو حکم بھی صادر ہو، وہ ''اللہ و رسول کا حکم'' ہے، اور اہلِ اسلام پر اس کی تعمیل واجب ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان سے حکم صادر ہونے کے بعد اس کو قرآنِ کریم میں ڈھونڈنا، اور اگر وہ قرآنِ کریم میں نہ ملے تو اس کے ماننے سے اِنکار کردینا، غیردانش مندی کا ایسا مظاہرہ ہے، جس کی قرآنِ کریم اِجازت نہیں دیتا۔

*... قرآنِ کریم نے اس حکم کی اِبتدا اس عنوان سے فرمائی کہ ''کسی اِیمان دار مرد اور کسی اِیمان دار عورت کے لئے گنجائش نہیں''، اس عنوان سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اَحکام وفرامین کی تعمیل مقتضائے اِیمان ہے اور ان سے اِنحراف تقاضائے اِیمان کے منافی ہے۔

*... آخر میں فرمایا کہ: ''جو شخص اللہ و رسول کے حکم کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں جاپڑا''، اگر کوئی شخص اللہ و رسول کے حکم کو واجب التعمیل سمجھنے کے باوجود اس کی نافرمانی کرتا ہے تو یہ عملی گمراہی درجۂ فسق میں ہوگی، اور اگر اللہ و رسول کے حکم کو واجب التعمیل ہی نہیں سمجھتا، تو صریح گمراہی درجۂ کفر میں ہوگی، اور آیتِ شریفہ میں صریح گمراہی سے یہی مراد ہے، واللہ اعلم!

*... اس آیتِ شریفہ سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح حکم کو قبول کرنا... خواہ قرآنِ کریم میں مذکور نہ ہو... اِیمان ہے، اور اس سے اِنحراف کرنا کفر ہے۔

۱۲:... سورۃ النساء میں اِرشاد ہے:

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا" (النساء:۸۰)

ترجمہ:... "جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی، اور جو شخص (آپ کی اطاعت) سے رُوگردانی کرے سو (آپ کچھ غم نہ کیجئے، کیونکہ) ہم نے آپ کو ان کا نگران کر کے نہیں بھیجا (کہ آپ ان کو کفر نہ کرنے دیں)۔" (بیان القرآن)

اس آیتِ شریفہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِطاعت بعینہ اللہ تعالیٰ کی اِطاعت ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحیٔ اِلٰہی کے ترجمان ہیں، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِطاعت کا اِلتزام شرطِ ایمان ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِطاعت سے اِنحراف کفر ہے، لہٰذا مدارِ کفر و اسلام یہ نہیں کہ وہ مسئلہ قرآنِ کریم میں مذکور ہے یا نہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت کا اِلتزام مدارِ اِیمان اور اس سے اِنحراف موجبِ کفر ہے۔

۱۳:... قرآنِ کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے اِنحراف کرنے والوں کو منافق قرار دِیا گیا ہے، چنانچہ سورۃ النساء کے نویں رُکوع میں ان منافقین کا تذکرہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے اِنحراف کرتے تھے، اسی ضمن میں فرمایا:

"وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا۝" (النساء:۶۱)

ترجمہ:... "اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور رسول کی طرف، تو آپ منافقین کی یہ حالت دیکھیں گے کہ وہ آپ سے پہلوتہی کرتے ہیں۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پہلوتہی کرنے والے منافق ہیں۔

اسی ضمن میں یہ بھی اِرشاد فرمایا:

"وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ" (النساء:۶۴)

ترجمہ:... "اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکمِ خداوندی ان کی اطاعت کی جائے۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے منحرف ہیں، وہ درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رِسالت و نبوّت کے منکر ہیں۔

نیز اسی ضمن میں فرمایا:

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝" (النساء:۶۵)

ترجمہ:... "پھر قسم ہے آپ کے ربّ کی! یہ لوگ اِیمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو، اس میں یہ لوگ آپ سے فیصلہ کراویں، پھر آپ کے فیصلے سے اپنے دِلوں میں تنگی

نہ پاویں، اور پورا پورا تسلیم کرلیں۔“　　(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فیصلے کو دِل وجان سے قبول کرلینا شرطِ اِیمان ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو قبول کرنے سے اِنحراف کرنا کفر ونفاق ہے۔

اسی طرح سورۂ توبہ، سورۂ محمد اور دیگر سورتوں میں منافقین کے کفر ونفاق کو بیان فرمایا گیا ہے، جو زبان سے توحید و رِسالت کا اِقرار کرتے تھے، لیکن چونکہ ان کے دِلوں میں اِیمان داخل نہیں ہوا تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے پہلوتہی اور اِنحراف کرتے تھے، حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کے اس منافقانہ کردار کی بار بار مذمت فرمائی۔

پس ایک مؤمن کا شیوہ یہ ہے کہ جب اس نے ”لا اِلٰہ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ“ کا دِل وجان سے اِقرار کرلیا تو ہر بات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا بھی اِلتزام کرے، بخلاف اس کے کہ جو شخص زبان سے ”لا اِلٰہ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ“ کا اِقرار تو کرتا ہے لیکن ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ ہمارے ذمے صرف قرآنِ کریم کا ماننا لازم ہے، اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات کا ماننا ہمارے ذمے لازم نہیں، ایسا شخص منصبِ رِسالت سے ناآشنا ہے، اس نے رسول کی حیثیت ومرتبے ہی کو نہیں سمجھا، اور نہ رسول اور اُمتی کے باہمی ربط وتعلق کو جانا، یہ شخص درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رِسالت ونبوّت پر اِیمان ہی نہیں رکھتا، اگر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتا تو اس کا شمار مسلمانوں کے بجائے منافقین کی صف میں ہوتا۔

وَاللہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ!

تنقیحِ چہارم وپنجم

آنجناب نے چوتھی اور پانچویں تنقیح کے ذیل میں جو کچھ فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تابعین وتبع تابعین کے دور سے لے کر آج تک اُمت گمراہ چلی آتی ہے۔ یہ خیال واِستدلال درج ذیل نکات پر مبنی ہے:

۱:... تابعینؒ وتبع تابعینؒ کے دور میں ملحدوں اور منافقوں نے جھوٹی روایات گھڑ گھڑ کر انہیں اُمت میں پھیلایا، اور انہیں تقدس کا درجہ عطا کردیا، اور قرآن کے مقابلے میں جھوٹی روایات پر مبنی ایک نیا دِین تصنیف کرڈالا۔

۲:... اور یہ سادہ لوح اُمت ان منافقوں اور ملحدوں کے پھیلائے ہوئے سازشی جال کا شکار ہوگئی، قرآن کے دِین کو چھوڑ کر جھوٹی روایات والے اس دِین پر اِیمان لے آئی، جو منافقوں اور ملحدوں نے تصنیف کیا تھا، اور مسلمانوں کی سادہ لوحی اور بے وقوفی کا یہ عالم تھا کہ قرآن کو ان جھوٹی روایات کے تابع بنادیا گیا۔

۳:... وہ دن اور آج کا دِن! یہ اُمت روایات کی پرستار چلی آتی ہے، قرآن کے لائے ہوئے دِین کا کہیں نام ونشان نہیں، اور جو کچھ مسلمانوں کے پاس موجود ہے وہ خودساختہ روایات کا اِسلام ہے۔

اَزراہِ کرم! اپنی تحریر کے الفاظ پر دوبارہ ایک نظر ڈال لیجئے، اور فرمائیے کہ آپ یہی کہنا چاہتے ہیں یا کچھ اور؟

”مگر بصد ہا افسوس کہ ملاحدہ اور منافقینِ عجم نے تابعین اور تبع تابعین کے لبادے اوڑھ اوڑھ کر ایسے

متعدّد عقیدے اور اَعمال دِینی حیثیت کے نئے نئے پیدا کر کے ان کو رسول اللہ کی طرف منسوب کر کے ممالکِ اِسلامیہ کے اَطراف واَکناف میں پھیلائے اور اس کے ماتحت یہ عقیدہ لوگوں کے دِلوں میں پیدا کرنے کی کوشش کی کہ قرآنِ کریم سے باہر بھی بعض دِینی اَحکام ہیں، عقائد و عبادات کی قسم کے بھی، اور اُصول واَخلاق ومعاملات کی قسم کے بھی...... اور پھر روایت پرستی کا شوق اس قدر عوام میں بھڑکایا کہ عوام تو درکنار خواص بھی اس متعدی مرض میں مبتلا ہوکر رہ گئے...... یہاں تک کہ روایت پرستی رفتہ رفتہ مستقل دِین بن کر رہ گئی، اور قرآنِ کریم جو اَصل دِین تھا، اس کو روایتوں کا تابع ہوکر رہنا پڑا، اس کے بعد یہ سوال بھی کسی کے ذہن میں نہ آیا کہ قرآنِ کریم ایک مکمل کتاب ہے بھی یا نہیں؟''

میں بے تکلف عرض کرتا ہوں کہ آنجناب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمتِ مرحومہ کی جو تصویر کشی کی ہے، یہ محض فرضی تصویر ہے، جو دورِ حاضر کے ملحدوں کے ذہن کی اختراع ہے، یہ محض ایک تخیلاتی افسانہ ہے، جس کا حقائق سے کوئی واسطہ نہیں۔ نہ جانے آنجناب نے اُمت کی یہ تاریخ کس کتاب کی مدد سے مرتب فرمائی ہے؟ اور اس افسانہ تراشی کا مأخذ کیا ہے؟ میں آنجناب کی توجہ چند نکات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، اور درخواست کرتا ہوں کہ ٹھنڈے دِل سے ان پر غور فرمائیں، واللہ الموفق لکلِّ خیر وسعادۃ!

۱:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہٗ نے قیامت تک آنے والی اِنسانیت کے لئے رسول بناکر بھیجا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے رہتی دُنیا تک اِنسانوں پر حجت قائم فرمائی۔

جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا، ان پر تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوئی، اور جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دُنیا میں آئے، ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت اسی صورت میں قائم ہوسکتی تھی جبکہ ان تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دِین، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کتاب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات صحیح اور محفوظ حالت میں پہنچیں، ورنہ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ خدانخواستہ بعد والوں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح دِین پہنچا ہی نہیں، تو ظاہر ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم نہیں ہوگی۔

اور ہم تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دِین، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نقل و روایت کے ذریعے پہنچی ہیں، کیونکہ ہم نے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَقوال واَعمال اور اَحوال کا خود مشاہدہ کیا، نہ قرآنِ کریم کو نازل ہوتے ہوئے دیکھا، نہ قرآنِ کریم کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سنا، بلکہ یہ ساری چیزیں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل و روایت کے ذریعے ملی ہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نقل کیں، ان سے تابعینؒ نے، ان سے تبع تابعینؒ نے، وعلیٰ ھٰذا ہر قرن کے حضرات نے ان چیزوں کو بعد کے قرن تک منتقل کیا ہے۔

اور اہلِ عقل جانتے ہیں کہ کسی روایت کے لائقِ اِعتماد ہونے کا مدار نقل کرنے والوں کی دیانت وامانت پر ہے، اگر نقل کرنے

والے دیانت و امانت کے لحاظ سے لائقِ اِعتماد ہیں، تو ان کی نقل کی ہوئی بات بھی لائقِ اِعتماد قرار پائے گی، اور اگر نقل کرنے والے لائقِ اِعتماد نہیں، بلکہ بے دِین اور بددیانت ہیں، تو ان کی نقل کی ہوئی بات کی قیمت ایک کوڑی کے برابر بھی نہیں ہوگی۔

اب آنجناب غور فرمائیں کہ اگر آنجناب کے بقول عجمی منافقوں اور ملحدوں نے تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانے میں جھوٹی روایات گھڑ گھڑ کر ان کو اُمت میں پھیلا دیا، اور پوری کی پوری اُمت اس روایاتی دِین کی قائل ہوگئی، اور بقول آپ کے:

"عوام تو درکنار؟ خواص بھی اس متعدی مرض میں مبتلا ہوکر رہ گئے، یہاں تک کہ روایت پرستی رفتہ رفتہ مستقل دِین بن کر رہ گئی، اور قرآن جو اَصل دِین تھا، اس کو روایتوں کے تابع ہوکر رہنا پڑا، اس کے بعد یہ سوال بھی کسی کے ذہن میں نہ آیا کہ قرآنِ کریم ایک مکمل کتاب ہے بھی یا نہیں؟"

تو ظاہر ہے کہ جو اُمت قرآنِ کریم کو چھوڑ کر ملحدوں اور منافقوں کی خودتراشیدہ رِوایات پر اِیمان لاچکی ہو، اور جس نے قرآنِ کریم کے بجائے روایت پرستی کو اَپنا دِین و اِیمان بنالیا ہو، ایسی اُمت یکسر گمراہ، بے دِین بلکہ بددِین کہلائے گی، اور اس کی حیثیت یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ہوگی، ایسی گمراہ اور بے دِین اُمت کے ذریعے ہمیں جو چیز بھی پہنچے گی وہ کسی طرح بھی لائقِ اِعتماد نہیں ہوگی! آپ ہی فرمائیں کہ اس صورت میں تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے بعد والوں پر اللہ کی حجت کس طرح قائم ہوگی...؟

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہمارے پاس جو قرآنِ کریم موجود ہے، اور جس پر اِیمان رکھنے کا آنجناب کو بھی دعویٰ ہے، وہ بھی اسی اُمت کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، جو بقول آپ کے گمراہ تھی، بددِین تھی، ملحدوں اور منافقوں کی گھڑی ہوئی روایات پر اِیمان رکھتی تھی، اور جس نے آنجناب کے بقول جھوٹی روایات کا نیا دِین گھڑ کر قرآن کو اس کے تابع کردیا تھا۔

میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایسی گمراہ قوم کے ذریعے جو قرآن ہم تک پہنچا، وہ آنجناب کے نزدیک کیسے لائقِ اِعتماد ہوسکتا ہے؟ اور اس پر اِیمان لانا آپ کے لئے کس طرح ممکن ہے...؟

اس نکتے پر غور کرنے کے بعد آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اُمت کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے، وہ صحیح نہیں، کیونکہ پوری کی پوری اُمت کو گمراہ قرار دینے کے بعد ہمارے ہاتھ میں نہ قرآن رہ جاتا ہے، نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت، نہ دِینِ اسلام کی کوئی اور چیز...!

۲:...تمام مسلمانوں کا اِیمان ہے کہ قرآنِ کریم کلام اِلٰہی ہے، جو حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، پھر حق تعالیٰ شانہٗ کے درمیان اور ہمارے درمیان چار واسطے ہیں، یا یوں کہو کہ ہمارا سلسلۂ سند چار واسطوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔

*... پہلا واسطہ جبریلِ امین علیہ السلام ہیں کہ وہ قرآنِ کریم کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل ہوئے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

"وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ○ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ○ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ○" (الشعراء:۱۹۲ تا ۱۹۴)

ترجمہ:... ''اور یہ قرآن رَبّ العالمین کا بھیجا ہوا ہے، اس کو اَمانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے، آپ کے قلب پر، صاف عربی زبان میں، تا کہ آپ (بھی) من جملہ ڈرانے والوں کے ہوں۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

٭... دُوسرا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے، جنھوں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس قرآنِ کریم کو اَخذ کیا، اور اُمت تک پہنچایا۔

٭... تیسرا واسطہ حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہیں، جنھوں نے براہِ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس قرآن کو اَخذ کیا، اور بعد کی اُمت تک پہنچایا۔

٭... چوتھا واسطہ تابعینؒ کے دور سے لے کر آج تک کے مسلمان ہیں، جنھوں نے قرناً بعد قرنٍ اس قرآنِ کریم کو بعد کی نسلوں تک پہنچایا، اس طرح یہ قرآن ہم تک پہنچا۔

اگر ان چار واسطوں کو لائقِ اِعتماد سمجھا جائے تو قرآنِ کریم کا سلسلۂ سند اللہ تعالیٰ تک پہنچے گا، اور قرآنِ کریم کے منزل من اللہ ہونے پر اِیمان لانا ممکن ہوگا، اور اگر کوئی شخص ان چار واسطوں میں سے کسی ایک پر بھی جرح کرتا ہے تو وہ اِیمان بالقرآن کی دولت سے محروم رہے گا، چنانچہ:

٭... یہود بے بہبود نے پہلے واسطے پر جرح کی، اور اِیمان بالقرآن سے محروم رہے، چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے:

''قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللهِ'' الآية (البقرہ:۹۷)

ترجمہ:... ''آپ (ان سے) یہ کہئے کہ جو شخص جبریل سے عداوت رکھے (وہ جانے) سو انھوں نے یہ قرآن آپ کے قلب تک پہنچایا ہے خداوندی حکم سے۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اس آیتِ کریمہ کے شانِ نزول میں نقل کیا ہے کہ:

''بعض یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سن کر کہ جبریل علیہ السلام وحی لاتے ہیں، کہا کہ ان سے تو ہماری عداوت ہے، اَحکامِ شاقہ اور واقعاتِ ہائلہ ان ہی کے ہاتھوں آیا کئے ہیں، میکائیل خوب ہیں کہ بارش اور رحمت ان کے متعلق ہے، اگر وہ وحی لایا کرتے تو ہم مان لیتے، حق تعالیٰ اس پر رَدّ فرماتے ہیں۔''

(بیان القرآن از حضرت تھانویؒ)

٭... مشرکینِ مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر بداِعتقادی کا اِظہار کیا، اور اِیمان بالقرآن کی دولت سے محروم رہے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں بہت سی جگہ مشرکینِ مکہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں، بلکہ... نعوذ باللہ... محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کو تصنیف کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ قرآنِ کریم میں جگہ جگہ ان کے اس شبہ کا رَدِّ بلیغ کیا گیا ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں:

''قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللهِ يَجْحَدُوْنَ○'' (الانعام:۳۳)

ترجمہ:... ''ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان (کفار) کے اَقوال مغموم کرتے ہیں، سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے، لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا (عمداً) اِنکار کرتے ہیں۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

* ...ایک فرقے نے اس سلسلۂ سند کی تیسری کڑی... صحابہ کرامؓ... کو... نعوذ باللہ... گمراہ اور مرتد قرار دِیا، چونکہ قرآنِ کریم بعد کی اُمت تک صحابہ کرامؓ ہی کے ذریعے سے پہنچا تھا، اس لئے یہ لوگ بھی اِیمان بالقرآن سے محروم رہے، (اس کی تفصیل میری کتاب ''شیعہ سنی اِختلافات اور صراطِ مستقیم'' میں دیکھ لی جائے)۔

* ...منکرینِ حدیث نہ یہود کی طرح جبریل علیہ السلام پر جرح کرسکتے تھے، نہ مشرکینِ مکہ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی شان کو نشانہ بنا سکتے تھے، ورنہ کھلے کافر قرار پاتے، نہ عبداللہ بن سبا کی طرح صحابہ کرامؓ کو گمراہ اور منافق و مرتد قرار دے سکتے تھے، ورنہ ان کا شمار بھی عجمی منافقین میں ہوتا، انہوں نے ہوشیاری و چالاکی سے ''عجمی سازش'' کا افسانہ تراشا، اور صحابہ کرامؓ کے بعد کی پوری اُمت کو گمراہ قرار دے دیا۔ مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ اس کا نتیجہ بھی ''ایمان بالقرآن'' سے محرومی کی شکل میں ظاہر ہوگا، کیونکہ جب قرنِ اوّل کے بعد کی پوری کی پوری اُمت گمراہ قرار پائی تو ان کے ذریعے جو قرآنِ کریم ہم تک پہنچا، اس پر ایمان لانا کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ منکرینِ حدیث نے ''عجمی سازش'' کا جو اَفسانہ تراشا ہے، اس کو عقل و فہم کی ترازو میں تول کر فیصلہ فرمائیں کہ منکرینِ حدیث کے موقف کو اِختیار کرلینے کے بعد قرآنِ کریم پر اِیمان لانا عقلاً کیسے ممکن ہے...؟ منکرینِ حدیث کی مثال وہی ہے جو شیخ سعدیؒ نے ایک حکایت کے ضمن میں لکھی ہے:

یکے بر سر شاخ و بن می برید
خداوند بستان نگہ کرد و دید
بگفتا گر ایں شخص بد می کند
نہ با من کہ با نفس خود می کند

ترجمہ:... ''ایک شخص شاخ پر بیٹھا اس کی جڑ کو کاٹ رہا تھا، باغ کے مالک نے ایک نظر اسے دیکھا، اور کہا کہ: اگر یہ شخص بُرا کر رہا ہے تو میرے ساتھ نہیں، بلکہ خود اپنے ساتھ کر رہا ہے۔''

اُردو میں ضرب الامثال ہیں:

''جس برتن/ ہانڈی میں کھائیں، اسی میں چھید کریں۔''

''جس رکابی میں کھا، اسی میں چھید کر۔''

''جس رکابی میں کھانا اسی میں ہگنا/ موتنا۔''

''جس کی گود میں بیٹھنا اسی کی داڑھی کھسوٹنا۔''

ہمارے زمانے کے منکرینِ حدیث ان ضرب الامثال کے مصداق ہیں، وہ عجمی سازش کا افسانہ تراش کر جس اُمت کو گمراہ، بے اِیمان اور ''عجمی سازش کی شکار'' کے خطابات دیتے ہیں، اسی اُمت کے ذریعے جو قرآنِ کریم ہم تک پہنچا ہے، اس پر اِیمان رکھنے

کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، بزعمِ خود اپنے آپ کو عقلِ کُل سمجھتے ہیں، لیکن عقل کے نام پر بے عقلی کا ایسا تماشا دِکھاتے ہیں جو بھلے زمانوں میں کسی نے نہیں دیکھا ہوگا...!

عقل کی عدالت میں ان کا مقدمہ پیش کیجئے تو ان کے لئے دو ہی راستے تھے، یا تو وہ یہود، مشرکینِ مکہ اور سبائی پارٹی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اِیمان بالقرآن کے دعوے سے دستبردار ہوجاتے، اور صاف صاف اِعلان کردیتے کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے جو روایت پرست گمراہوں کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، لیکن ان میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں، وہ قادیانیوں کی طرح اسلام کی جڑوں پر تیشہ بھی چلاتے ہیں، مگر اِسلام کا مصنوعی لبادہ بھی اُتار پھینکنے کے لئے تیار نہیں۔

دُوسرا راستہ ان کے لئے یہ تھا کہ قرآنِ کریم کی سند اپنے سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے، اور یہ اِحتیاط ملحوظ رکھتے کہ درمیان میں کسی ''روایت پرست'' راوی کا نام نہ آنے پائے، ان کا سلسلۂ سند اس طرح ہونا چاہئے کہ ہم نے یہ قرآن اوّل سے آخر تک سنا ہے فلاں شخص سے، اور وہ منکرِ حدیث تھا، اس نے سنا فلاں شخص سے، اور وہ بھی منکرِ حدیث تھا، آخر تک سلسلۂ سند اسی طرح چلا جاتا۔ تو ہم سمجھتے کہ یہ لوگ کم سے کم قرآن پر اِیمان رکھتے ہیں، لیکن بحالتِ موجودہ گمراہوں اور روایت پرستوں کے ذریعے حاصل ہونے والے قرآن پر اِیمان رکھنے کا ان کا دعویٰ سراسر جھوٹ ہے، کیونکہ درحقیقت یہ لوگ منکرِ قرآن ہیں، یہ عقل کی عدالت کا فیصلہ ہے، اور کوئی منکرِ حدیث اس فیصلے کو چیلنج نہیں کرسکتا۔

۳:... مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے بعد پولس نامی ایک یہودی نے ان کی تعلیمات کو مسخ کردیا تھا، اور اَب نصاریٰ کے ہاتھ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لایا ہوا اَصل دِین نہیں، بلکہ پولس کا خودتراشیدہ دِین ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی ''منہاج السنہ'' میں اس کی تصریح فرمائی ہے، چونکہ آنجناب نے حافظ ابنِ تیمیہؒ پر اِعتماد کا اِظہار فرمایا ہے، اس لئے ان کی عبارت کا پیش کردینا مناسب ہوگا، وہ لکھتے ہیں:

''ذکر غیر واحد منهم أن أوّل من ابتدع الرفض والقول بالنّص علٰى علیّ وعصمته کان منافقًا زندیقًا، أراد فساد دین الإسلام، وأراد أن یصنع بالمسلمین ما صنع بولص بالنصارىٰ، لٰکن لم یتأت له ما تأتی لبولص، لضعف دین النصارىٰ وعقلهم، فإن المسیح صلی الله علیه وسلم رفع ولم یتبعه خلق کثیر یعلمون دینه ویقومون به علمًا وعملًا، فلمّا ابتدع بولص ما ابتدعه من الغلو فی المسیح أتبعه علٰی ذٰلک طوائف، وأحبوا الغلو فی المسیح، ودخلت معهم ملوک، فقام أهل الحق خالفوهم وأنکروا علیهم، فقتلت الملوک بعضهم، وداهن الملوک بعضهم، وبعضهم اعتزلوا فی الصوامع والدیارات. وهٰذه الأُمّة ولله الحمد لَا یزال فیها طائفة ظاهرة علی الحق فلا یتمکن ملحد ولَا مبتدع من إفساده بغلو وانتصار علی الحق، ولٰکن یضل من یتبعه علٰی ضلالة۔''

(منہاج السنہ ج:۳ ص:۲۶۱)

ترجمہ:... ''اور شیعہ جو اہلِ سنت کے خلاف اِمامِ معصوم وغیرہ کے دعوے کرتے ہیں، یہ دراصل ایک منافق زِندیق کا اِختراع ہے، چنانچہ بہت سے اہلِ علم نے ذِکر کیا ہے کہ سب سے پہلے جس نے رفض اِیجاد کیا، اور جو سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اِمامت وعصمت کا قائل ہوا، وہ ایک منافق زِندیق...عبداللہ بن سبا...تھا، جس نے دِینِ اسلام کو بگاڑنا چاہا اور اس نے مسلمانوں سے وہی کھیل کھیلنا چاہا جو پولس نے نصاریٰ سے کھیلا تھا، لیکن اس کے لئے وہ کچھ ممکن نہ ہوا جو پولس کے لئے ممکن ہوا، کیونکہ نصاریٰ میں دِین بھی کمزور تھا اور عقل کی بھی کمی تھی، کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام...آسمان پر...اُٹھالئے گئے، جبکہ ان کے پیروکار زیادہ نہ تھے، جو لوگوں کو ان کے دِین کی تعلیم دیتے اور ان کے علم وعمل کو لے کر کھڑے ہوجاتے، لہٰذا جب پولس نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں غلوّ اِختراع کیا تو اس پر بہت سے گروہ اس کے پیرو ہوگئے، اور وہ مسیح علیہ السلام کے بارے میں غلوّ کو پسند کرنے لگے، اور ان غالیوں کے ساتھ بادشاہ بھی غلوّ میں داخل ہوگئے، اس وقت کے اہلِ حق کھڑے ہوئے، انہوں نے ان کی مخالفت کی اور ان کے غلوّ پر نکیر کی، نتیجہ یہ ہوا کہ ان اہلِ حق میں سے بعض کو بادشاہوں نے قتل کردیا، بعض نے مداہنت سے کام لیا اور ان کی ہاں میں ہاں ملائی، اور بعض گرجوں اور خلوت خانوں میں گوشہ نشین ہوگئے، اور اُمتِ مسلمہ، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم اور غالب رہی، اس لئے کسی ملحد اور کسی بدعت ایجاد کرنے والے کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ اُمت کو غلوّ کی راہ پر ڈال دے اور حق پر غلبہ حاصل کرلے۔ ہاں! ایسے ملحد ان لوگوں کو ضرور گمراہ کردیتے ہیں جو ان کی گمراہی میں ان کی پیروی اِختیار کرلیں۔''

حافظ ابنِ تیمیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ پولس نے جو سازش دِینِ مسیحی کے خلاف کی تھی، ابنِ سبا اور اس کی جماعت نے ...دورِ صحابہ میں، بلکہ خلفائے راشدینؓ کے دور میں...وہی سازش دِینِ اسلام کے خلاف بھی کرنا چاہی، لیکن بحمداللہ! یہ سازش ناکام ہوئی، پولس کی سازش کے کامیاب ہونے اور اس اُمت کے منافقین کے ناکام ہونے کے اسباب مختصراً حسبِ ذیل تھے:

* ...حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے براہِ راست فیض یافتہ حضرات کی تعداد بہت کم تھی، اس لئے ان کی صحیح تعلیمات بہت کم لوگوں کے ذہن نشین ہوئی تھیں، ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے براہِ راست فیض یافتہ حضرات کی تعداد لاکھ ڈیڑھ لاکھ سے متجاوز تھی، ان میں بہت سے حضرات ایسے تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل صحبت اُٹھائی تھی، اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں پوری طرح رنگین تھے، گویا اس آیتِ شریفہ کے مصداق تھے:

''صِبْغَةَ اللهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ۝'' (البقرۃ:۱۳۸)

ترجمہ:... ''ہم اس حالت پر رہیں گے جس میں اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے، اور کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ سے خوب تر ہو؟ اور ہم اسی کی غلامی اِختیار کئے ہوئے ہیں۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

* ...حضراتِ صحابہ کرامؓ کے فیض یافتہ حضرات...جن کو تابعین بالاحسان کہا جاتا ہے...ان کی غالب اکثریت صحابہؓ کے

ساتھ والہانہ عشق رکھتی تھی، اور انہی کے رنگ میں رنگین تھی، بہت کم لوگ تھے جن کا حضرات صحابہؓ سے رابطہ نہیں تھا۔

*...منافقین نے اپنی سازش کا دام حضراتِ صحابہ کرامؓ کے بلکہ خلافتِ راشدہ کے دور میں پھیلانا شروع کردیا تھا، ظاہر ہے ان کی یہ سازش نہ حضراتِ صحابہ کرامؓ پر کارگر ہوسکی تھی، اور نہ حضراتِ صحابہؓ کے فیض یافتہ تابعین بالاحسان پر۔

اس سازش کا شکار اگر ہوسکتے تھے تو وہ معدودے چند اَفراد جن کا حضراتِ صحابہؓ سے اور ان کے فیض یافتہ حضرات سے کوئی رابطہ نہیں تھا۔

*...ان سازشی لوگوں کی کوئی حرکت حضراتِ صحابہ کرامؓ اور ان کے تابعینؒ تک پہنچتی تو وہ برملا اس کی تردید کردیتے تھے، جیسا کہ امیرالمؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسی شکایت ملنے پر، ان لوگوں کے خیالات کی برسرِ منبر تردید فرمائی، اور ان لوگوں پر لعنت فرمائی، بعض کو کیفرِ کردار تک پہنچایا۔

*...صحابہؓ کا دورِ سعادت ۱۱۰ھ تک رہا، اور اس وقت تک اہلِ باطل، اہلِ حق سے ممتاز ہوچکے تھے، اور عام مسلمان ان دونوں فریقوں کو الگ الگ پہچان چکے تھے۔

*... چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دِین قیامت تک کے لئے تھا، اس لئے اس اُمت میں اہلِ حق، اہلِ باطل پر ہمیشہ غالب رہیں گے، تاکہ حق کا تواتر قیامت تک کے لئے باقی رہے، اور قیامت تک اللہ تعالیٰ کی حجت اس کے بندوں پر قائم رہے۔

*...اور اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کا ایسا معیار بیان فرمادیا جس پر جانچ کر آج بھی ہر شخص حق و باطل کو الگ الگ پہچان سکتا ہے، اور وہ معیار یہ ہے:

"وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۝" (النساء:۱۱۵)

ترجمہ:... "اور جو شخص رسول (مقبول صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے گا، بعد اس کے کہ اس کو اَمرِ حق ظاہر ہوچکا تھا، اور مسلمانوں کا (دِینی) راستہ چھوڑ کر دُوسرے رَستے ہولیا تو ہم اس کو (دُنیا میں) جو کچھ کرتا ہے کرنے دیں گے، اور (آخرت میں) اس کو جہنم میں داخل کریں گے، اور وہ بُری جگہ ہے جانے کی۔"

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

الغرض وعدۂ خداوندی کے مطابق الحمدللہ ہر دور اور ہر زمانے میں اہلِ حق کی جماعت غالب و منصور رہی، اور اہلِ باطل ...اپنی تمام تر شرارتوں اور ریشہ دوانیوں کے باوجود... مقہور و مغلوب رہے، اور جن لوگوں نے سبیل المؤمنین کو چھوڑ کر دُوسرا راستہ اپنایا وہ حق کا کچھ نہیں بگاڑ سکے، بلکہ وہ خود جہنم کا ایندھن بن گئے۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں واضح اور روشن تھا... الحمدللہ ثم الحمدللہ... آج بھی اسی طرح روشن اور تابناک ہے، اور قیامت تک رہے گا، یہ ملحدین اور منافقین جو اِسلام کے بارے میں بدگمانیاں پھیلاتے رہتے ہیں، اس آیت کا مصداق ہیں:

"يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝ هُوَ الَّذِىْٓ

اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ○" (الصف:۸،۹)

ترجمہ:... "یہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دِینِ اسلام) کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھادیں، حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا، گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں (چنانچہ) وہ اللہ ایسا ہے جس نے (اسی اِتمامِ نور کے لئے) اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دِین (یعنی اِسلام) دے کر (دُنیا میں) بھیجا ہے، تاکہ اس (دِین) کو تمام دِینوں پر غالب کردے، گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

الغرض حافظ ابنِ تیمیہؒ کے بقول اس اُمت کے خلاف سازش کرنے والوں کی سازش ناکام رہی، اور وہ اپنے چند پیروکاروں کو جہنم کا ایندھن بنا کر دُنیا سے چلتے بنے۔

لیکن اس کے برعکس آنجناب کی تحریر سے یہ تأثر ملتا ہے کہ جس طرح پولس نے دِینِ مسیحی کو مسخ کردیا تھا، اس اُمت کے منافقین نے بھی وہی کھیل کھیلا، اور یہ منافقین وملحدین اپنی اس سازش میں پوری طرح کامیاب ہوئے۔ غالباً یہ بات آنجناب نے کسی سے نقل کی ہوگی۔

میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جن حضرات کے نزدیک اِسلام کی حیثیت بھی دِینِ نصاریٰ کی ہوکر رہ گئی ہے، اور یہاں بھی حق وباطل کے تمام نشانات... نعوذ باللہ... مٹادیئے گئے ہیں، تو یہ حضرات اس اِسلام کی طرف اپنا اِنتساب کیوں فرماتے ہیں؟ کیا ان کے لئے مناسب نہ ہوگا کہ کسی غار سے "قرآن کا اِسلام" برآمد کریں اور بصد شوق اس کی پیروی کریں...؟ موجودہ اِسلام، جو ان کے خیال میں مسخ شدہ ہے، اس کی طرف اِنتساب کا تکلف ترک کردیں، جو اِسلام تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے، اس کو غلط اور جھوٹ بھی کہنا، اور پھر اسی غلط اور جھوٹے اِسلام کی طرف اپنی نسبت کرکے مسلمان بھی کہلانا بڑی غیرموزوں اور نامناسب بات ہے:

وجد و ترکِ بادہ اے زاہد چہ کافر نعمتیست
منعِ بادہ کردن وہم رنگِ مستان زیستن

آنجناب کو یاد ہوگا کہ ایوب خان کے زمانے میں میگل یونیورسٹی کے تربیت یافتہ ایک شخص ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے "روایتی اسلام" کا یہی نظریہ پیش کیا تھا، قدرت کا اِنتقام دیکھئے کہ اس کا خاتمہ ترکِ اِسلام پر ہوا، اور وہ نصرانی ہوکر مرا، جو لوگ اِسلام کے بارے میں اس قسم کی خوش فہمی کا مظاہرہ کرتے ہیں، ان کو اس سے عبرت پکڑنی چاہئے، فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِى الْاَبْصَار!

۴:... یہود ونصاریٰ کو روزِ اوّل ہی سے دِینِ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ پیدائشی بغض چلا آتا ہے۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دِینِ اسلام کے خلاف زہر اُگلتے رہے، جس سے ان کا مدعا یہ تھا کہ کسی طرح کمزور مسلمانوں کو ورغلانے کی کوشش کی جائے، جیسا کہ قرآن مجید میں کئی جگہ اس کی تصریحات ہیں، ایک جگہ اِرشاد ہے:

"وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمٰنِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ، فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ، اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

شَیْءٍ قَدِیْرٌ○" (البقرۃ:۱۰۹)

ترجمہ:... "ان اہلِ کتاب (یعنی یہود) میں سے بہتیرے دِل سے یہ چاہتے ہیں کہ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے پھر کافر کرڈالیں محض حسد کی وجہ سے جو کہ ان کے دِلوں ہی سے (جوش مارتا) ہے، حق واضح ہوئے پیچھے، خیر (اب تو) معاف کرو اور درگزر کرو جب تک (اس معاملے کے متعلق) حق تعالیٰ اپنا حکم (قانونِ جدید) بھیجیں، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

ایک اور جگہ اِرشاد ہے:

"وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَلَا النَّصَارٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ، قُلْ اِنَّ ھُدَی اللهِ ھُوَ الْھُدٰی، وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَھُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ○" (البقرۃ:۱۲۰)

ترجمہ:... "اور کبھی خوش نہ ہوں گے آپ سے یہ یہود اور نہ یہ نصاریٰ جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے پیرو نہ ہوجاویں، آپ کہہ دیجئے کہ حقیقت میں تو ہدایت کا وہی راستہ ہے جس کو خدا نے بتلایا ہے، اور اگر آپ اِتباع کرنے لگیں ان کے غلط خیالات کا، علم آچکنے کے بعد، تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے نہ مددگار۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

ایک اور جگہ اِرشاد ہے:

"وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَوْ یُضِلُّوْنَکُمْ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ○" (آل عمران:۶۹)

ترجمہ:... "دِل سے چاہتے ہیں بعضے لوگ اہلِ کتاب میں سے اس اَمر کو کہ تم کو گمراہ کردیں، اور وہ کسی کو گمراہ نہیں کرسکتے مگر خود اپنے آپ کو، اور اس کی اِطلاع نہیں رکھتے۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جہاں وہ اپنی یہودیت ونصرانیت پر قائم رہتے ہوئے اِسلام، نبیٔ اِسلام اور اہلِ اِسلام کے خلاف زہرافشانی کرتے تھے، وہاں نفاق کا لبادہ اوڑھ کر جھوٹی افواہیں پھیلانے کی بھی کوشش کرتے تھے، قرآنِ کریم میں جابجا ان یہودی منافقین کی رِیشہ دوانیوں کا بھی تذکرہ موجود ہے۔

خلافتِ راشدہ کے دور میں اسلام کا حلقہ بہت وسیع ہوگیا تھا، اس لئے منافقین یہود نے اِسلام کا لبادہ اوڑھ کر جھوٹی روایات کو پھیلانے اور صدرِ اوّل کے مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کوششیں کیں، جن کا تذکرہ اُوپر حافظ ابن تیمیہؒ کے حوالے سے گزر چکا ہے، لیکن ان کی یہ کوششیں بھی ناکام ہوئیں۔ حضرات اکابرِ اُمت نے اِسلامی سرحدوں کی پاسبانی کا ایسا فریضہ انجام دیا، اور ان لوگوں کے اس بزدلانہ حملے کا ایسا توڑ کیا کہ بالآخر یہ لوگ پسپا ہونے پر مجبور ہوئے، اور حضراتِ محدثین نے ان کی پھیلائی ہوئی جھوٹی روایات کو اس طرح چھانٹ کر الگ کردیا کہ دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی الگ نظر آنے لگا، اس طرح یہ فتنہ بحمداللہ! اپنی موت آپ مرگیا۔

دورِ جدید میں گزشتہ صدی سے مغرب نے اسلام کے خلاف ''اِستشراق'' کے عنوان سے ایک نیا محاذ کھولا، اور مستشرقین کی کھیپ کی کھیپ اِسلام پر ''تحقیقات'' کرنے کے لئے تیار کی گئی، اور انہوں نے اپنے خاص نقطۂ نظر سے اِسلامی موضوعات پر کتابوں کا ڈھیر لگادیا، جس کی ایک مثال ''انسائیکلوپیڈیا آف اِسلام'' ہے، یہ مستشرقین، اکثر و بیشتر وہی یہود و نصاریٰ ہیں جن کی اِسلام سے معاندانہ ذہنیت کی طرف قرآنِ کریم کے اِشارات اُوپر ذِکر کئے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک شخص جو غیرمسلم بھی ہو اور اِسلام اور پیغمبرِ اِسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید معاند بھی، وہ جب اِسلام پر ''تحقیقات'' کرنے بیٹھے گا تو اس کو اِسلام میں وہی کچھ نظر آئے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے معاندین کو نظر آتا تھا، اور وہ اِسلام کا ایسا خاکہ مرتب کرے گا جو دیکھنے والوں کو نہایت مکروہ اور بھونڈا نظر آئے، اور دیکھنے والا اس گھناؤنی تصویر کو دیکھتے ہی اِسلام سے متنفر ہوجائے، مفکرِ اِسلام جناب مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی، مستشرقین کے اِسلام کے عمومی مطالعے کے باوجود ان کی اِیمان سے محرومی کا ماتم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''مستشرقین عمومی طور پر اہلِ علم کا وہ بدقسمت اور بے توفیق گروہ ہے جس نے قرآن و حدیث، سیرتِ نبوی، فقہِ اِسلامی اور اَخلاق و تصوف کے سمندر میں بار بار غوطے لگائے اور بالکل ''خشک دامن'' اور ''تہی دست'' واپس آیا، بلکہ اس سے اس کا عناد، اِسلام سے دُوری اور حق کے اِنکار کا جذبہ اور بڑھ گیا۔''
>
> (''الفرقان'' لکھنؤ، جلد:۳۱، شمارہ:۷ ص:۲)

مستشرقین کا یہ رویہ خواہ کتنا ہی لائقِ افسوس ہو، مگر لائقِ تعجب ذرا بھی نہیں، اس لئے کہ ان مستشرقین کے پیشرو لوگ ...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصر یہود و نصاریٰ... جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اور سیرتِ نبوی کے جمال جہاں آرا کا سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کرکے بھی نہ صرف دولتِ اِیمان سے تہی دامن رہے، بلکہ ان کے حسد و عناد میں شدّت و حدّت پیدا ہوتی چلی گئی، تو ان کے جانشینوں... مستشرقین... کے طرزِ عمل پر کیا تعجب کیا جائے اور اس کی کیا شکایت کی جائے...؟

الغرض مستشرقین کتاب و سنت اور دیگر علومِ اِسلامیہ کے بحرِ ناپیدا کنار میں بار بار غوطے لگانے کے باوجود، جو خشک دامن اور تشنہ لب رہے، اس کی وجہ ان کا اِسلام اور پیغمبرِ اِسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ موروثی عناد ہے جو انہیں اپنے آباء و اجداد سے ورثے میں ملا ہے۔

مستشرقین نے اِسلام کے اُصول و فروع، نبیٔ اِسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت و سیرت، اور اِسلامی تاریخ کے بارے میں جو گوہرافشانیاں کی ہیں، گو انہوں نے بزعمِ خویش اعلیٰ تحقیقی کام کیا ہے، لیکن اگر ان اعتراضات کا بغور تجزیہ کیا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ یہ وہی شرابِ کہنہ ہے جو بڑی ہوشیاری سے نئی بوتلوں میں بھر دی گئی ہے، اور ان پر حسین لیبل چپکا دیا گیا ہے، ان کے تمام اِعتراضات اور نکتہ چینیاں انہی اِعتراضات کی صدائے بازگشت ہیں جو ان کے اَسلاف یہود و نصاریٰ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں کرتے رہے ہیں، اور جن کے جوابات قرآنِ کریم چودہ سو سال پہلے دے چکا ہے۔

لیکن ان مستشرقین کے مشرقی شاگرد، جن کو اصطلاحاً ''مستغربین'' کہنا چاہئے، نہ تو ان مستشرقین کے اصل اَغراض و اَہداف سے واقف تھے، نہ اِسلام کے اُصول و فروع سے آشنا تھے، نہ مسلمانوں کے عروج و زوال کی تاریخ سے آگاہ تھے، اور نہ ان کو محقق

علمائے اسلام کی خدمت میں بیٹھ کر اِسلامی علوم کے درس و مطالعہ کا موقع میسر آیا تھا۔ یہ لوگ اِسلام اور اِسلامی تعلیمات سے یکسر خالی الذہن تھے کہ یکایک انگریزی زبان میں مستشرقین اور ان کے شاگردوں کی تحریروں کے آئینے میں اسلام، اسلامی علوم اور اِسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا، اور یہ سمجھ بیٹھے کہ واقعتاً اِسلام کی تصویر ایسی ہی بھیانک اور بدنما ہوگی جیسی کہ دُشمنوں کے موئے قلم نے تیار کی ہے، نتیجہ یہ کہ یہ لوگ اسلام کی جانب سے ذہنی اِرتداد میں مبتلا ہوگئے، مولانا رُومیؒ کے بقول:

مرغ پر نارستہ چو پراں شود
طعمہ ہر گرگک دراں شود

ترجمہ:... ''جس چوزے کے ابھی پَر نہ نکلے ہوں، جب وہ اُڑان کی حماقت کرے گا، تو ہر پھاڑنے والے بھیڑیے کا نوالۂ تربن کر رہ جائے گا۔''

حافظ اسلم جیراج پوری ہو یا چوہدری غلام احمد پرویز، ڈاکٹر فضل الرحمٰن ہو یا تمنا عمادی، یا کوئی اور، ان سب میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ اِسلام کے بارے میں یہودی و نصرانی مستشرقین اور ان کے شاگرد مستغربین نے جو کچھ لکھ دیا ہے، وہ اسی کو اِسلام کی اصل تصویر سمجھتے ہیں، اس لئے نہ ان کو اِسلام کی اَبدیت پر اِیمان ہے، نہ اِسلام کو اِنسانیت کی نجات کا واحد کفیل سمجھتے ہیں، نہ مسلمانوں کے تواتر و تسلسل کو حجت مانتے ہیں، نہ ان کی عقلِ نارسا میں یہ بات آتی ہے کہ مشرق و مغرب کے تمام اہلِ اسلام، جن کو کبھی ایک جگہ جمع ہونے کا اِتفاق نہیں ہوا، بلکہ وہ ایک دُوسرے سے واقف بھی نہیں، وہ غلط عقائد پر کیسے متفق ہوگئے؟ اور کس نے ان کو ان عقائد و اَعمال پر جمع کردیا...؟

جیسا کہ میں پہلے عرض کرچکا ہوں، اُمت کے مسلسل تواتر و تعامل کا اِنکار کرنے کے بعد یہ لوگ قرآنِ کریم کے من جانب اللہ ہونے کا ثبوت نہیں پیش کرسکتے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ نہ وہ قرآن کی حقانیت کو مانتے ہیں، اور نہ اس کی اَبدیت کے قائل ہیں۔ وہ قرآنِ کریم کا نام ضرور لیتے ہیں، مگر اس لئے نہیں کہ ان کا قرآن پر اِیمان ہے، بلکہ وہ ''قرآن، قرآن'' کا نعرہ بلند کرنے پر اس لئے مجبور ہیں کہ قرآنِ کریم کا اِنکار کردینے کے بعد ان کے لئے اِسلام کے دائرے میں کوئی جگہ نہیں رہتی، بلکہ وہ صریح مرتد اور خارج اَز اِسلام قرار پاتے ہیں۔

اس نمبر میں جو معروضات پیش کی گئی ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

*... یہ انگریزی لکھے پڑھے چند لوگ جو ''روایتی اِسلام'' اور ''عجمی سازش'' کی منادی کرتے پھرتے ہیں، یہ درحقیقت مغربی مستشرقین کے زلّہ ربا ہیں۔

*... مستشرقین کی اکثریت یہودی و نصرانی معاندینِ اسلام پر مشتمل ہے۔

*... مستشرقین نے نام نہاد ''تحقیقات'' کے نام پر اِسلام اور مسلمانوں کی جو فرضی تصویر مرتب کی ہے، اس کا اصل حقائق سے دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔

*... اس فرضی تصویر کے تیار کرنے سے ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو ان کے دِین اور اِیمان و اذعان سے محروم

کر دیا جائے۔

*...الحمدللہ! ان یہود ونصاریٰ کی یہ سازش بھی اسی طرح ناکام ہوئی جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصر یہود ونصاریٰ کی سازشیں ناکام ہوئی تھیں، اور جس طرح کہ صدرِ اوّل کے منافقوں اور ملحدوں کی سازش ناکام ہوئی، دورِ قدیم کے منافقین وملحدین ہوں یا دورِ جدید کے مستشرقین اور ان کے تربیت یافتہ مستغربین، اِسلام اور ملتِ اسلامیہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے، اور نہ آئندہ کچھ بگاڑ سکیں گے۔ قرآنِ کریم کا یہ اعلان فضا میں ہمیشہ گونجتا رہے گا:

”وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللهِ مَكْرُهُمْ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ○ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ، اِنَّ اللهَ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ○“ (ابراہیم:۴۶،۴۷)

ترجمہ:... ”ان لوگوں نے (دینِ حق کو مٹانے میں) اپنی سی بڑی بڑی تدبیریں کی تھیں، اور ان کی (یہ سب) تدبیریں اللہ کے سامنے تھیں (اس کے علم سے مخفی نہ رہ سکتی تھیں) اور واقعی ان کی تدبیریں ایسی تھیں کہ (عجب نہیں) ان سے پہاڑ بھی (اپنی جگہ سے) ٹل جاویں (مگر پھر بھی حق ہی غالب رہا، اور ان کی ساری تدبیریں گاؤخورد ہوگئیں) پس اللہ تعالیٰ کو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھنا، بے شک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست (اور) پورا بدلہ لینے والا ہے۔“ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

پس وعدۂ اِلٰہی یہ ہے کہ قیامت تک دینِ اسلام کو غالب ومنصور رکھے گا، اور اس کے خلاف سازش کرنے والے اس عزیز ذُوانتقام کے قہر کا نشانہ بن کر رہیں گے۔ یہود ونصاریٰ تو قہرِ اِلٰہی کا نشانہ تھے ہی، ان کے ساتھ وہ لوگ بھی اس قہرِ اِلٰہی کی زَد میں آئیں گے جو ان یہود ونصاریٰ کی خودتراشیدہ کہانیوں پر ایمان لاکر ملتِ اِسلامیہ کے خلاف زہر اُگلتے ہیں، اور اس پر عجمی سازش میں مبتلا ہونے کی تہمت لگاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُمتِ اسلامیہ کی حفاظت فرمائیں، اور ان کو سلف صالحین کے راستے پر قائم رکھیں۔

حیات ونزولِ مسیح علیہ السلام اکابرِ اُمت کی نظر میں

تنقیحِ ششم

آنجناب تحریر فرماتے ہیں کہ:

”نزولِ مسیح کی تردید میں ہر زمانے میں علمائے اسلام نے قلم اُٹھایا ہے، اور کوشش کی ہے کہ اس موضوع عقیدے سے مسلمان نجات پائیں۔“

اگر ”علمائے اسلام“ کے لفظ سے آنجناب کی مراد دورِ قدیم کے ملاحدہ وفلاسفہ اور دورِ جدید کے نیچری اور ملحد ہیں، تو آنجناب کی یہ بات صحیح ہے کہ ان لوگوں نے اپنی پھونکوں سے ”نورِ خدا“ کو بجھانے کی بھرپور کوششیں کیں، اور بحمداللہ! ان کی یہ

کوششیں ناکام ہوئیں:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

لیکن میں یہ کہنے کی اجازت چاہوں گا کہ ان ملاحدہ وزنادقہ اور نیچریوں کو ''علمائے اسلام'' کا نام دینا، اِسلام اور مسلمانوں کی توہین ہے۔

اور اگر ''علمائے اسلام'' سے مراد وہ علمائے حقانی اور ائمۂ ربانی ہیں جن کے علم وفہم، عقل وبصیرت اور دِین ودیانت پر اُمت نے ہمیشہ اِعتماد کیا ہے تو مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ آنجناب کی معلومات صحیح نہیں۔ اس لئے کہ ائمۂ اِسلام اور اکابرینِ اُمت ومجدّدینِ ملت میں ایک شخص کا نام بھی پیش نہیں کیا جاسکتا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کا منکر ہو۔ پہلی صدی سے آج تک ائمۂ اِسلام اس عقیدے کے تواتر کے ساتھ قائل چلے آئے ہیں کہ قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوکر دجالِ اکبر کو قتل کریں گے۔

راقم الحروف نے چند سال پہلے اس موضوع پر ایک رسالہ مرتب کیا تھا، جو چھپا ہوا موجود ہے، آنجناب اس کا مطالعہ فرمائیں، اس میں نقولِ صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ:

* ...نزولِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ ایک ایسا اَمر ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عہد لیا ہے۔
* ...یہ عقیدہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے یہاں بلانکیر مُسَلَّم ہے۔
* ...اس عقیدے پر حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اِجماع ہے، کسی ایک صحابی سے بھی اس کے خلاف منقول نہیں۔
* ...۱۷ تابعینؒ کی نقولِ صریحہ درج کی ہیں، جن میں حضرت سعید بن مسیّبؒ، اِمام محمد بن حنفیہؒ، اِمام حسن بصریؒ، اِمام محمد بن سیرینؒ، اِمام زین العابدینؒ، اِمام باقرؒ، اِمام جعفر صادقؒ وغیرہ شامل ہیں، اور کسی ایک تابعی سے بھی اس کے خلاف ایک حرف منقول نہیں۔
* ...اسی ضمن میں ائمۂ اَربعہؒ کا عقیدہ، اکابر مجتہدین کا عقیدہ اور حدیث کے ائمۂ ستہ... اِمام بخاری، اِمام مسلم، اِمام ابوداوٗد، اِمام نسائی، اِمام ترمذی اور اِمام ابنِ ماجہ... (رحمہم اللہ تعالیٰ) کا عقیدہ درج کیا ہے۔
* ...چوتھی صدی کے ذیل میں ۱۴ اکابرِ اُمت کا عقیدہ درج کیا ہے، جن میں اِمام اہلِ سنت ابوالحسن اشعریؒ، اِمام ابوجعفر طحاویؒ، اِمام ابواللیث سمرقندیؒ اور اِمام خطابیؒ جیسے مشاہیرِ اُمت شامل ہیں۔
* ...پانچویں صدی کے ذیل میں ۱۳ اکابرِ اُمت کا عقیدہ درج کیا ہے، جن میں اِمام ابنِ حزمؒ، اِمام بیہقیؒ، شیخ علی ہجویریؒ (المعروف گنج بخش)، اِمام حاکمؒ، اِمام ابنِ بطالؒ اور قاضی ابوالولید باجیؒ شامل ہیں۔
* ...چھٹی صدی کے ذیل میں اِمام غزالیؒ، علامہ زمخشری، نجم الدین نسفیؒ، حضرت پیرانِ پیر شاہ عبدالقادر جیلانیؒ، حافظ ابنِ جوزیؒ جیسے گیارہ اکابر کی تصریحات نقل کی ہیں۔

*...ساتویں صدی کے ذیل میں ۱۴ اکابر کی تصریحات نقل کی ہیں، جن میں اِمام فخر الدین رازی، اِمام قرطبیؒ، اِمام نوویؒ، اِمام تورپشتیؒ اور خواجہ معین الدین چشتیؒ جیسے مشاہیر شامل ہیں۔

*...آٹھویں صدی کے ذیل میں ۱۵ مشاہیرِ اُمت کی عبارتیں نقل کی ہیں، جن میں اِمام ابنِ قدامہ المقدسیؒ، حافظ ابنِ کثیرؒ، حافظ ابنِ قیمؒ، اِمام تقی الدین السبکیؒ، علامہ طیبیؒ شارحِ مشکوٰۃ جیسے اکابر شامل ہیں۔

*...نویں صدی کے ذیل میں ۱۵ اکابرِ اُمت کی تصریحات درج ہیں، جن میں حافظ الدنیا ابنِ حجر عسقلانیؒ، حافظ بدرالدین عینیؒ، شیخ ابنِ ہمامؒ صاحبِ فتح القدیر، اور شیخ مجدالدین فیروزآبادیؒ صاحبِ قاموس کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

*...دسویں صدی کے ذیل میں حافظ جلال الدین سیوطیؒ، ابنِ حجر مکیؒ، شیخ الاسلام زکریا الانصاریؒ اور علامہ قسطلانیؒ شارحِ بخاری جیسے بارہ اکابرِ اُمت کے نام درج کئے ہیں۔

*...گیارہویں صدی میں اِمامِ ربانی مجدّد الف ثانیؒ، شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ، علامہ خفاجیؒ، سلطان العلماء علی القاریؒ اور علامہ عبدالحلیم سیالکوٹیؒ جیسے اکابر کے نام آتے ہیں۔

اگر آنجناب کو اِسلامی تاریخ کی نابغہ شخصیات سے تعارف ہے تو فرمائیے! ان کے مقابلے میں آپ کن لوگوں کو "علمائے اِسلام" سمجھتے ہیں...؟

میرا اَصل مقصود پہلی دس صَدیوں کے اکابر کی تصریحات نقل کرنا تھا، چنانچہ بطورِ نمونہ صدی وار چند اکابر مشاہیر کی تصریحات نقل کرنے پر اِکتفا کیا گیا۔ اور ان اکابر کے مقابلے میں ایک نام بھی ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا، جس کے علم وفہم اور دِین ودیانت پر اُمت نے اِعتماد کیا ہو، اور وہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے کا منکر ہو۔

اس لئے آنجناب کا یہ کہنا کہ علمائے اسلام ہمیشہ "عقیدۂ نزولِ مسیح" کے خلاف جہاد کرتے آئے ہیں، نہایت غلط بات ہے، ہاں! یہ کہنا صحیح ہوگا کہ "علمائے اسلام" "عقیدۂ نزولِ مسیح" کے منکروں کے خلاف ہمیشہ جہاد کرتے آئے ہیں، کیونکہ یہ عقیدہ اُمتِ اِسلامیہ کا قطعی اور متواتر ہے جس کے بارے میں اہلِ حق کی کبھی دورائیں نہیں ہوئیں۔

تنقیحِ ہفتم

آنجناب تحریر فرماتے ہیں:

"ان میں ابنِ حزمؒ اور ابنِ تیمیہؒ جیسے جید علماء سرِفہرست ہیں، جنہوں نے "نزولِ مسیح" کے عقیدے کی تردید کی۔"

آنجناب کا یہ دعویٰ بھی سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جناب کو ان "جید علماء" کی کتابیں دیکھنے کا موقع نہیں ملا، اور کسی شخص کی نقل وروایت پر آنجناب نے اِعتماد فرمایا ہے۔ ذیل میں حافظ ابنِ حزمؒ، حافظ ابنِ تیمیہؒ اور ان کے نامور شاگرد حافظ ابنِ قیمؒ کی عبارتیں براہِ راست خود ان کی کتابوں سے نقل کرتا ہوں، ان حوالوں کو پڑھ کر فیصلہ کیجئے کہ ان بزرگوں کا عقیدہ کیا تھا؟ اور جس

شخص نے آپ کو یہ بتایا کہ یہ حضرات "نزولِ مسیح" کے منکر تھے، وہ کتنا بڑا دَجال وکذّاب ہوگا۔ حافظ شیرازیؒ کے بقول:

"چہ دلاور است وزدے کہ بہ کف چراغ دارد"

حافظ ابنِ حزمؒ

اِمام ابومحمد علی بن حزم الاندلسی الظاہریؒ (متوفی ۴۵۶ھ) "كتاب الفصل فى الملل والأهواء والنحل" میں فرماتے ہیں:

*... "وقد صح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بنقل الكواف التى نقلت نبوته واعلامه وكتابه انه أخبر أنه لَا نبى بعدهٗ إلّا ما جاءت الأخبار الصحاح من نزول عيسٰى عليه السلام الذى بعث إلٰى بنى إسرائيل وادعى اليهود قتله وصلبه، فوجب الْإقرار بهٰذه الجملة وصح أن وجود النبوّة بعده عليه السلام باطل لَا يكون ألبتة۔" (ج:۱ ص:۷۷)

ترجمہ:... "وہ پوری کی پوری اُمت، جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب کو نقل کیا ہے، اسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بھی نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، مگر اس سے وہ عقیدہ مستثنیٰ ہے جس کے بارے میں صحیح اَحادیث وارِد ہوئی ہیں، یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا، وہی عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اِسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے، اور جن کے بارے میں یہود کا قتل کرنے اور سولی پر چڑھانے کا دعویٰ ہے، پس اس عقیدے پر ایمان لانا واجب ہے، اور یہ بات صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت ملنا قطعاً باطل ہے، ہرگز نہیں ہوسکتا۔"

دُوسری جگہ فرماتے ہیں:

*... "وإنما عندهم أناجيل أربعة متغايرة من تأليف أربعة رجال معروفين ليس منها إنجيل إلّا ألّف بعد رفع المسيح عليه السلام بأعوام كثيرة ودهر طويل" (ج:۲ ص:۵۵)

ترجمہ:... "عیسائیوں کے پاس چار اِنجیلیں ہیں، جو باہم مختلف ہیں، اور چار معروف شخصوں (متی، مرقس، لوقا، یوحنا) کی تالیف ہیں۔ ان میں کوئی اِنجیل نہیں مگر وہ عیسیٰ علیہ السلام کے اُٹھائے جانے کے کئی سال اور زمانۂ طویل کے بعد لکھی گئی۔"

ایک اور جگہ مدعیانِ نبوّت پر رَدّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

*... "هٰذا مع سماعهم قول الله تعالٰى: "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّنَ" وقول رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لَا نبى بعدى" فكيف يستجيز مسلم أن يثبت بعده عليه السلام نبيًّا فى الأرض حاشا ما استثناه رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الآثار المستندة

الثابتة فی نزول عیسیٰ بن مریم علیهما السلام فی آخر الزمان۔" (ج:۴ ص:۱۸۰)

ترجمہ:... "حق تعالیٰ کا اِرشاد: "وَلٰـكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد: "لَا نبی بعدی" سننے کے باوجود یہ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں، پس کوئی مسلمان اس بات کو کیسے برداشت کرسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زمین میں کسی نبی کا وجود ثابت کرے، سوائے اس کے کہ جس کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح اور مستند احادیث میں مستثنیٰ کردیا ہے، اور وہ ہے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا آخری زمانے میں نازل ہونا۔"

ایک جگہ اُصولِ تکفیر پر بحث کرتے ہوئے ابنِ حزمؒ لکھتے ہیں:

* ... "وأما من قال ان الله عزّ وجلّ هو فلان لِانسان بعينه، أو ان الله يحل فی جسم من أجسام خلقه، أو ان بعد محمد صلی الله عليه وسلم نبيًّا غير عيسیٰ بن مريم فإنه لَا يختلف الْاثنان فی تكفيره لصحة قيام الحُجّة بكل هٰذا علٰی كل أحد۔" (ج:۳ ص:۲۴۹)

ترجمہ:... "جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں آدمی ہے، یا یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کے جسم میں حلول کرتا ہے، یا یہ کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے آئے گا تو ایسے شخص کے کافر ہونے کے بارے میں دو آدمیوں کا بھی اِختلاف نہیں، کیونکہ ان تمام اُمور میں ہر شخص پر حجت قائم ہوچکی ہے۔"

ابنِ حزمؒ کی ان تصریحات سے واضح ہے کہ جس طرح ختمِ نبوّت کا مسئلہ قطعی اور متواتر ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخر زمانے میں نازل ہونے کا عقیدہ بھی احادیثِ صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے، اس پر اِیمان لانا واجب ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جس عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی خبر دی گئی، اس سے بعینہٖ وہی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مراد ہیں جن کو ساری دُنیا "رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ" کی حیثیت سے جانتی ہے، اور جن کے قتل وصلب کا یہود یوں کو دعویٰ ہے۔

حافظ ابنِ تیمیہؒ

عیسائیت کے رَدّ میں "الجواب الصحیح لمن بدّل دین المسیح" شیخ الاسلام حافظ ابنِ تیمیہؒ کی مشہور کتاب ہے، جس میں انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا عقیدہ بڑی صراحت ووضاحت کے ساتھ ذِکر فرمایا ہے، یہاں اس کی چند عبارتیں نقل کی جاتی ہیں:

* ... "والمسلمون وأهل الكتاب متفقون علٰی إثبات مسيحَين، مسيح هدی من ولد داؤد، ومسيح ضلال، يقول أهل الكتاب: إنه من ولد يوسف، ومتفقون علٰی أن مسيح الهدی سوف يأتی كما يأتی مسيح الضلالة، لٰكن المسلمون والنصاریٰ يقولون: مسيح

الهدى هو عيسى بن مريم وإن الله أرسله ثم يأتي مرة ثانية، لكن المسلمون يقولون: إنه ينزل قبل يوم القيامة فيقتل مسيح الضلالة، ويكسر الصليب ويقتل الخنزير، ولا يبقى دينًا إلّا دين الإسلام، ويؤمن به أهل الكتاب، اليهود والنصارىٰ، كما قال تعالىٰ: "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ" (النساء:۱۵۹) والقول الصحيح الذى عليه الجمهور قبل موت المسيح وقال تعالىٰ: "وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا" (الزخرف:۶۱)۔"

(الجواب الصحيح ج:۱ ص:۳۲۹)

ترجمہ:... "مسلمان اور اہلِ کتاب دو مسیحوں کے ماننے پر متفق ہیں، ایک "مسیحِ ہدایت" جو نسلِ داؤد سے ہوں گے اور دُوسرا مسیحِ ضلالت، جس کے بارے میں اہلِ کتاب کا قول ہے کہ وہ یوسف کی اولاد سے ہوگا۔

مسلمان اور اہلِ کتاب اس پر بھی متفق ہیں کہ مسیحِ ہدایت آئندہ آئے گا، جیسا کہ مسیحِ ضلالت بھی آنے والا ہے، لیکن مسلمان اور نصاریٰ اس کے قائل ہیں کہ مسیحِ ہدایت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہیں، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رسول بناکر بھیجا، پھر وہ دوبارہ آئیں گے، لیکن مسلمانوں کا قول یہ ہے کہ وہ قیامت سے پہلے نازل ہوں گے، نازل ہوکر مسیحِ ضلالت کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، دِینِ اسلام کے سوا کسی مذہب کو باقی نہیں چھوڑیں گے، اور اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور نہیں کوئی اہلِ کتاب میں مگر ایمان لائے گا، ان پر ان کی موت سے پہلے۔" اور حق تعالیٰ کا اِرشاد ہے: "اور وہ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا) البتہ نشانی ہے قیامت کی، پس تم لوگ اس میں شک نہ کرو۔"

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تحفۂ قادیانیت جلد اوّل صفحہ:۳۰۸ پر "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول کا عقیدہ مجدّدین واکابرِ اُمت کی نظر میں"۔

حافظ ابنِ قیمؒ

حافظ ابنِ قیمؒ، حافظ ابنِ تیمیہؒ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، اور اپنے شیخ کے ذوق میں اس قدر ڈُوبے ہوئے ہیں کہ بال برابر بھی اپنے شیخ کے مسلک سے اِنحراف نہیں کرتے، اس لئے ذیل میں چند حوالے حافظ ابنِ قیمؒ کے بھی نقل کئے جاتے ہیں۔

"ہدایۃ الحیاریٰ" میں حافظ ابنِ قیمؒ نے بائبل کی پیش گوئی پر، جو "فارقلیط" اور "رُوح الحق" سے متعلق ہے، بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے، اور اس میں حضرت مسیح علیہ السلام کے درج ذیل فقروں کی تشریح فرمائی ہے:

"میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں، لیکن "وہ مددگار" یعنی رُوح القدس، جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا، وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا، اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد

دِلائے گا، میں تمہیں اِطمینان دیئے جاتا ہوں۔'' (یوحنا ۱۴:۲۵-۲۷)

''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا، کیونکہ ''دُنیا کا سردار'' آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔'' (یوحنا ۱۴:۳۰)

''جب وہ مددگار آئے گا، جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا، یعنی سچائی کا رُوح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔'' (یوحنا ۱۵:۲۶)

''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ ''مددگار'' تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دُوں گا۔'' (یوحنا ۱۶:۷)

''مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے، مگر اَب تم ان کی برداشت نہیں کرسکتے، لیکن جب وہ یعنی سچائی کا رُوح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دِکھائے گا، اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا، لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا، اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا، وہ میرا اجلال ظاہر کرے گا۔'' (یوحنا ۱۶:۱۲ تا ۱۴)

اس پیش گوئی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی پر چسپاں کرتے ہوئے آخر میں ابنِ قیمؒ لکھتے ہیں:

''فمن هٰذا الذی هو روح الحق الذی لَا یتکلم إلّا بما یوحٰی إلیه؟ ومن هو العاقب للمسیح والشاهد لما جاء به والمصدق له بمجیئه؟ ومن الذی أخبرنا بالحوادث فی الأزمنة المستقبلة؟ کخروج الدَّجال وظهور الدَّابّة وطلوع الشمس من مغربها وخروج یأجوج ومأجوج ونزول المسیح بن مریم وظهور النار التی تحشر الناس وأضعاف أضعاف ذٰلک من الغیوب التی قبل یوم القیامة والغیوب الواقعة من الصراط والمیزان والحساب وأخذ الکتب بالأیمان والشمائل وتفاصیل ما فی الجنّة والنّار ما لم یذکر فی التوراة والإنجیل غیر محمد صلی الله علیه وسلم۔'' (ہدایۃ الحیاریٰ ص:۲۸۰)

ترجمہ:... ''پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا یہ ''رُوح الحق'' کون ہے جو وحیٔ اِلٰہی کے بغیر نہیں بولتا؟ اور وہ کون ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد آنے والا ہوا؟ اور وہ کون ہے جس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی لائی ہوئی باتوں کی گواہی دی؟ اور وہ کون ہے جس نے اپنی آمد کے ذریعے مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی کی تصدیق فرمائی؟ اور وہ کون ہے جس نے آئندہ زمانوں میں پیش آنے والے حوادث وواقعات کی خبریں دیں؟ مثلاً: دجال کا نکلنا، دابۃ الارض کا ظاہر ہونا، آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا، یأجوج ومأجوج کا نکلنا، مسیح بن مریم کا نازل ہونا، اور اس آگ کا ظاہر ہونا جو لوگوں کو میدانِ محشر کی طرف جمع کرے گی، ان کے علاوہ اور بہت سے غیب کے واقعات جو قیامت کے دن سے پہلے رُونما ہوں گے، اور وہ غیبی حقائق جو قیامت کے دن پیش آئیں گے، مثلاً: پل صراط، میزان، حساب وکتاب، نامۂ اعمال کا دائیں یا بائیں ہاتھ میں دِیا جانا، اور جنت

ودوزخ کی تفصیلات، جو نہ تو توراۃ میں مذکور ہیں اور نہ اِنجیل میں۔“

اور اسی پیش گوئی پر بحث کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں:

”وتأمل قول المسيح فى هٰذه البشارة التى لَا ينكرونها ان ار كون العالم سيأتى وليس لى من الأمر شىء كيف هى شاهدة بنبوة محمد والمسيح معًا؟ فإنه لما جاء صار الأمر له دون المسيح، فوجب على العالم كلهم طاعته والإنقياد لأمره وصار الأمر له حقيقة، ولم يبق بأيدى النصارىٰ إلّا دين باطل أضعاف أضعاف حقه وحقه منسوخ بما بعث الله به محمدًا صلى الله عليه وسلم، فطابق قول المسيح قول أخيه محمد صلى الله عليه وسلم ينزل فيكم ابن مريم حَكَمًا عدلًا وإمامًا مقسطًا، فيحكم بكتاب الله بكم۔ وقوله فى اللفظ الآخر: يأتيكم بكتاب ربكم۔ فطابق قول الرسولين الكريمين، وبشر الأول بالثانى وصدق الثانى بالأوّل۔“ (ایضاً ص:۲۸۱)

ترجمہ:... ”اور اس بشارت میں، جس کا یہ لوگ اِنکار نہیں کرتے حضرت مسیح علیہ السلام کے اس قول پر غور کرو کہ:

”اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا، کیونکہ دُنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔“ (یوحنا ۱۴:۳۰)

دیکھو! یہ بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح علیہ السلام دونوں کی نبوّت پر کیسی شہادت دے رہی ہے؟ کیونکہ جب ”دُنیا کا سردار“... صلی اللہ علیہ وسلم... آچکا تو سارے حکم اَحکام حضرت مسیح علیہ السلام کے بجائے اس کے حوالے ہوگئے، پس سارے جہان پر اس کی اطاعت اور اس کے فرامین کی تعمیل لازمی ہوئی، اور چونکہ تمام معاملات ”دُنیا کے سردار“ کے سپرد ہوچکے ہیں، لہٰذا نصاریٰ کے ہاتھ میں دِینِ باطل کے سوا کچھ نہیں رہا، ان کے دِین میں حق کے ساتھ ہزار گنا باطل کی آمیزش تو پہلے ہوچکی تھی، اور جو تھوڑا بہت حق تھا وہ بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے منسوخ ہوچکا ہے۔

غور کرو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مندرجہ بالا قول ان کے بھائی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجِ ذیل اِرشاد کے ساتھ کس قدر مطابقت رکھتا ہے، فرمایا:

”نازل ہوں گے تم میں ابنِ مریم علیہ السلام حاکمِ عادل اور اِمامِ منصف کی حیثیت سے، پس تم میں کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کریں گے۔“

اور ایک دُوسری حدیث میں ہے:

”وہ تمہارے پاس آئیں گے تمہارے رَبّ کی کتاب کے ساتھ۔“

پس ان دونوں مقدس رسولوں کے اِرشادات باہم مطابقت رکھتے ہیں، پہلے نے دُوسرے کی بشارت دی اور دُوسرے نے پہلے کی تصدیق فرمائی۔''

آگے ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

*... ''(فصل) وتأمل قول المسيح انى لست ادعكم ايتامًا لأنى سآتيكم عن قريب كيف هو مطابق لقول أخيه محمد بن عبدالله صلوات الله وسلامه عليهما: ''ينزل فيكم ابن مريم حكمًا عدلًا وإمامًا مقسطًا فيقتل الخنزير ويكسر الصليب ويضع الجزية''. وأوصى أُمّته بأن يقرأه السلام منه من لقيه منهم. وفى حديث آخر: كيف تهلك أُمّة أنا فى أوّلها وعيسىٰ فى آخرها۔'' (ص:۱۸۸، ۱۸۹)

ترجمہ:... ''اور حضرت مسیح علیہ السلام کے اس قول پر غور کرو کہ:

''میں تمہیں یتیم نہیں چھوڑوں گا، میں تمہارے پاس آؤں گا۔'' (یوحنا ۱۴:۱۸)

ان کا یہ قول ان کے بھائی حضرت محمد بن عبداللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہما کے اِرشاد کے کس قدر مطابق ہے، فرمایا:

''نازل ہوں گے تم میں ابنِ مریم علیہ السلام حاکمِ عادل اور اِمامِ منصف کی حیثیت سے، پس خنزیر کو قتل کریں گے، اور صلیب کو توڑ ڈالیں گے، اور جزیہ موقوف کردیں گے۔''

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو وصیت فرمائی کہ ان میں سے جس شخص کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہو وہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سلام کہے۔

اور ایک اور حدیث میں فرمایا:

''وہ اُمت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے کہ میں جس کے اوّل میں ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے آخر میں ہیں۔''

*... ''فالمسلمون واليهود والنصارىٰ تنتظر مسيحًا يجىء فى آخر الزمان، فمسيح اليهود هو الدَّجال، ومسيح النصارىٰ لَا حقيقة له، فإنه عندهم إلٰه وابن إلٰه وخالق ومميت ومحى، فمسيحهم الذى ينتظرونه هو المصلوب المسمر المكلل بالشوك بين اللصوص والمصفوع الذى صفعته اليهود، وهو عندهم ربّ العالمين وخالق السماوات والأرضين، ومسيح المسلمين الذى ينتظرونه هو عبدالله ورسوله وروحه وكلمته ألقاها إلٰى مريم العذراء البتول عيسىٰ بن مريم أخو عبدالله ورسوله محمد بن عبدالله ويظهر دين الله وتوحيده ويقتل أعداءه عباد الصليب الذين اتخذوه وأُمّه إلٰهين من دون الله وأعداءه

الیھود الذین رموہ وأُمّه بالعظائم، فھٰذا ھو الذی ینتظرہ المسلمون، وھو نازل علی المنارۃ الشرقیة بدمشق واضعًا یدیه علٰی منکبی مَلَکین، یراہ الناس عیانًا بأبصارھم نازلًا من السماء، فیحکم بکتاب اللہ وسُنَّة رسوله وینفذ ما اضاعه الظلمة والفجرة والخونة من دین رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ویحیی ما أماتوہ، وتعود الملل کلھا فی زمانه ملّة واحدة وھی ملّة محمد وملّة أبیھما إبراھیم وملّة سائر الأنبیاء، وھی الْإسلام الذی من یبتغی غیرہ دینًا فلن یقبل منه وھو فی الآخرة من الخاسرین، وقد حمل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من أدرکه من اُمّته السلام وأمرہ أن یقرأہ ایاہ منه، فأخبر عن موضع نزوله بأی بلد؟ وبأی مکان منه؟ وبحالة وقت نزوله وملبسه الذی علیه، وأنه ممصرتان أی ثوبان، وأخبر بما یفعل عند نزوله مفصلًا حتّٰی کان المسلمین یشاھدونه عیانًا قبل أن یروہ، وھٰذا من جملة الغیوب التی أخبر بھا فوقعت مطابقة لخبرہ حذو القذة بالقذة فھٰذا منتظر المسلمین لَا منتظر المغضوب علیھم ولَا الضالّین ولَا منتظر إخوانھم من الروافض المارقین وسوف یعلم المغضوب علیھم إذا جاء منتظر المسلمین انه لیس بابن یوسف النجار، ولَا ھو ولد زانیة، ولَا کان طبیبًا حاذقًا ماھرًا فی صناعته استولی علی العقول بصناعته، ولَا کان ساحرًا مخرقا ولَا مکنوا من صلبه وتسخیرہ وصفعه وقتله، بل کانوا أھون علی اللہ من ذالک، ویعلم الضالُّون أنه ابن البشر وانه عبداللہ ورسولهٗ لیس بإلٰه ولَا ابن الْإلٰه، وانه بشر بنبوة محمد أخیه أوّلًا وحکم بشریعته ودینه آخرًا، وانه عدو المغضوب علیھم والضالّین، وولی رسول اللہ وأتباعه المؤمنین، ومکان اولیاءہ الأرجاس الأنجاس عبدة الصلبان والصور المدھونة فی الحیطان، ان اولیاءہ إلّا الموحدون عباد الرحمٰن أھل الْإسلام والْإیمان الذی نزھوہ وأُمّه عما رماھما به أعداؤھما من الشرک والسب للواحد المعبود۔"

(ہدایۃ الحیاریٰ علیٰ ہامش ذیل الفارق ص:۴۳)

*... "فبعث اللہ محمدًا صلی اللہ علیه وسلم بما ازال الشبھة من أمرہ وکشف الغمة وبرأ المسیح وأُمّه من افتراء الیھود وبھتھم وکذبھم علیھما، ونزہ ربّ العالمین خالق المسیح وأُمّه مما افتراہ علیه المثلثة عباد الصلیب الذین سبوہ أعظم السب، فأنزل المسیح أخاہ بالمنزلة التی أنزله اللہ بھا، وھی أشرف منازله فاٰمن به صدقه وشھد له بأنه عبداللہ ورسوله وروحه وکلمته ألقاھا إلٰی مریم العذراء البتول الطاھرة الصدیقة سیّدة نساء العالمین فی زمانھا، وقرر معجزات المسیح وآیاته، وأخبر عن ربه تعالٰی بتخلید من کفر

بالمسيح في النار، وان ربه تعالٰى أكرم عبده ورسوله ونزهه وصانه أن ينال إخوان القردة منه ما زعمته النصارىٰ انهم نالوه منه، بل رفعه إليه مؤيدًا منصورًا لم يشكه أعداؤه فيه بشوكة، ولَا نالته أيديهم بأذى، فرفعه إليه وأسكنه سماءه وسيعيده إلى الأرض ينتقم به من مسيح الضلال وأتباعه ثم يكسر به الصليب ويقتل به الخنزير ويعلى به الإسلام وينصر به ملّة أخيه أولى الناس به محمد عليه الصلاة والسلام۔'' (ذیل الفارق ص:۱۰۴)

*...''وقد اختلف في معنى قوله ''وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ'' فقال بعض شبه للنصارىٰ اى حصلت لهم الشبهة في أمره وليس لهم علم بأنه قتل ولَا صلب، ولٰكن لما قال أعداؤه انهم قتلوه وصلبوه واتفق رفعه من الأرض وقعت الشبهة في أمره، وصدقهم النصارىٰ في صلبه، لتتم الشناعة عليهم، وكيف ما كان فالمسيح صلوات الله وسلامه عليه لم يقتل ولم يصلب يقينًا لَا شك فيه۔''

ترجمہ:...''پس مسلمان اور یہود و نصاریٰ ایک مسیح کے منتظر ہیں جو آخری زمانے میں آئے گا، پس یہود کا مسیح تو دَجال ہے، اور نصاریٰ کے مسیح کی کوئی حقیقت نہیں، کیونکہ مسیح ان کے نزدیک خدا ہے، خدا کا بیٹا ہے، خالق ہے، وہی زندگی دینے والا، وہی موت دینے والا ہے۔

پس ان کا مسیح جس کے وہ منتظر ہیں، وہ ہے جس کو صلیب دی گئی، جس کے بدن میں میخیں گاڑی گئیں، جس کو کانٹوں کا تاج پہنایا گیا، جس کے منہ پر یہودیوں نے طمانچے مارے، اور جس کو چوروں کے درمیان صلیب پر لٹکایا گیا، اس کے باوجود وہ ان کے نزدیک رَبّ العالمین بھی ہے اور آسمان و زمین کا خالق بھی۔

اور مسلمانوں کے مسیح، جس کے وہ منتظر ہیں، وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، اس کے رسول ہیں، اس کی جانب سے بھیجی ہوئی خاص رُوح ہیں، اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مریم عذرا بتول کی طرف ڈالا، وہ عیسیٰ بن مریم ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہما وسلم کے بھائی ہیں، پس وہ جب آئیں گے تو اللہ کے دِین اور اس کی توحید کو سربلند کریں گے، اللہ کے دُشمنوں، پرستارانِ صلیب کو قتل کریں گے، جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کو، اور ان کی والدہ ماجدہ کو، خدا بنالیا، نیز اپنے دُشمن یہودیوں کو قتل کریں گے، جنھوں نے ان پر اور ان کی والدہ ماجدہ پر بہتان تراشیاں کیں۔

پس یہ مسیح جس کے مسلمان منتظر ہیں، یہی مسیح دمشق کے مشرقی مینار پر اس شان سے نازل ہوں گے کہ دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے، ان کو لوگ بچشمِ سر آسمان سے نازل ہوتے ہوئے عیاناً دیکھیں گے۔

پس وہ نازل ہوکر اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اَحکام

دیں گے۔ ظالموں، فاجروں اور خائنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دِین کا جو حصہ ضائع کردیا ہوگا، اسے نافذ کریں گے، اور جس حصۂ دِین کو ان لوگوں نے مٹا ڈالا تھا اسے دوبارہ زندہ کریں گے، اور ان کے زمانے میں تمام ملّتیں ملتِ واحدہ میں تبدیل ہوجائیں گی، اور یہ ملت ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی، ان کے جدِ اَمجد حضرت اِبراہیم علیہ السلام کی اور دیگر اَنبیائے کرام علیہم السلام کی، اور یہ ملت دِینِ اسلام ہے کہ جو شخص اس کے سوا کسی اور دِین کی پیروی کرے وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے اور وہ آخرت میں خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے ان لوگوں کو، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پائیں، اس کا مکلّف فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچائیں، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی جگہ بتائی اور یہ کہ کس شہر میں نازل ہوں گے؟ کس جگہ نازل ہوں گے؟ نزول کے وقت ان کی حالت اور ان کا لباس جوان کے زیبِ تن ہوگا، وہ بھی بیان فرمایا کہ وہ ہلکے زرد رنگ کی دو چادریں ہوں گی، اور نازل ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کچھ کریں گے، اس کو بھی ایسی تفصیل سے بیان فرمایا گویا مسلمان ان کو دیکھنے سے پہلے اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں، اور یہ تمام اُمور من جملہ غیب کی خبروں کے ہیں، جن کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِطلاع دی، پس واقعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے ٹھیک ٹھیک مطابق رُونما ہوئے۔

الغرض یہ ہے وہ مسیح جس کا مسلمان اِنتظار کرتے ہیں (علیہ الصلوٰۃ والسلام)، یہ مسیح نہ تو مغضوب علیہم ...یہود... کا مسیحِ منتظر ہے، نہ ضالین ...نصاریٰ... کا، اور نہ ان کے بھائیوں روافض کا جو اِسلام سے نکل گئے ہیں، اور جب مسلمانوں کے مسیحِ منتظر ...علیہ السلام... تشریف لائیں گے تو مغضوب علیہم یہود کو پتا چل جائے گا کہ یہ یوسف نجار کا بیٹا نہیں، نہ بدکار عورت کا بیٹا ہے، نہ وہ ماہر طبیب تھے جو اپنے فن میں حاذق تھے، اور جس نے اپنی صنعت سے عقلوں کو دہشت زدہ کردیا تھا، نہ وہ شعبدہ باز جادوگر تھے، نہ یہود کو ان کے پکڑنے اور صلیب پر دینے کی قدرت ہوئی، نہ ان کے منہ پر طمانچے مارنے اور قتل کرنے کی۔ بلکہ یہ لوگ اللہ کی نظر میں اس سے ذلیل تر تھے کہ ان کو ان اُمور کی قدرت دی جاتی، اور گمراہی میں بھٹکنے والے نصاریٰ کو بھی معلوم ہوجائے گا کہ وہ آدم زاد ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، نہ وہ خدا ہیں، نہ خدا کے بیٹے، اور یہ کہ انہوں پہلے اپنے بھائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کی بشارت دی، اور آخری زمانے میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دِین و شریعت کے مطابق اَحکامات صادر فرمائے، اور یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود و نصاریٰ کے دُشمن ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے اہلِ اِیمان کے دوست ہیں۔ ان کے دوست وہ گندے اور ناپاک لوگ نہیں تھے جو صلیبوں کی اور دیواروں میں لگائی

ہوئی تصویروں کی پوجا کرتے تھے، ان کے دوست صرف اہلِ توحید ہیں جو رحمٰن کے بندے اہلِ اِسلام واِیمان ہیں، جنھوں نے ان کو اور ان کی والدہ کو ان کے دُشمنوں کی تراشیدہ تہمتوں سے بَری قرار دِیا، مثلاً شرک کرنا اور معبودِ واحد کو بُرا کہنا۔''

ترجمہ:... ''پس اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حقائق کے ساتھ مبعوث فرمایا، جن سے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں تمام شبہات زائل ہوگئے اور تاریکی چھٹ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح علیہ السلام کو اور ان کی والدہ مطہرہ کو یہود کے کذب واِفترا اور بہتان تراشیوں سے بَری الذمہ قرار دِیا، اور مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے خالق رَبّ العالمین کو ان اِفتراؤں سے منزّہ قرار دِیا جو اَربابِ تثلیث صلیب پرستوں نے باندھ رکھے تھے، جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑی گالی دی۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائی مسیح علیہ السلام کو اس مرتبے میں اُتارا جس مرتبے میں ان کو اللہ تعالیٰ نے اُتارا تھا، اور یہی ان کا سب سے اشرف مرتبہ ہے، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح علیہ السلام پر اِیمان لائے، ان کی تصدیق فرمائی اور ان کے حق میں گواہی دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، اس کے رسول ہیں، اس کی جانب سے آئی ہوئی خاص رُوح ہیں، اور اس کے کلمے (سے پیدا ہونے والے) ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے کنواری مریم بتول کی طرف ڈالا تھا جو طاہرہ وصدیقہ ہیں، اپنے زمانے کی تمام جہان کی عورتوں کی سیّدہ ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات وآیات کی تصدیق فرمائی، اور اپنے رَبّ کی جانب سے خبر دی کہ جن لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوّت کا اِنکار کیا، وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے، اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رَبّ نے اپنے بندے اور رسول حضرت مسیح علیہ السلام کو عزّت وکرامت عطا فرمائی ہے، اور ان کو اس سے منزّہ اور محفوظ رکھا ہے کہ بندروں کے بھائی ...یہود... ان کی بے حرمتی کریں، جیسا کہ نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہودیوں نے ان کی تذلیل واہانت کی، ہرگز نہیں! بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مؤید ومنصور اپنی طرف اُٹھالیا، ان کے دُشمن ان کو ایک کانٹا بھی نہیں چبھو سکے، اور نہ اپنے ہاتھوں سے ان کو کوئی ادنیٰ اِیذا پہنچا سکے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اُٹھالیا، اور اپنے آسمان میں ان کو ٹھہرایا، اور عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ زمین پر بھیجیں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے دجالِ مسیحِ ضلالت اور اس کے پیروؤں سے اِنتقام لیں گے، پھر ان کے ذریعے صلیب کو توڑ دیں گے، اور خنزیر کو قتل کریں گے، اور ان کے ذریعے اِسلام کو سربلند کریں گے، اور ان کے ذریعے ان کے بھائی جو ان کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں، یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دِین وملت کی تائید ونصرت کریں گے۔''

ترجمہ:... ''اور حق تعالیٰ کے اِرشاد: "وَلٰـكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ" کے معنی میں اِختلاف ہوا ہے، پس بعض حضرات نے کہا کہ نصاریٰ کو اِشتباہ ہوا، یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کے معاملے میں ان کو اِشتباہ ہوگیا، اور ان کو

کچھ علم نہیں کہ وہ قتل کئے گئے یا صلیب دیئے گئے؟ لیکن چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے دُشمنوں نے مشہور کردیا کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل کردیا، اور سولی پر لٹکا دیا، ادھر ان کے زمین سے اُٹھائے جانے کا واقعہ ہوا ...اور حضرت مسیح علیہ السلام زمین سے غائب ہوگئے... اس لئے ان کے معاملے میں شبہ پڑگیا، اور نصاریٰ نے دُشمنوں کی اُڑائی ہوئی ہوائی کو تسلیم کرلیا کہ یہودیوں نے مسیح علیہ السلام کو دار پر لٹکا دیا، تاکہ ان کے حق میں شناعت زیادہ ہوجائے۔

کچھ بھی ہوا، یہ بات قطعی ویقینی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو نہ قتل کیا گیا اور نہ سولی دی گئی، اس میں کسی ادنیٰ شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قربِ قیامت کی علامت ہے

مندرجہ بالا تنقیحات کے بعد آنجناب لکھتے ہیں:

''اب میں آپ کی تصنیف کی طرف آتا ہوں۔ صفحہ نمبر: ۲۳۷ پر آپ نے سائل کو کچھ یوں جواب دیا ہے:

''قرآنِ کریم میں حضرت عیسیٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے: ''اور بے شک وہ نشانی ہے قیامت کی، پس تم اس میں ذرا بھی شک مت کرو۔''

محترمی! آپ کا مذکورہ ترجمہ حقیقت پر مبنی نہیں ہے، وہ ایسے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکینِ مکہ کو قیامت آنے اور ان کے اعمال کی جواب دہی اللہ تعالیٰ کے حضور میں دینے کا بتایا تو مشرکینِ مکہ نے قیامت کے آنے سے اِنکار کردیا، اور کہنے لگے کہ جب ہم مٹی ہوجائیں گے تو پھر کیسے زِندہ ہوں گے اور کیسے قیامت آئے گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو قیامت کے آنے کی خبر پر یقین دِلانے کے لئے عیسیٰ کی پیدائش بطورِ تمثیل پیش کرنے کے لئے سورۂ زُخرف کی مذکورہ آیت کا نزول کیا، کہ تمہاری عقل اور فہم میں تو یہ بات بھی نہیں آسکتی کہ بغیر باپ کے بھی کوئی بچہ پیدا ہوسکتا ہے؟ جبکہ میں (اللہ) نے عیسیٰ کو بغیر باپ کے نطفے سے مریم سے پیدا کردیا۔ اس کو اِنسان پیدا کیا اور نبوّت سے بھی سرفراز کیا۔ لہٰذا ان آیات میں اِرشادِ اِلٰہی کی منشا یہ ہے کہ جو اللہ باپ کے بغیر بچہ پیدا کرسکتا ہے اور جس اللہ کا ایک بندہ مٹی کے پتلے میں اللہ ہی کے حکم سے جان ڈال سکتا ہے اور مُردوں کو زِندہ کرسکتا ہے تو اس قادر مالک کے لئے آخر تم اس بات کو کیوں ناممکن سمجھتے ہو کہ وہ تمہیں اور تمام اِنسانوں کو مرنے کے بعد بھی دوبارہ پیدا کرے اور جزا وسزا کا دِن قائم کرکے دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی ہوجائے۔ اس کے علاوہ مذکورہ آیات میں خطاب مشرکینِ مکہ کو ہے جبکہ عیسیٰ کی آمدِ ثانی تو قیامت کے علم کا ذریعہ صرف ان لوگوں کے لئے بن سکتا ہے جو اس زمانے میں موجود ہوں یا اس کے بعد پیدا ہوں، کفارِ مکہ کے لئے

آخر وہ کیسے ذریعہ علم قرار پاسکتا تھا کہ ''تم عیسیٰ کی قربِ قیامت کی آمدِ ثانی میں شک نہ کرو؟'' صحیح ترجمہ اس کا یہ ہے کہ: ''تم قیامت کے آنے میں شک نہ کرو'' لیکن ہمارے روایت پرست مولویوں نے اصل ترجمہ چھوڑ کر یہ ترجمہ کیا کہ ''تم عیسیٰ کے آنے میں شک نہ کرو۔''

تنقیح:...اس کے بارے میں چند گزارشات پر غور فرمایا جائے:

اوّل:...اس ناکارہ نے آیتِ شریفہ کا جو ترجمہ کیا ہے، اس کی دلیل بھی ساتھ نقل کردی ہے، جس پر آنجناب نے غور نہیں فرمایا، چنانچہ آیت کا ترجمہ نقل کرنے کے بعد میں نے لکھا:

''بہت سے اکابر صحابہؓ وتابعینؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا قربِ قیامت کی نشانی ہے، اور صحیح ابنِ حبان میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔'' (موارد الظمآن ص:۴۳۵)

حافظ ابنِ کثیرؒ لکھتے ہیں:

''یہ تفسیر حضرت ابوہریرہؓ، ابنِ عباسؓ، ابوالعالیہؒ، ابومالکؒ، عکرمہؒ، حسن بصریؒ، قتادہؒ، ضحاکؒ اور دیگر حضرات سے مروی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مضمون کی متواتر اَحادیث وارِد ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت سے قبل تشریف لانے کی خبر دی ہے۔'' (تفسیر ابنِ کثیر ج:۴ ص:۱۳۲)

اس اِقتباس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ میں نے جو ترجمہ کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ وتابعینؒ کی تفسیر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشاداتِ متواترہ کے مطابق ہے، اب آپ کو اِختیار ہے اس کو ''مبنی برحقیقت'' کہیں یا ''بےحقیقت'' سمجھیں۔

دوم:...آنجناب نے جو لمبا چوڑا شانِ نزول بیان فرمایا، اوّل تو بے ثبوت، آنجناب کی ذہنی کاوش ہے، اس سے قطع نظر اس سے میرے ترجمے کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ یہ دونوں باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی قیامت کے برحق ہونے کی دلیل ہے، اور ان کا نزول بھی قربِ قیامت کی دلیل ہے۔ سیّد محمود آلوسیؒ لکھتے ہیں:

''ای انہ بنزولہ شرط من أشراطھا، أو بحدوثہ بغیر أب أو بإحیائہ الموتیٰ دلیل علیٰ صحۃ البعث الذی ھو معظم ما ینکرہ الکفرۃ من الأمور الواقعۃ فی الساعۃ، وایا ما کان فعلم الساعۃ مجاز عما تعلم بہ والتعبیر بہ للمبالغۃ۔'' (روح المعانی ج:۲۵ ص:۹۵)

ترجمہ:...''یعنی عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کی وجہ سے قیامت کی ایک علامت ہیں، یا بن باپ پیدا ہونے یا مُردوں کو زِندہ کرنے کی وجہ سے ''بعث'' کے صحیح ہونے کی دلیل ہیں، اور جو اُمور قیامت کے دن واقع ہوں گے ان میں یہی سب سے بڑی چیز ہے، جس کے کفار منکر ہیں۔ بہرحال ''قیامت کا علم'' مجاز ہے اس چیز سے جس کے ذریعے قیامت کا علم ہو اور یہ ''تعبیر'' مبالغے کے لئے ہے۔''

الغرض آنجناب کی تقریر سے میرے ذِکر کردہ ترجمے کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا نشان ہیں'' کا

فقرہ ان دونوں باتوں پر حاوی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے وجود اور اپنی پیدائش کے لحاظ سے صحتِ قیامت کی دلیل بھی ہیں اور قربِ قیامت کی بھی علامت ہیں۔

سوم:...آنجناب کا یہ کہنا بڑا ہی عجیب ہے کہ ''عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی کفارِ مکہ کے لئے کیسے ذریعہ علم قرار پاسکتی ہے؟'' کیونکہ قرآنِ کریم کا بیان ماننے والوں کے لئے ہے، نہ ماننے والوں کے لئے نہیں، کفارِ مکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ کی پیدائش کو تسلیم کرلیں تو یہ صحتِ قیامت کی دلیل ہے، اور ان کے نزول قبل القیامت کو مان لیں تو قربِ قیامت کی دلیل ہے، اور اگر نہ مانیں تو ان کے لئے نہ وہ مفید ہے، نہ یہ، قرآنِ کریم تو حقائق کو بیان کرتا ہے، خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔

چہارم:...آنجناب نے روایت پرست مولویوں پر بلاوجہ خفگی کا اِظہار فرمایا ہے، کیونکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے کسی ''مولوی'' نے ''فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا'' کا یہ ترجمہ نہیں کیا کہ ''تم عیسیٰ علیہ السلام کے آنے میں شک نہ کرو'' اگر آنجناب کی خوش فہمی نے یہ مفہوم کسی جگہ سے کشید کیا ہو تو اس کی ذمہ داری غریب ''مولویوں'' پر نہیں، آیت میں تو یہ فرمایا گیا ہے کہ ''عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں، لہٰذا تم قیامت میں ہرگز شک نہ کرو۔''

انبیائے کرام علیہم السلام کے مجمع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تقریر

آنجناب لکھتے ہیں:

''پھر اسی آیت کی تفسیر کے اِختتام پر صفحہ:۲۳۸ پر آپ نے (راقم الحروف نے) حوالے کچھ یوں دیئے ہیں (مسند احمد، ابنِ ماجہ، مستدرک حاکم، ابنِ جریر) آپ نے تو ابنِ جریر کا نام سب سے آخر میں لکھا ہے، کاش! آپ یہ جانتے کہ ابنِ جریر کون صاحب تھے؟''

تنقیح:...اس سلسلے میں چند گزارشات ہیں:

اوّل:...میں نے یہ حوالے اس حدیث شریف کے دیئے تھے، جس کا ترجمہ درج ذیل الفاظ میں نقل کیا تھا:

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد نقل کرتے ہیں کہ شبِ معراج میں میری ملاقات حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ...علیہم الصلوات والتسلیمات...سے ہوئی، تو آپس میں قیامت کا تذکرہ ہونے لگا کہ کب آئے گی؟ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا، انہوں نے فرمایا کہ: مجھے اس کا علم نہیں! پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا، انہوں نے بھی لاعلمی کا اِظہار کیا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو انہوں نے فرمایا کہ: قیامت کے وقوع کا ٹھیک وقت تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، البتہ میرے رَبّ کا مجھ سے ایک عہد ہے کہ قیامت سے پہلے جب دَجال نکلے گا تو میں اس کو قتل کرنے کے لئے نازل ہوں گا، وہ مجھے دیکھ کر اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے، پس اللہ تعالیٰ اس کو میرے ہاتھ سے ہلاک کردیں گے، یہاں تک کہ شجر وحجر بھی پکار اُٹھیں گے کہ اے مسلم! میرے پیچھے کافر

چھپا ہوا ہے اس کو قتل کردے۔

قتلِ دجال کے بعد لوگ اپنے اپنے علاقے اور ملک کو لوٹ جائیں گے، اس کے کچھ عرصے کے بعد یأجوج مأجوج نکلیں گے، وہ جس چیز پر سے گزریں گے اسے تباہ کردیں گے، تب لوگ میرے پاس ان کی شکایت کریں گے، پس میں اللہ تعالیٰ سے ان کے حق میں بددُعا کروں گا، پس اللہ تعالیٰ ان پر یکبارگی موت طاری کردیں گے، یہاں تک کہ زمین ان کی بدبو سے متعفن ہوجائے گی، پس اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائیں گے جو ان کے اَجسام کو بہاکر سمندر میں ڈال دے گی، پس میرے رَبّ کا مجھ سے یہ عہد ہے کہ جب ایسا ہوگا تو قیامت کی مثال پورے دِنوں کی حاملہ کی سی ہوگی جس کے بارے میں اس کے مالک نہیں جانتے کہ اچانک دِن یا رات میں کسی وقت اس کا وضعِ حمل ہوجائے۔'' (مسندِ احمد، ابنِ ماجہ، مستدرک حاکم، ابنِ جریر)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نقل کیا ہے، معلوم ہوا کہ ان کی تشریف آوری بالکل قربِ قیامت میں ہوگی۔''

سائل نے مجھ سے پوچھا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کب ہوگی؟ میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان کی تشریف آوری بالکل قربِ قیامت میں ہوگی۔

اگر آنجناب کو اس حدیث کی صحت میں کوئی شک وشبہ تھا تو آپ اس کی تصحیح کا مطالبہ فرماسکتے تھے، اس کے کسی راوی پر جرح کرسکتے تھے، لیکن آنجناب نے نہ تو حدیث نقل کی، نہ اس کی سند پر کوئی جرح فرمائی، نہ مجھ سے اس کی تصحیح کا مطالبہ فرمایا، بلکہ اس کے بجائے یہ کیا کہ جن چار کتابوں کے حوالے میں نے دیئے تھے: ''مسندِ احمد، ابنِ ماجہ، مستدرک حاکم، ابنِ جریر'' ان میں سے تین حوالوں کو چھوڑ کر آخری حوالے پر تنقید شروع کردی، اور یہ تنقید بھی حدیث پر نہیں بلکہ خود اِمام ابنِ جریرؒ پر۔ میں جناب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا کسی علمی بحث میں گفتگو کا انداز یہی ہونا چاہئے؟ ایک لمحے کے لئے فرض کرلیجئے کہ اِمام ابنِ جریرؒ آپ کے نزدیک ناپسندیدہ شخصیت ہیں، لیکن اس سے میرے مدعا کو کیا نقصان پہنچا؟ اِمام ابنِ جریرؒ کی شخصیت کے پسندیدہ یا ناپسندیدہ ہونے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے یا نہ ہونے کی بحث سے کیا تعلق؟ اور اِمام ابنِ جریرؒ پر جرح کرکے آپ پہلے تین حوالوں سے کیسے عہدہ برآ ہوگئے؟ اگر آنجناب حقائق کا سامنا کرنے کی تب وتاب نہیں رکھتے، تو کس نے فرمائش کی تھی کہ آپ ان حقائق کو رَدّ کرنے کے لئے خامہ فرسائی فرمائیں...؟

اِمام ابنِ جریرؒ پر رَافضیت کا اِتہام

آنجناب، الامام الحافظ محمد بن جریرؒ پر اپنے غیظ وغضب کا اِظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہی ہے وہ شخصیت جس نے سب سے پہلے قرآنِ کریم کی تفسیر اور تاریخِ اِسلام مرتب کی، اس کا پورا نام ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب تھا۔ ۲۲۴ھ میں طبرستان (ایران) میں پیدا ہوا تھا، طبرستان

کی طرف نسبت سے ''طبری'' کہلائے، علم و فضل میں اپنے وقت کا بے مثال شخص تھا اور مسلمان علماء میں آپ کا مقام بہت اُونچا تھا۔ لیکن البدایہ والنہایہ جلد:۱۱ صفحہ:۱۴۶ پر اس کو رافضی قرار دیا ہے۔ اِمام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ جلد دوم صفحہ نمبر:۷۱۳ پر اس کو شیعہ لکھا ہے۔ میزان الاعتدال جلد سوم صفحہ:۳۵ پر حافظ احمد بن علی سلیمانی کہتے ہیں کہ ابنِ جریر رافضیوں کے لئے حدیثیں گھڑا کرتا تھا، اگر آپ محدث العصر علامہ تمنا عمادی کی کتاب ''اِمام زہری و اِمام طبری'' کا مطالعہ کرلیں تو آپ کو بہت سے حقائق مل جائیں گے۔''

تنقیح:... آنجناب کی اس عبارت سے مجھے ایسا محسوس ہوا کہ یا تو جناب کو ان تین کتابوں کی زیارت ہی کا شرف حاصل نہیں ہوا، بلاتحقیق سنی سنائی بات آگے نقل کردی، اور آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اِرشاد کی پروا نہیں کی:

''کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا أَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ۔'' (مشکوٰۃ ص:۲۸)

یا آنجناب ان بزرگوں کا مدعا سمجھنے سے قاصر رہے کہ ان اکابر نے اِمام ابنِ جریرؒ پر رافضیت کا اِتہام نہیں لگایا، بلکہ اس تہمت کی تردید کی ہے، اور ان کی برأت ظاہر فرمائی ہے، ان کتابوں کی اصل عبارت جناب کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

''البدایہ والنہایہ'' ج:۱۱ ص:۱۴۶ کی عبارت یہ ہے:

''وقد کانت وفاته وقت المغرب عشية يوم الأحد ليومين بقيًّا من شوال من سنة عشر وثلثمائة، وقد جاوز الثمانين بخمس أو ست سنين، وفي شعر رأسه ولحيته سواد کثير۔

ودفن في داره لأن بعض عوام الحنابلة ورعاعهم منعوا من دفنه نهارًا، ونسبوه إلى الرفض، ومن الجهلة من رماه بالإلحاد - وحاشاه من ذالک کله- بل کان أحد أئمة الإسلام علمًا وعملًا بکتاب الله وسنّة رسوله وإنما تقلدوا ذالک عن أبي بکر محمد بن داوٗد الفقيه الظاهري، حيث کان يتکلم فيه، ويرميه بالعظائم وبالرفض۔ ولما توفي اجتمع الناس من سائر أقطار بغداد وصلوا عليه بداره ودفن بها، ومکث الناس يترددون إلٰى قبره شهور يصلون عليه۔''

ترجمہ:...''اِمام ابنِ جریرؒ کی وفات اِتوار کی شام مغرب کے وقت شوال ۳۱۰ھ کے دو دِن رہنے پر ہوئی، سن مبارک اَسّی سال سے پانچ یا چھ سال متجاوز تھا، اس کے باوجود سر اور داڑھی کے بال بیشتر سیاہ تھے، ان کو گھر کے اِحاطے میں دفن کیا گیا، کیونکہ بعض حنابلہ نے اور ان کے اَحمق و بے وقوف لوگوں نے ان کو دِن کے وقت دفن کرنے سے روک دیا تھا، ان لوگوں نے موصوف پر رَفض کی تہمت لگائی، اور بعض جاہلوں نے اِلحاد کی تہمت دھری، توبہ توبہ! آپ ان تہمتوں سے بَری ہیں، بلکہ آپ اَئمۂ اِسلام میں سے ایک فرد ہیں، جو کتابُ اللہ وسنتِ رسول کے علم و عمل کے جامع تھے، ان عوام نے اس تہمت تراشی میں ابوبکر محمد بن داوٗد فقیہ ظاہری کی تقلید کی، یہ صاحب اِمام ابنِ جریرؒ پر تنقید کرتے تھے، گھناؤنے اُمور اور رَفض کی ان پر تہمت لگاتے تھے۔ جب اِمام کا

اِنتقال ہوا تو لوگ بغداد کے اَکناف واَطراف سے جمع ہوگئے، ان کی نمازِ جنازہ پڑھ کر انہیں گھر کے اِحاطے میں دفن کردیا، اور لوگ کئی مہینے تک ان کی قبر پر آکر نمازِ جنازہ پڑھتے رہے۔''

اس عبارت میں صاحب البدایہ والنہایہ انہیں رفض کی تہمت سے پاک اور منزّہ قرار دیتے ہیں، اور ایسی تہمت لگانے والوں کو جاہل، احمق، مفسد قرار دیتے ہیں، لیکن آنجناب کس خوبصورتی سے فرماتے ہیں کہ ''البدایہ والنہایہ میں اس کو رافضی قرار دیا ہے۔''

اِمام ذہبیؒ نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ان کا ذِکر ان الفاظ میں کیا ہے:

''الإمام العلم الفرد الحافظ أبو جعفر الطبری أحد العلام وصاحب التصانیف۔''

آگے لکھا ہے:

''قال أبوبکر الخطیب: کان ابن جریر أحد الأئمة، یحکم بقوله، ویرجع إلٰی رأیه، لمعرفته وفضله، جمع من العلوم ما لم یشارکه فیه أحد من أهل عصره، فکان حافظًا لکتاب الله، بصیرًا بالمعانی، فقیهًا فی أحکام القرآن، عالمًا بالسُّنن وطرقها صحیحها وسقیمها، ناسخها ومنسوخها، عارفًا بأحوال الصحابة والتابعین ..... إلخ۔'' (ج:۲ ص:۷۱۱)

ترجمہ:... ''ابوبکر الخطیب فرماتے ہیں کہ اِمام ابنِ جریر ائمۂ اِسلام میں سے تھے، ان کے قول پر حکم کیا جاتا تھا اور ان کی رائے کی طرف رُجوع کیا جاتا تھا، ان کے علوم ومعارف اور ان کی فضیلت کی وجہ سے۔ انہوں نے اتنے علوم کو جمع کیا تھا جن میں ان کے ہم عصروں میں سے ایک بھی ان کے ساتھ شریک نہیں تھا۔ پس وہ کتابُ اللہ کے حافظ تھے، معانی میں بصیرت رکھتے تھے، اَحکامِ قرآن میں فقیہ تھے، سُنن کے، ان کے طرق کے، ان کے صحیح وسقیم اور ان کے ناسخ ومنسوخ کے عالم تھے، صحابہؓ اور تابعینؒ کے اَحوال سے واقف تھے..... الخ۔''

آگے اِمام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

''قال محمد بن علی بن سهل الإمام سمعت ابن جریر قال: من قال إن أبابکر وعمر لیس بإمامی هدی یقتل۔'' (ج:۲ ص:۷۱۲)

ترجمہ:... ''اِمام محمد بن علی بن سہلؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے اِمام ابنِ جریرؒ کی زبان سے خود سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص یہ کہے کہ حضرت ابوبکر وعمر ...رضی اللہ عنہما... اِمامِ ہدایت نہیں تھے (وہ واجب القتل ہے) اس کو قتل کیا جائے۔''

کیا آنجناب کے نزدیک اِمام ذہبیؒ کی مندرجہ بالا تحریر کا یہی مفہوم ہے کہ ''اِمام ذہبی نے اس کو شیعہ لکھا ہے''...؟

اور ''میزان الاعتدال'' میں اِمام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

''اقذع أحمد بن علی السلیمانی الحافظ، فقال: کان یضع للروافض، کذا قال السلیمانی، وهٰذا رجم بالظنّ الکاذب، بل ابن جریر من کبار أئمة الإسلام المعتمدین، وما

ندعی عصمتهٔ من الخطا ولَا یحل لنا ان نؤذیهٔ بالباطل والھویٰ، فإن کلام العلماء بعضھم فی بعض ینبغی أن یتأنی فیه، ولَا سیما فی مثل إمام کبیر، فلعل السلیمانی أراد الآتی، ولو حلفت ان السلیمانی ما أراد إلّا الآتی بررت، والسلیمانی حافظ متقن، کان یدری ما یخرج من رأسه، فلا أعتقد أنه یطعن فی مثل ھٰذا الْإمام بھٰذا الباطل، واللہ أعلم!“

(ج:۳ ص:۴۹۹)

ترجمہ:... ”اور حافظ احمد بن علی سلیمانی نے یہ کہہ کر نہایت گندگی اُچھالی ہے کہ ”وہ روافض کے لئے حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔“ ہرگز نہیں! بلکہ ابنِ جریر لائقِ اعتماد اکابر ائمۂ اسلام میں سے تھے، اور سلیمانی کا یہ قول جھوٹے گمان کے ساتھ اندھیرے میں تیر چلانا ہے، اور ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ وہ معصوم عن الخطا تھے، اور ہمارے لئے حلال نہیں کہ باطل اور خواہشِ نفس کے ساتھ ان کو اِیذا پہنچائیں، کیونکہ علماء کی ایک دُوسرے پر تنقید اس لائق ہے کہ اس میں تحقیق اور غور وفکر سے کام لیا جائے، خصوصاً ایسے بڑے اِمام کے حق میں۔ شاید کہ سلیمانی نے ان صاحب کا اِرادہ کیا ہوگا جن کا ذِکر آگے آیا ہے (یعنی محمد بن جریر بن رستم ابوجعفر طبری) اور اگر میں حلف اُٹھاؤں کہ سلیمانی کی مراد یہی شخص ہے جس کا ذِکر آگے آیا ہے، تو میں اپنے حلف میں سچا ہوں گا، کیونکہ سلیمانی حافظ متقن ہیں، وہ جانتے ہیں کہ ان کے سر سے کیا نکل رہا ہے، پس میں یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ سلیمانی اتنے بڑے اِمام پر ایسا باطل اور جھوٹا طعن بھی کرسکتے ہیں۔“

ان تینوں کتابوں کی اصل عبارتیں آپ کے سامنے رکھنے کے بعد میں آنجناب کے بارے میں اس حسنِ ظن پر مجبور ہوں کہ آنجناب نے ان کتابوں کو بچشمِ خود ملاحظہ نہیں فرمایا ہوگا، بلکہ کسی ایسے کذّاب کی نقل پر اِعتماد کرلیا ہوگا جو حافظ ذہبیؒ کے بقول: ”یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کے سر سے کیا نکل رہا ہے“۔

الغرض ”البدایہ والنہایہ“، ”تذکرۃ الحفاظ“ اور ”میزان الاعتدال“ کے حوالے سے یہ کہنا کہ حافظ ابنِ جریرؒ رافضی تھے، بالکل ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ قرآنِ کریم میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام... نعوذ باللہ... خدا تھے، کیونکہ قرآن میں لکھا ہے: ”اِنَّ اللهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ“۔ قرآنِ کریم میں کفار ومشرکین کے بہت سے غلط دعووں کو نقل کرکے ان کی تردید کی گئی ہے، کون عقل مند ہوگا جو ان اَقوالِ مردودہ کو قرآنِ کریم ہی کی طرف منسوب کرنے لگے؟ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ لوگ بایں فہم ودانش نہ صرف علمی مسائل میں ٹانگ اَڑاتے ہیں، بلکہ اپنی خوش فہمی کے حوالے سے تمام اکابرِ اُمت کے فہم کو غلط قرار دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے...!

تمنا عمادی محدث العصر...؟

آنجناب نے اس ناکارہ کے علم میں اِضافہ کرنے کے لئے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ:

''اگر آپ محدث العصر علامہ تمنا عمادی کی کتاب ''اِمام زہری و اِمام طبری'' کا مطالعہ کرلیں تو آپ کو بہت سے حقائق مل جائیں گے۔''

تنقیح:... آنجناب نے اِمام جریرؒ کو رافضی ثابت کرنے کے لئے ''البدایہ''، ''تذکرۃ الحفاظ'' اور ''میزان الاعتدال'' کے جو حوالے دیئے ہیں، یہ غالباً ''محدث العصر علامہ تمنا عمادی'' کے گلشنِ اَفکار کی خوشہ چینی ہوگی، آنجناب کے پیش کردہ نمونے سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ آپ کے ''محدث العصر علامہ'' نے اس کتاب میں کس قسم کے حقائق رقم فرمائے ہوں گے؟ کیا اس کے بعد بھی مجھے ان کی کتاب ''اِمام زہری و اِمام طبری'' کے مطالعے سے آنکھیں ٹھنڈی کرنے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ لطف یہ کہ ان ''علامہ محدث العصر'' کو کتاب کا نام رکھنا بھی نہیں آیا، ایک طرف تو وہ زہری اور طبری پر رافضی ہونے اور رافضیوں کے مطلب کی حدیثیں گھڑنے کی تہمت لگاتے ہیں، اور دُوسری طرف ان دونوں بزرگوں کو ''اِمام'' بھی کہتے ہیں، العظمۃ للہ! جس زمانے میں ایسے لوگ ''علامہ'' اور ''محدث العصر'' کا خطاب پاتے ہوں، اس زمانے کا اور زمانے والوں کا خدا حافظ...!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشاد: ''اتخذ الناس رؤسًا جهالًا'' کا کیسا دردناک منظر سامنے آتا ہے...؟

قرآنِ کریم اور حیاتِ مسیح علیہ السلام

آنجناب نے میری کتاب کے صفحہ:۲۴۵ سے میری عبارت کا یہ اِقتباس نقل کیا ہے:

''حضرت عیسیٰ جس عمر میں آسمان پر اُٹھائے گئے تھے، اسی عمر میں نازل ہوں گے، ان کا آسمان پر قیام ان کی صحت اور عمر پر اَثرانداز نہیں، جس طرح اہلِ جنت، جنت میں سدا جوان رہیں گے اور وہاں کی آب و ہوا ان کی صحت اور عمر کو متأثر نہیں کرے گی۔''

جیسا کہ اس اِقتباس سے ظاہر ہے میرا مدعا ان لوگوں کے اِستبعاد کو دُور کرنا تھا جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتنی مدّت تک آسمان پر رہنے کے بعد کیا... نعوذ باللہ... پیرِفرتوت نہیں ہوگئے ہوں گے؟ لیکن آنجناب نے میرے اس مقدمے پر کوئی جرح کرنے کے بجائے اس نکتے پر قرآنِ کریم سے دلائل دینا شروع کردیئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے ہی نہیں، بلکہ وہ اپنی طبعی عمر زمین پر گزار کر فوت ہوگئے ہیں۔ یوں تو قرآنِ کریم کی کوئی آیت بھی لکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ مسیح علیہ السلام فوت ہوگئے، لیکن آنجناب نے جن آیات کو نقل فرمایا ہے، میں بالکل نہیں سمجھ سکا کہ ان سے وفاتِ مسیح علیہ السلام کیسے ثابت ہوئی؟ ذیل میں آپ کی ذِکرکردہ آیات مع آپ کی تقریر کے نقل کرتا ہوں:

''وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا''

''محترمی! اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر مرنے تک اس کی عمر کی تعیین خود کردی ہے، جبکہ آپ نے مندرجہ بالا تأویل پیش کرکے ان آیات کو رَدّ کردیا ہے ''وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ''

ترجمہ: ''اور وہ لوگوں سے گہوارے میں بھی بات کرے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی اور وہ ایک مردِ صالح ہوگا۔'' (سورۂ آل عمران آیت نمبر:۴۶)

دُوسری جگہ سورۃ المائدہ آیت نمبر:۱۱۵ میں اِرشادِ اِلٰہی ہے:

''تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا''

ترجمہ: ''تو گہوارے میں بھی لوگوں سے بات کرتا تھا اور ادھیڑ عمر کو پہنچ کر بھی لوگوں سے بات کرتا تھا۔''

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی دُنیاوی زندگانی ادھیڑ عمر تک تھی اور اس کے بعد طبعی موت سے وفات پائی تھی۔''

تنقیح:... آنجناب ذرا غور فرمائیں کہ اس آیت کے کس لفظ کا یہ مفہوم ہے کہ ''عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر نہیں اُٹھایا گیا، بلکہ وہ اپنی طبعی عمر گزار کر وفات پاچکے ہیں۔''

اگر آنجناب کو ذرا بھی غور وفکر کی توفیق ہوتی تو آپ سمجھ لیتے کہ ان دونوں آیتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ آسمانی کی طرف اِشارہ ہے، شرح اس کی یہ ہے کہ آیتِ شریفہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دو خارقِ عادت باتیں ذِکر فرمائی ہیں، ایک ان کا گہوارے میں باتیں کرنا، دُوسرے کہولت کی عمر میں باتیں کرنا۔

گہوارے میں باتیں کرنا تو قرآنِ کریم میں بھی مذکور ہے، اور سب لوگوں کو معلوم بھی ہے کہ جب ان کی والدہ ماجدہ ان کو گود میں اُٹھائے قوم کے پاس آئیں، اور لوگوں نے ان کے بارے میں شکوک وشبہات کا اِظہار کیا تو حضرت مریم بتول رضی اللہ عنہا نے اس بچے کی طرف اشارہ کردیا، اور جب لوگوں نے یہ کہا کہ ہم گود کے بچے سے کیسے پوچھیں؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے طویل تقریر فرمائی، جو سورۂ مریم کے دُوسرے رُکوع میں اللہ تعالیٰ نے نقل فرمائی ہے، پس یہ گہوارے میں باتیں کرنا خارقِ عادت معجزہ تھا۔

ادھر کہولت کے زمانے میں باتیں کرنا بھی اللہ تعالیٰ نے اسی کے ساتھ ذِکر فرمایا، اور کہولت کا زمانہ خواہ تیس برس کی عمر کے بعد لیا جائے یا پچاس برس کی عمر کے بعد، بہرحال اس عمر میں سبھی باتیں کیا کرتے ہیں، اور اس میں کوئی اَعجوبہ نہیں، کہ اس کو ''تکلم فی المہد'' کے ساتھ ملاکر بطور خرقِ عادت کے ذِکر کیا جائے، ہاں! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اُٹھایا جانا اور ہزاروں سالوں کے بعد نازل ہوکر سنِ کہولت میں لوگوں سے باتیں کرنا واقعی ایک خرقِ عادت معجزہ ہے، اس لئے ہونہ ہو، اسی نزول کے زمانے کے تکلم کو ''تکلم فی المہد'' کے ساتھ ملاکر ذِکر کیا گیا ہو، کہ ان کے تکلم کی یہ دونوں حالتیں خارقِ عادت معجزہ ہیں۔

بہرحال اس آیتِ شریفہ سے تو بشرطِ فہم یوں نکلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھالیا گیا، اور وہ نازل ہونے کے بعد بطورِ خرقِ عادت لوگوں سے باتیں کریں گے، ایک تو اتنے طویل وقفے کے بعد باتیں کرنا بذاتِ خود خرقِ عادت اَعجوبہ ہے، پھر اتنی طویل مدّت کے بعد ان کا سنِ کہولت میں رہنا دُوسرا خرقِ عادت معجزہ ہے، یہی وجہ ہے کہ سخن شناسانِ کلامِ اِلٰہی نے اس آیت کی مراد یہ سمجھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد لوگوں سے باتیں کریں گے، اور ان کا یہ باتیں کرنا خارقِ عادت معجزہ ہوگا (دیکھئے تفسیر قرطبی ج:۴ ص:۹۰)۔

بہر حال اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وفات پاجانا تو آپ ثابت نہیں کر سکتے، اس کے برعکس اس آیت سے ان کا زِندہ ہونا اور آسمان پر اُٹھایا جانا عقلاً ونقلاً ثابت ہے۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

آنجناب لکھتے ہیں:

''اسی سورت سے آیت نمبر:۷۵ کو بھی ذہن میں رکھیں:

"مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ"

ترجمہ:''مسیح ابنِ مریم اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول تھا، اس سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے۔''

یعنی وفات پاچکے تھے، گویا عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیاء آچکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کی وفات پانے کی خبر دے دی اور بالکل اسی طرح سورۂ آل عمران آیت نمبر:۱۴۴ حضرت محمد تک کے تمام رسولوں کی وفات پانے کی تصدیق کرتی ہے:

"وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ"

ترجمہ:''محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں۔''

اسی آیت میں عیسیٰ کی وفات پانے کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے موجود ہے، اگر عیسیٰ زندہ ہوتے تو اس کو باقی رسولوں سے مستثنیٰ کر دیتے۔''

تنقیح:... یہاں بھی جناب نے وفاتِ مسیح علیہ السلام کے ثبوت میں ایک چھوڑ دو آیتیں نقل کر دیں، لیکن آیاتِ شریفہ کا مدعا ذہن شریف کے لئے عنقا ہی رہا۔

اگر آنجناب ''روایت پرست مولوی'' کی پھبتی اس کم سواد پر چست نہ کریں تو مجھ سے سنئے...!

پہلی آیت شریفہ میں دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا نہیں، بلکہ صرف ایک رسول ہیں، اس دعوے کی دلیل یہ اِرشاد فرمائی کہ:''ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں'' اور آپ کی تشریح کے مطابق ''یعنی وفات پاچکے ہیں''۔

گویا دعویٰ یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام ایک عظیم الشان رسول ہیں۔

اس دعوے کی دلیل کا صغریٰ کبریٰ یہ ہے:

صغریٰ:...اور ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں (بقول آپ کے وفات پاچکے ہیں)۔

کبریٰ:...اور جو گزر جائے (بقول آپ کے وفات پاجائے) وہ خدا نہیں ہوتا۔

نتیجہ:...لہٰذا ثابت ہوا کہ مسیح علیہ السلام خدا نہیں۔

اب اس پر غور فرمایئے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام خود فوت ہوچکے تھے تو ان کی اُلوہیت کو باطل کرنے کے لئے پہلے رسولوں کی وفات کا حوالہ دینے کی کیا ضرورت تھی؟ سیدھی سی بات فرمادی جاتی کہ مسیح علیہ السلام مرچکے ہیں، اور جو مرجائے وہ خدا نہیں ہوسکتا، لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ خدا نہیں۔ اس کے بجائے ان کی اُلوہیت کو باطل کرنے کے لئے پہلے انبیاء علیہم السلام کا حوالہ دینا اس اَمر کی دلیل ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں، البتہ ان کی موت ممکن ہے، اور جس کو موت ممکن ہو وہ خدا نہیں ہوسکتا۔

آنجناب اس آیت کو وفاتِ مسیح علیہ السلام کی دلیل میں پیش فرماتے ہیں، حالانکہ آیت میں ایک حرف بھی ایسا نہیں جس سے آنجناب کا مدعا ثابت ہو، اس کے برعکس آیت کا سیاق وسباق اور قرآن کا طرزِ اِستدلال خود پکار رہا ہے کہ نزولِ آیت کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام فوت شدہ نہیں تھے، بلکہ زِندہ تھے، اس لئے ان کی وفات کے اِمکان کو ثابت کرنے کے لئے دُوسرے رسولوں کا حوالہ دینے کی ضرورت پیش آئی۔

ٹھیک یہی طرزِ اِستدلال دُوسری آیتِ شریفہ: "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ" میں اِختیار کیا گیا ہے، یہاں بھی دعویٰ یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا نہیں کہ ان کا وفات پاجانا ناممکن ہو، بلکہ صرف ایک رسول ہیں، اور رسول کی وفات ممکن ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں، ان کی وفات ناممکن نہیں تھی۔

یہاں بھی اِستدلال میں دُوسرے رسولوں کا حوالہ دیا گیا ہے، کیونکہ نزولِ آیت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان میں رونق افروز تھے، مگر شیطان نے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی جھوٹی خبر اُڑادی، جس کو سن کر صحابہ کرامؓ کے ہوش اُڑ گئے، اس لئے انہیں تنبیہ فرمائی گئی کہ یہ خبر آج جھوٹی ہے تو کل سچی بھی ہوسکتی ہے، اس آیت سے بھی وفاتِ مسیح علیہ السلام کا سراغ تو دُور ونزدیک کہیں نہ نکلا، نکلا تو یہ نکلا کہ یہ طرزِ اِستدلال صرف اسی شخصیت کے بارے میں کیا جاسکتا ہے جو نزولِ آیت کے وقت زندہ موجود ہو، جو اَلفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمائے گئے، ٹھیک وہی الفاظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اِستعمال کئے گئے، جس سے اِشاراتِ ربانی کے سمجھنے والوں نے یہی سمجھا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی نزولِ آیت کے وقت زندہ تھے، ورنہ یہ طرزِ اِستدلال صحیح نہ ہوتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفعِ جسمانی قطعی ویقینی ہے

آنجناب تحریر فرماتے ہیں:

"صفحہ نمبر:۲۴۷ پر آپ کا جواب ہے" قرآنِ کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ جسمانی کی تصریح "بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ" اور "اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ" میں موجود ہے، اور یہ کہنا غلط ہے کہ قرآنِ کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ جسمانی کی تصریح نہیں کرتا۔"

محترم مولانا! آپ کے اس جواب سے مجھے اِختلاف ہے، اور وہ یہ کہ آپ ان آیات کا ترجمہ غلط کر رہے ہیں، لہٰذا اگر ناگوارِ خاطر نہ ہو تو آپ کے اس جواب میں تفصیلاً معروضات پیش کروں گا۔"

تنقیح:...اس ناکارہ نے اپنے مندرجہ بالا دعوے کی دلیل بھی ساتھ ہی ذکر کردی تھی، آنجناب کا فرض تھا کہ اگر آپ کے خیال میں میرا دعویٰ صحیح نہیں تھا، تو میری ذکر کردہ دلیل کو توڑ کر دِکھاتے، جناب سے یہ تو نہ ہوسکا، بس بے سوچے سمجھے لکھ دیا کہ: ''آپ نے ترجمہ غلط کیا ہے'' حالانکہ بندۂ خدا! میں نے آیات کا ترجمہ کب کیا تھا جس کو آپ غلط کہہ رہے ہیں؟ بہرحال میں اپنی پوری عبارت لکھ کر اس کی وضاحت بھی مختصراً کئے دیتا ہوں، کیا بعید ہے کہ اگر آپ سمجھنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ فہم کو آسان فرمادیں، میں نے لکھا تھا:

''قرآنِ کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ جسمانی کی تصریح ''بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ'' اور ''اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ'' میں موجود ہے، چنانچہ تمام ائمۂ تفسیر اس پر متفق ہیں کہ ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ جسمانی کو ذکر فرمایا ہے، اور رفعِ جسمانی پر اَحادیثِ متواترہ موجود ہیں، قرآنِ کریم کی آیات کو اَحادیثِ متواترہ اور اُمت کے اِجماعی عقیدے کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ آیات رفعِ جسمانی پر قطعی دلالت کرتی ہیں، اور یہ کہنا غلط ہے کہ قرآنِ کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ جسمانی کی تصریح نہیں کرتا۔''

اس کی وضاحت یہ ہے کہ قرآن لفظ و معنی کا نام ہے، یہ تو ہر مسلم و کافر کو مُسلَّم ہے کہ قرآنِ کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک قطعی تواتر سے نقل ہوتا چلا آیا ہے، اس لئے اس کا ایک ایک حرف قطعی الثبوت ہے، اب رہا یہ کہ فلاں لفظ کی دلالت اس کے معنی پر قطعی ہے یا نہیں؟ اس کا معیار یہ ہے کہ جس طرح الفاظِ قرآن کا ثبوت متواتر ہے، اسی طرح اگر کسی لفظ کے معنی بھی متواتر ہوں تو یہ متواتر معنی و مفہوم بھی لاریب قطعی ہوگا، اور جس طرح الفاظِ قرآن پر اِیمان لانا فرض ہے، اسی طرح الفاظِ قرآن کے متواتر معنی پر اِیمان لانا فرض ہوگا، اور ان قطعی معنی و مفہوم کو چھوڑ کر کوئی دُوسرا مفہوم گھڑ لینا صحیح نہیں ہوگا۔

مثلاً قرآنِ کریم میں صلوٰۃ و زکوٰۃ اور حج و صیام کے جو اَلفاظ آئے ہیں، ان کے معنی قطعی تواتر سے ثابت ہیں کہ صلوٰۃ سے مراد یہ ہے، زکوٰۃ کا مفہوم یہ ہے، حج اور صیام کے یہ معنی ہیں، جس طرح قرآن کے ان الفاظ پر اِیمان لانا شرطِ اِسلام ہے، اسی طرح ان کے اس متواتر مفہوم کو ماننا بھی شرطِ اِیمان ہے، اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں قرآنِ کریم کے ان الفاظ کے اس مفہوم کو نہیں مانتا، تو وہ منکرِ قرآن تصوّر کیا جائے گا۔

یا مثلاً قرآنِ کریم میں ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ'' کا جملہ ہے، جس کا مفہوم و مصداق قطعی تواتر کے ساتھ متعین ہے، اگر کوئی شخص اس کے مصداق کو بدل کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ'' سے مراد میں ہوں اور میری جماعت ہے، تو وہ متواتر مفہوم کا منکر ہونے کی وجہ سے منکرِ قرآن شمار کیا جائے گا۔

یا مثلاً قرآنِ کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ''خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ'' فرمایا گیا ہے، اور اس کا مفہوم قطعی تواتر سے یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگر کوئی شخص اس قطعی متواتر مفہوم کو چھوڑ کر اس کا کوئی اور مفہوم گھڑتا ہے تو وہ بھی آیت ''خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ'' کا منکر سمجھا جائے گا۔

ٹھیک اسی طرح سمجھئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآنِ کریم کے یہ الفاظ: ''وَرَافِعُكَ اِلَيَّ'' (آل

عمران:۵۵) اور "بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ" (النساء:۱۵۸) جس طرح قطعی متواتر ہیں، اسی طرح ان کا یہ مفہوم بھی قطعی متواتر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدِ عنصری آسمان پر اُٹھالیا۔ اس کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد، کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امامِ مجتہد، کسی محدث و مفسر اور کسی مجدّدِ ملت اور عالمِ ربانی کا کوئی قول پیش نہیں کیا جاسکتا۔ پس چونکہ ان دونوں آیتوں کا یہ مفہوم قطعی تواتر سے ثابت ہے کہ ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ جسمانی آسمانی کی خبر دی گئی ہے، اس لئے ان آیاتِ شریفہ کا یہ مفہوم قطعی و یقینی طور پر مرادِ خداوندی ہے، جو ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے، اور جو شخص اس مرادِ خداوندی کو نہیں مانتا، وہ قرآنِ کریم کا منکر ہے اور اللہ تعالیٰ کی گویا تکذیب کرتا ہے، **نعوذ باللہ من الغباوۃ والغوایۃ!**

اگر میں خانۂ کعبہ میں کھڑا ہو کر یہ حلف اُٹھاؤں کہ ان دونوں آیتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "رفع الی اللہ" سے ان کا "رفعِ جسمانی الی السماء" مراد ہے، تو بحمداللہ میں اپنے حلف میں سچا ہوں گا، اور جس کا جی چاہے میں اس نکتے پر اس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں۔

اس مختصر سی وضاحت کے بعد آپ کی طویل تقریر کا جواب دینے کی ضرورت نہیں رہ جاتی، تاہم اس خیال سے کہ آپ یہ محسوس کریں گے کہ میری تقریر کا جواب نہیں دیا، اس لئے آپ کی پوری تقریر حرفاً حرفاً نقل کرکے اس کے ضروری اجزا پر تبصرہ کرتا جاؤں گا، کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمادیں، ورنہ قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں یہ تو عرض کرسکوں گا کہ میں نے خیرخواہی کے ساتھ ان کو سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، مگر انہوں نے اپنے خیرخواہوں کو اپنا دُشمن سمجھا، **واللہ الموفّق لکل خیر وسعادۃ!**

آنجناب تحریر فرماتے ہیں:

> "یہود قتل اور پھانسی کی سزا سخت ترین دُشمن کو دِیا کرتے تھے، وہ جس کو گمنامی، رُسوائی، ذِلت اور بدترین موت مارنا چاہتے اس کو قتل یا پھانسی (صلیب) کی سزا دے کر مارتے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغِ اسلام یہودیوں کو ناگوار گزری تو انہوں نے اس وقت کے بادشاہ پیلاطوس کو شکایت کی کہ یہ نوجوان ایک نیا دِین (اسلام) پیش کر رہا ہے، جس سے ہم مغلوب ہوجائیں گے، لہٰذا بادشاہِ وقت کی عدالت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا سخت ترین دُشمن گردانتے ہوئے اس کو قتل اور پھانسی کی سزا سنائی۔ سزا سن کر حضرت عیسیٰ ضرور خوفزدہ ہوگئے ہوں گے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلی دے کر فرمایا: "اِذْ قَالَ اللهُ يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ" جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: "اے عیسیٰ! تجھے موت میں ہی دُوں گا" یہ کون ہوتے ہیں تجھے مارنے والے۔ "وَرَافِعُكَ اِلَيَّ" "اور میں اپنی طرف سے تجھے رفعت عطا کروں گا"۔ یعنی یہ لوگ (یہود) تجھے رُسوائی، گمنامی اور ذِلت کی موت مارنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عیسیٰ کو لعنتی موت ماردیں گے، لیکن تجھے ان کی ان تمناؤں کی ذرّہ برابر بھی فکر نہیں کرنی چاہئے، یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ "وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" اور جنہوں نے تیری دعوت (اِسلام) کا اِنکار کیا، ان سے تجھے پاک کردُوں گا۔" "وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ

اتَّبَعُوکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ'' ''اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں پر فوقیت دُوں گا جنھوں نے تمہاری دعوت کا اِنکار کیا ہے۔'' (سورۂ آل عمران:۵۵)

تنقیح:... آنجناب نے اس آیتِ شریفہ کی جو تشریح فرمائی ہے، اس کا لبِ لباب یہ ہے کہ یہود، عیسیٰ علیہ السلام کو قتل وصلب کے ذریعے لعنتی موت مارنا چاہتے تھے، اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ میں کہیں لعنتی موت نہ مارا جاؤں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تم فکرمت کرو، میں تم کو لعنتی موت سے بچاکر تجھے اپنی طرف رفعت عطا کروں گا۔ خلاصہ یہ کہ آیت میں ''وَرَافِعُکَ اِلَیَّ'' کی خوشخبری بمقابلہ ''لعنتی موت'' کے ہے، لہٰذا اس کے معنی رفعت عطا کرنے کے ہوئے۔

مگر ''لعنتی موت'' کا یہودی مفہوم یہاں مراد لینا چند وجہ سے غلط ہے:

اوّل:... یہ مفہوم کبھی کسی مفسرِ قرآن کو نہیں سوجھا، سوائے مرزا غلام احمد قادیانی کے، معلوم نہیں آنجناب کو مرزا قادیانی سے ذہنی توارد ہوا ہے، یا ان کی ذاتِ شریفہ سے آپ نے اِستفادہ فرمایا ہے۔

دوم:... قرآنِ کریم نے قتل اور ''رفع الی اللہ'' کے درمیان مقابلہ کرکے قتل کی نفی فرمائی ہے، اور رَفع الی اللہ کا اِثبات فرمایا ہے، جیسا کہ آگے چل کر آپ خود بھی اس کو ذِکر کریں گے، لہٰذا لعنتی موت کا یہ افسانہ اگر کسی یہودی کے ذہن میں ہو بھی تو قرآنِ کریم نے اس کا اِعتبار نہیں فرمایا۔ ایک شخص جو قرآن فہمی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشادات اور اکابرِ سلف کے فرمودات کو بھی پائے اِستحقار سے ٹھکراتا ہو، کس قدر حیرت وتعجب کی بات ہے کہ وہ یہودی تصوّرات پر تشریحِ قرآنِ کریم کی بنیاد رکھے...!

سوم:... یہودیوں کا تصوّر خواہ کچھ بھی ہو مگر قرآنِ کریم کسی مقبول بندے کی مظلومانہ شہادت کو اس کی ملعونیت کی علامت ہونا تسلیم نہیں کرتا، بلکہ خود ایسا دعویٰ کرنے والوں کو ملعون قرار دیتا ہے۔ حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام کو یہود نے کس طرح ظالمانہ انداز سے شہید کیا؟ مگر کیا وہ... نعوذ باللہ... اس مظلومانہ شہادت کی وجہ سے ملعون ہوگئے؟ نہیں! بلکہ ان کے شہید کرنے والوں کو قرآنِ کریم نے ملعون قرار دیا: ''وَبِقَتْلِهِمُ الْاَنْبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ''، لہٰذا اس یہودی تصوّر پر تفسیرِ قرآن کی بنیاد رکھنا سراسر غلط ہے۔ ایسا خیال مرزا قادیانی کو سوجھے، جو دِین اور عقل دونوں سے منسلخ تھا، تو چنداں تعجب خیز نہیں، لیکن آنجناب ایسے صاحبِ عقل ایم اے اسلامیات بھی اگر اس کی تقلید کرنے لگیں تو جائے حیرت ہے...!

چہارم:... اور اگر ایک لمحے کے لئے اس ''لعنتی موت'' کے افسانے کو تسلیم بھی کرلیا جائے اور یہ بھی مان لیا جائے کہ ''وَرَافِعُکَ اِلَیَّ'' کے معنی ہیں ''میں تجھے رفعت عطا کروں گا'' تب بھی اس سے ''رفع الی السماء'' کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اُٹھایا جانا بھی تو ان کی بلند مرتبت اور رفعتِ شان کو دوبالا کرتا ہے، لہٰذا آیت کا ترجمہ بگاڑنے سے بھی آپ کا مدعا عنقا ہی رہا، آپ قرآنِ کریم کی وہ آیت پیش کیجئے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کی نفی کرتی ہو، ''وَرَافِعُکَ اِلَیَّ'' اور ''بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ'' کا نیا مفہوم اِیجاد کرنے کے باوجود بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رفعت مرتبت ہی ثابت ہوتی ہے، آسمان پر اُٹھائے جانے کی نفی نہیں ہوتی۔

پنجم:... آنجناب نے ''وَرَافِعُکَ اِلَیَّ'' کا ترجمہ کیا ہے: ''اور میں (اپنی طرف سے) تجھے رفعت عطا کروں گا'' آنجناب

غور فرمائیں کہ قرآنِ کریم میں "اِلَـیَّ" کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں: ''اپنی طرف اُٹھاؤں گا'' اور آنجناب اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ: ''میں اپنی طرف سے تجھے رفعت عطا کروں گا'' سوال یہ ہے کہ "اِلَـیَّ" کے معنی ''اپنی طرف سے'' کرنا کس لغت کے مطابق ہے؟ ایک ''ایم اے اسلامیات''، تو کجا، نحومیر خواں مبتدی طالبِ علم بھی ایسی غلطی نہیں کرسکتا، کیا یہ امر لائقِ افسوس نہیں کہ ایسی بے پروائی سے قرآن کے مفہوم کو بگاڑا جائے...؟

ایک اہم ترین نکتہ:

آنجناب نے "اِنِّـیْ مُتَـوَفِّیْکَ" کا ترجمہ کیا ہے ''تجھے میں موت ہی دُوں گا'' میں آپ کے اس ترجمے کو مُسلَّم رکھتا ہوں، اس پر کوئی جرح نہیں کرتا، لیکن اگر آپ بھی حافظ ذہبیؒ کے بقول: ''اس بات کو سمجھتے ہیں جو آپ کے سر سے نکل رہی ہے'' (یہ امام ذہبیؒ کا فقرہ حافظ سلیمانیؒ کے بارے میں نقل کرچکا ہوں) تو یہ تسلیم فرمائیں گے کہ اس آیتِ شریفہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ: ''ان کو طبعی موت دیں گے''۔ اب اگر آپ اس کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی طبعی موت مرچکے ہیں تو قرآنِ کریم کی وہ آیت تلاوت فرمائیے جس کا مفہوم یہ ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوچکی ہے، اِن شاء اللہ پورے قرآن کو بار بار پڑھنے کے بعد بھی آپ کوئی ایسی آیت نہیں نکال سکتے جس میں یہ تصریح کی گئی ہو کہ ان کی موت واقع ہوچکی ہے۔

آنجناب اپنے دعوے کو اچھی طرح سمجھ لیں، آپ اپنی طویل تقریر کے ذریعے صرف دو باتیں ثابت کرنا چاہتے ہیں، ایک یہ کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر نہیں اُٹھایا گیا۔'' دوم یہ کہ ''ان کی طبعی موت واقع ہوچکی ہے۔'' اور یہ ناکارہ آنجناب ہی کی تحریر سے ثابت کر رہا ہے کہ آپ ان دونوں دعووں کا ثبوت قرآن سے نہیں دے سکے، اور نہ دے سکتے ہیں، ابھی آپ نے "اِنِّـیْ مُتَـوَفِّیْکَ" کے ترجمے میں تسلیم کرلیا کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا گیا ہے کہ: ''اے عیسیٰ! تجھے میں ہی موت دُوں گا'' لہٰذا اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت نہ ہوئی، بلکہ موت دینے کا وعدہ ہی ثابت ہوا، اور "رَافِـعُکَ اِلَـیَّ" کا آپ نے ترجمہ کیا ہے: ''اور میں اپنی طرف (سے) تجھے رفعت عطا کروں گا''۔ اور میں بتاچکا ہوں کہ اس سے ان کے آسمان پر اُٹھائے جانے کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ رفع الی السماء خود موجبِ رفعت ہے، نہ کہ اس کی نفی کرنے والا۔ لہٰذا آنجناب کے دونوں دعوے تشنۂ ثبوت رہے، فرمائیے! کس آیت سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مرگئے ہیں، اور یہ کہ ان کو آسمان پر نہیں اُٹھایا گیا۔

اس کے بعد آنجناب لکھتے ہیں:

> ''یہ تسلی بالکل اسی طرح ہے جیسی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور اس کے بھائی حضرت ہارون کو فرعون کی طرف دعوتِ اسلام دینے کے لئے دی تھی، ملاحظہ ہو سورۂ طٰہٰ آیت نمبر: ۴۵:
>
> "قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَا اَوْ اَنْ یَّطْغٰی"
>
> ترجمہ: ''پروردگار! ہمیں اندیشہ ہے کہ فرعون ہم پر زیادتی کرے گا یا ہم پر دفعہ حملہ کرے گا۔''
>
> "قَالَ لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰی"

ترجمہ: ''ڈرومت، میں تمہارے ساتھ ہوں، سب کچھ سن رہا ہوں، اور دیکھ رہا ہوں۔''

اور اسی طرح سورۃ المائدۃ آیت نمبر ۶۷ میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد کو بھی تسلی دے رہا ہے:

''یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ''

ترجمہ: ''اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ تمہارے رَبّ کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچادو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا، اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے، یقین رکھو کہ وہ کافروں کو (تمہارے مقابلے میں) ہرگز کامیابی نصیب نہیں کرے گا۔''

یعنی لوگوں کے شر سے بالکل نہ ڈرنا کیونکہ پوری انسانیت آپ کا کچھ نقصان نہیں کرسکتی، میں (اللہ) آپ کے ساتھ ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دِینِ اسلام کی تبلیغ کرتے جائیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو تسلی دی تھی کہ یہود آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔''

تنقیح:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس موقع پر تسلی دیئے جانے کا مضمون مُسلَّم، مگر اس کو جناب کے مدعا سے کوئی تعلق نہیں، اس لئے یہ عبارت محض طول لاطائل ہے۔

آگے آنجناب تحریر فرماتے ہیں:

''وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللہُ وَاللہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ''

ترجمہ: ''پھر بنی اسرائیل نے (مسیح کے خلاف) موت کے خفیہ تدبیریں کرنے لگے تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے بھی (مسیح کو بچانے کی) خفیہ تدبیر کی اور ایسی تدبیروں میں اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر ہے۔''

(سورۂ آل عمران آیت نمبر: ۵۴)

اللہ تعالیٰ نے چونکہ عیسیٰ کو بتایا تھا کہ: ''وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا'' یعنی جن لوگوں نے تیرا اِنکار کیا ہے (ان کی معیت سے اور ان کے گندے ماحول میں ان کے ساتھ رہنے سے) تجھے پاک کردوں گا، لہٰذا سورۂ مؤمنون آیت نمبر: ۵۰ میں اِرشادِ اِلٰہی ہے:

''وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّہٗٓ اٰیَۃً وَّاٰوَیْنٰھُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ''

ترجمہ: ''اور ابنِ مریم اور اس کی ماں کو ہم نے ایک نشان بنایا اور ان کو ایک سطحِ مرتفع پر رکھا جو اِطمینان کی جگہ تھی اور چشمے اس میں جاری تھے۔''

ربوہ اس بلند زمین کو کہتے ہیں جو ہموار ہو، اور اپنے گرد و پیش کے علاقے سے اُونچی ہو۔ ذات قرار سے مراد یہ ہے کہ اس جگہ ضرورت کی سب چیزیں پائی جاتی ہوں اور رہنے والا وہاں بہ فراغت زندگی بسر کرسکتا ہو،

اور معین سے مراد بہتا ہوا پانی یا جاری چشمہ۔ اسی آیت کے تحت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل سے بچالیا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ اس واقعے کے بعد بارہ سال تک زندہ رہے اور پھر طبعی موت سے وفات پائی۔''

تنقیح:... یہ'' ربوہ'' کا نکتہ بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے دِماغ کی اِیجاد ہے، اور آنجناب کو قادیانی سے ذہنی توارد ہوا ہے، یا جناب نے اس کے خرمن کی خوشہ چینی کی ہے، مگر یہ سارا مضمون ''وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللهُ، وَاللهُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ'' کی آیتِ شریفہ سے غیرمتعلق ہے۔

سورۃ المؤمنون (آیت نمبر:۵۰) میں جو ''رَبْوَةٍ ذَاتَ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ'' میں ان کو ٹھہرانے کا ذِکر ہے، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد کا ذِکر ہے، چونکہ بادشاہِ وقت اور یہودی لوگ ان کے پہلے ہی دُشمن تھے، اس لئے ''بیت لحم'' میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو وہ ان کے درپے آزار ہوئے، ان کی والدہ پہلے ان کو مصر لے گئیں، اور پھر ہیراڈوس اوّل کے مرنے کے بعد انہیں ''ناصرہ'' شہر میں لے آئیں، اسی کی نسبت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ''مسیح ناصری'' یا اہلِ کتاب کی زبان میں ''یسوع ناصری'' کہا جاتا تھا۔ الغرض سورۃ المؤمنون کی آیتِ شریفہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو جو سرسبز وشاداب جگہ میں ٹھہرانے کا ذِکر ہے، یہ ان کے بچپن قبل از نبوّت کا واقعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس میں ماں اور بیٹے دونوں کا ذِکر فرمایا گیا ہے، واقعہ صلیب کے بعد سے اس کا جوڑ ملانا، قرآنِ کریم ایسی تحریف ہے جو صرف مرزا قادیانی کو سوجھی۔ اگر واقعہ صلیب سے اس کا تعلق ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتے کہ میں یہود کے مکر سے بچاکر ''تجھ کو اپنی طرف اُٹھالوں گا'' بلکہ یہ فرماتے کہ ان کے مکر سے بچاکر تجھ کو اور تیری والدہ کو ''ربوہ'' میں پناہ دُوں گا۔ کچھ تو غور فرمایئے کہ حق تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ''میں تجھے اپنی طرف اُٹھانے والے ہوں'' اس میں دُور ونزدیک کی کوئی دلالت اس پر ہے کہ ''تجھے ربوہ میں ٹھہراؤں گا''؟

اور آنجناب نے آخر میں جو لکھا کہ ''ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ اس واقعے کے بعد بارہ سال تک زندہ رہے، اور پھر طبعی موت سے وفات پائی'' اس پر اس کے سوا کیا عرض کروں کہ:

وہ شیفتہ کہ دُھوم تھی حضرت کے زُہد کی!
میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے؟

کجا یہ ''شوراشوری'' کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشاداتِ مقدسہ اور اُمت کے اِجماع ومتواتر عقیدہ اور اَسلافِ اُمت کے اِرشادات کو بھی آنجناب کی بارگاہِ معلیٰ میں باریابی نہیں، بلکہ روایت پرستی کہہ کر پائے اِستحقار سے ٹھکرا دیتے ہیں، اور کجا ''یہ بے تمکینی'' کہ ایسی روایت کا ذِکر فرماتے ہیں جس کا نہ سر، نہ پاؤں، نہ کتاب کا حوالہ، نہ راوی کا پتا نشان، نہ یہ معلوم کہ یہ بات کس نے کہی؟ کس نے نقل کی؟ مستند ہے؟ یا بے سند؟

کیا آنجناب کی بے بسی ودرماندگی کا یہ تماشا لائقِ صد عبرت نہیں...؟

بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ

آنجناب آگے لکھتے ہیں:

''یہودیوں نے جس شخص کو پھانسی پر چڑھایا وہ اس کو عیسیٰ ابن مریم ہی سمجھ رہے تھے، حالانکہ وہ آپ کی ذاتِ مقدس نہ تھی بلکہ کوئی اور شخص تھا، اس شخص کی مصلوبیت کے بعد انہوں نے یہ خبر پھیلا دی کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو قتل کیا اور اس کو صلیب کی لعنتی موت مارا، ملاحظہ ہو سورۃ النساء آیت نمبر: ۱۵۷ اور ۱۵۸:

''وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللهِ''

ترجمہ: ''اور انہوں نے کہا کہ ہم نے مسیح بن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔''

اور یہ بات وہ لوگ فخریہ انداز میں کہا کرتے تھے کہ ہم نے اس کو ذِلت اور رُسوائی کی موت مارا ہے اور قیامت تک اس کا کوئی نام لیوا نہ ہوگا'' تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

''وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ''

ترجمہ: ''عیسیٰ کو انہوں نے نہ تو قتل کیا اور نہ صلیب چڑھایا، بلکہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا۔''

''وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ، مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ''

ترجمہ: ''اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اِختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں، ان کے پاس اس معاملے میں کوئی علم نہیں ہے محض گمان ہی کی پیروی ہے۔''

''وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا'' ''اور انہوں نے مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا ہے''، ''بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ'' ''بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف سے رفعت عطا کی۔''

یعنی یہودیوں نے عیسیٰ کو ذلیل کرنا چاہا تھا مگر اللہ تعالیٰ ان کے برخلاف فیصلہ کر کے عیسیٰ کو ان کے چنگل سے بچا کر اس کو بلند درجہ عطا کیا، ''وَكَانَ اللهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا'' ''اور اللہ تعالیٰ ہی زبردست طاقت رکھنے والا اور حکمت والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اتنی زیادہ قوت اور حکمت والا ہے کہ بنی اسرائیل کی اِنتظامی قوت اور اِقتدار کے باوجود اس نے ''عیسیٰ'' کو ان کے بیچ سے اُٹھا کر'' ایک محفوظ اور سرسبز و شاداب جگہ پر پہنچا دیا۔''

تنقیح:... آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے بیچ سے اُٹھالیا۔'' اس سے معلوم ہوا کہ آیت میں رفع سے رفعِ جسمانی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو بنی اسرائیل کے درمیان میں سے اُٹھالیا۔

رہا یہ کہ اُٹھا کر کہاں لے گئے؟ اس کا جواب خود قرآنِ کریم میں موجود ہے: ''بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ'' یعنی اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے درمیان میں سے اُٹھا کر اپنی طرف لے گئے، اور ''اپنی طرف لے جانا'' یہی آسمان پر لے جانا ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم کے محاورات اس پر شاہد ہیں، اور وہ جناب کے علم میں بھی ہیں، مثلاً:

"اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ"

"تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ"

"ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ"

لہٰذا اس کے بعد آنجناب کا یہ لکھنا کہ:

"آسمان پر نہیں اُٹھایا بلکہ زمین پر ہی بنی اسرائیل (یہود) سے عیسیٰ کو اَمن دے دیا جیسا کہ سورۃ المؤمنون کی آیت کے ترجمے میں گزشتہ صفحات میں گزر چکا۔"

نہ صرف قرآنی اِصطلاحات کے خلاف ہے، بلکہ خود آپ کے ترجمے کے اور آپ کے ضمیر و وجدان کی شہادت کے بھی خلاف ہے۔ بار بار غور فرمائیے کہ "رفع الی اللہ" کے معنی آپ کی تقریر کے بعد کیا بنتے ہیں؟ اور سورۃ المؤمنون کی آیت کے بارے میں عرض کر چکا ہوں کہ وہ پہلے زمانے کے متعلق ہے، واقعہ صلیب کے بعد سے متعلق نہیں، اور اس کے بعد آنجناب کا اکابرِ اُمت پر یہ کہہ کر برسنا محض آنجناب کی زبردستی ہے:

"ہمارے روایت پرست مولوی چونکہ مفسرِ اوّل کے اندھے مقلد ہیں لہٰذا انہوں نے کئی آیات کے ترجمے عجیب و غریب انداز سے کئے ہیں۔"

کیونکہ حضراتِ مفسرین نے جو تشریحات کی ہیں، یا جو تراجم فرمائے ہیں، انہوں نے مرادِ خداوندی کی ترجمانی کی ہے، ان کا قصور اگر ہے تو صرف یہ ہے کہ انہوں نے دورِ حاضر کے نیچریوں اور آزاد لوگوں کی طرح قرآنِ کریم کے الفاظ اپنی خواہش کے مطابق ڈھالنے کی سعیٔ مذموم نہیں فرمائی۔

اور آنجناب اپنی "اوّل المفسرین کی اندھی تقلید" والی پھبتی پر بہت خوش ہوں گے، لیکن آنجناب ان کے حق میں ایسی شہادت زیب رقم فرما گئے جو اِن شاء اللہ فردائے قیامت میں ان کے لئے نجات کی دستاویز ہوگی، کیونکہ قرآنِ کریم کے "اوّل المفسرین" خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ قرآن ہیں، اور الحمدللہ! اس ناکارہ کو بھی اور میرے اکابر کو بھی اور ہر مسلمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی "اندھی تقلید" پر فخر ہے، کسی آیتِ شریفہ کی جو تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی، ہم بلاشبہ اس پر اِیمان لاتے ہیں، خواہ وہ ہماری عقل و فہم سے کتنی ہی بالاتر بات کیوں نہ ہو۔ لہٰذا میں آنجناب سے اِلتجا کرتا ہوں کہ قیامت کے دن اس رُوسیاہ کے حق میں ضرور شہادت دیجئے کہ یہ اوّل المفسرین صلی اللہ علیہ وسلم کا اندھا مقلد تھا، اس شہادت سے بڑھ کر میرے لئے کوئی اِعزاز نہ ہوگا۔ اور یہ ناکارہ اِخلاص کے ساتھ دُعا کرتا ہے کہ آنجناب کو بھی اللہ تعالیٰ اوّل المفسرین صلی اللہ علیہ وسلم کی "اندھی تقلید" کی سعادت نصیب فرمائیں۔

توفی اور رَفع کے معنی

اس کے بعد آنجناب نے توفی اور رَفع کے معانی پر اپنے خیالاتِ زرّیں زیب رقم فرمائے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے:

''سرِ دست میں ''توفی'' اور ''رفع'' پر گفتگو کروں گا، ہمارے جن مفسرین نے ''اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ'' میں لفظ ''توفی'' سے عام موت مراد نہیں لیا ہے وہ سراسر غلطی پر ہے۔ ملاحظہ ہو سورۃ النحل کی آیت نمبر ۲۸: ''اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ''، ''جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے (یعنی کافر) تو جب فرشتے ان کی رُوح قبض کرتے ہیں''۔ اس آیت میں تو سب نے توفی کا معنی موت ہی کیا ہے۔ اسی سورۃ کی آیت نمبر ۳۲ میں اِرشاد ہے: ''اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ طَیِّبِیْنَ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْکُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ'' ''جب نیک لوگوں کی رُوحیں فرشتے قبض کرتے ہیں تو کہتے ہیں ''سلام ہو تم پر، جاؤ جنت میں اپنے نیک اعمال کے بدلے'' اور بھی مختلف مقامات پر لفظ توفی موت ہی کے معنوں میں مستعمل ہے جیسا کہ نمازِ جنازہ کی دُعا میں ''ومن توفیته منّا فتوفّه علی الإیمان'' ''جس کو تو ہم میں سے وفات دے تو اسے اِیمان پر وفات دیجیو''۔

اب اگر روایت پرستوں کا ترجمہ کرے تو نمازِ جنازہ کی دُعا کے مذکورہ فقرے کا ترجمہ کچھ یوں ہوگا: ''جس کو تو ہم میں سے آسمان پر چڑھاتے ہو تو اس کو اِیمان کے ساتھ چڑھایا کرو''۔ لیکن اب بھی اگر آپ اس توفی کا معنی عام موت نہیں کرتے تو میں آپ کو صرف پانچ (۵) اُمہات المؤمنین کے اسمائے مبارکہ بمعہ سنِ متوفی لکھ دیتا ہوں، آپ ان کی سن وفات مجھے لکھ کر بھیج دیں:

۱- اُمّ المؤمنین حضرت حفصہؓ متوفی سنہ ۵۴ھ
۲- اُمّ المؤمنین حضرت جویریہؓ متوفی سنہ ۵۶ھ
۳- اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ متوفی سنہ ۵۸ھ
۴- اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہؓ متوفی سنہ ۵۹ھ
۵- اُمّ المؤمنین حضرت میمونہؓ متوفی سنہ ۶۱ھ''

تنقیح:... آپ نے ''یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ'' کا ترجمہ کیا: ''اے عیسیٰ! تجھے موت میں ہی دُوں گا'' میں نے آپ کے ترجمے پر کوئی جرح نہیں کی، آپ کے ترجمے کو مُسلّم رکھا، اس کے باوجود آپ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ثابت نہیں کرسکے، جیسا کہ پہلے عرض کرچکا ہوں، اس کے بعد آپ کا ''اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ'' کے معنی پر بحث کرنا لغو و لایعنی نہیں تو اور کیا ہے؟ آپ کو اس طول لاطائل کی ضرورت کیا تھی؟ آپ ''توفی'' کے معنی موت ہی کے کریں، مگر اس سے عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت نہیں ہوتی، موت کا وعدہ ثابت ہوتا ہے، وہ کون سی آیت ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا گیا ہو کہ وہ مرچکے ہیں...؟

۲:... ''توفی'' کا لفظ وفا سے ہے، اس کے تمام مشتقات میں پورا کرنے، پورا دینے، اور پورا لینے کے معنی پائے جاتے ہیں، ''توفی'' کے معنی ''أخذ الشیء وافیا'' تو تمام اہلِ لغت نے کئے ہیں، اس لئے اگر کسی نے ''مُتَوَفِّیْکَ'' کے معنی کئے ہیں: ''تجھے

پورا پورا وصول کرنے والا ہوں''، ''تجھے پورا پورا اپنے قبضہ وتحویل میں لینے والا ہوں'' تو اس نے کیا جرم کیا ہے کہ آپ اس کا مذاق اُڑاتے ہیں...؟

۳:...موت، توفی کے مجازی معنی ہیں، چنانچہ اہلِ لغت نے اس کی بھی تصریح کی ہے، اور یہ درحقیقت بطور کنایہ کے اِستعمال ہوئے ہیں، آپ کے خیال میں اگر یہی مجازی معنی راجح ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں، یہی وجہ ہے کہ میں نے آپ کے ذِکر کردہ ترجمے پر کوئی جرح نہیں کی، لیکن آپ کا یہ اِصرار کہ مجازی معنی ہی مراد لئے جائیں، حقیقی معنی لینے کی اجازت ہی نہیں، بڑی غیرعلمی بات ہے، کم از کم کسی ایسے عالم سے جو لغتِ عربی اور اس کے اِستعمالات سے واقف ہو، اس کی توقع نہیں رکھنی چاہئے، ہاں! ایک عامی آدمی جو توفی کے موت کے سوا دُوسرے معنی جانتا ہی نہیں، اس کو البتہ اس کے جہل کی وجہ سے معذور سمجھنا چاہئے۔

۴:...اگر ایک لفظ کے ایک معنی کسی جگہ اِستعمال کئے جائیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر جگہ اسی معنی کے اِستعمال پر اِصرار کیا جائے؟ اہلِ لغت نے ''ضرب'' کے معنی پچاس ساٹھ لکھے ہیں، وہ شخص بے وقوف کہلائے گا جو ہم سے یہ مطالبہ کرے کہ چونکہ تم نے ضرب کے معنی ''مارنا'' کے کئے ہیں، اس لئے ''ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا'' کا ترجمہ بھی ''اللہ نے مثال ماری'' کرو۔ آپ نے جو مثالیں پیش فرمائی ہیں، وہ اسی قاعدے کے تحت آتی ہیں، توفی کے معنی مجازاً موت کے بھی آتے ہیں، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس لفظ کے دُوسرے معنی نہیں۔ (مردے کو متوفی کہتے ہیں، یعنی قبض شدہ اور عورت کو متوفاۃ کہا جاتا ہے، آپ نے اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے نام لکھ لکھ کر آگے جو ''متوفی، متوفی'' تحریر فرمایا ہے، یہ صحیح نہیں)۔

رفع کے معنی

آگے اِرشاد ہے:

''اسی طرح ہمارے مترجمین نے لفظ ''رفع'' کا معنی ''آسمان پر اُٹھانا'' کیا ہے، جو کہ سراسر غلط ہے، صحیح معنی ہے: ''رفعت، بلند درجہ، اُونچا مقام''، ملاحظہ ہو سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۵۳ ''مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ'' ''ان میں کوئی ایسا تھا جس سے اللہ خود ہم کلام ہوا، کسی کو اس نے دُوسری حیثیتوں سے بلند درجے دیئے۔'' سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۶۵ میں اِرشادِ اِلٰہی ہے: ''وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ'' ''اور وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجات عطا کئے''۔ ان آیات کے علاوہ سورۂ یوسف آیت نمبر ۱۰۰، سورۂ رَعد آیت نمبر ۲ اور سورۂ نازعات میں آیت نمبر ۲۸ میں لفظ ''رفع'' موجود ہے، اور ان ہی معنوں میں مستعمل ہے جو میں نے تحریر کئے ہیں۔ ان کے علاوہ قرآن میں پانچ مقامات پر ''رَفَعْنَا'' کا لفظ آیا ہوا ہے، ملاحظہ ہو سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۶۳ اور ۹۳، سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵۴، سورۃ الزخرف آیت نمبر ۳۲ اور سورہ الم نشرح آیت نمبر ۴۔ یہ بھی تقریباً ان ہی معنوں میں مستعمل ہے۔ سورۃ الرحمٰن میں اِرشادِ اِلٰہی ہے آیت نمبر ۷: ''وَالسَّمَآءَ

رَفَعَهَا" "اور آسمان کو بلند کیا"، سورۃ الغاشیہ آیت نمبر ۱۸ میں ہے: "وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ" "اور آسمان (کو نہیں دیکھتے کہ) کس طرح بلند کیا گیا ہے" اور بھی مختلف مقامات پر یہ لفظ بلند مقام، بلند درجات اور بلند شان کے معنوں میں مستعمل ہے اور عین ان ہی معنی میں سورۂ آل عمران آیت نمبر ۵۵ میں "وَرَافِعُكَ اِلَـيَّ" ہے، جہاں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو تسلی دے رہا ہے کہ میں تمہیں رفعت عطا کر کے تمہاری شان اتنی بلند کروں گا کہ قیامت تک تیرا چرچا رہے گا، تم گمنام نہیں ہوگے۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ آج اگر دُنیا کے تمام مسلمانوں اور عیسائیوں کی تعداد کی دُوسرے مذاہب کی تعداد سے موازنہ کیا جائے تو مسلمانوں اور عیسائیوں کی تعداد زیادہ ہوگی اور یہ دونوں مذاہب عیسیٰ کے معتقد ہیں خواہ کوئی کسی حیثیت سے مانتا ہو، قرآنِ کریم کی کسی بھی آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر اُٹھائے گئے تھے اور ہنوز زِندہ موجود ہیں، اور قربِ قیامت میں تشریف لائیں گے۔"

تنقیح:... اُوپر "توفی" کے بارے میں جو کچھ عرض کرچکا ہوں، اس کو یہاں بھی ملحوظ رکھا جائے۔ "رفع" کے معنی اُٹھانے کے ہیں، جس کو اِبتدائی عربی خواں بھی جانتا ہے، اگر اس کا تعلق اَجسام سے ہو تو رفعِ جسمانی مراد ہوگا، مراتب و درجات سے ہو تو رفعِ منزلت و درجات مراد ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو فرمایا: "وَرَافِعُكَ اِلَيَّ" اور "بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ" اس کے بارے میں آپ خود تسلیم کرچکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزیز و حکیم نے ان کو یہودیوں کے درمیان میں سے اُٹھا کر بلند و بالا مقام میں پہنچادیا، جس سے واضح ہے کہ ان دونوں آیتوں میں رفع کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذاتِ مقدسہ سے ہے، معلوم ہوا کہ رفعِ جسمانی مراد ہے، اور اس کا صلہ جو "اِلَـيَّ" اور "اِلَيْـهِ" ذِکر فرمایا، اس کے بارے میں بتاچکا ہوں کہ قرآنی محاورے میں اس سے "رفع الی السماء" مراد ہوتا ہے، لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی تھا، اور یہ آسمان کی طرف ہوا، یہ دونوں باتیں تو خود ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوگئیں، اور یہ بھی بتاچکا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء میں ان کی تعظیم و تشریف بھی بدرجۂ کمال پائی جاتی ہے، اس لئے رفعِ درجات کا مفہوم بھی اس میں داخل ہوگیا۔

علاوہ ازیں سورۃ النساء کی آیتِ شریفہ میں قتل اور رفع کے درمیان میں تقابل کر کے اوّل کی نفی اور دُوسرے کا اِثبات فرمایا ہے، چنانچہ اِرشاد ہے: "وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ" اور اس تقابل کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جس چیز سے نفیٔ قتل کا تعلق ہو، اسی چیز سے اِثباتِ رفع کا تعلق ہو، اور سب جانتے ہیں کہ قتل کا تعلق جسم سے ہے، رُوح سے نہیں، پس رفع الی اللہ کا تعلق بھی ان کے جسم سے ہوگا، صرف رُوح سے یا درجات سے نہیں، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صرف رُوح آسمان پر نہیں اُٹھائی گئی بلکہ ان کو زِندہ سلامت اُٹھالیا گیا۔

اور یہ بھی ذِکر کرچکا ہوں کہ تمام اُمتِ مسلمہ کے اکابر و اَصاغر کا اس پر اِتفاق ہے کہ ان دونوں آیاتِ شریفہ "رَافِعُكَ اِلَـيَّ" اور "بَلْ رَّفَعَـهُ اللهُ اِلَيْـهِ" میں رفعِ جسمانی مراد ہے، گویا قرآنِ کریم کے الفاظ بھی رفعِ جسمانی میں نص ہیں، آیت کا سیاق

وسباق بھی اسی کا اِعلان کر رہا ہے، اور اُمت کا اِجماعی عقیدہ بھی اس کی قطعیت پر مہرِ تصدیق ثبت کر رہا ہے، اس کے بعد اس دلالتِ قطعیہ کے تسلیم کرنے میں کیا عذر رہ جاتا ہے...؟

آگے اِرشاد ہے:

''البتہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق بائبل (Bible) کے صفحہ نمبر:۱۴۹ میں لکھا ہوا ہے کہ عیسیٰ آسمان پر زِندہ موجود ہیں اور وہ دوبارہ دُنیا میں تشریف لائیں گے۔ اس خط کے ساتھ اس صفحے کی نقل منسلک ہے، آپ بھی پڑھئے اور پھر خود فیصلہ کرلیں کہ عقیدۂ نزولِ مسیح میں ہمارے روایت پرست مولوی اور عیسائی ایک برابر ہے یا نہیں؟ مجھے بذاتِ خود ایک دن ایک عیسائی نے کہا تھا کہ: ''تم مسلمان لوگ عیسیٰ کو فوت شدہ مانتے ہو، جبکہ ہم عیسائی اس کو آسمان پر زندہ موجود مانتے ہیں، آپ کے قرآنِ کریم میں عیسیٰ کے بارے میں آسمان پر زِندہ موجود رہنے اور دوبارہ آسمان سے دُنیا میں تشریف لانے کا ذِکر کہیں نہیں ہے، اس لئے ہم آپ کے قرآن کو نہیں مانتے ہیں، جبکہ ہمارے بائبل میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ عیسیٰ آسمان پر زِندہ موجود ہیں اور دُنیا میں دوبارہ تشریف لاکر عیسائیت کو عام کریں گے۔'' ایک اور بائبل میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ''عیسیٰ دُنیا میں دوبارہ ۲۰۰۰ء میں تشریف لائیں گے'' البتہ بائبل میں مہدی کا ذِکر نہیں ہے۔''

تنقیح:...آپ نے بائبل کا جو صفحہ بھیجا ہے، اس کی زحمت کی ضرورت نہیں، یہ حوالہ مجھے پہلے سے معلوم ہے، عیسائیوں کے دونوں فرقوں (کیتھولک اور پروٹسٹنٹ) کے مطبوعہ نسخے میرے پاس موجود ہیں، یہ حوالہ ''عہدِ جدید'' کی پانچویں کتاب ''رسولوں کے اعمال'' کا ہے، بہرحال آپ نے اچھا کیا کہ عیسائیوں کا عقیدہ بھیج کر مجھے ممنون فرمایا۔

اب توجہ سے میری معروض بھی سن لیجئے! اور دادِ اِنصاف دیجئے! عیسائیوں کا یہ عقیدہ نزولِ قرآن کے وقت ہوگا کہ ''مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھایا گیا'' اب پورے قرآن کو پڑھئے! قرآنِ کریم میں وہ کونسی آیت ہے جس میں عیسائیوں کے اس عقیدے کی صراحۃً تردید کی ہو؟

یہودیوں کا دعویٰ قرآنِ کریم نے نقل کیا: ''ہم نے مسیح بن مریم رسول اللہ کو قتل کردیا'' قرآنِ کریم نے فوراً ان کے غلط دعوے کی تردید کی: ''وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ .... وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا'' کہ ان کا دعویٰ غلط اور قطعاً غلط ہے، انہوں نے ہرگز ان کو قتل نہیں کیا۔

اسی طرح اگر عیسائیوں کا یہ دعویٰ غلط ہوتا کہ ''عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھالیا گیا'' تو قرآنِ کریم اس کی بھی صریح تردید کرتا کہ ''وما رفع إلى السماء بل مات فى الأرض'' (کہ ان کو آسمان پر نہیں اُٹھایا گیا، بلکہ وہ زمین پر مرچکے ہیں)۔ اس کے بجائے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآنِ کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ آسمانی کو ذِکر فرمایا ہے: ''بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ'' (بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اُٹھالیا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم کا بھی وہی عقیدہ ہے جو بقول آپ کے روایت پرست مولویوں کا عقیدہ ہے، اگر آپ قرآنِ کریم کے اس عقیدے سے متفق نہیں تو اس میں روایت پرست مولویوں کا کیا قصور ہے...؟

ایک دفعہ پھر سمجھ لیجئے! عیسائیوں کا عقیدہ ہے: ''مسیح کو آسمان پر اُٹھایا گیا'' اور قرآنِ کریم کا عقیدہ ہے کہ: ''یہود نے ہرگز

ان کو قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اُٹھالیا' بتایئے! مسیح علیہ السلام کے اُٹھائے جانے کے بارے میں عیسائیوں کے قول اور قرآنِ کریم کے قول میں کیا فرق ہے؟ اگر عیسائیوں کا یہ نظریہ غلط ہوتا تو قرآنِ کریم "بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ" کے بجائے یہ کہتا کہ: "ما رفع إلى السماء" یہ ایک ایسی کھلی بات ہے جو معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔

باقی آپ کے عیسائی دوست کا یہ کہنا کہ: "قرآن عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول کا کوئی ذِکر نہیں کرتا۔" اس سے معلوم ہوا کہ وہ عیسائی قرآنِ کریم کو آپ سے زیادہ نہیں سمجھتا، اور اس کا یہ کہنا کہ: "وہ دُنیا میں دوبارہ تشریف لاکر عیسائیت کو عام کردیں گے" اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی کتاب کو آپ سے زیادہ نہیں سمجھتا، کیونکہ بائبل کی رُو سے عام عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ: "وہ قیامت کے دن خدا کی حیثیت سے نازل ہوکر دُنیا کا اِنصاف کریں گے" عیسائیوں کا یہ عقیدہ غلط ہے۔

مسلمان قیامت سے پہلے نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں، قیامت کے دن نہیں، اور قیامت کے دن بطور گواہ کے پیش ہوں گے، نہ کہ اَحکم الحاکمین کی حیثیت سے لوگوں کے اعمال کا بدلہ دیں گے۔

آنجناب نے یہ جو لکھا ہے کہ: "ایک اور بائبل میں لکھا ہے کہ ۲۰۰۰ء میں عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔"

میرے علم میں ایسی کوئی اِنجیل نہیں جس میں یہ لکھا ہو، لوگوں کے قیافے اور اندازے ہوسکتے ہیں، چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قربِ قیامت میں ہوگا، اور قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، اس لئے ان اندازوں اور قیافوں پر اِعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ

آنجناب تحریر فرماتے ہیں:

"صفحہ نمبر: ۲۴۷ پر آپ نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۵۹ کا ترجمہ مشکوک کیا ہے کہ "اور نہیں کوئی اہلِ کتاب میں سے، مگر ضرور اِیمان لائے گا اس پر اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن وہ ہوگا ان پر گواہ۔" لفظی ترجمہ تو آپ نے صحیح کیا ہے، لیکن اس آیت میں کون مخاطب ہے؟ اس کی آپ نے تشریح غلط کی ہے، آیت ملاحظہ ہو:

(وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا)

ترجمہ: "اور اہلِ کتاب میں سے ان کا ہر فرد اپنی موت سے پہلے اس پر (وما قتلوه وما صلبوه کے عقیدے پر) اِیمان لائے گا اور قیامت کے دن ان (جھوٹے) اہلِ کتاب کے خلاف سرکاری گواہ ہوگا۔"

یہ ہے اس آیت کا اصل ترجمہ۔ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۲۱ میں اِرشادِ اِلٰہی ہے:

"اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ۔"

ترجمہ: "ہم نے جن لوگوں کو کتاب دی ہے اور وہ تلاوت کرنے کی طرح اس کی تلاوت کرتے ہیں، وہی لوگ اس علم پر جو تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے آیا ہے اِیمان لائیں گے۔" یا یہ کہا جائے کہ:

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے اور وہ اس کی تلاوت اس طرح کرتے ہیں جیسا کہ تلاوت کا حق ہے تو وہی لوگ اس دی ہوئی کتاب پر اِیمان رکھتے ہیں۔'' یعنی جو اپنے آپ کو اہلِ کتاب کہتے ہیں، اگر وہ اپنی کتاب کو اس طرح تلاوت کرتے ہیں جو تلاوت کا حق ہے، اور سمجھ بوجھ کر تلاوت کرتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں، اس کی آیتوں میں تحریف نہیں کرتے ہیں، اپنی خواہش کے مطابق مطلب نہیں نکالتے بلکہ اپنی خواہش کو اپنی کتاب کے اَحکام کے تابع رکھتے ہیں تو وہی لوگ دراصل اس اللہ کی دی ہوئی کتاب پر اِیمان رکھتے ہیں، اس لئے درحقیقت اہلِ کتاب وہی لوگ ہیں۔ صرف اپنے کو یہودی کہہ دینے سے اور حضرت موسیٰ اور توراة پر اِیمان کا محض زبانی دعویٰ رکھنے سے کوئی شخص صحیح معنوں میں اہلِ کتاب اور حضرت موسیٰ پر اِیمان رکھنے والا نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح فقط اپنے کو نصاریٰ کہنے اور حضرت عیسیٰ اور اِنجیل پر اِیمان کا دعویٰ ظاہر کرنے سے کوئی واقعی اہلِ کتاب اور حضرت عیسیٰ اور اِنجیل پر اِیمان رکھنے والا نہیں ہوسکتا۔ غرض اہلِ کتاب ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ جس کتاب پر اِیمان رکھنے کا مدعی ہو، اس کتاب کی تلاوت بھی اسی طرح کیا کرتا ہو جو تلاوت کا حق ہے، اور جب تک اس کتاب کی ہدایتوں پر اِیمان نہ رکھے اور اس کے مطابق عمل نہ کرے، اپنی خواہشوں کو اس کتاب کی تعلیمات کے تابع نہ رکھے، ضد اور ہٹ دھرمی سے بچتا نہ رہے، اس وقت تک وہ تلاوت کا حق کبھی بھی اَدا نہیں کرسکتا، اور جب ایک یہودی توراة کی تلاوت اس طرح کرے گا کہ تلاوت کا حق ادا ہو تو وہ لامحالہ حضرت عیسیٰ اور اِنجیل پر بھی ضرور اِیمان لے آئے گا اور پھر اس کو اس پر بھی اِیمان لانا پڑے گا کہ ''وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ''۔ اور جب کوئی عیسائی اِنجیل کی تلاوت اس طرح کرے گا کہ اس کی تلاوت کا حق ادا ہو تو وہ مجبور ہوگا کہ حضرت محمدؐ اور قرآن پر اِیمان لے آئے اور حضرت عیسیٰ کے سولی دیئے جانے کے غلط عقیدے سے توبہ کرتے ہوئے وہ حضرت عیسیٰ کے اللہ یا اللہ کے بیٹے ہونے سے بھی توبہ کرے اور ان کو اللہ کا بندہ اور رسول سمجھنے پر مجبور ہو، لہٰذا مذکورہ آیت کا یہی مفہوم ہے کہ جو واقعی اہلِ کتاب ہیں یعنی اپنی کتاب کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں اور اپنی کتاب پر واقعی اِیمان رکھتے ہیں تو ان کا اِیمان ان کو مجبور کرے گا کہ وہ مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کے قتل وتصلیب کے عقیدے سے توبہ کرلیں اور ان کے قتل نہ کئے جانے اور سولی نہ دیئے جانے پر اِیمان لے آئیں اور اس پر اِیمان رکھنے لگیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے اگلے انبیاءؑ کو اپنی طرف اُٹھالیا، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دی اور انہوں نے وفات پائی۔ ''رفع اللہ الیہ'' تو موت کے معنی میں ایسا مشہور ومعروف ہے کہ اُردو میں بھی ہم بولتے ہیں کہ فلانے کو اللہ تعالیٰ نے اُٹھالیا، یعنی وہ مرگیا۔

''وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا'' اور ان سچے اہلِ کتاب میں کا ہر فرد جو اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کے قتل نہ کئے جانے اور سولی نہ دیئے جانے پر اِیمان لے آئے گا تو وہ قیامت کے دن ان جھوٹے اہلِ کتاب قتل وصلیب کے دعوے داروں کے خلاف شہادت دے گا کہ یہ لوگ جھوٹے تھے، ہم پر تو ہماری موت

سے پہلے کتاب اللہ کی تلاوت کی بدولت یہ بات ظاہر ہو چکی تھی اور ہم نے مرنے سے پہلے یہ اِیمان لایا تھا کہ حضرت عیسیٰ کو نہ تو قتل کیا گیا تھا اور نہ سولی دی گئی تھی۔''

تنقیح:... آپ کی اس طویل تقریر کا خلاصہ یہ ہے:

۱:... اہلِ کتاب سے تمام اہلِ کتاب مراد نہیں، بلکہ وہی اہلِ کتاب مراد ہیں جو اپنی کتاب کی صحیح تلاوت کرتے اور اس کے نتیجے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان لائے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ جو اہلِ کتاب مسلمان ہوگئے وہ مراد ہیں۔

۲:... ''لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ'' میں ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف نہیں پھرتی، بلکہ اس عقیدے کی طرف پھرتی ہے جو اس سے پہلے بیان ہوا، یعنی ''یہودیوں نے ان کو (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) ہرگز قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اُٹھالیا''، ''وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللہُ اِلَیْہِ''۔

۳:... ''قَبْلَ مَوْتِہٖ'' کی ضمیر لوٹتی ہے سچے اہلِ کتاب کی طرف جو مسلمان ہوگئے تھے، اور جو اہلِ کتاب سے مراد لئے گئے۔

۴:... ''یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا'' میں ''یَکُوْنُ'' کی ضمیر انہی سچے اہلِ کتاب کی طرف لوٹتی ہے جو مسلمان ہوگئے تھے اور ''عَلَیْھِمْ'' کی ضمیر لوٹتی ہے جھوٹے اہلِ کتاب کی طرف۔

ان چار مقدمات کو تسلیم کرنے کے بعد آیت کا ترجمہ یہ بنتا ہے:

''اور سچے اہلِ کتاب کا ہر فرد اپنی موت سے پہلے اس عقیدے (وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ) پر اِیمان لائے گا، اور قیامت کے دن ان (جھوٹے) اہلِ کتاب کے خلاف سرکاری گواہ ہوگا۔''

اب ایک طرف میرا ترجمہ رکھئے (جس کے بارے میں آپ نے تسلیم کیا ہے کہ ''لفظی ترجمہ تو آپ نے صحیح کیا ہے، اس کی آپ نے تشریح غلط کی ہے'' حالانکہ میری کتاب اُٹھا کر دیکھ لیجئے، میں نے تشریح کی ہی نہیں) اور دُوسری طرف آپ کا ترجمہ رکھیے، جو ان چار مقدمات پر مبنی ہے، اور پھر اِنصاف کیجئے کہ کس کا ترجمہ صحیح ہے...؟

اب آپ کے ان چار مقدمات پر گفتگو کرتا ہوں۔

اوّل:... زیرِ بحث آیت سے پہلے اس رُکوع کے شروع سے ''یَسْـَٔلُکَ اَھْلُ الْکِتٰبِ'' (آیت:۱۵۳) سے اہلِ کتاب کے بارے میں گفتگو شروع کی گئی ہے جو زیرِ بحث آیت:۱۵۹ کے بعد تک جاری ہے، کیا اس آیت کے سیاق و سباق میں کوئی قرینہ ایسا ہے کہ یہاں اہلِ کتاب کے تمام اَفراد مراد نہیں، بلکہ خاص اَفراد مراد ہیں؟ قرآنِ کریم تو اہلِ کتاب کے ایک ایک فرد کے اِیمان لانے کی پیش گوئی کرتا ہے، کیا اپنی خواہش اور رائے سے اس کو خاص اَفراد پر محمول کرنا کلامِ اِلٰہی کو اپنی رائے پر ڈھالنا نہیں؟ متکلم کے وہ الفاظ جو اپنے عموم میں نصِ قطعی ہوں، ان کو خصوص پر محمول کرنا شرعاً و عقلاً ناروا ہے، اس لئے آنجناب نے جو مفہوم آیت کا گھڑا، قطعاً مرادِ اِلٰہی کے خلاف ہے۔

اگر آنجناب کے دِل میں کلام اللہ کے خلاف مراد ڈھالنے کا ذرا بھی اندیشہ ہے، اور محاسبۂ آخرت کا خوف ہے تو اس تحریفِ مرادِ اِلٰہی سے توبہ لازم ہے۔

میرے محترم! اہلِ کتاب میں سے جو منصف حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان لے آئے... جن کا ذکر آپ کی ذِکر کردہ آیت: "یَتْلُوْنَ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ" میں کیا گیا ہے... وہ مسلمان کہلاتے ہیں، ان کے مسلمان ہوجانے کے بعد ان کو اہلِ کتاب نہیں کہا جاتا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے زیرِ بحث آیت (النساء:۱۵۹) میں مسلمانوں کے اِیمان لانے کا ذِکر نہیں کیا، بلکہ "اہلِ کتاب کے ہر فرد" کے اِیمان لانے کا ذِکر کیا ہے، اس لئے اس آیت میں "اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ" کی تفسیر "اہلِ کتاب میں سے جو اِیمان لائے تھے" کے ساتھ کرنا کسی طرح دُرست نہیں۔

دوم:... اُوپر سے تذکرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چلا آرہا ہے، اور ساری ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

> "حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا، لیکن ان کو اِشتباہ ہوگیا، اور جو لوگ ان کے بارے میں اِختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں، ان کے پاس اس اَمر پر کوئی دلیل نہیں، بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور انہوں نے ان کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا، بلکہ ان کو خدائے تعالیٰ نے اپنی طرف اُٹھالیا، اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست حکمت والے ہیں۔" (النساء:۱۵۷،۱۵۸)

اس کے بعد آیت:۱۵۹ ہے، جس کا آپ نے ترجمہ کیا:

> "وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَکُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا"

عقلِ سلیم کہتی ہے کہ جس شخصیت کے بارے میں گفتگو چل رہی ہے، جس کی طرف گزشتہ آیتوں کی ساری ضمیریں لوٹ رہی ہیں، یعنی عیسیٰ علیہ السلام، "لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ" میں "ہ" ضمیر اسی کی طرف پھرنی چاہئے، چنانچہ جمہور مفسرین نے اس کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دِیا ہے۔ اگر آنجناب کی بات صحیح ہوتی تو "لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ" کے بجائے "لَیُؤْمِنَنَّ بِذٰلِکَ" فرمایا جاتا۔

یہاں اِمام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے صاحب زادہ گرامی شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کا ترجمہ نقل کرتا ہوں، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ترجمہ ہے:

> "ونباشد ہیچ کس از اہلِ کتاب البتہ ایمان آورد بہ عیسیٰ پیش از مردن عیسیٰ، وروزِ قیامت باشد عیسیٰ گواہ برایشاں۔"

اور شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کا ترجمہ یہ ہے:

> "اور جو فرقہ ہے کتاب والوں میں سو اس پر اِیمان لاویں گے اس کی موت سے پہلے، قیامت کے دن ہوگا ان کا بتانے والا۔"

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس کے فائدے میں لکھتے ہیں:

> "مترجم گوید: یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزولِ عیسیٰ را، البتہ اِیمان آرند۔"

اور شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں:

''حضرت عیسیٰ ابھی زندہ ہیں، جب یہود میں دجال پیدا ہوگا تب اس جہان آکر اس کو ماریں گے، اور یہود ونصاریٰ سب ان پر اِیمان لاویں گے کہ یہ نہ مرے تھے۔''

الغرض جمہور مفسرین اس پر متفق ہیں کہ ''لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ'' کی ''ہ'' ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے، اور ذوقِ سلیم بھی اسی کو چاہتا ہے۔

سوم:... ''قَبْلَ مَوْتِہٖ'' کی ضمیر میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹائی جائے، تاکہ اِنتشار ضمائر لازم نہ آئے، اس وقت معنی یہ ہوں گے کہ تمام اہلِ کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی وفات سے پہلے اِیمان لائیں گے، اور دُوسرا اِحتمال یہ ہے کہ یہ کتابی کی طرف راجع ہو، یہ دونوں اِحتمال صحیح ہیں، اور ان دونوں کے درمیان تعارض بھی نہیں، مگر پہلا اِحتمال راجح ہے، جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فارسی ترجمے میں اور حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے اُردو ترجمے میں گزرا، اور اس اِحتمال کے راجح ہونے کی وجوہ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ کے حوالے سے پہلے گزر چکی ہیں۔

لیکن آنجناب نے اس ضمیر کو ''سچے اہلِ کتاب'' کی طرف راجع کیا ہے، مگر یہ اَز بس غلط ہے، اس لئے کہ ''لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ'' مستقبل کا صیغہ ہے، اور یہ ''سچے اہلِ کتاب'' کے بارے میں صادق نہیں آسکتا ہے، کیونکہ یہ حضرات تو قرآنِ کریم کی تصدیق کرتے ہوئے اس عقیدے پر فی الحال اِیمان رکھتے ہیں، جو فی الحال اِیمان رکھتا ہو اس کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں کہ وہ مستقبل میں اِیمان لائے گا۔ اگر ''مؤمن اہلِ کتاب'' کی طرف یہ ضمیر لوٹتی تو ''لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ'' کہنے کے بجائے ''یُؤْمِن بِہٖ'' کہا جاتا نہ کہ ''لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ''، جیسا کہ دُوسری جگہ پر فرمایا ہے: ''وَمِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِہٖ''۔

چہارم:... عامہ مفسرین نے ''وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا'' میں ''یَکُوْنُ'' کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع کی ہے، یعنی عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اہلِ کتاب پر گواہ ہوں گے، جیسا کہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اُمتوں پر گواہ ہوں گے۔ لیکن آنجناب نے ''سچے اہلِ کتاب'' کی طرف اس ضمیر کو راجع کیا ہے، اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ ایک ہی چیز کی طرف دو ضمیریں کیسے لوٹ سکتی ہیں؟ ''یَکُوْنُ'' کی ضمیر بھی ''اہلِ کتاب'' ہی کی طرف لوٹتی ہے اور ''عَلَیْھِمْ'' کی ضمیر بھی ''اہلِ کتاب'' ہی کی طرف لوٹتی ہے، ایک جگہ ''اہلِ کتاب'' سے ''سچے اہلِ کتاب'' مراد ہیں، دُوسری جگہ عین اسی لفظ سے جھوٹے اہلِ کتاب مراد ہیں۔ ایسی تشریح کرنا ایک اُعجوبہ ہے...!

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ ایک آیت کے ترجمے میں آپ نے چار غلطیاں کی ہیں، اگر ایسی ایک غلطی بھی کی جاتی تو یہ ترجمہ لائقِ تسلیم نہ ہوتا، چہ جائیکہ ایک ایک لفظ میں غلطی۔ لیکن دِلچسپ بات یہ ہے کہ آپ کو ان غلطیوں پر ندامت نہیں، بلکہ فخر ہے، چنانچہ آنجناب فخریہ انداز میں لکھتے ہیں:

''محترمی! قرآنِ کریم سے افضل کوئی کتاب نہیں ہے، اور اس مقدس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے سمجھنے اور نصیحت کے لئے بہت ہی آسان بنادیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ القمر میں آیت نمبر: ۱۷، ۲۲، ۳۲ اور ۴۰ پر فرمایا ہے:

"وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ"

ترجمہ: "اور ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان بنادیا ہے، کیا ہے کوئی اس سے نصیحت لینے والا؟"

کہ اس کو سمجھے اور اس کے مطابق اپنی زندگی سنوار دے۔ لیکن افسوس! کہ ہمارے روایت پرست مولویوں نے اس کو ہمارے لئے مشکل بنادیا ہے، ایک مرتبہ پاکستان میں ایک مولوی سے میں نے پوچھا کہ: "وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ" سورۂ آل عمران آیت نمبر ۵۴ کا کیا مفہوم ہے؟ تو فرمانے لگے: "اس آیت کا مفہوم تو مجھے معلوم نہیں ہے، البتہ ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر کتے نے کاٹا، تو اسی آیت سے دَم کرنا۔" یہ ہیں ہمارے مولوی اور قرآن کا مفہوم۔

اللہ تعالیٰ سے دردمندانہ اور عاجزانہ سوال کرتا ہوں کہ وہ تمام مسلمین اور مسلمات کو اس مقدس اور مکمل کتاب کی فہم سے نوازدے اور ہر عام وخاص کو روایت پرستی کی مرض سے نجات دے کر ان کے دِلوں کو قرآنِ کریم کی نورانی تعلیمات سے منوّر کرے، آمین۔"

تنقیح:... میرا بھائی! اللہ تعالیٰ نے بلاشبہ قرآنِ کریم کو "ذِکر" کے لئے آسان فرمایا ہے، لیکن قرآن فہمی کا کوئی اُصول بھی تو ہونا چاہئے، اس کے کچھ قواعد وضوابط بھی تو ہونے چاہئیں، یا آپ کے خیال میں قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر جو دِل میں آئے کہتا پھرے، آپ کے نزدیک رَوا ہے؟

میرا بھائی! قرآنِ کریم کلامِ اِلٰہی ہے، جب ہم کسی مضمون کو قرآنِ کریم کی طرف منسوب کرتے ہیں تو گویا یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ مرادِ خداوندی ہے، اب اگر یہ واقعی مرادِ اِلٰہی ہے تب تو ٹھیک ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ کی مراد یہ نہ ہو جو ہم قرآنِ کریم میں ٹھونس رہے ہیں تو ہم مفتری علی اللہ ہوں گے، اور: "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ" کی وعید ہماری طرف متوجہ ہوگی، اس سے ہر مؤمن کو اللہ کی پناہ مانگنا چاہئے، جو لوگ قرآنِ کریم کے الفاظ کا صحیح تلفظ نہیں کرسکتے، اور قرآن فہمی کے ضروری قواعد سے بھی واقف نہیں، وہ اگر جو جی میں آئے قرآنِ کریم میں ٹھونسنے کی کوشش کریں، اور ساتھ ہی یہ دعویٰ کریں کہ ان کے سوا قرآنِ کریم کو چودہ سو سال میں کسی نے سمجھا ہی نہیں، تو یہ بڑی جرأت کی بات ہوگی، اس سے ڈریں کہ قیامت کے دن آپ کا حشر بھی اس قسم کے لوگوں کی صف میں ہو۔

جس مولوی صاحب نے آپ سے یہ کہا کہ فلاں آیت کا مفہوم تو مجھے معلوم نہیں، البتہ یہ آیت کتے کے کاٹے پر دَم کی جاتی ہے، اس نے بہت صحیح کہا، آدمی کو جس آیتِ کریمہ کا مفہوم معلوم نہ ہو، اپنے دِل سے گھڑ کر اس کا مفہوم بیان نہیں کرنا چاہئے، کہ یہ اِفترا علی اللہ ہے۔

آپ کی دردمندانہ دُعا پر میں بھی آمین کہتا ہوں، اور آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی یا ہیچمدان قسم کے لوگوں نے قرآن کی جو من مانی تأویلات وتحریفات کی ہیں، ان سے پُرحذر رہیں، سلف صالحین کی اِقتدا کو لازم پکڑیں، اور قرآنِ کریم سے ایسا

مفہوم اخذ نہ کریں جس سے پوری اُمت کا گمراہ ہونا لازم آتا ہو۔

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث متواتر ہیں

آنجناب لکھتے ہیں:

''صفحہ نمبر ۲۵۲ اور ۲۵۳ پر آپ نے صحیح بخاری، کنز العمال، الاسماء والصفات، تفسیر درمنثور، ابوداؤد اور مسندِ احمد کے حوالوں سے نزولِ عیسیٰ کے بارے میں رسول اللہ کی جو اَحادیث تحریر کی ہیں، تو غالباً آپ نے ان احادیث کی اسناد پر کبھی غور نہیں کیا ہے کہ ان احادیث کے راویان کون حضرات تھے؟ اس پر علامہ تمنا عمادی صاحب نے اپنی مایۂ ناز کتاب ''اِنتظارِ مہدی ومسیح'' میں فنِ رجال کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی ہے۔''

تنقیح:... میں نے جن احادیث کا حوالہ دیا ہے ان کی صحت پوری اُمت کو مُسلَّم ہے، اور اکابر محدثین نے تصریح کی ہے کہ خروجِ دجال اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث متواتر ہیں، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک قیامت سے پہلے دجال کے نکلنے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کو اِیمانیات میں شمار کیا گیا ہے، جس طرح قیامت پر اِیمان رکھنا ایک مسلمان کے لئے شرطِ اِسلام ہے، اسی طرح علاماتِ قیامت پر بھی اِیمان رکھنا لازم ہے، ہاں! جس شخص کو قیامت پر اِیمان نہ ہو، وہ علاماتِ قیامت پر بھی اِیمان نہیں رکھے گا۔ الغرض تمام اکابرِ اُمت قیامت اور علاماتِ قیامت پر اِیمان رکھتے ہیں، چنانچہ ہمارے اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ''فقہِ اکبر'' میں فرماتے ہیں:

''وخروج الدَّجّال، ويأجوج ومأجوج، وطلوع الشمس من مغربها، ونزول عيسَى بن مريم عليه السلام من السماء، وسائر علامات يوم القيامة علىٰ ما وردت به الأخبار الصحيحة حق كائن، والله يهدى من يشاء إلىٰ صراط مستقيم۔''

ترجمہ:... ''دجال کا اور یاجوج ماجوج کا نکلنا، آفتاب کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا، عیسیٰ بن مریم کا آسمان سے نازل ہونا، اور دیگر علاماتِ قیامت، جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں وارِد ہوئی ہیں، سب برحق ہیں، ضرور ہوکر رہیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔''

اور اِمام طحاویؒ (متوفی ۳۲۱ھ) نے ایک مختصر رسالہ عقائدِ اہلِ حق پر لکھا تھا جو ''عقیدۃ الطحاوی'' کے نام سے مشہور ہے، وہ اپنے رسالے کو ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں:

''هٰذا ذكر بيان عقيدة أهل السُّنَّة والجماعة علىٰ مذهب فقهاء الملّة أبى حنيفة نعمان بن الثابت الكوفى وأبى يوسف يعقوب بن إبراهيم الأنصارى وأبى عبدالله محمد بن الحسن الشيبانى رضوان الله عليهم أجمعين، وما يعتقدون من أصول الدين ويدينون به لرب العالمين۔'' (ص:۲)

ترجمہ:... ''یہ اہلِ سنت والجماعت کے عقیدے کا بیان ہے جو فقہائے ملت اِمام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی اِمام ابویوسف یعقوب بن اِبراہیم انصاری اور اِمام ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی کے مذہب کے مطابق ہے، اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو، اوران اُصولِ دِین کو اس رسالے میں ذِکر کیا جائے گا جن کا یہ حضرات عقیدہ رکھتے تھے، اور جن کے مطابق وہ ربّ العالمین کی اِطاعت وفرمانبرداری کرتے تھے۔''

اِمام طحاویؒ عقیدۂ اہلِ سنت اور مذہب فقہائے ملت کے مطابق خروجِ دجال اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے عقیدے کو اِیمانیات میں شمار کرتے ہوئے اس رسالے میں لکھتے ہیں:

''ونؤمن بخروج الدَّجّال ونزول عیسَی بن مریم علیه السلام من السماء وبخروج یأجوج ومأجوج ونؤمن بطلوع الشمس من مغربها وخروج دآبّة الأرض من موضعها.''

(ص:۱۳)

ترجمہ:... ''اور ہم اِیمان رکھتے ہیں کہ دجال نکلے گا اور عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے، اور یأجوج مأجوج نکلیں گے، اور ہم اِیمان رکھتے ہیں کہ آفتاب مغرب سے نکلے گا اور دابۃ الارض اپنی جگہ سے نکلے گا۔''

اسی طرح خروجِ دجال اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کو ہر صدی کے اکابر اہلِ سنت عقائد میں درج کرتے آئے ہیں، اگر ان احادیث کی سند صحیح نہ ہوتی تو اکابر اہلِ سنت ان کو عقائد میں داخل نہ کرتے۔

علامہ تمنا عمادی

آپ نے علامہ تمنا عمادی کی کتاب ''اِنتظارِ مہدی ومسیح'' کا ذِکر کیا ہے، میں نے یہ کتاب دیکھی ہے، اس کو پڑھ کر مجھے یہ لطیفہ یاد آیا کہ ایک زمانے میں پنڈت دیانند سرسوتی نے ''ستیارتھ پرکاش'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، جس کے آخری باب میں قرآن مجید پر تنقید کی تھی، اس میں پنڈت جی نے بات یہاں سے شروع کی کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس کی اِبتدا بسم اللہ شریف سے ہوئی ہے، اگر یہ کتاب خدا کا کلام ہوتا تو خدا کے نام سے اس کی اِبتدا کیسے ہوسکتی تھی؟ پنڈت جی کی قرآن مجید پر تنقید اوّل سے آخر تک اسی قسم کے لطیفوں اور چٹکلوں پر مشتمل تھی، آریہ لوگ تو پنڈت جی کی اس کتاب سے بہت خوش ہوئے کہ واہ! ہمارے پنڈت جی نے کیا موتی پروئے ہیں، مگر مسلمانوں نے ان لچر باتوں کو پنڈت جی کی بدفہمی وبے عقلی کا نشان سمجھا۔

جناب علامہ تمنا عمادی نے بھی ایسی ہی دانش مندی کا مظاہرہ اپنی اس کتاب میں فرمایا ہے، ان کے عقیدت مند تو بے شک خوش ہوں گے کہ واہ! ہمارے علامہ نے کیسی کتاب لاجواب رقم فرمائی ہے، مگر حدیث کے طالبِ علم جانتے ہیں کہ علامہ تمنا عمادی نے یہ کتاب لکھ کر اپنی علامی کو بٹہ لگایا ہے، مولانا رُومیؒ کے بقول:

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکان زند

علامہ تمنا عمادی کی تحقیقات کے چند نمونے نقل کرتا ہوں:

۱-نواس بن سمعان صحابی رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح مسلم میں ہے، کبھی کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ اس حدیث سے جان چھڑانے کے لئے ان کی شخصیت کا اِنکار کرڈالے، یہ کارنامہ علامہ تمنا عمادی نے انجام دیا کہ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو فرضی قرار دے دیا، اِنا للہ و اِنا اِلیہ راجعون!

۲-سعید بن مسیبؒ المخزومی کے بارے میں حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

"الإمام العلم أبو محمد القرشی المخزومی عالم أهل المدینة وسیّد التابعین فی زمانه" (سیر اعلام النبلاء ج:۴ ص:۲۱۷)

"الإمام شیخ الإسلام فقیه المدینة أبو محمد المخزومی أجل التابعین"
(تذکرۃ الحفاظ ج:۱ ص:۵۴)

لیکن علامہ تمنا عمادی لکھتے ہیں:

"یہ سنیوں میں سنی اور شیعوں میں شیعہ بنے رہے۔" (ص:۱۸۰)

۳-اِمام زہریؒ کے بارے میں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

"الإمام العلم حافظ زمانه" (سیر اعلام النبلاء ج:۴ ص:۱۶۱)

"الإمام الکبیر شیخ الکوفة" (سیر اعلام النبلاء ج:۴ ص:۱۶۱)

"أعلم الحفاظ الإمام" (تذکرۃ الحفاظ ج:۱ ص:۱۰۸)

علامہ تمنا عمادی کے نزدیک یہ واضعِ حدیث تھے۔ (ص:۱۸۱)

۴-ابووائل شقیق بن سلمہؒ کے بارے میں اِمام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

"الإمام الکبیر شیخ الکوفة" (سیر اعلام النبلاء ج:۴ ص:۱۶۱)

"شیخ الکوفة وعالمها مخضرم جلیل" (تذکرۃ الحفاظ ج:۱ ص:۶۰)

۵-زر بن حبیش کے بارے میں لکھتے ہیں:

"الإمام القدوة مقرئ الکوفة" (سیر اعلام النبلاء ج:۴ ص:۱۶۶، تذکرۃ الحفاظ ج:۱ ص:۵۷)

اور تمنا عمادی صاحب ان اکابرؒ کے وجود ہی کے منکر ہیں۔

۶-اِمام عامر بن شراحیل الشعبیؒ، اِمام ابوحنیفہؒ کے اُستاذ ہیں، حضرت اِبراہیم النخعیؒ اُستاذ الاستاذ ہیں، اور اِمام سفیان ثوریؒ اِمام ابوحنیفہؒ کے ہم عصر ہیں، اِسلامی تاریخ میں ان اکابر کے نام آفتاب سے زیادہ روشن ہیں، مگر چونکہ کوفی ہیں، اس لئے ان کے

بارے میں علامہ تمنا عمادی کی رائے یہ ہے:

''اوّل تو ضروری نہیں کہ جن لوگوں کو محدثین ثقہ سمجھ لیں یا لکھ دیں وہ واقعی ثقہ ہوں بھی، ممکن ہے کہ ان کی ہوشیاریوں سے ان کا راز ائمۂ رِجال اور مستند محدثین پر نہ کھل سکا ہو۔'' (ص:۱۱۰)

۷-ایک جگہ لکھتے ہیں:

''یعقوب کی وفات کے وقت اگرچہ ابنِ راہویہ تیس برس کے تھے، مگر یہ اس وقت غالباً مرو سے نیشاپور بھی نہ آئے ہوں گے۔'' (ص:۱۷۵)

جی ہاں! تیس برس کا دُودھ پیتا بچہ مرو سے ستر میل کے فاصلے پر نیشاپور کہاں جاسکتا ہے...؟

۸-صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۹۲ میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''فَیَنْزِلُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَأُمَّهُمْ، فَإِذَا أَرَاهُ عَدُوَّ اللهِ ذَابَ کَمَا یَذُوْبُ الْمِلْحُ فِی الْمَاءِ، فَلَوْ تَرَکَهُ لَانْذَابَ حَتّٰی یَهْلِکَ، وَلٰکِنْ یَقْتُلُهُ اللهُ بِیَدِهٖ فَیُرِیْهِمْ دَمَهٗ فِیْ حَرْبَتِهٖ۔''

ترجمہ:...''پس عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم نازل ہوکر مسلمانوں کی اِمامت کریں گے، جب اللہ کا دُشمن (دجال) ان کو دیکھے گا تو اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے، اگر آپؑ اس کو چھوڑ دیتے (قتل نہ کرتے) تب بھی وہ پگھل کر ختم ہوجاتا، لیکن اللہ تعالیٰ اس کو آپؑ کے ہاتھ سے قتل کریں گے، پھر آپؑ مسلمانوں کو اپنے حربے میں اس کا لگا ہوا خون دِکھائیں گے۔''

حدیث کا مضمون صاف ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو دجال ان کو دیکھتے ہی اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح پانی میں نمک تحلیل ہوجاتا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل نہ کرتے تو وہ خود ہی پگھل پگھل کر ختم ہوجاتا، مگر چونکہ اس کی موت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مقدّر کردی ہے، اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ اس کو قتل کرائیں گے۔ مسلمانوں کو اِطمینان دِلانے کے لئے کہ دجال قتل ہوچکا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حربے میں لگا ہوا اس کا خون لوگوں کو دِکھائیں گے۔

علامہ تمنا عمادی نے حدیث کے آخری فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

''لیکن اس کو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے قتل کرلے گا، تو مسلمانوں کو اپنے حربے میں اس کا خون دِکھائے گا۔''

کسی مبتدی سے پوچھ لیجئے کہ علامہ صاحب کا ترجمہ صحیح ہے؟ بہت سی احادیث میں وارِد ہیں کہ دجال کو عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے، ان اَحادیث سے قطع نظر بھی کرلیجئے، لیکن اسی حدیث کے جو فقرے میں نے نقل کئے ہیں، یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا، ان کو دیکھتے ہی دجال کا تحلیل ہونے لگنا، اس حدیث کے انہی جملوں کو پڑھ کر ہر وہ شخص جو عربی زبان کی شد بد رکھتا ہو، آسانی سے

سمجھ لے گا کہ علامہ تمنا عمادی کا ترجمہ صحیح نہیں، یا تو انہوں نے ترجمہ جان بوجھ کر بگاڑا ہے، یا سمجھے ہی نہیں۔

میں نے اپنے اس خیال کا اِمتحان کرنے کے لئے اپنے چھوٹے لڑکے کو بلایا جو درجۂ اُولیٰ کا طالبِ علم ہے، میں نے اُبیّ شارحِ مسلم سے اس حدیث کا متن نکالا (جو مشکول ہے) بچے سے کہا کہ حدیث کے الفاظ پڑھو، چونکہ زبر زیر لگی ہوئی تھی، اس لئے اس نے الفاظ صحیح پڑھ لئے، میں نے کہا: اب ان الفاظ کا ترجمہ کر، "فینزل عیسیٰ بن مریم" سے اس نے ترجمہ شروع کیا، اور جس لغت میں وہ اٹکتا میں اسے بتاتا رہا، اب آخر میں اِمتحانی الفاظ آئے: "ولٰکن یقتله الله بیده" میں نے کہا: یہ بہت آسان الفاظ ہیں، سوچ کر اس جملے کا ترجمہ خود کرو، میں نہیں بتاؤں گا، اس نے بلاتکلف ترجمہ کیا:

"لیکن قتل کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ سے۔"

میں نے پوچھا: کن کے ہاتھ سے؟ اس نے برجستہ کہا:

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے، پس دِکھائیں گے عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو اس کا خون اپنے حربے میں۔"

میں نے بچے کو تمنا عمادی صاحب کا ترجمہ پڑھ کر سنایا کہ ان صاحب نے تو یہ ترجمہ کیا ہے، تو بچے نے کہا: "کیا یہ شخص مسلمان تھا؟"

لیکن علامہ تمنا عمادی اپنے غلط ترجمے کا اِلزام حدیثِ رسول پر دھرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ ہے کہ جس کو حدیثِ رسول کہا جاتا ہے، جس کی تہمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائی جاتی ہے، "اللہ خود اپنے ہاتھ سے مسیحِ دجال کو قتل کرے گا، اور اپنا خون آلود حربہ مسلمانوں کو دِکھائے گا" تاکہ مسلمانوں کو یقین ہو کہ واقعی اللہ ہی نے دجال کو خود قتل کیا ہے۔ معاذ الله من تلک الهفوات، ما قدروا الله حق قدره، سبحان ربک رب العزة عما یصفون۔" (ص:۲۵۲)

اب فرمائیے! جن ہفوات سے تمنا صاحب پناہ مانگ رہے ہیں، وہ ہفوات حدیثِ رسول میں ہیں، یا خود تمنا صاحب کے نہاں خانۂ دِماغ میں؟ اور جس شخص کو سخن فہمی کا چشم بدڈور ایسا سلیقہ ہو، "حدیثِ رسول" پر اس کی تنقید ایسی ہی ہوگی جیسی پنڈت جی کی تنقید قرآن پر، نعوذ بالله من الغوایة والغباوة!

حملہ بر خودی کہی اے سادہ مرد
ہمچو آں شیرے کہ برخود حملہ کرد

۹- اِمام ابنِ ماجہؒ نے اپنی سنن (ص:۲۹۷-۲۹۹) میں حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے، حدیث نقل کرنے کے بعد اِمام ابنِ ماجہؒ فرماتے ہیں:

"قَالَ أُبُوْ عَبْدِاللهِ: سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ الطَّنَافِسِيْ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ

الْمُحَارِبِیّ یَقُوْلُ: یَنْبَغِیْ اَنْ یُّدْفَعَ ھٰذَا الْحَدِیْثِ إِلَی الْمُؤَدِّبِ حَتّٰی یَعْلَمَهُ الصِّبْیَانُ فِی الْکِتَابِ۔" (ص:۲۹۹)

مطلب یہ کہ اِمام ابنِ ماجہؒ اپنے شیخ ابوالحسن طنافسیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے شیخ عبدالرحمٰن المحاربیؒ فرماتے تھے کہ: یہ حدیث علاماتِ قیامت کی جامع ہے، یہ تو اس لائق ہے کہ مکتب کے اُستاذ کو دینی چاہئے تاکہ بچوں کو یاد کرائے۔

اِمام ابنِ ماجہؒ کی اس عبارت میں کوئی اُلجھن ہے، نہ کوئی اِشکال۔ عام طور سے محدثین حدیث نقل کرکے حدیث کے متعلق کوئی فائدہ اور کوئی نکتہ اِرشاد فرمادیا کرتے ہیں، اِمام ترمذیؒ "قال ابوعیسیٰ" کہہ کر فوائدِ حدیث پر بالالتزام کلام فرماتے ہیں، اور اِمام ابوداؤدؒ کا "قال ابوداؤد" ان کی کتاب کی گویا جان ہے، اِمام بخاریؒ "قال ابوعبداللہ" کہہ کر اور اِمام نسائیؒ "قال ابوعبدالرحمٰن" کہہ کر کہیں کہیں کلام فرماتے ہیں۔ البتہ صحیح مسلم میں (مقدمہ کے علاوہ) بہت کم "قال مسلم" آتا ہے، اور اسی طرح ابنِ ماجہؒ میں بھی "قال ابوعبداللہ" کم آیا ہے۔

الغرض اِمام ابنِ ماجہؒ کا "قال ابوعبداللہ" کہہ کسی حدیثی فائدے کی طرف اشارہ کردینا محدثین کا جانا پہچانا معمول ہے، اس میں حدیث کے طالبِ علم کو کبھی اِشکال نہیں ہوا۔ لیکن علامہ تمنا عمادی پہلے شخص ہیں جس نے "قال ابوعبداللہ" کو دیکھ کر اس پر ہوائی قلعہ تعمیر کرلیا، اور "سرچڑھ کر بولنے والا جادُو" کی سرخی جماکر اس پر تین صفحے کی لغو تقریر جھاڑ دی۔ (ص:۲۹۵-۲۹۷)

یہ ہے علامہ تمنا عمادی کی احادیثِ نبویہ پر تنقید۔ اسی سے معلوم ہوجاتا ہے کہ ہمارے علامہ صاحب حدیث کے متن و اسناد کو بس اتنا ہی سمجھتے تھے جتنا کہ پنڈت دیانند سرسوتی نے قرآن مجید کو سمجھا۔ پنڈت جی نے قرآن مجید پر نکتہ چینی کرکے بزعمِ خود ثابت کردیا کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہوسکتا، اور ہمارے علامہ صاحب نے احادیث شریفہ میں کیڑے نکال کر بزعمِ خود یہ باور کرلیا کہ احادیث شریفہ کلامِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں ہوسکتا۔ پنڈت جی نے کلامِ اِلٰہی پر حملہ کرکے اسلام کو باطل کرنا چاہا، مگر اس کے بجائے اپنی بدعقلی، بدفہمی کا منہ بولتا ثبوت فراہم کرگئے۔ اور علامہ تمنا عمادی کلامِ رسول پر حملہ کرکے اسلامی سرمایہ سے اُمت کو بدظن کرنا چاہتے ہیں، مگر اس کے بجائے خود اپنی علامیت کو داغدار کرگئے۔ جس طرح پنڈت جی کی تنقید سے قرآن کا کچھ نہیں بگڑا، اسی طرح علامہ جی کی ان لغو تنقیدات سے حدیث کا کچھ نہیں بگڑا، کلامِ رسول، کلامِ اِلٰہی کے خادم کی حیثیت سے زندہ جاوید رہا ہے، اور قیامت تک اِن شاء اللہ رہے گا، وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ!

صحیح بخاری کی احادیث

آنجناب تحریر فرماتے ہیں:

"صحیح بخاری کی دو احادیث کے بارے میں لکھتا ہوں، بخاری شریف میں نزولِ عیسیٰ پر دو احادیث موجود ہیں، جس میں سے پہلی حدیث کا راوی اسحاق بن محمد بن اسماعیل بن ابی فروہ المدنی الاموی مولیٰ عثمانؓ ہیں۔ ان اِسحاق کے بارے میں اِمام ابوداؤدؒ صاحب السنن سے کسی نے پوچھا تو انہوں ان کو "واہی" قرار دیا۔

اِمام نسائی نے اس اِسحاق کو ''متروک الحدیث'' قرار دیا ہے۔ اِمام دارقطنیؒ نے اس اِسحاق کو ''ضعیف'' کہا ہے، ساجیؒ نے اِقرار کیا ہے کہ اس اِسحاق میں ''ضعف'' ہے۔ (تہذیب التہذیب ج:۱ ص:۲۳۸)

صحیح بخاری کی دُوسری حدیث کا راوی ابنِ بکیر ہے جس کا پورا نام یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر المصری ہے۔ یہ ابنِ بکیر قریش کا آزاد کردہ غلام تھا، ابوحاتمؒ نے اس ابنِ بکیر کے متعلق کہا ہے کہ ان کی حدیث لکھ لی جائے مگر وہ سند حجت نہیں ہے۔ اِمام نسائیؒ نے اس ابنِ بکیر کو ''ضعیف'' اور ''لیس بثقة'' کہا ہے کہ یہ ثقہ راوی نہیں ہے۔ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ ''لیس بشیء'' یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ خود اِمام بخاریؒ نے تاریخ صغیر میں لکھا ہے کہ تاریخ میں ابنِ بکیر نے جو کچھ اہلِ حجاز سے کہا ہے میں اس کی نفی کرتا ہوں۔ اِمام مالکؒ اور اِمام لیث بن سعدؒ سے ابنِ بکیر ایسی بہت سی حدیثیں روایت کرتے ہیں جو اور کوئی بھی روایت نہیں کرتا۔ صحیح بخاری کے علاوہ دُوسرے جن کتب کے حوالے آپ نے دیئے ہیں ان کتب کی نزولِ عیسیٰ والی احادیث میں بھی ایسے ہی اسحاق اور ابنِ بکیر کی طرح کالے ناگ موجود ہیں، جن پر محققین نے لمبی چوڑی بحث کی ہے۔''

تنقیح:... یہاں چند اُمور قابلِ ذکر ہیں:

اوّل:... اِمام بخاریؒ نے ''نزولِ عیسیٰ علیہ السلام'' کے باب میں دو حدیثیں ذِکر کی ہیں، پہلی حدیث دو جگہ ذِکر کی ہے، اوّل: ''کتاب البیوع، باب قتل الخنزیر'' میں، اس کی سند یہ ہے:

''حدثنا قتیبة بن سعید ثنا اللیث عن ابن شهاب عن ابن المسیب ... إلخ۔''

(ج:۱ ص:۲۹۶)

اور دُوسری جگہ اَحادیث الانبیاء'' باب نزول عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم'' میں، اس کی سند یہ ہے:

''حدثنا إسحاق انا یعقوب بن إبراهیم ثنا ابی عن صالح عن ابن شهاب ... إلخ۔''

(ج:۱ ص:۴۹۰)

آنجناب کی تنقید صرف دُوسری سند سے متعلق ہے، پہلی سند پر آپ کوئی تنقید نہیں کرسکے، اس لئے یہ حدیث آپ کی تنقید کے بعد بھی صحیح رہی، فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَلَہُ الشُّکْرُ!

دوم:... دُوسری سند میں اِمام بخاریؒ کے شیخ اِسحاق بن ابراہیم (المعروف بہ ابنِ راہویہ) ہیں، آنجناب نے ان کو بلاوجہ ''اِسحاق بن محمد بن اسماعیل بن ابی فروہ المدنی الاموی مولیٰ عثمان'' قرار دے کر ان کی تضعیف نقل کردی، اور سمجھ لیا کہ حدیث ضعیف ہے۔ یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے، کیونکہ حافظ الدنیا ابنِ حجرؒ نے ''فتح الباری'' میں ان کو اِسحاق بن ابراہیم المعروف ''ابنِ راہویہ'' قرار دِیا ہے، اور اس کی دلیل یہ نقل کی ہے:

''وقد أخرج أبو نعیم فی المستخرج هٰذا الحدیث من مسند إسحاق بن راهویه وقال أخرجه البخاری عن إسحاق۔'' (فتح الباری ج:۶ ص:۴۹۱)

ترجمہ:... "ابونعیم نے "مستخرج" میں یہ حدیث مسندِ اِسحاق بن راہویہ سے تخریج کی ہے، اور کہا ہے کہ اِمام بخاریؒ نے یہ حدیث اِسحاق بن راہویہ سے روایت کی ہے۔"

پس جب حدیث مسندِ اِسحاق بن راہویہ میں موجود ہے تو اِمام بخاریؒ کے اُستاذ کا نام اِسحاق بن محمد بن اسماعیل بتانا بے دلیل بلکہ خلافِ دلیل ہے، لہٰذا آپ کا یہ اِعتراض اس سند پر بھی غلط ٹھہرا، اور الحمدللہ! بخاری کی حدیث دونوں سندوں سے صحیح نکلی۔

سوم:... اِمام بخاریؒ نے دُوسری حدیث اس سند سے روایت کی ہے:

"حدثنا ابن بكير ثنا الليث عن يونس عن ابن شهاب عن نافع مولٰى أبى قتادة الأنصارى أن أبا هريرة قال ... إلخ۔"

اس پر آپ کا اِعتراض یہ ہے کہ ابوحاتمؒ، نسائیؒ، اور یحییٰ بن سعیدؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے، خود اِمام بخاریؒ نے تاریخ صغیر میں لکھا ہے کہ: "ابنِ بکیر نے جو کچھ اہلِ حجاز سے کہا ہے میں اس کی نفی کرتا ہوں۔"

اس سلسلے میں چند اُمور ملحوظ رکھے جائیں:

۱:... راویانِ حدیث کے بارے میں اگر جرح وتعدیل کا اِختلاف ہو تو دیکھنا یہ ہوگا کہ جرح لائقِ اِعتبار ہے یا نہیں؟ اِمام بخاریؒ اور اِمام مسلمؒ جن راویوں سے اَحادیث لیتے ہیں وہ ان کے نزدیک ثقہ ہوتے ہیں، کیونکہ ان کا اِلتزام ہے کہ وہ صحیح حدیث نقل کریں گے، اس لئے اگر وہ کسی راوی سے حدیث لیتے ہیں تو یہ ان کی طرف سے اس راوی کی توثیق ہے، اور معرفتِ رجال میں اِمام بخاریؒ اور اِمام مسلمؒ کا مرتبہ کسی محدث سے کم نہیں، اس لئے کسی دُوسرے محدث کی جرح ان پر حجت نہیں، اس لئے شیخ ابوالحسن المقدسیؒ فرماتے تھے کہ: جس راوی سے اِمام بخاریؒ نے حدیث کی تخریج کی ہے "وہ پل سے پار ہوگیا"۔ یعنی کسی دُوسرے کی جرح اس کے مقابلے میں لائقِ اِعتبار نہیں۔ (مقدمہ فتح الباری فصل:۹ ص:۳۸۴)

۲:... اِمام بخاریؒ کا جو مقولہ آپ نے تاریخ صغیر سے نقل کیا ہے، وہ تاریخ سے متعلق ہے، چنانچہ حافظؒ نے مقدمہ فتح میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے:

"وما روىٰ يحيٰى بن بكير عن أهل الحجاز فى التاريخ فإنى اتقيه۔"

(ج:۱۴ ص:۴۵۲)

ترجمہ:... "یحییٰ بن بکیر نے اہلِ حجاز سے جو کچھ نقل کیا ہے میں اس سے بچتا ہوں۔"

آپ نے یہ حوالہ تہذیب التہذیب سے نقل کیا ہے، اس میں "اتقیہ" کے بجائے "انفیہ" غلط چھپا ہے، (تہذیب التہذیب میں مطبعی اغلاط بہ کثرت ہیں) آپ نے اس کے مطابق ترجمہ کردیا، اور فی التاریخ کا لفظ اُڑا دیا۔ اس حوالے سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اِمام بخاریؒ کی اپنے مشائخ کی تمام مرویات پر نظر تھی، اور وہ جو کچھ کسی سے لیتے تھے اسے نہایت حزم واِحتیاط سے لیتے تھے، چنانچہ حافظ ابنِ حجرؒ ان کے اسی قول پر یہ تعلیق فرماتے ہیں:

"فهٰذا يدلك علىٰ انه ينتقى حديث شيوخه"

ترجمہ:... ''اِمام بخاریؒ کے اس قول سے تم کو واضح ہوگا کہ وہ اپنے مشائخ کی حدیث کو چن کر لیتے ہیں۔''

الغرض اِمام بخاریؒ کے اس اِرشاد سے تو ان کا مزید تیقظ و اِتقان ثابت ہوتا ہے، نہ کہ ان کی حدیث کا مجروح ہونا۔

۳:... اِمام بخاریؒ نے یحییٰ بن بکیر کی روایت کو نقل کر کے آخر میں لکھا ہے: ''تابعہ عقیل والأوزاعی'' یعنی ''عقیل اور اوزاعی (یحییٰ بن بکیر کے شیخ الشیخ) نے یونس کی متابعت کی ہے۔'' اور بخاری کے بین السطور حاشیہ میں ''فتح الباری'' کے حوالے سے اس متابعت کی سند بھی مذکور ہے، گویا اِمام بخاریؒ نے اس متابعت کو ذِکر کر کے یونس تک تین سندیں ذِکر فرمائی ہیں۔

جب اِمام بخاریؒ نے یحییٰ بن بکیر کے علاوہ حدیث کی دو صحیح سندیں مزید ذِکر کر دیں تو یحییٰ بن بکیر کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کا کیا جواز رہا؟ الغرض یہ حدیث بھی بلاغبار صحیح نکلی، اور آنجناب کا اِعتراض غلط ثابت ہوا۔

چہارم:... آپ کو نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کی تمام احادیث میں اِسحاق اور ابنِ بکیر جیسے ''کالے ناگ'' نظر آتے ہیں ...نعوذ باللہ... اگر میں صرف ان کتابوں کی اسانید جمع کروں جو ہمارے سامنے موجود ہیں، تو آپ کو نظر آئے گا کہ کتنے بڑے بڑے ائمۂ دِین کو آپ نے ''کالے ناگ'' کا خطاب دے ڈالا، میں نہیں چاہتا کہ آپ کی جناب میں کوئی گستاخی کا لفظ لکھوں، لیکن آپ تمام ائمۂ دِین کو ''کالے ناگ'' بتاتے ہیں، اس لئے اِخلاص اور خیرخواہی کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ مالیخولیا کے مریض کو خواب میں ''کالے ناگ'' نظر آیا کرتے ہیں، خدا نہ کرے آپ تمام اکابرِ اُمت کی گستاخی کر کے کہیں ''اِیمانی مالیخولیا'' کے مریض نہ ہو جائیں، لہٰذا اس گستاخانہ لفظ سے توبہ کیجئے، اپنے اِیمان کی فکر کیجئے، اور کسی مصلحِ ربانی سے رُجوع کیجئے۔

میں قبل ازیں اِمامِ اعظمؒ کے رسالہ فقہِ اکبر کی عبارت نقل کر چکا ہوں، حضرتِ اِمامؒ کی ولادت علیٰ اِختلاف الاقوال ۶۰، ۷۰ یا ۸۰ھ میں ہوئی،... آخری قول زیادہ مشہور ہے... اور بالاتفاق ۱۵۰ھ میں ان کی وفات ہوئی، گویا کم از کم تیس سال انہوں نے صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے... کیونکہ آخری صحابی کا اِنتقال ۱۱۰ھ میں ہوا... وہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر اَحادیثِ صحیحہ متواترہ کا حوالہ دے کر اس کو اپنے عقائد میں شامل کرتے ہیں، اور اس کے بارے میں ''حق کائن'' فرماتے ہیں۔ اس وقت نہ اِمام بخاریؒ تھے اور نہ ان کے اُستاذ، مگر یہ عقیدہ اس وقت بھی اُمت میں متواتر تھا، اسی بنا پر اِمام الائمہ اِمامِ اعظمؒ نے اس کو عقائدِ اِسلامی میں شامل فرمایا، ذرا غور سے کام لیں تو آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک تواتر کے ساتھ ''نزولِ عیسیٰ علیہ السلام'' کا عقیدہ نقل کرنے والے نظر آئیں گے، ان سب کو اگر ''کالے ناگ'' تصوّر کریں گے تو فرمایئے! آپ کا اِیمان کدھر جائے گا...؟ خیرخواہی سے کہتا ہوں کہ اگر اِیمان کی خیر منانی ہے تو اپنا عقیدہ سلف صالحین صحابہؓ و تابعینؒ کے مطابق رکھئے: ''مرادِ ما نصیحت بود و گفتیم''۔

آنجناب تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا صاحب! میں منکرِ اَحادیث نہیں ہوں، لیکن مجروح یا مجہول راویوں کی احادیث کو کبھی بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ کسی حدیث کے صحیح و غلط ہونے کا اگر کوئی معیار صحیح ہو سکتا ہے تو وہ ایک ہی معیار ہے، یعنی اگر وہ حدیث عقائد و عبادات اور تعلیم اُصول اخلاق و معاملات سے متعلق ہے تو اس کا نصِ قرآنی کے مطابق ہونا

ضروری ہے، اور اگر محض دُنیاوی کسی ایسی بات سے متعلق ہے جس کا لگاؤ دِینی اُمور سے نہیں تو اگر وہ عقل قرآنی ودرایتِ قرآنیہ کے مطابق ہے جب ہی اس کی نسبت رسول اللہ کی طرف صحیح تسلیم کی جاسکتی ہے، لیکن یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ جو حدیث نصِ قرآنی کے بالکل مطابق ہو اور عقل ودرایتِ قرآنیہ کے بھی خلاف نہ ہو وہ صحیح ہو۔ چنانچہ ائمۂ حدیث کی کتبِ موضوعات میں ایسی بہت سی احادیث ملیں گی جو نہ قرآن کے خلاف ہیں، نہ قرآنی عقل ودرایت کے خلاف، مگر محدثین نے ان کو دُوسرے اسباب کی بنا پر موضوع قرار دیا ہے، ان میں اکثر وہی حدیثیں ہیں جن کے راوی مجروح ہیں یا مجہول۔ اس کو بھی محدثین نے تسلیم کرلیا ہے کہ کسی حدیث کا صحیح الاسناد ہونا اس کی صحت ثابت کرنے کے لئے کوئی قطعی دلیل نہیں، کیونکہ جھوٹی حدیثیں بنانے والے جھوٹے اسناد بھی بناسکتے تھے اور بناتے تھے، من گھڑت احادیث عالی اسناد کے ساتھ محدثین کی کتابوں میں داخل کردیا کرتے تھے، اکابر محدثین کے شاگرد بن کر ان کے ساتھ رہ کر ان کے مسوّدات میں ردّ وبدل اور کمی بیشی کے علاوہ مستقل حدیثیں بھی بڑھادیا کرتے تھے۔ اس سے کوئی بھی شخص جس نے فنِ حدیث سے کسی حد تک بھی واقفیت حاصل کی ہو، انکار نہیں کرسکتا۔ اسی طرح صرف اس لئے کہ کسی حدیث کے بعض راوی مجروح یا وضاع وکذّاب ہیں، اگر وہ قرآنی درایت کے مطابق ہے تو اس کو قطعی طور سے موضوع یا غلط نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ کوئی جھوٹے سے جھوٹا شخص ہر بات جھوٹی ہی نہیں بولتا، کبھی وہ کوئی سچی بات بھی ضرور بولتا ہے، اس تمہید کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی بھی حدیث جو موجودہ کتبِ حدیث میں ہے، چاہے وہ صحاحِ ستہ ہی نہیں بلکہ ساری کتبِ احادیث کی متفق علیہ کیوں نہ ہو، اس وقت تک صحیح نہیں کہی جاسکتی جب تک درایتِ قرآنیہ اس کی صحت پر مہرِ تصدیق ثبت نہ کردے۔ اور اِتفاق سے نزولِ عیسیٰ کے بارے میں جتنی بھی اَحادیث کتبِ اَحادیث میں موجود ہیں وہ سارے درایتِ قرآنیہ کے خلاف ہیں۔''

تنقیح:... ۱:...آپ منکرِ حدیث کیوں ہونے لگے، منکرِ حدیث تو منکرِ رسول ہے... صلی اللہ علیہ وسلم ...اور منکرِ رسول، منکرِ قرآن ہے۔ خدا نہ کرے کہ آپ منکرِ حدیث ہوکر منکرِ رسول اور منکرِ قرآن ہوجائیں، لیکن یہاں بھی محض اِخلاص کے ساتھ ایک نصیحت کرتا ہوں، وہ یہ کہ صحیحین میری اور آپ کی ردّ وکد سے اُونچی ہیں، اِمام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

''أما الصحيحان فقد اتفق المحدثون علٰى ان جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع، وانهما متواتران إلىٰ مصنفيهما، وانه كل من يهون أمرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين۔'' (حجۃ اللہ البالغہ ج:۱ ص:۱۳۴)

ترجمہ:...''لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم! پس محدثین اس پر متفق ہیں کہ ان دونوں میں جو مرفوع متصل اَحادیث ہیں وہ قطعاً صحیح ہیں، اور یہ کہ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفوں تک متواتر ہیں، اور یہ کہ جو شخص ان دونوں کے بارے میں توہین کا مرتکب ہو وہ مبتدع ہے، المؤمنین کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلنے والا ہے۔''

حضرت شاہ صاحبؒ نے اس عبارت میں تین باتیں فرمائی ہیں:

* ...صحیحین کی احادیث، جو مرفوع متصل ہیں، قطعی صحیح ہیں، ان میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

* ...صحیحین ان کے جلیل القدر مصنّفین سے آج تک متواتر ہیں، یہ احتمال نہیں کہ کسی نے درمیان میں گڑبڑ کردی ہوگی، یا ایسی چیز ان میں داخل کردی ہوگی جو اِمام بخاریؒ و مسلمؒ نے نہیں لکھی تھی۔

چنانچہ اَسّی ہزار آدمیوں نے تو براہِ راست اِمام بخاریؒ سے صحیح بخاری کا سماع کیا ہے، اور اس کے بعد یہ تعداد بڑھتی ہی چلی گئی ہے، مشرق و مغرب اور جنوب و شمال جہاں بھی جائیے، صحیح بخاری کے یہی نسخے ملیں گے، اور صحیح بخاری کی یہ مقبولیت من جانب اللہ ہے، کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔

* ...جو لوگ صحیحین کی احادیث کی توہین کے مرتکب ہیں، وہ شاہ صاحبؒ کے بقول: ''متبع غیر سبیل المؤمنین'' ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

''وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا'' (النساء:۱۱۵)

ترجمہ:... ''اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو اَمرِ حق ظاہر ہوچکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دُوسرے رستے ہولیا، تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے، کرنے دیں گے، اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے جانے کی۔''

۲:...اُوپر کے نمبر سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ اَحادیثِ متواترہ نہ قرآن کے خلاف ہیں، نہ درایتِ قرآن کے خلاف۔ قرآنِ کریم کی آیات جو عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہیں، ان پر گفتگو ہوچکی ہے، اور میں عرض کرچکا ہوں کہ قرآنِ کریم کی ایک آیت بھی ایسی نہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر دَلالت کرتی ہو، بلکہ قرآن مجید کی آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول کی تصریحات موجود ہیں۔ اپنے پاس سے ایک نظریہ تراش کر اسی کو درایتِ قرآنیہ کا نام دے لینا اور پھر اَحادیثِ نبویہ کو اس نام نہاد ''درایت'' کے معیار پر پرکھنا صحیح نہیں، ایسی درایت سے ہر مؤمن کو پناہ مانگنی چاہئے۔

۳:...صحیح، مقبول، ضعیف اور موضوع اَحادیث کو اَکابر محدثینؒ نے چھانٹ کر اس طرح الگ کردیا ہے کہ دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی الگ الگ کردیا ہے، مگر یہ کام بھی میرے اور آپ کے کرنے کا نہیں، اکابر محدثینؒ اس سے فارغ ہوچکے ہیں، اس کے بعد اس وہم میں مبتلا ہونے کی کوئی گنجائش نہیں جس نے آپ کو پریشان کر رکھا ہے، الحمدللہ! ہمارے دِین کی ہر ہر چیز اتنی صاف ستھری اور نکھری ہوئی ہے کہ گویا یہ دِین آج نازل ہوا ہے، دِینِ قیم کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے فوق العادت اسباب پیدا فرمائے، جن کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔

۴:...اُوپر عرض کرچکا ہوں کہ آج تک نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث کو کسی اِمام، مجدّد اور کسی صحابی و تابعی نے درایتِ قرآنیہ کے خلاف نہیں سمجھا، اگر کچھ لوگ ایسا سمجھتے ہیں تو ان کی درایت ہی نہیں بلکہ ان کا اِسلام بھی مشکوک ہے، ایسے لوگوں سے

دریافت کیجئے کہ ان کی درایت کے صحیح ہونے کا معیار کیا ہے؟ قرآنی معیار تو اُوپر نقل کرچکا ہوں کہ جو شخص ''غیر سبیل المؤمنین'' کا متبع ہو، وہ ''نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ'' کا مصداق ہے، ایسے شخص کی درایت جنتی درایت نہیں، بلکہ جہنمی درایت ہے۔ ایسی درایت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ...!

مسیحِ دجال

آنجناب تحریر فرماتے ہیں:

''صفحہ نمبر ۲۵۳ پر ابوداؤد اور مسندِ احمد کے حوالے سے آپ نے لکھا ہے: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیحِ دجال کو ہلاک کردیں گے، پھر ان کی وفات ہوگی....الخ۔''

مولانا صاحب! اگر آپ لفظ ''دجال'' کے معنی پر روایت پرستی کی حالت سے نکل کر، ٹھنڈے دِل سے غور فرمائیں گے تو ممکن ہے آپ پر یہ حقیقت کھل جائے کہ ''دجال'' والی حدیث وضعی ہے۔ ''دجال'' دجل سے ہے، عربی کا لفظ ہے، اور معنی ہے فریب، جھوٹ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے ''مسلم'' میں رسول اللہ کی جو مسنون دُعائیں مروی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ:

''وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّال''

ترجمہ: ''اے اللہ! میں جھوٹے مسیح کے فتنے سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔''

گویا جو بھی مسیح ہونے کا دعویٰ کرے گا تو وہ جھوٹا ہوگا، اور فتنہ پھیلائے گا، لہٰذا میں اس ہر جھوٹے مسیح کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس دُعا سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ قیامت تک کوئی بھی مسیح آئے گا ہی نہیں۔ اور جو آنے کا دعویٰ کرے گا تو وہ صریح جھوٹا ہوگا۔ عیسیٰ کے دوبارہ آنے کا عقیدہ چونکہ نصاریٰ (عیسائیوں) میں پہلے سے موجود تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس باطل عقیدے کی تردید اپنی دُعا میں کردی۔''

تنقیح:...دجال کی حدیث بھی متواتر اور تمام اُمت کے نزدیک مُسلَّم ہے، چنانچہ ''فقہِ اکبر'' کے حوالے سے نقل کرچکا ہوں کہ امام ابوحنیفہؒ نے امام ابوداؤدؒ اور امام احمدؒ سے پہلے ان احادیثِ صحیحہ کو ثبت فرماکر ''حق کائن'' فرمایا ہے، اور اوّل سے آخر تک پوری اُمت ان صحیح احادیث کے مطابق عقیدہ رکھتی آئی ہے کہ قربِ قیامت میں ''الاعور الدجال'' نکلے گا، اور اس کو قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ اُمتِ اسلامیہ کے اکابر میں ایک نام بھی آپ پیش نہیں کرسکتے جو خروجِ دجال کا منکر ہو۔

۲:...آپ کی یہ بات صحیح ہے کہ دجال کا لفظ دجل سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں جھوٹ، فریب۔ ہر وہ شخص جو جھوٹ وفریب کے ذریعے حقائق کو تبدیل کرے، اور تأویلات اور چالاکیوں کے ذریعے سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کرے، اور حق کو باطل اور باطل کو حق باور کرانے کی کوشش کرے، وہ دجال ہے۔ لیکن ان تمام دجالوں کا پیر اور اُستاد آخری زمانے میں ظاہر ہوگا

جس کو ''دَجالِ اکبر''، ''دَجالِ اَعوَر'' اور ''المسیح الدجال'' کہا جاتا ہے، گویا وہ سراپا دجل ہوگا، اور اس میں حق پرستی کی ادنیٰ رمق بھی موجود نہیں ہوگی، یہاں تک کہ اس کا کفر اس کی پیشانی سے ظاہر ہوگا، اور ہر مؤمن خواندہ وناخواندہ اس کی پیشانی پر ''کافر'' کا لفظ پڑھے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دجال سے اَحادیثِ متواترہ میں پناہ مانگی ہے، اور اُمت کو اس کی تعلیم فرمائی ہے، الحمدللہ! یہ ناکارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وہدایت کے مطابق ہر نماز میں یہ دُعا مانگتا ہے:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔''

اور یہ ناکارہ اپنے اَحباب کو اس کی تاکید کرتا ہے کہ ہمیشہ اِلتزام کے ساتھ یہ دُعا کیا کریں۔

۳:...آپ کی یہ بات بھی صحیح ہے کہ جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح مسیح ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے، وہ دجال ہے، لیکن اس سے آخری زمانے میں نکلنے والے ''دجالِ اکبر'' کی نفی نہیں ہوتی، بلکہ تاکید ہوتی ہے، کیونکہ وہ بھی مسیح ہونے کا دعویٰ کرے گا، اور وہ آخری شخص ہوگا جو مسیح ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرکے خلقِ خدا کو گمراہ کرے گا۔

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ''المسیح'' کا لقب قرآن نے دِیا ہے، اور ہر مسلمان ان کو اس لقب سے جانتا پہچانتا ہے، اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ''مسیح'' کا دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی، نہ وہ اس کا دعویٰ کریں گے۔ کیونکہ جب وہ نازل ہوں گے تو ہر مسلمان ان کو پہچان لے گا کہ یہ ''المسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام'' ہیں۔ اس لئے ان کی شخصیت جھوٹے مدعیانِ مسیحیت میں شامل نہیں، بلکہ وہ ان جھوٹوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کرنے کے لئے آئیں گے۔ الغرض آپ کا یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دُعا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی نفی کرنے کے لئے ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آنے کی نفی نہیں کی، بلکہ تاکید درتاکید کے ساتھ ان کی تشریف آوری کی خبر دی ہے، ان کو پہچان لینے کا حکم فرمایا، ان کے کارنامے بیان فرمائے ہیں جو وہ نزول کے بعد انجام دیں گے، ان کو سلام پہنچانے کا حکم فرمایا ہے۔

۴:...اس خیال کی اِصلاح پہلے کرچکا ہوں کہ ''چونکہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کے قائل تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عقیدے کی تردید فرمائی۔'' میں بتاچکا ہوں کہ قرآنِ کریم نے ''بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَیْهِ'' فرماکر ان کے رفعِ آسمانی کی تصریح کی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بھی حدیث پیش نہیں کی جاسکتی جس میں یہ فرمایا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں آئیں گے، بلکہ یہ فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، وہ دوبارہ تشریف لائیں گے۔

مہدی آخرالزمان

آنجناب تحریر فرماتے ہیں:

''صفحہ نمبر:۲۵۷ پر آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"آنحضرتؐ کی متواتر اَحادیث میں وارِد ہے کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت حضرت مہدیؒ اس اُمت کے اِمام ہوں گے اور حضرت عیسیٰ ان کی اِقتدا میں نماز پڑھیں گے۔"

محترمی! میری کوشش ہوگی کہ مختصراً اور ٹھوس دلائل سے "اِمام مہدی" پر تبصرہ کروں کیونکہ عین ممکن ہے کہ آپ کی دِینی مصروفیات اتنے طویل خط کو تدبیر اور تفکر کے ساتھ پڑھنے کا موقع نہ دیں گی۔ "مہدی" عربی زبان میں ہر ہدایت یافتہ کو کہا جاتا ہے، یہ کسی مخصوص شخص کا لقب نہیں اور نہ یہ لفظ کسی مخصوص شخص کے لئے قرآن وسنت میں اِستعمال کیا گیا ہے، اگر آپ احادیثِ صحیحہ پر غور کرلیں تو نبی کریم نے بھی عربیت کے لحاظ سے اسے عام طور پر اِستعمال فرمایا ہے، اور اس کا ثبوت وہ مشہور حدیثِ نبوی ہے جو حضرت جریرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریمؐ نے انہیں یمن ذی الخلصہ کو گرانے کے لئے بھیجا جو کعبہ یمانیہ کہلاتا تھا، تو حضرت جریرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا، تو آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا حتیٰ کہ آپؐ کی اُنگلیوں کے نشان میرے سینے پر نظر آنے لگے اور فرمایا: اے اللہ! اسے گھوڑے پر ثابت قدم رکھ اور اسے ہادی اور مہدی بنادے۔ (صحیح بخاری جلد اوّل، صفحہ:۴۲۴)

اس کے علاوہ سنن کی مشہور حدیث ہے: "میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو" اس حدیث میں آپؐ نے لفظِ مہدی کو جمع کے طور پر اِستعمال کیا ہے اور خلفائے راشدینؓ کو مہدی قرار دیا ہے۔ چونکہ خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ سب کے سب ہدایت یافتہ تھے، لہٰذا تمام صحابہ کرامؓ مہدی ہیں، اور پھر اَمیر معاویہؓ تو ان میں بدرجہ اَولیٰ داخل ہیں، کیونکہ ان کے لئے رسولؐ اللہ نے دُعا فرمائی تھی: "اے اللہ! معاویہ کو (ہادی اور مہدی) ہدایت یافتہ اور ہدایت کرنے والا بنادیجئے اور اس کے ذریعے دُوسروں کو ہدایت عطا کیجئے۔" (ترمذی جلد دوم صفحہ:۲۴۷)

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور بلحاظِ سند یہ حدیث اسی نوعیت کی تمام احادیث سے ہزار درجہ بہتر ہے کیونکہ اس کے اکثر راوی بخاری کے راوی ہیں اور بقیہ راوی مسلم کے ہیں، اس لحاظ سے یہ شرطِ مسلم پر صحیح ہے، لہٰذا کیوں نہ تسلیم کیا جائے کہ اگر رُوئے زمین پر کوئی مہدی ہے تو وہ حضرت امیر معاویہؓ ہیں، اور اگر وہ اس منصب پر فائز نہیں ہوسکتے تو ان کے بعد کوئی اور مہدی نہیں، اسی لئے میں اس حدیث کی بنا پر یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ دراصل ہمارے مہدی امیر معاویہؓ ہیں، اور وہ اس دارِ فانی سے کوچ فرماچکے ہیں، اب کوئی آنے والا مہدی باقی نہیں رہا۔"

تنقیح:... آنجناب نے صحیح فرمایا کہ "مہدی" ہدایت یافتہ شخص کو کہتے ہیں، یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کے بارے میں "ہادی ومہدی" ہونے کی دُعا فرمائی، یہ بھی صحیح ہے کہ حضراتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو "المہدیین" قرار دے کر ان کی سنت کی اِقتدا کرنے کی تاکید فرمائی، یہ بھی صحیح ہے کہ امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دُعا فرمائی:

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا" (یااللہ! ان کو ہادی و مہدی بنا)۔

یہ تمام اُمور صحیح ہیں، لیکن آنجناب نے اس سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے کہ "آئندہ کوئی ہادی و مہدی نہیں ہوسکتا" یہ غلط ہے، اگر خلفائے راشدینؓ کے ہادی و مہدی ہونے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہادی و مہدی ہونے کی نفی نہیں ہوتی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہادی و مہدی ہونے سے آئندہ کسی کے ہادی و مہدی ہونے کی بھی نفی نہیں ہوتی، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ حضرت معاویہؓ کے بعد کوئی ہادی و مہدی نہیں تو آپ کا اِستدلال صحیح ہے۔ لیکن میرے علم میں نہیں کہ کسی ایک حدیث میں بھی ایسا مضمون ارشاد فرمایا ہو، اگر ایسی کوئی حدیث آنجناب کے علم میں ہو تو اس کو پیش فرمائیں اور اگر ایسی کوئی حدیث نہیں تو آپ کا یہ اِستدلال بھی صحیح نہیں، اگر کوئی شخص یہ اِستدلال کرے کہ "چونکہ خلفائے راشدینؓ کو "مہدی" فرمایا گیا، اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت معاویہؓ مہدی نہ ہوں" تو کیا آپ کے نزدیک یہ اِستدلال صحیح ہوگا؟ ہرگز نہیں! بس خوب سمجھ لیجئے کہ اسی طرح آپ کا اِستدلال بھی صحیح نہیں۔

ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں یہ اِرشاد فرمایا ہے کہ آخری زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جو زمین میں عدل و اِنصاف قائم کرے گا، اس کے زمانے میں دجالِ اکبر کا خروج ہوگا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے تو عین نماز کے وقت مسلمانوں کی جماعت میں پہنچیں گے، مسلمانوں کا اِمام درخواست کرے گا: "تقدم یا رُوح الله! فصلِّ لنا" لیکن وہ یہ نماز اسی اِمام کے پیچھے پڑھیں گے، اسی کو "اِمام مہدی" کہا جاتا ہے۔ علمائے اہلِ سنت نے تصریح کی ہے کہ اس خلیفۂ عادل کا ظہور قیامت کی علاماتِ صغریٰ اور کبریٰ کے درمیان برزخ ہے، کہ اس کے ظہور سے پہلے قیامت کی علاماتِ صغریٰ کا دور تھا، اور دجالِ اکبر کا خروج علاماتِ کبریٰ کا نقطۂ آغاز ہوگا، پس ایک مؤمن کو جس طرح قیامت پر اِیمان لانا ضروری ہے، اسی طرح علاماتِ قیامت پر اِیمان لانا ضروری ہے جو صحیح اَحادیث میں وارِد ہوئی ہیں، واللہ الموفق!

مہدی کا شیعی تصوّر

آنجناب لکھتے ہیں:

"البتہ شیعہ اثناعشری حضرت علیؓ سے حضرت اِمام مہدیؒ تک بارہ اِماموں کے معتقد ہیں، ان کا عقیدہ بلکہ اِیمان ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے رسالت کا سلسلہ جاری فرمایا، اسی طرح رسولِ اکرمؐ کی وفات کی بعد بندوں کی ہدایت و رہنمائی اور سربراہی کے لئے اِمامت کا سلسلہ قائم فرمایا، اور عین بارہویں اِمام (مہدی) کے آنے پر دُنیا کا خاتمہ اور قیامت ہے، یہ بارہ اِمام انبیائے کرامؑ کی طرح اللہ کی حجت اور معصوم ہیں، ان کی اطاعت بھی فرض ہے، اور مرتبہ و درجہ میں رسولِ اکرمؐ اور دُوسرے تمام انبیاءؑ سے افضل ہیں، وہ بارہ اِمام مندرجہ ذیل ہیں:

۱-اِمام حضرت علیؓ ولادت ۱۰ سال قبل بعثت، متوفی ۴۰ھ

۲-اِمام حضرت حسنؓ ولادت ۷ھ، متوفی ۴۹ھ

۳-اِمام حضرت حسینؓ ولادت ۹ھ، متوفی ۶۱ھ

۴-اِمام حضرت زین العابدینؒ ولادت ۳۸ھ، متوفی ۹۵ھ

۵-اِمام حضرت محمد باقرؒ ولادت ۵۶ھ، متوفی ۱۱۴ھ

۶-اِمام حضرت جعفر صادقؒ ولادت ۸۲ھ، متوفی ۱۴۸ھ

۷-اِمام حضرت موسیٰ کاظمؒ ولادت ۱۲۸ھ، متوفی ۱۸۳ھ

۸-اِمام حضرت علی رضاؒ ولادت ۱۴۸ھ، متوفی ۲۰۳ھ

۹-اِمام حضرت محمد تقیؒ ولادت ۱۹۵ھ، متوفی ۲۲۰ھ

۱۰-اِمام حضرت ابوالحسن علی نقیؒ ولادت ۲۱۲ھ، متوفی ۲۵۴ھ

۱۱-اِمام حضرت حسن عسکریؒ ولادت ۲۳۲ھ، متوفی ۲۶۰ھ

۱۲-اِمام حضرت محمد بن حسنؒ ولادت ۲۵۵ھ، متوفی (قربِ قیامت) ھ۔

یہی بارہویں اِمام حضرت محمد بن حسنؒ ہیں جس کو شیعہ اثناعشری اِمام مہدی کہتے ہیں، اِمام مہدی کے علاوہ ان کو اِمامِ عصر اور اِمامِ غائب بھی کہا جاتا ہے، ان کے عقیدے کے مطابق یہی اِمام ۲۵۵ھ (اب سے ۱۱۶۱ سال پہلے) میں پیدا ہوکر چار یا پانچ سال کی عمر میں معجزانہ طور پر غائب ہوگئے اور اَب تک ''سرمن رائے'' کے غار میں رُوپوش ہیں۔ شیعہ کی معتبر کتابوں کے مطابق دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرّر کئے ہوئے اِمام کا رہنا ضروری ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے، مزید لکھتے ہیں کہ بارہویں اِمام مہدی قیامت تک زندہ رہیں گے، اور قیامت سے پہلے کسی وقت غار سے برآمد اور ظاہر ہوں گے، اور اپنے ساتھ وہ اصلی قرآن جو حضرت علیؓ نے مرتب کیا تھا اور مصحفِ فاطمہؓ و نیز بندوں کی ہدایت کا وہ سب ذخیرہ جو ان سے پہلے تمام اِماموں سے وراثتاً ان کو ملا تھا جیسے الجفر اور الجامعہ وغیرہ، تو وہ سب کچھ غار سے لے کر برآمد ہوں گے، اس کے علاوہ مشہور شیعہ عالم مُلّا باقر مجلسی اپنی کتاب ''حق الیقین'' صفحہ نمبر:۱۳۹ پر رقم طراز ہیں، ''جب ہمارے اِمام قائم (اِمامِ مہدی) ظاہر ہوں گے تو عائشہ صدیقہؓ کو زِندہ کریں گے اور ان پر حد (حدِ زِنا) جاری کریں گے اور فاطمہؓ کا ان سے اِنتقام لیں گے۔'' یہی مجلسی صاحب ''حق الیقین'' میں مزید لکھتے ہیں: ''جب اِمام مہدی ظاہر ہوں گے تو وہ کافروں سے پہلے سنیوں اور خاص کر ان علماء سے کارروائی شروع کریں گے اور ان سب کو قتل کرکے نیست و نابود کریں گے۔'' اب آپ خود فیصلہ کریں کہ آپ کو کون سا مہدی چاہئے؟ یعنی اہلِ سنت والجماعت والا جو تمام صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ تھے، یا شیعوں کے بارہویں اِمام محمد بن حسن عسکری؟''

تنقیح:...اس ناکارہ نے کچھ عرصہ پہلے ''شیعہ سنی اِختلافات اور صراطِ مستقیم'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، جو اَپریل ۱۹۹۳ء میں شائع ہوئی، (اب تک اس کے چار ایڈیشن نکل چکے ہیں) اس کتاب کا پہلا باب شیعہ کے عقیدۂ اِمامت پر ہے، جو گیارہ مباحث پر مشتمل ہے، اس کی دسویں بحث، جو خاصی طویل ہے، ''اِمامِ غائب'' کے بارے میں ہے، اسے ملاحظہ فرمالیجئے، آنجناب کو معلوم ہوجائے گا کہ اِمامِ غائب کے بارے میں شیعوں کا نقطۂ نظر کیا ہے، اور اہلِ سنت کی رائے کیا ہے؟ اس کے بعد آپ کے اس طویل اِقتباس کے جواب میں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

۱۲ کا نکتہ

آنجناب تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارے کئی مفسرین حضرات نے شیعوں کا اِمام مہدی برحق تسلیم کیا ہے، جس کے ثبوت کے لئے وہ قرآن کے ہر صفحے پر تفسیر کے اِختتام پر ''۱۲ منہ'' کی اِصطلاح لکھ دیتے ہیں، ملاحظہ ہو شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اور فتح محمد خان جالندھری کے مترجم قرآنِ کریم جس کے ہر صفحے کے حاشیئے پر ہر تشریح (تفسیر) کے اِختتام پر ''۱۲ منہ'' لکھا ہوا ملے گا، یہ شیعوں کی خود ساختہ اِصطلاح ہے جس کا مطلب ہے کہ ''ان بارہ اِماموں پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل کرے جن میں سے بارہویں اِمام مہدی ہوں گے۔'' اور عین ممکن ہے کہ ہمارے ان بے چارے روایت پرستوں کو خود ''۱۲ منہ'' کے مفہوم کا پتا نہ ہو۔ لیکن مجھے تو شکوہ آپ سے ہے کہ اہلِ سنت والجماعت کے ممتاز عالمِ دِین ہوتے ہوئے آپ بھی شیعوں کے عقائد بے چارے سنیوں (جو واقعی سن ہی ہیں) پر مسلط کر رہے ہیں، حالانکہ آپ کو شیعوں کے مسائل اور عقائد سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے، ان کا اپنا دِین اور آپ کا اپنا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ سے ہرگز ان کے اعمال کا نہیں پوچھے گا، **"وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ"** (البقرۃ آیت:۱۴۱)۔

اللہ تعالیٰ سے دُعائیں ہیں کہ تمام مسلمین اور مسلمات کو موجودہ قرآنِ کریم پر متفق کرے اور تمام خرافات و بدعات کو ہم سے دُور کرے، آمین۔''

تنقیح:...ان بے چاروں کو ''۱۲ منہ'' کے مفہوم کی خبر ہے، اور نہ شیعوں کے بارہ اِماموں کی، لیکن آپ کی تحریر سے اندازہ ہوا کہ آنجناب کو ''۱۲ منہ'' کا مفہوم بھی معلوم نہیں، شیعوں کا اپنے بارہ اِماموں کے بارے میں عقیدہ بھی معلوم نہیں۔

''۱۲ منہ'' کی حقیقت تو اتنی ہے کہ جب کسی کا اِقتباس نقل کیا جاتا ہے تو اس کے خاتمے پر "انتھـــی" یا ''اھ'' لکھ دیا جاتا ہے، اور کبھی ختمِ عبارت پر ۱۲ کا ہندسہ لکھ دیا جاتا ہے جو عبارت کی اِنتہا کو بتاتا ہے۔ یہ ''ح د'' کو ہندسوں میں لکھنے کی ایک شکل ہے، ابجد کے حساب سے ''ح'' کے عدد آٹھ بنتے ہیں اور ''دال'' کے چار۔ اور آٹھ اور چار کا مجموعہ ۱۲ ہوتا ہے، پھر اگر یہ عبارت مصنف کی ہوتی ہے تو اس کو "منھیہ" کہا جاتا ہے، پس ''منہ'' کا مفہوم ہے: ''من المصنف''، اس لئے عبارت کے ختم پر ''۱۲ منہ'' لکھ دیا جاتا

ہے، اس اِصطلاح میں دُور ونزدیک بھی بارہ اِماموں کا تصوّر نہیں، یہ تو اس اِصطلاح کا مفہوم تھا۔

اور میں نے جو عرض کیا کہ آپ کو اپنے بارہ اِماموں کے بارے میں شیعوں کا عقیدہ بھی معلوم نہیں، اس کی شرح یہ ہے کہ شیعہ حضرات اپنے بارہ اِماموں کے ساتھ ''رحمہ اللہ'' نہیں لکھتے بلکہ ''علیہ السلام'' لکھتے ہیں، پس ''۱۲ منہ'' میں ''رحمہ اللہ'' کا لفظ تو ان کے عقیدے کی نفی کرتا ہے، نہ کہ ان کے عقیدے کا اِثبات۔ ہاں! اگر کسی کے ذہن پر شیعوں کے بارہ اِماموں کا اس قدر تسلط ہو کہ جہاں ۱۲ کا عدد نظر پڑا اس نے سمجھا کہ یہ بارہ اِماموں کا ذِکر ہے، وہ البتہ بارہ کے عدد کو اپنی لغت سے ضرور خارج کردے گا، لیکن الحمدللہ! ہمارے اکابر کے ذہن پر ''بارہ اِمامی'' عقیدے کا ایسا تسلط نہیں، یہی وجہ ہے کہ سالہا سال تک ''۱۲ منہ'' کی اِصطلاح پڑھتے رہے لیکن کسی کا ذہن آپ کے اِرشاد فرمودہ نکتے کی طرف منتقل نہیں ہوا۔

آخر میں جو آنجناب نے دُعا کی ہے، اس پر صمیمِ قلب سے آمین کہتا ہوں، اللہ تمام مسلمانوں کو سلف صالحین اہلِ سنت کے عقائد اَپنانے کی توفیق دے، اور نئے اور پُرانے منافقین کے وسوسوں سے ان کو محفوظ رکھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مدفن

آنجناب تحریر فرماتے ہیں:

''صفحہ نمبر: ۲۶۴ پر آپ نے سائل کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مدفن کا جواب کچھ یوں دیا ہے:

''حجرہ شریفہ میں چوتھی قبر حضرت مہدیؒ کی نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ کی ہوگی۔''

محترمی! میں بذاتِ خود جب سعودی عرب کے سفر پر تھا تو اس بات کا اِطمینان کرلیا تھا کہ رسولؐ اللہ کے روضۂ مبارک میں چوتھی قبر کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی فریضۂ حج کا سفر نصیب کریں تو اِن شاء اللہ مسجدِ نبوی میں آپ کی تسلی ہوجائے گی کہ واقعی چوتھی قبر کے لئے روضۂ رسول میں کوئی جگہ نہیں ہے، اس کے علاوہ آپ بھی میری اس رائے سے اِتفاق کریں گے کہ عقائد تو سارے کے سارے قرآنِ کریم کی محکم آیات میں مذکور ہیں، اور قرآن سے باہر کسی کو خیال تو کیا حتیٰ کہ حقیقت کو بھی عقیدے میں داخل نہیں کیا جاسکتا ہے، لہٰذا اگر واقعی عیسیٰ دوبارہ دُنیا میں تشریف لاتے، اِمام مہدی بھی تشریف لاتے اور دجال کو قتل کرتے تو پھر اتنی اہم اور عقائد پر مبنی باتیں قرآن میں ذِکر کیوں نہیں کی گئی ہیں۔ یہ ساری باتیں من گھڑت ہیں جو صحابہ کرامؓ کے مبارک دور کے بعد ان کی طرف جھوٹی منسوب کرکے گھڑی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے خرافات سے بچائے، آمین۔''

تنقیح:... بڑی خوشی کی بات ہے کہ آنجناب کو سعودی عرب جانے کا موقع ملا، لیکن آپ نے یہ نہیں لکھا کہ آپ نے کس طرح اِطمینان کرلیا تھا کہ حجرہ شریفہ میں چوتھی قبر کے لئے کوئی جگہ نہیں، یہ ناکارہ بیس پچیس مرتبہ سے زیادہ بارگاہِ نبوی... علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام... میں حاضری دے چکا ہے، اور حق تعالیٰ محض اپنے لطف سے ہر سال دو تین مرتبہ حاضری سے نوازتے رہتے ہیں

...فللہ الحمد والشکر... لیکن اس ناکارہ کو تو ایسا اِطمینان کسی نے نہیں دِلایا، بلکہ کچھ عرصہ پہلے تک تو وہاں تختی آویزاں تھی، جس پر تحریر تھا:

"هٰذا موضع قبر عيسٰى عليه السلام"

اگر آنجناب ان کتابوں کا مطالعہ فرمالیتے جو آثارِ مدینہ پر لکھی گئی ہیں، کم سے کم علامہ سمہودی کی کتاب **"وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفٰى صلى الله عليه وسلم"** ہی دیکھ لیتے تو آنجناب کو ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مدفن کا سراغ مل جاتا۔

رہا یہ کہ ان چیزوں کا ذِکر قرآن مجید میں کیوں نہیں ہے؟ میں آنجناب کے اُصولِ موضوعہ کی تنقیحات میں اس کا جواب عرض کرچکا ہوں، اَز راہِ کرم ملاحظہ فرمالیجئے۔

اور آنجناب کا یہ ارشاد کہ: "یہ ساری باتیں صحابہ کرامؓ کے بعد گھڑ کر ان کی طرف منسوب کردی گئی ہیں" اس کا آسان حل یہ ہے کہ آپ صحابہ کرامؓ سے اس کے خلاف صحیح نقل پیش کردیں، لیکن میں آپ کو اِطمینان دِلاتا ہوں کہ آپ کسی ایک صحابی کا قول بھی پیش نہیں کرسکتے۔

نفیس سوال اور لطیف جواب

آخر میں آنجناب تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا صاحب! اب میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں، لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے ملک میں طالبِ علم کی تشنگی دُور کرنے اور سوال کا جواب دینے کا علمی انداز ناپید ہوتا جارہا ہے، اور اس کی جگہ ہر اہلِ علم کے ہاں کم و بیش پانچ مہروں کا اِستعمال بڑھتا جارہا ہے۔ کسی طالبِ علم نے سوال کیا نہیں کہ فوراً کوئی نہ کوئی مہر لگائی گئی۔ مثلاً: منکرِ حدیث، وہابی، گستاخِ رسول، قادیانی اور مرتد وغیرہ۔ لیکن اس کے باوجود میں آپ سے اپنے سوال کا قرآن و اَحادیثِ صحیحہ کی روشنی میں مدلل جواب کی اُمید رکھتا ہوں، روایت ہے کہ شبِ معراج میں رسولِ کریمؐ نے بیت المقدس میں تمام انبیائے کرامؑ کو نمازِ باجماعت پڑھائی تھی۔ میرا سوال یہ ہے کہ آیا حضرت عیسیٰ بھی اس نماز میں موجود تھے؟ اگر موجود تھے تو کس حالت میں؟ یعنی بقیہ انبیائے کرامؑ کی طرح اس کی بھی صرف رُوح آئی تھی؟ اگر رُوح آئی تھی تو پھر تو اس کا جسم مبارک آسمان پر مردہ رہ گیا ہوگا، یعنی بغیر رُوح کے کیسے زندہ رہ گئے؟ یا کہ وہ اصلی حالت میں جسم اور رُوح سمیت آئے تھے؟ لہٰذا اگر وہ مجسم ہوکر آئے تھے تو جب اس نے اللہ تعالیٰ سے اُمتِ محمدیہ میں شامل ہونے کی دُعا مانگی تھی اور اُمتِ محمدیہ کے ہوتے ہوئے جب وہ مجسم تشریف لائے تھے پیغمبرؐ کے ساتھ نماز بھی بیت المقدس میں ادا کی تو اس وقت جبکہ پیغمبرؐ کو مسلمانوں کی مدد کی اشد ضرورت تھی اور گنتی کے چند نفوس اسلام قبول کرچکے تھے تو وہ بھی مشرکینِ مکہ کی ایذا رسانیوں سے اِنتہائی تنگ آچکے تھے حتیٰ کہ پیغمبرِ اسلام سمیت مدینہ منوّرہ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرت کی تو پھر اس سخت وقت میں حضرت عیسیٰ نے اُمتِ محمدیہ میں شرکت کیوں نہ کی؟ اور واپس آسمان پر کیوں تشریف لے گئے؟ پھر جب واپس گئے تو کس سواری

اور کون سے فرشتے کی معیت میں گئے؟ جبکہ پیغمبرِ اسلام تو حضرت جبرئیل کی معیت میں براق (بازاری تصاویر میں جس کا سر اور چہرہ عورت کا ہے اور بقیہ بدن گھوڑے کا) پر سوار ہوکر تشریف لے گئے تھے، پھر عیسیٰ پیغمبرِ اسلام سے پہلے کیسے بیت المقدس سے رُخصت ہوگئے؟ جبکہ عام قاعدہ ہے کہ جب تک کسی تقریب کے مہمانِ خصوصی رُخصت نہ ہوں سامعین حرکت تک نہیں کرتے اور اس تقریب میں تو مہمانِ خصوصی رسولؐ اللہ ہی تھے، کیونکہ جب رسولؐ اللہ آسمانوں پر پہنچتے ہیں تو وہاں حضرت عیسیٰ کو پہلے سے موجود پاتے ہیں، تو کیا یہ رسولؐ اللہ کی شان مبارک میں گستاخی نہیں ہوئی؟ آپ کے جواب کا مندرجہ پتے پر منتظر رہوں گا، وماعلینا اِلَّا البلاغ۔

اخوک فی الاسلام

خان شہزادہ (ایم اے اسلامیات)

سلطنت عمان۔"

تنقیح:...آپ کا یہ سوال نفیس ہے، اس سے بڑا جی خوش ہوا، اگر واقعی سمجھنا چاہتے ہیں تو اس کا لطیف جواب عرض کرتا ہوں:

ا:...اَحادیثِ شریفہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ شبِ معراج میں بیت المقدس میں تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے شرکت فرمائی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اِمامت کی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شریکِ محفل تھے، اور اس موقع پر دیگر اَنبیائے کرام علیہم السلام کے بشمول آپ نے خطبہ بھی اِرشاد فرمایا، ان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ صدارت اِرشاد فرمایا۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم" کی بارہویں فصل واقعۂ ہشتم کے ذیل میں ان کو نقل کیا ہے، اس کا مطالعہ فرمالیا جائے اور اس ناکارہ کی کتاب "عہدِ نبوّت کے ماہ وسال" میں بھی تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی شرکت کا ذِکر ہے۔

۲:...جو اَنبیائے کرام دُنیا سے رحلت فرماگئے ہیں، ظاہر ہے کہ ان کی ارواحِ طیبہ کسی نہ کسی شکل میں متشکل ہوئی ہوں گی، خواہ ان کو اجسامِ مثالیہ دیئے گئے ہوں، یا ان کی اَرواحِ طیبہ خود متجسد ہوئی ہوں، چنانچہ میری کتاب "عہدِ نبوّت کے ماہ وسال" میں یہ سوال نقل کیا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی یہ حاضری مع الجسد ہوئی یا بغیر جسد؟

لیکن یہ بحث دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں ہوسکتی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نہیں، کیونکہ وہ بالاتفاق آسمان پر بجسدہ الشریف زندہ موجود ہیں، اس لئے ان کی رُوح مبارک کو اَپنا جسمِ اصلی چھوڑ کر بدنِ مثالی اپنانے کی ضرورت نہ تھی، بلکہ وہ سراپا رُوح اللہ ہیں، اور وہاں ان پر ملائکہ واَرواح کے اَحکام جاری ہیں۔ الغرض اس اِجتماع میں ان کی شرکت بجسدہ الشریف ہوئی تھی، جیسا کہ حافظ ذہبیؒ نے "تجرید اسماء الصحابہ" میں اس کی تصریح کی ہے، اور حافظ تاج الدین السبکیؒ نے "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ" میں بھی اس کو نقل کیا ہے۔

۳:...رہا یہ کہ حضراتِ انبیائے کرام بشمول حضرت عیسیٰ علیہ وعلیہم السلام کس ذریعے سے آئے تھے؟ اور کس ذریعے سے گئے تھے؟ کسی روایت میں اس کی تصریح نظر نہیں گزری، یوں بھی عقل مند پھل کھایا کرتے ہیں، پیڑ نہیں گنا کرتے، جب ان کا آنا اور جانا

ثابت و محقق ہے تو اس سے کیا مطلب کہ وہ کس ذریعے سے آئے اور کس طرح واپس گئے...؟

الفاظ کے پیچوں میں اُلجھتے نہیں دانا
غوّاص کو مطلب ہے گہر سے کہ صدف سے؟

۴:... بیت المقدس کا جلسہ برخاست ہوا تو دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی رُخصت ہوکر اپنے مستقر پر پہنچ گئے، اور دُوسرے آسمان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِستقبال کیا، جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں مصرّح ہے، مہمانِ خصوصی... صلی اللہ علیہ وسلم... سے پہلے کسی کے رُخصت ہونے کا سوال ہی کب پیدا ہوتا تھا؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد کسی کے وہاں ٹھہرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

۵:... رہا یہ سوال کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ولقا سے مشرف بھی ہوچکے تھے، اور قبولیتِ دُعا کے نتیجے میں ان کو شرفِ خادمیت سے بھی مشرف کیا جاچکا تھا، تو اس وقت انہوں نے اِسلام اور مسلمانوں کی نصرت کیوں نہ کی؟ جبکہ اسلام کو اس وقت نصرت وحمایت کی اَزحد ضرورت تھی، اور مسلمان کفارِ مکہ کی ایذاؤں کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تو خادم اور سپاہی کی حیثیت سے ہر وقت آمادۂ خدمت تھے، اب یہ مخدوم اور جرنیل کی صوابدید پر منحصر ہے کہ خادم کو کس وقت، کس خدمت پر مامور کیا جائے، اور سپاہی کو کس وقت محاذ پر بھیجا جائے؟ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو اس وقت نصرت وحمایت کا حکم ہوتا تو ان کو تعمیلِ حکم سے کیا عذر ہوسکتا تھا؟ لیکن افسرِ اعلیٰ کے حکم کے بغیر اپنے طور پر کسی اِقدام کا ان کے لئے کیا جواز تھا...؟

۶:... یوں نظر آتا ہے کہ ہرچند کہ وہ وقت مسلمانوں کے لئے بڑا مشکل وقت تھا، اور سطحی نظر سے دیکھئے تو اس وقت اسلام کی نصرت وحمایت کی بڑی ضرورت محسوس ہوتی تھی، لیکن حقیقتِ واقعیہ یہ ہے کہ یہ ساری مشکلات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اِصلاح وتربیت اور ریاضت ومجاہدہ کے لئے تھیں، ان حضرات کو پوری اُمت کا معلّم ومرشد بننا تھا، اس لئے مجاہدات کی بھٹی میں ڈال کر ان کو کندن بنایا جارہا تھا، اور پوری دُنیا کی اِصلاح وتربیت کی مسند ان مجاہدات کے ذریعے ان کے لئے بچھائی جارہی تھی، اور ایک عالم کی حکمرانی کے لئے ان کو تیار کیا جارہا تھا۔ حضراتِ صوفیائے کرامؒ کا اِرشاد ہے: ''المشاہدۃ بقدر المجاہدۃ'' یعنی مجاہدہ جس قدر شدید ہو، اسی قدر مشاہدہ لطیف ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب سیّدنا یوسف صدیق علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والتسلیمات کو بے کسی وبے بسی کی حالت میں برادرانِ یوسف کنویں میں ڈال رہے تھے تو آسمان کے مقرّب فرشتے چلّا اُٹھے کہ اِلٰہی! تیرے یوسف صدیق کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ فرمایا: فکر نہ کرو، بھائی، ان کو کنویں میں نہیں ڈال رہے، بلکہ تختِ مصر پر بٹھارہے ہیں۔

الغرض سطحی نظر سے دیکھا جائے تو عقل چلّا اُٹھتی ہے کہ مکہ، جو ہر ایک کے لئے دارُالامن ہے، اسی مکہ میں محبوب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکباز صحابہؓ کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ حکمتِ اِلٰہی کہتی ہے کہ کچھ نہیں، بس ان کے لئے: ''کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ'' کا تاجِ کرامت تیار کیا جارہا ہے۔ پس مکی زندگی میں حضراتِ صحابہ کرامؓ کو جو اہلِ مکہ کے جور وستم کا تختۂ مشق بنایا جارہا تھا، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان بے چاروں کا کوئی سہارا نہیں تھا، کوئی ان کا پُرسانِ حال نہیں تھا، کوئی ان کا حامی وناصر نہیں تھا،

تا کہ یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس وقت ان کی مدد کیوں نہ کی؟ نہیں! بلکہ جو سب کا سہارا اور سب کا حامی وناصر ہے اسیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت ان کو اِمتحان وآزمائش کی بھٹی میں ڈال رکھا تھا، ورنہ ان میں مجسم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس موجود تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانیت کا آفتاب عالم تاب نصف النہار پر تھا، اس کے سامنے کفر کی تاریکیاں ہباءً منثوراً تھیں۔

اور پھر اسی جماعت میں حضراتِ ابوبکر وعمر، عثمان وعلی... رضوان اللہ علیہم... جیسی اربابِ قوتِ قدسیہ ہستیاں موجود تھیں، جن کے کمالات ہمرنگ کمالاتِ انبیاء تھے، اور سیّد الملائکہ جبریل ومیکائیل... علیہما السلام... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لئے موجود تھے، ملک الجبال... جو فرشتہ پہاڑوں پر مقرّر ہے... حاضرِ خدمت ہوکر عرض پیرا ہوتا تھا کہ: اگر حکم ہو تو ان کفارِ ناہنجار کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دوں؟

الغرض کونسا سامان ایسا تھا جو مظلوم ومقہور مسلمانوں کی نصرت وحمایت کے لئے مہیا نہیں تھا، لیکن یہ ان کی آزمائش واِبتلا کا دور تھا، اور کسی کی حمایت کیا معنی؟ خود ان کو حکم تھا کہ ماریں کھاتے جاؤ، لیکن ہاتھ نہ اُٹھاؤ۔

پھر جب یہ دورِ اِبتلا ختم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جاں نثار رُفقاء سمیت ہجرت الی المدینہ کا حکم ہوا، اور ہجرت کے دُوسرے سال دفعِ شرِ کفار کے لئے جہاد وقتال کا حکم ہوا، تب دُنیا نے دیکھا کہ صرف آٹھ سال کے قلیل عرصے میں کفر سرنگوں تھا، اور پورے جزیرۃ العرب پر اِسلام کا پرچم لہرا رہا تھا، اور دُنیا نے یہ بھی دیکھا کہ مشروعیتِ جہاد کے پہلے سال ''یوم الفرقان''... جنگِ بدر... میں ۳۱۳ نہتوں نے کفر کا بھیجا نکال باہر کیا، اور اس اُمت کے فرعون... ابوجہل... کو واصلِ جہنم کرنے کے لئے کسی اِعجازِ موسوی کی ضرورت پیش نہیں آئی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو کمسن جاں نثاروں نے اس فرعون کے غرور وفرعونیت کو خاک میں ملا دیا، اور اسے خاک وخون میں تڑپا دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے رحلت فرما ہوئے تو اِسلامی عساکر قیصر وکسریٰ کے دروازے پر دستک دے رہے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین... رضی اللہ عنہم... جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین اور خلفائے برحق تھے، کی قوتِ قدسیہ نے بیس پچیس سال کے قلیل عرصے میں قیصر وکسریٰ کے تخت اُلٹ دیئے، اور ''نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر'' اِسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ وہ تو کہئے کہ قضا وقدر غالب آئی، اور مفسدین ومنافقین کی سازش نے خلیفۂ مظلوم حضرت اَمیر المؤمنین عثمان... رضی اللہ عنہ وجزاہ اللہ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین... کو جامِ شہادت پلاکر مسلمانوں کو خانہ جنگی کے الاؤ میں ڈھکیل دیا، وَكَانَ اَمْرُ اللهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا، ورنہ اگر ان حضرات کو دس بیس سال اور مل جاتے تو خدا جانے دُنیا کا نقشہ کیا ہوتا۔

۷:... الغرض یہ خیال کہ اس وقت اسلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت وحمایت کی ضرورت تھی، ایک سطحی خیال ہے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم موجود تھے، ان کی موجودگی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مسیحائی کی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔

بعد کی صدیوں میں بھی اسلام اور مسلمانوں پر بڑے بڑے مشکل وقت آئے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانیت

سے فیض یافتہ اَئمۂ دِین، مجدّدین اور علمائے ربانی اس اُمت میں پیدا ہوتے رہے، جو ان فتنوں کا تدارک کرتے رہے، اور ہر فتنے کے زہر کا تریاق مہیا کرتے رہے، ہر صدی میں چھوٹے موٹے دجال بھی رُونما ہوتے رہے، مگر وعدۂ اِلٰہی:

''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ، ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ○'' (المائدہ:۵۴)

ترجمہ:... ''اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دِین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کردے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی، اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی، مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر، اور تیز ہوں گے کافروں پر، جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں، اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرمائیں، اور اللہ تعالیٰ بڑے وسعت والے ہیں بڑے علم والے ہیں۔'' (ترجمہ حکیم الامت تھانویؒ)

منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتا رہا، اور الحمدللہ ان اکابر کی قیادت میں قافلۂ اُمت رواں دواں رہا۔

۸:... لیکن جوں جوں زمانے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ سعادت سے بُعد ہو رہا ہے، اسی نسبت سے تاریکی بڑھ رہی ہے، اور رُوحانیت کمزور اور مضمحل ہوتی جارہی ہے، ادھر مسلسل فتنوں کی یورش تاریکیوں میں اضافہ کر رہی ہے، اور:

''ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰهَا۔'' (النور:۴۰)

ترجمہ:... ''اُوپر تلے بہت سے اندھیرے ہی اندھیرے ہیں کہ اگر کوئی ایسی حالت میں اپنا ہاتھ نکالے اور دیکھنا چاہے تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں۔'' (ترجمہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ)

کا منظر سامنے آرہا ہے، ادھر نورِ ہدایت مدہم ہوا جاتا ہے، اور ایسا لگتا ہے کہ کفر و ضلالت کی رات بڑی تیزی سے چھا رہی ہے، اور وہ جو حدیث میں آیا ہے:

''وَعَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلَمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّیُمْسِیْ كَافِرًا، وَیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَّیُصْبِحُ كَافِرًا، یَبِیْعُ دِیْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْیَا۔ رواه مسلم۔'' (مشکوٰۃ ص:۴۶۲)

ترجمہ:... ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ایسے فتنوں کے آنے سے پہلے اعمال میں سبقت کرو جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے، آدمی صبح کو مؤمن ہوگا اور شام کو کافر، اور شام کو مؤمن ہوگا اور صبح کو کافر، دُنیا کے چند ٹکوں کے بدلے اپنا اِیمان بیچ ڈالے گا۔''

کا منظر سامنے آرہا ہے، اس ناکارہ نے اپنے بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے تک جس طرح تاریکیوں کے سائے پھیلتے ہوئے

دیکھے، اور زمانے کا رنگ دگرگوں ہوتے دیکھا ہے، اگر یہی حالت رہی تو:

''محوِ حیرت ہوں کہ دُنیا کیا سے کیا ہوجائے گی؟''

ہمارے شیخ ڈاکٹر عبدالحی عارفی قدس سرہٗ بڑی بے چینی سے فرماتے تھے:

''میں تو سوچتا ہوں اس نادان نئی نسل کا کیا بنے گا؟''

الغرض حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اور صبح وشام زمانے کا رنگ بدلتے ہوئے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سب ''فتنۂ دجال'' کے لئے تیاری ہورہی ہے۔

۹:... اب ایک طرف دُنیا سے آثارِ ہدایت مٹ جانے اور قلوب سے ایمان کے رُخصت ہوجانے اور اِستعدادِ اِیمان کے ضائع ہوجانے کا یہ عالم ہوگا، اور دُوسری طرف دجالِ لعین کا فتنہ اس قدر شدید ہوگا کہ ہر نبی نے اس فتنے سے ڈرایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں اس سے پناہ مانگتے تھے۔ اس کے فتنے کی جزئیات اَحادیث شریفہ میں بکثرت ذکر کی گئی ہیں، جن کا خلاصہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کے ''قیامت نامہ'' میں درج ہے، یہاں اس کے اُردو ترجمے کا ایک اِقتباس ذِکر کرتا ہوں:

''دجال قومِ یہود میں سے ہوگا، عوام میں اس کا لقب مسیح ہوگا، دائیں آنکھ میں پھلی ہوگی، گھونگر دار بال ہوں گے، سواری میں ایک بہت بڑا گدھا ہوگا، اوّلاً اس کا ظہور ملکِ عراق وشام کے درمیان ہوگا، جہاں نبوّت ورِسالت کا دعویٰ کرتا ہوگا، پھر وہاں سے اِصفہان چلا جائے گا، یہاں اس کے ہمراہ ستر ہزار یہودی ہوں گے، یہیں سے خدائی کا دعویٰ کرکے چاروں طرف فساد برپا کرے گا، اور زمین کے اکثر مقامات پر گشت کرکے لوگوں سے اپنے تئیں خدا کہلوائے گا، لوگوں کی آزمائش کے لئے خداوندکریم اس سے بڑے خرقِ عادات ظاہر کرائے گا، اس کی پیشانی پر لفظ ''ک ف ر'' لکھا ہوگا جس کی شناخت صرف اہلِ ایمان کرسکیں گے، اس کے ساتھ ایک آگ ہوگی جس کو دوزخ سے تعبیر کرے گا، اور ایک باغ جو جنت کے نام سے موسوم ہوگا، مخالفین کو آگ میں، موافقین کو جنت میں ڈالے گا، مگر وہ آگ درحقیقت باغ کے مانند ہوگی اور باغ آگ کی خاصیت رکھتا ہوگا۔ نیز اس کے پاس اشیائے خوردنی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہوگا، جس کو چاہے گا دے گا، جب کوئی فرقہ اس کی اُلوہیت کو تسلیم کرے گا تو اس کے لئے اس کے حکم سے بارش ہوگی، اناج پیدا ہوگا، درخت پھل دار، مویشی موٹے تازے اور شیردار ہوجائیں گے، جو فرقہ اس کی مخالفت کرے گا تو اس سے اشیائے مذکورہ بند کردے گا، اور اسی قسم کی بہت سی ایذائیں مسلمانوں کو پہنچائے گا، مگر خدا کے فضل سے مسلمانوں کو تسبیح وتہلیل، کھانے پینے کا کام دے گی۔ اس کے خروج کے پیشتر دو سال تک قحط رہ چکا ہوگا، تیسرے سال دورانِ قحط ہی میں اس کا ظہور ہوگا، زمین کے مدفون خزانے اس کے حکم سے اس کے ہمراہ ہوجائیں گے، بعض آدمیوں سے کہے گا کہ میں تمہارے مردہ ماں باپ کو زِندہ کرتا ہوں تاکہ تم اس قدرت کو دیکھ کر میری خدائی کا یقین کرلو، پس شیاطین کو حکم دے گا کہ زمین سے ان کے ماں باپ کی ہم شکل ہوکر نکلو، چنانچہ وہ ایسا ہی کریں گے، اس کیفیت سے بہت سے ممالک پر

گز رہو گا یہاں تک کہ وہ جب سرحدِ یمن میں پہنچے گا اور بددِین لوگ بکثرت اس کے ساتھ ہوجائیں گے۔''

آپ چاہیں تو ان پیش آمدہ واقعات کو ''روایت پرستی'' کہہ کر رَدّ کردیجئے، لیکن میرا سوال یہ ہے کہ اگر دجالِ لعین کا بایں سحر وشعبدہ بازی آنا برحق ہو کہ اس وقت تمام علماء، صلحاء واتقیاء کی مجموعی رُوحانی قوت بھی اس کا مقابلہ نہ کرسکے تو فرمائیے اس آڑے اور مشکل وقت میں فتنۂ دجال کے اِستیصال کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا زیادہ موزوں ہوگا یا اس وقت موزوں تھا جب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی صحابہ کرامؓ کے سر پر سایہ فگن تھی، اور جب دُنیا میں آفتابِ رسالت نصف النہار پر تھا...؟

۹:...آپ کے سوال کا بوضاحت جواب دینے کے بعد اپنی ایک تحریر درج کرتا ہوں، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے نکات کی طرف مختصراً اِشارہ کیا گیا ہے:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی تھی... جیسا کہ اِنجیل برنباس میں ہے... کہ اللہ تعالیٰ ان کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم بنادے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا قبول فرمالی، اور اس مشکل وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی حیثیت سے ان کو نازل فرمایا، قتلِ دجال کی مہم ان کے سپرد فرمائی، اور وہ بوجوہ چند اس خدمت کے لئے موزوں تر تھے:

*...دجال اُلوہیت کا دعویٰ کرے گا، جبکہ ایک قوم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی یہی تہمت دھری تھی، اس کی مکافات کے لئے اس مدعیٔ اُلوہیت کا اِستیصال ان کے ہاتھ سے موزوں تر تھا، تاکہ ان کی عبدیتِ کاملہ کا ظہور ہوجائے جن کا اِظہار انہوں نے مہد میں ''اِنی عبداللہ'' کہہ کر عہد کیا تھا۔

*...وہ خاتم انبیائے بنی اسرائیل تھے، اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دی تھی، اس لئے ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب وتعلق سب سے قوی تر تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے: ''وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ'' میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔

*...''المسیح'' ان کا خاص لقب ہے، جو ان کی پیدائش سے پہلے ان کے لئے تجویز کردیا گیا تھا، دجالِ لعین ان کے خاص لقب کا مدعی ہوگا، اور خرقِ عادت شعبدوں کے ذریعے اپنی ''مسیحیت'' کو ثابت کرنے کی کوشش کرے گا، اس دجل کا پردہ چاک کرنے کے لئے اصل ''المسیح'' کو نازل کیا جائے گا، اور جس طرح اِعجازِ موسوی کے سامنے ساحرانِ فرعون کا سحر باطل ہوکر رہ گیا، اسی طرح ''المسیح عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم'' کے سامنے اس جھوٹے مسیح کی ساری اعجوبہ نمائیاں باطل ہوکر رہ جائیں گی، اور وہ آپ کے دیکھتے ہی اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح پانی میں نمک تحلیل ہوجاتا ہے۔

*...دجالِ اَعوَر یہودیوں کا بادشاہ ہوگا، اور یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم ہے، اس لئے وہ نازل ہوکر اپنی قوم کی کجی کی اِصلاح فرمائیں گے، ان میں جو اِیمان نہیں لائیں گے ان کو تہ تیغ کریں گے، یہی

وجہ ہے کہ وہ جزیہ قبول نہیں کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت رُوح اللہ صلی اللہ علیٰ نبینا وعلیہ وسلم کا نازل ہونا اُمتِ محمدیہ... علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام... میں شامل ہونے کے لئے بھی ہے، اُمت کو دَجالی فتنے سے نجات دِلانے کے لئے بھی، اپنی قوم کے عقیدۂ تثلیث، عقیدۂ اِبنیت اور عقیدۂ نجات کی اِصلاح کے لئے بھی، اور اپنے معاندین یہود سے اِنتقام لینے کے لئے بھی، واللہ اعلم وعلمہ اَتم واَحکم!''

خاتمۂ کلام پر تین باتیں

اس ناکارہ نے آنجناب کے اُٹھائے ہوئے نکات پر اپنے فہم کے مطابق گفتگو کی ہے، اس لئے جناب کا پورا گرامی نامہ بصورتِ اِقتباسات لے لیا ہے، اس کم فہم نے کوئی ٹھکانے کی بات کہی ہے یا نہیں؟ اس کا فیصلہ آنجناب کا کام ہے، یا دیگر اہلِ فہم کا، اس لئے فہم و قلم کی یہ امانت آپ کے حوالے کر کے رُخصت چاہوں گا، البتہ مقطعِ سخن پر تین باتوں کی اِجازت چاہوں گا:

اوّل: خلاصۂ مباحث:

چونکہ گفتگو خاصی طویل ہوگئی ہے، اس لئے مناسب ہے کہ خلاصۂ مباحث عرض کردُوں:

ا:... اگر گزشتہ صدیوں کی پوری اُمت کو گمراہ قرار دِیا جائے تو ہمارے لئے دِینِ اسلام کی کسی بات پر بھی اِعتماد ممکن نہیں، اس لئے روایت پرستی کے بارے میں آنجناب کا نظریہ اِصلاح طلب ہے۔

۲:... جن دِینی حقائق کو پوری اُمت مانتی اور نسلاً بعد نسلٍ طبقہ در طبقہ نقل کرتی چلی آئی ہے، وہ ''ضروریاتِ دِین'' کہلاتے ہیں، یہ چیزیں ہمارے حق میں اسی طرح قطعی ہیں جس طرح ہماری چشم دِید چیزیں۔ دِینِ اسلام کی ایسی ''ضروریات'' پر اِیمان لانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور قربِ قیامت میں دجال کا نکلنا اور اس کو قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا دِینِ اسلام کے متواتر عقائد میں شامل ہے۔

۳:... ہر فن میں اس کے ماہرین پر اِعتماد کیا جاتا ہے، لہٰذا جن اَحادیثِ شریفہ کو جہابذہ محدثین نے صحیح قرار دِیا ہے، ان کو صحیح تسلیم کرنا چاہئے۔

۴:... قرآنِ کریم کی کسی آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں، ''اِنِّـیْ مُتَوَفِّیْکَ'' کے معنی اگر یہ کئے جائیں کہ: ''میں تجھ کو وفات ہی دُوں گا'' تب بھی اس سے آئندہ کسی وقت میں وفات دینے کا وعدہ ثابت ہوتا ہے، نہ یہ کہ ان کی وفات ہوچکی ہے۔

۵:... ''قَـدْ خَـلَـتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ'' دو جگہ آیا ہے، ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، اور دُوسری جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے، قرآنِ کریم کا طرزِ اِستدلال بتاتا ہے کہ یہ دونوں حضرات نزولِ آیت کے وقت زِندہ تھے، لہٰذا یہ آیت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی دلیل نہیں، بلکہ ان کے زِندہ ہونے کو ثابت کرتی ہے۔

۶:... "بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ" میں رفع بمقابلہ قتل کے آیا ہے، اور قتل جسم کا ہوتا ہے رُوح کا نہیں، لہٰذا آیت میں رفعِ جسمانی مراد ہے، اور "رفع اِلی اللہ" قرآن کے محاورے میں رَفع الی السماء کے لئے اِستعمال ہوتا ہے، اور چونکہ آیت میں رفع الی اللہ سے رفعِ جسمانی آسمانی مراد ہونے پر پوری اُمت متفق ہے، اس لئے قرآن کا یہ مفہوم بھی اسی طرح قطعی ہے جس طرح قرآن کے یہ الفاظ قطعی ہیں، اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء میں تعظیم وتشریف اور بلندیٔ درجات کے معنی بھی پوری طرح پائے جاتے ہیں، لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کا رفعِ جسمانی ان کے رفعِ رُوحانی اور رَفعِ درجات کی نفی نہیں کرتا، بلکہ اس کو مستلزم ہے۔

۷:... "وَاِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ" اور "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ" دونوں آیاتِ شریفہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کی خبر دی گئی ہے۔

۸:... اکابرِ اُمت میں ایک فرد بھی ایسا نہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کا منکر ہو، حافظ ابن حزمؒ، حافظ ابنِ تیمیہؒ اور حافظ ابنِ قیمؒ، جن کو آنجناب نے بھی محققین علماء تسلیم فرمایا ہے، ان کی صریح عبارتیں پیش کی جاچکی ہیں۔

دوم: کس کا عقیدہ صحیح ہے؟

آنجناب کا اور اس ناکارہ کا اس عقیدے میں اختلاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں یا نہیں؟ اور نازل ہوں گے یا نہیں؟ آپ رفع ونزول دونوں کا اِنکار کرتے ہیں، اور میں دونوں کا قائل ہوں، ہم دونوں کو اپنا اپنا عقیدہ لے کر بارگاہِ خداوندی میں پیش ہونا ہے، میرے دعوے کے دلائل یہ ہیں:

۱:... قرآنِ کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی اللہ... بمقابلہ: "وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا"... کی خبر دی ہے، اور پوری اُمت متفق ہے کہ اس آیت میں رفع الی اللہ کے معنی رفعِ جسمانی الی السماء ہیں، اور جس طرح پوری اُمت کے نقل کردہ الفاظِ قرآن قطعی ہیں، ان میں غلطی کا وسوسہ بھی نہیں آسکتا، اسی طرح پوری اُمت کا نقل کردہ مفہوم بھی قطعی ہے، اس میں غلطی کا اِحتمال ممکن نہیں۔

۲:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ متواترہ، جن کی صحت پر تمام محدثین متفق ہیں، ان کے دوبارہ آنے کا اِعلان کرتی ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے۔

۳:... اُمتِ اِسلامیہ کے تمام اکابر متفقہ عقیدہ ہے، جس کے خلاف کسی صحابی، کسی تابعی اور کسی اِمامِ مجتہد کا ایک قول بھی پیش نہیں کیا جاسکتا۔

اس کے مقابلے میں آنجناب کا عقیدہ ہے جس پر آپ قرآنِ کریم سے ایک آیت بھی پیش نہیں کرسکتے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اِرشاد بھی پیش نہیں کرسکتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اِنتقال کرچکے ہیں، وہ دوبارہ نہیں آئیں گے، اور اُمتِ اِسلامیہ کے ایک بھی لائقِ اِعتماد بزرگ کا قول پیش نہیں کرسکتے۔

ہر نماز کی ہر رکعت میں: "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" آپ بھی پڑھتے ہیں اور میں بھی پڑھتا ہوں، اب آپ خود فیصلہ کرلیجئے کہ صراطِ مستقیم پر کون ہے؟ اور قیامت کے دن ہم دونوں میں سے حق پر کون ہوگا؟ اور بارگاہِ اِلٰہی میں کس عقیدے کو قبول کیا جائے گا...؟

سوم: ایک اہم سوال!

انبیائے کرام علیہم السلام کو حق تعالیٰ شانہٗ رُشد وہدایت کے ساتھ مبعوث فرماتے ہیں، اور وہ حضرات دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیتے ہیں، جب دعوت الی اللہ کا کام اپنی آخری حد کو پہنچ جاتا ہے، لیکن ان کی قوم ضد وعناد، توہین وتذلیل اور اِیذا رسانی کی آخر حد عبور کرلیتی ہے تو انبیائے کرام علیہم السلام کو اپنے رُفقاء سمیت کافروں کی بستی کو چھوڑنے اور وہاں سے ہجرت کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ ہجرت کے بعد یا تو اس بستی کو ہلاک کردیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت نوح، حضرت صالح، حضرت ہود، حضرت اِبراہیم، حضرت شعیب، حضرت لوط اور حضرت موسیٰ... علیہم السلام... کی قوموں سے ساتھ ہوا، (البتہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم چونکہ عذاب کے اِبتدائی آثار دیکھ کر اِیمان لے آئی تھی، اس لئے اس کو ہلاکت سے بچالیا گیا)۔

یا دُوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ہجرت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رُفقاء کو جہاد کا حکم ہوتا ہے، اور کچھ عرصے کے بعد وہ فاتحانہ حیثیت سے اس بستی میں داخل ہوتے ہیں، اور بستی کے کفار مغلوب ومقہور ہوجاتے ہیں، بلکہ مطیع وفرمانبردار بن جاتے ہیں، جیسا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی صورت پیش آئی۔

ان دونوں صورتوں کے علاوہ کوئی اور تیسری صورت نہیں، کہ کسی نبی کو ہجرت کا حکم ہوجائے، پھر نہ تو اس کے مخالفین ومعاندین کو ہلاک کیا جائے، اور نہ بذریعہ جہاد ان کو نبی کے سامنے مغلوب ومقہور کیا جائے۔

آپ اور میں دونوں متفق ہیں کہ یہود جب درپے قتل واِیذا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے درمیان میں سے اُٹھالیا، گویا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم کے وطن سے ہجرت تھی۔

اس نکتے پر اِتفاق کے بعد میرا اور آپ کا اِختلاف ہے کہ ہجرت کس مقام کی طرف فرمائی؟ میں کہتا ہوں کہ ہجرت الی السماء ہوئی، اور آپ فرماتے ہیں کہ ہجرت الی الربوہ ہوئی، پھر ہجرت کے بعد کیا ہوا؟ آپ فرماتے ہیں کہ وہ ہجرت کے بارہ سال بعد اِنتقال فرماگئے، (ایسی کس مپرسی وگم نامی میں ان کا اِنتقال ہوا کہ نہ کسی کو ان کے اِنتقال کی کانوں کان خبر ہوئی، اور نہ ان کے مدفن کا کسی کو پتا نشان ملا)۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کیوں بدل دی؟ یا تو ان کی ہجرت کے بعد ان کے دُشمنوں... یہود... کو ہلاک کردیا جاتا، جیسا کہ شعیب علیہ السلام اور لوط علیہ السلام وغیرہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی قوموں کو ہلاک کردیا گیا، مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دُشمن آج تک دندناتے پھر رہے ہیں، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فاتح کی حیثیت سے واپس لاکر ان کے دُشمنوں کو ان کے سامنے زبوں وسرنگوں کیا جاتا۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنی سنت نہیں بدلی، وہ آسمان پر زندہ ہیں... اور جہاں وہ رہائش پذیر ہیں وہاں کا ایک دن ہمارے ایک ہزار سال کے برابر ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں اِرشاد ہے: **"وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ"** اس لئے وہاں کے پیمانۂ وقت کے لحاظ سے ان کی ہجرت کو ابھی دو دن بھی پورے نہیں ہوئے... اور جب ان کی ہجرت کی میعاد، جو علمِ اِلٰہی میں مقرّر ہے، پوری ہوجائے گی، اس وقت یہود اپنے رئیس دجالِ اکبر کی ماتحتی میں میدانِ

قتال میں صف آرا ہوں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فاتحانہ حیثیت میں دوبارہ لایا جائے گا، وہ اپنے دُشمنوں کے رئیس دجال کو خود قتل کریں گے، اوران کے دُشمن یہود ان کے سامنے مغلوب ومقہور ہوجائیں گے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيْلًا!

جیسا کہ اُوپر عرض کرچکا ہوں، میرا یہ مقدمہ اور یہ موقف قرآنِ کریم، احادیثِ صحیحہ متواترہ اور اِجماعِ اُمت کے مطابق ہے، اگر آنجناب کے نزدیک یہ موقف اور عقیدہ صحیح نہیں تو اس سوال کا جواب آپ کے ذمے قرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنی سنت کو کیوں تبدیل فرمادیا، کہ ان کی ہجرت کے بعد نہ تو ان کے معاندین کو ہلاک کیا، اور نہ ان کے سامنے مغلوب ومقہور کیا...؟

دُعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ مجھے، آپ کو اور تمام مسلمانوں کو عقائدِ حقہ اِختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور آخر دَم تک صراطِ مستقیم پر قائم رکھیں۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا، رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا، وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّـاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ○ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ○

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

محمد یوسف لدھیانوی

ابوظفر چوہان کے جواب میں

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰى!

خان شہزادہ صاحب نے ایک سوال نامہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں بھیجا تھا، اس کا جواب ''تحفہ قادیانیت'' جلد سوم کے ۲۱۰ صفحات میں شائع ہوا، اس کے آخر میں مضامین کی تلخیص تھی، اور دو ایک باتیں بطور خاتمہ کے ذِکر کی گئی تھیں۔ یہ آخری حصہ روزنامہ ''جنگ'' کراچی میں اور وہاں سے روزنامہ ''جنگ'' لندن میں شائع ہوا، جسے پڑھ کر جناب ابوظفر چوہان صاحب نے چند سوالات بھیجے، جن کا جواب لکھا جاتا ہے۔

> ''جناب مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے خان شہزادہ کے چند سوالات کا بڑا علمی، تحقیقاتی، لطیف اور مفصل جواب، جو روزنامہ ''جنگ'' مؤرخہ ۱۱/۱۰/۱۹۹۶ء میں شائع ہوا ہے، نظر سے گزرا۔ ماشاء اللہ کافی مدلل ہے۔ مولانا صاحب کے جواب کو غور سے پڑھنے کے بعد چند سوالات میرے ذہن میں بھی اُبھرے ہیں۔ اُمید ہے کہ مولانا صاحب تشفی کے لئے مزید اس مسئلے پر روشنی ڈالیں گے.......''

جواب:... آنجناب نے جو شبہات پیش فرمائے ہیں، اس ناکارہ نے ان کا بغور مطالعہ کیا ہے، اور ان کے حل کرنے کی اپنی اِستطاعت کے موافق کوشش کروں گا، بطور تمہید چند مخلصانہ گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اوّل:... اسلام کے جو عقائد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک اُمتِ اِسلامیہ میں متواتر چلے آتے ہیں، اور جن کو ائمہ دِین و مجدّدین ہر صدی میں تواتر کے ساتھ نقل کرتے آئے ہیں، وہ اسلام کے قطعی عقائد ہیں۔ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ صحیح عقیدہ لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو، اس کو لازم ہے کہ اہلِ سنت کے متواتر عقائد پر اِیمان رکھے، محض اِشکالات یا شبہات کی وجہ سے ان عقائد کا اِنکار نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اسلامی عقیدے پر اِیمان رکھتے ہوئے اِن اِشکالات کو رفع کرنا چاہئے۔

دوم:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قربِ قیامت میں نازل ہونا، ان عقائد میں سے ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر دور اور ہر صدی میں متواتر چلے آئے ہیں، صحابہؓ و تابعینؒ، اکابر ائمۂ دِینؒ و مجدّدینؒ میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو اس عقیدۂ حقہ کا منکر ہو۔ لہٰذا دورِ جدید کے لوگوں کے پھیلائے ہوئے شبہات کی وجہ سے اس عقیدے سے اِیمان متزلزل نہیں ہونا چاہئے، اور دُعا بھی کرتے رہنا چاہئے:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الۡفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ''

ترجمہ:... ''یا اللہ! میں تمام فتنوں سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، ان میں سے جو ظاہر ہیں ان سے بھی، اور جو پوشیدہ ہیں ان سے بھی۔''

سوم:... ''جنگ'' لندن میں جو مضمون شائع ہوا ہے اور جس پر آنجناب نے سوال رقم فرمائے ہیں، یہ مضمون ایک طویل مقالے کا آخری حصہ ہے، جس میں مضامین کا خلاصہ ذِکر کیا گیا ہے۔ اصل مضمون ۲۱۰ صفحات پر مشتمل ہے، جو ''تحفۂ قادیانیت'' کی تیسری جلد میں شائع ہوچکا ہے، مناسب ہوگا کہ اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

ان مخلصانہ گزارشات کے بعد جناب کے ایک ایک سوال پر اپنے ناقص علم کے مطابق معروضات پیش کرتا ہوں۔

''۱-مولانا صاحب نے فرمایا کہ ''شبِ معراج میں آنحضرت صلعم کی اِقتدا میں بیت المقدس میں سب انبیائے کرام نے بمع حضرت عیسیٰ کے شرکت فرمائی۔ حضرت عیسیٰ کو اپنا اصلی جسم چھوڑ کر بدنِ مثالی بنانے کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ ''وہ تو سراپا رُوح اللہ ہیں۔'' تو کیا باقی انبیاء بمع حضرت نبی کریم صلعم کے نعوذ باللہ رُوح اللہ نہیں ہیں؟ اس کی وجہ؟ کیا اس سے ہمارے پیارے آقا صلعم کی توہین کا پہلو تو نہیں نکلتا؟''

جواب:... آنجناب کو معلوم ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ''رُوح منہ'' کا لفظ اِستعمال فرمایا ہے:

''اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ''

(النساء:۱۷۱)

ترجمہ:... ''مسیح عیسیٰ بن مریم تو اور کچھ بھی نہیں، البتہ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ، جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم تک پہنچایا تھا، اور اللہ کی طرف سے ایک جان ہیں۔'' (ترجمہ: مولانا اشرف علی تھانویؒ)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ''رُوح اللہ'' کا لفظ اِستعمال ہوا ہے۔ مسندِ احمد ج:۴ ص:۲۱۶، مستدرک حاکم ج:۴ ص:۴۷۸، درمنثور ج:۲ ص:۲۴۳، مجمع الزوائد ج:۷ ص:۳۴۲، میں ہے:

''وَيَنْزِلُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ، فَيَقُوْلُ لَهٗ أَمِيْرُهُمْ: يَا رُوْحَ اللهِ! تَقَدَّمْ صَلِّ''

ترجمہ:... ''اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نمازِ فجر کے وقت نازل ہوں گے، پس مسلمانوں کا اَمیر ان سے عرض کرے گا: اے رُوح اللہ! تشریف لائیے، ہمیں نماز پڑھائیے۔''

اور اکابرِ اُمت نے بھی یہ لفظ اِستعمال فرمایا ہے، اِمامِ ربانی مجدّد الف ثانی رحمہ اللہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''علاماتِ قیامت کہ مخبرِ صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات ازاں خبر دادہ است حق است اِحتمال تخلف ندارد، مثل طلوعِ آفتاب از جانبِ مغرب برخلافِ عادت، وظہور حضرت مہدی علیہ الرضوان ونزول حضرت رُوح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام وخروجِ دجال وظہورِ یاجوج وماجوج وخروج دابۃ الارض ودُخانے

کہ از آسماں پیدا شود تمام مردم را فرو گیرد عذاب دردناک کند مردم از اضطراب گویند اے پروردگار ما! ایں عذاب را از ما دُور کن کہ ما ایمان مے آریم، وآخر علامات آتش است کہ از عدن خیزد۔''

(مکتوباتِ امامِ ربانی، مکتوب:۶۷ دفترِ دوم)

ترجمہ:... ''علاماتِ قیامت کہ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خبر دی ہے برحق ہیں، اِحتمال تخلف کا نہیں رکھتیں، مثلاً: آفتاب کا طلوع ہونا مغرب کی جانب سے عام عادت کے خلاف، اور حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظاہر ہونا، اور حضرت رُوح اللہ... علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام... کا نازل ہونا، اور دَجال کا نکلنا، یاجوج وماجوج کا ظاہر ہونا، دابۃ الارض کا نکلنا، اور ایک دُھواں جو آسمان سے ظاہر ہوگا، تمام لوگوں کو گھیر لے گا اور دردناک عذاب کرے گا، لوگ بے چینی کی وجہ سے کہیں گے کہ: اے ہمارے پروردگار! اس عذاب کو ہم سے دُور کر کہ ہم اِیمان لاتے ہیں، اور آخری علامت آگ ہے جو عدن سے ظاہر ہوگی۔''

الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ''رُوح اللہ'' کے لقب سے ملقب ہونا ایسی حقیقت ہے جس کو ہر پڑھا لکھا جانتا ہے۔ رہا یہ کہ صرف ان کو رُوح اللہ کیوں کہا گیا؟ اس کی جو وجہ جس کے ذہن میں آئی اس نے بیان کردی۔

بعض نے کہا کہ چونکہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ناروا باتیں کہتے تھے اور ان کی رُوح کو ناپاک رُوح سے تعبیر کرتے تھے، اس لئے ان کو رُوح اللہ کے لقب سے یاد کیا گیا۔

اِمام راغب اصفہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وسمی عیسیٰ علیہ السلام رُوحًا فی قوله: وَرُوْحٌ مِّنْهُ، وذٰلک لما کان له من إحیاء الأموات۔'' (مفردات القرآن ص:۲۰۵، طبع نور محمد کراچی)

ترجمہ:... ''عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام آیت شریفہ ''وَرُوْحٌ مِّنْهُ'' میں رُوح اس لئے رکھا گیا کہ ان سے مُردوں کو زِندہ کرنے کا ظہور ہوتا تھا۔''

بعض نے کہا کہ چونکہ ان کی رُوح بذریعہ جبریل علیہ السلام نفخ کی گئی، اس لئے ان کو رُوح اللہ کہا جاتا ہے:

''وسمی علیه السلام رُوحًا لأنه حدث عن نفخة جبریل علیه السلام فی درع مریم علیها السلام بأمره سبحانه۔'' (رُوح المعانی ج:۶ ص:۲۵)

الغرض اکابرؒ کے کلام میں اس قسم کی اور توجیہات بھی موجود ہیں، مگر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رُوح اللہ کے ساتھ ملقب ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ صرف انہی کی رُوح، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے، باقی ارواح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ...نعوذ باللہ... اس لئے کہ حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کو مختلف القاب کے ساتھ ملقب کیا گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو ''صفی اللہ'' کہا گیا، حضرت نوح علیہ السلام کو ''نجی اللہ'' کے ساتھ ملقب کیا گیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ''خلیل اللہ'' کے لقب سے مشرف کیا گیا، حضرت اِسماعیل علیہ السلام کو ''ذبیح اللہ'' کا لقب عطا کیا گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ''کلیم اللہ'' کے لقب سے مشرف کیا گیا،

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "رُوح اللہ" کا لقب دیا گیا، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی اَرواحِ طیبہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رُوح اللہ کے لفظ سے یاد کیا جانا ایسا ہی ہے جیسا کہ کعبہ شریف کو "بیت اللہ" کہا گیا ہے، اور حضرت صالح علیہ السلام کی اُونٹنی کو "ناقۃ اللہ" کہا گیا ہے، پس اللہ کی طرف ان چیزوں کی نسبت تعظیم وتشریف کے لئے ہے، واللہ اعلم!

"۲-خان شہزادہ صاحب نے سوال کیا کہ جب مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑ رہے تھے، تو اس وقت حضرت عیسیٰ بجائے مسلمانوں کی مدد کرنے کے واپس آسمان پر کیوں تشریف لے گئے؟ مولانا صاحب نے فرمایا کہ: "صحابہ کرامؓ کے لئے: "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" کا تاجِ کرامت تیار کیا جارہا تھا۔ اور حکمتِ بالغہ کے تحت ان کو آزمائش کی بھٹی میں ڈال رکھا تھا، نیز یہ کہ فتنۂ دجال جس سے تمام انبیاء نے پناہ مانگی تھی، اور ایک ایسا زمانہ بھی آنے والا تھا کہ لوگ چند ٹکوں کے عوض اپنا ایمان بیچ ڈالیں گے وغیرہ، تو اس وقت حضرت عیسیٰ کی زیادہ ضرورت ہوگی۔" مولانا صاحب! اگر سرسری نظر سے بھی حضرت عیسیٰ کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو یہی نقشہ سامنے آتا ہے کہ آپ ساری زندگی ماریں کھاتے رہے، جب کوئی بائیں گال پر تھپڑ مارتا تو آپ دایاں گال آگے کردیتے، اور آسمان پر تشریف لے جانے سے پہلے صرف بارہ حواری اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے، اور بقول بائبل ان میں بھی اکثریت بے ایمان اور نمک حرام نکلے۔ مولانا صاحب! پہلے تو یہ بتائیں کہ آپؑ کے آسمان پر جانے سے پہلے کیا واقعی ان کے ماننے والوں کی اتنی قلیل تعداد تھی؟ اگر جواب اِثبات میں ہے تو بظاہر ایسا ناکام نبی اور کمزور نبی اس قدر عظیم فتنۂ دجالیت کا کیونکر مقابلہ کرسکے گا؟ جس سے سب نبیوں نے ڈرایا ہے اور جو اپنی مخصوص چھوٹی سی قوم اسرائیل کی اِصلاح نہ کرسکا، وہ ساری دُنیا کی اور بگڑی ہوئی اُمتِ محمدیہ کی اِصلاح کیسے کریں گے؟"

جواب:... یہاں چند اُمور قابلِ ذِکر ہیں:

اوّل:... آنجناب نے بائبل کے حوالے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو لکھا ہے اہلِ اِسلام اس کو صحیح نہیں سمجھتے، علماء فرماتے ہیں کہ اہلِ کتاب کی جو باتیں کتاب وسنت کے موافق ہیں، ہم ان پر اِیمان رکھتے ہیں، نہ اس وجہ سے کہ وہ اہلِ کتاب نے ذِکر کی ہیں، بلکہ اس وجہ سے کہ ان کو اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ اور اہلِ کتاب کی جو باتیں کتاب وسنت کے خلاف ہیں، ہم ان سے براءت کا اِظہار کرتے ہیں، اور ان کی جو باتیں ایسی ہیں کہ کتاب وسنت ان کے بارے میں خاموش ہیں، ہم نہ ان کی تصدیق کرتے ہیں، نہ تکذیب۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں صحیح بخاری کے حوالے منقول ہے کہ اہلِ کتاب عبرانی میں توراۃ پڑھتے تھے اور اہلِ اسلام کے لئے عربی میں اس کا ترجمہ کرتے تھے، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

"لَا تُصَدِّقُوْا اَھْلَ الْکِتَابِ وَلَا تُکَذِّبُوْھُمْ، وَقُوْلُوْا: اٰمَنَّا بِاللہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا... الاٰیۃ۔"

(رواہ البخاری، مشکوٰۃ ص:۲۸، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

ترجمہ:... "اہلِ کتاب کی نہ تصدیق کرو، نہ تکذیب کرو، اور یہ کہو کہ ہم اِیمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس

چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی۔“

دوم:... حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ تعلیم کہ: اگر کوئی دائیں گال پر تھپڑ مارے تو بایاں بھی پیش کر دو، قرآن وحدیث میں منقول نہیں۔ لیکن اگر یہ نقل صحیح ہو، تو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ان کو اس وقت جہاد کا حکم نہیں تھا، جیسا کہ مکہ مکرمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو جہاد کا حکم نہیں تھا، بلکہ حکم یہ تھا کہ ماریں کھاتے رہو، لیکن ہاتھ نہ اُٹھاؤ۔ ہجرت کے دُوسرے سال آیت شریفہ: ”اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ“ (الحج:۳۹) نازل ہوئی تو جہاد کا حکم ہوا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اگر اس وقت جہاد کا حکم نہ ہو تو اس کو ان کی کمزوری پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔

سوم:... ان کے آسمان پر تشریف لے جانے سے پہلے صرف بارہ حواری تو نہیں تھے، بلکہ ایک اچھی خاص تعداد ان کے ماننے والوں کی تھی: ”فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ“ (الصف:۱۴) میں اسی کا بیان ہے۔ البتہ ان کے رفعِ آسمانی سے پہلے یہود کا غلبہ رہا اور ان کے پیرو مغلوب رہے، جیسا کہ ہجرت سے پہلے حضراتِ صحابہ کرام... رضوان اللہ علیہم اجمعین... مغلوب تھے اور قریشِ مکہ غالب تھے۔

چہارم:... آپ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ: ”بقول بائبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں اکثریت بے ایمان اور نمک حرام لوگوں کی تھی“ غالباً جناب کا اِشارہ بائبل کے اس فقرے کی طرف ہے کہ یہودا اسخر یوطی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چالیس درہم کے بدلے گرفتار کروادیا تھا، لیکن یہ قصہ صراحۃً غلط ہے، اس لئے کہ ان بارہ حواریوں کو جنت کی بشارت دی گئی تھی، پس کیسے ممکن ہے کہ مبشر بالجنۃ ہونے کے باوجود وہ مرتد ہوجائیں، قرآنِ کریم میں ہے:

”یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللهِ كَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللهِ، قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللهِ... الخ“ (الصف:۱۴)

ترجمہ:... ”اے ایمان والو! تم اللہ کے مددگار ہوجاؤ، جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے فرمایا کہ: اللہ کے واسطے میرا کون مددگار ہوتا ہے؟ وہ حواری بولے: ہم اللہ کے مددگار ہیں۔“

قرآنِ کریم کی کسی آیت اور کسی حدیث شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی مذمت نہیں کی گئی، اور نہ کسی صحابی سے اس قسم کا مضمون منقول ہے۔ لہٰذا آنجناب کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی اکثریت کو بے ایمان اور نمک حرام لکھنا صریح زیادتی ہے۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دس مبشر صحابہؓ کو جو ”عشرہ مبشرہ“ کے لقب سے معروف ہیں، شیعوں کا یہ طعن دینا صحیح ہوگا کہ... نعوذ باللہ... ان کی اکثریت بے اِیمان اور نمک حرام تھی...؟

اصل قصہ وہ ہے جس کو اِمام ابنِ کثیرؒ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بہ سندِ صحیح نقل کیا ہے:

”قال: لما أراد الله أن يرفع عيسٰى إلى السماء خرج إلٰى أصحابه وفي البيت اثنا عشر رجلًا من الحواريين فخرج عليهم من عين في البيت ورأسه يقطر ماء ثم قال: أيكم يلقى عليه شبهي فيقتل مكاني ويكون معي في درجتي؟ فقام شاب من احدثهم سنًّا، فقال

لہ: اجلس! ثم أعاد علیھم فقام ذٰلک الشاب فقال: اجلس، ثم أعاد علیھم فقام الشاب فقال: أنا! فقال: ھو ذاک، فألقی علیه شبه عیسٰی ورفع عیسٰی من روزنة فی البیت إلی السماء۔'' (تفسیر ابن کثیر ج:۱ ص:۷۶۴)

اِمام ابنِ کثیرؒ اس کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

''وھٰذا اسناد صحیح إلی ابن عباس ورواہ النسائی عن أبی کریب عن أبی معاویة بنحوہ، وکذا ذکرہ غیر واحد من السلف أنه قال لھم: أیکم یلقی علیه شبھی فیُقتلَ مکانی رھو رفیقی فی الجنّة؟'' (حوالۂ بالا)

ترجمہ:... ''جب اِرادہ کیا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اُٹھانے کا، تو وہ نکلے اپنے اَصحاب کے پاس، اور مکان میں بارہ حواری تھے، یعنی آپ کے مکان میں ایک چشمہ تھا اس سے غسل کر کے ان کے پاس آئے، اور آپ کے سر سے پانی ٹپ رہا تھا۔ پھر فرمایا: تم میں سے کون ہے جس پر میری شباہت ڈال دی جائے، پس وہ میری جگہ قتل کردیا جائے، اور میرے ساتھ میرے درجے میں ہو؟ پس ایک نوجوان جو سب سے کم عمر تھا کھڑا ہوا، آپ نے فرمایا: بیٹھ جا! پھر وہی بات دُہرائی، پھر وہی نوجوان کھڑا ہوا، آپ نے فرمایا: بیٹھ جا! پھر اپنی بات دُہرائی پس نوجوان کھڑا ہوا، پس کہا کہ: میں اس کے لئے حاضر ہوں! فرمایا: تو ہی وہ ہے۔ پس اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مکان کے روشن دان سے آسمان کی طرف اُٹھالیا گیا۔''

''یہ اسناد صحیح ہے ابنِ عباسؓ تک، اور اِمام نسائی نے اس کو ابوکریب سے اور انہوں نے ابومعاویہؒ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔ اور اسی طرح یہ بات بہت سے سلف نے ذِکر فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا کہ: تم میں سے کون ہے کہ اس پر میری شباہت ڈال دی جائے، پس وہ میری جگہ قتل کردیا جائے اور وہ میرا رفیق ہو جنت میں؟''

یہ نوجوان یہودا اسخر یوطی تھا، اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ اس نے غداری کی، کیونکہ اس نے جو کچھ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اِشارہ، بلکہ بشارت کے مطابق کیا۔

پنجم:... حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ناکام اور کمزور نبی کہنا صحیح نہیں، کیونکہ ان کی رُوحانی قوت قرآنِ کریم میں مذکور ہے:

''وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْھَا فَتَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ۔'' (المائدۃ:۱۱۰)

ترجمہ:... ''اور جبکہ تم گارے سے ایک شکل بناتے تھے، جیسے پرندے کی شکل ہوتی ہے، میرے حکم سے، پھر تم اس کے اندر پھونک ماردیتے تھے، جس سے وہ پرندہ بن جاتا تھا، میرے حکم سے، اور تم اچھا

کردیتے تھے مادرزاد اندھے کو، اور برص کے بیمار کو، میرے حکم سے، اور جبکہ تم مُردوں کو نکال کر کھڑا کردیتے تھے، میرے حکم سے۔''

اور دوبارہ تشریف آوری کے موقع پر دجال کے مقابلے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رُوحانی قوّت کا یہ عالم ہوگا کہ دجال ان کو دیکھتے ہی اس طرح پگھلنے لگے گا، جیسا کہ نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ صحیح مسلم (ج:۲ ص:۳۹۲) میں ہے:

''فَإِذَا رَآهُ عَدُوُّ اللهِ ذَابَ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِى الْمَاءِ، فَلَوْ تَرَكَهُ لَانْذَابَ حَتّٰى يَهْلِكَ، وَلٰكِنْ يَّقْتُلُهُ اللهُ بِيَدِهٖ فَيُرِيْهِمْ دَمَهٗ۔''

مسندِ احمد (ج:۲ ص:۳۶۸) میں ہے:

''فَإِذَا صَلّٰى صَلٰوةَ الصُّبْحِ خَرَجُوْا إِلَيْهِ فَقَالَ: فَحِيْنَ يَرَى الْكَذَّابَ يَنْمَاثُ كَمَا يَنْمَاثُ الْمِلْحُ فِى الْمَاءِ۔''

ان احادیث کا خلصہ، ترجمہ وہی ہے جو اُوپر گزر چکا ہے۔

''۳-مولانا صاحب! آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت عیسیٰ کا دوبارہ آنا اس لئے بھی ضروری ہے کیونکہ آپ نے آکر اپنے دُشمن یہودیوں سے اِنتقام بھی لینا ہے، تو کیا اِنتقام لینا اسلامی شریعت کی نفی نہیں ہے؟ علاوہ ازیں حضرت عیسیٰ تو زِندہ ہیں مگر ان کے دُشمن تو مرکر خاک ہوکر جہنم رسید ہوگئے، اب وہ اِنتقام کن سے لیں گے؟ کیا ایک اٹھارویں نسل کے کسی فرد کو اس وجہ سے پھانسی پر چڑھایا جاسکتا ہے کہ آج سے دو ہزار سال پہلے اس فرد کے کسی جدِ اَمجد نے قتل کیا تھا؟ میری کانشنس بار بار اس نااِنصافی پر اِحتجاج کرنے پر مجبور ہے۔ براہِ کرم اس کا تسلی بخش جواب دے کر مشکور فرمادیں۔''

جواب:... قرآنِ کریم میں ہے:

''قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ۔'' (التوبۃ:۱۴)

ترجمہ:... ''ان سے لڑو، اللہ تعالیٰ... کا وعدہ ہے کہ... ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دے گا، اور ان کو ذلیل ...وخوار... کرے گا، اور تم کو ان پر غالب کرے گا، اور بہت سے مسلمانوں کے قلوب کو شفا دے گا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں کفار سے اِنتقام لینا دِین کی نفی نہیں، بلکہ عین دِین ہے، اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی صفت ''عزیز ذُوانتقام'' ہے، اور جہاد اسی صفت کا مظہر ہے۔ مجاہدین جارحہ اِلٰہیہ کی حیثیت سے خدا کے دُشمنوں سے اِنتقام لیتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مشہور حدیث ہے:

''مَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فِىْ شَىْءٍ قَطُّ إِلَّا اَنْ يُّنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا۔ متفق عليه۔'' (مشکوٰۃ ص:۵۱۹)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہود سے اِنتقام لینا بھی اِنتقامِ اِلٰہی کا مظہر ہوگا۔

رہا آپ کا یہ فرمانا کہ: ''حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادتی تو دو ہزار سال پہلے کے لوگوں نے کی، اور وہ اِنتقام دو ہزار سال بعد کے لوگوں سے لیں گے'' اور یہ بات ایسی ہے کہ آپ کی کانشنس اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔

میرے محترم! ذرا غور فرمائیے کہ آخری زمانے میں جب دجال کا خروج ہوگا اور یہود اس کے ساتھ ہوکر غلبہ اور تسلط حاصل کریں گے، تو حق تعالیٰ شانہٗ کی صفتِ اِنتقام جوش میں آئے گی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دَجالی فتنے کا قلع قمع کرنے کے لئے نازل کیا جائے گا، اس وقت وہ دجال کے پیروکار یہود کا اِستیصال فرمائیں گے۔

پوری قومِ یہود ایک فوج ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت پوری قوم نے کی، اس لئے آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام قومِ یہود سے بحیثیت جارحہ اِلٰہی کے اِنتقام لیں گے۔

''۴-مولانا صاحب نے فرمایا ہے کہ ''انی متوفیک'' کے اگر معنی یہ کئے جائیں کہ میں تجھے وفات دُوں گا، تب بھی اس سے آئندہ کسی اور وقت میں وفات دینے کا وعدہ ثابت ہے، نہ یہ کہ ان کی (حضرت عیسیٰ کی) وفات ہوچکی ہے۔ مولانا صاحب! یہاں دو وعدے ہیں ۱-''انی متوفیک'' ۲-''ورافعک اِلیّ'' کہ میں تجھے وفات دُوں گا اور تجھے اپنی طرف اُٹھالوں گا۔ وضاحت طلب اَمر یہ ہے کہ اگر وفات کا وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا تو اپنی طرف اُٹھالینے والا وعدہ کیسے پورا ہوگیا؟ حالانکہ یہاں وفات کا وعدہ پہلے ہے۔''

جواب:... عربی زبان میں ''و'' ترتیب کے لئے نہیں آتی، مثلاً: آپ کسی شخص کو بازار بھیجیں اور اسے یہ کہیں کہ: ''فلاں اور فلاں چیز لے کر آؤ'' تو ضروری نہیں کہ جس ترتیب سے آپ نے چیزیں خریدنے کا حکم فرمایا ہے، اسی ترتیب سے وہ خریدے، بلکہ یہ صحیح ہوگا کہ آپ کی ذِکر کردہ چیزوں میں سے دُوسرے نمبر کی چیز کو وہ پہلے خریدلے، اور پہلے نمبر کی چیز کو بعد میں خریدے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے دو وعدے فرمائے تھے، ایک یہ کہ: ''اے عیسیٰ! تم کچھ غم نہ کرو، بے شک میں تم کو اپنے وقتِ موعود پر طبعی موت سے وفات دینے والا ہوں، پس جب تمہارے لئے موت طبعی مقدّر ہے تو اِطمینان رکھو کہ ان دُشمنوں کے ہاتھوں دار پر جان دینے سے محفوظ رہوگے۔''

اور دُوسرا وعدہ یہ کہ: ''اور فی الحال میں تم کو اپنے عالمِ بالا کی طرف اُٹھائے لیتا ہوں۔'' گویا اپنے وقت پر طبعی وفات دینے سے مقصود دُشمنوں سے حفاظت کی بشارت تھی، یہ اپنے وقتِ موعود پر آئے گا جب قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے، جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں آیا ہے۔

اور دُوسرا وعدہ عالمِ بالا کی طرف فی الحال اُٹھالینے کا ساتھ کے ساتھ پورا کیا گیا، جس کے پورا ہونے کی خبر سورۂ نساء میں دی گئی ہے: ''بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ'' اب وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں، اگرچہ پہلا وعدہ بعد میں پورا ہوگا، لیکن اس کو ذِکر پہلے کیا گیا ہے، کیونکہ یہ مثل دلیل کے ہے دُوسرے وعدے کے لئے، چونکہ دلیل رُتبے کے اِعتبار سے مقدم ہوتی ہے، اور چونکہ ''واؤ'' ترتیب کے لئے موضوع نہیں، اس لئے تقدیم و تأخیر میں کوئی اِشکال نہیں۔ (بیان القرآن ج:۲ ص:۲۳ از مولانا اشرف علی تھانویؒ)

''۵-مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ: "قد خلت من قبله الرسل" دوجگہ آیا ہے، ایک جگہ آنحضرت صلعم کے لئے اور دُوسری جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے۔ اور یہ دونوں حضرات بوقتِ نزولِ آیات زندہ تھے۔ مولانا صاحب! قابلِ حل اَمر یہ ہے کہ جہاں آنحضرت صلعم کے بارے میں بیان ہوا ہے، وہاں ساتھ ہی خلت کی دو اَشکال بیان ہوئی ہیں۔ (افامات أو قتل) موت اور قتل، تیسری کوئی شکل ''خلت'' کی بیان نہیں ہوئی، اس معمے کو بھی حل فرمادیں۔''

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ آیت شریفہ جنگِ اُحد میں نازل ہوئی تھی، جبکہ شیطان نے یہ اُڑادیا تھا: "اَلَا اِنَّ محمدًا قد قُتل" اور اس خبر کے سننے سے صحابہ کرامؓ کی رہی سہی کمر بھی ٹوٹ گئی تھی، ورنہ لڑائی کا پانسہ پلٹ جانے کی وجہ سے بدحواس اور منتشر تو ہو ہی رہے تھے، ان کی تسلی کے لئے فرمایا گیا:

''اور محمد... صلی اللہ علیہ وسلم... نرے رسول ہی تو ہیں... خدا تو نہیں جن پر موت یا قتل ممتنع ہو... آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں،... اسی طرح ایک دن آپ بھی گزر جائیں گے... سو اگر آپ کا اِنتقال ہوجائے یا... بالفرض... آپ شہید ہی ہوجائیں تو کیا تم لوگ... جہاد یا اِسلام سے... اُلٹے پھر جاؤ گے؟''

یہاں قتل کا ذِکر حضراتِ صحابہؓ کی تسلی آمیز تہدید کے لئے ہے، ورنہ دُنیا سے آپ کا تشریف لے جانا طبعی موت کی شکل میں متعین تھا، اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طبعی موت سے وفات پانا بھی متعین اور منصوص ہے۔ حدیث میں ہے:

"ثُمَّ يُتَوَفّٰى وَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ وَيُدْفِنُوْنَهٗ۔"

(مسندِ احمد ج:۲ ص:۴۳۷، فتح الباری ج:۶ ص:۳۵۷)

''۶- "بل رفعه الله إليه" کی تشریح میں مولانا صاحب رقم طراز ہیں کہ رفع بمقابلہ قتل آیا ہے، اور قتل جسم کا ہوتا ہے، رُوح کا نہیں، لہٰذا رفع سے مراد رفعِ جسمانی ہے۔ اور رفع الی اللہ قرآنِ کریم کے محاورے میں رفع الی السماء کے لئے اِستعمال ہوتا ہے۔ سورۂ مریم آیت:۵۸ میں آیا ہے: ''اور تو حضرت اِدریس کا بھی ذِکر سنادے، وہ ہمارا صدیق نبی تھا'' "ورفعنٰه مكانًا عليًّا" تو کیا یہاں بھی "رفعنا" کے معنی رفع الی السماء کے ہیں؟ تو کیا اس طرح پھر حضرت اِدریس کا بھی آسمان پر جانا ثابت نہیں ہوتا؟ مہربانی کرکے اس پر بھی روشنی ڈالیں۔''

جواب:... حضرت اِدریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جو "وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا" وارِد ہوا ہے، اس کی بنا پر اگرچہ بعض اکابرؒ ان کے زِندہ ہونے کے قائل ہوئے ہیں، جیسا کہ علامہ خیالیؒ نے حاشیہ شرح عقائد نسفی میں ذِکر کیا ہے (ص:۱۴۲)، لیکن جمہور علماء ان کے رفعِ آسمانی کے قائل نہیں، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفعِ آسمانی کے قائل ہیں۔

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں تو رفع الی اللہ مذکور ہے، جو کہ رفعِ آسمانی میں نص ہے، بخلاف حضرت اِدریس علیہ السلام کے کہ ان کے لئے رفع الی اللہ مذکور نہیں۔

دُوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے رفع بمقابلہ قتل ذِکر کیا گیا ہے، بخلاف اِدریس علیہ السلام کے۔
تیسری وجہ، جیسا کہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے لکھا ہے:

''عیسیٰ علیہ السلام کی حیات، ان کا زمین پر نازل ہونا، اور یہاں رہنا احادیثِ صحیحہ سے ایسے طور پر ثابت ہے کہ اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا، اور اس میں کسی ایک آدمی کا بھی اِختلاف نہیں، بخلاف دیگر حضرات کے۔'' (مجموعہ حواشی البہیہ ج:۳ ص:۳۴۰)

''۷- اب ایک ضروری سوال جو اس سلسلے میں شدّت سے میرے ذہن میں آتا ہے، یہ ہے کہ سورۃ المائدہ کے آخری رُکوع میں ساری گفتگو بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ اور حضرت عیسیٰ کے مابین ہونے والی کا پورا نقشہ کھینچا گیا ہے، وہاں حضرت عیسیٰ عرض کریں گے کہ جب تک میں ان میں رہا، میں ان کا پورا پورا نگران رہا (یعنی توحید کا سبق دیتا رہا) ''فلما توفیتنی کنت أنت الرقیب علیھم'' مگر جب تو نے مجھے وفات دے دی، تو تو ہی ان پر نگران تھا۔ مولانا صاحب! کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عیسائی فرقے والے حضرت عیسیٰ کی وفات کے بعد بگڑے ہیں؟ اور کیا عیسائی قوم کا عقیدۂ اُلوہیت کا بگاڑ حضرت عیسیٰ کی وفات کو ثابت نہیں کرتا؟''

جواب:... سورۂ مائدہ میں: ''فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ'' میں ان کے رفعِ آسمانی کا ذِکر ہے، کیونکہ تمام مفسرین اس پر متفق ہیں۔ اس آیت میں ''توفی'' سے موت مراد لینا کسی طرح صحیح نہیں، اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دِین کو پولوس نے بگاڑا ہے، اور تاریخ کے مطابق اس کی وفات ۶۰ء میں ہوئی۔ گویا ۶۰ء تک دِینِ مسیحی بگڑ چکا تھا۔ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کا بگڑنا ان کی موت کے بعد نہیں، بلکہ ان کے رفعِ آسمانی کے بعد ہوا ہے۔ اس آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ میں ان کے حالات کو اپنی موجودگی میں تو دیکھ رہا تھا، لیکن جب آپ نے مجھے آسمان پر زِندہ اُٹھالیا، اس وقت وہ میری نگرانی سے خارج تھے، اور آپ ہی ان پر نگہبان تھے۔

''۸- مولانا صاحب، جناب خان شہزادہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''حضرت عیسیٰ کی ہجرت کو تو ہم دُونوں مانتے ہیں، میں ہجرت الی السماء کا قائل ہوں، اور آپ ہجرت الی الربوہ کے۔ اگرچہ آپ تعین نہیں کرتے کہ: ''اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ'' کہاں ہے؟ نیز ان کے مدفن کا بھی کسی کو پتا نشان نہ ہے، مولانا صاحب! آپ نے خان شہزادہ کے ذمہ لگادیا کہ ربوہ والی جگہ کا تعین کریں، اور پتا بتائیں، مگر کیا یہ ہم سب مسلمانوں کا فرض نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس زمین ربوہ کی نشاندہی فرمائی ہے، اور جہاں جاکر دونوں ماں بیٹے نے ہجرت کے بعد پناہ لی ہے، اس کی تلاش کریں؟ جبکہ خدا تعالیٰ نے اس زمین ربوہ کے بارے میں یہ بھی اِشارہ فرمادیا کہ وہ ایک تسکین بخش اور چشموں والی زمین ہے۔ صرف ایک پاؤں کا نشان پاکر اِنسان اپنا گمشدہ اُونٹ تلاش کرسکتا ہے، کیا ہم خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے پتے پر خدا تعالیٰ کے ایک پیارے نبی کو اور ان

کی پیاری والدہ ماجدہ مریم کو نہیں ڈھونڈ سکتے؟ میرے خیال میں صرف ہمت اور صاف نیت کی ضرورت ہے، آخر ربوہ آسمان پر تو نہیں ہے، وہ اُونچی جگہ اسی زمین پر ہے، پھر ایک فرد تو نہیں، دو ماں بیٹا ہیں، جہاں ماں ہوگی وہاں بیٹا بھی ہوگا۔ اس ضمن میں دُوسرا سوال یہ ہے کہ کیا ہر فوت شدہ نبی کی قبر کا پتا لگانا ضروری ہے، تب ہم کسی نبی کو وفات یافتہ تسلیم کریں گے؟ ورنہ نہیں۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ حضرت مریم بھی تو ہجرت کے وقت اپنے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی تھیں، ان کے مقبرے کا کیا آپ کو علم ہے؟ چوتھا سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی ہجرت بمقام ربوہ آسمان پر جانے کی نفی نہیں ہے؟''

جواب:... یہاں چند اُمور قابلِ ذکر ہیں:

اوّل:... جو مضمون میں نے جناب خان شہزادہ صاحب کے نام لکھا تھا، وہ پورا جناب کی نظر سے نہیں گزرا، میں نے اس آیتِ شریفہ: ''وَاٰوَیْنٰـھُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ'' کے بارے میں لکھا تھا کہ اس کا تعلق واقعۂ صلیب سے نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اِبتدائی نشو ونما سے ہے۔

دوم:... حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت آسمان کی طرف ہوئی ہے، اور اس میں نہ ان کی والدہ ماجدہ شریک تھیں، اور نہ ان کے حواری۔ اس ناکارہ نے ایک مستقل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ آسمانی پر لکھی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر پندرھویں صدی تک تمام اکابرِ اُمت کی تصریحات جمع کردی ہیں۔ یہ رسالہ ''تحفۂ قادیانیت'' جلد اوّل میں شامل ہے۔

سوم:... بہرحال حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت اللحم میں پیدا ہوئے، پھر ان کی والدہ ماجدہ ان کو مصر لے گئیں، اور کوئی آٹھ نو سال کے تھے جب ان کا قیام ناصرہ بستی میں ہوا۔ یہی ان کا مستقر تھا، اس کے علاوہ انہوں نے کوئی وطن نہیں بنایا۔

''۹- مولانا صاحب نے اپنے مضمون میں حضرت عیسیٰ کی ایک دُعا کا ذِکر برناباس اِنجیل کے حوالے سے کیا ہے کہ آپ نے دُعا کی تھی کہ مجھے اے خدایا! تو اُمتِ محمدیہ کا فرد بنادے۔ اس دُعا کی قبولیت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اُٹھالیا۔ یقیناً آپ جیسے جید عالم سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ آپ نے محض سنی سنائی بات کو مضمون کی زینت بنادیا ہو۔ تاہم اتنی گزارش کردُوں کہ میری تحقیقات کے مطابق اس قسم کی دُعا کا کہیں ذِکر اِنجیل برناباس میں نہیں ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ آپ براہِ کرم اس کا حوالہ یا اس کی فوٹو کاپی خاکسار کے پتے پر اِرسال فرمادیں۔ یہاں تک کہ کسی حدیث میں حضرت عیسیٰ کی اس دُعا کا تعلق ہے تو میری تحقیق کے مطابق یہ بھی کسی حدیث میں ان کی ایسی دُعا کا کہیں ذِکر نہ ہے، کیا آپ اس سلسلے میں میری رہنمائی فرمائیں گے؟ البتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا کا ذِکر ہے، جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! تو اُمتِ محمدیہ کا نبی نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس اُمت کا نبی اسی اُمت سے ہوگا، پھر عرض کیا گیا کہ نبی نہیں تو اُمتی ہی بنادیجئے تو اِرشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ: تم ان سے پہلے ہوگئے ہو، وہ پیچھے، البتہ تم کو اور ان کو میں دارالجلال میں اِکٹھا کردُوں گا۔ (اس کا ذِکر حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اپنی کتاب نشر الطیب فی ذکر الحبیبؐ کے

صفحہ:۲۶۲ پر فرمایا ہے)۔ مولانا صاحب! اس سلسلے میں دو اہم سوال مزید ذہن میں آئے ہیں۔ پہلا یہ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا اُمتِ محمدیہ کے فرد ہونے کی قبول نہیں ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں وہ کونسی افضلیت ہے کہ ان کے لئے یہ دروازہ کھلا رکھ دیا گیا ہے؟ دُوسرا سوال یہ ہے کہ بفرضِ محال مان بھی لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ نے برنباس اِنجیل کی رُو سے ایسی دُعا کی تھی تو دُعا تو صرف اُمتی بننے کی تھی نہ اِصلاحِ اُمت کی؟ ان اُلجھنوں کا حل آپ کے نزدیک کیا ہے؟ فقط والسلام ابوظفر چوہان۔''

جواب:... اِنجیل برنباس کی جس دُعا کا میں نے ذِکر کیا تھا، اس کے لئے باب:۴۴ کا آخر ملاحظہ فرمایئے (فقرہ ۳۰ سے ۳۲ تک):

''اور جبکہ میں نے اس کو دیکھا، میں تسلی سے بھر کر کہنے لگا: ''اے محمد! اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ ہو، اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں، کیونکہ اگر میں یہ (شرف) حاصل کروں تو بڑا نبی اور اللہ کا قدوس ہوجاؤں گا۔'' اور جبکہ یسوع نے اس بات کو کہا، اس نے اللہ کا شکر اَدا کیا۔''

اس ناکارہ کے پاس اِنجیل برنباس کے دو نسخے ہیں:

۱-مطبوعہ اسلامی مشن، ۷-ابدالی روڈ، سنت نگر، لاہور۔ جنوری ۱۹۸۰ء بمطابق صفر ۱۴۰۰ھ۔

۲-ترجمہ، آسی ضیائی، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز ۱۳-ای، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔ طبع پنجم جولائی ۱۹۸۷ء

آخرالذکر کے ترجمے میں معمولی سا فرق ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

''اور جب میں نے اسے دیکھا تو میری رُوح تسکین سے بھرگئی یہ کہہ کر کہ: ''اے محمد! خدا تیرے ساتھ ہو، اور وہ مجھے اس لائق بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھول سکوں۔ کیونکہ یہ پاکر میں ایک بڑا نبی اور خدا کا قدوس ہوجاؤں گا۔'' یہ کہہ کر یسوع نے خدا کا شکر اَدا کیا۔''

رہا آپ کا یہ سوال کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا تو قبول نہیں ہوئی، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وہ کونسی خصوصیت تھی کہ ان کے حق میں دُعا قبول ہوئی؟'' اس کا جواب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے ہیں:

''اَلْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ أُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ، وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ نَازِلٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَاعْرِفُوْهُ، رَجُلٌ مَّرْبُوْعٌ، إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، عَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَصَّرَانِ، رَأْسُهُ يَقْطُرُ وَإِنْ لَّمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ، فَيَدُقُّ الصَّلِيْبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيَدْعُو النَّاسَ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَتَهْلِكُ فِيْ زَمَانِهِ الْمِلَلُ كُلُّهَا إِلَّا الْإِسْلَامُ، وَتَرْتَعُ الْأَسْوَدُ مَعَ الْإِبِلِ، وَالنِّمَارُ مَعَ الْبَقَرِ، وَالذِّيَابُ مَعَ الْغَنَمِ، وَتَلْعَبُ الصِّبْيَانُ بِالْحَيَّاتِ فَلَا تَضُرُّهُمْ، فَيَمْكُثُ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً ثُمَّ يُتَوَفّٰى وَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ۔'' (ابوداوٗد ج:۲ ص:۲۳۸، مسندِ احمد ج:۲ ص:۴۳۷، فتح الباری ج:۶ ص:۴۹۳) (حقیقۃ النبوۃ ص:۱۹۲، ازمرزا محمود احمد قادیانی)

ترجمہ:... ''انبیاء علاتی بھائیوں کی طرح ہوتے ہیں، ان کی مائیں تو مختلف ہوتی ہیں، اور دِین ایک ہوتا ہے، اور میں عیسیٰ بن مریم سے سب سے زیادہ تعلق رکھنے والا ہوں، کیونکہ اس کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں، اور وہ نازل ہونے والا ہے، پس جب اسے دیکھو تو اسے پہچان لو کہ وہ درمیانہ قامت، سرخی سفیدی ملا ہوا رنگ، زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے، اس کے سر سے پانی ٹپک رہا ہوگا کو سر پر پانی نہ ہی ڈالا ہو، اور وہ صلیب کو توڑے گا، اور خنزیر کو قتل کرے گا، اور جزیہ ترک کردے گا اور لوگوں کو اِسلام کی طرف دعوت دے گا، اس کے زمانے میں سب مذاہب ہلاک ہوجائیں گے اور صرف اسلام رہ جائے گا، اور شیر اُونٹوں کے ساتھ، چیتے گائے بیلوں کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرتے پھریں گے، اور بچے سانپوں سے کھیلیں گے، اور وہ ان کو نقصان نہ دیں گے، عیسیٰ بن مریم چالیس سال تک رہیں گے اور پھر فوت ہوجائیں گے اور مسلمان ان کے جنازے کی نماز پڑھیں گے۔'' (ترجمہ از مرزا محمود احمد قادیانی)

اس حدیث کو مرزا محمود صاحب قادیانی نے ''حقیقۃ النبوۃ'' میں صفحہ:۱۹۲ پر نقل کیا ہے، اور محمد علی لاہوری نے ''النبوۃ فی الاسلام'' میں صفحہ:۹۲ پر نقل کیا ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نازل ہونے کی خبر دی ہے، اور ان کی خصوصیت یہ ذِکر فرمائی ہے کہ ان کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ:

۱-ان کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ملا ہوا ہے، اور

۲-انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی تھی۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

''یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔'' (الصّف:۶)

۳-اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نازل ہونے کی خبر دی ہے: ''وانہ نازل فیکم'' تو یہ نازل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دِین کی خدمت کے لئے ہوگا، کیونکہ ''جوتی کا تسمہ کھولنا'' خادمیت ومخدومیت کے تعلق کی طرف اِشارہ ہے۔

۴-علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا تعلق متعدّد وجوہ سے ہے، شاید کہ آنجناب نے سنا ہوگا... جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں وارِد ہوا ہے... کہ ان کی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہا الرضوان، اُمہاتُ المؤمنین میں شامل ہوں گی، گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوتیلے والد صاحب ہیں، اب اس سے بڑا تعلق کیا درکار ہے؟

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ ِللهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ

۱۳/۱۰/۱۴۱۷ھ

علاماتِ قیامت

علاماتِ قیامت

سوال:... ہم آئے دن لوگوں سے سنتے ہیں کہ قیامت آج آئی کہ کل آئی، مگر ابھی تک تو نہیں آئی، کیا اس کی کوئی نمایاں علامتیں ہیں جن کو دیکھ کر آدمی سمجھ لے کہ بس اب قیامت قریب ہے؟ ایسی کچھ نشانیاں بتلادیں تو احسانِ عظیم ہوگا۔

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ زمانے کے بارے میں بہت سے اُمور کی خبر دی ہے، جن میں سے بہت سی باتیں تو صدیوں سے پوری ہوچکی ہیں، بعض کو ہم نے اپنی آنکھوں سے پوری ہوتے دیکھا ہے، مثلاً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ مبارک:

"عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وُضِعَ السَّیْفُ فِیْ أُمَّتِیْ لَمْ تُرْفَعْ عَنْهَا إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔"

ترجمہ:... "حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی تو قیامت تک اس سے اُٹھائی نہیں جائے گی۔"

"وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِیْ بِالْمُشْرِکِیْنَ وَحَتّٰی تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِی الْأَوْثَانَ۔"

ترجمہ:... "اور قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کئی قبائل مشرکوں سے جاملیں گے، اور یہاں تک کہ میری امت کے کئی قبائل بت پرستی کرنے لگیں گے۔"

"وَإِنَّهٗ سَیَکُوْنُ فِیْ أُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ، کُلُّهُمْ یَزْعَمُ أَنَّهٗ نَبِیُّ اللهِ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ، لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔"

ترجمہ:... "اور میری امت میں تیس جھوٹے کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں!"

"وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِیْ عَلَی الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ، لَا یَضُرُّهُمْ مَّنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی یَأْتِیَ أَمْرُ اللهِ۔ رواه ابوداؤد، والترمذی۔" (مشکوٰۃ ص:۴۶۵)

ترجمہ:... ''اور میری امت میں ایک جماعت غالب حیثیت میں حق پر قائم رہے گی، جو شخص ان کی مخالفت کرے، وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ (قیامت) آپہنچے۔''

آخری زمانے کی جنگوں کے بارے میں ''ملاحم'' کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد مروی ہے:

''عَنْ ذِیْ مِخْبَرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: سَتُصَالِحُوْنَ الرُّوْمَ صُلْحًا آمِنًا، فَتَغْزُوْنَ اَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِّنْ وَّرَائِكُمْ، فَتُنْصَرُوْنَ وَتَغْنِمُوْنَ وَتَسْلِمُوْنَ ثُمَّ تَرْجِعُوْنَ حَتّٰی تَنْزِلُوْا بِمَرْجٍ ذِیْ تُلُوْلٍ فَیَرْفَعُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ النَّصْرَانِیَّةِ الصَّلِیْبَ فَیَقُوْلُ: غَلَبَ الصَّلِیْبُ! فَیَغْضَبُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَیَدُقُّهٗ، فَعِنْدَ ذَالِکَ تَغْدُو الرُّوْمُ وَتَجْمَعُ لِلْمَلْحَمَةِ..... رواه ابوداؤد۔'' (مشکوٰۃ ص:۴۶۷)

ترجمہ:... ''حضرت ذومخبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: تم اہلِ روم (نصاریٰ) سے امن کی صلح کروگے، پھر تم اور وہ مل کر مشترکہ دشمن سے جہاد کروگے، پس تم منصور و مظفر ہوگے، غنیمت پاؤگے اور تم صحیح سالم رہوگے۔ پھر ٹیلوں والی سرسبز و شاداب وادی میں قیام کروگے، پس ایک نصرانی، صلیب اُٹھاکر کہے گا کہ: صلیب کا غلبہ ہوا! اور ایک مسلمان اس سے مشتعل ہوکر صلیب کو توڑ ڈالے گا، تب رومی عہدشکنی کریں گے، اور لڑائی کے لئے جمع ہوں گے۔''

اسلام اور نصرانیت کی یہ جنگ حدیث کی اصطلاح میں ''ملحمۃ الکبریٰ'' (جنگِ عظیم) کہلاتی ہے، اس کی تفصیلات بڑی ہولناک ہیں، جو ''ابواب الملاحم'' میں دیکھی جاسکتی ہیں، اسی جنگ میں قسطنطنیہ فتح ہوگا اور فتحِ قسطنطنیہ کے متصل دجال کا خروج ہوگا۔[1]

جس امر کی طرف یہاں توجہ دلانا مقصود ہے، وہ یہ ہے کہ اہلِ اسلام اور اہلِ نصرانیت کا وہ مشترکہ دشمن کون ہے، جس سے یہ دونوں مل کر جنگ کریں گے؟ کیا دُنیا کی موجودہ فضا اسی کا نقشہ تو تیار نہیں کر رہی...؟

قیامت کی نشانیاں

جبرائیل علیہ السلام نے پانچواں سوال یہ کیا کہ پھر ایسی نشانیاں ہی بتادیجئے جن سے یہ معلوم ہوسکے کہ اب قیامت قریب ہے۔

---

(۱) عن أبی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: سمعتم بمدینة جانب منها فی البر وجانب منها فی البحر؟ قالوا: نعم یا رسول الله! قال: لَا تقوم الساعة حتّٰی یغزوها سبعون ألفًا من بنی إسحاق فإذا جاؤها نزلوا فلم یقاتلوا بسلاح ولم یرموا بسهم قالوا: لَا إله إلّا الله والله أکبر، فیسقط أحد جانبیها، قال ثور لَا اعلمه إلّا قال الذی فی البحر ثم یقول الثانیة لَا إله إلّا الله والله أکبر فیسقط جانبها الآخر ثم یقول الثالثة لَا إله إلّا الله والله أکبر فیفرج لهم فیدخلونها فیغنموا فبینما هم یقتسمون المغانم إذ جاءهم الصریخ فقال: إن الدجال قد خرج، فیترکون کل شیء ویرجعون. قال النووی: قوله صلی الله علیه وسلم فی المدینة التی بعضها فی البر وبعضها فی البحر .... وهذه المدینة هی القسطنطینیة. (الصحیح للمسلم مع شرح الکامل للنووی ج:۲ ص:۳۹۶ طبع قدیمی، کتاب الفتن وأشراط الساعة).

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں قیامت کی دو نشانیاں بتائیں:

اوّل یہ کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنے...... اس کی تشریح اہلِ علم نے کئی طرح کی ہے، سب سے بہتر توجیہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس میں اولاد کی نافرمانی کی طرف اشارہ ہے، مطلب یہ کہ قربِ قیامت میں اولاد اپنے والدین سے اس قدر برگشتہ ہوجائے گی کہ لڑکیاں جن کی فطرت ہی والدین کی اطاعت، خصوصاً والدہ سے محبت اور پیار ہے، وہ بھی ماں باپ کی بات اس طرح ٹھکرانے لگیں گی جس طرح ایک آقا اپنے زَرخرید غلام لونڈی کی بات کو لائقِ توجہ نہیں سمجھتا، گویا گھر میں ماں باپ کی حیثیت غلام لونڈی کی ہوکر رہ جائے گی۔ (۱)

دُوسری نشانی یہ بیان فرمائی کہ وہ لوگ جن کی کل تک معاشرے میں کوئی حیثیت نہ تھی، جو ننگے پاؤں اور برہنہ جسم جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے، وہ بڑی بڑی بلڈنگوں میں فخر کیا کریں گے(۲) یعنی رذیل لوگ معزّز ہوجائیں گے۔ ان دونشانیوں کے علاوہ قربِ قیامت کی اور بہت سی علامتیں حدیثوں میں بیان کی گئی ہیں۔ مگر یہ سب قیامت کی ''چھوٹی نشانیاں'' ہیں، اور قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں جن کے ظاہر ہونے کے بعد قیامت کے آنے میں زیادہ دیر نہیں ہوگی، یہ ہیں:

۱:...حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظاہر ہونا اور بیت اللہ شریف کے سامنے رُکن اور مقام کے درمیان لوگوں کا ان کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کرنا۔ (۳)

۲:...ان کے زمانے میں کانے دجال کا نکلنا اور چالیس دن تک زمین میں فساد مچانا۔ (۴)

۳:...اس کو قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا۔ (۵)

۴:...یأجوج مأجوج کا نکلنا۔ (۶)

---

(۱) قال: أن تلد الأمة ربّتها، أی یکثر العقوق فی الأولاد فیعامل الولد أُمّه معاملة السیّد أَمَته من الإهانة .... الخ۔ (التعلیق الصبیح ص: ۲۱، طبع عثمانیه، لاهور)۔

(۲) وأن ترَی الحفاة العراة العالة رعاء الشاء یتطاولون فی البنیان .... فهو اشارة الٰی تغلب الأرذال، وتذلل الأشراف، وتولی الریاسة من لا یستحقها۔ (التعلیق الصبیح ص: ۲۱)۔

(۳) عن اُمّ سلَمة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من أهل المدینة هاربًا الٰی مکة فیأتیه ناس من أهل مکة فیخرجونه وهو کاره فیبایعونه بین الرُّکن والمقام ...الخ۔ (مشکوٰة ص: ۴۷۱، باب أشراط الساعة، أیضًا مصنف عبدالرزاق، باب المهدی ج: ۱۱ ص: ۳۷۱)۔

(۴) عن النواس بن سمعان قال ...... قلنا: یا رسول الله! وما لبثه فی الأرض؟ قال: أربعون یومًا، یوم کسنة، ویوم کشهر، ویوم کجمعة، وسائر أیّامه کأیّامکم ...الخ۔ (مشکوٰة ص: ۴۷۳، باب العلامات بین یدی الساعة)۔

(۵) وأن عیسٰی یقتله بعد أن ینزل من السماء فیحکم بالشریعة المحمدیة۔ (فتح الباری ج: ۱۳ ص: ۹۲)۔

(۶) عن زینب بنت جحش ان النبی صلی الله علیه وسلم استیقظ من نومه وهو یقول: لا إلٰه إلّا الله ویل للعرب من شرقه، اقترب فتح الیوم ردم یأجوج ومأجوج ...الخ۔ (الصحیح للمسلم ج: ۲ ص: ۳۸۸، مسند أحمد ج: ۱ ص: ۳۷۵، ابن ماجة ج: ۱ ص: ۳۰۹، فتح الباری ج: ۱۳ ص: ۷۹، طبع لاهور)۔

۵:...دَابّۃ الارض کا صفا پہاڑی سے نکلنا۔[1]

۶:...سورج کا مغرب کی جانب سے طلوع ہونا اور یہ قیامت کی سب سے بڑی نشانی ہوگی، جس سے ہر شخص کو نظر آئے گا کہ اب زمین و آسمان کا نظام درہم برہم ہوا چاہتا ہے اور اب اس نظام کے توڑ دینے اور قیامت کے برپا ہونے میں زیادہ دیر نہیں ہے۔ اس نشانی کو دیکھ کر لوگوں پر خوف و ہراس طاری ہوجائے گا مگر یہ اس عالم کی نزع کا وقت ہوگا، جس طرح نزع کی حالت میں توبہ قبول نہیں ہوتی، اسی طرح جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔[2] اس قسم کی کچھ بڑی بڑی نشانیاں اور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں۔ قیامت ایک بہت ہی خوفناک چیز ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے لئے تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور قیامت کے دن کی رُسوائیوں اور ہولناکیوں سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

علاماتِ قیامت کے بارے میں سوال

سوال:...آپ نے روزنامہ ''جنگ'' کے جمعہ ایڈیشن میں علاماتِ قیامت میں ''جاہل عابد اور فاسق قاری'' کے عنوان سے لکھا ہے کہ: ''آخری زمانے میں بے علم عبادت گزار اور بے عمل قاری ہوں گے'' آپ ذرا تفصیل سے سمجھائیں کہ ایسے عابد جو جاہل ہوں، کس زُمرے میں آئیں گے؟ کیونکہ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو جاہل نہ کہیں، کیونکہ جاہل تو ابوجہل تھا یا اس کی ذُرّیات ہوں گی، لیکن ایسے بے علم بھی نظر آجاتے ہیں جو بڑے عبادت گزار ہوتے ہیں اور شاید پُرخلوص بھی اور شاید اتنا علم بھی رکھتے ہوں کہ نماز کے الفاظ اور سورۂ اِخلاص کے ساتھ نماز ادا کرسکیں، وضو اور غسل کا طریقہ انہیں آتا ہو، کیا ایسے لوگ ان جاہل عابدوں کے زُمرے سے خارج ہوں گے؟ اگر یہ لوگ جاہل عابدوں کے زُمرے میں شمار نہ کئے جائیں تو اس سے کمتر درجے میں یعنی جن کو نماز پڑھنی بھی نہ آتی ہو، وہ عبادت گزار کیسے بن سکتا ہے؟ لہٰذا آپ تفصیل سے سمجھادیں کہ حدیث شریف کا مطلب کیا ہے؟ آیا ''یہ ایسے عابد ہوں گے اور ناجی ہوں گے اور ایسے قاری ہوں گے جن کے پاس علم تو بڑا ہوگا لیکن عمل نہیں کریں گے۔'' یا ''یہ بے علم عبادت کریں گے اور بے عمل عالم ہوں گے اور دونوں ہی گھاٹے میں رہیں گے، کیونکہ بے علم عمل نہیں اور بغیر عمل علم نہیں۔''

جواب:...''بے علم عبادت گزار'' سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے دِین کے ضروری مسائل، جن کی روزمرّہ ضرورت پیش آتی ہے، نہ سیکھے ہوں۔ اگر کسی نے اتنا علم جو ہر مسلمان پر فرض ہے، سیکھ لیا ہو تو وہ ''بے علم'' کے زُمرے میں نہیں آتا۔ خواہ کتاب کے ذریعے سیکھا ہو، یا حضراتِ علماء کی خدمت میں بیٹھ کر زبانی سیکھا ہو۔ اور جو شخص فرض علم سے بھی بے بہرہ ہو، اس کے ''جاہل'' ہونے

(۱) وقال ابن ابی حاتم ..... تخرج الدابة من صدع من الصفا ...الخ. (تفسير ابن كثير ج:۴ ص:۶۸۵، طبع رشيديه).

(۲) عن أبي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لَا تقوم الساعة حتّٰى تطلع الشمس من مغربها، فاذا طلعت من مغربها آمن الناس كلهم أجمعون فيومئذ لَا ينفع نفسًا ايمانها لم تكن آمنت من قبل ...الخ. (مسلم ج:۱ ص:۸۸) وأيضًا عن صفوان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان من قبل مغرب الشمس بابًا مفتوحًا عرضه سبعون سنة فلا يزال ذٰلك الباب مفتوحًا للتوبة حتّٰى تطلع الشمس من نحوه. (ابن ماجة ص:۲۹۵، باب طلوع الشمس من مغربها).

میں کیا شبہ ہے؟ اور "فاسق قاری" سے مراد وہ لوگ ہیں جو دِین کا علم تو رکھتے ہیں، مگر عمل سے بے بہرہ ہیں۔[1]

کیا قیامت دس محرّم کو نمازِ عصر کے وقت آئے گی؟

سوال:... قیامت کے کیا کیا آثار و علامات ہیں؟ اور قیامت کیا ہر حال میں ۱۰ رمحرّم الحرام، یومِ عاشور، نمازِ عصر کے وقت آئے گی؟

جواب:... قیامت کے آثار تو ظاہر ہو چکے ہیں، لیکن قیامت کب آئے گی؟ اس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔[2] البتہ اتنا معلوم ہے کہ قیامت جس دن بھی آئے گی وہ جمعہ کے دن ہوگی،[3] لیکن وہ کس ماہ کا جمعہ اور پھر وہ کس سال کا ہوگا؟ یہ سب اُمور صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ باقی جس روایت میں آتا ہے کہ وہ دسویں محرم کا جمعہ ہوگا، تو یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔[4] واللہ اعلم!

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہلِ سنت کا عقیدہ

سوال:... ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی رُو سے ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آخرالزمان ہیں، یہ ہم سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ لیکن پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتایا کہ ان کی وفات کے بعد اور قیامت سے پہلے ایک نبی آئیں گے، حضرت مہدی رضی اللہ عنہ جن کی والدہ کا نام حضرت آمنہ اور والد کا نام حضرت عبداللہ ہوگا، تو کیا یہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں ہوں گے جو دوبارہ دُنیا میں تشریف لائیں گے؟ میرے نانا محترم مولوی آزاد فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبے میں فرمارہے تھے کہ قیامت سے پہلے حضرت مہدی رضی اللہ عنہ دُنیا میں تشریف لائیں گے، لوگوں نے نشانیاں سن کر پوچھا: یا رسول اللہ! کیا وہ آپ تو نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا کر خاموش رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹ کہہ رہی تھی میں اس دُنیا میں دوبارہ آؤں گا، اس کا جواب تفصیل سے دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

جواب:... حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اور جس پر اہلِ حق کا اتفاق ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہوں گے[5] اور نجیب الطرفین سیّد ہوں گے۔[6] ان کا

---

(۱) عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يكون في آخر الزمان عبّاد جهّال وقرّاء فسقة. (كنز العمّال ج:۱۴ ص:۲۲۲، طبع بيروت).

(۲) "إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ..." (لقمان:۳۴) حضرت قتادہ تابعی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اشياء من الغيب استأثر الله بهنّ فلم يطلع عليهنّ ملَكًا مقرّبًا ولَا نبيًّا مُرسَلًا، إن الله عنده علم الساعة، فلا يدري أحد من الناس متىٰ تقوم الساعة في أيّ سنة أو في أيّ شهر أو ليل أو نهار. (تفسير ابن جرير ج:۲۱ ص:۸۸ واللفظ لهٗ، ابن كثير ج:۳ ص:۴۵۵).

(۳) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خير يوم طلعت عليه الشمس يوم الجمعة، فيه خلق آدم، وفيه ادخل الجنة، وفيه اخرج منها، ولَا تقوم الساعة إلّا في يوم الجمعة. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۱۱۹ طبع قديمي).

(۴) تفصیل کے لئے دیکھئے: ازالة الريب ص:۲۱۷، تألیف: اِمامِ اہلِ سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ۔

(۵) عن سعيد بن المسيّب ..... المهدي من ولد فاطمة. (ابن ماجة ص:۳۰۰، باب خروج المهدي، طبع نور محمد كراچی).

(۶) ان المهدي من أولَاد الحسن ويكون له انتساب من جهة الأمّ الى الحسين. (مرقاة ج:۵ ص:۱۸۶، بذل المجهود ج:۵ ص:۱۰۲، طبع سهارنپور).

نام نامی محمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا۔[1] جس طرح صورت و سیرت میں بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے اسی طرح وہ شکل و شباہت اور اخلاق وشمائل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے، وہ نبی نہیں ہوں گے، نہ ان پر وحی نازل ہوگی، نہ وہ نبوّت کا دعویٰ کریں گے، نہ ان کی نبوّت پر کوئی ایمان لائے گا۔

ان کی کفار سے خوں ریز جنگیں ہوں گی، ان کے زمانے میں کانے دجال کا خروج ہوگا اور وہ لشکرِ دجال کے محاصرے میں گھر جائیں گے، ٹھیک نمازِ فجر کے وقت دجال کو قتل کرنے کے لئے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور فجر کی نماز حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی اِقتدا میں پڑھیں گے، نماز کے بعد دجال کا رُخ کریں گے، وہ لعین بھاگ کھڑا ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا تعاقب کریں گے اور اسے "بابِ لُدّ" پر قتل کردیں گے، دجال کا لشکر تہ تیغ ہوگا اور یہودیت و نصرانیت کا ایک ایک نشان مٹادیا جائے گا۔[2]

یہ ہے وہ عقیدہ جس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تمام سلف صالحین، صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ مجدّدینؒ معتقد رہے ہیں۔ آپ کے نانا محترم نے جس خطبے کا ذکر کیا ہے، اس کا حدیث کی کسی کتاب میں ذکر نہیں، اگر انہوں نے کسی کتاب میں یہ بات پڑھی ہے تو بالکل لغو اور مہمل ہے، ایسی بے سروپا باتوں پر اِعتقاد رکھنا صرف خوش فہمی ہے۔ مسلمان پر لازم ہے کہ سلف صالحین کے مطابق عقیدہ رکھے اور ایسی باتوں پر اپنا ایمان ضائع نہ کرے۔

اِمام مہدی کا ظہور برحق ہے

سوال:... محترم بزرگوار! میں آپ کی توجہ بروز جمعہ ۲۲/۹/۱۹۸۹ء کے اخبار (آپ کے مسائل اور ان کے حل) کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، جس میں ایک صاحب نے انتہائی غیرشائستہ الفاظ اِمام مہدی کے بارے میں استعمال کئے ہیں، اور جس میں اس پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ اِمام مہدی نہیں آئیں گے۔ میں ان صاحب کو اس بات سے مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ظہور کی حدیث میں خاص چودھویں صدی نہیں فرمایا، بلکہ جب قیامت قریب ہوگی جب اِمام مہدی ظہور پذیر ہوں گے۔ اِمام مہدی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اولاد میں سے ہیں، اور ان کے لئے ایسے غیرشائستہ الفاظ نہایت گستاخی کی علامت

---

(۱) عن قرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: .... بعث الله رجلًا منى اسمه اسمى، واسم أبيه اسم أبى .... الخ. (مجمع الزوائد ج:۷ ص:۳۱۴، طبع دار المعرفة، بيروت).

(۲) وجلّهم ببيت المقدس وامامهم رجل صالح فبينما إمامهم قد تقدم يصلى بهم الصبح إذ نزل عليهم عيسىٰ بن مريم الصبح فرجع ذٰلک الإمام ينكص بمشى القهقرى ليقدّم عيسىٰ يصلى فيضع عيسىٰ عليه السلام يده بين كتفيه ثم يقول له: تقدّم فصلّ فإنها لک أقيمت، فيصلى بهم إمامهم، فإذا انصرف قال عيسىٰ عليه السلام: افتحوا الباب! فيفتح ووراءه الدّجّال ومعه سبعون ألف يهودىّ كلهم ذو سيف محلّى وساج فإذا نظر إليه الدّجّال ذاب كما يذوب الملح فى الماء وينطلق هاربًا ويقول عيسىٰ: إن لى فيک ضربة لن تسبقنى بها فيدركه عند باب اللُّد الشرقى فيقتله فيهزم الله اليهود فلا يبقى شىء مما خلق الله يتوارى به يهودى إلّا أنطق الله ذٰلک الشىء لَا حجر ولَا شجر ولَا حائط ولَا دابّة إلّا الغرقد فإنها من شجرهم لَا تنطق إلّا قال: يا عبدالله المسلم! هذا يهودىٌّ فتعال اقتله. (التصريح بما تواتر فى نزول المسيح ص:۱۵۰، ۱۵۱).

ہے۔ میں آپ سے یہ سوال کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ کیا آپ کا اس بات پر ایمانِ کامل ہے کہ اِمام مہدی آج نہیں تو کل ضرور ظہور پذیر ہوں گے؟

جواب:... حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظہور برحق ہے، ان کے بارے میں متعدّد اَحادیث موجود ہیں، جن کو بعض اہلِ علم نے "متواتر احادیث" قرار دیا ہے،[1] حضرت مہدیؒ کا ظہور قربِ قیامت میں ہوگا، وہ مسلمانوں کے خلیفہ ہوں گے، ان کے زمانے میں کانا دجال نکلے گا، جس کو قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، اور "بابِ لُدّ" پر دجال کو قتل کریں گے۔ یہ تمام اُمور احادیث میں تفصیل کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں۔ جن صاحب نے حضرت مہدی کے بارے میں سوال کیا تھا، وہ بے چارے حضرت مہدی کو چودھویں صدی میں ڈھونڈ رہے تھے، اور اس کے لئے انہوں نے ایک حدیث کا حوالہ ذکر کیا تھا۔ میں نے ان کے جواب میں لکھا تھا کہ چودھویں صدی میں حضرت مہدی کے آنے کی کوئی حدیث نہیں۔ یہ دعویٰ کہ مہدی چودھویں صدی میں آئیں گے، خالص جھوٹ ہے، اور یہ جھوٹ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں نے پھیلایا تھا، تاکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعویٰ مہدویت کو اس جھوٹ کے ذریعے چالو کیا جائے۔ اسی بنا پر میں نے لکھا تھا کہ مہدی ہونے کا جھوٹا دعویٰ، جھوٹ کے پاؤں پر ہی چل سکتا ہے۔ بہرحال مسلمانوں کا عقیدہ یہی ہے کہ حضرت مہدیؒ کا ظہور قربِ قیامت میں ہوگا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے زمانے میں نازل ہوں گے۔

چودھویں صدی میں اِمام مہدیؒ کے آنے کی شرعی حیثیت

سوال:... حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ کہ جب چودھویں صدی ہجری میں اِمام مہدی آئے گا تو اسے میرا اسلام کہنا۔ اب جبکہ چودہ صدیاں گزر گئی ہیں اور یہ پندرھویں صدی ہجری جارہی ہے تو پھر وہ اِمام مہدی کیوں نہیں آیا؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ قدسی نعوذ باللہ، نعوذ باللہ، نعوذ باللہ جھوٹی تو ہو نہیں سکتی، تو پھر چودھویں صدی گزر گئی تو اِمام مہدیؒ کیوں نہیں آیا؟ اگر آیا تو کون ہے اور ہمیں پتا نہیں چلا۔

جواب:... چودھویں صدی میں اِمام مہدیؒ کے آنے کی کوئی حدیث نہیں۔ جس شخص نے آپ کو حدیث کا حوالہ دیا، اس نے غلط اور جھوٹا حوالہ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو کبھی غلط نہیں ہوسکتا، لیکن اگر کوئی شخص جھوٹی بات بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردے تو وہ ظاہر ہے کہ سچی نہیں ہوگی، جھوٹی ہوگی۔ اور جھوٹے لوگ ہی جھوٹی اور بناوٹی حدیث کا حوالہ دے سکتے ہیں۔

---

(۱) وبالجملة ان احاديث ظهور المهدى قد بلغت فى الكثرة حد التواتر، وقد تلقاها الأُمّة بالقبول فيجب اعتقاده ولَا يسوغ رده وانكاره ...الخ۔ (التعليق الصبيح شرح مشكوٰة المصابيح ج:٦ ص:١٩٨، طبع عثمانية، لَاهور)۔ عن عبدالله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا تذهب الدُّنيا حتّٰى يملك العرب رجل من أهل بيتى يواطئ اسمه اسمى۔ (مشكوٰة ص:۴۷۰، باب أشراط الساعة، نيز ص:۴۷۳)۔

حضرت اِمام مہدیؒ کے بارے میں صحیح عقیدہ

سوال:... میں حضرت اِمام مہدیؒ کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہوں، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت اِمام مہدیؒ ضرور آئیں گے اور زمین میں فتنہ اور فساد پھیلانے والے دجال سے مقابلہ کریں گے اور اسے ہلاک کریں گے۔ حضرت مہدیؒ کی مدد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے، یہ واقعہ سرزمینِ عرب پر رُونما ہوگا، اور قیامت کے قریب کا زمانہ ہوگا۔ جبکہ میں نے کچھ لوگوں سے سنا ہے کہ حضرت مہدیؒ کا ظہور نہیں ہوگا، یہ سب افسانہ ہے، اور یہ کہ حضرت مہدیؒ کا واقعہ ''خارجیوں'' نے مشہور کر رکھا ہے۔

جواب:... حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور برحق ہے، قربِ قیامت میں حضرت مہدیؒ کا ظہور ہوگا، ان کے زمانے میں کانا دجال نکلے گا، اور اس کو قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ الغرض حضرت مہدیؒ کے ظہور، دجال کے خروج اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا عقیدہ اہلِ سنت کی کتابوں میں درج ہے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے رسالہ ''فقہ اکبر'' میں بھی ان عقائد کو ذکر کیا گیا ہے۔ (۱)

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور کب ہوگا؟ اور وہ کتنے دن رہیں گے؟

سوال:... اِمام مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور کب ہوگا؟ اور آپ کہاں پیدا ہوں گے؟ اور کتنا عرصہ دُنیا میں رہیں گے؟

جواب:... اِمام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کا کوئی وقت متعین قرآن و حدیث میں نہیں بتایا گیا۔ یعنی یہ کہ ان کا ظہور کس صدی میں؟ کس سال ہوگا؟ البتہ احادیثِ طیبہ میں بتایا گیا ہے کہ ان کا ظہور قیامت کی ان بڑی علامتوں کی ابتدائی کڑی ہے جو بالکل قربِ قیامت میں ظاہر ہوں گی اور ان کے ظہور کے بعد قیامت کے آنے میں زیادہ وقفہ نہیں ہوگا۔

اِمام مہدی رضی اللہ عنہ کہاں پیدا ہوں گے؟ اس سلسلے میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے ایک روایت منقول ہے کہ مدینہ طیبہ میں ان کی پیدائش و تربیت ہوگی، اور بیت المقدس ان کی ہجرت گاہ ہوگی (۲) اور مکہ مکرّمہ میں ان کی بیعت و خلافت ہوگی۔ (۳) روایات و آثار کے مطابق ان کی عمر چالیس برس کی ہوگی جب ان سے بیعتِ خلافت ہوگی، (۴) ان کی خلافت کے ساتویں سال کانا

---

(۱) شرح فقہ اکبر (ص:۱۳۶، طبع مجتبائی دهلی) میں ہے: فترتيب القضية أن المهدی يظهر أوّلًا فی الحرمين الشريفين ثم يأتی بيت المقدس فيأتی الدجال ويحصره فی ذٰلک الحال فينزل عيسٰی من المنارة الشرقية فی دمشق الشام ويجیئ الٰی قتال الدجال فيقتله ....الخ.

(۲) عن أمير المؤمنين علی بن أبی طالب قال: المهدی مولده بالمدينة من أهل بيت النبی صلی الله عليه وسلم واسمه اسم نبی ومهاجره بيت المقدس ...الخ. (عقد الدرر فی أخبار المنتظر ص:۳۰ طبع بيروت).

(۳) عن أمّ سلمة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال .... فيبايعونه بين الركن والمقام ...إلخ. (مشكوٰة ص: ۴۷۱).

(۴) وأخرج أبو نعيم عن أبی أمامة قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: (سيكون) بينكم وبين الروم أربع هدن يوم الرابعة علٰی يدی رجل من أهل هرقل، يدوم سبع سنين فقال له رجل .... يا رسول الله! من إمام المسلمين يومئذ؟ قال: المهدی من ولدی، ابن أربعين سنة، كأن وجهه كوكب دری فی خده الأيمن خال أسود. (العرف الوردی فی أخبار المهدی ج:۲ ص:۵۷، الحاوی للفتاویٰ، طبع دار الكتب العلمية، بيروت).

دجال نکلے گا،[۱] اس کو قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان کے دو سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معیت میں گزریں گے اور ۴۹ برس میں ان کا وصال ہوگا۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا زمانہ

سوال:...روزنامہ ''جنگ'' میں آپ کا مضمون علاماتِ قیامت پڑھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ہر مسئلے کا حل اطمینان بخش طور پر اور حدیث و قرآن کے حوالے سے دیا کرتے ہیں۔ یہ مضمون بھی آپ کی علمیت اور تحقیق کا مظہر ہے۔ لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ پورا مضمون پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰؑ کے کفار اور عیسائیوں سے جو معرکے ہوں گے ان میں گھوڑوں، تلواروں، تیر کمانوں وغیرہ کا استعمال ہوگا، فوجیں قدیم زمانے کی طرح میدانِ جنگ میں آمنے سامنے ہوکر لڑیں گی۔ آپ نے لکھا ہے کہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ قسطنطنیہ سے نو گھڑ سواروں کو دجال کا پتہ معلوم کرنے کے لئے شام بھیجیں گے، گویا اس زمانے میں ہوائی جہاز دستیاب نہ ہوں گے۔ پھر یہ کہ حضرت عیسیٰؑ دجال کو ایک نیزے سے ہلاک کریں گے، اور یأجوج مأجوج کی قوم بھی جب فساد برپا کرنے آئے گی تو اس کے پاس تیر کمان ہوں گے۔ یعنی وہ اسٹین گن، رائفل، پسٹل اور تباہ خیز بموں کا زمانہ نہ ہوگا۔ زمین پر انسان کے وجود میں آنے کے بعد سے سائنس برابر ترقی کر رہی ہے اور قیامت کے آنے تک تو اس میں قیامت خیز ترقی ہوچکی ہوگی۔ دُوسری بات یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ، اللہ کے حکم سے چند خاص آدمیوں کے ہمراہ یأجوج مأجوج کی قوم سے بچنے کے لئے کوہِ طور کے قلعے میں پناہ گزیں ہوں گے، یعنی دُنیا کے باقی اَربوں انسانوں کو جو سب مسلمان ہوچکے ہوں گے، یأجوج مأجوج کے رحم و کرم پر چھوڑ جائیں گے۔ اتنے انسان تو ظاہر ہے اس قلعے میں بھی نہیں سما سکتے۔ میں نے کسی کتاب میں یہ دُعا پڑھی تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنۂ دجال سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو بتائی تھی، مجھے یاد نہیں رہی۔ مندرجہ بالا وضاحتوں کے علاوہ وہ دُعا بھی تحریر فرمادیں تو عنایت ہوگی۔

جواب:...انسانی تمدن کے ڈھانچے بدلتے رہتے ہیں، آج ذرائع مواصلات اور آلاتِ جنگ کی جو ترقی یافتہ شکل ہمارے سامنے ہے، آج سے ڈیڑھ دو صدی پہلے اگر کوئی شخص اس کو بیان کرتا تو لوگوں کو اس پر ''جنون'' کا شبہ ہوتا۔ اب خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ سائنسی ترقی اسی رفتار سے آگے بڑھتی رہے گی یا خودکشی کرکے انسانی تمدن کو پھر تیر و کمان کی طرف لوٹا دے گی؟ ظاہر ہے کہ اگر یہ دُوسری صورت پیش آئے جس کا خطرہ ہر وقت موجود ہے اور جس سے سائنس دان خود بھی لرزہ براندام ہیں، تو اِن احادیثِ طیبہ میں کوئی اِشکال باقی نہیں رہ جاتا، جن میں حضرت مہدی علیہ الرضوان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

---

(۱) وعن بشر بن عبدالله بن يسار قال: أخذ عبدالله بن بسر المازني صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم بأذني فقال: يا ابن أخي! لعلك تدرك فتح قسطنطينية فإياك إن أدركت فتحها أن تترك غنيمتك منها فإن بين فتحها وبين خروج الدجال سبع سنين. (عقد الدرر في أخبار المنتظر ص:۱۵۶، طبع دار الكتب العلمية، بيروت). فيلبث المهدي سبع سنين خليفة ثم يتوفى ويصلي عليه المسلمون قال أبوداؤد وقال بعضهم عن هشام تسع سنين. فمن قال سبع سنين فكأنه أسقط السنتين اللتين بقي فيهما مشغولًا بالقتال. (بذل المجهود ج:۵ ص:۱۰۳، باب في ذكر المهدي، طبع مكتبه سهارنپور).

فتنۂ دجال سے حفاظت کے لئے سورۂ کہف جمعہ کے دن پڑھنے کا حکم ہے، کم از کم اس کی پہلی اور پچھلی دس دس آیتیں تو ہر مسلمان کو پڑھتے رہنا چاہئے، [1] اور ایک دُعا حدیث شریف میں یہ تلقین کی گئی ہے:

''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔'' (المستدرک للحاکم ج:۱ ص:۵۴۱،۵۳۳، مشکوٰۃ ص:۸۷)

ترجمہ:... ''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم کے عذاب سے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں مسیح دجال کے فتنے سے، اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کے ہر فتنے سے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں گناہ سے اور قرض و تاوان سے۔''

حضرت مہدیؓ کے ظہور کی کیا نشانیاں ہیں؟

سوال:... آپ کے صفحہ ''اقرأ'' کے مطابق اِمام مہدیؓ آئیں گے، جب اِمام مہدیؓ آئیں گے تو ان کی نشانیاں کیا ہوں گی؟ اور اس وقت کیا نشان ظاہر ہوں گے، جس سے ظاہر ہو کہ حضرت اِمام مہدیؓ آگئے ہیں؟ قرآن و حدیث کا حوالہ ضرور دیجئے۔

جواب:... اس نوعیت کے ایک سوال کا جواب ''اقرأ'' میں پہلے دے چکا ہوں، مگر جناب کی رعایتِ خاطر کے لئے ایک حدیث لکھتا ہوں۔

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ: ''ایک خلیفہ کی موت پر (ان کی جانشینی کے مسئلے پر) اختلاف ہوگا، تو اہلِ مدینہ میں سے ایک شخص بھاگ کر مکہ مکرّمہ آجائے گا (یہ مہدیؓ ہوں گے اور اس اندیشے سے بھاگ کر مکہ آجائیں گے کہ کہیں ان کو خلیفہ نہ بنادیا جائے) مگر لوگ ان کے انکار کے باوجود ان کو خلافت کے لئے منتخب کریں گے، چنانچہ حجرِ اَسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان (بیت اللہ شریف کے سامنے) ان کے ہاتھ پر لوگ بیعت کریں گے۔''

''پھر ملکِ شام سے ایک لشکر ان کے مقابلے میں بھیجا جائے گا، لیکن یہ لشکر ''بیداء'' نامی جگہ میں جو کہ مکہ و مدینہ کے درمیان ہے، زمین میں دھنسا دیا جائے گا، پس جب لوگ یہ دیکھیں گے تو (ہر خاص و عام کو دُور دُور تک معلوم ہوجائے گا کہ یہ مہدیؓ ہیں)، چنانچہ ملکِ شام کے اَبدال اور اہلِ عراق کی جماعتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے بیعت کریں گی۔ پھر قریش کا ایک آدمی جس کی ننھیال قبیلۂ بنوکلب میں ہوگی، آپ کے مقابلے میں کھڑا ہوگا۔ آپ بنوکلب کے مقابلے میں ایک لشکر بھیجیں گے، وہ ان پر غالب آئے گا اور بڑی محرومی ہے اس شخص کے لئے جو بنوکلب کے مالِ غنیمت کی تقسیم کے موقع پر حاضر نہ ہو۔ پس حضرت مہدیؓ خوب مال تقسیم کریں گے اور لوگوں میں ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق عمل کریں گے اور اسلام اپنی گردن زمین پر ڈال دے گا

---

(۱) وعن أبی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من قرأ عشر آیات من آخر سورة الکھف عُصِمَ مِن فتنة الدَّجَّال۔ (مجمع الزوائد ج:۷ ص:۱۰۳ کتاب التفسیر، سورة الکھف) وعن النواس بن سمعان قال ...... فمن أدرکه منکم فلیقرأ علیه فواتح سورة الکھف وفی روایة: فلیقرأ علیه بفواتح سورة الکھف فانھا جوارکم من فتنته ...الخ۔ (مشکوٰۃ ص:۴۷۳)۔

(یعنی اسلام کو اِستقرار نصیب ہوگا)۔ حضرت مہدیؓ سات سال رہیں گے پھر ان کی وفات ہوگی اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔"[1] (یہ حدیث مشکوٰۃ شریف ص:۴۷۱ میں ابوداؤد کے حوالے سے درج ہے، اور اِمام سیوطیؒ نے العرف الوردی فی آثار المہدیؒ ص:۵۹ میں اس کو ابنِ ابی شیبہ، احمد ابوداؤد، ابویعلیٰ اور طبری کے حوالے سے نقل کیا ہے)۔

الامام المہدیؓ... سنی نظریہ

سوال:... محترم المقام جناب مولانا لدھیانوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

"جنگ" جمعہ ایڈیشن میں کسی سوال کے جواب میں آپ نے مہدی منتظر کی "مفروضہ پیدائش" پر روشنی ڈالتے ہوئے "اِمام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کے پُرشکوہ الفاظ استعمال کئے ہیں جو صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے مخصوص ہیں۔ دُوسرے، قرآنِ مقدس اور حدیثِ مطہرہ سے "اِمامت" کا کوئی تصوّر نہیں ملتا، علاوہ ازیں اس سلسلے میں جو روایات ہیں، وہ معتبر نہیں، کیونکہ ہر سلسلۂ رواۃ میں قیس بن عامر شامل ہے، جو متفقہ طور پر کاذب اور من گھڑت احادیث کے لئے مشہور ہے۔

ابنِ خلدون نے اس بارے میں جن موافق ومخالف احادیث کو یکجا کرنے پر اِکتفا کیا ہے، ان میں کوئی بھی سلسلۂ تواتر کو نہیں پہنچتی، اور ان کا انداز بھی بڑا مشتبہ ہے۔

لہٰذا میں حق وصداقت کے نام پر درخواست کروں گا کہ مہدی منتظر کی شرعی حیثیت قرآنِ عظیم اور صحیح احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بذریعہ "جنگ"، مطلع فرمائیں، تاکہ اصل حقیقت اُبھر کر سامنے آجائے، اس سلسلے میں مصلحت اندیشی یا کسی قسم کا ابہام یقیناً قیامت میں قابلِ مؤاخذہ ہوگا۔

شیعہ عقیدے کے مطابق مہدی منتظر کی ۲۵۵ھ میں جناب حسن عسکریؒ کے یہاں نرجس خاتونؒ کے بطن سے ولادت ہوچکی ہے اور وہ حسن عسکریؒ کی رحلت کے فوراً بعد ۵ سال کی عمر میں حکمتِ خداوندی سے غائب ہوگئے اور اس غیبت میں اپنے نائبین، حاجزین، سفرا اور وکلاء کے ذریعہ خمس وصول کرتے، لوگوں کے احوال دریافت کرکے حسبِ ضرورت ہدایات، اَحکامات دیتے رہتے ہیں، اور انہیں کے ذریعے اس دُنیا میں اصلاح وخیر کا عمل جاری ہے، اس کی تائید میں لٹریچر کا طویل سلسلہ موجود ہے۔

میرے خیال میں علمائے اہلِ سنت نے اس ضمن میں اپنے اِردگرد پائی جانے والی مشہور روایات ہی کو نقل کردیا ہے، مزید تاریخی یا شرعی حیثیت وتحقیق سے کام نہیں لیا، اور اَغلباً اسی اِتباع میں آپ نے بھی اس "مفروضے" کو بیان کرڈالا ہے، کیا یہ دُرست ہے؟

---

(۱) عن أُمّ سلمة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من أهل المدینة هاربًا إلٰی مکة فیأتیه ناس من أهل مکة فیخرجونه وهو کاره فیبایعونه بین الرکن والمقام، ویبعث إلیه بعث من الشام فیخسف بهم بالبیداء بین مکة والمدینة، فإذا رأی الناس ذٰلک أتاه أبدال الشام وعصائب أهل العراق فیبایعونه ثم ینشأ رجل من قریش أخواله کلب فیبعث إلیهم بعثًا فیظهرون علیهم وذٰلک بعث کلب ویعمل فی الناس بسنّة نبیّهم ویلقی الإسلام بجرانه فی الأرض فیلبث سبع سنین ثم یتوفّٰی ویصلی علیه المسلمون۔ رواه ابوداوٗد۔ (مشکوٰة ص: ۴۷۱، باب أشراط الساعة)۔

جواب:... حضرت مہدی علیہ الرضوان کے لئے ''رضی اللہ عنہ'' کے ''پُرشکوہ الفاظ'' پہلی بار میں نے استعمال نہیں کئے، بلکہ اگر آپ نے مکتوباتِ اِمامِ ربانیؒ کا مطالعہ کیا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مکتوبات شریفہ میں اِمامِ ربانی مجدّدالف ثانیؒ نے حضرت مہدیؓ کو انہیں الفاظ سے یاد کیا ہے۔ پس اگر یہ آپ کے نزدیک غلطی ہے تو میں یہی عرض کرسکتا ہوں کہ اکابرِ اُمت اور مجدّدینِ ملت کی پیروی میں غلطی:

این خطا از صد صواب اَوْلیٰ تر است

کی مصداق ہے۔ غالباً کسی ایسے ہی موقع پر اِمام شافعیؒ نے فرمایا تھا:(۱)

ان کان رفضًا حُب آل محمد

فلیشهد الثقلان انی رافضی

ترجمہ:... ''اگر آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا نام رافضیت ہے، تو جن و اِنس گواہ رہیں کہ میں پکا رافضی ہوں۔''

آپ نے حضرت مہدی کو ''رضی اللہ عنہ'' کہنے پر جو اِعتراض کیا ہے، اگر آپ نے غور و تأمل سے کام لیا ہوتا تو آپ کے اعتراض کا جواب خود آپ کی عبارت میں موجود ہے۔ کیونکہ آپ نے تسلیم کیا ہے کہ ''رضی اللہ عنہ'' کے الفاظ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے مخصوص رہے ہیں، آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت مہدی علیہ الرضوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفیق و مصاحب ہوں گے، پس جب میں نے ایک ''مصاحبِ رسول'' ہی کے لئے ''رضی اللہ عنہ'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں تو آپ کو کیا اِعتراض ہے؟ عام طور پر حضرت مہدی کے لئے ''علیہ السلام'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، جو لغوی معنی کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے، اور مسلمانوں میں ''السلام علیکم، وعلیکم السلام'' یا ''وعلیکم وعلیہ السلام'' کے الفاظ روزمرّہ استعمال ہوتے ہیں، مگر کسی کے نام کے ساتھ یہ الفاظ چونکہ انبیائے کرام یا ملائکہ عظام کے لئے استعمال ہوتے ہیں، اس لئے میں نے حضرت مہدیؓ کے لئے کبھی یہ الفاظ استعمال نہیں کئے، کیونکہ حضرت مہدیؓ نبی نہیں ہوں گے۔(۲)

جناب کو حضرت مہدیؓ کے لئے ''اِمام'' کا لفظ استعمال کرنے پر بھی اعتراض ہے، اور آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''قرآنِ مقدس اور حدیثِ مطہرہ سے اِمامت کا کوئی تصوّر نہیں ملتا'' اگر اس سے مراد ایک خاص گروہ کا نظریۂ اِمامت ہے تو آپ کی یہ بات صحیح ہے۔ مگر جناب کو یہ بدگمانی نہیں ہونی چاہئے تھی کہ میں نے بھی ''اِمام'' کا لفظ اسی اصطلاحی مفہوم میں استعمال کیا ہوگا، کم سے کم اِمام مہدیؓ کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' کے الفاظ کا استعمال ہی اس امر کی شہادت کے لئے کافی ہے کہ ''اِمام'' سے یہاں ایک خاص گروہ کا اصطلاحی ''اِمام'' مراد نہیں۔

---

(۱) الصواعق المحرقة لِابن حجر المكي ص:۱۳۳ طبع مكتبه مجيديه ملتان۔

(۲) وأما السلام .... هو في معنى الصلاة، فلا يستعمل في الغائب ولَا يفرد به غير الأنبياء، فلا يقال: ''عليٌّ عليه السلام''۔ (تفسير ابن كثير ج:۲ ص:۴۷۹، طبع رشيديه كوئٹه)۔

اور اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی میں کسی شخص کو اِمام بمعنی مقتدا، پیشوا، پیش رو کہنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی تو آپ کا یہ ارشاد بجائے خود ایک عجوبہ ہے۔ قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور اکابرِ اُمت کے ارشادات میں یہ لفظ اس کثرت سے واقع ہوا ہے کہ عورتیں اور بچے تک بھی اس سے نامانوس نہیں۔ آپ کو "وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا" (الفرقان:۷۴) کی آیت اور "من بایع اِمامًا" کی حدیث تو یاد ہوگی[1] اور پھر اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے ہزاروں افراد ہیں جن کو ہم "اِمام" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ فقہ وکلام کی اصطلاح میں "اِمام" مسلمانوں کے سربراہِ مملکت کو کہا جاتا ہے (جیسا کہ حدیث: "من بایع اماما" میں وارِد ہوا ہے)۔

حضرت مہدیؓ کا ہدایت یافتہ اور مقتدا و پیشوا ہونا تو لفظ "مہدی" ہی سے واضح ہے اور وہ مسلمانوں کے سربراہ بھی ہوں گے، اس لئے ان کے لئے "اِمام" کے لفظ کا استعمال قرآن وحدیث اور فقہ وکلام کے لحاظ سے کسی طرح بھی محلِ اعتراض نہیں۔

ظہورِ مہدیؓ کے سلسلے کی روایات کے بارے میں آپ کا یہ ارشاد کہ:

"اس سلسلے میں جو روایات ہیں وہ معتبر نہیں، کیونکہ ہر سلسلۂ رُواۃ میں قیس بن عامر شامل ہے، جو متفقہ طور پر کاذب اور من گھڑت احادیث کے لئے مشہور ہے۔"

بہت ہی عجیب ہے! معلوم نہیں جناب نے یہ روایات کہاں دیکھی ہیں، جن میں سے ہر روایت میں قیس بن عامر کذّاب آگھستا ہے؟

میرے سامنے ابوداوٴد (ج:۲ ص:۵۸۸، ۵۸۹) کھلی ہوئی ہے، جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی، حضرت اُمِّ سلمہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کی روایت سے احادیث ذکر کی گئی ہیں، ان میں سے کسی سند میں مجھے قیس بن عامر نظر نہیں آیا۔

جامع ترمذی (ج:۲ ص:۴۶) میں حضرت ابوہریرہ، حضرت ابنِ مسعود اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کی احادیث ہیں، ان میں سے اوّل الذکر دونوں احادیث کو اِمام ترمذیؒ نے "صحیح" کہا ہے، اور آخر الذکر کو "حسن"، ان میں بھی کہیں قیس بن عامر نظر نہیں آیا۔

سننِ ابنِ ماجہ میں یہ احادیث حضرات عبداللہ بن مسعود، ابوسعید خدری، ثوبان، علی، اُمِّ سلمہ، انس بن مالک، عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہم کی روایت سے مروی ہیں۔ ان میں بھی کسی سند میں قیس بن عامر کا نام نہیں آتا۔

مجمع الزوائد (ج:۷ ص:۳۱۵ تا ۳۱۸) میں مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ سے اکیس روایات نقل کی ہیں:

۱:...حضرت ابوسعید خدریؓ:	۴	۲:...حضرت اُمِّ سلمہؓ:	۴
۳:...حضرت ابوہریرہؓ:	۳	۴:...حضرت اُمِّ حبیبہؓ:	۱
۵:...حضرت عائشہؓ:	۱	۶:...حضرت قرۃ بن ایاسؓ:	۱

---

(۱) عن عبدالله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من بايع امامًا فأعطاه صفقة يده وثمرة قلبه فليطعه ان استطاع وان جاء آخر ينازعه فاضربوا عنق الآخر. رواه مسلم. (مشكوة ص:۳۲۰، كتاب الإمارة والقضاء).

۷:...حضرت انسؓ:	۱	۸:...حضرت عبداللہ بن مسعودؓ:	۱
۹:...حضرت جابرؓ:	۱	۱۰:...حضرت طلحہؓ:	۱
۱۱:...حضرت علیؓ:	۱	۱۲:...حضرت ابنِ عمرؓ:	۱
۱۳:...حضرت عبداللہ بن حارثؓ:	۱		

ان میں سے بعض روایات کے راویوں کی تضعیف کی ہے اور دو روایتوں میں دو کذّاب راویوں کی بھی نشاندہی کی ہے، مگر کسی روایت میں قیس بن عامر کا نام ذکر نہیں کیا، اس لئے آپ کا یہ کہنا کہ ہر روایت کے سلسلۂ رواۃ میں قیس بن عامر شامل ہے، محض غلط ہے۔

آپ نے مؤرّخ ابنِ خلدون کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں موافق اور مخالف احادیث کو یکجا کرنے پر اِکتفا کیا ہے، ان میں کوئی بھی سلسلۂ تواتر کو نہیں پہنچتی اور ان کا انداز بھی بڑا مشتبہ ہے۔

اس سلسلے میں یہ عرض ہے کہ آخری زمانے میں ایک خلیفۂ عادل کے ظہور کی احادیث صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ اور دیگر کتبِ احادیث میں مختلف طرق سے موجود ہیں۔ یہ احادیث اگرچہ فرداً فرداً آحاد ہیں، مگر ان کا قدرِ مشترک متواتر ہے۔ آخری زمانے کے اسی خلیفۂ عادل کو اَحادیثِ طیبہ میں ''مہدی'' کہا گیا ہے، جن کے زمانے میں دجالِ اَعور کا خروج ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوکر اسے قتل کریں گے۔ بہت سے اکابرِ اُمت نے احادیثِ مہدیؓ کو نہ صرف صحیح بلکہ متواتر فرمایا ہے اور انہی متواتر احادیث کی بنا پر اُمتِ اسلامیہ ہر دور میں آخری زمانے میں ظہورِ مہدیؓ کی قائل رہی ہے، خود ابنِ خلدون کا اعتراف ہے:

''اعلم ان المشهور بين الكافة من أهل الإسلام على ممر الأعصار انه لا بدّ فى آخر الزمان من ظهور رجل من أهل البيت يؤيد الدين، ويظهر العدل، ويتبعه المسلمون، ويستولى على الممالك الإسلامية، ويسمى بالمهدى ويكون خروج الدجال وما بعده من اشراط الساعة الثابتة فى الصحيح على أثره، وان عيسى ينزل من بعده فيقتل الدجال أو ينزل معه فيساعده على قتله، ويأتم بالمهدى فى صلاته۔'' (مقدمہ ابن خلدون ص:۳۱۱)

ترجمہ:...''جاننا چاہئے کہ تمام اہلِ اسلام کے درمیان ہر دور میں یہ بات مشہور رہی ہے کہ آخری زمانے میں اہلِ بیت میں سے ایک شخص کا ظہور ضروری ہے جو دِین کی تائید کرے گا، اس کا نام مہدی ہے، اور دجال کا خروج اور اس کے بعد کی وہ علاماتِ قیامت جن کا احادیثِ صحیحہ میں ذکر ہے، ظہورِ مہدی کے بعد ہوں گی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام مہدی کے بعد نازل ہوں گے، پس دجال کو قتل کریں گے۔ یا مہدی کے زمانے میں نازل ہوں گے، پس حضرت مہدیؓ قتلِ دجال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفیق ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نماز میں حضرت مہدیؓ کی اِقتدا کریں گے۔''

اور یہی وجہ ہے کہ اہلِ سنت کے عقائد پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں بھی ''علاماتِ قیامت'' کے ذیل میں ظہورِ مہدی کا

عقیدہ ذکر کیا گیا ہے، اور اہلِ علم نے اس موضوع پر مستقل رسائل بھی تالیف فرمائے ہیں۔[1] پس ایک ایسی خبر جو اَحادیثِ متواترہ میں ذکر کی گئی ہو، جسے ہر دور اور ہر زمانے میں تمام مسلمان ہمیشہ مانتے چلے آئے ہوں، اور جسے اہلِ سنت کے عقائد میں جگہ دی گئی ہو، اس پر جرح کرنا یا اس کی تخفیف کرنا، پوری اُمتِ اسلامیہ کو گمراہ اور جاہل قرار دینے کے مترادف ہے۔ جیسا کہ آپ نے اپنے خط کے آخر میں مہدی کے بارے میں ایک مخصوص فرقے کا نظریہ ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

''میرے خیال میں علمائے اہلِ سنت نے اس ضمن میں اپنے اِردگرد پائی جانے والی مشہور روایات ہی کو نقل کر دیا ہے۔ مزید تاریخی یا شرعی حیثیت و تحقیق سے کام نہیں لیا اور اَغلباً اسی اِتباع میں آپ نے بھی اس ''مفروضے'' کو بیان کر ڈالا، کیا یہ دُرست ہے؟''

گویا حفاظِ حدیث سے لے کر مجدّدالف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ تک وہ تمام اکابرِ اُمت اور مجدّدینِ ملت جنھوں نے دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی الگ کر دِکھایا، آپ کے خیال میں سب دُودھ پیتے بچے تھے کہ وہ تاریخی و شرعی تحقیق کے بغیر گردوپیش میں پھیلے ہوئے افسانوں کو اپنی اسانید سے نقل کر دیتے اور انہیں اپنے عقائد میں ٹانک لیتے تھے؟ غور فرمائیے کہ ارشادِ نبوی: ''وَلَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا''[2] کی کیسی شہادت آپ کے قلم نے پیش کر دی...! میں نہیں سمجھتا کہ احساسِ کمتری کا یہ عارضہ ہمیں کیوں لاحق ہو جاتا ہے کہ ہم اپنے گھر کی ہر چیز کو ''آوردۂ اَغیار'' تصوّر کرنے لگتے ہیں۔ آپ علمائے اہلِ سنت پر یہ الزام لگانے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ انہوں نے ملاحدہ کی پھیلائی ہوئی روایات کو تاریخی و شرعی معیار پر پرکھے بغیر اپنے عقائد میں شامل کر لیا ہوگا (جس سے اہلِ سنت کے تمام عقائد و روایات کی حیثیت مشکوک ہو جاتی ہے، اور اسی کو میں ''احساسِ کمتری'' سے تعبیر کر رہا ہوں)، حالانکہ اسی مسئلے کا جائزہ آپ دُوسرے نقطۂ نظر سے بھی لے سکتے تھے کہ آخری زمانے میں ایک خلیفۂ عادل حضرت مہدیؓ کے ظہور کے بارے میں احادیث و روایات اہلِ حق کے درمیان متواتر چلی آتی تھیں۔ گمراہ فرقوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے لئے اسی عقیدے کو لے کر اپنے انداز میں ڈھالا اور اس میں موضوع اور من گھڑت روایات کی بھی آمیزش کر لی۔ جس سے ان کا مطمحِ نظر ایک تو اپنے سیاسی مقاصد کو بروئے کار لانا تھا، اور دُوسرا مقصد مسلمانوں کو اس عقیدے ہی سے بدظن کرنا تھا، تاکہ مختلف قسم کی روایات کو دیکھ کر لوگ اُلجھن میں مبتلا ہو جائیں اور ظہورِ مہدیؓ کے عقیدے ہی سے دستبردار ہو جائیں۔ ہر دور میں جھوٹے مدعیانِ مہدویت کے پیشِ نظر بھی یہی دو مقصد رہے، چنانچہ گزشتہ صدی کے آغاز میں پنجاب کے جھوٹے مہدی نے جو دعویٰ کیا، اس میں بھی یہی دونوں مقصد کارفرما نظر آتے ہیں۔ الغرض سلامتیٔ فکر کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم اس امر کا یقین رکھیں کہ اہلِ حق نے اصل حق کو جوں کا توں محفوظ رکھا اور اہلِ باطل نے اسے غلط تعبیرات کے ذریعے کچھ کا کچھ بنا دیا، حتیٰ کہ جب کچھ نہ بن آئی تو اِمام مہدی کو ایک غار میں چھپا کر پہلے غیبتِ صغریٰ کا اور پھر غیبتِ کبریٰ کا پردہ اس پر تان دیا، لیکن آخر یہ کیا اندازِ فکر ہے کہ تمام اہلِ حق کے بارے میں یہ تصوّر کر لیا جائے کہ وہ اَغیار کے مالِ مستعار پر جیا کرتے تھے...!

---

(۱) مثلاً: العرف الوردی فی ظهور المهدی، مؤلف جلال الدین سیوطیؒ، عقیدۂ ظہورِ مہدی احادیث کی روشنی میں، تالیف: حضرت ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ۔

(۲) عن أبی هریرة ... الخ۔ (مشکوٰة، باب اشراط الساعة ص:۴۷۰، طبع قدیمی)۔

جہاں تک ابنِ خلدون کی رائے کا تعلق ہے، وہ ایک مؤرّخ ہیں، اگرچہ تاریخ میں بھی ان سے مسامحات ہوئے ہیں، فقہ و عقائد اور حدیث میں ابنِ خلدون کو کسی نے سند اور حجت نہیں مانا، اور یہ مسئلہ تاریخ کا نہیں بلکہ حدیث و عقائد کا ہے، اس بارے میں محدثین و متکلمین اور اکابرِ اُمت کی رائے قابلِ اعتناء ہوسکتی ہے۔

امداد الفتاویٰ جلد ششم میں صفحہ: ۲۵۹ سے صفحہ: ۲۶۷ تک ''موخذۃ الظنون عن ابن خلدون'' کے عنوان سے حضرت حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے ابنِ خلدون کے شبہات کا شافی جواب تحریر فرمایا ہے، اسے ملاحظہ فرمالیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ ''مسئلہ مہدی'' کے بارے میں اہلِ حق کا نظریہ بالکل صحیح اور متواتر ہے اور اہلِ باطل نے اس سلسلے میں تعبیرات وحکایات کا جو انبار لگایا ہے، نہ وہ لائقِ التفات ہے اور نہ اہلِ حق کو اس سے مرعوب ہونے کی ضرورت ہے۔

کیا اِمام مہدیؒ کا درجہ پیغمبروں کے برابر ہوگا؟

سوال:... کیا اِمام مہدیؒ کا درجہ پیغمبروں کے برابر ہوگا؟

جواب:... اِمام مہدی علیہ الرضوان نبی نہیں ہوں گے، اس لئے ان کا درجہ پیغمبروں کے برابر ہرگز نہیں ہوسکتا،[۱] اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مہدیؒ کے زمانے میں نازل ہوں گے وہ بلاشبہ پہلے ہی سے اُولوالعزم نبی ہیں۔[۲]

کیا حضرت مہدیؒ و عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی ہیں؟

سوال:... مہدیؒ اس دُنیا میں کب تشریف لائیں گے؟ اور کیا مہدیؒ اور عیسیٰؑ ایک ہی وجود ہیں؟

جواب:... حضرت مہدی رضوان اللہ علیہ آخری زمانے میں قربِ قیامت میں ظاہر ہوں گے، ان کے ظہور کے قریباً سات سال بعد دجال نکلے گا اور اس کو قتل کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔[۳] یہاں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت مہدیؒ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔

---

(۱) إن المهدی المبشّر به لَا یدعی نبوّةً بل هو من أتباع النبی صلی الله علیه وآله وسلم، وهو إلّا خلیفة راشد مهدی. (المهدی: لمحمد أحمد إسماعیل ص:۱۱۱ طبع دار طیبة، ریاض).

(۲) "وَإِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا" (الأحزاب:۷).

(۳) وعنه (أی أبی سعید) عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: "لیقومن علٰی أمّتی من أهل بیتی .... یملک سبع سنین". (مجمع الزوائد ج:۷ ص:۳۱۴ ایضاً مشکوٰة ص:۴۷۰). أیضًا فیلبث المهدی سبع سنین خلیفة ثم یتوفّٰی ویصلی علیه المسلمون، قال أبوداوٗد وقال بعضهم عن هشام تسع سنین وقال بعضهم سبع سنین، فمن قال سبع سنین فکأنه أسقط السنتین اللتین بقی فیهما مشغولًا بالقتال ...إلخ. (بذل المجهود ج:۵ ص:۱۰۳ کتاب الملاحم). وینزل عیسَی ابن مریم علیه السلام عند صلاة الفجر فیقول له أمیرهم: یا رُوح الله! تقدّم صلّ، فیقول: هٰذه الأمّة أمراء بعضهم علٰی بعض، فیقدم أمیرهم فیصلی، فإذا قضٰی صلاته أخذ حربته فیذهب نحو الدجال، فإذا رآه الدجال ذاب کما یذوب الرصاص فیضع حربته بین ثندوتیه فیقلته. (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۶۴، طبع مکتبه دارالعلوم کراچی).

ظہورِ مہدیؓ اور چودہویں صدی

سوال:... اِمام مہدی ابھی تک تشریف نہیں لائے اور پندرہویں صدی کے استقبال کی تیاریاں شروع ہوگئی ہیں۔

جواب:... مگر اِمام مہدیؓ کا چودہویں صدی میں ہی آنا کیوں ضروری ہے...؟

سوال:... علاوہ اس کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ ہر صدی کے سرے پر ایک مجدّد ہوتا ہے۔

جواب:... ایک ہی فرد کا مجدّد ہونا ضروری نہیں، متعدّد اَفراد بھی مجدّد ہوسکتے ہیں اور دِین کے خاص خاص شعبوں کے الگ الگ مجدّد بھی ہوسکتے ہیں، ہر خطے کے لئے الگ الگ مجدّد بھی ہوسکتے ہیں۔ حدیث میں ''من'' کا لفظ عام ہے، اس سے صرف ایک ہی فرد مراد لینا صحیح نہیں۔ اور ان مجدّدین کے لئے مجدّد ہونے کا دعویٰ کرنا اور لوگوں کو اس کی دعوت دینا بھی ضروری نہیں، اور نہ لوگوں کو یہ پتا ہونا ضروری ہے کہ یہ مجدّد ہیں، البتہ ان کی دِینی خدمات کو دیکھ کر اہلِ بصیرت کو ظنِ غالب ہوجاتا ہے کہ یہ مجدّد ہیں۔[1]

سوال:... حضرت مہدیؓ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام چودہویں صدی کے باقی ماندہ قلیل عرصے میں کیسے آجائیں گے؟

جواب:... مگر ان کا اس قلیل عرصے میں آنا ہی کیوں ضروری ہے؟ کیا چودہویں صدی کے بعد دُنیا ختم ہوجائے گی؟ جناب کی ساری پریشانی اس غلط مفروضے پر مبنی ہے کہ: ''حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کا چودہویں صدی میں تشریف لانا ضروری تھا، مگر وہ اب تک نہیں آئے'' حالانکہ یہ بنیاد ہی غلط ہے، قرآن و حدیث میں کہیں نہیں فرمایا گیا کہ یہ دونوں حضرات چودہویں صدی میں تشریف لائیں گے، اگر کسی نے کوئی ایسی قیاس آرائی کی ہے تو یہ محض اَٹکل ہے، جس کی واقعات کی دُنیا میں کوئی قیمت نہیں، اور اگر اس کے لئے کسی نے قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی کا حوالہ دیا ہے تو قطعاً غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اس سے دریافت فرمایئے کہ چودہویں صدی کا لفظ قرآنِ کریم کی کس آیت یا حدیث شریف کی کس کتاب میں آیا ہے؟

نوٹ:... جناب نے اپنا سرنامہ ایک ''پریشان بندہ'' لکھا ہے، اگر آپ اپنا اسمِ گرامی اور پتا نشان بھی لکھ دیتے تو کیا مضائقہ تھا؟ ویسے بھی گمنام خط لکھنا، اخلاق و مروّت کے لحاظ سے کچھ مستحسن چیز نہیں۔

حضرت مہدیؓ کے بارے میں چند سوالات

سوال:... تاریخِ اسلام میں خلافتِ بنو فاطمہ کا دور پڑھاتے ہوئے ہماری اُستانی نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ اثناعشری کے فرقے کے مطابق ان کے بارہویں اِمام ''اِمام محمد المہدی'' جو گیارہویں اِمام حضرت اِمام حسن عسکری کے بیٹے تھے، یہ اپنے والد کے گھر ''سرمن رائی'' سے بچپن میں رُوپوش ہوگئے تھے، ان کے ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ وہ قربِ قیامت میں مسلمانوں کی اصلاح کے

---

(۱) قال صاحب جامع الأصول: وقد تكلم العلماء في تأويله وكل واحد أشار إلى العالم الذي هو في مذهبه وحمل الحديث على العموم فإن لفظة من تقع على الواحد والجمع ولا يختص أيضًا بالفقهاء .... والأظهر عندي والله أعلم ا المراد من يجدد ليس شخصًا واحدًا بل المراد به جماعة يجدد كل واحد في بلد في فن أو فنون من العلوم الشرعية ما تيسر له من الأمور التقريرية أو التحريرية ويكون سببًا لبقائه وعدم اندراسه وانقضائه إلى أن يأتي أمر الله. (بذل المجهود ج:۵ ص:۱۰۴ كتاب الملاحم، طبع سهارنپور).

لئے آئیں گے، اس لئے اِمامت کو آگے نہیں بڑھایا اور ان کا لقب "المنتظر" رکھا گیا۔ آپ نے جو اِمام مہدی کے بارے میں بتایا تو کیا یہ وہی حضرت مہدی ہیں جو اِمام حسن عسکری کے بیٹے تھے؟

۲:... آپ نے اپنے جواب میں "حضرت مہدیؓ" لکھا، میرے علم کے مطابق اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ ہم نے تو عام طور پر صحابہ کرامؓ اور ان خواتین کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا دیکھا ہے جنھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار حاصل ہوا۔

۳:... اِمامت کیا ہے؟ کیا یہ خدا کی طرف سے عطا کیا ہوا کوئی درجہ ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِنعام یا پھر کچھ اور؟

۴:... ایک اِمام وہ ہیں جو مسجد کے اِمام ہوتے ہیں، ان کے بارے میں تو بہت کچھ پڑھا ہے لیکن وہ چار اِمام یعنی اِمام مالکؒ اور اِمام احمدؒ وغیرہ اور وہ اِمام جو اِثناعشری اور اسماعیلی فرقوں کے بارہ اِمام ہیں، ان میں کیا فرق ہے؟ اور اَحادیث میں ان کا کیا مقام ہے؟

۵:... میں الحمدللہ! مسلمان اور سنّی فرقے سے تعلق رکھتی ہوں، لیکن میری اکثر سنّی لوگوں سے ہی یہ بحث رہتی ہے اور میرا کہنا ہے کہ سنّی عقائد کے مطابق صرف چار اِمام ہیں جن کو ہم مانتے ہیں اور وہ اِمام ابوحنیفہؒ، اِمام مالکؒ، اِمام شافعیؒ اور اِمام احمدؒ ہیں، مجھے یہ بات میرے اُستادوں سے معلوم ہوئی، ان اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ بارہ اِمام ہیں جو دُنیا میں آئے ہیں، اور ہم بھی انہیں مانتے ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح دُنیا میں ہزاروں پیغمبر آئے اور مسلمانوں کا ان پر اِیمان لانا ضروری ہے، لیکن صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنا فرض ہے، باقی کی تعلیمات پر نہیں، اب بتایئے کہ ہم میں کون صحیح ہے؟ اور اگر واقعی مسلمانوں کے بھی بارہ اِمام ہیں تو ان کے کیا نام ہیں؟

۶:... کانا دجال کون تھا؟ کیا اسے بھی زندہ اُٹھالیا گیا یا وہ غائب ہوگیا تھا؟

جواب:... جی نہیں! ہمارا یہ عقیدہ نہیں،(۱) ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اِمام مہدیؓ پیدا ہوں گے، اور جب ان کی عمر چالیس برس کی ہوجائے گی تو مسلمانوں کے امیر اور خلیفہ ہوں گے۔(۲)

۲:... حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، اس لئے حضرت مہدی رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابی ہیں، ان کو "رضی اللہ عنہ" کہنا صحیح ہے۔

---

(۱) ان المهدی من أولَاد الحسن ویکون له انتساب من جهته الی الحسین جمعا بین الأدلة وبه یبطل قول الشیعة ان المهدی هو محمد بن الحسن العسکری القائم المنتظر فانه حسینی بالإتفاق. (مرقاة شرح مشکوٰة ج:۵ ص:۱۸۲، باب أشراط الساعة).

(۲) وأما ظهور المهدی فی اٰخر الزمان وانه یملأ الأرض قسطًا وعدلًا کما ملئت ظلمًا وجورًا، وانه من عترته علیه السلام من ولد فاطمة فثابت وقد ورد به الأخبار عن سیّد الأخیار. (شرح فقه اکبر ص:۱۸۰). یکون فی أُمّتی مهدی، قال النووی: المهدی من هداه الله الی الحق وغلبت علیه الإسمیة، ومنه مهدی آخر الزمان وقال الزرکشی: ای الذی فی زمن عیسٰی علیه السلام ویصلی معه ویقتلان الدجال ..... ویولد بالمدینة ویکون بیعته بین الرُّکن والمقام کرهًا علیه. (سنن ابن ماجة ص:۳۰۰ حاشیہ نمبر۱).

۳:... مسلمان جس شخص کو اپنا اَمیر بنالیں وہ مسلمانوں کا اِمام ہے، اِمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد نہیں کئے جاتے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بطورِ اِنعام اِمام بنایا ہے۔

۴:... مسجد کے اِمام نماز پڑھانے کے لئے مقتدیوں کے پیشوا ہیں، چار اِمام اپنے علم و فضل اور زُہد و تقویٰ کی وجہ سے مسلمانوں کے پیشوا ہیں، اور شیعہ اور اِسماعیلی جن لوگوں کو اِمام مانتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرّر کیا ہوا معصوم سمجھتے ہیں،[1] اور ان کا درجہ نبی کے برابر بلکہ نبیوں سے بڑھ کر سمجھتے ہیں،[2] یہ عقیدہ اہلِ سنت کے نزدیک غلط بلکہ کفر ہے۔[3]

۵:... میں اُوپر چاروں اِماموں کا، اور شیعوں کے بارہ اِماموں کا فرق بتاچکا ہوں۔

۶:... کانا دجال قربِ قیامت میں نکلے گا، یہ یہودی ہوگا، پہلے نبوّت کا پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا اور اس کو قتل کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے،[4] دجال کے زندہ اُٹھائے جانے کی بات غلط ہے۔

مجدّد کو ماننے والوں کا کیا حکم ہے؟

سوال:... ہر صدی کے شروع میں مجدّد آتے ہیں، کیا ان کو ماننے والے غیرمسلم ہیں؟

جواب:... ہر صدی کے شروع میں جن مجدّدوں کے آنے کی حدیثِ نبوی میں خبر دی گئی ہے،[5] وہ نبوّت و رسالت کے دعوے نہیں کیا کرتے، اور جو شخص ایسے دعوے کرے وہ مجدّد نہیں، لہٰذا کسی سچے مجدّد کو ماننے والا تو غیرمسلم نہیں، البتہ جو شخص یہ اعلان کرے کہ: "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں"[6] اس کو ماننے والے ظاہر ہے غیرمسلم ہی ہوں گے۔

سوال:... چودھویں صدی کے مجدّد کب آئیں گے؟

جواب:... مجدّد کے لئے مجدّد ہونے کا دعویٰ کرنا ضروری نہیں، جن اکابر نے اس صدی میں دِینِ اسلام کی ہر پہلو سے خدمت کی، وہ اس صدی کے مجدّد تھے، گزشتہ صدیوں کے مجدّدین کو بھی لوگوں نے ان کی خدمات کی بنا پر ہی مجدّد تسلیم کیا۔

---

(۱) ذهبت الإمامية الٰى أن الله عدل حكيم .... ثم اردف الرسالة بعد موت الرسول بالإمامة فنصب اولياء معصومين منصوبين ...الخ. (منهاج السُّنَّة ج:۱ ص:۳). ايضاً اعتقادنا فى الأنبياء والرُّسُل والأئمة عليهم السلام أنهم معصومون مطهرون فى كل دَنس وانهم لَا يذنبون ذنبًا صغيرًا ولَا كبيرًا ...الخ. (بحار الأنوار ج:۲۵ ص:۲۱۱).

(۲) اکثر علماء شیعی را اعتقاد آنست کہ حضرت امیر علیہ السلام وسائر ائمہ افضل اند از پیغمبران سوای پیغمبر آخر الزماں ...الخ۔ (حق الیقین لباقر مجلسی ص:۷۰، بحار الانوار ج:۲۵ ص:۳۵۲ تا ۳۶۳)۔

(۳) فان الروافض ليسوا من المسلمين ..... وهى طائفة تجرى مجرى اليهود والنصارىٰ فى الكذب والكفر. (كتاب الفصل لِابن حزم ج:۲ ص:۷۸).

(۴) عن أبى أمامة الباهلى قال .... وأنه يخرج من خلة بين الشام والعراق .... فيقول: أنا نبى! ولَا نبى بعدى، ثم يثنى فيقول: أنا ربكم! ولَا ترون ربكم حتّٰى تموتوا .... ويقول عيسٰى عليه السلام: ان لى فيك ضربة لن تسبقنى بها، فيدركه عند باب اللُّد الشرقى فيقتله ...الخ. (ابن ماجة ص:۲۹۸).

(۵) عن أبى هريرة فيما أعلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ان الله يبعث لهٰذه الأُمّة علىٰ رأس كل مائة سنة من يجدّد لها دينها. (سنن ابى داوٗد ج:۲ ص:۲۳۳، باب ما يذكر فى قرن المائة).

(۶) ملفوظات ج:۱۰ ص:۱۲۷۔

چودھویں صدی کے مجدّد حضرت محمد اشرف علی تھانویؒ تھے

سوال:... مشہور حدیثِ مجدّد مسلمانوں میں عام مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر سو سال کے سرے پر ایک نیک شخص مجدّد ہوکر آیا کرے گا۔ براہِ کرم وضاحت فرمائیں کہ چودھویں صدی گزر گئی، مگر کوئی بزرگ مجدّد کے نام اور دعویٰ سے نہ آیا، اگر کسی نے مجدّد ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو اس کا پتا بتائیں۔

جواب:... مجدّد دعویٰ نہیں کیا کرتا، کام کیا کرتا ہے۔ چودہ صدیوں میں کن کن بزرگوں نے مجدّد ہونے کا دعویٰ کیا تھا؟ چودھویں صدی کے مجدّد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ تھے، جنھوں نے دینی موضوعات پر قریباً ایک ہزار کتابیں لکھیں اور اس صدی میں کوئی فتنہ، کوئی بدعت اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس پر آپ نے قلم نہ اُٹھایا ہو۔ اسی طرح حدیث، تفسیر، فقہ، تصوّف، وسلوک، عقائد وکلام وغیرہ دینی علوم میں کوئی ایسا علم نہیں جس پر آپ نے تالیفات نہ چھوڑی ہوں۔ بہرحال مجدّد کے لئے دعویٰ لازم نہیں، اس کے کام سے اس کے مجدّد ہونے کی شناخت ہوتی ہے۔ مرزا غلام احمد نے مجدّد[1] سے لے کر مہدی،[2] مسیح،[3] نبی،[4] رسول، کرشن،[5] گرونانک، رودر گوپال[6] ہونے کے دعویٰ تو بہت کئے مگر ان کے ناہموار قد پر ان میں سے ایک بھی دعویٰ صادق نہیں آیا۔

کیا چودھویں صدی آخری صدی ہے؟

سوال:... بعض لوگ کہتے ہیں کہ چودھویں صدی آخری صدی ہے، اور چودھویں صدی ختم ہونے میں ڈیڑھ سال باقی ہے، اس کے بعد قیامت آجائے گی۔ جبکہ میں اس بات کو غلط خیال کرتا ہوں۔

جواب:... یہ بات سراسر غلط ہے! قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی میں قیامت کا معین وقت نہیں بتایا گیا اور اس کی بڑی بڑی جو علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں وہ ابھی شروع نہیں ہوئیں، ان علامتوں کے ظہور میں بھی ایک عرصہ لگے گا، اس لئے یہ خیال محض جاہلانہ ہے کہ چودھویں صدی ختم ہونے پر قیامت آجائے گی۔

چودھویں صدی ہجری کی شریعت میں کوئی اہمیت نہیں

سوال:... چودھویں صدی ہجری کی اسلام میں کیا اہمیت ہے؟ اور جناب! کسی شخص نے مجھ سے کہا ہے کہ: ''چودھویں صدی میں نہ تو کسی کی دُعا قبول ہوگی اور نہ ہی اس کی عبادات'' آخر کیا وجہ ہے؟

---

(۱) ازالہ اوہام ص:۱۵۴، روحانی خزائن ج:۳ ص:۱۷۹۔
(۲) تذکرۃ الشہادتین ص:۲، رُوحانی خزائن ج:۲۰ ص:۴۔
(۳) روحانی خزائن ج:۳ ص:۴۷۰، ازالہ اوہام ص:۶۸۶۔
(۴) ملفوظات ج:۱۰ ص:۱۲۷۔
(۵) لیکچر سیالکوٹ ص:۳۳، رُوحانی خزائن ج:۲۰ ص:۲۲۸۔
(۶) تحفہ گولڑویہ ص:۱۳۰ حاشیہ، رُوحانی خزائن ج:۱۷ ص:۳۱۶۔

جواب:... شریعت میں چودھویں صدی کی کوئی خصوصی اہمیت نہیں، جن صاحب کا یہ قول آپ نے نقل کیا ہے، وہ غلط ہے۔

پندرہویں صدی اور قادیانی بدحواسیاں

سوال:... جناب مولانا صاحب! پندرہویں صدی کب شروع ہو رہی ہے؟ باعثِ تشویش یہ بات ہے کہ بندہ نے قادیانیوں کا اخبار "الفضل" دیکھا، اس میں اس بارے میں متضاد باتیں لکھی ہیں، چنانچہ مؤرخہ ۷رذی الحجہ ۱۳۹۹ھ، ۲۹راکتوبر ۱۹۷۹ء کے پرچہ میں لکھا ہے کہ: "سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے غلبۂ اسلام کی صدی کے استقبال کے لئے جس کے شروع ہونے میں دس دن باقی رہ گئے ہیں، ایک اہم پروگرام کا اعلان فرمایا ہے۔"

مگر "الفضل" ۱۲رذی الحجہ ۱۳۹۹ھ، ۳رنومبر ۱۹۷۹ء کے اخبار میں لکھا ہے کہ سیّدنا و اِمامنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث پر آسمانی انکشاف کیا گیا ہے کہ پندرہویں صدی جس کی ابتدا اگلے سال ۱۹۸۰ء میں ہو رہی ہے، اور ربوہ کے ایک قادیانی پرچہ "انصاراللہ" نے ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ، مارچ ۱۹۷۹ء کے شمارے میں "چودھویں صدی ہجری کا اختتام" کے عنوان سے ایک ادارتی نوٹ میں لکھا ہے:

> "اسلامی کیلنڈر کے مطابق چودھویں صدی کے آخری سال کے چوتھے ماہ کا بھی نصف گزر چکا ہے، یعنی آج پندرہ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ ہے اور چودھویں صدی ختم ہونے میں صرف ساڑھے آٹھ ماہ کا عرصہ رہ گیا ہے، پندرہویں صدی کا آغاز ہونے والا ہے (گویا محرم ۱۴۰۰ھ سے)۔"

آپ ہماری رہنمائی فرمائیں کہ پندرہویں صدی کب سے شروع ہو رہی ہے، اس ۱۴۰۰ھ سے یا اگلے سال محرم ۱۴۰۱ھ سے؟ یا ابھی دس سال باقی ہیں؟

جواب:... صدی سو سال کے زمانے کو کہتے ہیں، چودھویں صدی ۱۳۰۱ھ سے شروع ہوئی تھی، اب اس کا آخری سال محرم ۱۴۰۰ھ سے شروع ہو رہا ہے، اور محرم ۱۴۰۱ھ پندرہویں صدی کا آغاز ہوگا۔ باقی قادیانی صاحبان کی اور کون سی بات تضادات کا گورکھ دھندا نہیں ہوتی؟ اگر نئی صدی کے آغاز جیسی بدیہی بات میں بھی تضاد بیانی سے کام لیں تو یہ ان کی ذہنی ساخت کا فطری خاصہ ہے، اس پر تعجب ہی کیوں ہو...؟

دجال کی آمد

سوال:... دجال کی آمد کا کیا صحیح حدیث میں کہیں ذکر ہے؟ اگر ہے تو وضاحت فرمائیں۔

جواب:... دجال کے بارے میں ایک دو نہیں، بہت سی احادیث ہیں اور یہ عقیدہ اُمت میں ہمیشہ سے متواتر چلا آیا ہے، بہت سے اکابرِ اُمت نے اس کی تصریح کی ہے کہ خروجِ دجال اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث متواتر ہیں۔ (۱)

---

(۱) قال القاضی: نزول عیسٰی وقتله الدجال حق صحیح عند أهل السُّنّة للأحادیث الصحیحة فی ذٰلک .... الخ۔ (سنن ابن ماجة ص: ۲۹۹، حاشیه نمبر: ۸، طبع نور محمد کتب خانه)۔

دجال کا خروج اور اس کے فتنہ فساد کی تفصیل

"جنگ" اخبار میں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی کے بارے میں حدیث کے حوالہ سے "ان کا حلیہ اور وہ آ کر کیا کریں گے" لکھا تھا، اب مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات بھی لکھ دیں تو مہربانی ہوگی۔

سوال ۱:... خرِ دجال کا حلیہ حدیث کے حوالے سے (کیونکہ ہم نے لوگوں سے سنا ہے کہ وہ بہت تیز چلے گا، اس کی آواز کرخت ہوگی وغیرہ وغیرہ)۔

سوال ۲:... کانا دجال جو اس پر سواری کرے گا، اس کا حلیہ۔

جواب:... دجال کے گدھے کا حلیہ زیادہ تفصیل سے نہیں ملتا، مسند احمد اور مستدرک حاکم کی حدیث میں صرف اتنا ذکر ہے کہ اس کے دونوں کانوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس ہاتھ ہوگا[1] اور مشکوٰۃ شریف میں بیہقی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ اس کا رنگ سفید ہوگا۔[2]

دجال کے بارے میں بہت سی احادیث وارِد ہوئی ہیں، جن میں اس کے حلیہ، اس کے دعویٰ اور اس کے فتنہ و فساد پھیلانے کی تفصیل ذکر کی گئی ہے، چند احادیث کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱:... رنگ سرخ، جسم بھاری بھرکم، قد پستہ، سر کے بال نہایت خمیدہ اُلجھے ہوئے، ایک آنکھ بالکل سپاٹ، دُوسری عیب دار،[3] پیشانی پر "ک، ف، ر" یعنی "کافر" کا لفظ لکھا ہوگا، جسے ہر خواندہ و ناخواندہ مؤمن پڑھ سکے گا۔[4]

---

(۱) عن جابر بن عبدالله عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ..... وله حمار یرکبه عرض مابین اذنیه أربعون ذراعًا۔ (مستدرک حاکم مع التلخیص ج:۴ ص:۵۳۰، کتاب الفتن، مسند احمد ج:۳ ص:۳۶۷)۔

(۲) عن أبی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: یخرج الدَّجّال علیٰ حمار أقمر ... الخ۔ رواه البیهقی۔ (مشکوٰة ص:۴۷۷، باب العلامات بین الساعة وذکر الدجال، طبع قدیمی کتب خانه)۔

(۳) عن النواس بن سمعان رضی الله عنه قال: ذکر رسول الله صلی الله علیه وسلم الدجال ذات غداة .... انه شاب قطط .... عینه طافئة ...... قلنا: یا رسول الله! وما لبثه فی الأرض؟ قال: أربعون یومًا ..... قلنا: یا رسول الله! وما اِسراعه فی الأرض؟ قال: کالغیث استدبرته الریح ...... فبینما هو کذٰلک اِذ بعث الله المسیح ابن مریم، فینزل عند المنارة البیضاء شرقیّ دمشق، بین مهروذتین ..... فیطلبه حتّٰی یدرکه باب لُدّ فیقتله۔ (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۰۲ تا ۱۱۸)۔ أیضًا عن عبدالله بن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: بینا أنا نائم أطوف بالکعبة فاذا رجل آدم سبط الشعر ینطف — أو یهراق — رأسه ماء قلت من هٰذا؟ قالوا: ابن مریم! ثم ذهبت ألتفت فاذا رجل جسیم أحمر جعد الرأس أعور العین کأن عینه عنبة طافیة قالوا: هٰذا الدجال ...الخ۔ (فتح الباری ج:۱۳ ص:۹۰)۔

(۴) عن ابی اُمامة الباهلی قال ...... حدثناه عن الدَّجّال..... وأنه یخرج من خلة بین الشام والعراق ...... فیقول: أنا نبی، ولَا نبی بعدی، ثم یثنی فیقول: أنا ربّکم، ولَا ترون ربّکم حتّٰی تموتوا، وانه أعور، وان ربّکم لیس بأعور، وأنه مکتوب بین عینیه کافر یقرأه کل مؤمن کاتب أو غیر کاتب ...... وانه لَا یبقی بشیء من الأرض الّا وطئه وظهر علیه اِلّا مکة والمدینة لَا یأتیهما من نقب من نقابهما الّا لقیته الملائکة بالسیوف صلتة حتّٰی ینزل عند الظریب الأحمر عند منقطع السبخة فترجف المدینة بأهلها ثلاث رجفات فلا یبقٰی منافق ولَا منافقة اِلّا خرج الیه فتنفی الخبث منها کما تنفی الکیر خبث الحدید ..... وجلهم ببیت المقدس وامامهم رجل صالح فبینما امامهم قد تقدم یصلّی بهم الصبح ....

(باقی اگلے صفحے پر)

۲:... پہلے نبوّت کا دعویٰ کرے گا اور پھر ترقی کرکے خدائی کا مدعی ہوگا۔ (۱)

۳:...اس کا ابتدائی خروج اصفہان خراسان سے ہوگا اور عراق وشام کے درمیان راستے میں اعلانیہ دعوت دے گا۔ (۲)

۴:...گدھے پر سوار ہوگا، ستر ہزار یہودی اس کی فوج میں ہوں گے۔ (۳)

۵:...آندھی کی طرح چلے گا اور مکہ مکرّمہ، مدینہ طیبہ اور بیت المقدس کے علاوہ ساری زمین میں گھومے پھرے گا۔ (۴)

۶:...مدینہ میں جانے کی غرض سے اُحد پہاڑ کے پیچھے ڈیرہ ڈالے گا، مگر خدا کے فرشتے اسے مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے، وہاں سے ملکِ شام کا رُخ کرے گا اور وہاں جاکر ہلاک ہوگا۔ (۵)

۷:...اس دوران مدینہ طیبہ میں تین زلزلے آئیں گے اور مدینہ طیبہ میں جتنے منافق ہوں گے وہ گھبراکر باہر نکلیں گے اور دجال سے جاملیں گے۔ (۶)

۸:... جب بیت المقدس کے قریب پہنچے گا تو اہلِ اسلام اس کے مقابلے میں نکلیں گے اور دجال کی فوج ان کا محاصرہ کرلے گی۔ (۷)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)......... إذ نزل عليهم عيسىٰ بن مريم الصبح فرجع ذٰلك الإمام ينكص يمشي القهقرىٰ ليقدم عيسىٰ يصلي فيضع يده بين كتفيه ثم يقول له: تقدم فصل فانها لك اقيمت، فيصلي بهم فاذا انصرف قال عيسىٰ عليهم السلام: افتحوا الباب! فيفتح ووراءه الدجال معه سبعون ألف يهودي كلهم ذو سيف محلى وساج فاذا نظر اليه الدجال ذاب كما يذوب الملح في الماء وينطلق هاربًا ويقول عيسىٰ عليه السلام: ان لي فيك ضربة لن تسبقني بها، فيدركه عند باب اللُّدّ الشرقي فيقتله فيهزم الله اليهود فلا يبقىٰ شيء مما خلق الله يتوارى به يهودي الّا أنطلق الله ذٰلك الشيء لَا حجر ولَا شجر ولَا حائط ولَا دابة الّا الغرقدة فانها من شجرهم لَا تنطق إلّا قال: يا عبدالله المسلم! هٰذا يهودي فتعال فاقتله ...الخ. (ابن ماجة ص:۲۹۷، ۲۹۸، باب فتنة الدجال وخروج عيسىٰ ابن مريم وخروج يأجوج ومأجوج).

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۴ دیکھئے۔

(۲) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۴ دیکھئے۔

(۳) عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يخرج الدَّجّال علىٰ حمار أقمر ما بين أذنيه سبعون باعًا. رواه البيهقي. (مشكوٰة ص:۴۷۷). وعن أنس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يتبع الدّجّال من يهود اصفهان سبعون ألفًا، عليهم الطيالسة. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۴۷۵، باب العلامات بين يدي الساعة وذكر الدجال).

(۴) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳ اور ۴ دیکھئے۔

(۵) يجيء الدجال فيصعد أحدا فيطلع فينظر الى المدينة فيقول لأصحابه: الَا ترون اِلىٰ هٰذا القصر الأبيض؟ هٰذا مسجد أحمد، ثم يأتي المدينة فيجد بكل نقب من نقابها ملَكًا مصلتًا سيفه، فيأتي سبخة الجرف فيضرب رواقه، ثم ترجف المدينة ثلاث رجفات، فلا يبقى منافق ولَا منافقة ولَا فاسق ولَا فاسقة اِلّا خرج اليه، فتخلص المدينة ..... ثم يأتي اِيليا فيحاصر عصابة من المسلمين ...الخ. (فتح الباري ج:۱۳ ص:۹۴، طبع لاهور).

(۶) ايضاً۔

(۷) ايضاً۔

۹:... مسلمان بیت المقدس میں محصور ہو جائیں گے اور اس محاصرے میں ان کو سخت اِبتلا پیش آئے گا۔ (۱)

۱۰:... ایک دن صبح کے وقت آواز آئے گی: "تمہارے پاس مدد آپہنچی!" مسلمان یہ آواز سن کر کہیں گے کہ: "مدد کہاں سے آسکتی ہے؟ یہ کسی پیٹ بھرے کی آواز ہے"۔ (۲)

۱۱:... عین اس وقت جبکہ فجر کی نماز کی اِقامت ہو چکی ہوگی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس کے شرقی منارہ کے پاس نزول فرمائیں گے۔ (۳)

۱۲:... ان کی تشریف آوری پر اِمام مہدیؓ (جو مصلّے پر جاچکے ہوں گے) پیچھے ہٹ جائیں گے اور ان سے اِمامت کی درخواست کریں گے، مگر آپ اِمام مہدیؓ کو حکم فرمائیں گے کہ نماز پڑھائیں، کیونکہ اس نماز کی اِقامت آپ کے لئے ہوئی ہے۔ (۴)

۱۳:... نماز سے فارغ ہوکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دروازہ کھولنے کا حکم دیں گے، آپ کے ہاتھ میں اس وقت ایک چھوٹا سا نیزہ ہوگا، دجال آپ کو دیکھتے ہی اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔ آپ اس سے فرمائیں گے کہ: اللہ تعالیٰ نے میری ایک ضرب تیرے لئے لکھ رکھی ہے، جس سے تو بچ نہیں سکتا! دجال بھاگنے لگے گا، مگر آپ "بابِ لُدّ" کے پاس اس کو جالیں گے اور نیزے سے اس کو ہلاک کردیں گے اور اس کا نیزے پر لگا ہوا خون مسلمانوں کو دِکھائیں گے۔ (۵)

۱۴:... اس وقت اہلِ اسلام اور دجال کی فوج میں مقابلہ ہوگا، دجالی فوج تہہ تیغ ہوجائے گی اور شجر و حجر پکار اُٹھیں گے کہ: "اے مؤمن! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، اس کو قتل کر۔" (۶)

یہ دجال کا مختصر سا احوال ہے، احادیث شریفہ میں اس کی بہت سی تفصیلات بیان فرمائی گئی ہیں۔

یأجوج مأجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت

سوال:... آپ نے اپنے صفحہ "اقرأ" میں ایک حدیث شائع کی تھی اور اس میں قیامت کی نشانیاں بتائی گئی تھیں، جن میں دجال کا آنا، دابۃ الارض اور یأجوج مأجوج کا آنا وغیرہ شامل ہیں۔ برائے مہربانی یہ بتائیں کہ یأجوج مأجوج، دابۃ الارض سے کیا مراد

---

(۱) ووقع فی حدیث سمرة المشار الیه قبل: یظهر علی الأرض کلها اِلّا الحرمین وبیت المقدس فیحصر المؤمنین فیه ثم یهلکه الله ...الخ۔ (فتح الباری ج:۱۳ ص:۱۰۵، طبع لاهور)۔

(۲) عن عثمان بن أبی العاص .... فبینما هم کذٰلک اِذ نادیٰ مناد من السحر یا أیها الناس! اتاکم الغوث، ثلاثًا، فیقول بعضهم لبعض: ان هٰذا لصوت رجل شبعان، وینزل عیسٰی ابن مریم علیه السلام عند صلاة الفجر ...الخ۔ (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۶۴، طبع مکتبة دارالعلوم کراچی)۔

(۳) ص:۳۷۲ کا حاشیہ نمبر۳ دیکھئے۔

(۴) ص:۳۷۲ کا حاشیہ نمبر۴ دیکھئے۔

(۵) عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ...... فلو ترکه لَانذاب حتّٰی یهلک ولٰکن یقتله الله بیده فیریهم دمه فی حربته۔ (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۳۲)۔ نیز ص:۳۷۲ کا حاشیہ نمبر۴ دیکھیں۔

(۶) ص:۳۷۲ کا حاشیہ نمبر۴ دیکھئے۔

ہے؟ اور آیا کہ یہ نشانی پوری ہوگئی؟

جواب:...دجال کے بارے میں ایک دُوسرے سوال کے جواب میں لکھ چکا ہوں، اس کو ملاحظہ فرمالیا جائے۔

یأجوج مأجوج کے خروج کا ذکر قرآنِ کریم میں دو جگہ آیا ہے، ایک سورۂ انبیاء کی آیت:۹۶ میں، جس میں فرمایا گیا ہے:

''یہاں تک کہ جب کھول دیئے جائیں گے یأجوج مأجوج اور وہ ہر اونچان سے دوڑتے ہوئے آئیں گے اور قریب آن لگا سچا وعدہ (یعنی وعدۂ قیامت) پس اچانک پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی آنکھیں منکروں کی، ہائے افسوس! ہم تو اس سے غفلت میں تھے، بلکہ ہم ظالم تھے۔''(۱)

اور دُوسرے سورۂ کہف کے آخری سے پہلے رُکوع میں جہاں ذُوالقرنین کی خدمت میں یأجوج مأجوج کے فتنہ وفساد برپا کرنے اور ان کے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنانے کا ذکر آتا ہے، وہاں فرمایا گیا ہے کہ حضرت ذُوالقرنین نے دیوار کی تعمیر کے بعد فرمایا:

''یہ میرے رَبّ کی رحمت ہے، پس جب میرے رَبّ کا وعدہ (وعدۂ قیامت) آئے گا تو اس کو چور چور کردے گا، اور میرے رَبّ کا وعدہ سچ ہے۔ (آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) اور ہم اس دن ان کو اس حال میں چھوڑ دیں گے کہ ان میں سے بعض بعض میں ٹھاٹھیں مارتے ہوں گے۔''(۲)

ان آیاتِ کریمہ سے واضح ہے کہ یأجوج مأجوج کا آخری زمانے میں نکلنا علمِ اِلٰہی میں طے شدہ ہے اور یہ کہ ان کا خروج قیامت کی نشانی کے طور پر قربِ قیامت میں ہوگا۔ اسی بنا پر حدیثِ نبوی میں ان کے خروج کو قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں شمار کیا گیا ہے، اور بہت سی احادیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ان کا خروج سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا۔ احادیثِ طیبہ کا مختصر خاکہ پیشِ خدمت ہے۔

ایک حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دجال کو قتل کرنے کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہے:

''پھر عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے پاس جائیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے فتنے سے محفوظ رکھا ہوگا اور گرد و غبار سے ان کے چہرے صاف کریں گے اور جنت میں ان کے جو درجات ہیں، وہ ان کو بتائیں گے۔ ابھی وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندوں کو خروج کی اجازت دی ہے جن کے مقابلے کی کسی کو طاقت نہیں، پس آپ میرے بندوں کو کوہِ طور پر لے جایئے۔

اور اللہ تعالیٰ یأجوج مأجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے پھسلتے ہوئے اُتریں گے، پس ان

---

(۱) ''حَتّٰی إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوْجُ وَمَأْجُوْجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ۔ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ'' (الأنبياء:۹۶، ۹۷)۔

(۲) ''قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهُ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا۔ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا'' (الكهف:۹۸، ۹۹)۔

کے دستے بحیرۂ طبریہ پر گزریں گے تو اس کا سارا پانی صاف کردیں گے اور ان کے پچھلے لوگ آئیں گے تو کہیں گے کہ کسی زمانے میں اس میں پانی ہوتا تھا۔ اور وہ چلیں گے یہاں تک کہ جب جبلِ خمر تک جو بیت المقدس کا پہاڑ ہے، پہنچیں گے تو کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم قتل کرچکے، اب آسمان والوں کو قتل کریں۔ پس وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون سے رنگے ہوئے واپس لوٹا دے گا۔

اور اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رُفقاء کوہِ طور پر محصور ہوں گے اور اس محاصرے کی وجہ سے ان کو ایسی تنگی پیش آئے گی کہ ان کے لئے گائے کا سر تمہارے آج کے سو درہم سے بہتر ہوگا۔ پس اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رُفقاء اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا کریں گے، پس اللہ تعالیٰ یأجوج و مأجوج کی گردنوں میں کیڑا پیدا کردے گا، جس سے وہ ایک آن میں ہلاک ہوجائیں گے۔ پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رُفقاء کوہِ طور سے زمین پر اُتریں گے تو ایک بالشت زمین بھی خالی نہیں ملے گی جو ان کی لاشوں اور بدبو سے بھری ہوئی نہ ہو، پس اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رُفقاء اللہ سے دُعا کریں گے، تب اللہ تعالیٰ بختی اُونٹوں کی گردنوں کے مثل پرندے بھیجے گا، جو ان کی لاشوں کو اُٹھا کر جہاں اللہ کو منظور ہوگا پھینک دیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش برسائے گا کہ اس سے کوئی خیمہ اور کوئی مکان چھپا نہیں رہے گا، پس وہ بارش زمین کو دھوکر شیشے کی طرح صاف کردے گی (آگے مزید قربِ قیامت کے حالات مذکور ہیں)۔'' (صحیح مسلم، مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک حاکم، کنز العمال، بحوالہ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۱۸ تا ۱۲۵)[1]

۲:... ترمذی کی حدیث میں ہے کہ وہ پرندے یأجوج مأجوج کی لاشوں کو نہبل میں لے جاکر پھینکیں گے اور مسلمان ان کے تیر کمان اور ترکشوں کو سات برس بطور ایندھن استعمال کریں گے (مشکوٰۃ ص:۴۷۴)۔[2]

---

(۱) ثم یأتی عیسٰی قوم قد عصمهم الله منه، فیمسح عن وجوههم ویحدّثهم بدرجاتهم فی الجنّة فبینما هو کذالک إذ أوحی الله إلٰی عیسٰی علیه السلام أنّی قد أخرجت عبادًا لی لَا یدان لأحد بقتالهم فحرّز عبادی إلی الطور۔ ویبعث الله یأجوج ومأجوج وهم من کل حدب ینسلون، فمرّ أوائلهم علٰی بحیرة طبریّة فیشربون ما فیها ویمرّ آخرهم فیقولون: لقد کان بهٰذه مرّة ماء۔ ویحصر نبی الله عیسٰی علیه السلام وأصحابه حتّٰی یکون رأس الثور لأحدهم خیرًا من مائة دینار لأحدکم الیوم، فیرغب نبی الله عیسٰی علیه السلام وأصحابه إلی الله تعالٰی فیرسل الله علیهم النغف فی رقابهم مصحون فرسی کموت نفس واحدة۔ ثم یهبط نبی الله عیسٰی علیه السلام وأصحابه إلی الأرض فلا یجدون فی الأرض موضع شبر إلّا ملأه زهمهم ونتنهم فیرغب نبی الله عیسٰی علیه السلام وأصحابه إلی الله فیرسل الله طیرًا کأعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حیث شاء الله۔ ثم یرسل الله مطرًا لَا یکنّ من بیت مدر ولَا وبر فیغسل الأرض حتّٰی یترکها کالزّلفة۔ (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۱۸ تا ۱۲۵)۔

(۲) عن النواس بن سمعان .... فیرسل الله طیرًا ..... تطرحهم بالنهبل ویستوقد المسلمون من قسیهم ونشابهم وجعابهم سبع سنین ...الخ۔ (مشکوٰة ص:۴۷۴، باب العلامات بین یدی الساعة وذکر الدجال)۔

۳:...ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ معراج کی رات میری ملاقات حضرت ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ہوئی، قیامت کا تذکرہ آیا، تو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا، انہوں نے فرمایا کہ: مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا، انہوں نے بھی یہی جواب دیا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہوا، انہوں نے فرمایا: قیامت کے وقوع کا وقت تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، البتہ میرے رَبّ عزّ وجل کا مجھ سے ایک وعدہ ہے اور وہ یہ کہ دجالِ اکبر خروج کرے گا تو اس کو قتل کرنے کے لئے میں اُتروں گا، وہ مجھے دیکھتے ہی رانگ کی طرح پگھلنا شروع ہوگا، پس اللہ تعالیٰ اسے میرے ہاتھ سے ہلاک کردیں گے۔ یہاں تک کہ شجر و حجر پکار اُٹھیں گے کہ: اے مؤمن! میرے پیچھے کافر چھپا ہوا ہے، اسے قتل کر! پس میں دجال کو قتل کردوں گا اور دجال کی فوج کو اللہ تعالیٰ ہلاک کردے گا۔

پھر لوگ اپنے علاقوں اور وطنوں کو لوٹ جائیں گے۔ تب یأجوج مأجوج نکلیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑے ہوئے آئیں گے، وہ مسلمانوں کے علاقوں کو روند ڈالیں گے، جس چیز پر سے گزریں گے اسے تباہ کردیں گے، جس پانی پر سے گزریں گے اسے صاف کردیں گے، لوگ مجھ سے ان کے فتنہ و فساد کی شکایت کریں گے، میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کروں گا، پس اللہ تعالیٰ انہیں موت سے ہلاک کردے گا، یہاں تک کہ ان کی بدبو سے زمین میں تعفن پھیل جائے گا، پس اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جو ان کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گی۔

بس میرے رَبّ عزّ وجل کا مجھ سے جو وعدہ ہے، اس میں فرمایا کہ جب یہ واقعات ہوں گے تو قیامت کی مثال اس پورے دنوں کی حاملہ کی ہوگی جس کے بارے میں اس کے مالکوں کو کچھ خبر نہیں ہوگی کہ رات یا دن کب، اچانک اس کے وضعِ حمل کا وقت آجائے (مسند احمد، ابن ماجہ، ابن جریر، مستدرک حاکم، فتح الباری، درمنثور، التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۵۸، ۱۵۹)۔[1]

یأجوج مأجوج کے بارے میں اور بھی متعدّد اَحادیث ہیں، جن میں کم و بیش یہی تفصیلات ارشاد فرمائی گئی ہیں، مگر میں انہی تین احادیث پر اِکتفا کرتے ہوئے یہ فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں کہ آیا یہ نشانی پوری ہوچکی ہے یا ابھی اس کا پورا ہونا باقی ہے؟ فرمایئے! آپ کی عقلِ خداداد کیا فیصلہ کرتی ہے...؟

---

(۱) عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لقیت لیلة أسری بی إبراهیم وموسٰی وعیسٰی، قال: فتذاکروا أمر الساعة، فردوا أمرهم إلٰی إبراهیم فقال: لَا علم لی بها، فرّدوا الأمر إلٰی موسٰی، فقال: لَا علم لی بها، فردّوا الأمر إلٰی عیسٰی، فقال: أمّا وجبتها فلا یعلمها أحد إلّا الله تعالٰی، ذالک وفیما عهد إلیّ ربّی عزّ وجلّ أن الدّجّال خارج، قال: ومعی قضیبان فإذا رآنی ذاب کما یذوب الرصاص قال: فیهلکه الله، حتّٰی إن الحجر والشجر لیقول: یا مسلم إنّ تحتی کافرًا فتعال فاقتله، قال: فیهلکهم الله تعالٰی. ثم یرجع الناس إلٰی بلادهم وأوطانهم، قال: فعند ذالک یخرج یأجوج ومأجوج وهم من کل حدب ینسلون، فیطأون بلادهم، لَا یأتون علٰی شیء إلّا أهلکوه ولَا یمرون علٰی ماء إلّا شربوه ثم یرجع الناس إلیّ فیشکونهم فأدعو الله علیهم فیهلکهم الله تعالٰی ویمیتهم حتّٰی تجوی الأرض من نتن ریحهم قال: فینزل الله عزّ وجلّ المطر فیجرف أجسادهم حتّٰی یقذفهم فی البحر .... ففیما عهد إلیّ ربّی عزّ وجلّ أن ذالک إذا کان کذالک فإن الساعة کالحامل المتمّ التی لَا یدری أهلها متٰی تفجأهم بولَادها لیلًا أو نهارًا. (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۵۸ تا ۱۶۰)۔

رہا دابۃ الارض! تو اس کا ذکر قرآنِ کریم کی سورۃ النمل آیت: ۸۲ میں آیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

”اور جب آن پڑے گی ان پر بات (یعنی وعدۂ قیامت کے پورا ہونے کا وقت قریب آلگے گا) تو ہم نکالیں گے ان کے لئے ایک چوپایہ زمین سے جو ان سے باتیں کرے گا کہ لوگ ہماری نشانیوں پر یقین نہیں لاتے تھے۔“[1]

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دابۃ الارض کا خروج بھی قیامت کی بڑی علامتوں میں سے ہے اور ارشاداتِ نبویہ میں بھی اس کو علاماتِ کبریٰ میں شامل کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ چھ چیزوں سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو، دخان، دجال، دابۃ الارض، مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا، عام فتنہ اور ہر شخص سے متعلق خاص فتنہ (مشکوٰۃ ص:۴۷۲)۔[2]

ایک اور حدیث میں ہے کہ: قیامت کی پہلی علامت جو لوگوں کے سامنے ظاہر ہوگی، وہ آفتاب کا مغرب کی جانب سے طلوع ہونا اور چاشت کے وقت لوگوں کے سامنے دابۃ الارض کا نکلنا ہے، ان میں سے جو پہلے ہو دُوسری اس کے بعد متصل ہوگی (مشکوٰۃ، صحیح مسلم)۔[3]

ایک اور حدیث میں ہے کہ: تین چیزیں جب ظہور پذیر ہوجائیں گی تو کسی نفس کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو، یا اس نے ایمان کی حالت میں کوئی نیکی نہ کی ہو، آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال کا ظاہر ہونا اور دابۃ الارض کا نکلنا (مشکوٰۃ، صحیح مسلم)۔[4]

ایسا لگتا ہے کہ اس دُنیا کے لئے آفتاب کے طلوع و غروب کا نظام ایسا ہے جیسے انسان کی نبض کی رفتار ہے۔ جب سے انسان پیدا ہوا ہے اس کی نبض باقاعدہ چلتی رہتی ہے، لیکن نزع کے وقت پہلے نبض میں بے قاعدگی آجاتی ہے اور کچھ دیر بعد وہ بالکل ٹھہر جاتی ہے، اسی طرح جب سے اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا ہے، سورج کے طلوع و غروب کے نظام میں کبھی خلل نہیں آیا، لیکن قیامت سے کچھ دیر پہلے اس عالم پر نزع کی کیفیت طاری ہوجائے گی اور اس کی نبض بے قاعدہ ہوجائے گی، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ: آفتاب کو ہر دِن مشرق سے طلوع ہونے کا اِذن ملتا ہے، ایک دن اسے مشرق کے بجائے مغرب کی جانب سے

---

(۱) ”وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ“ (النمل: ۸۲)۔

(۲) عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلی ا لله عليه وسلم: بادروا بالأعمال ستًّا: الدُّخان والدَّجّال ودابّة الأرض وطلوع الشمس من مغربها وأمر العامّة وخويصة أحدكم. (مشكوة ص:۴۷۲، باب العلامات بين يدی الساعة وذكر الدجال)۔

(۳) عن عبدالله بن عمرو قال: سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: ان اوّل الآيات خروجًا طلوع الشمس من مغربها وخروج الدابّة علی الناس ضحًی وايّهما ما كانت قبل صاحبتها فالأخریٰ علٰی أثرها قريبًا. رواه مسلم. (مشكوة ص:۴۷۲، باب العلامات بين يدی الساعة وذكر الدجال)۔

(۴) عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: ثلاث اذا خرجن لَا ينفع نفسًا ايمانها لم تكن آمنت من قبل أو كسبت فی ايمانها خيرًا: طلوع الشمس من مغربها والدّجّال ودابّة الأرض. رواه مسلم. (مشكوة ص:۴۷۲)۔

طلوع ہونے کا حکم ہوگا (صحیح بخاری، صحیح مسلم)۔[۱]

پس جس طرح نزع کی حالت میں ایمان قبول نہیں ہوتا، اسی طرح آفتاب کے مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کے بعد (جو اس عالم کی نزع کا وقت ہوگا) توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا، اس وقت ایمان لانا مفید نہ ہوگا، نہ ایسے ایمان کا اعتبار ہوگا، اور توبہ کا دروازہ بند ہونے کے بعد بے ایمانوں کو رُسوا کرنے اور ان کے غلط دعویٔ ایمان کا راستہ بند کرنے کے لئے مؤمن و کافر پر الگ الگ نشان لگادیا جائے گا۔

''دابۃ الارض جب نکلے گا تو اس کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہوگی، وہ انگشتری سے مؤمن کے چہرے پر مہر لگادے گا، جس سے اس کا چہرہ چمک اُٹھے گا، اور کافر کی ناک پر موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے مہر لگادے گا۔ (جس کی وجہ سے دِل کے کفر کی سیاہی اس کے منہ پر چھاجائے گی) جس سے مؤمن و کافر کے درمیان ایسا امتیاز ہوجائے گا کہ مجلس میں مؤمن و کافر الگ الگ پہچانے جائیں گے۔''[۲]

''دابۃ الارض کے تھوڑے عرصہ بعد ایک پاکیزہ ہوا چلے گی، جس سے تمام اہلِ ایمان کا انتقال ہوجائے گا اور صرف شریر لوگ رہ جائیں گے، چوپاؤں کی طرح سڑکوں پر شہوت رانی کریں گے، ان پر قیامت واقع ہوگی۔''[۳] (مشکوٰۃ)

جدید تحقیقات اور علاماتِ قیامت

مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں جناب ڈاکٹر عرفان محمود صاحب کے نظریات ہمارے ایک کرم فرمانے حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ العالی کی خدمت میں بغرض تحقیق بھیجے، جن کا جواب افادۂ عام کے لئے نذرِ قارئین کیا جاتا ہے۔.............(ادارہ)

۱:...اہرامِ مصر:

اہرامِ مصر پر ثبت تحریروں کا ترجمہ مصر کے ایک ڈاکٹر نے کیا ہے، جس کے مطابق یہ تصویر نما تحریریں دراصل گزشتہ پانچ ہزار

(۱) عن أبی ذرّ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: حین غربت الشمس أتدری أین تذهب هٰذه؟ قلت: الله ورسوله أعلم! قال: فانها تذهب حتّٰی تسجد تحت العرش فتستأذن، فیؤذن لها ویوشک أن تسجد ولَا تقبل منها، وتستأذن فلا یؤذن لها، ویقال لها: ارجعی من حیث جئت! فتطلع من مغربها فذٰلک قوله تعالٰی: والشمس تجری لمستقر لها، قال: مستقرها تحت العرش۔ متفق علیه۔ (مشکوٰة ص:۴۷۲، باب العلامات بین یدی الساعة وذکر الدجال)۔

(۲) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: تخرج دابة الأرض ومعها عصا موسیٰ وخاتم سلیمان علیهما السلام، فتخطم أنف الکافر بالعصا، وتجلّی وجه المؤمن بالخاتم، حتّٰی یجتمع الناس علی الخُوان یعرف المؤمن من الکافر۔ (تفسیر ابن کثیر ج:۴ ص:۶۸۴، المستدرک للحاکم ج:۴ ص:۴۸۵، طبع بیروت)۔

(۳) اذ بعث الله ریحًا طیبةً فتأخذهم تحت اٰباطهم فیقبض روح کل مؤمن وکل مسلم، ویبقٰی شرار الناس یتهارجون فیها تهارج الحمر فعلیهم تقوم الساعة۔ رواه مسلم۔ (مشکوٰة ص:۴۷۴، باب العلامات بین یدی الساعة)۔

سال کی پیش گوئیاں ہیں، جو درست ثابت ہو رہی ہیں، انہی تحریروں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بیسویں صدی عیسوی کے آخر تک یہ کائنات تباہ ہوجائے گی، جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا، اور نئے سرے سے انسانیت وجود میں آئے گی۔

۲:...زمین کی گردش:

ناسا (NASA) کے حوالے سے گزشتہ دنوں روزنامہ جنگ میں یہ خبر چھپی کہ زمین کی گردش کی رفتار کم ہو رہی ہے، تو یہ پیشنگوئی کی گئی ہے کہ اگر اسی حساب سے رفتار کم ہوتی رہی تو ٹھیک تین سال کے بعد گردش تھم جائے گی۔

۳:...ستارہ:

اسی امریکی خلائی تحقیقاتی ادارے (ناسا) کے حوالے سے ایک اور خبر روزنامہ جنگ میں شائع ہوئی کہ کوئی (Commet) زمین کی سمت سفر کر رہا ہے، اور جس رفتار سے یہ سفر کر رہا ہے ٹھیک تین سال کے بعد یہ زمین سے ٹکرا جائے گا۔

نمبر ۲ اور ۳ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ گردش کے رکنے اور ستارے کے ٹکرانے کا وقت ایک ہے، گویا زمین کی گردش رکنے کا مطلب یہ ہے کہ کشش ثقل ختم ہوجائے گی، اور اگر کشش ثقل ختم ہوجائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر چیز فضا میں بکھر جائے گی، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح بکھر جائیں گے، جو کہ قیامت کی گھڑی ہوگی، لیکن ایسا ہے کہ قیامت نہیں بلکہ ''ایک بڑا عذاب'' آنے والا ہے، زمین کی یہ گردش جب رکنے کو ہوگی تو وہ سیارچہ (Commet) زمین سے ٹکرا جائے گا اور یہ گردش دوبارہ بحال ہوجائے گی، یعنی جاری ہوجائے گی، لیکن اس وقت تک زلزلوں کی وجہ سے بہت تباہی آچکی ہوگی، اور نئے سرے سے انسانیت کا آغاز ہوگا۔

ا:...اس نئی انسانیت (New Civilization) یعنی پتھر اور تلوار کے زمانے کا تصور بھی اسلام سے ہمیں ملتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی جامع مسجد پر آسمان سے اتریں گے تو ان کے ہاتھ میں ''تلوار'' ہوگی، جس سے وہ مسیح دجال کا سر قلم کریں گے، آج تو کلاشنکوف کا دور ہے، کلاشنکوف سے اس معیار کے دشمن کا خاتمہ ناممکن ہے۔

۲:...جہاں تک سیارے کے زمین سے ٹکرانے کی بات ہے، تو مجھے قرآن نے یہ رہنمائی دی، جب میں نے قرآن سے اپنے خاص انداز سے رہنمائی چاہی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ. فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ.'' (الطور:۴۴)

ترجمہ:...''اور جب وہ اپنے اوپر آسمان کے ایک بڑے ٹکڑے کو گرتا ہوا (ساقط) دیکھیں گے تو وہ یہ کہیں گے کہ یہ تو کوئی بادل ہے، تہہ بہ تہہ، پس انہیں اس دن تک چھوڑ دے جس میں ان پر (ایسا عذاب ہوگا کہ) غنودگی طاری ہوگی۔''

میرے اس آیت کے پڑھنے کے دوسرے ہی روز کرم ایجنسی میں زلزلہ آگیا، روزنامہ پاکستان کی شہ سرخی تھی: ''زمین پھٹی،

چھ گاؤں زمین بوس ہوگئے۔'' اور اس جگہ پر کوئی بدبو وغیرہ نہیں ہے، لیکن جب اس جگہ کے قریب کوئی جائے تو اس پر غنودگی طاری ہوتی ہے، تو میرے لئے یقیناً یہ اس آیت مبارکہ کا مصداق تھا، جس میں کہا گیا کہ ان پر ایسا عذاب ہوگا کہ ان پر غنودگی طاری ہوگی۔

نتیجہ:... نتیجہ یہ نکلا کہ قریب ہی اس امت پر ایک بڑا عذاب آنے والا ہے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو تصور (Concept) عام ہے کہ امت مسلمہ پر اس قسم کا بڑا عذاب، جیسا کہ دوسری قوموں یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم وغیرہ پر آیا، نہیں آئے گا، چونکہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں، تو عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ:...'' اور اللہ کا عذاب ظالموں سے دُور نہیں ہے۔''

اور سب سے بڑا ظالم کون ہے؟ اور عذاب کے لئے جو شرط رکھی گئی ہے وہ شرک ہے، تو ہمارے آج کے معاشرے کو دیکھا جائے تو شرک عام ہے، اور تینوں اقسام کا شرک یعنی اللہ کی ذات میں شرک، اس کی صفات میں شرک اور اللہ کے احکامات میں شرک۔ اللہ نے کہا کہ جھوٹ نہیں بولنا، رشوت نہیں لینا، زنا نہیں کرنا، ہم جھوٹ بھی بول جاتے ہیں، زنا بھی کرتے ہیں، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ گناہ یعنی شرک فی احکام اللہ تو ہر دور میں رہا ہے، لیکن آج سے کچھ عرصہ پہلے بندہ زنا کر بیٹھتا تھا، یا جھوٹ بولتا تھا، یا سود کھاتا تھا تو اسے یہ احساس ضرور ہوتا تھا کہ میں نے گناہ کیا ہے، یعنی اسے گناہ سمجھا ہی نہیں جاتا۔

علاوہ ازیں ہم روزانہ عذاب کے لئے، جو کافروں پر ہوگا، بددعا بھی کرتے ہیں، یعنی وتر میں: ''ان عذابک بالکفار ملحق'' یقیناً تیرا عذاب کافروں سے ملنے والا ہے، یعنی آنے والا ہے، یعنی قریب ہے۔

جواب:... جناب ڈاکٹر عرفان محمود صاحب کے نظریات پر مشتمل گرامی نامہ موصول ہوا، انہوں نے اہرام مصر، گردش زمین اور سیارہ کے بارے میں اپنی تحقیقات ذکر فرمائی ہیں، اور یہ بتایا ہے کہ ٹھیک تین سال کے بعد یہ حوادث رونما ہوں گے اور اس کے بعد نئے سرے سے انسانیت کا آغاز ہوگا۔

جیسا کہ آنجناب کو معلوم ہے، سائنسی تحقیقات سے مجھے زیادہ دلچسپی بھی نہیں، اور ان کو چنداں لائق اعتماد بھی نہیں سمجھتا، لیکن مجھے پروفیسر صاحب کے بیانات سے دو باتوں میں اتفاق ہے:

اوّل:... یہ کہ اس دُنیا کے خاتمے کا وقت قریب آن لگا ہے، یہ تو کہنا مشکل ہے کہ یہ دُنیا کب تک اور کتنے سال قائم رہے گی؟ لیکن آثار و قرائن بتاتے ہیں کہ وقت زیادہ دُور نہیں، اس لئے کہ دُنیا میں شر و فساد (جس کی طرف آپ نے بھی اشارہ کیا ہے) کی اصلاح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، لوگ اکیسویں صدی کی زبردست تیاریاں کر رہے ہیں، لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ ان کی اکیسویں صدی ان کے لئے موت کا پیغام لائے گی۔

دوم:... مجھے پروفیسر صاحب کی اس بات سے بھی اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ موجودہ ترقیات کا زمانہ نہیں ہوگا، بلکہ دُنیا تیغ و تفنگ کی طرف لوٹ جائے گی۔

لیکن پروفیسر صاحب کے اس نظریے سے مجھے اتفاق نہیں کہ جس طرح طوفانِ نوح کے بعد دُنیا نئے سرے سے آباد ہوئی، اسی طرح نزولِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی دُنیا کی یہی حالت رہے گی۔

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارِد ہے، بالکل آخری زمانہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں خیر و برکت اپنے عروج پر ہوگی، گویا زمین اپنے تمام خزانے اُگل دے گی، اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ان کا جانشین سات سال رہے گا، اس کا زمانہ بھی قریب قریب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے مشابہ ہوگا، اس کی وفات کے بعد دُنیا میں شر کا طوفان آجائے گا اور اہلِ ایمان یکبارگی اُٹھالئے جائیں گے، اور تمام کے تمام فسادی لوگ باقی رہ جائیں گے، ان پر قیامت واقع ہوگی، اور یہ زمانہ قریباً ایک صدی کا ہوگا، **واللہ أعلم بالصواب!**

گناہوں سے توبہ

توبہ کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

سوال:...توبہ کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:...دو رکعت توبہ کی نیت سے پڑھ کر تمام گناہوں سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے، اور خوب دِل کھول کر اللہ تعالیٰ کے سامنے روئے، یہاں تک کہ اطمینان ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ نے گناہ معاف کردیئے۔

توبہ کا طریقہ

سوال:...میرا نام شاہد حمید انجم ہے، تعلیم میٹرک، پاکستان پنجاب سے تعلق رکھتا ہوں، عمر ۲۲ سال، غیرشادی شدہ، پیشہ لیڈیز ٹیلر۔ مولانا صاحب! اللہ تعالیٰ نے مجھے لڑکپن میں ہی اپنی ہر نعمت سے نوازا ہے، چھوٹی سی عمر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی زیارت نصیب فرمائی، میں اس قابل نہ تھا، میں نے ۱۹۸۴ء میں حج کیا ہے، حج کے موقع پر حرم شریف میں بیٹھے ہوئے چند گناہوں کو اپنے دِل و نظر میں رکھتے ہوئے میں نے عہد کیا تھا، توبہ کی تھی، آئندہ نہیں کروں گا، حج واپسی سے چھ ماہ بعد تک اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ اپنے عہد کو نبھایا، بعد ازاں میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا، آج تقریباً حج کئے ہوئے پونے دو سال ہوئے، پھر بھی پہلے کی نسبت بہت حد تک کنٹرول کیا ہے، لیکن پنجابی میں محاورہ ہے: ''چوری لکھ دی اور لکھ دی برابر ہوتی ہے''۔ میں بے حد شرمندہ ہوں، اللہ تعالیٰ بخشش کریں، نماز بھی پڑھتا ہوں، عجیب قسم کے خیالات آتے ہیں، اپنے گریبان میں دیکھتا ہوں تو گناہوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ اس کے علاوہ نفسیاتی مریض بھی ہوں، خوداعتمادی نہیں، احساسِ کمتری کا شکار ہوگیا ہوں۔ از راہِ کرم کوئی وِرد، ذکرِ اِلٰہی لکھ کر بھیجئے، جس سے میں بارگاہِ اِلٰہی میں سچی توبہ کرسکوں۔ اللہ تعالیٰ سرورِ کائنات، آقائے نامدار، مدنی تاج دار، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، سوچتا ہوں زندگی کے ۲۲ سال گزار دیئے، آخرت کے لئے کچھ نہ کیا۔

جواب:...السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کراچی آئیں تو مجھ سے ملیں۔ سرِدست آپ چند باتوں کا اہتمام فرمائیں:

اوّل:...ایک بار سچے دِل سے تمام گناہوں سے توبہ کرلیں، اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرلیں کہ اِن شاء اللہ آج کے بعد کوئی گناہ نہیں کروں گا۔

دوم:...ایک دفعہ پیٹ بھر کر توبہ کرنے کے بعد یقین رکھیں کہ اِن شاء اللہ، اللہ تعالیٰ ضرور توبہ قبول فرمائیں گے، اور گناہوں کا بوجھ اور اس کی فکر اور پریشانی جو آپ کمر پر لادے چل رہے ہیں، اس کو اُتار پھینکیں۔

سوم:... اگر خدانخواستہ پھر کوئی غلطی ہوجائے تو فوراً توبہ کی تجدید کرلیا کریں، خواہ ستر بار روزانہ تجدید توبہ کرنی پڑے۔[1]

چہارم:... وقتاً فوقتاً اپنے خیالات مجھے لکھتے رہیں، مگر جزئیات لکھنے چاہئیں۔

پنجم:... روزانہ قرآنِ کریم کی تلاوت، نمازِ باجماعت اور دُرودشریف، اِستغفار اور تیسرے کلمے کی ایک تسبیح کو معمول بنائیں۔

کیا اس طرح توبہ ہوگئی؟

سوال:... بندہ اگر گناہِ کبیرہ کرنے کے بعد نادم ہوجائے اور سچے دِل سے توبہ کرلے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرے اور شریعت کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنے کی کوشش میں لگا رہے، لیکن اس کا دِل اس بات سے مطمئن نہ ہو کہ آیا اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کرلی، تو یہ اطمینان اس کو کس طرح حاصل ہوسکتا ہے؟

جواب:... یہ تصوّر کرلے کہ خدا تعالیٰ کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے توبہ کے بعد معافی کا فرمادیا ہے، تو معاف ہوگیا۔[2]

توبہ کسی وقت بھی کی جاسکتی ہے

سوال:... توبہ کے لئے رات کو اُٹھ کر نفل پڑھنا ضروری ہے؟ یا پھر صلوٰۃ التسبیح پڑھنی چاہئے؟

جواب:... کسی وقت بھی توبہ کی جاسکتی ہے، اگر تہجد میں توبہ کرے تو افضل ہے، واللہ اعلم![3]

گناہ کی توبہ اور معافی

سوال:... ایک بچہ مسلمان گھر میں پیدا ہوتا ہے اور اسی گھر میں پل کر جوان ہوتا ہے، اس کے دِل میں دِین کی محبت بھی ہوتی ہے، لیکن شیطان کے بہکانے پر گناہ بھی کرلیتا ہے حتیٰ کہ وہ گناہِ کبیرہ میں ملوّث ہوجاتا ہے، لیکن گناہِ کبیرہ کرنے کے بعد اس کے دِل کو سخت ٹھوکر لگتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوکر توبہ کرلیتا ہے اور سچی توبہ کرلیتا ہے۔ کیا اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کو شرعی سزا دُنیا میں نہ دی جائے اور نہ اس کے اقبالِ جرم کے علاوہ گناہ کا کوئی ثبوت موجود ہے۔

---

(۱) عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: والله اِنّی لأستغفر الله وأتوب الیه فی الیوم أکثر من سبعین مرة. (مشکوٰة، باب الإستغفار ص:۲۰۳، طبع قدیمی).

(۲) عن عائشة قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان العبد اذا اعترف ثم تاب، تاب الله علیه. متفق علیه. (مشکوٰة ص:۲۰۳، باب الإستغفار).

(۳) "وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ" قال مجاهد وغیر واحد: یصلون وقال آخرون: قاموا اللیل واخّروا الإستغفار الی الأسحار، کما قال تعالیٰ: والمستغفرین بالأسحار. فان کان الإستغفار فی صلاة فهو أحسن. وقد ثبت فی الصحاح وغیرها عن جماعة من الصحابة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال: انّ الله ینزل کل لیلة الٰی سماء الدنیا حین یبقیٰ ثلث اللیل الأخیر فیقول: هل من تائب فأتوب علیه؟ هل من مستغفر فأغفر له؟ هل من سائل فیعطی سؤله؟ حتّٰی یطلع الفجر. وقال کثیر من المفسرین فی قوله تعالیٰ إخبارًا عن یعقوب، انه قال لبنیه "سوف أستغفر لکم ربّی" قالوا: أخّرهم الٰی وقت السحر. (تفسیر ابن کثیر ج:۵ ص:۶۹۰، طبع رشیدیه کوئٹه).

جواب:... آدمی سچی توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ گناہگار کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔[۱] اور جس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے اور کسی بندے کا حق اس سے متعلق نہ ہو، اور کسی کو اس گناہ کا پتا بھی نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ کسی سے اس گناہ کا اظہار نہ کرے،[۲] بلکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ و اِستغفار کرے۔[۳]

توبہ سے گناہِ کبیرہ کی معافی

سوال:... کیا توبہ کرنے سے تمام کبیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں؟ اگر معاف ہوجاتے ہیں تو کیا قتل بھی معاف ہوجاتا ہے؟ کیونکہ قتل کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اس مسئلے پر یہاں پر بعض مولانا صاحب اس کے قائل ہیں کہ توبہ سے قتل بھی معاف ہوجاتا ہے، لیکن بعض کہتے ہیں کہ قتل حقوق العباد میں سے ہے، حقوق اللہ تو معاف ہوجاتے ہیں لیکن حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔ اس سلسلے میں آپ وضاحت فرمائیں۔

جواب:... قتلِ ناحق ان سات کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے جن کو حدیث میں "ہلاک کرنے والے" فرمایا ہے،[۴] یہ حق اللہ بھی ہے اور حق العبد بھی، تاہم جس سے یہ کبیرہ گناہ سرزد ہوگیا ہو اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور ہمیشہ مانگتا رہے، مگر چونکہ اس قتل سے حق العبد بھی متعلق ہے، اس لئے مقتول کے وارثوں سے معاف کرانا بھی ضروری ہے۔[۵]

سچی توبہ اور گناہوں کی معافی

سوال:... اگر کوئی مسلمان ساری زندگی گناہ کرتا رہے، خواہ وہ کسی بھی قسم کے گناہ ہوں۔ بعد میں یہ توبہ کرلے تو اس شخص کی توبہ کے متعلق کیا حکم ہے؟ آیا اس کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:... سچی توبہ سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، مگر سچی توبہ کی شرط ہے کہ اگر اس نے نمازیں قضا کی ہوں تو نمازیں ادا

---

(۱) ان التوبة اذا استجمعت شرائطها فهي مقبولة لَا محالة، اعلم: انک اذا فهمت معنى القبول لم تشک فی أن کل توبة صحيحة فهي مقبولة۔ (احياء علوم الدين ج:۴ ص:۱۳، طبع دار المعرفة، بيروت)۔

(۲) لأن اظهار المعصية معصية لحديث الصحيحين: "کل أُمّتی معافی إلّا المجاهرين" وان من الجهار أن يعمل الرجل بالليل عملًا ثم يصبح وقد ستره الله فيقول: عملت البارحة کذا وکذا، وقد بات يستره ربه ويصبح يکشف ستر الله عنه۔ (فتاویٰ شامی ج:۲ ص:۷۷)۔

(۳) وأما العاصی .... فما کان من ذٰلک بينه وبين الله تعالٰی من حيث لَا يتعلق بمظلمة العباد .... فالتوبة عنها بالندم والتحسر عليها۔ (احياء علوم الدين ج:۴ ص:۳۵، الرکن الثالث: فی تمام التوبة، طبع دار المعرفة، بيروت)۔

(۴) "عن أبی هريرة ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: اجتنبوا السبع الموبقات۔ قيل: يا رسول الله! وما هن؟ قال: الشرک بالله، والسحر، وقتل النفس التی حرّم الله إلّا بالحق ...الخ" (ابوداؤد، کتاب الوصايا ج:۲ ص:۴۱)۔

(۵) وان کانت عما يتعلق بالعباد فان کانت من مظالم الأموال فيتوقف صحة التوبة منها مع ما قدمناه فی حقوق الله علی الخروج عن عهدة الأموال وارضاء الخصم فی الحال والْإستقبال۔ (شرح فقه اکبر ص:۱۹۴)۔

کرے، اگر زکوٰۃ نہ دی ہو تو ساری عمر کا حساب کر کے زکوٰۃ دے، اگر روزے نہ رکھے ہوں تو حساب کر کے روزے رکھے، غرضیکہ توبہ جب قبول ہوتی ہے جبکہ اپنی تمام کوتاہیوں کی تلافی بھی کرے۔ اور ظاہر بات ہے کہ ایک دم سے کوتاہیوں کی تلافی ممکن نہیں، لیکن عزم کرے کہ میں تمام گناہوں کی تلافی کروں گا۔ [۱]

سچی توبہ اور حقوق العباد

سوال:... اگر انسان گناہِ کبیرہ کرتا ہے، مثال کے طور پر زنا یا شراب پیتا ہے، کسی کا حق مارتا ہے، کسی کا دِل توڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو نیک ہدایت دیتا ہے، وہ ان گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور آئندہ کے لئے پرہیز کرتا ہے، کیا اس کے گناہ معاف ہوجائیں گے؟ میں بچپن میں تقریباً ۱۵ سال کی عمر تک نانی کے ساتھ رہا، میں نے اپنی نانی کا دِل دُکھایا، انہیں تنگ کیا، انہوں نے مجھے بددُعا دی اور نانی کا انتقال ہوئے سات سال ہوگئے ہیں، اب میں ۲۲ سال کا ہوں، میں چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔

جواب:... سچی توبہ سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں، [۲] البتہ حقوق ذمہ رہ جاتے ہیں، پس اگر کسی کا مالی حق اپنے ذمہ ہو تو اس کو ادا کردے یا صاحبِ حق سے معاف کرالے، اور اگر غیر مالی حق ہو (جیسے کسی کو مارنا، گالی دینا، غیبت کرنا وغیرہ) تو اس کی زندگی میں اس سے معاف کرائے، اور اس کے مرنے کے بعد اس کے لئے دُعا و اِستغفار کرتا رہے، اِن شاء اللہ معافی ہوجائے گی۔ [۳]

حقوق اللہ کی ادائیگی اور حقوق العباد میں غفلت کرنے والے کی توبہ

سوال:... خدا کا بندہ حق اللہ تو اَدا کرتا ہے، لیکن حق العباد سے کوتاہی برت رہا ہے، اس کی مغفرت ہوگی کہ نہیں؟ حق العباد اگر پورا کر رہا ہے، کسی قسم کی اپنی دانست میں کوتاہی نہیں کر رہا ہے، مگر حق اللہ سے کوتاہی کر رہا ہے، کیا اس کی مغفرت ممکن ہے؟

جواب:... سچی توبہ سے تو سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، [۴] (اور سچی توبہ میں یہ بھی داخل ہے کہ جن لوگوں کا حق تلف کیا ہو ان کو اَدا کرے یا ان سے معافی مانگ لے)۔ اور جو شخص بغیر توبہ کے مرا، اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، وہ خواہ اپنی رحمت سے بغیر سزا کے بخش دے یا گناہوں کی سزا دے۔ [۵] حق العباد کا معاملہ اس اعتبار سے زیادہ سنگین ہے کہ ان کو اَدا کئے بغیر آخرت میں معافی نہیں

---

(۱) "وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ". (الشورىٰ: ۲۵). وان كانت (التوبة) عما فرط فيه من حقوق الله كصلٰوت وصيام وزكٰوة فتوبته ان يندم على تفريطه اوّلًا ثم يعزم على أن لَا يفوت أبدًا .... ثم يقضي ما فاته جميعًا. (شرح فقه اكبر ص: ۱۹۴، طبع مجتبائی دهلی).

(۲) وليس شيء يكون سببًا لغفران جميع الذنوب إلّا التوبة قال تعالىٰ: "قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ، اِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا، اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" (الزمر: ۵۳). هٰذا لمن تاب. (شرح عقيدة الطحاويه ص: ۳۶۸، المكتبة السلفية، لَاهور).

(۳) وان كانت عما يتعلق بالعباد فان كانت من مظالم الأموال فيتوقف صحة التوبة منها ما قدمناه فى حقوق الله على الخروج عن عهدة الأموال وارضاء الخصم فى الحال والإستقبال ...الخ. (شرح فقه اكبر ص: ۱۹۴).

(۴) ایضاً حوالہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو۔

(۵) ويغفر ما دون ذٰلك لمن يشآء من الصغائر والكبائر مع التوبة أو بدونها. (شرح عقائد ص: ۱۸۸ طبع ايچ ايم سعيد).

ملے گی، ہاں! اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ خصوصی رحمت کا معاملہ فرمائیں اور اہلِ حقوق کو اَپنے پاس سے معاوضہ دے کر راضی کرادیں یا اہلِ حقوق خود معاف کردیں تو دُوسری بات ہے۔[1]

حقوق اللہ اور حقوق العباد

سوال:... حضرت مولانا صاحب! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ''جہل کا علاج سوال ہے'' عہدِ رسالت میں ایک شخص کو جو بیمار تھا، غسل کی حاجت ہوئی، لوگوں نے اسے غسل کرادیا، وہ بیچارہ سردی سے ٹھٹھر کر مرگیا، جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا: ''اسے مار ڈالا خدا اسے مارے، کیا جہل کا علاج سوال نہ تھا۔''

حضرت اُمِّ سلیمؓ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''خدا حق بات سے نہیں شرماتا، کیا عورت پر بھی غسل ہے (احتلام کی حالت میں)؟''

حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں: خدا کی رحمت ہو انصاری عورتوں پر، شرم انہیں اپنا دِین سیکھنے سے باز نہ رکھ سکی۔

حضرت اصمعی سے پوچھا گیا: آپ نے یہ تمام علوم کیسے حاصل کئے؟ تو فرمایا: ''مسلسل سوال سے اور ایک ایک لفظ گرہ میں باندھ کر۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے: ''بہت کچھ علم مجھے حاصل ہے لیکن جن باتوں کے سوال سے میں شرمایا تھا، ان سے اس بڑھاپے میں بھی جاہل ہوں۔''

ابراہیم بن مہدیؒ کا قول ہے: ''بےوقوفوں کی طرح سوال کرو اور عقل مندوں کی طرح یاد کرو۔''

مشہور مقولہ ہے: ''جو سوال کرنے میں سبکی اور عار محسوس کرتا ہے، اس کا علم بھی ہلکا ہوتا ہے۔'' (العلم والعلماء علامہ ابن عبدالبر اندلسی)

اس تمہید کے بعد مجھے چند سوالات کرنے ہیں:

''اذا جاء حق الله ذهب حق العبد'' اور دُوسرا قول بالکل اس کے برعکس ہے: ''حق العبد مقدم علیٰ حق الله'' کون سا قول مستند ہے؟ اور کیا یہ اقوالِ حدیث ہیں؟

جواب:... یہ احادیث نہیں، بزرگوں کے اقوال ہیں اور دونوں اپنی جگہ صحیح ہیں، پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ جب حق اللہ کی ادائیگی کا وقت آجائے تو مخلوق کے حقوق ختم اور یہ ایسا ہی ہے جیسا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مشغول ہوتے تھے اور جب نماز کا وقت آجاتا تو ''فکأنه لم یعرفنا''[2]، اس طرح اُٹھ کر چلے جاتے گویا ہمیں جانتے ہی نہیں۔

---

(۱) قال المُلّا علی قاری فی باب الکبائر وعلامات النفاق: قسم یحتاج الی التراد أو هو حق الآدمی والتراد ما فی الدنیا بالإستحلال أو رد العین أو بدله وأمّا فی الآخرة یرد ثواب الظالم للمظلوم ...... أو أنه تعالیٰ یرضیه بفضله وکرمه. (مرقاة شرح مشکوٰة ج:۱ ص:۱۰۲، طبع بمبئی).

(۲) عن عائشة رضی الله عنها قالت: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یحدثنا ونحدثه، فإذا حضرت الصلاة فکأنه لم یعرفنا ولم نعرفه، اشتغالًا بعظمة الله عزّ وجلّ. (احیاء علوم الدین ج:۱ ص:۱۵۰، فضیلة الخشوع، طبع دار المعرفة بیروت).

دُوسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ حقوق العباد اور حقوق اللہ جمع ہوجائیں تو حقوق العباد کا ادا کرنا مقدم ہے۔[1]

اپنے گناہوں کی سزا کی دُعا کے بجائے معافی کی دُعا مانگیں

سوال:... مجھ پر اپنے گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے جب بھی رِقت طاری ہوجاتی ہے، بے اختیار دُعا کرتی ہوں کہ خدا مجھے اس کی سزا دے دے، مجھے سزا دے دے۔ کیا مجھے ایسی دُعا کرنا چاہئے یا یہ غلط ہے؟

جواب:... ایسی دُعا ہرگز نہیں کرنی چاہئے،[2] بلکہ یہ دُعا کرنی چاہئے کہ خواہ میں کتنی ہی گناہ گار ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ ان کی رحمت کا ایک چھینٹا دُنیا بھر کے گناہوں کو دھونے کے لئے کافی ہے۔[3] اور پھر اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کرنا کہ وہ مجھے گناہوں کی سزا دے، اس کے معنی ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی سزا کو برداشت کرسکتے ہیں۔ توبہ! توبہ! ہم تو اتنے کمزور ہیں کہ معمولی تکلیف بھی نہیں سہار سکتے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت مانگنی چاہئے۔

بار بار توبہ اور گناہ کرنے والے کی بخشش

سوال:... آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ دُنیا میں کئی ایسے مسلمان بھی ہیں جو پنج وقتہ نماز قائم کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ایسے صغیرہ وکبیرہ گناہ کرتے ہیں جن کو اِسلام منع کرتا ہے، اور پھر یہ لوگ گناہ کرکے توبہ کرتے ہیں، اور پھر دوبارہ وہی کام کرتے ہیں جس سے توبہ کی تھی، اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے۔ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ ایسے لوگوں کا جن میں، میں بذاتِ خود شامل ہوں، روزِ قیامت میں کیا حشر ہوگا؟

جواب:... گناہ تو ہرگز نہیں کرنا چاہئے، ارادہ یہی ہونا چاہئے کہ کوئی گناہ نہیں کروں گا، لیکن اگر ہوجائے تو توبہ ضرور کرلینی

---

(۱) قوله لتقدم حق العبد أى على حق الشرع، لَا تهاونًا بحق الشرع، بل لحاجة العبد، وعدم حاجة الشرع، الَا ترىٰ أنه اذا اجتمعت الحدود، وفيها حق العبد، يبدأ بحق العبد لما قلنا، ولأنه ما من شيء الّا وللّٰه تعالىٰ فيه حق، فلو قدم حق الشرع عند الإجتماع بطل حقوق العباد، كذا فى شرح الجامع الصغير۔ (شامى ج:۲ ص:۴۶۲، ۴۶۳، كتاب الحج)۔

(۲) عن أنس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم عادَ رجلًا من المسلمين قد خَفَت فصار مثل الفرخ فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: هل كنت تدعو الله بشيء أو تسأله اياه؟ قال: نعم! كنتُ أقول: اللّٰهم ما كنت مُعاقبى به فى الآخرة فعجّله لى فى الدنيا۔ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سبحان الله! لَا تطيقه، ولَا تستطيعه! أفلا قلت: اللّٰهم آتنا فى الدنيا حسنةً وفى الآخرة حسنة وقنا عذاب النار؟ قال: فدعا الله به، فشفاه الله۔ (مشكوٰة ج:۱ ص:۲۲۰) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا ينبغى للمؤمن أن يتعرض من البلاء لما لَا يطيق۔ (مشكوٰة ص:۲۲۰) عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا تدعوا علىٰ أنفسكم ولَا تدعوا علىٰ أولَادكم ولَا تدعوا علىٰ أموالكم ...الخ۔ (مشكوٰة ص:۱۹۴، كتاب الدعوات)۔

(۳) قال الله تعالىٰ: يا ابن اٰدم! انک ما دعوتنى ورجوتنى غفرت لک علىٰ ما كان فيک ولَا أُبالى، يا ابن اٰدم! لو بلغت ذنوبک عنان السماء ثم استغفرتنى غفرت لک .... الخ۔ (جامع العلوم والحِكَم ص:۲۴۱، ايضاً مشكوٰة ص:۲۰۴)۔

چاہئے، اگر خدانخواستہ دن میں ستر بار گناہ ہوجائے تو ہر بار توبہ بھی ضرور کرنی چاہئے،[1] یہاں تک کہ آدمی کا خاتمہ توبہ پر ہو، ایسا شخص مغفور ہوگا۔

توبہ بار بار توڑنا

سوال:... میں ایک بیماری میں مبتلا ہوں، کئی دفعہ توبہ کرکے توڑ چکا ہوں، کیا میرے بار بار توبہ توڑنے کے بعد بھی میری توبہ قبول ہوگی؟

جواب:... سچے دِل سے توبہ کرلیجئے، حق تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائیں، سو سال کا کافر بھی بارگاہِ الٰہی میں توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں، اس لئے مایوس نہ ہونا چاہئے۔ باقی بیماری کا علاج کراتے رہیں، اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائیں۔

بخشش کی اُمید پر گناہ کرنا

سوال:... عام طور پر لوگ رحمتِ خداوندی کے زور پر گناہ میں مبتلا رہتے ہیں، اور چھوٹی چھوٹی نیکیاں کرلیتے ہیں، مثلاً ایک واقعۂ رحمت ہے کہ ایک گناہگار شخص کی مغفرت محض پیاسے کتے کو پانی پلانے سے ہوگئی، اسی طرح کے اور واقعاتِ رحمت ہیں، جن کی بنا پر لوگوں پر تبلیغ اثر نہیں کرتی۔ ان کا خیال ہے کہ فلاں شخص کی مغفرت بغیر توبہ کے صرف ایک چھوٹی سی نیکی پر ہوگئی تھی، تو ہماری مغفرت کیوں نہ ہوگی، جبکہ خدا کی نظر میں تمام گناہگار بندے برابر ہیں؟ رہی دُنیا کی تکالیف تو اَز رُوئے حدیث صالح بندوں پر زیادہ مصائب ہوتے ہیں۔ برائے مہربانی اس مسئلے کا حل بتائیے۔

جواب:... یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو بڑے سے بڑے گناہ کو معاف کردے، مگر آدمی کو محض اس سہارے پر گناہوں پر جرأت نہیں کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بخش دیں گے۔ دراصل ایمان اور یقین کے کمزور ہونے کی وجہ سے آدمی گناہوں کی پروا نہیں کرتا، ورنہ آدمی کو کبھی جرأت نہ ہو۔[2] اللہ تعالیٰ سے ڈَرنا چاہئے اور جہاں تک ممکن ہو اللہ تعالیٰ کے اَحکام کی پابندی کرنی چاہئے، اس کے باوجود اِنسان خطا کار ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی اور درگزر کی اِلتجا بھی کرتے رہنا چاہئے۔[3]

---

(۱) عن الأغرّ المزني قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أيها الناس! توبوا الى الله، فاني أتوب اليه في اليوم مائة مرة. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۲۰۳) وعن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الله يحب العبد المؤمن المفتّن التّوّاب. (مشكوٰة، باب الإستغفار والتوبة ص:۲۰۶).

(۲) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو يعلم المؤمن ما عند الله من العقوبة ما طمع بجنّته أحد ...الخ. (مشكوٰة ص:۲۰۷، باب الإستغفار والتوبة).

(۳) عن عائشة ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول: اللّٰهم اجعلني من الذين اذا أحسنوا استبشروا واذا اساؤا استغفروا. رواه ابن ماجة. (مشكوٰة، باب الإستغفار والتوبة ص:۲۰۶). قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: طوبىٰ لمن وَجَدَ في صحيفته استغفارًا كثيرًا. (ايضًا).

بغیر توبہ کے گناہ گار مسلمان کی مرنے کے بعد نجات

سوال:...اگر کوئی شخص بہت گناہ گار ہو اور وہ توبہ کئے بغیر مرجائے تو ایسے شخص کی نجات کا کوئی راستہ ہے؟ جبکہ اس کی اولاد بھی نہ ہو۔

جواب:...مؤمن کو بغیر توبہ کے مرنا ہی نہیں چاہئے، بلکہ رات کے گناہوں سے، دن طلوع ہونے سے پہلے، اور دن کے گناہوں سے رات آنے سے پہلے توبہ کرتے رہنا چاہئے۔[1] جو مسلمان توبہ کئے بغیر مرجائے اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، چاہے اپنے فضل سے بغیر سزا کے معاف کردے، یا سزا کے بعد اسے رہا کردے۔

صدقِ دِل سے کلمہ پڑھنے والے انسان کو اَعمال کی کوتاہی کی سزا

سوال:...کیا جس مسلمان نے صدقِ دِل سے کلمہ طیبہ پڑھا ہو، رسالت وغیرہ پر ایمان ہو، مگر زندگی میں قصداً کئی نمازیں اور فرائضِ اسلام ترک کئے ہوں، تو ایسا مسلمان اپنی سزا بھگت کر جنت میں جاسکے گا یا ہمیشہ دوزخ کا ہی ایندھن بنا رہے گا؟

جواب:...نماز چھوڑنا اور دیگر اَحکامِ اسلام کو چھوڑنا سخت گناہ اور معصیت ہے، احادیث میں نماز چھوڑنے والے کے لئے سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اور ان اَحکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے انسان فاسق ہوجاتا ہے اور آخرت میں عذاب میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر ایسے بدعمل شخص کا عقیدہ صحیح ہو، توحید و رسالت پر قائم ہو، ضروریاتِ دِین کو مانتا ہو، وہ آخرکار جنت میں جائے گا، خواہ سزا سے پہلے یا سزا پانے کے بعد۔[2] لیکن اگر کسی کا عقیدہ ہی خراب ہو، کفر اور شرک میں مبتلا ہو، یا ضروریاتِ دِین کا انکار صریح بلاتأویل کرے، تو ایسے شخص کی نجات کبھی نہ ہوگی، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں رہے گا، کبھی اس کو دوزخ کے عذاب سے رہائی نہیں ملے گی۔[3]

---

(۱) عن أبی موسٰی عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ان الله یبسط یده باللیل لیتوب مسیء النهار، ویبسط یده بالنهار لیتوب مسیء اللیل حتّٰی تطلع الشمس من مغربها۔ رواه مسلم۔ (مشکٰوة ص:۲۰۳)۔ عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لن ینجی أحدًا منکم عمله، قالوا: ولَا انت یا رسول الله؟ قال: ولَا أنا! إلّا أن یتغمدنی الله منه برحمته، فسددوا وقاربوا ...الخ۔ (مشکٰوة ص:۲۰۷، باب الْإستغفار والتوبة)۔

(۲) ولَا نقول ان المؤمن المذنب مخلد فیها وان کان فاسقًا أی بارتکاب الکبائر جمیعها بعد ان یخرج من الدُّنیا مؤمنًا۔ (شرح فقه اکبر ص:۹۲)۔

(۳) ''اِنَّ اللهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ'' (النساء:۱۱۶)۔ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان الله تعالٰی لیغفر لعبده ما لم یقع الحجاب۔ قالوا: یا رسول الله! وما الحجاب؟ قال: ان تموت النفس وهی مشرکةٌ۔ (مشکٰوة، باب الْإستغفار والتوبة ج:۱ ص:۲۰۶)۔ أیضًا فمنکر الضروریات الدینیة کالأرکان الأربعة التی بُنی الْإسلام علیها: الصلٰوة، والزکٰوة، والصوم، وحجیة القرآن ونحوهما کافر آثم۔ (فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ص:۶۱۱ طبع لکهنؤ)۔

کیا بغیر سزا کے مجرم کی توبہ قبول ہوسکتی ہے

سوال:… کیا بغیر سزا کے اسلام میں توبہ ہے؟ مثلاً: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو دیکھیں تو کئی واقعات سے پتا چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مجرم کو سزا کا حکم دیا پھر اس کی مغفرت کے لئے دُعا کی۔

جواب:… اگر مجرم کا معاملہ عدالت تک نہ پہنچے اور وہ سچے دِل سے اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرنے والے ہیں، لیکن عدالت میں شکایت ہوجانے کے بعد سزا ضروری ہوجاتی ہے، بشرطیکہ جرم ثابت ہوجائے، اس صورت میں توبہ سے سزا معاف نہ ہوگی۔[1] اس لئے اگر کسی سے قابلِ سزا گناہ صادر ہوجائے تو حتی الوسع اس کی شکایت حاکم تک نہیں پہنچانی چاہئے، اس پر پردہ ڈالنا چاہئے اور اس کی توبہ قبول کرنی چاہئے۔[2]

نماز، روزوں کی پابند مگر شوہر اور بچوں سے لڑنے والی بیوی کا انجام

سوال:… ایک عورت جو بہت ہی نماز، روزے کی پابند ہے، کسی حالت میں بھی روزہ نماز نہیں چھوڑتی ہے، یہاں تک کہ بیماری کی حالت میں روزہ رکھتی ہے اور صبح شام قرآن مجید کی تلاوت کرتی ہے، اس کے سات بچے ہیں، جو کہ سب ہی اعلیٰ تعلیم پارہے ہیں مگر وہ عورت بہت ہی غصے والی ہے اور ضدی بھی، بعض موقع پر بچوں اور شوہر سے لڑ پڑتی ہے، یہاں تک کہ غصے کی وجہ سے ان لوگوں سے ماہ دو ماہ تک بولنا ترک کردیتی ہے، یہاں تک کہ شوہر اور بچوں کو مرنے کی بددُعائیں دیتی رہتی ہے، مگر اپنی نماز بدستور پڑھتی ہے، غصہ اتنا زیادہ ہے کہ شوہر اور بچوں کی ہر بات پر جو صحیح بھی ہوتی ہے تو بھی غصے میں آجاتی ہے، اس کی مرضی کے خلاف اگر کوئی بات ہوجاتی ہے قیامت برپا کردیتی ہے، جبکہ مسلمان کو تین روز سے زیادہ غصہ رکھنا حرام ہوتا ہے، تو کیا ڈیڑھ دو ماہ غصہ رکھ کر نماز، روزہ اور کوئی عبادت قبول ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ایسی حالت میں نماز، روزہ ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ جبکہ ایک مسئلے میں آپ فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے مسجد اور جماعت کا ترک کرنا گناہِ کبیرہ ہے، یہاں تو غصہ حرام ہے اور اس حرام کے ساتھ نماز، روزہ اور کسی عبادت کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے؟

جواب:… نماز روزہ تو اس خاتون کا ہوجاتا ہے، اور کرنا بھی چاہئے۔ لیکن اتنا زیادہ غصہ اس کی نیکی کو برباد کردیتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ: ایک عورت نماز روزہ بہت کرتی ہے مگر ہمسائے اس سے نالاں ہیں۔ فرمایا: ”وہ دوزخ میں ہے۔“ عرض کیا گیا کہ: ایک عورت فرائض کے علاوہ نفلی نماز تو زیادہ نہیں پڑھتی مگر اس کے ہمسائے اس سے بہت خوش ہیں۔ فرمایا: ”وہ جنت میں ہے۔“[3]

---

(۱) لَا تسقط الحد الثابت عند الحاكم بعد الرفع اليه اما قبله فيسقط الحد بالتوبة۔ (شامی ج:۴ ص:۴، باب الجنايات)۔

(۲) والشهادة فی الحدود يخير فيها الشاهد بين الستر والإظهار ..... والستر افضل لقوله عليه السلام: للذی شهد عنده لو سترته بثوبک لكان خيرًا لک ...الخ۔ (الهداية، كتاب الشهادة ج:۳ ص:۱۵۳)۔

(۳) عن أبی هريرة قال: قال رجل: يا رسول الله! ان فلانة تذكر من كثرة صلاتها وصيامها وصدقتها غير انها تؤذی جيرانها بلسانها، قال: هی فی النّار! قال: يا رسول الله! فان فلانة تذكر قلّة صيامها وصدقتها وصلاتها وانها تصدق بالأثوار من الأقط، ولَا تؤذی بلسانها جيرانها؟ قال: هی فی الجنّة! رواه أحمد والبيهقی فی شُعب الإيمان۔ (مشكوٰة ص:۴۲۴)۔

خصوصاً کسی خاتون کی اپنے شوہر اور اپنے بچوں سے بدمزاجی تو سو عیبوں کا ایک عیب ہے، ایسی عورت کا آخرت میں تو اَنجام ہوگا سو ہوگا، اس کی دُنیا بھی اس کے لئے جہنم سے کم نہیں اور اگر اس کے شوہر صاحب اور بچے (جو بالغ ہوں) نماز روزے کے پابند نہیں تو جو اَنجام اس عورت کا ہوگا، وہی ان کا بھی ہوگا۔

انسان کے نامۂ اعمال میں نابالغی کے گناہ نہیں لکھے جاتے

سوال:... انسان کے نامۂ اعمال میں گناہ بلوغت سے پہلے ہی شامل کئے جاتے ہیں یا کہ بعد میں؟ پلیز وضاحت فرمائیں۔

جواب:... نابالغ پر کوئی گناہ نہیں، بالغ ہونے کے بعد کے گناہ لکھے جاتے ہیں اور آدمی توبہ کرے تو معاف کردیئے جاتے ہیں۔[1]

عاقل بالغ ہونے سے پہلے بچے پر مؤاخذہ نہیں ہے

سوال:... جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اگر وہ مسلمان کے گھر پیدا ہو تو مسلمان بنتا ہے، بریلوی کے گھر پیدا ہوتا ہے تو بریلوی بنتا ہے، اہلِ حق کے ہاں پیدا ہوتا ہے تو ان جیسا بنتا ہے، شیعوں کے ہاں پیدا ہوتا ہے تو شیعہ بنتا ہے، کسی اور غیرمسلم کے ہاں پیدا ہوتا ہے تو غیرمسلم بنتا ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس میں اس بچے کا کیا قصور ہے؟ کچھ علمائے کرام اس کا جواب یہ فرماتے ہیں کہ جب بالغ ہوگا، اس کو عقل و فہم آئے گا تو اس وقت حق جاننے کی کوشش کرنا، اس کا فرض ہوگا۔ میں اس جواب سے متفق نہیں ہوں۔ برائے مہربانی کوئی عقلی دلیل دے کر سمجھائیں۔

جواب:... جب تک عاقل و بالغ نہ ہوجائے اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں، اور عاقل و بالغ ہونے کے بعد اگر ماں باپ کی تقلید میں غلط کام کرتا ہے تو بےقصور نہیں،[2] مثلاً: اگر کسی کے ماں باپ کہتے ہیں کہ: ''فلاں شخص کی چوری کرکے لاؤ'' تو کیا یہ شخص بےقصور ہوگا...؟

بچپن میں لوگوں کی چیزیں لے لینے کی معافی کس طرح ہو؟

سوال:... آپ کے صفحے کا بہت دنوں سے قاری ہوں اور آپ سوالات کے بےحد اچھے اور سچے لفظوں میں جواب دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس وقت میری عمر تقریباً ۱۹ سال ہے اور کالج میں زیرِ تعلیم ہوں، جس وقت میری عمر تقریباً ۱۱، ۱۲ سال کی تھی تو لڑکپن کی شرارتیں اپنے عروج پر تھیں، ہم چند لڑکے بازار وغیرہ جاتے تو کوئی پھل والے کے پھل وغیرہ چرا لیتے، یا کسی کو بغیر پیسے دیئے

---

(۱) عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتّٰى يستيقظ، وعن الصغير حتّٰى يكبر .... الخ. (ابن ماجة ص:۱۴۷، باب طلاق المعتوه).

(۲) عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتّٰى يستيقظ، وعن الصغير حتّٰى يكبر .... الخ. (ابن ماجه ص:۱۴۷، ابواب الطّلاق، باب طلاق المعتوه). عن النواس بن سمعان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا طاعة لمخلوق في معصية الخالق. رواه في شرح السُّنَّة. (مشكُوة ص:۳۲۱). وعن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا طاعة في معصية إنما الطاعة في المعروف. متفق عليه. (مشكُوة ص:۳۱۹، كتاب الإمارة).

چیزیں لے لیتے تھے، مسجد میں جو چپلیں ہوتی تھیں ان چپلوں کے بند وغیرہ کاٹ دیتے تھے، کوئی چپل اُٹھا کر باہر پھینک دیتے تھے، بس میں ٹکٹ نہیں لیتے تھے، تقریب وغیرہ میں بغیر بلائے کھانا کھا آتے تھے، زمین پر پڑی ہوئی چیز اُٹھا لیتے تھے، پیسے وغیرہ۔ یعنی لڑکپن اور جوانی کے دوران خوب یہ کام کرتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ اب میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کاموں کا جس میں ہم نے کسی کی چیزیں استعمال کیں، کس طرح نقصان پورا کر سکتے ہیں؟ آپ شرعی لحاظ سے جواب دیجئے اور تفصیل سے دیجئے، ہم آپ کے منتظر ہیں۔

جواب:... ہونا تو یہ چاہئے کہ جن جن لوگوں کا آپ نے نقصان کیا تھا ان سب سے معافی مانگی جائے، لیکن وہ سارے لوگ یاد نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ سے ان کے حق میں دُعا و اِستغفار کریں، آپ کے اِستغفار سے ان کی بخشش ہوجائے تو وہ آپ کو بھی معاف کردیں گے۔[1]

فرعون کا ڈُوبتے وقت توبہ کرنے کا اعتبار نہیں

سوال:... ایک شخص کہتا ہے کہ جب فرعون مع اپنے لشکر کے دریائے نیل میں غرق ہوا اور ڈُوبنے لگا تو اس نے کہا کہ اے موسیٰ! میں نے تیرے رَبّ کو مان لیا، تیرا رَبّ سچا اور سب سے برتر ہے، پھر بھی موسیٰ علیہ السلام نے اسے بذریعہ دُعا کیوں نہیں اپنے رَبّ سے بچوایا؟ اب وہ شخص کہتا ہے کہ بروزِ قیامت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا جائے گا کہ جب فرعون نے توبہ کرلی اور مجھے رَبّ مان لیا تو اے موسیٰ! تو نے کیوں نہیں اس کے حق میں دُعا کرکے اسے بچایا؟ وہ اپنی بات پر مصر ہے کہ ضرور یہ سوال روزِ محشر موسیٰ علیہ السلام سے کیا جائے گا۔ اس شخص کا بیان نوٹ کرکے میں نے آپ تک پہنچایا ہے، اب آپ اپنے حل سے ضرور نوازیں کہ آیا وہ شخص گناہ گار ہوگا؟ وہ ٹھیک کہتا ہے یا کہ غلط؟

جواب:... فرعون کا ڈُوبتے وقت ایمان لانا معتبر نہیں تھا، کیونکہ نزع کے وقت کی نہ توبہ قبول ہوتی ہے نہ ایمان![2] اس شخص کا موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کرنا بالکل غلط اور بے ہودہ ہے، اس کو اس خیال سے توبہ کرنی چاہئے، وہ نہ صرف گناہ گار ہو رہا ہے بلکہ ایک جلیل القدر نبی پر اِعتراض کفر کے زُمرے میں آتا ہے۔

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شیء فليتحلله منه اليوم قبل أن لَا يكون دينار ولَا درهم .... الخ." رواه البخاری. (مشكوٰة ص:۴۳۵، طبع قديمی كتب خانه كراچی). وفی شرح المشكوٰة: قال المُلّا علی القاریٔ فی باب الكبائر وعلامات النفاق: وقسم يحتاج الی التراد وهو حق الآدمی والتراد اما فی الدنيا بالإستحلال أو ردّ العين أو بدله، وأمّا فی الآخرة يرد ثواب الظالم للمظلوم أو ايقاع سيئة المظلوم علی الظالم، أو انه تعالٰی يرضيه بفضله وكرمه. (مرقاة المفاتيح ج:۱ ص:۱۰۲، طبع بمبئی).

(۲) فهٰذا كلام الحنفية والمالكية والشافعية من المعتزلة والسنية والأشاعرة: أن توبة اليأس لَا تقبل كإيمان اليأس ...الخ. (شامی ج:۲ ص:۱۹۰، مطلب فی قبول توبة اليأس، باب صلاة الجنازة).

گناہ گار دُوسروں کو گناہ سے روک سکتا ہے

سوال:... میں ایک گناہ گار آدمی ہوں، انتہائی گناہ کئے ہیں اور کر رہا ہوں۔ لیکن میری فطرت یہ ہے کہ میں جو گناہ کرتا ہوں اگر وہی گناہ کسی اور کو کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو اسے خدا کا خوف دِلاتا ہوں کہ تم کو ایسے گناہ نہیں کرنے چاہئیں، حالانکہ میں خود اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہوں۔ ایک دفعہ کسی کتاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نظر سے گزرا: ''ایک آدمی قیامت کے دن لایا جائے گا اور آگ میں ڈال دیا جائے گا، تو اس کی انتڑیاں آگے سے نکل پڑیں گی، دُوسرے جہنمی اس سے پوچھیں گے اے فلاں! تو، تو ہمیں نیکی کی تلقین کیا کرتا تھا پھر اس عذاب میں؟ وہ کہے گا: ہاں! میں تمہیں نیکی کی تلقین کرتا تھا مگر خود اس کے قریب نہ جاتا تھا اور بُرائیوں سے تم کو روکتا تھا اور خود بُرائیاں کرتا تھا۔'' مندرجہ بالا ارشادِ گرامی پڑھنے کے بعد میں نے لوگوں کو ہدایت کرنا بند کردی ہے، اب جب کسی کو گناہ میں مبتلا دیکھتا ہوں تو بھی اسے منع نہیں کرتا کہ میں خود گناہ گار ہوں، اگر میں اسے منع کروں گا تو میرا قیامت والے دن وہی حشر ہوگا۔ آپ وضاحت فرمادیں کہ میں کیا کروں؟ گناہوں سے متعدّد بار توبہ کی ہے مگر پھر وہی گناہ سرزد ہوجاتے ہیں، درجنوں قسموں کا کفارہ میرے سر پر ہے، ہر گناہ کے لئے قسم کھاتا ہوں مگر وہ گناہ کسی نہ کسی صورت میں ہوجاتا ہے، غرض کہ دِل بالکل کالا ہوچکا ہے اور شیطان کے راستے پر گامزن ہوں، خدا میری حالت پر رحم کرے، اور آپ بھی دُعا کریں اور کچھ ہدایت و نصیحت فرمادیں۔

جواب:... گناہ گار اگر دُوسروں کو گناہ سے روکے تو یہ بھی نیکی کا کام ہے، دُوسروں کو گناہ سے باز رکھنے کا کام تو نہیں چھوڑنا چاہئے،[1] البتہ خود گناہ کو چھوڑنے کی ہمت ضرور کرنی چاہئے۔

اس کے لئے آپ مجھ سے نجی خط و کتابت کریں، اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہوئی تو اِن شاء اللہ آپ کو سچی توبہ کی توفیق ہوجائے گی، گناہوں سے پریشان نہیں ہونا چاہئے، البتہ ان کے تدارک کا اہتمام کرنا چاہئے۔

کیا زانی، شرابی کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟

سوال:... کیا زانی و شرابی کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس صورت میں کہ وہ توبہ کرنے کے بعد بھی مندرجہ بالا فعل جاری رکھے اور پھر توبہ کرے، اس طرح یہ عمل تواتر سے جاری رکھے۔ دُوسری بات یہ کہ اس شخص کا خاصہ ہو کہ وہ پابندی سے کلمہ طیبہ کا وِرد کرتا ہو۔ ایک مولانا کا بیان ہے کہ اس شخص کی ہر توبہ کو قبولیت کا شرف حاصل ہوگا صرف اور صرف کلمہ طیبہ کی علت کی بنا پر۔ مزید برآں یہ کہ اگر کوئی شخص پابندی سے کلمہ طیبہ پڑھے اور اَرکان و فرائض خاص طور پر نماز کی پابندی نہ کرے اور تساہل پسندی سے کام لے تو بھی اس شخص کی بخشش ہوگی۔ آگے چل کر وہ بخاری شریف کی ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک صحابیؓ نے سوال کیا کہ: کیا زانی و شرابی کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اگر وہ کلمہ پابندی سے پڑھتا رہے اور تائب ہونے کے بعد پھر وہی فعل ادا کرتا رہے تو انہوں نے (حضورؐ نے) کہا کہ: ہاں! اس شخص کی توبہ قبول ہوجائے گی۔ اس طرح تین مرتبہ

(۱) ''كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ'' (آل عمران: ۱۱۰)۔

کہا کہ ہاں۔ ہمارے اصرار پر کہ یہ بات ذہن نہیں مانتا اور کسی مفتی کے پاس چل کر اس مسئلے کو بیان کرتے ہیں، مولانا نے فرمایا: کیا احادیث سے بڑھ کر کوئی اور بات ہوسکتی ہے؟ نیز جو کچھ اس میں لکھا ہے وہ حرفِ آخر ہے اور یہ کہ اب اس بات کو تسلیم کرو تو ٹھیک، ورنہ آپ بھی ان لوگوں میں قرار دیئے جائیں گے جن کو خارجی قرار دیا گیا ہے، اور وہ جو اللہ تعالیٰ کی رحمانیت پر یقین نہیں رکھتے۔

جواب:... آپ نے دونوں مسئلوں کو گڈمڈ کردیا ہے، پہلا مسئلہ یہ ہے کہ سچی توبہ کے کیا معنی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ''توبہ'' تین چیزوں کے مجموعے کا نام ہے:

۱:... اپنے بُرے فعل پر دِل سے ندامت ہو، جس طرح کسی بچے سے کوئی سنگین غلطی ہوجائے تو وہ اس قدر شرمندہ ہوتا ہے کہ ڈر کے مارے والدین کے سامنے آنے کی ہمت نہیں کرتا، اسی طرح بندے کو اپنی بدعملیوں پر ندامت ہو کہ میں کل قیامت کو اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دِکھاؤں گا؟

۲:... آئندہ کے لئے عزم کرے کہ ان شاء اللہ میں اس بُرے کام کے قریب نہیں جاؤں گا، خدانخواستہ پھر گناہ سرزد ہوجائے تو پھر توبہ کرے، اور اپنے عزم کی تجدید کرتا رہے۔ الغرض توبہ کرتے وقت یہ عزم ہونا چاہئے کہ اب مرتے دَم تک یہ گناہ نہیں ہوگا، اِن شاء اللہ۔

۳:... جو غلطی یا غلطیاں ہوچکی ہیں، اگر ان کا کوئی تدارک ہوسکتا ہے تو ان کا تدارک کرے، مثلاً: نمازیں قضا کردی تھیں، ان کو ادا کرے، زکوٰۃ نہیں دی تھی تو حساب کرکے گزشتہ برسوں کی زکوٰۃ ادا کرے، روزے نہیں رکھے تھے تو ان کو قضا کرے، لوگوں کے حقوق غصب کرلئے تھے تو وہ ان کو واپس کرے، کسی کو مارا تھا، ستایا تھا، غیبت کی تھی، تحقیر کی تھی، تو اس سے معافی مانگ لے۔[۱]

اگر ان شرائط کے ساتھ آدمی توبہ کرے تو اِن شاء اللہ ضرور توبہ قبول ہوگی۔ اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور اس کی سیئات کو حسنات سے بدل دیا جائے گا، اور جس نے تمام گناہوں سے سچی توبہ کرلی ہو، اِن شاء اللہ اس کی مغفرت ہوجائے گی۔[۲]

دُوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک مسلمان جو ''لا إلٰہ إلّا اللہ'' کا قائل ہے، وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہے اور بغیر توبہ کے مرجاتا ہے، اہلِ حق کے نزدیک اس کا معاملہ زیرِ مغفرت ہے، اور اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔ اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہوں کی

---

(۱) قد نصوا علٰی أنّ أرکان التوبة ثلثة، ۱:... الندامة علی الماضی۔ ۲:... والإقلاع فی الحال۔ ۳:... والعزم علٰی عدم العود فی الإستقبال .... ثم هٰذا ان کانت التوبة فیما بینه وبین الله کشرب الخمر، وان کانت عما فرط فیه من حقوق الله کصلٰوت وصیام وزکٰوة فتوبته أن یندم علٰی تفریطه أوّلًا ثم یعزم علٰی أن لَا یفوت أبدًا .... ثم یقضی ما فاته جمیعًا .... وان کانت عما یتعلق بالعباد، فان کانت من مظالم الأموال فیتوقف صحة التوبة منها مع ما قدمناه فی حقوق الله علی الخروج عن عهدة الأموال وارضاء الخصم فی الحال والإستقبال بأن یتحلل منهم أو یردها الیهم أو الٰی من یقوم مقامهم من وکیل أو وارث۔ (شرح فقه الأکبر ص:۱۹۴، طبع مجتبائی دهلی، أیضًا: إرشاد الساری ص:۳، طبع دار الفکر، بیروت)۔

(۲) وأهل الکبائر من أُمّة محمد صلی الله علیه وسلم فی النار لَا یخلدون، اذا ماتوا وهم موحدون، رَدّ لقول الخوارج والمعتزلة، القائلین بتخلید أهل الکبائر فی النار، لٰکن الخوارج تقول بتکفیرهم۔ (شرح العقیدة الطحاویه ص:۴۱۷، المکتبة السلفیة، أیضًا: شرح عقائد ص:۱۱۶ مبحث أهل الکبائر من المؤمنین لَا یخلدون فی النار، طبع مکتبه خیر کثیر کراچی)۔

سزا دے کر مغفرت فرمادیں۔[1] دوم یہ کہ اپنے کسی مقبول بندے کی شفاعت سے اس کی سزا میں تخفیف فرمادیں۔[2] سوم یہ کہ اپنی رحمتِ بے پایاں کے ماتحت بغیر سزا کے اس کی مغفرت فرمادیں۔[3] یہی مطلب ہے بخاری شریف کی اس حدیث کا جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے کہ خواہ کوئی مسلمان کیسا ہی گناہگار ہو بالآخر اس کی ضرور مغفرت ہوگی، بشرطیکہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو، اور یہی مطلب ہے قرآنِ کریم کی اس آیت کا کہ: ''بے شک اللہ نہیں بخشے گا اس بات کو کہ شریک ٹھہرایا جائے اس کے ساتھ اور بخش دے گا اس سے نیچے کے گناہ جس کے لئے چاہے گا'' (النساء:۴۸)۔ اور خارجی فرقے کا مسلک یہ تھا کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب اگر بغیر توبہ کے مرجائے تو اس کی کبھی بخشش نہ ہوگی اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اُمید ہے کہ یہ مختصر سا نوٹ آپ کے لئے کافی وشافی ہوگا۔

بدکاری کی دُنیوی واُخروی سزا

سوال:...زنا بہت بڑا گناہ ہے، دُنیا وآخرت میں اس کے بُرے اثرات اور سزا کے بارے میں تفصیل سے جواب دیجئے۔ نیز اگر کوئی توبہ کرنا چاہے تو کفارہ کیا ادا کرنا ہوگا؟

جواب:...زنا کا بدترین گناہِ کبیرہ ہونا ہر عام وخاص کو معلوم ہے،[4] اور دُنیا میں اس جرم کے ثبوت پر اس کی سزا غیرشادی شدہ کے لئے سو کوڑے،[5] اور شادی شدہ کے لئے رَجم (یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کردینا ہے)،[6] آخرت میں جو سزا ہوگی اللہ تعالیٰ اس سے ہر مسلمان کو پناہ میں رکھے۔ جو شخص توبہ کرنا چاہے اس کا کفارہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرنا اور گڑگڑانا ہے،[7] یہاں تک کہ توقع ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جرم معاف کردیا ہوگا۔ ایسے شخص کو چاہئے کہ کسی کے پاس اپنے اس گناہ کا اظہار نہ کرے،[8] بس اللہ تعالیٰ سے رورو کر معافی مانگے۔

---

(۱) وأهل الكبائر من المؤمنين لَا يخلدون في النّار وان ماتوا من غير توبة لقوله تعالىٰ: "فمن يعمل مثقال ذرة خيرًا يّره" ونفس الإيمان عمل خير لَا يمكن ان يرىٰ جزائه قبل دخول النّار، ثم يدخل النّار، لأنه باطل بالإجماع فتعين الخروج من النّار. (شرح عقائد ص:۱۹۲، طبع ايچ ايم سعيد).

(۲) والشفاعة ثابتة للرسل والأخيار في حق أهل الكبائر بالمستفيض من الأخبار ...... وهٰذا مبنى علىٰ ما سبق من جواز العفو والمغفرة بدون الشفاعة، فبالشفاعة أولىٰ. (شرح عقائد ص:۱۹۰).

(۳) ويغفر ما دون ذٰلك لمن يشاء من الصغائر والكبائر مع التوبة أو بدونها. (شرح عقائد ص:۱۸۸ طبع ايچ ايم سعيد).

(۴) "وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فٰحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا" (بنى اسرائيل:۳۲).

(۵) "اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ" (النور:۲).

(۶) عن عمر قال: ان الله بعث محمدًا بالحق وأنزل عليه الكتاب فكان ممّا أنزل الله تعالىٰ آية الرجم، رجم رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجمنا بعده، والرجم في كتاب الله حق علىٰ من زنىٰ إذا أحصن من الرجال والنساء إذا قامت البيّنة أو كان الحبل أو الإعتراف. متفق عليه. (مشكوٰة ص:۳۰۹، كتاب الحدود، الفصل الأوّل).

(۷) إن الحد لَا يكون طهرة من الذنب ولَا يعمل في سقوط الإثم بل لَا بد من التوبة، فإن تاب كان الحد طهرة له وسقطت عنه العقوبة الأُخروية بالإجماع وإلّا فلا. (رد المحتار ج:۲ ص:۵۴۴، باب الجنايات).

(۸) وينبغي أن لَا يطلع غيره علىٰ قضائه لأن التأخير معصية فلا يظهرها. وفي الشرح: قلت والظاهر أن ينبغي هنا للوجوب وأن الكراهة تحريمية، لأن إظهار المعصية، معصية لحديث الصحيحين: كل أُمّتي معافى إلّا المجاهرين، وإن من الجهار أن يعمل الرجل بالليل عملًا ثم يصبح وقد ستره الله فيقول عملت البارحة كذا وكذا، وقد بات يستره ربه ويصبح يكشف ستر الله عنه. (رد المحتار ج:۲ ص:۷۷، مطلب إذا أسلم المرتد هل تعود حسنة أم لَا؟).

کیا قاتل کی توبہ بھی قبول ہوجاتی ہے؟

سوال:... یہ بھی بتائیے کہ کیا قاتل کی توبہ قبول ہوتی ہے؟

جواب:... توبہ تو ہر گناہ سے ہوسکتی ہے اور ہر سچی توبہ کو قبول کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما رکھا ہے۔(۱) لیکن قتل کے جرم سے توبہ کرنے میں کچھ تفصیل ہے، اس کو سمجھ لینا ضروری ہے۔

قتل بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے، جس کا تعلق بندے کے حق سے بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق سے بھی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حق سے اس کا تعلق اس طرح ہے کہ جان اور جسم کا رشتہ اللہ تعالیٰ نے جوڑا ہے، جو شخص کسی کو قتل کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کے اس فعل میں مداخلت کرتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے کسی کو ناحق قتل کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، لیکن قاتل اس ممانعت کی پروا نہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی حکم عدولی کرتا ہے۔(۲)

بندے کے حق سے قتل کا تعلق دُہرا ہے، ایک تو اس نے مقتول کو ظلم کا نشانہ بنایا، دُوسرے مقتول کے لواحقین پر ظلم ڈھایا، اس کی بیوی کا سہاگ اُجاڑ دیا، اس کے بچوں کو یتیم کردیا۔ اس کے بہن بھائیوں کا بازو کاٹ دیا اور اس کے اعزّہ و اقارب کو صدمہ پہنچایا۔

جب یہ بات معلوم ہوئی کہ قتل میں اللہ تعالیٰ کے حق کی بھی حق تلفی ہے، مقتول کے حق کی بھی اور اس کے وارثوں کی بھی۔ اب یہ سمجھنا چاہئے کہ توبہ اس وقت قبول ہوتی ہے جب آدمی کو اپنے جرم پر ندامت بھی ہو اور اس جرم سے جن جن کی حق تلفی ہوئی ہے ان کا حق یا تو ادا کردیا جائے یا ان سے معاف کرالیا جائے۔ لہٰذا قاتل کی توبہ اس وقت قبول ہوگی جب متعلقہ فریقوں سے اس کو معافی مل جائے۔(۳) اللہ تعالیٰ سے اگر سچے دِل سے معافی مانگی جائے تو وہ ارحم الراحمین غنی مطلق ہے، ان کے دربار سے تو معافی مل جائے گی، مقتول دُوسرے جہان میں جاچکا ہے، اس سے معافی کی صورت بس ایک ہے کہ اللہ تعالیٰ قاتل کی سچی توبہ کو قبول فرماکر مقتول کو اس سے راضی کرادیں اور اس پر جو ظلم ہوا ہے، اس کا بدلہ اپنے پاس سے ادا فرمادیں اور مقتول کے وارثوں کی جو حق تلفی ہوئی ہے قاتل ان کو معاوضہ دے کر یا بغیر معاوضے کے محض راہِ للہ معاف کرالے۔ اگر یہ تینوں فریق اس کو معاف کردیں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا جرم معاف ہوجائے گا۔ ورنہ آخرت میں اسے اپنے کئے کی سزا بھگتنی ہوگی۔ اگر قاتل واقعتاً سچی توبہ کرلے، اور ان تینوں فریقوں سے سچے

---

(۱) "قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ، إِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا، إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" (الزمر: ۵۳)، "وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوْبُ إِلَى اللهِ مَتَابًا" (الشعراء: ۷۱)، "إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ" (النساء: ۱۱۶)۔

(۲) "وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ"۔ (بنی اسرائیل: ۳۳)۔ أيضًا عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اجتنبوا السبع الموبقات! قالوا: يا رسول الله! وما هنّ؟ قال: الشرک بالله، والسحر، وقتل النفس التي حرّم الله إلّا بالحق ...إلخ. (مشكوٰة ص:۱۷، باب الكبائر، الفصل الأوّل)۔

(۳) لَا تصح توبة القاتل حتّٰى يسلم نفسه للقود وهبانية، قوله لَا تصح التوبة القاتل حتّٰى يسلم نفسه للقود أي لَا تكفيه التوبة وحدها، قال في تبيين المحارم: واعلم أن توبة القاتل لَا تكون بالإستغفار والندامة فقط، بل يتوقف على ارضاء أولياء المقتول، فإن كان القتل عمدًا لَا بد أن يمكنهم من القصاص منه، فإن شاءوا قتلوه، وإن شاءوا عفوا عنه مجنا، فان عفوا عنه كفته التوبة اهـ ملخصًا، وقدمنا آنفًا انه بالعفو عنه يبرأ في الدنيا۔ (شامي ج:۶ ص:۵۴۸، ۵۴۹، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

دِل سے معافی لینا چاہے تو اِن شاء اللہ اس کو ضرور معافی مل جائے گی۔ یہاں پر یہ عرض کردینا بھی ضروری ہے کہ شریعت نے ''قتل'' کی جو دُنیاوی سزا رکھی ہے، یہ سزا اگر قاتل پر جاری بھی ہوجائے تب بھی آخرت کی سزا سے بچنے کے لئے توبہ ضروری ہے۔[1]

کیا مسلمان کا قاتل ہمیشہ جہنم میں رہے گا؟

سوال:... روزنامہ ''جنگ'' مؤرخہ ۱۹/۲/۱۹۸۸ء کے اسلامی صفحہ پر قاری محمد ایوب صاحب کا ایک مضمون بنام ''مسلمان کا قاتل اللہ (جل جلالہٗ) کی رحمت سے محروم'' چھپا ہے، جس کا لب لباب یہ ہے کہ قاتل کی توبہ بھی قبول نہیں ہوگی اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اس کے ثبوت میں ایک آیت مبارکہ کا ترجمہ بھی دیا ہے: ''اور جو کوئی کسی مؤمن کو قصداً قتل کرڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا'' اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول بھی تحریر ہے: ''جس نے مؤمن کو قصداً قتل کیا، اس کی توبہ قبول ہی نہیں'' اسی طرح کسی شخص نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر قاتل توبہ کرلے اور پھر نیک عمل کرنے لگے اور ہدایت پر جم جائے تو؟ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا: اس کی ماں اسے روئے، اسے توبہ و ہدایت کہاں؟ اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اسے منسوخ کرنے والی کوئی آیت نہیں اُتری۔ اور روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی وحی اُتری۔ مندرجہ بالا آیت اور روایت کی روشنی میں آپ سے یہ دریافت کرنا ہے کہ ہم یہ ہی سنتے آئے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے شرک وکفر کیا ہوگا اور سب کی بخشش فرمادے گا، یہ بھی سنا ہے کہ موحد ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گا، یہ بھی سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے کسی شخص نے ۹۹ قتل کئے تھے، وہ توبہ کرنے چلا تو دو قتل اور کرڈالے، پھر کسی کے مشورے پر وہ توبہ کرنے جارہا تھا کہ راستے میں ہی اسے موت نے آلیا، مگر چونکہ وہ توبہ کا ارادہ لے کر گھر سے نکلا تھا، اس لئے اللہ جل جلالہٗ نے اس شخص کی مغفرت فرمادی۔ اب اگر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کی توبہ قبول نہیں اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور قاری محمد ایوب صاحب نے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۹۳ کا جو حوالہ دیا ہے، اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ قاتل ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اب آپ سے جواب اس بات کا چاہئے کہ آیا قاتل کی بخشش ہے یا نہیں؟

جواب:... اگر قاتل سچی توبہ کرلے اور مقتول کے وارثوں سے بھی معاف کرالے اور اگر وہ معاف نہ کریں تو بلاحیل وحجت اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش کردے تو اِن شاء اللہ اس کی بھی بخشش ہوجائے گی۔[2] اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ یہی ہے کہ کوئی گناہ

---

(۱) وليس شيء يكون سببًا لغفران جميع الذنوب إلّا التوبة. (شرح عقيدة الطحاوية ص:۳۶۸) ايضًا ان الحد لَا يكون طهرة من الذنب ولَا يعمل في سقوط الإثم بل لَابُدّ من التوبة فإن تاب كان الحد طهرة له وسقطت عنه العقوبة الأُخروية بالإجماع وإلّا فلا. (شامي ج:۲ ص:۵۴۴، باب الجنايات).

(۲) ولَا يصح توبة القاتل حتّٰى يسلم نفسه للقود، وهبانية (قوله لَا تصح توبة القاتل حتّٰى يسلم نفسه للقود) أي: لَا تكفيه التوبة وحدها، قال في تبيين المحارم: واعلم أن توبة القاتل لَا تكون بالإستغفار والندامة فقط بل يتوقف على ارضاء أولياء المقتول، فإن كان القتل عمدًا لَابُدّ ان يمكنهم من القصاص منه، فإن شاؤا قتلوه، وإن شاؤا عفوا عنه مجانًا، فإن عفوا عنه كفته التوبة. ملخصًا وقدمنا آنفا أنه بالعفو عنه يبرأ في الدُّنيا. (فتاویٰ شامی ج:۶ ص:۵۴۹، طبع ایچ ایم سعید).

ایسا نہیں ہے جس سے توبہ نہ ہو سکے، اور کفر و شرک کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں جس کی سزا دائمی جہنم ہو۔ آپ نے جو آیت نقل کی ہے، اس کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ قاتل کی اصل سزا تو دائمی جہنم تھی، مگر ایمان کی برکت سے اسے یہ سزا نہیں دی جائے گی۔ نیز یہ سزا اس شخص کی ہے جو مؤمن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرے، ایسا شخص واقعی دائمی سزائے جہنم کا مستحق ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا مشہور فتویٰ تو وہی ہے جو سوال پر نقل کیا گیا ہے، مگر بعض روایات میں ہے کہ وہ بھی قبولِ توبہ کے قائل تھے۔ دراصل کسی مؤمن کا قتل اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کے بعد توبہ کی توفیق بھی مشکل ہی سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس وبال سے محفوظ رکھیں، آمین![1]

کیا توبہ سے قتلِ عمد معاف ہو سکتا ہے؟

سوال:... "مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا... الخ" اس آیت میں قتلِ عمد کی سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا ظاہر ہوتا ہے، اور سورۂ فرقان میں "وَالَّذِیْنَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ .... اِلَّا مَنْ تَابَ" یہاں توبہ کے ذریعے معافی کا وعدہ ہے، کیا پہلی آیت اس آیت سے منسوخ ہے؟

جواب:... پہلی آیت اہلِ ایمان کے بارے میں ہے اور یہ رکوع یہاں سے شروع ہوتا ہے: "وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّقْتُلَ...." اور سورۂ فرقان کی آیت: "وَمَنْ تَابَ...." کفار کے بارے میں ہے، یعنی جن لوگوں نے کفر کی حالت میں ان جرائم کا ارتکاب کیا پھر کفر و شرک سے تائب ہو گئے، ان کے کفر کی حالت کے جرائم پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو سزا بھگتنے کی مشین بنایا ہے؟

سوال:... میں کالج کی طالبہ ہوں، لیکن مجھے کچھ دن سے ایک مسئلہ پریشان کر رہا ہے، وہ یہ کہ انسان جوڑوں کی شکل میں جنت کا باسی بنایا گیا تھا، لیکن حوا کے کہنے کے مطابق ممنوعہ پودے سے اس کا پھل کھانے کی وجہ سے اللہ نے سزا کے طور پر جنت سے نکال کر دُنیا میں پھینک دیا۔ جب سے انسان دُنیا میں آیا ہے، وہ سزا بھگت رہا ہے، اور قرآن کے مطابق بہت سی اُمتوں کو اس بنا پر دُنیا میں نیست و نابود کر دیا، یعنی کہ انسان کو جنت سے نکالنے کی بنا پر دُہری سزا اس کو مل رہی ہے، بلکہ دُنیا میں بھی اللہ کی طرف سے سزا دی جا رہی ہے جو کہ تہری سزا ہوئی، اس کے بعد اگر کوئی انسان اس دُنیا میں کوئی جرم بھی کر لیتا ہے تو قانون کے مطابق اسے اس دُنیا میں بھی سزا دی جاتی ہے جو کہ چوتھی سزا ہوئی، اس کے بعد آدمی مر جاتا ہے تو قبر میں بھی اسے سزا دی جاتی ہے، اس کے بعد قیامت میں بھی سزا ہے، وہ دوزخ کی سزا ہے جہاں گناہ گار بہت عرصے تک رہے گا، اور اگر دوزخ سے نکالا بھی گیا تو اس کی پیشانی کو بھی داغ دیا جائے گا، اس کے بعد جنتی کہیں گے کہ دوزخی آیا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے ان سزاؤں کے نتیجے میں انسان کو صرف سزا بھگتنے کی مشین بنایا ہے؟

---

(۱) "وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا .... الخ". أمّا أهل السُّنّة والجماعة فیأوّلون هٰذه الآیة کما ذکرنا للإجماع علٰی أن المؤمن لَا یُخلَّد فی النار وان مات بلا توبة وان الکبیرة لَا یخرج المؤمن من ایمانه مستندًا ذٰلک الْإجماع علٰی ما تواتر من الکتاب والسُّنّة من قوله تعالٰی: "مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ" وقد ذکرنا الکلام فی تفسیره .... قوله صلی الله علیه وسلم: "من قال لَا إلٰه إلّا الله دخل الجنّة وان زنٰی وان سرق" متفق علیه. (تفسیر مظهری ج:۲ ص:۱۹۷، سورة النساء).

جواب:… آپ کی ساری پریشانی اس بنا پر ہے کہ آپ نے ایک غلط کہانی اپنے ذہن میں تصنیف کرلی ہے، حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام سے شجرۂ ممنوعہ کے کھانے کی جو خطا سرزد ہوئی تھی، وہ اللہ تعالیٰ نے ان کے معافی طلب کرنے پر انہیں معاف کردی تھی۔[1] معافی کے بعد اس کا کوئی اثر نہ ان پر رہا، نہ ان کی اولاد پر۔ دُنیا میں بھیجا جانا بطورِ سزا نہیں تھا، بلکہ خلیفۂ ارضی کی حیثیت سے تھا۔[2] اس لئے دُنیا میں بھیجے جانے کا اس سزا سے کوئی تعلق نہیں، اور نہ نافرمان قوموں کے ہلاک کئے جانے کا اس سے کوئی تعلق ہے۔ ان نافرمان قوموں کو ان کی اپنی سرکشی اور حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام سے ان کے گستاخانہ برتاؤ کی وجہ سے ہلاک کیا گیا۔ قصۂ آدم وحوا علیہما السلام سے ان کی ہلاکت کا جوڑ لگانا، بے معنی بات ہے۔ اسی طرح دُنیا میں بھی انسان کو اس قصے کی وجہ سے کوئی سزا نہیں دی جاتی، لہٰذا ان تین سزاؤں کا افسانہ تو آپ کا طبع زاد ہے، جس کا نفسِ واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ بعد کی جو تین سزائیں آپ نے ذکر کی ہیں، وہ صحیح ہیں۔ یعنی ہر آدمی کو اس کے بُرے اعمال کی کچھ سزا دُنیا میں بھی ملتی ہے، اور یہ حق تعالیٰ شانہٗ کی جانب سے تازیانۂ عبرت ہوتا ہے کہ آدمی سدھر جائے۔[3] اور قبر میں جو سزا ملتی ہے، یہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہے، اگر اس سزا سے تمام گناہ جھڑ گئے تو آخرت کی سزا سے بچ جائے گا۔[4] اور آخرت میں اہلِ ایمان کے لئے جو سزا ہے وہ بھی حقیقت میں سزا نہیں، بلکہ "تطہیر" (یعنی پاک کرنے) کے لئے ہے، جس طرح میلے کچیلے کپڑوں کو دھوبی بھٹی میں ڈالتا ہے۔[5] گویا اہلِ ایمان کے ساتھ تو دُنیا میں بھی، برزخ میں بھی اور آخرت میں بھی رحمت ہی رحمت کا معاملہ ہوتا ہے۔ البتہ کفار اور بے ایمان لوگ، جنھوں نے حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت اور تکذیب کی، ان کو بلاشک سزا ہوگی، اور ان کو سزا دینا بھی اہلِ ایمان کے حق میں رحمت ہے، جس طرح کہ دُنیا میں ڈاکوؤں اور بدمعاشوں کو قید کرنا، شریف انسانوں کے لئے اور معاشرے کے لئے رحمت ہے، اور آخرت میں سزا دینا بھی اہلِ ایمان اور اہلِ کفر کے درمیان امتیاز کے لئے ہے۔

یہ تو میں نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جن کو ان کی بداَعمالیوں پر دُنیا میں، برزخ میں یا آخرت میں سزا ملتی ہے، اور میں نے بتایا کہ یہ سزا کی شکل میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ظہور ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ دُنیا میں، برزخ میں اور آخرت

---

(۱) "وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى، ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى" (طٰه: ۱۲۱، ۱۲۲)۔

(۲) "وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً" (البقرة: ۳۰)۔

(۳) "وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ" (السجدة: ۲۱)۔ وفي التفسير: قال ابن عباس: يعني بالعذاب الأدنى مصائب الدنيا وأسقامها وآفاتها، وما يحل بأهلها مما يبتلي الله به عباده ليتوبوا إليه .... وقال البراء بن عازب ومجاهد وأبوعبيدة: يعني به عذاب القبر۔ (تفسير ابن كثير ج:۵ ص:۴۳۷ طبع رشيدية كوئٹه)۔

(۴) عن عثمان رضي الله عنه ...... (فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ان القبر أوّل منزل من منازل الآخرة فان نجا) أي خلص المقبور منه أي من عذاب القبر (فما بعده) أي من المنازل (أيسر منه) وأسهل، لأنه لو كان عليه ذنب لكفر بعذاب القبر (وان لم ينج منه) أي لم يتخلص من عذاب القبر ولم يكفر ذنوبه به وبقي عليه شيء مما يستحق العذاب به (فما بعده أشدّ منه) لأن النّار أشدّ العذاب والقبر حفرة من حفر النيران ...الخ۔ (مرقاة ج:۱ ص:۱۷۲، باب إثبات عذاب القبر)۔

(۵) صحيح مسلم ج:۱ ص:۱۰۴، باب اثبات الشفاعة واخراج الموحدين من النّار۔

میں رحمت ہی رحمت کا معاملہ کیا جانا بالکل ظاہر ہے۔ اس کے بعد آپ کا یہ کہنا کہ: ''انسان کو صرف سزا بھگتنے کی مشین بنایا گیا ہے'' خود سوچئے کہ یہ کتنی بے جا بات ہے...؟

حدیث شریف میں ہے کہ:

''حق تعالیٰ شانہٗ نے آسمان و زمین سے پہلے یہ لکھ دیا تھا کہ میری رحمت میرے غضب سے سبقت لے گئی ہے۔''(۱)

اگر نظرِ صحیح سے کام لیا جائے تو نظر آئے کہ ہم ہر آن اور ہر لحظہ حق تعالیٰ شانہٗ کے بے انتہا اِنعامات کے سمندر میں ڈُوبے ہوئے ہیں، چاروں طرف نعمتیں ہی نعمتیں اور رحمتیں ہی رحمتیں نظر آتی ہیں، لیکن یہ ہماری کج نظری ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ان بے شمار اِنعامات پر نظر نہیں جاتی، نہ ہم ان اِنعامات کا مشاہدہ کرتے ہیں، نہ ان کو سوچتے ہیں، جس سے جذبۂ شکر اور داعیۂ محبت پیدا ہو، اگر کبھی ہماری لغزشوں پر معمولی سی تنبیہ اور گوشمالی کی جاتی ہے، تو ہم شکایات کا دفتر کھول بیٹھتے ہیں، لیکن اپنی اصلاح کی توفیق ہمیں اس وقت بھی نہیں ہوتی، بقول شاعر:

جب میں کہتا ہوں کہ: یا اللہ! میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ: اپنا نامۂ اعمال دیکھ!

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سزا کیوں دیتے ہیں؟ جبکہ وہ والدین سے زیادہ شفیق ہیں

سوال:... جب بھی سزا و جزا کا خیال آتا ہے میں سوچتی ہوں کہ ہم تو اللہ کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اتنا چاہتا ہے کہ والدین جو کہ اولاد سے محبت کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ۔ اگر یہ مان لیا جائے تو ہم دُنیا میں دیکھتے ہیں کہ والدین اولاد کی معمولی پریشانی اور تکلیف پر تڑپ اُٹھتے ہیں، اولاد کتنی ہی سرکش و نافرمان ہو، والدین ان کے لئے دُعا ہی کرتے ہیں، تکلیف اولاد کو ہو، دُکھ ماں محسوس کرتی ہے، والدین اولاد کو دُکھی کبھی نہیں دیکھ سکتے۔ آپ نے یہ واقعہ ضرور پڑھا ہوگا کہ ایک شخص اپنی محبوبہ کے کہنے پر اپنی ماں کو قتل کر کے اس کا دِل لے جارہا تھا، راہ میں اسے ٹھوکر لگی، ماں کا دِل بولا: بیٹا! کہیں چوٹ تو نہیں لگی؟ یہ واقعہ اولاد کی محبت کی پوری عکاسی ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دُنیا بنائی جس میں امیر، غریب، خوبصورت، بدصورت، اپاہج و معذور ہر قسم کے لوگ بنائے، لوگوں کو خوشیاں اور دُکھ بھی دیئے، چند اَحکامات بھی دیئے، کچھ کو مسلمانوں میں پیدا کیا، کچھ کو کفار میں، مرنے کے بعد عذاب و ثواب رکھا، جزا جتنی خوبصورت، سزا اتنی ہی خطرناک، رونگٹے کھڑے کردینے والی، مسلسل اذیت دینے والی سزائیں، جن کی تلافی بھی اس وقت ناممکن ہوگی، جاں کنی، قبر و حشر، غرض ہر جگہ عذاب و ثواب کا چکر......! مجھے تو یہ دُنیا بھی عذاب ہی لگتی ہے، میں جب بھی یہ کچھ سوچتی ہوں، مجھے ایسا لگتا ہے اللہ نے انسانوں کو کھلونوں کی مانند بنایا ہے، جن سے وہ کھیلتا ہے اور کھیل کے انجام کے بعد سزا و جزا۔

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ان الله تعالىٰ كتب كتابًا قبل أن يخلق الخلق، ان رحمتی سبقت غضبی فهو مكتوب عنده فوق العرش۔ متفق عليه۔ (مشكوٰة ص:۵۰۶، باب بدء الخلق ...إلخ)۔

آپ دِل پر ہاتھ رکھ کر کہیں کہ ہر کوئی دُنیا کو سرائے سمجھ سکتا ہے؟ دُنیا کی رنگینی کو چھوڑ کر زندگی کون گزار سکتا ہے؟ پھر جو انسان کو بنایا اور اتنی پابندی کے ساتھ دُنیا میں بھیجا، علاوہ ازیں دُکھ سُکھ دیئے، اگر والدین سے زیادہ اللہ محبت کرنے والے ہیں تو وہ بندوں کے دُکھ پر کیوں نہیں تڑپتے؟ والدین جو سُکھ دے سکتے ہیں، دیتے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ کا دِل نہیں تڑپتا جب وہ دُکھ دیتے ہیں بندوں کو؟ عذاب دے کر وہ خوش کیسے رہ سکتا ہے؟ جو کفار کے گھر پیدا ہوئے، انہیں کس جرم کی سزا ملے گی؟ ہر شخص تو مذہب کا علم نہیں رکھتا۔ جب بھی عذاب کے بارے میں سوچتی ہوں، میرے ذہن میں یہ سب کچھ ضرور آتا ہے، للہ! مجھے سمجھایئے کہیں یہ میری سوچ میرے لئے تباہ کن ثابت نہ ہو۔ (ایک خاتون)

جواب:... آپ کے سوال کا جواب اتنا تفصیل طلب ہے کہ میں کئی دن اس پر تقریر کروں، تب بھی بات تشنہ رہے گی۔ اس لئے مختصراً اتنا سمجھ لیجئے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر والدین سے زیادہ رحیم و شفیق ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کئے، ایک حصہ دُنیا میں نازل فرمایا، حیوانات اور درندے تک جو اپنی اولاد پر رحم کرتے ہیں، وہ اسی رحمتِ اِلٰہی کے سو میں سے ایک حصے کا اثر ہے، اور یہ حصہ بھی ختم نہیں ہوا، بلکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس حصۂ رحمت کو بھی باقی ننانوے حصوں کے ساتھ ملاکر اپنے بندوں پر کامل رحمت فرمائیں گے۔ (۱)

اس کے بعد آپ کے دو سوال ہیں۔ ایک یہ کہ دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر تکلیفیں اور سختیاں کیوں آتی ہیں؟ اور دوم یہ کہ آخرت میں گناہ گاروں کو عذاب کیوں ہوگا؟

جہاں تک دُنیا کی سختیوں اور تکلیفوں کا تعلق ہے، یہ بھی حق تعالیٰ شانہٗ کی سراپا رحمت ہیں۔ حضراتِ عارفین اس کو خوب سمجھتے ہیں، ہم اگر ان پریشانیوں اور تکلیفوں سے نالاں ہیں تو محض اس لئے کہ ہم اصل حقیقت سے آگاہ نہیں۔ بچہ اگر پڑھنے لکھنے میں کوتاہی کرتا ہے تو والدین اس کی تأدیب کرتے ہیں، وہ نادان سمجھتا ہے کہ ماں باپ بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ اگر کسی بیماری میں مبتلا ہو تو والدین اس سے پرہیز کراتے ہیں، اگر خدانخواستہ اس کے پھوڑا نکل آئے تو والدین اس کا آپریشن کراتے ہیں، وہ چیختا ہے اور اس کو ظلم سمجھتا ہے، بعض اوقات اپنی نادانی سے والدین کو بُرا بھلا کہنے لگتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح حق تعالیٰ کی جو عنایتیں بندے پر اس رنگ میں ہوتی ہیں، بہت سے کم عقل ان کو نہیں سمجھتے، بلکہ حرفِ شکایت زبان پر لاتے ہیں، لیکن جن لوگوں کی نظرِ بصیرت صحیح ہے، وہ ان کو اَلطافِ بے پایاں سمجھتے ہیں، چنانچہ حدیث میں ہے کہ: ''جب اہلِ مصائب کو ان کی تکالیف و مصائب کا اَجر قیامت کے دن دیا جائے گا تو لوگ تمنا کریں گے کہ کاش! یہ اَجر ہمیں عطا کیا جاتا، خواہ دُنیا میں ہمارے جسم قینچیوں سے کاٹے جاتے''۔ (۲) لہٰذا بندۂ مؤمن کو حق تعالیٰ شانہٗ کی

---

(۱) وعنه (أی أبی هريرة) قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان لله مأة رحمة أنزل منها رحمة واحدة بين الجنّ والإنس والبهائم والهوام، فبها يتعاطفون، وبها يتراحمون، وبها تعطف الوحش على ولدها، وأخّر الله تسعًا وتسعين رحمة يرحم بها عباده يوم القيامة. متفق عليه. وفی رواية لمسلم عن سلمان نحوه، وفی آخره: قال: فاذا كان يوم القيامة أكملها بهٰذه الرحمة. (مشكوٰة، باب الإستغفار ص:۲۰۷).

(۲) عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يودّ أهل العافية يوم القيامة حين يعطى أهل البلاء الثواب، لو أنّ جلودهم كانت قرضت فی الدنيا بالمقاريض. (ترمذی ج:۲ ص:۶۳، باب ما جاء فی ذهاب البصر).

رحیمی و کریمی پر نظر رکھنی چاہئے، دُنیا کے آلام و مصائب سے گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ یہ داروئے تلخ ہماری صحت وشفا کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ اگر بالفرض ان آلام و مصائب کا کوئی اور فائدہ نہ بھی ہوتا، نہ ان سے ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوتا، نہ یہ ہماری ترقیٔ درجات کا موجب ہوتے اور نہ ان پر اَجر و ثواب عطا کیا جاتا تب بھی ان کا یہی فائدہ کیا کم تھا کہ ان سے ہماری اصل حقیقت کھلتی ہے، کہ ہم بندے ہیں، خدا نہیں! خدانخواستہ ان تکالیف و مصائب کا سلسلہ نہ ہوتا تو یہ دُنیا بندوں سے زیادہ خدا کہلانے والے فرعونوں سے بھری ہوئی ہوتی۔ یہی مصائب و آلام ہیں جو ہمیں جادۂ عبدیت پر قائم رکھتے ہیں اور ہماری غفلت و مستی کے لئے تازیانۂ عبرت بن جاتے ہیں۔ اور پھر حق تعالیٰ تو محبوبِ حقیقی ہیں اور ہم ان سے محبت کے دعویدار...! کیا محبوبِ حقیقی کو اس ذرا سے امتحان کی بھی اجازت نہیں، جس سے محبِّ صادق اور غلط مدعی کے درمیان امتیاز ہوسکے...؟ اور پھر اس پر بھی نظر رکھنی چاہئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا، اب جو ناگوار حالات ہمیں پیش آتے ہیں ضرور ان میں بھی کوئی حکمت ہوگی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان میں حق تعالیٰ شانہٗ کا کوئی نفع نہیں، بلکہ صرف اور صرف بندوں کا نفع ہے، گو اپنے ناقص علم و فہم سے ہم اس نفع کو محسوس نہ کرسکیں۔ الغرض ان مصائب و آلام میں حق تعالیٰ شانہٗ کی ہزاروں حکمتیں اور رحمتیں پوشیدہ ہیں اور جس کے ساتھ جو معاملہ کیا جارہا ہے وہ عین رحمت و حکمت ہے۔

رہا آخرت میں مجرموں کو سزا دینا! تو اوّل تو ان کا مجرم ہونا ہی سزا کے لئے کافی ہے، حق تعالیٰ شانہٗ نے تو اپنی رحمت کے دروازے کھلے رکھے تھے، اس کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا تھا، اپنی کتابیں نازل کی تھیں اور اِنسان کو بھلے بُرے کی تمیز کے لئے عقل و شعور اور اِرادہ و اختیار کی نعمتیں دی تھیں۔[1] تو جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی بغاوت، انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت، کتبِ الٰہیہ کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے مقابلے میں خرچ کیا، انہوں نے رحمت کے دروازے خود اپنے ہاتھ سے اپنے اُوپر بند کرلئے، آپ کو ان پر کیوں ترس آتا ہے...؟

علاوہ ازیں اگر ان مجرموں کو سزا نہ دی جائے تو اس کے معنی اس کے سوا اور کیا ہیں کہ خدا کی بارگاہ میں مؤمن و کافر، نیک و بد، فرمانبردار و نافرمان، مطیع اور عاصی ایک ہی پلے میں تلتے ہیں، یہ تو خدائی نہ ہوئی، اندھیر نگری ہوئی! الغرض آخرت میں مجرموں کو سزا اس لئے بھی قرینِ رحمت ہوئی کہ اس کے بغیر مطیع اور فرمانبردار بندوں سے انصاف نہیں ہوسکتا۔

یہ نکتہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ آخرت کا عذاب کفار کو تو بطورِ سزا ہوگا، لیکن گناہ گار مسلمانوں کو بطورِ سزا نہیں بلکہ بطورِ تطہیر ہوگا،[2] جس طرح کپڑے کو میل کچیل دُور کرنے کے لئے بھٹی میں ڈالا جاتا ہے، اسی طرح گناہ گاروں کی آلائشیں دُور کرنے کے لئے

---

(۱) وهداية الله تتنوع أنواعًا لَا يحصيها ..... الأوّل: افاضة القوىٰ التى بها يتمكن المرء من الْإهتداء الٰى مصالحة كالقوة العقلية والحواس الباطنة ..... الثانى: نصب الدلَائل الفارقة بين الحق والباطل والصلاح والفساد وإليه اشار حيث قال: وهدينٰه النجدين ..... الثالث: الهداية بإرسال الرسل وانزال الكتب ...الخ۔ (تفسير البيضاوى ج:۱ ص:۹ سورة الفاتحة آيت:۵)۔

(۲) عن أبى سعيد الخدرى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يدخل الله أهل الجنّة الجنّة يدخل من يشاء برحمته ويدخل أهل النّار النّار ثم يقول: انظروا من وجدتم فى قلبه مثقال حبة من خردل من ايمان فأخرجوه، فيخرجون منها حُممًا قد امتحشوا، فيلقون فى نهر الحياة أو الحيا فينبتون فيه كما تنبت الحبّة الٰى جانب السيل ...الخ۔ (صحيح مسلم، باب اثبات الشفاعة واخراج الموحدين من النّار ج:۱ ص:۱۰۴)۔

بھٹی میں ڈالا جائے گا، اور جس طرح ڈاکٹر لوگ آپریشن کرنے کے لئے بدن کو سن کرنے والے انجکشن لگادیتے ہیں کہ اس کے بعد مریض کو چیر پھاڑ کا احساس تک نہیں ہوتا، بہت ممکن ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ گناہ گار مسلمانوں پر ایسی کیفیت طاری فرمادیں کہ ان کو درد و اَلم کا احساس نہ ہو،[۱] اور بہت سے گناہ گار ایسے ہوں گے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت ان کے گناہوں اور سیاہ کاریوں کے دفتر کو دھوڈالے گی اور بغیر عذاب کے انہیں معاف کردیا جائے گا۔ الغرض جنت پاک جگہ ہے اور پاک لوگوں ہی کے شایانِ شان ہے، جب تک گناہوں کی گندگی اور آلائش سے صفائی نہ ہو، وہاں کا داخلہ میسر نہیں آئے گا۔ اور پاک صاف کرنے کی مختلف صورتیں ہوں گی، جس کے لئے جو صورت تقاضائے رحمت ہوگی وہ اس کے لئے تجویز کردی جائے گی۔ اس لئے اکابر مشائخ کا ارشاد ہے کہ آدمی کو ہمیشہ ظاہری و باطنی طہارت کا اہتمام رکھنا چاہئے اور گناہوں سے ندامت کے ساتھ توبہ و اِستغفار کرتے رہنا چاہئے۔ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف و کرم سے اس ناکارہ کی، آپ کی اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کی بخشش فرمائیں۔

رہا آپ کا یہ شبہ کہ دُنیا کو کون سرائے سمجھ سکتا ہے اور دُنیا کی رنگینی کو چھوڑ کر کون زندگی گزار سکتا ہے؟ میری بہن! یہ ہم لوگوں کے لئے جن کی آنکھوں پر غفلت کی سیاہ پٹیاں بندھی ہیں، واقعی بہت مشکل ہے، اپنے مشاہدے کو جھٹلانا اور حق تعالیٰ شانہٗ کے وعدوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر اپنے مشاہدے سے بڑھ کر یقین لانا، خاص توفیق و سعادت کے ذریعے ہی میسر آسکتا ہے۔ لیکن کم سے کم اتنا تو ہونا چاہئے کہ ہم آپس میں ایک دُوسرے کی بات پر جتنا یقین و اعتماد رکھتے ہیں، کم سے کم اتنا ہی یقین و اعتماد اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر رکھیں۔ دیکھئے! اگر کوئی معتبر آدمی ہمیں یہ خبر دیتا ہے کہ فلاں کھانے میں زہر ملا ہوا ہے، تو ہم اس شخص پر اعتماد کرتے ہوئے اس زہر آمیز کھانے کے قریب نہیں پھٹکیں گے، اور بھوکوں مرنے کو زہر کھانے پر ترجیح دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دُنیا کو یکسر چھوڑنے کی تعلیم نہیں فرماتے، بلکہ صرف دو چیزوں کی تعلیم فرماتے ہیں۔ ایک یہ کہ دُنیا میں رہتے ہوئے کسبِ حلال کرو، جن جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام اور ناجائز قرار دیا ہے ان سے پرہیز کرو،[۲] کیونکہ یہ زہر ہے جو تمہاری دُنیا و آخرت کو برباد کردے گا اور اگر غفلت سے اس زہر کو کھاچکے ہو تو فوراً توبہ و ندامت اور اِستغفار کے تریاق سے اس کا تدارک کرو۔[۳]

---

(۱) عن أبی سعید قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: أما أهل النّار الذین هم أهلها فانهم لَا یموتون فیها ولَا یحیون، ولٰکن ناس منکم اصابتهم النّار بذنوبهم أو قال بخطایاهم فأماتهم الله تعالٰی إماتةً حتّٰی اذا کانوا فحمًا أُذن بالشفاعة ...الخ۔ وفی شرحه: فمعناه ان المذنبین من المؤمنین یمیتهم الله تعالٰی إماتة بعد أن یعذبوا المدة التی أرادها الله تعالٰی وهٰذه الْإماتة إماتة حقیقیة یذهب معها الْإحساس ویکون عذابهم علٰی قدر ذنوبهم ثم یمیتهم ثم یکونون محبوسین فی النّار من غیر إحساس المدة التی قدرها الله تعالٰی ثم یخرجون من النّار ...الخ۔ (صحیح مسلم مع شرحه للنووی ج:۱ ص:۱۰۴)۔

(۲) عن عبدالله قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة۔ (مشکوٰة ص:۲۴۲)
عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان الله طیّب لَا یقبل إلّا طیّبًا، وان الله أمر المؤمنین بما أمر به المرسلین فقال: یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صٰلِحًا، وقال تعالٰی: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ...الخ۔ (مشکوٰة ص:۲۴۱، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الأوّل)۔

(۳) "وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللهِ جَمِیْعًا اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ" (النور:۳۱)۔ "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا، عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ" (التحریم:۸)۔

اور دُوسری تعلیم یہ ہے کہ دُنیا میں اتنا انہاک نہ کرو کہ آخرت اور مابعد الموت کی تیاری سے غافل ہوجاؤ، دُنیا کے لئے محنت ضرور کرو، مگر صرف اتنی جس قدر کہ دُنیا میں رہنا ہے، اور آخرت کے لئے اس قدر محنت کرو جتنا کہ آخرت میں تمہیں رہنا ہے۔[1] دُنیا کی مثال شیرے کی ہے، جس کو شیریں اور لذیذ سمجھ کر مکھی اس پر جابیٹھتی ہے، لیکن پھر اس سے اُٹھ نہیں سکتی، تمہیں شیرۂ دُنیا کی مکھی نہیں بننا چاہئے۔

اور آپ کا یہ شبہ کہ جو لوگ کافروں کے گھر میں پیدا ہوئے، انہیں کس جرم کی سزا ملے گی؟ اس کا جواب میں اُوپر عرض کرچکا ہوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سیاہ وسفید کی تمیز کرنے کے لئے بینائی عطا فرمائی ہے، اسی طرح صحیح اور غلط کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے عقل وفہم اور شعور کی دولت بخشی ہے، پھر صحیح اور غلط کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا ہے، کتابیں نازل فرمائی ہیں، شریعت عطا فرمائی ہے، یہ سب کچھ اس لئے ہے تاکہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہوجائے، اور وہ کل عذر نہ کرسکیں کہ ہم نے کافر باپ دادا کے گھر جنم لیا تھا اور ہم آنکھیں بند کرکے انہی گمراہوں کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔[2]

اس مختصر سی تقریر کے بعد میں آپ کو مشورہ دُوں گا کہ بندے کا کام بندگی کرنا ہے، خدائی کرنا یا خدا تعالیٰ کو مشورے دینا نہیں! آپ اس کام میں لگیں جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے، اور ان معاملات میں نہ سوچیں جو ہمارے سپرد نہیں۔ ایک گھسیارہ اگر رُموزِ مملکت وجہاں بانی کو نہیں سمجھتا تو یہ مشتِ خاک اور قطرۂ ناپاک رُموزِ خداوندی کو کیا سمجھے گا...؟ پس اس دیوار سے سر پھوڑنے کا کیا فائدہ، جس میں ہم سوراخ نہیں کرسکتے اور جس کے پار جھانک کر نہیں دیکھ سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سلامتیٔ فہم نصیب فرمائیں اور اپنی رحمت کا مورَد بنائیں۔

گناہِ کبیرہ کے مرتکب حضرات کے ساتھ کیسا تعلق رکھا جائے؟

سوال:... گناہِ کبیرہ کرنے والے شخص کے ساتھ جو کہ مسلمان ہو، دُوسرے مسلمانوں کا رویہ کس نوعیت کا ہونا چاہئے؟ مثلاً: زنا، شراب اور چوری کے مرتکب شخص، یا وہ لوگ جن پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہو، مثلاً: والدین کا

---

(۱) عن المستورد بن شداد قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: والله ما الدُّنيا فى الآخرة إلّا مثل ما يجعل أحدكم اصبعه فى اليَمّ فلينظر بم يرجع. رواه مسلم. عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مرّ بجدى اسكّ ميّت قال: أيّكم يحب ان هٰذا له بدرهم؟ فقالوا: ما نحبّ انّه لنا بشىء! قال: فوالله! للدُّنيا أهون على الله من هٰذا عليكم. رواه مسلم. وعن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الدُّنيا سجن المؤمن وجنّة الكافر. رواه مسلم. (مشكوٰة ص: ۴۳۹).

(۲) وهداية الله تتنوع أنواعًا لَا يحصيها ..... الأوّل: افاضة القوىٰ التى بها يتمكن المرء من الإهتداء الىٰ مصالحه كالقوة العقلية والحواس الباطنة ..... الثانى: نصب الدلَائل الفارقة بين الحق والباطل والصلاح والفساد واليه اشار حيث قال: وهديناه النجدين ..... الثالث: الهداية بإرسال الرسل وانزال الكتب ... الخ. (تفسير البيضاوى ج: ۱ ص: ۹ سورة الفاتحة آيت: ۵).

نافرمان، ماہِ رمضان میں روزہ نہ رکھنے والا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف نہ پڑھنے والا۔ یہ تمام کبیرہ اور رذیل گناہ ہیں لیکن مسلمانوں میں ایسے گناہگاروں کی کمی نہیں ہے، ہمارے احباب، دوستوں، ملنے والوں میں ایسے کئی لوگ ہمیں موجود نظر آتے ہیں، ایسے شخص یا اَشخاص سے کیا رویہ رکھا جائے؟ کیا ترکِ تعلقات کیا جائے، دوستی نہ استوار کی جائے؟ ذہن میں سوال اُبھرتا ہے یہ اللہ کے اس قدر بڑے نافرمان اور جن پر رحمت للعالمین نے لعنت فرمائی ہے، ان سے کیا تعلق رکھا جائے؟ میری طبیعت ایسی ہے کہ اگر کوئی شخص ''داڑھی'' کا تمسخر اُڑائے تو میں اس کی صورت دیکھنا پسند نہیں کرتا، اگرچہ خود باریش نہیں ہوں، لیکن میں اپنے قلب میں ہر اس چیز سے محبت کرتا ہوں جس سے اللہ اور رسول فرماتے ہوں، میرا عمل کمزور ہے لیکن میرا ایمان کمزور نہیں۔ دُعا فرمائیں کہ میرا عمل بھی نیک اور صالح لوگوں جیسا ہو۔

جواب:...ایمانِ کامل کا تقاضا تو یہی ہے کہ ایسے لوگوں سے تعلق نہ رکھا جائے، ان سے تعلقات رکھنا ضعفِ ایمان ہے۔[1] اللہ تعالیٰ ہماری ان کوتاہیوں کو معاف فرمائیں۔

حرام کاری سے توبہ کس طرح کی جائے؟

سوال:...ایک شخص ڈاکا زنی اور رشوت اور حرام کام سے بڑی دولت کماتا ہے، اور اس کے بعد وہ توبہ کرلیتا ہے اور اس پیسے سے وہ کاروبار شروع کرتا ہے، اب اس کا جو منافع ہوگا وہ حلال ہوگا یا کہ حرام؟ تفصیل سے بیان کریں۔

جواب:...ڈاکا اور رشوت کے ذریعہ جو روپیہ جمع کیا وہ تو حرام ہے اور حرام کی پیداوار بھی ویسی ہوگی۔[2] اس شخص کی توبہ کے سچا ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ ان تمام لوگوں کو روپیہ واپس کردے جن سے ناجائز طریقے سے لیا ہے۔[3]

گناہوں کا کفارہ کیا ہے؟

سوال:...انسان گناہ کا پتلا ہے، بدقسمتی سے اگر کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟ اور یہ کس طرح ادا کیا جاتا ہے؟

---

(۱) عن أبي أُمامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحب لله وأبغض لله وأعطىٰ لله ومنع لله فقد استكمل الإيمان. رواه أبوداؤد. (مشكوٰة ص:۱۴، كتاب الإيمان، الفصل الثاني).

(۲) رجل اكتسب مالًا من حرام ثم اشترىٰ فهٰذا علىٰ خمسة أوجه .... لٰكن هٰذا خلاف ظاهر الرواية فإنه نص في الجامع الصغير: إذا غصب ألفًا فاشترىٰ بها جارية وباعها بألفين تصدق بالربح. (رد المحتار ج:۵ ص:۲۳۵، مطلب إذا اكتسب حرامًا ثم اشترى فهو علىٰ خمسة أوجه). والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم وإلّا فإن علم عين الحرام لَا يحل له ويتصدق به بنيّة صاحبه ...إلخ. (رد المحتار ج:۵ ص:۹۹، مطلب فيمن ورث مالًا حرامًا).

(۳) وإن كانت عما يتعلق بالعباد فإن كانت من مظالم الأموال فتتوقف صحة التّوبة منها مع ما قدمناه في حقوق الله تعالىٰ علىٰ الخروج عن عهدة الأموال وإرضاء الخصم في الحال والإستقبال بأن يتحلل منهم أو يردها إليهم أو إلىٰ من يقوم مقامهم من وكيل أو وارث. (شرح فقه اكبر ص:۱۵۸، طبع مجتبائي دهلي).

جواب:... چھوٹے موٹے گناہ (جن کو صغیرہ گناہ کہا جاتا ہے) ان کے لئے تو نماز، روزہ کفارہ بن جاتے ہیں،[1] اور کبیرہ گناہوں سے ندامت کے ساتھ توبہ کرنا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرنا ضروری ہے۔[2] کبیرہ گناہ بہت سے ہیں اور لوگ ان کو معمولی سمجھ کر بے دھڑک کرتے ہیں، نہ ان کو گناہ سمجھتے ہیں، نہ ان سے توبہ کرنے کی ضرورت سمجھتے ہیں، یہ بڑی غفلت ہے۔ کبیرہ گناہوں کی فہرست کے لئے عربی دان حضرات شیخ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الزواجر عن اقتراف الکبائر'' یا اِمام ذہبی رحمہ اللہ کا رسالہ ''الکبائر'' ضرور پڑھیں۔ اور اُردو خوان حضرات، مولانا احمد سعید دہلویؒ کا رسالہ ''دوزخ کا کھٹکا'' غور سے پڑھیں۔ توبہ کے علاوہ شریعت نے بعض گناہوں کا کفارہ بھی رکھا ہے، یہاں اس کی تفصیل مشکل ہے۔

(۱) عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة ورمضان إلٰى رمضان مكفّرات مما بينهنّ إذا اجتنبت الكبائر۔ رواه مسلم۔ (مشكوٰة ص:۵۷، كتاب الصلاة، الفصل الأوّل)۔

(۲) والمراد بالتّوبة هنا الرجوع عن الذنب وقد سبق فی كتاب الإيمان ان لها ثلاث أركان، الإقلاع، والندم علٰى فعل تلك المعصية، والعزم علٰى أن لَا يعود إليها أبدًا، فإن كانت المعصية لحق آدمی فلها ركن رابع وهو التحلل من صاحب ذٰلك الحق وأصلها أن الندم وهو ركنها الأعظم واتفقوا علٰى أن التوبة من جميع المعاصی واجبة وإنها واجبة على الفور لَا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة۔ (شرح نووی علٰى مسلم ج:۲ ص:۳۵۴ طبع قديمی)۔

موت کے بعد کیا ہوتا ہے؟

موت کی حقیقت

سوال:... موت کی اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب:... موت کی حقیقت مرنے سے معلوم ہوگی، اس سے پہلے اس کا سمجھنا سمجھانا مشکل ہے، ویسے عام معنوں میں رُوح وبدن کی جدائی کا نام موت ہے۔ [۱]

موت کسے کہتے ہیں؟

سوال:... موت کسے کہتے ہیں؟ کیا جسمِ انسانی سے رُوح نکل جانے کا نام موت ہے؟ اور اس کے بعد اِنسان مردہ ہوجاتا ہے؟ کیا رُوح جسم سے نکل جانے کے بعد قیامت سے پہلے ایک سیکنڈ کے لئے بھی اس مردہ جسم میں واپس آتی ہے، جس سے نکل چکی ہو؟ نیز بغیر رُوح کے مردہ جسم تکلیف وراحت کیسے محسوس کرے گا، جبکہ قبر میں اس کی ہڈیاں بھی مٹی ہوجاتی ہیں؟

جواب:... رُوح و بدن کے تعلق کا نام حیات ہے، اور تعلق کے اِنقطاع کا نام موت ہے۔ مگر موت سے بالکلیہ تعلق منقطع نہیں ہوتا، بلکہ وہ تعلق منقطع ہوجاتا ہے جس سے اس عالمِ شہادت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، عالمِ برزخ کے آثار کا تعلق قائم رہتا ہے۔ [۲]

مقرّرہ وقت پر اِنسان کی موت

سوال:... قرآن وسنت کی روشنی میں بتایا جائے کہ اِنسان کی موت وقت پر آتی ہے یا وقت سے پہلے بھی ہوجاتی ہے؟

جواب:... ہر شخص کی موت وقتِ مقرّرہ ہی پر آتی ہے، ایک لمحے کا بھی آگا پیچھا نہیں ہوسکتا۔ [۳]

---

(۱) الموت زوال الحياة عمن اتصف بها. (قواعد الفقه ص:۵۱۳). وأيضًا الموت ليس بعدم محض ولَا فناء صرف، وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقته وحيلولة بينهما. (التذكرة للقرطبي ص:۴، طبع دار الكتب العلمية بيروت).

(۲) موت النفوس هو مفارقتها لأجسادها وخروجها منها. (شرح العقيدة الطحاوية ص:۴۴۶). وفيه أيضًا: الرابع: تعلقها به في البرزخ، فانها وان فارقته وتجردت عنه فانها لم تفارقه فراقًا كليًّا بحيث لَا يبقى لها اليه التفات البتة. (شرح عقيدة الطحاوية ص:۴۵۱، مكتبة السلفية، لَاهور).

(۳) "لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ، إِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ". (يونس:۴۹).

موت ایک اٹل حقیقت ہے، یہ آپریشن سے نہیں ٹلتی

سوال:... میرا بیٹا عمر ۲۰ سال، آج سے تین سال پہلے انتقال کرگیا۔ انتقال سے ایک سال پہلے اس کو کان میں تکلیف ہوئی، ڈاکٹر کو دِکھایا، کچھ دن علاج کے بعد ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس کا آپریشن ہوگا۔ اس وقت شدید گرمی کا موسم تھا اور رمضان شریف کا مہینہ آنے والا تھا، لڑکا نماز اور روزے کا پابند تھا، اس لئے بیٹے نے کہا: والد صاحب! اگر ابھی آپریشن کروائیں گے تو میری نماز اور روزے جائیں گے، اس لئے رمضان شریف کے بعد آپریشن کروائیں گے۔ اس دوران علاج چلتا رہا تھا، رمضان شریف گزر جانے کے بعد پھر لڑکے کو آپریشن کا کہا تو لڑکے نے کہا: والد صاحب! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے نماز پڑھی اور روزے بھی پورے ماہ کے رکھے، اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتا رہا، اب مجھ کو کان میں کوئی تکلیف نہیں، آپریشن نہیں کروانا۔ خیر اس کے بعد تقریباً ایک سال کے بعد کان میں شدید تکلیف ہوئی، اور آپریشن کروانا پڑا، آپریشن کامیاب نہ ہوا اور لڑکے کا انتقال ہوگیا۔ اب میرا ذہن تین سال سے بہت پریشان رہتا ہے، کیا پہلے آپریشن کرواتے تو کیا میرا بیٹا موت سے بچ جاتا؟ چوبیس گھنٹے ذہن بہت پریشان رہتا ہے، میں نماز پڑھتا ہوں تو ذہن میں یہی بات آجاتی ہے، کاش! میں اپنے جوان بیٹے کا پہلے آپریشن کروالیتا تو میرا بیٹا بچ جاتا۔ برائے مہربانی کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیں کہ اگر پہلے آپریشن کروالیتے تو جان بچ جاتی؟

جواب:... آپ کو بیٹے کی جواں مرگ کا صدمہ ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اَجر وصبر عطا فرمائے۔ جہاں تک موت کا تعلق ہے، وہ اَٹل اور قطعی چیز ہے، کسی نہ کسی بہانے موت آکر رہتی ہے۔ اس لئے آپ کا یہ خیال صحیح نہیں کہ اگر ایک سال پہلے آپریشن کرالیتے تو شاید زندگی بچ جاتی۔ قضائے اِلٰہی کے سامنے بندے کی تدبیریں کچھ نہیں کرتیں، اس لئے آپ اس کو سوچنا چھوڑ دیں اور خواہ مخواہ پریشان نہ ہوں، جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا، ہوا۔ "اِنَّـا لِلهِ وَاِنَّـآ اِلَيْـهِ رَاجِعُوْنَ" کثرت سے پڑھتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر نصیب فرمائے اور آپ کے بیٹے کو جنت نصیب فرمائے۔ (۱)

اِنسان کتنی دفعہ مرے گا اور جیئے گا؟

سوال:... قرآن شریف سے ثابت ہے کہ زندگی کے بعد موت اور موت کے بعد اَبدی زندگی۔ یوں تو اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں، جتنی بار چاہیں ماریں اور جلائیں، لیکن ان کے کلام میں ردّ وبدل نہیں ہوسکتا۔ درج ذیل واقعات سے پتا چلتا ہے کہ انسان ایک بار پھر زندہ ہوا، پھر مرا، پھر زندہ ہوگا۔ ۱:... بحوالہ سورۂ بقرہ، رُکوع: ۲، کے بعد حضرت عزیر پیغمبر تھے، اور بخت نصر ایک کافر بادشاہ تھا، شہر بیت المقدس کو اس نے ویران کیا، حضرت عزیر کا جب اِدھر سے گزر ہوا تو انہوں نے تعجب کیا کہ یہ شہر پھر کیونکر آباد ہوگا؟ بس اسی جگہ ان کی رُوح قبض ہوئی، سو برس بعد زندہ ہوئے تو دیکھا کہ شہر آباد ہوگیا ہے۔ ۲:... حضرت ایوب کے بیٹے چھت کے نیچے دَب کر مرگئے پھر زندہ کئے گئے۔ ۳:... حضرت موسیٰ نے مردوں کو زندہ کیا، وہ پھر مرے، پھر زندہ ہوں گے۔ ۴:... قبر میں بھی سوال وجواب کے لئے

---

(۱) "اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ". (یونس: ۴۹)۔ أيضًا وأجمعت الأمّة على أن الموت ليس له سن معلوم ولَا زمن معلوم ولَا مرض معلوم ... الخ. (التذكرة للقرطبي ص: ۱۰، طبع دار الكتب العلمية، بيروت).

زندہ کیا جائے گا۔

جواب:... زندگی کے بعد موت اور موت کے بعد اَبدی زندگی تو ایک عام اُصول ہے۔ اور جو واقعات آپ نے ذکر کئے ہیں، یہ اِستثنائی صورتیں ہیں۔ آپ نے ۳ نمبروں میں جو واقعات ذکر کئے ہیں، وہ مستثنیات میں سے ہیں، اور قبر کی زندگی کا تعلق دُنیا سے نہیں، بلکہ برزخ سے ہے، اور برزخ میں جو زندگی ملتی ہے وہ ہمارے شعور و اِدراک سے ماوراء ہے، جیسا کہ "وَلٰـکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ" میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔[1]

کیا موت کی موت سے انسان صفتِ اِلٰہی میں شامل نہیں ہوگا؟

سوال:... آخرت میں موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لاکر ذبح کردیا جائے گا، اس سے تو ہمیشہ کی زندگی لازم آگئی جو حق تعالیٰ کی صفت ہے، پھر "مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ" بھی فرمایا ہے حالانکہ زمین آسمان سب لپیٹ دیئے جائیں گے، "یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ"۔

جواب:... اہلِ جنت کی ہمیشہ کی زندگی اِمکانِ عدم کے ساتھ ہوگی اور حق تعالیٰ شانہٗ کے لئے ہمیشہ کی زندگی بغیر اِمکانِ عدم کے ہے، اور اِمکان ایک ایسا عیب ہے جس کے ہوتے ہوئے اور کسی نقص کی ضرورت نہیں رہ جاتی: "اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ" میں اسی اِمکان کا ذکر ہے۔[2]

اگر مرتے وقت مسلمان کلمہ طیبہ نہ پڑھ سکے تو کیا ہوگا؟

سوال:... اگر کوئی مسلمان مرتے وقت کلمہ طیبہ نہ پڑھ سکے اور بغیر پڑھے انتقال کرجائے تو کیا وہ مسلمان مرا اس کی حیثیت کچھ اور ہوگی؟

جواب:... اگر وہ زندگی بھر مسلمان رہا ہے تو اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا اور مسلمانوں کا برتاؤ اس کے ساتھ کیا جائے گا۔[3]

زندگی سے بیزار ہوکر موت کی دُعائیں کرنا

سوال:... زید اپنی زندگی سے بیزار ہے، اس لئے وہ اپنی موت کی دُعائیں مانگتا ہے، کیا اس حالت میں اس کا یہ فعل جائز ہے؟

---

(۱) وقوله تعالٰى: "وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتٌ، بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ" يخبر تعالٰى أن الشهداء فى برزخهم أحياء يرزقون ..... ففيه دلالة لعموم المؤمنين أيضًا، وان كان الشهداء قد خصّصوا بالذكر فى القرآن تشريفًا لهم وتكريمًا وتعظيمًا۔ (تفسير ابن كثير ج:۱ ص:۲۰۶، طبع رشيديه كوئٹه)۔

(۲) وذكر بعض الأفاضل أن فائدته دفع توهم كون الخلود أمرًا واجبًا عليه تعالٰى لَا يمكن له سبحانه نقضه كما ذهب إليه المعتزلة حيث أخبر به جل وعلا مؤكدًا۔ (تفسير رُوح المعانى ج:۱۲ ص:۱۴۵)، فإن معناه الحكم بخلودهم فيها إلّا المدة التى شاء ربك، فههنا اللفظ يدل على أن هٰذه المشية قد حصلت جزمًا۔ (التفسير الكبير ج:۱۸ ص:۶۵)۔

(۳) والمقصود أن يموت الرجل وليس فى قلبه إلّا الله عزّ وجلّ لأن المدار على القلب وعمل القلب هو الذى ينظر فيه وتكون النجاة به۔ (التذكرة فى أحوال الموتٰى وأُمور الآخرة ص:۳۵، طبع دار الكتب العلمية، بيروت)۔

جواب:… حدیث شریف میں ہے کہ کسی مصیبت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے۔[1] دراصل موت مانگنے کی تین صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کوئی شخص دُنیوی مصائب و آلام کی وجہ سے موت مانگتا ہے، یہ جائز نہیں، بلکہ عقلاً بھی یہ احمقانہ حرکت ہے، اس لئے کہ مرنے کے بعد کی تکلیف کا تحمل اس سے بھی زیادہ مشکل ہوگا۔ مرزا غالبؔ کے بقول:

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے؟

پھر یہاں تو کم سے کم کوئی غم خواری کرنے والا ہوگا، کوئی معالج و تیماردار ہوگا، کوئی حال اَحوال پوچھنے والا ہوگا، قبر میں تو قیدِ تنہائی ہے۔ (یا اللہ! تیری پناہ!) اور پھر دُنیا کے مصائب میں ایک چیز موجبِ تسکین رہتی ہے کہ زندگی فانی ہے اور زندگی کے مصائب بھی ختم ہونے والے ہیں، قبر میں تو یہ آس بھی نہیں رہے گی۔ اس لئے مصیبت پر گھبرا کر موت کی تمنا نہیں کرنی چاہئے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگنی چاہئے، اور صبر و شکر کے ساتھ راضی برضا رہنا چاہئے۔

دُوسری صورت یہ ہے کہ آدمی فتنوں سے بچنے کے لئے موت کی تمنا کرے، اس کی اجازت ہے، چنانچہ ایک حدیث میں یہ دُعا منقول ہے: ''یا اللہ! جب آپ کسی قوم کو فتنے میں مبتلا کرنے کا ارادہ فرمائیں تو مجھے تو فتنے میں ڈالے بغیر ہی قبض کر لیجئے''۔[2]

تیسری صورت یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق میں موت کا مشتاق ہو، کیونکہ موت وہ پل ہے ''جو دوست کو دوست تک پہنچاتا ہے''۔[3] لقائے اِلٰہی کے شوق میں موت کو چاہنا حضراتِ اولیاء اللہ کی شان ہے، لیکن تقاضائے ادب یہ ہے کہ اس حالت میں بھی زبان سے موت نہ مانگنی چاہئے، اِلَّا یہ کہ یہ جذبہ اتنا غالب ہوجائے کہ آدمی کو بے بس کردے۔

زندگی سے تنگ آکر خودکشی کرنا

سوال:… زندگی سے تنگ آکر خودکشی کرنا کیا جائز ہے؟

جواب:… حرام ہے، اور بدترین گناہِ کبیرہ ہے۔[4]

کیا قبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ دِکھائی جاتی ہے؟

سوال:… ہماری فیکٹری میں ایک صاحب فرمانے لگے کہ جب کسی مسلمان کا انتقال ہوجائے اور اس سے سوال جواب شروع ہوتے ہیں تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو قبر میں بذاتِ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے

---

(۱) وعن أنس رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "لَا یتمنّینَّ أحدکم الموت من ضرّ أصابه، فإن کان لَا بدّ فاعلًا فلیقل: اللّٰهم أحینی ما کانت الحیٰوة خیرًا لی، وتوفنی إذا کانت الوفاة خیرًا لی" متفق علیه. (مشکوٰة ص:۱۳۹).

(۲) اللّٰهم انی أسئلک فعل الخیرات .... واذا أردت بقوم فتنة فتوفّنی إلیک وأنا غیر مفتون. (مستدرک حاکم عن ثوبان ج:۱ ص:۵۲۷، طبع دار الفکر، بیروت).

(۳) وقال حیان بن الأسود: الموت جسر یوصل الحبیب إلی الحبیب. (التذکرة فی أحوال الموتٰی وأُمور الآخرة ص:۶).

(۴) من قتل نفسه عمدًا یغسل .... وان کان أعظم وزرًا قتل غیره. (درمختار ج:۲ ص:۲۱۱، باب صلاة الجنازة).

ہیں۔ تو اس پر دُوسرے صاحب کہنے لگے کہ نہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود نہیں آتے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مردے کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ تو مولانا صاحب! ذرا آپ وضاحت فرمادیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورے جسمانی وجود کے ساتھ قبر میں آتے ہیں یا ان کی ایک طرح سے تصویر مردے کے سامنے پیش کی جاتی ہے، اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا جاتا ہے؟

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود تشریف لانا یا آپ کی شبیہ کا دِکھایا جانا کسی روایت سے ثابت نہیں۔ [1]

کیا مردے سلام سنتے ہیں؟

سوال:... سنا ہے کہ قبرستان میں جب گزر ہو تو کہو: "السلام علیکم یا اَہل القبور" جس شہرِ خاموشی میں آپ حضرات غفلت کی نیند سو رہے ہیں، اسی میں میں بھی اِن شاء اللہ آکر سوؤں گا۔ سوال یہ ہے کہ جب مردے سنتے نہیں تو سلام کیسے سن لیتے ہیں؟ اور اگر سلام سن لیتے ہیں تو ان سے اپنے لئے دُعا کرنے کو بھی کہا جاسکتا ہے؟

جواب:... سلام کہنے کا تو حکم ہے، بعض روایات میں ہے کہ وہ جواب بھی دیتے ہیں، اور سلام کہنے والے کو پہچانتے بھی ہیں، مگر ہم چونکہ ان کے حال سے واقف نہیں، اس لئے ہمیں صرف اس چیز پر اِکتفا کرنا چاہئے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے۔ [2]

کیا مردے سلام کا جواب دیتے ہیں؟

سوال:... ہم جیسے کم عقل لوگ بہت سی باتیں سمجھ ہی نہیں پاتے، اور بلاوجہ گناہگار ہوتے رہتے ہیں، رہنمائی فرمائیں۔ سنا گیا ہے کہ جب کوئی قبرستان میں داخل ہو تو "السلام علیکم یا اَہل القبور" وغیرہ پڑھنا چاہئے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قبرستان میں تو کوئی حاضر یا موجود نہیں تو سلام کیسے کیا جاتا ہے؟ اور جب کوئی حاضر نہیں تو جواب کون دیتا ہے، کیونکہ لفظ "یا" حاضر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

جواب:... مردوں کو مخاطب کرکے "السلام علیکم" کہا جاتا ہے، وہ آپ کا سلام سن کر جواب بھی دیتے ہیں۔ [3]

---

(۱) وفی روایة عند أحمد والطبرانی: ما تقول فی هٰذا الرجل؟ قال: من؟ قال: محمد، فیقول ...إلخ۔ قال ابن حجر: ولَا یلزم من الْإشارة ما قیل من رفع الحجب بین المیت وبینه صلی الله علیه وسلم حتّٰی یراه ویسئل عنه لأن مثل ذٰلک لَا یثبت بالْإحتمال علٰی أنه مقام إمتحان وعدم رؤیة شخصه الکریم أقویٰ فی الْإمتحان، قلت: وعلٰی تقدیر صحته یحتمل أن یکون مفید البعض دون بعض، والأظهر أن یکون مختصا بمن أدرکه فی حیاته علیه الصلاة والسلام وتشرف برُؤیة طلعته الشریفة۔ (مرقاة شرح مشکٰوة ج:۱ ص:۱۶۵، باب إثبات عذاب القبر، الفصل الأوّل)۔

(۲) ما من أحد یمر بقبر أخیه المؤمن کان یعرفه فیسلم علیه إلّا عرفه وردّ علیه السلام۔ (کتاب الروح ص:۱۳، الجامع الصغیر ج:۲ ص:۱۵۱، التذکرة ص:۱۶۵، الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۷۰ واللفظ لهٗ)۔

(۳) عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ما من أحد یمر بقبر أخیه المؤمن کان یعرفه فی الدُّنیا فیسلم علیه إلّا عرفه، وردّ علیه السلام ...الخ۔ (التذکرة للقرطبی ص:۱۶۵، باب ما جاء ان المیّت یسمع ما یقال، کتاب الروح ص:۱۳، الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۷۰ واللفظ لهٗ)۔

مردہ دفن کرنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے

سوال:... بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کو دفن کیا جاتا ہے اور دفن کرنے والے لوگ جب واپس آتے ہیں تو مردہ ان واپس جانے والوں کی چپل کی آواز سنتا ہے۔ عذابِ قبر حق ہے یا نہیں؟

جواب:... عذابِ قبر حق ہے،[۱] اور مردے کا واپس ہونے والوں کے جوتے کی آہٹ کو سننا صحیح بخاری کی حدیث میں آیا ہے (ج:۱ ص:۱۷۸)۔[۲]

کیا مردے سن سکتے ہیں؟

سوال:... مردے سن بھی سکتے ہیں کہ نہیں؟

جواب:... اس مسئلے پر سلف کے زمانے سے اختلاف چلا آتا ہے،[۳] بہرحال ان کو سلام کہنے کا حکم ہے، اگر وہ سلام نہ سنتے اور اس کا جواب نہ دیتے، تو ان کو سلام کہنے کا حکم نہ دیا جاتا۔[۴]

کیا قبر پر تلاوت، دُعا، مردہ سنتا ہے؟

سوال:... اپنے عزیز و اقارب کے لئے فاتحہ، تلاوتِ قرآن یا دُعا جو قبر پر کھڑے ہوکر مردے کے ایصالِ ثواب یا مغفرت کے لئے مانگی جائے مردہ سنتا ہے یا اسے پہچانتا ہے کہ آنے والا یہ فلاں شخص ہے؟

جواب:... حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ: جب قبر پر جاؤ تو ان کو "السلام علیکم یا أهل القبور" کہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آنے والے کو پہچانتے بھی ہیں۔[۵]

---

(۱) وعذاب القبر .... ثابت بالدلائل السمعية. (شرح عقائد ص:۹۸). وقد تواترت الأخبار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في ثبوت عذاب القبر ونعيمه لمن كان لذٰلک أهلًا. وسؤال المَلَكين، فيجب اعتقاد ثبوت ذٰلک والإيمان به. (شرح العقيدة الطحاوية ص:۴۵۰، طبع المكتبة السلفية لاهور).

(۲) عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ان العبد اذا وضع في قبره وتولّٰى عنه أصحابه انه يسمع قرع نعالهم. (بخاري ج:۱ ص:۱۷۸، باب الميت يسمع خفق النعال).

(۳) فتاویٰ رشيدية ص:۲۲۲ كتاب العقائد، طبع محمد علي كارخانه اسلامي كتب، لاهور.

(۴) وقد شرع النبي صلى الله عليه وسلم لأمّته، إذا سلّموا علٰى أهل القبور أن يسلِّموا عليهم سلام من يخاطبونه فيقول: السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وهٰذا خطاب لمن يسمع ويعقل، ولولَا ذٰلک، لكان هٰذا الخطاب بمنزلة خطاب المعدوم والجماد، والسلف مجمعون علٰى هٰذا. (كتاب الروح ص:۱۰، المسئلة الأولٰى، طبع دار الكتب العلمية، بيروت).

(۵) عن بريدة رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلّمهم اذا خرجوا الى المقابر، السلام عليكم يا أهل الديار .... الخ. (مشكوٰة ص:۱۵۴، باب زيارة القبور). أيضًا عن ابن عباس قال: مر النبي صلى الله عليه وسلم بقبور بالمدينة فأقبل عليهم بوجهه، فقال: السّلام عليكم يا أهل القبور، يغفر الله لنا ولكم، أنتم سلفنا ونحن بالأثر. رواه الترمذي. (مشكوٰة ص:۱۵۴). قال ابن عبدالبر: ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: ما من مسلم يمر علٰى قبر أخيه كان يعرفه في الدنيا، فيسلّم عليه إلّا رَدّ الله عليه روحه حتّٰى يردّ عليه السلام، فهٰذا نص في أنه يعرفه بعينه، ....

(باقی اگلے صفحے پر)

مُردے کو مخاطب کرکے کہنا کہ: ''مجھے معاف کردینا'' دُرست نہیں

سوال:... اکثر لوگ مرنے والے شخص کی قبر پر یا مرنے کے بعد اس کو مخاطب کرکے کہتے ہیں کہ: ''ہمیں معاف کردینا'' کیا مرنے والا شخص یہ سب باتیں سنتا ہے؟

جواب:... مردے کو خطاب کرکے یہ کہنا کہ مجھے ''معاف کردینا'' صحیح نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ سے کہنا چاہئے کہ یا اللہ! مجھ سے جو حق تلفیاں ہوئی ہیں، ان کو معاف کردے۔[۱]

فتنۂ قبر سے کیا مراد ہے؟

سوال:... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دُعا کیا کرتے تھے کہ: ''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سستی اور کاہلی سے، اور انتہائی بڑھاپے سے (جو آدمی کو بالکل ہی ازکار رفتہ کردے) اور قرضے کے بوجھ سے اور ہر گناہ سے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں آگ کے عذاب سے اور آگ کے فتنے سے اور فتنۂ قبر سے اور عذابِ قبر سے، اور دولت وثروَت کے فتنے سے اور مفلسی اور محتاجی کے فتنے کے شر سے، اور فتنۂ مسیح دجال کے شر سے، اے میرے اللہ! میرے گناہوں کے اثرات دھودے اولے اور برف کے پانی سے اور میرے دِل کو (گندے اعمال اور اخلاق کی گندگیوں سے) اس طرح پاک فرما جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے، اور میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دُوری پیدا کردے جتنی دُوری تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان کردی ہے۔'' (صحیح بخاری اور مسلم)۔ مولانا صاحب! آپ سے معلوم کرنا تھا کہ اس دُعا میں عذابِ قبر سے تو قبر کا عذاب مراد ہے، ''فتنۂ قبر'' سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے مراد قبر پرستی کا فتنہ ہوسکتا ہے؟ جس نے آج اُمتِ مسلمہ میں شرک اور بت پرستی کے دروازے کھول رکھے ہیں۔

جواب:... ''فتنۂ قبر'' سے قبر کے اندر فرشتوں کا سوال وجواب مراد ہے۔ ''فتنہ'' کے معنی آزمائش اور امتحان کے بھی آتے ہیں۔[۲]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)............ ویرد علیہ السلام ...إلخ. (کتاب الروح لِابن قیم ص:۱۰، المسئلة الأولٰی، طبع دار الکتب العلمیة، بیروت). أیضًا: الأحادیث والآثار تدل علٰی أن الزائر متٰی جاء علم به المزور وسمع کلامه وردّ علیه سلامه علیه. (شرح الصدور ص:۲۲۴، طبع دار الکتب العلمیة، بیروت).

(۱) وإذا کانت المظالم فی الأعراض کالقذف والغیبة فیجب فی التوبة منها مع ما قدمناه فی حقوق الله تعالٰی أن یخبر أصحابها بما قال من ذٰلک ویتحللها منهم فإن تعذر ذٰلک فلیعزم علٰی أنه متٰی وجدهم تحلل منهم فإذا حللوه سقط عنه ما وجب علیه لهم فإن عجز عن ذٰلک کله بأن کان صاحب الغیبة میتًا أو غائبًا مثلًا فلیستغفر الله تعالٰی والمرجو من فضله أن یرضی خصماءه فإنه جواد کریم. (ارشاد الساری ص:۳ طبع دار الفکر، بیروت).

(۲) عن أسماء بنت أبی بکر (رضی الله عنهما) قالت: قام رسول الله صلی الله علیه وسلم خطیبًا، فذکر فتنة القبر التی یفتن فیها المرء، فلما ذکر ذٰلک ضج المسلمون ضجّة. رواه البخاری. (مشکوٰة ص:۲۶). ونؤمن بعذاب القبر لمن کان له أهلًا، وسؤال منکر ونکیر فی قبره عن ربّه ودینه ونبیّه علٰی ما جائت به الأخبار عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ...الخ. (عقیدة الطحاویة مع شرحه ص:۴۴۷)، وفی المرقاة: فتنة القبر أی وعذابه أو ابتلائه والإمتحان فیه. (ج:۱ ص:۱۷۵).

سوال:... آگ کے عذاب سے تو دوزخ کا عذاب ہی مراد ہے، مگر "فتنۂ نار" یا "آگ کے فتنے" سے کیا مراد ہے؟

جواب:... دونوں کا ایک ہی مطلب ہے، "فتنہ" کے ایک معنی عذاب کے بھی ہیں۔[1]

قبر کا عذاب برحق ہے؟

سوال:... فرض کریں تین اشخاص ہیں، تینوں کی عمریں برابر ہیں اور تینوں برابر کے گناہ کرتے ہیں، لیکن پہلا شخص صدیوں پہلے مرچکا ہے، دُوسرا قیامت سے ایک روز پہلے مرے گا اور جبکہ تیسرا قیامت تک زندہ رہتا ہے۔ اگر قبر کا عذاب برحق ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا تو اس رُو سے پہلا شخص صدیوں سے قیامت تک قبر کے عذاب میں رہے گا، دُوسرا شخص صرف ایک دن قبر کا عذاب اُٹھائے گا، جبکہ تیسرا قبر کے عذاب سے بچ جائے گا، کیونکہ وہ قیامت تک زندہ رہتا ہے، لیکن قبر کے عذاب میں یہ تفریق نہیں ہوسکتی، کیونکہ تینوں کی عمریں برابر ہیں اور گناہ بھی برابر ہیں۔ آپ قرآن اور حدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں۔

جواب:... قبر کا عذاب وثواب برحق ہے اور اس بارے میں قرآنِ کریم کی متعدّد آیات اور احادیثِ متواترہ وارِد ہیں،[2] ایسے اُمور کو محض عقلی شبہات کے ذریعہ رَدّ کرنا صحیح نہیں۔[3] ہر شخص کے لئے برزخ کی جتنی سزا حکمتِ اِلٰہی کے مطابق مقرّر ہے وہ اس کو مل جائے گی،[4] خواہ اس کو وقت کم ملا ہو یا زیادہ، کیونکہ جن لوگوں کا وقت کم ہو، ہوسکتا ہے کہ ان کی سزا میں اسی تناسب سے اضافہ کردیا جائے۔ عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے،[5] اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔

قبر کے حالات برحق ہیں

سوال:... شریعت میں قبر سے کیا مراد ہے؟ سنا ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں ایک باغ ہوتی ہے یا جہنم کا ایک گڑھا۔ ایک ایک قبر میں کئی کئی مردے ہوتے ہیں، اگر ایک کے لئے باغ ہے تو اس میں دُوسرے کے لئے گڑھا کس طرح ہوگی؟

۲:... سنتے ہیں کہ فرشتے مردے کو اُٹھا کر قبر میں بٹھادیتے ہیں، تو کیا قبر اتنی کشادہ اور اُونچی ہوجاتی ہے؟

---

(۱) فذكر فتنة القبر أى وعذابه أو ابتلائه والإمتحان فيه ...الخ. (مرقاة شرح مشكوٰة ج:۱ ص:۱۷۵، طبع بمبئى).

(۲) وعذاب القبر للكافرين ولبعض عصاة المؤمنين وتنعيم أهل الطاعة فى القبر .... ثابت بالدلائل السمعية. (شرح عقائد ص:۹۸). ونؤمن ...... بعذاب القبر لمن كان أهلًا ..... علىٰ ما جائت به الأخبار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وعن الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين، والقبر روضة من رياض الجنّة أو حفرة من حفر النيران ...الخ. (شرح العقيدة الطحاوية ص:۴۴۷، طبع المكتبة السلفية لَاهور).

(۳) قال المروزى: قال أبوعبدالله: عذابا لقبر حق لَا ينكره إلّا ضال أو مضل. (كتاب الروح لِابن القيم ص:۸۰، المسئلة السادسة، طبع دار الكتب العلمية، بيروت).

(۴) فصل: ومما ينبغى أن يعلم أن عذاب القبر هو عذاب البرزخ فكل من مات وهو مستحق للعذاب ناله نصيب منه، قبر أو لم يقبر. (ايضًا كتاب الروح ص:۸۱).

(۵) عن عائشة رضى الله عنها .... قالت عائشة رضى الله عنها: فما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم: بعد صلّى صلاة إلّا تعوذ بالله من عذاب القبر. متفق عليه. (مشكوة ص:۲۵، باب إثبات عذاب القبر، الفصل الأوّل).

۳:...سنا ہے سانس نکلتے ہی فرشتے رُوح آسمان پر لے جاتے ہیں پھر وہ واپس کس طرح اور کیوں آتی ہے؟ قبر کے سوال و جواب کے بعد کہاں ہوتی ہے؟

جواب:...قبر سے مراد وہ گڑھا ہے جس میں میّت کو دفن کیا جاتا ہے۔[1] اور "قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے" یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔[2] ایک ایک قبر میں اگر کئی کئی مردے ہوں تو ہر ایک کے ساتھ معاملہ ان کے اعمال کے مطابق ہوگا۔[3] اس کی حسی مثال خواب ہے، ایک ہی بستر پر دو آدمی سو رہے ہیں، ایک تو خواب میں باغات کی سیر کرتا ہے اور دُوسرا سخت گرمی میں جلتا ہے، جب خواب میں یہ مشاہدے روزمرہ ہیں تو قبر کا عذاب و ثواب تو عالمِ غیب کی چیز ہے، اس میں کیوں اِشکال کیا جائے...؟[4]

۲:...جی ہاں! مردے کے حق میں اتنی کشادہ ہو جاتی ہے، ویسے آپ نے کبھی قبر دیکھی ہو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ قبر اتنی ہی بنائی جاتی ہے جس میں آدمی بیٹھ سکے۔

۳:...حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ رُوح میّت میں لوٹائی جاتی ہے،[5] اب رُوح خواہ علّیّین یا سجّین میں ہو، اس کا ایک خاص تعلق بدن سے قائم کر دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے بدن کو بھی ثواب یا عذاب کا احساس ہوتا ہے،[6] مگر یہ معاملہ عالمِ غیب کا ہے، اس لئے ہمیں میّت کے احساس کا عام طور سے شعور نہیں ہوتا۔ عالمِ غیب کی جو باتیں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں، ہمیں ان پر اِیمان لانا چاہئے۔ صحیح مسلم (ج:۲ ص:۳۸۶) کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا کہ تم کو بھی عذابِ قبر سنادے جو میں سنتا ہوں۔"[7]

---

(۱) جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے: "وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ" (التوبة:۸۴)، "اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ" (العادیات:۱۱)۔

(۲) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "اِنّما القبر روضة من ریاض الجنّة أو حفرة من حفر النّار"۔ (ترمذی ج:۲ ص:۶۹، أبواب صفة القیامة، طبع مکتبه رشیدیه، ساهیوال)۔

(۳) بل أعجب من هٰذا ان الرجلین یدفنان، أحدهما إلٰی جنب الآخر وهٰذا فی حفرة من حفر النار لَا یصل حرها إلٰی جاره، وذٰلک فی روضة من ریاض الجنّة لَا یصل روحها ونعیمها إلٰی جاره۔ (کتاب الروح ص:۹۲)۔

(۴) وأعجب من ذٰلک انک تجد النائمین فی فراش واحد، وهٰذا روحه فی النعیم، ویستیقظ وأثر النعیم علٰی بدنه، وهٰذا روحه فی العذاب ویستیقظ وأثر العذاب علٰی بدنه، ولیس عند أحدهما خبر بما عند الآخر، فأمر البرزخ أعجب من ذٰلک۔ (کتاب الروح ص:۹۰، المسئلة السابعة)۔

(۵) عن البراء بن عازب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ...... وأما الکافر فذکر موته قال: ویعاد روحه فی جسده ...الخ۔ (مشکوٰة ص:۲۵)۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: کتاب الروح لِابن قیم ص:۵۸ تا ۸۶ المسئلة السادسة۔

(۶) واعلم أن أهل الحق اتفقوا علٰی أن الله تعالٰی یخلق فی المیت نوع حیاةٍ فی القبر قدر ما یتألم أو یتلذذ۔ (شرح فقه اکبر ص:۱۲۳ طبع دهلی)۔ أیضًا: فقد کفانا رسول الله صلی الله علیه وسلم أمر هٰذه المسألة، واغنانا عن اقوال الناس، حیث صرح بإعادة الروح إلیه فقال البراء بن عازب ...إلخ۔ (کتاب الروح ص:۵۸، المسئلة السادسة، طبع دار الکتب العلمیة، بیروت)۔

(۷) عن زید بن ثابت ...... فقال: ان هٰذه الأمّة تبتلی فی قبورها، فلولَا أن لَا تدافنوا لدعوت الله أن یسمعکم من عذاب القبر الذی اسمع منه ...الخ۔ (صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۸۶، باب عرض مقعد المیت ..... واثبات عذاب القبر والتعوذ منه)۔

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

الف:... قبر کا عذاب برحق ہے۔

ب:... یہ عذاب سنا جاسکتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنتے تھے، یہ حق تعالیٰ شانہ کی حکمت اور غایت رحمت ہے کہ ہم لوگوں کو عام طور سے اس عذاب کا مشاہدہ نہیں ہوتا، ورنہ ہماری زندگی اجیرن ہوجاتی اور غیب، غیب نہ رہتا، مشاہدہ میں تبدیل ہوجاتا۔

ج:... یہ عذاب اسی گڑھے میں ہوتا ہے جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے اور جس کو عرفِ عام میں "قبر" کہتے ہیں، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ: "اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے تو......" ظاہر ہے کہ اگر عذاب اس گڑھے کے علاوہ کسی اور "برزخی قبر" میں ہوا کرتا تو تدفین کو ترک کرنے کے کوئی معنی نہیں تھے۔

قبر کا عذاب وثواب برحق ہے

سوال:... "جنگ" اخبار میں آپ نے ایک سوال کے جواب میں قبر کے عذاب وثواب کو قرآن وحدیث سے قطعی ثابت ہونے کو فرمایا ہے، اور یہ کہ اس پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ میں اس گتھی کو سمجھنے کے لئے برس ہا برس سے کوشش کر رہا ہوں اور کئی علماء کو خط لکھے مگر تسلی بخش جواب نہ مل سکا۔ قرآنِ حکیم میں کئی جگہ کچھ اس طرح آیا ہے کہ ہم نے زندگی دی ہے، پھر تمہیں موت دیں گے اور پھر قیامت کے روز اُٹھائیں گے، یا سورۂ بقرہ میں دو موت اور دو زندگی کا ذکر ہے یعنی تم مردہ تھے ہم نے زندگی عطا کی پھر تمہیں موت دیں گے اور قیامت کے دن پھر اُٹھائیں گے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ایک تو دُنیا کی زندگی ہے، دُوسری آخرت کی۔ جب یہ صرف دو زندگیاں ہیں تو قبر کی زندگی کون سی ہے؟ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ حساب کے دن ہی فیصلہ ہوگا، اس سے پیشتر کیا فیصلہ؟

جواب:... اہلِ سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے اور یہ مضمون متواتر احادیثِ طیبہ میں وارِد ہے،[1] ظاہر ہے کہ برزخ کے حالات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے بہتر جانتے تھے۔ اس لئے اس عقیدے پر ایمان لانا ضروری ہے اور محض شبہات کی بنا پر اس کا انکار صحیح نہیں۔[2] رہا آپ کا یہ شبہ کہ قرآنِ کریم میں دو موتوں اور دو زندگیوں کا ذکر آتا ہے، یہ استدلال عذابِ قبر کی نفی نہیں کرتا، کیونکہ قبر کی زندگی محسوس ومشاہد نہیں، اسی لئے اس کو برزخی زندگی کہا جاتا ہے، اور قرآنِ کریم کی جن آیات میں دو زندگیوں کا ذکر ہے، اس سے محسوس ومشاہد زندگیاں مراد ہیں۔

اور آپ کا یہ کہنا تو صحیح ہے کہ: "حساب کے دن ہی فیصلہ ہوگا" مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دُنیا میں یا برزخ میں نیک وبداَعمال کا کوئی ثمرہ ہی مرتب نہ ہو، قرآن وحدیث کے بے شمار نصوص شاہد ہیں کہ برزخ تو برزخ، دُنیا میں بھی نیک وبداَعمال پر جزا وسزا مرتب ہوتی

---

(۱) وقد تواترت الأخبار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في ثبوت عذاب القبر ونعيمه لمن كان لذالك أهلًا. (شرح العقيدة الطحاويه ص:۴۵۰، طبع مكتبة السلفية، لاهور).

(۲) وهٰذا كما انه مقتضى السنة الصحيحة فهو متفق عليه بين أهل السُّنَّة، قال المروزي: قال أبوعبدالله: عذاب القبر حق لَا ينكره إلّا ضال أو مضل ...إلخ. (كتاب الروح ص:۸۰، المسئلة السادسة، طبع دار الكتب العلمية، بيروت).

ہے، اور برزخی زندگی کا تعلق دُنیا سے زیادہ آخرت سے ہے، اس لئے اس میں جزا و سزا کے ثمرات کا مرتب ہونا بالکل قرینِ قیاس ہے۔

عذابِ قبر کا اِنکار کفر ہے

سوال:... عذابِ قبر کے متعلق قرآن کی کیا تعلیمات ہیں؟

جواب:... قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہ سے عذابِ قبر کا ہونا ثابت ہے، اس لئے اس کا انکار کفر ہے۔[1]

کیا مسلم و کافر سب کو عذابِ قبر ہوگا؟

سوال:... کیا عذابِ قبر صرف مسلمانوں کو ہوگا یا دیگر مذاہب کے لوگوں پر بھی ہوگا؟

جواب:... تمام لوگوں کو عذابِ قبر کے مرحلے سے گزرنا ہوگا۔[2]

قبر کا عذاب کس حساب سے اور کب تک دیا جاتا ہے؟

سوال:... انسان کے مرنے کے بعد کیا قبر میں جزا و سزا مل جاتی ہے، اگر قبر میں جزا و سزا اس کے اعمال کے مطابق دے دی جاتی ہے تو قیامت کے بعد کس طرح فیصلہ کیا جائے گا؟ کیونکہ اعمال کی جزا و سزا تو قبر میں مل گئی۔ اگر ایک انسان اپنے اعمالِ بد کی وجہ سے قبر میں سزا بھگت رہا ہے اور اس نے قبر میں سو سال، دو سو سال سزا پائی تو کیا قیامت میں اس کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا؟ کیا اس کے اعمالِ بد کی وجہ سے اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جبکہ وہ قبر میں کافی مدّت اپنی سزا پاچکا ہے؟ کیا قبر میں سزا کی مدّت مقرّر ہے کہ اتنی مدّت کے بعد اسے عذاب سے نجات مل جائے گی؟ یا اس کی مدّت روزِ قیامت ہے؟ ایسا ہے تو جو لوگ قیامت سے ہزار برس پہلے مرگئے وہ تو ایک بڑی مصیبت میں پڑ گئے اور جو قیامت سے چند گھنٹے پہلے مرا اس کا فیصلہ جلد ہوگیا۔

جواب:... قبر کا عذاب و ثواب برحق ہے۔[3] قرآنِ کریم میں اِجمالاً اس کا ذکر ہے،[4] اور بہت سی احادیث میں

---

(۱) وعذاب القبر للكافرين ولبعض عصاة المؤمنين .... ثابت بالدلائل السمعية. (شرح العقائد ص:۹۸)، (الأصل الثالث) عذاب القبر وقد ورد الشرع به قال الله تعالىٰ: "اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا، وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ" واشتهر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم والسّلف الصالح الإستعاذة من عذاب القبر وهو ممكن فيجب التصديق به. (احياء علوم الدين ج:۱ ص:۱۱۴، طبع دار المعرفة، بيروت).

(۲) وقد تواترت الأخبار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في ثبوت عذاب القبر ونعيمه لمن كان لذالك أهلًا. (شرح العقيدة الطحاويه ص:۴۵۰) وفي حديث زيد بن ثابت رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: ان هذه الأمّة تبتلى في قبورها. (شرح عقيدة الطحاويه ص:۴۵۳، صحيح مسلم ج:۲ ص:۳۸۶، طبع قديمى كراچى).

(۳) وعذاب القبر للكافرين، ولبعض عصاة المؤمنين، وسؤال منكر ونكير، ثابت بالدلائل السمعية، لأنها من أمور الممكنة. (شرح عقائد ص:۹۸، ۹۹، طبع مكتبه خير كثير كراچى).

(۴) (الأصل الثالث) عذاب القبر، وقد ورد الشرع به، قال الله تعالىٰ: "اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا، وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ" واشتهر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم والسّلف الصالح الإستعاذة من عذاب القبر. (احياء علوم الدين ج:۱ ص:۱۱۴، طبع دار المعرفة، بيروت).

تفصیلاً،[1] اور اس پر اہلِ حق اہلِ سنت والجماعت کا اجماع و اتفاق بھی ہے۔[2] نیک و بد اَعمال کی کچھ نہ کچھ سزا و جزا دُنیا میں بھی ملتی ہے، اور کچھ قبر میں ملتی ہے،[3] پوری آخرت میں ملے گی۔ دُنیوی سزا اور قبر کی سزا کے باوجود جس شخص کی بدیوں کا پلہ بھاری ہوگا، اس کو دوزخ کی سزا بھی ملے گی، حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے معاف فرمادیں تو ان کی شانِ کریمی ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ مسلمان کے لئے دُنیوی سزا اور قبر کی سزا سے دوزخ کے عذاب میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔[4] عذابِ قبر کب تک رہتا ہے؟ اس سلسلے میں کوئی بات قطعیت کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی، کیونکہ لوگوں کے حالات مختلف ہیں، اور ان کے حالات کے مطابق کم یا زیادہ عذاب ہوتا ہے۔ ان تحقیقات کے بجائے آدمی کے کام کی چیز یہ ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ کون کون سی چیزیں بطورِ خاص عذابِ قبر کی موجب ہیں، تاکہ ان سے بچنے کا اہتمام کیا جائے، اور کون کون سی چیزیں عذابِ قبر سے بچانے والی ہیں، تاکہ ان کے کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ افسوس ہے! کہ ہم لوگ غیرضروری باتیں پوچھتے ہیں اور ضرورت کی چیز نہیں پوچھتے۔

حشر کے حساب سے پہلے عذابِ قبر کیوں؟

سوال:... حشر کے روز اِنسان کو اس کے حساب کتاب کے بعد جزا یا سزا ملے گی، پھر یہ حساب کتاب سے پہلے عذابِ قبر کیوں؟ ابھی تو اس کا مقدمہ ہی پیش نہیں ہوا اور فیصلے سے پہلے سزا کا عمل کیوں شروع ہوجاتا ہے؟ مجرم کو قید تو کیا جاسکتا ہے، مگر فیصلے سے پہلے اسے سزا نہیں دی جاتی، پھر یہ عذابِ قبر کس مد میں جائے گا؟ برائے کرم تفصیل سے جواب عنایت فرماکر مشکور فرمائیں۔

جواب:... پوری جزا و سزا تو آخرت ہی میں ملے گی۔ جبکہ ہر شخص کا فیصلہ اس کے اعمال کے مطابق چکایا جائے گا، لیکن بعض اعمال کی کچھ جزا و سزا دُنیا میں بھی ملتی ہے، جیسا کہ بہت سی آیات و احادیث میں یہ مضمون آیا ہے، اور تجربہ و مشاہدہ بھی اس کی تصدیق

---

(۱) وقد تواترت الأخبار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى ثبوت عذاب القبر ونعيمه لمن كان لِذالك أهلًا. (شرح العقيدة الطحاوية ص:۴۵۰). قالت عائشة رضى الله عنها: فما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد، صلّى صلٰوة إلّا تعوّذ بالله من عذاب القبر. متفق عليه. (مشكوٰة ص:۲۵، باب إثبات عذاب القبر). تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: كتاب الروح ص:۴۲ تا ۱۱۰، طبع دار الكتب العلمية، بيروت، وشرح الصدور ص:۱۲۰ تا ۱۸۲، طبع دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲) فصل: فإذا عرفت هٰذه الأقوال الباطلة فلتعلم أنه مذهب سلف الأمّة وأئمتها ان الميت إذا مات يكون فى نعيم أو عذاب وان ذٰلك يحصل لروحه وبدنه. (كتاب الروح لِابن قيم ص:۴۳، ۴۴ المسئلة السادسة). أيضًا: بل العذاب والنعيم على النفس والبدن جميعًا بإتفاق أهل السُّنَّة والجماعة ...إلخ. (كتاب الروح ص:۴۲).

(۳) وعن أبى سعيد عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: ما يصيب المسلم من نصب ولَا وصب ولَا همّ ولَا حزن ولَا أذى ولَا غم حتّى الشوكة يشاكها إلّا كفّر الله بها من خطاياه. متفق عليه. (مشكوٰة ص:۱۳۴). وعن أبى بكرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل الذنوب يغفر الله منها ما شاء إلّا عقوق الوالدين فإنه يعجّل لصحابه فى الحيوٰة قبل الممات. وعن أبى بكرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من ذنب احرى ان يعجّل الله لصاحبه العقوبة فى الدنيا مع ما يدخّر له فى الآخرة من البغى وقطيعة الرحم. رواه الترمذى، وأبوداوٗد. (مشكوٰة ص:۴۲۰، ۴۲۱، باب البر والصلة).

(۴) لو كان عليه ذنب لكفر بعذاب القبر، وان لم ينج منه، أى: لم يتخلص من عذاب القبر ولم يكفر ذنوبه به، وبقى عليه شيء مما يستحق العذاب به، فما بعده أشد منه ...الخ. (مرقاة ج:۱ ص:۱۷۲، باب إثبات عذاب القبر).

کرتا ہے۔ اسی طرح بعض اعمال پر قبر میں بھی جزا و سزا ہوتی ہے، اور یہ مضمون بھی احادیثِ متواترہ میں موجود ہے۔ [1] اس سے آپ کا یہ شبہ جاتا رہا کہ ابھی مقدمہ ہی پیش نہیں ہوا تو سزا کیسی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پوری سزا تو مقدمہ پیش ہونے اور فیصلہ چکائے جانے کے بعد ہی ہوگی، برزخ میں جو سزا ہوگی اس کی مثال ایسی ہے جیسے مجرم کو حوالات میں رکھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ لوگوں کے لئے برزخ کی سزا کفارۂ سیئات بن جائے، جیسا کہ دُنیوی پریشانیاں اور مصیبتیں اہلِ ایمان کے لئے کفارۂ سیئات ہیں۔ بہرحال قبر کا عذاب و ثواب برحق ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس سے ہر مؤمن کو پناہ مانگتے رہنا چاہئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص:۲۵)۔ [2]

کیا مُردے کو عذاب اسی قبر میں ہوتا ہے؟

سوال:... ہمارے ایک جاننے والے کہتے ہیں کہ مُردے کو عذاب جس قبر میں دفناتے ہیں، اس میں اس کو عذاب نہیں ہوتا، کیونکہ اگر کوئی دریا میں ڈُوب کر مرجائے یا کسی کو جنگل میں کوئی درندہ کھالے تو اس کی قبر کہاں ہے؟ ان کا کہنا ہے کہ مُردے کو عذاب برزخ میں ہوتا ہے۔ آپ جناب وضاحت فرمادیں۔

جواب:... مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھنے تک جو وقفہ گزرتا ہے، اس کو ''برزخ'' کہتے ہیں، اور اس وقفے میں جو زندگی انسان کو حاصل ہوتی ہے اس کو ''برزخی زندگی'' کہتے ہیں، قبر کا عذاب و ثواب اسی گڑھے میں ہوتا ہے، مگر اس کا تعلق دُنیا سے نہیں، برزخ سے ہے۔ [3]

ہوائی جہاز کے حادثے، سمندری حادثات والے مُردوں کو عذابِ قبر کیسے ہوتا ہے؟

سوال:... ہوائی جہاز کے حادثات میں انسان کے چیتھڑے اُڑجاتے ہیں، سمندری حادثات میں انسان کی لاشوں کو سمندری جانور کھاجاتے ہیں، اور اکثر قبروں پر عرصہ طویل بعد عمارتیں بن جاتی ہیں، ایسے حالات میں قبر میں سوال جواب یا عذاب ثواب کس طرح ہوتا ہے؟ جبکہ یہ اصل ہے۔

---

(۱) عن ابن عباس قال: مرّ النبی صلی الله علیه وسلم بقربین فقال: إنهما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر، أما أحدهما فکان لَا یستتر من البول، وفی روایة لمسلم: لَا یستتره من البول، وأما الآخر فکان یمشی بالنمیمة ...إلخ. (مشکوٰة، باب آداب الخلاء ص:۴۲).

(۲) عن عائشة .... قالت عائشة: فما رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم بعد صلّٰی صلٰوة اِلّا تعوّذ بالله من عذاب القبر. متفق علیه. (مشکوٰة، باب اثبات عذاب القبر ص:۲۵).

(۳) واعلم أن عذاب القبر هو عذاب البرزخ .... الٰی قوله .... فالحاصل ان الدور ثلاث، دار الدنیا، دار البرزخ، دار القرار .... و جعل أحکام البرزخ علی الأرواح والأبدان تبع لها .... الخ. (شرح عقیدة الطحاویه ص:۴۵۲). (الأمر التاسع) أنه ینبغی أن یعلم ان عذاب القبر ونعیمه اسم لعذاب البرزخ ونعیمه وهو ما بین الدنیا والآخرة، قال تعالٰی: ''ومن ورآئهم برزخ إلٰی یوم یبعثون'' وهٰذا البرزخ یشرف أهله فیه علی الدنیا والآخرة، وسمی عذاب القبر ونعیمه وانه روضة أو حفرة نار بإعتبار غالب الحق فالمصلوب والحرق والغرق وأکیل السباع والطیور له من عذاب البرزخ ونعیمه قسطه الذی تقتضیه أعماله وإن تنوعت اسباب النعیم والعذاب وکیفیاتهما. (کتاب الروح ص:۱۰۲، المسئلة السابعة).

جواب:... موت کے بعد بدن جس حالت میں ہو، وہی اس کی قبر ہے، اور اسی حالت پر مردوں پر برزخ کے اَحوال طاری ہوتے ہیں۔ (۱)

جو مُردے قبروں میں نہیں، انہیں عذابِ قبر کس طرح ہوتا ہے؟

سوال:... قبر ایک مقام کا نام ہے، اور عذابِ قبر کو صرف قبر سے متعلق ہونا چاہئے، جس طرح یہ کہنا صحیح نہ ہوا کہ خانۂ کعبہ مکہ سے باہر بھی ہوسکتا ہے، یا یہ کہ یادگارِ پاکستان لاہور کے علاوہ بھی ہے، اس طرح جو لوگ قبروں میں نہیں ہیں ان پر "عذابِ قبر" کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب:... جس جگہ مردہ ہو، اسی کو اس کی قبر بنادیا جاتا ہے، اور اسی میں عذابِ قبر ہوتا ہے۔ (۲)

عذابِ قبر کا احساس زندہ لوگوں کو کیوں نہیں ہوتا؟

سوال:... ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ گناہگار بندے کو قبر کا عذاب ہوگا، پُرانے زمانے میں مصری لاشوں کو محفوظ کرلیا کرتے تھے، اور آج کل اس سائنسی دور میں بھی لاشیں کئی ماہ تک سردخانوں میں پڑی رہتی ہیں، چونکہ قبر میں نہیں ہوتیں تو پھر اسے عذابِ قبر کیسے ہوگا؟

جواب:... آپ کے سوال کا منشا یہ ہے کہ آپ نے عذابِ قبر کو اس گڑھے کے ساتھ مخصوص سمجھ لیا ہے، جس میں مُردے کو دفن کیا جاتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ عذابِ قبر نام ہے اس عذاب کا جو مرنے کے بعد قیامت سے پہلے ہوتا ہے، خواہ میّت کو دفن کردیا جائے یا سمندر میں پھینک دیا جائے یا جلا دیا جائے یا لاش کو محفوظ کرلیا جائے۔ (۳) اور یہ عذاب چونکہ دُوسرے عالم کی چیز ہے، اس لئے اس عالم میں اس کے آثار کا محسوس کیا جانا ضروری نہیں، اس کی مثال خواب کی سی ہے، خواب میں بعض اوقات آدمی پر سخت تکلیف دہ حالت گزرتی ہے لیکن پاس والوں کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

---

(۱) واعلم ان عذاب القبر هو عذاب البرزخ، فكل من مات وهو مستحق للعذاب ناله نصيبه منه قُبِرَ أو لم يُقبَر، أكلته السباع أو احترق حتّٰى صار رمادًا أو نسف في الهواء أو صلب أو غرق في البحر، وصل الٰى روحه وبدنه من العذاب ما يصل الٰى المقبور۔ (شرح عقيدة الطحاويه ص: ۴۵۱ أيضًا كتاب الروح ص: ۱۰۲)۔

(۲) ومما ينبغي أن يعلم ان عذاب القبر هو عذاب البرزخ فكل من مات وهو مستحق للعذاب ناله نصيبه منه قبر أولم يقبر، فلو أكلته السباع أو احرق حتّٰى صار رمادًا ..... وصل الٰى روحه وبدنه من العذاب ما يصل الى المقبور۔ (كتاب الروح ص: ۸۱ طبع دار الكتب العلمية، بيروت)۔

(۳) ومما ينبغي أن يعلم ان عذاب القبر هو عذاب البرزخ فكل من مات وهو مستحق للعذاب ناله نصيبه منه قبر أولم يقبر، فلو أكلته السباع أو احرق حتّٰى صار رمادًا ..... وصل الٰى روحه وبدنه من العذاب ما يصل الى المقبور۔ (كتاب الروح ص: ۸۱ طبع دار الكتب العلمية، بيروت)۔

کیا قبر میں سوال و جواب کے وقت رُوح واپس آجاتی ہے؟

سوال:... جب ایک شخص کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کی رُوح پرواز کرجاتی ہے، نمازِ جنازہ کے بعد جب اس کو قبر میں دفن کرتے ہیں تو کیا اس وقت رُوح دوبارہ واپس آجاتی ہے؟ منکرنکیر کے سوالوں کا جواب کس طرح دیتی ہے؟

جواب:... قبر میں رُوح کا ایک خاص تعلق جس کی کیفیت کا ادراک ہم نہیں کرسکتے، جسم سے قائم کردیا جاتا ہے، جس سے مُردے میں حس وشعور پیدا ہوجاتا ہے۔[1]

قبر میں جسم سے رُوح کا تعلق

سوال:... انسان جب مرجاتا ہے تو اس کی رُوح اپنے مقام پر چلی جاتی ہے لیکن مُردے سے جب قبر میں سوال و جواب ہوتا ہے تو کیا پھر رُوح کو مردہ جسم میں لوٹادیا جاتا ہے؟ یا اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے مُردے کو قوّتِ گویائی عطا کردیتا ہے؟ قبر میں عذاب صرف جسم کو ہوتا ہے یا رُوح کو بھی برابر کا عذاب ہوتا ہے؟

جواب:... حدیث پاک میں رُوح کے لوٹانے کا ذکر آتا ہے، جس سے مراد ہے جسم سے رُوح کا تعلق قائم کردیا جانا۔[2] رُوح خواہ علّیّین میں ہو یا سجّین میں، اس کو بدن سے ایک خاص نوعیت کا تعلق ہوتا ہے، جس سے بدن کو بھی ثواب و عذاب اور رنج وراحت کا ادراک ہوتا ہے۔[3] عذاب وثواب تو رُوح وبدن دونوں کو ہوتا ہے، مگر دُنیا میں رُوح کو بواسطہ بدن راحت والم کا ادراک ہوتا ہے، اور برزخ یعنی قبر میں بدن کو بواسطہ رُوح کے احساس ہوتا ہے،[4] اور قیامت میں دونوں کو بلاواسطہ ہوگا۔[5]

---

(۱) واعادة الروح أی ردّها أو تعلقها الی العبد أی جسده بجمیع أجزائه أو ببعضها مجتمعةً أو متفرقةً فی قبره حق .... الٰی قوله.... واعلم ان أهل الحق اتفقوا علٰی أن الله تعالٰی یخلق فی المیّت نوع حیوٰةٍ فی القبر قدر ما یتألم أو یتلذّذ. (شرح فقه اکبر ص: ۱۲۱، ۱۲۲، طبع دهلی).

(۲) أیضًا: (وفی حدیث طویل) عن البراء بن عازب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال .... وأما الکافر فذکر موته قال: ویعاد روحه فی جسده ...إلخ. (مشکٰوة ص:۲۵، باب إثبات عذاب القبر). واعادة الروح الی العبد أی جسده .... فی قبره حق. (شرح فقه اکبر ص: ۱۲۱).

(۳) ان مقر أرواح المؤمنین فی علّیّین .... ومقر أرواح الکفار فی سجّین ومع ذٰلک لکل روح منها اتصال بجسده .... ویحس اللذة والألم .... الخ. (تفسیر مظهری ج:۱۰ ص:۲۲۴، ۲۲۵).

(۴) وقد سئل شیخ الإسلام عن هٰذه المسئلة، ونحن نذکر لفظ جوابه فقال: بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعًا باتفاق أهل السنة والجماعة. (کتاب الروح ص:۷۲ المسئلة السادسة). وأیضًا: (الأمر الثالث) ان الله سبحانه جعل الدور ثلاثًا، دار الدنیا، ودار البرزخ، ودار القرار، وجعل لکل دار أحکامًا تختص بها، ورکّب هٰذا الإنسان من بدن ونفس وجعل أحکام دار الدنیا علی الأبدان والأرواح تبعًا لها، ولهٰذا جعل أحکامه الشرعیة مرتبة علٰی ما یظهر من حرکات اللسان والجوارح وإن أضمرت النفوس خلافه، وجعل أحکام البرزخ علی الأرواح والأبدان تبعًا لها .... فالأبدان هنا ظاهرة والأرواح خفیة، والأبدان کالقبور لها، والأرواح هناک ظاهر والأبدان خفیة فی قبورها، تجری أحکام البرزخ علی الأرواح فتسری إلٰی أبدانها نعیمًا أو عذابًا ...إلخ. (کتاب الروح ص:۸۸، ۸۹ المسئلة السابعة).

(۵) فإذا کان یوم القیامة الکبرٰی وُفِّیَ أهل الطاعة وأهل المعصیة ما یستحقونه من نعیم الأبدان والأرواح وعذابها ...إلخ. (کتاب الروح ص:۱۰۴ المسئلة السابعة، الأمر العاشر، ان الموت معاد وبعث أول).

نوٹ ۱:... ''علّیّین'' کا مادّہ علوّ ہے، اور اس کا معنی بلندی ہے، یعنی علّیّین آسمانوں پر ایک بہت ہی عالی شان مقام ہے، جہاں نیک لوگوں کی اَرواح پہنچائی جاتی ہیں، وہاں ملاءِ اعلیٰ کی جماعت ان مقرّبین کی اَرواح کا استقبال کرتی ہے۔ (۱)

۲:... ''سجّین'' کا مادّہ سجن ہے اور سجن عربی زبان میں قید خانے کو کہتے ہیں، اس میں تنگی ضیق اور پستی کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ سجّین ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔ (۲) غرض بدکاروں کے اعمال و اَرواح مرنے کے بعد اسی قید خانے میں رکھی جاتی ہیں، جبکہ نیک لوگوں کے اعمال اور اَرواح ساتوں آسمانوں سے اُوپر موجود علّیّین میں نہایت اِعزاز و اِکرام کے ساتھ رکھی جاتی ہیں۔

رُوح پرواز کرنے کے بعد قبر میں سوال کا جواب کس طرح دیتی ہے؟

سوال:... موت واقع ہوتے ہی رُوح پرواز کر جاتی ہے، جسم دفن ہونے کے بعد یہ رُوح دوبارہ واپس آکر منکر ونکیر کے سوالوں کے جواب کیسے دیتی ہے؟

جواب:... قبر میں رُوح کا ایک خاص تعلق جس کی کیفیت کا ادراک ہم نہیں کرسکتے، جسم سے قائم کردیا جاتا ہے، جس سے مُردے میں حس و شعور پیدا ہوجاتا ہے۔ (۳)

عذابِ قبر جسم پر ہوگا یا رُوح پر؟

سوال:... کیا عذابِ قبر رُوح پر ہوگا یا جسم پر؟ اگر صرف رُوح پر ہوگا تو رُوح تو اللہ کا نور ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کیسے عذاب دے سکتا ہے؟ اور اگر جسم پر ہوگا تو رُوح کے بغیر جسم کو تکلیف کیسے ہوگی؟ یا دونوں پر ہوگا یا نفس پر ہوگا؟

جواب:... حدیث میں ہے کہ دفن کے بعد رُوح کا تعلق جسم کے ساتھ قائم کردیا جاتا ہے اور بدن سے مع رُوح کے سوال و جواب ہوتا ہے، مگر یہ معاملہ دُوسرے جہان کا ہے، جس کو ''برزخ'' کہتے ہیں، اس لئے اس دُنیا والوں کو اس کا اُٹھنا اور سوال و جواب معلوم نہیں ہوتا۔ (۴)

قبر میں جسم اور رُوح دونوں کو عذاب ہوسکتا ہے

سوال:... قبر کا عذاب صرف جسم کو ہوتا ہے یا رُوح کو بھی ساتھ ہوتا ہے؟

---

(۱) ان أرواح المؤمنين اذا قبضت صعد بها الى السماء وفتحت لها أبواب السماء وتلقته الملئكة بالبشرىٰ .... في علّيين هي فوق السماء السابعة .... وقيل معناه علو في علو مضاعف كأنه لَا غاية له. (تفسير قرطبي ج:۱۹ ص:۲۶۲)۔

(۲) سجين أسفل الأرض السابعة .... وقال أبو عبيدة والأخفش "لَفِي سِجِّيْن" لفي حبس وضيق شديد. (تفسير قرطبي ج:۱۹ ص:۲۵۸، طبع دار الكتب المصرية)۔

(۳) واعادة الروح أي ردّها أو تعلقها الى العبد أي جسده بجميع أجزائه ..... حق ..... واعلم أن أهل الحق اتفقوا علىٰ أن الله تعالىٰ يخلق في الميت نوع حياة في القبر قدر ما يتألم أو يتلذذ. (شرح فقه اكبر ص:۱۲۱، ۱۲۲، طبع دهلي)۔

(۴) عن البراء بن عازب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: .... وأما الكافر فذكر موته قال: ويعاد رُوحه في جسده ويأتيه ملَكان فيجلسانه فيقولَان: من ربُّك؟ ..... الخ۔ (مشكوٰة ص:۲۵، ۲۶ باب اثبات عذاب القبر)۔ واختلف في أنه بالروح أو بالبدن أو بهما وهو الأصح منهما الّا أن نؤمن بصحته ولَا نشتغل بكيفيته. (شرح فقه اكبر ص:۱۲۴، طبع دهلي)۔

جواب:... قبر میں عذاب رُوح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے، رُوح کو تو بلاواسطہ اور بدن کو بواسطہ رُوح کے۔[1]

کیا جمعہ کے دن وفات پانے والے سے سوالِ قبر نہیں ہوتا؟

سوال:... جو شخص جمعۃ المبارک کے دن فوت ہوگا یا رمضان شریف میں، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے، بغیر حساب کے۔ بعض کا یہ کہنا ہے کہ حساب ضرور ہوگا، آپ سے گزارش یہ ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب سے مشکور فرمائیں۔

جواب:... حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے ''شرح الصدور'' میں ابوالقاسم سعدی کی ''کتابُ الروح'' کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جمعہ کے دن یا شبِ جمعہ کو وفات پانے والے سے سوالِ قبر نہیں ہوتا۔[2] اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ جمعہ کے دن وفات پانے والے کو شہید کا ثواب ملتا ہے،[3] واللہ اعلم!

جمعہ اور شبِ جمعہ کو مرنے والے کے عذاب کی تخفیف

سوال:... آپ نے جمعہ ۹ راگست کو ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات اگر کوئی انتقال کرجائے تو عذابِ قبر سے بچتا ہے۔ جناب! اگر ایک آدمی جواری، شرابی، سودخور، نیز ہر قسم کی بُرائیوں میں مبتلا ہو، اور وہ جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات انتقال کرجائے تو کیا ایسا آدمی بھی عذابِ قبر سے بچ سکتا ہے؟ اگر اس قسم کا آدمی مرجائے اور لواحقین اس کے اِیصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کروائیں، صدقہ وخیرات دیں تو کیا اس قسم کے مرحوم کو اَجر ملتا ہے؟

جواب:... آپ کے اِشکال کو رفع کرنے کے لئے چند باتوں کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے:

۱:... گنہگار تو ہم سبھی ہیں، کوئی علانیہ گناہوں میں مبتلا ہے، جن کو سب لوگ گناہ گار سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے گناہوں میں ملوّث ہیں جن کو عام طور پر گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا، مثال کے طور پر غیبت کا گناہ ہے، جس کو زنا سے زیادہ سخت فرمایا گیا ہے،[4] اور مثال کے طور پر کسی مسلمان کی بے حرمتی کا گناہ ہے جس کو سب سے بدتر سود فرمایا گیا ہے،[5] ان گناہوں میں ہم لوگ مبتلا ہیں جو زنا اور شراب

---

(۱) بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعًا باتفاق أھل السُّنّة والجماعة. (کتاب الروح ص:۷۲).

(۲) قال أبو القاسم السعدی فی کتاب الروح: ورد فی أخبار الصحاح أن بعض الموتی لَا ینالھم فتنة القبر ولَا یأتیھم الفتانان .... وأخرج أحمد والترمذی وحسنه وابن أبی الدنیا والبیھقی عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ما من مسلم یموت یوم الجمعة أو لیلة الجمعة إلّا وقّاہ الله فتنة القبر. (شرح الصدور ص:۱۴۶، ۱۴۹ باب من لَا یسئل فی القبر، طبع دار الکتب العلمیة، بیروت).

(۳) (قوله والمیّت لیلة الجمعة) أخرج حمید بن زنجویه فی فضائل الأعمال عن مرسل أیاس بن بکیر أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من مات یوم الجمعة کتب له أجر شھید. (شامی ج:۲ ص:۲۵۲، طبع سعید).

(۴) عن أبی سعید وجابر قالَا: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الغیبة أشد من الزِّنا ...الخ. (مشکوٰۃ، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم ص:۴۱۵).

(۵) عن البراء بن عازب رضی الله عنھما قال: قال رسول صلی الله علیه وسلم ...... وإنّ أربی الربا استطالة الرجل فی عرض أخیه. رواہ الطبرانی فی الأوسط. (مجمع الزوائد ج:۴ ص:۱۴۸، باب ما جاء فی الربا، طبع دار الکتب العلمیة، بیروت).

نوشی وسودخوری سے بدتر ہیں، اگر ہم ایسے گناہ گاروں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، تو کسی گناہ گار کو ہم اللہ کی رحمت سے مایوس کیوں کریں؟

۲:...حدیث میں جو فرمایا ہے کہ فلاں فلاں کاموں سے عذابِ قبر ٹلتا ہے، اور فلاں فلاں چیزوں پر عذابِ قبر ہوتا ہے، یہ سب برحق ہیں، اگر کم فہمی کی وجہ سے ہمیں ان کی حقیقت سمجھ میں نہ آئے تو ان پر اِعتراض کرکے اپنے دِین و ایمان کو غارت نہیں کرنا چاہئے۔

۳:...مرنے کے بعد اِنسان کے اچھے بُرے اعمال کی مجموعی حیثیت کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں، کس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہے؟ اور کس کی بدیوں کا؟[1] یہ بات اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے، ہم لوگ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کے مجاز نہیں، بلکہ سب ارحم الراحمین کے فیصلے کے منتظر ہیں، اور اُمید وخوف کی حالت میں ہیں۔

۴:...خاص دنوں کی آمد پر قیدیوں کی قید میں تخفیف کا قانون دُنیا میں بھی رائج ہے، اگر یومِ جمعہ یا شبِ جمعہ کی عظمت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ شرابیوں اور سودخوروں کی قید میں بھی تخفیف کردیں تو آپ کو، یا مجھے اس پر کیا اِعتراض ہے...؟ اور اگر یہ تخفیف اس قسم کے بڑے گناہگاروں کے حق میں نہ ہو تب بھی کوئی اِشکال نہیں، حدیث کا مدعا یہ ہے کہ جمعہ اور شبِ جمعہ کو عذابِ قبر موقوف کردیا جاتا ہے، رہا یہ کہ کن کن لوگوں کا عذاب موقوف کیا جاتا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔[2]

پیر کے دن موت اور عذابِ قبر

سوال:...میں نے پڑھا ہے کہ جو شخص (مسلمان) جمعہ کے دن یا رات میں مرے گا عذابِ قبر سے بچالیا جائے گا۔ آپ سے پیر والے دن اور رات کے بارے میں معلوم کرنا ہے کہ اس قسم کی کوئی فضیلت ہے؟ حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

جواب:...پیر کے دن کے بارے میں تو معلوم نہیں، جمعہ کے دن اور شبِ جمعہ میں مرنے والوں کے لئے عذابِ قبر سے محفوظ رہنے کا مضمون ایک روایت میں آیا ہے مگر یہ روایت کمزور ہے۔[3]

---

(۱) "فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ، فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ، وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهُ، فَاُمُّهُ هَاوِيَةٌ ...اِلخ۔ (القارعة: ۶-۹)

(۲) عن عبدالله بن عمرو رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه سلم: ما من مسلم يموت يوم الجمعة أو ليلة الجمعة اِلّا وقاه الله فتنة القبر۔ (مشكوة ص:۱۲۱، باب الجمعة، الفصل الثالث)۔

(۳) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من مسلم يموت يوم الجمعة أو ليلة الجمعة اِلّا وقاه الله فتنة القبر۔ رواه احمد والترمذى وقال: هذا حديث غريب وليس اسناده بمتصل۔ (مشكوة، باب الجمعة ص:۱۲۱)۔ أيضًا: (وفى الترمذى) من حديث ربيعة بن سيف، عن عبدالله بن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من مسلم يموت يوم الجمعة أو ليلة الجمعة اِلّا وقاه الله فتنة القبر، قال الترمذى: هذا حديث حسن غريب، وليس اسناده بمتصل، ربيعة بن سيف انما يروى عن أبى عبدالرحمٰن الجيلى عن عبدالله بن عمرو، ولَا يعرف لربيعة بن سيف سماع من عبدالله بن عمرو، انتهى۔ (كتاب الروح لِابن قيم ص:۱۱۲، المسئلة العاشرة، الأسباب المنجية من عذاب القبر)۔

رُوحِ انسانی

سوال:...رُوحِ انسانی جو "من أمر ربی" ہے، مجرد اور لایتجزیٰ ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ایک بچے کی رُوح اور جوان کی رُوح کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے متفاوت ہے، دُوسرے یہ کہ جوان کی رُوح کے لئے تزکیہ درکار ہے، کیونکہ وہ نفس کی ہمسائیگی سے شہوات اور رذائل میں ملوّث ہوگئی ہے، مگر بچے کی رُوح تو ابھی بے لوث ہے تو چاہئے کہ اس پر حقائق اشیاء منکشف ہوں، مگر ایسا نہیں ہوتا، کیونکہ اس پر ابھی عقل کا فیضان نہیں ہوا، اس سے ثابت ہوا کہ رُوح بذاتِ خود ادراک نہیں رکھتی، یعنی گونگی اور اندھی ہے اور بغیر عقل اس کی کوئی حیثیت نہیں، اور وہ حدیث شریف جس میں منکر نکیر کے بارے میں سن کر حضرت عمرؓ نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ! اس وقت ہماری عقل بھی ہوگی یا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے زیادہ ہوگی۔ انہوں نے کہا: پھر کچھ ڈر نہیں۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عقل کے بغیر رُوح کسی کام کی نہیں، دُوسری طرف رُوح کے بڑے بڑے محیر العقول کارنامے اور واقعات کتابوں میں ملتے ہیں، بہت سے علماء اور صوفیاء نے فرمایا ہے کہ عقل رُوح اور قلب ایک ہی چیز ہے، نسبت بدلنے سے ان کے نام جدا بولے جاتے ہیں، اِمام غزالیؒ نے بھی احیاء العلوم میں باب عجائباتِ قلب میں یہی کہا ہے، صوفیاء کا شعر ہے:

عقل و رُوح و قلب تینوں ایک چیز
فعل کی نسبت سے کر ان میں تمیز

جواب:... یہ سوال بھی آپ کے حیطۂ علم و ادراک سے باہر ہے، جیسا کہ: "مِنْ أَمْرِ رَبِّیْ" میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے، تقریبِ فہم کے لئے بس اتنا عرض کیا جاسکتا ہے کہ اس مادّی عالم میں رُوح مجرد کے تمام مادّی افعال کا ظہور مادّی آلات (عقل وشعور) کے ذریعے ہوتا ہے اور مادّیت کی طرف احتیاج رُوح کا قصور نہیں بلکہ اس عالمِ مادّیت کا قصور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عالمِ مادّیت میں حضرات انبیاء علیہم السلام بھی خورد و نوش کے فی الجملہ محتاج ہیں، کیونکہ رُوح کا جسم کے ساتھ علاقہ پیوستہ ہے، جیسا کہ: "وَمَا جَعَلْنٰـهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ ...." (الانبیاء:۸) میں اس کی طرف اشارہ ہے، اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر خورد و نوش کے محتاج نہیں، اور یہی وجہ ہے کہ نزول فرمائیں گے تو آسمان سے مشرقی مینار تک کا سفر تو فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور مینار پر قدم رکھتے ہی سیڑھی طلب فرمائیں گے، کیونکہ اب مادّی اَحکام شروع ہوگئے۔

خلاصہ یہ کہ اس مادّی عالم میں رُوح اپنے تصرفات کے لئے مادّی آلات کی محتاج ہے، آپ چاہیں تو اپنے الفاظ میں اسے اندھی، بہری، گونگی اور لایعقل کہہ لیں، اور رُوح کا تفاوت فی الافعال بھی اس کے آلات کے تفاوت سے ہے، مگر مادّی آلات کے ذریعے جو اَفعال رُوح سے سرزد ہوتے ہیں وہ ان کے رنگ سے رنگ جاتے ہیں اور نیک و بداَعمال سے مزکی اور ملوّث ہوتی ہے، قبر کا بھی تعلق فی الجملہ عالمِ مادّیت سے ہے اور فی الجملہ عالمِ تجرد سے، اس بنا پر اس کو عالمِ برزخ کہا جاتا ہے کہ یہ نہ تو بکل وجوہ عالمِ مادّیت ہے اور نہ عالمِ مجرد محض ہے، اس لئے عقل وشعور یہاں بھی درکار ہے (والتفصیل فی التفسیر الکبیر ج:۲۱ ص:۳۶ تا ۵۲)۔

سوال:... بندہ ایک عامی اور جاہل شخص ہے، علم سے دُور کا بھی مس نہیں، کسی دِینی ادارے میں نہیں بیٹھا، علمائے کرام سے

تخاطب کے آداب اور سوال کرنے کا طریقہ بھی نہیں معلوم، اس لئے گزارش ہے کہ کہیں بھول چوک یا بے ادبی محسوس ہو تو اَزراہِ کرم اس کو میری کم علمی کے سبب درگزر فرمادیا کریں۔

جواب:... آپ کے سوالات تو عالمانہ ہیں، اور آدابِ تخاطب کی بات یہاں چسپاں نہیں، کیونکہ یہ ناکارہ خود بھی مجہولِ مطلق ہے، یہ تو ایک دوست کا دوست سے مخاطبہ ہے۔

کیا رُوح اور جان ایک ہی چیز ہے؟

سوال:... کیا انسان میں رُوح اور جان ایک ہی چیز ہے یا رُوح علیحدہ اور جان علیحدہ چیز ہے؟ کیا جانوروں کے ساتھ بھی یہی چیز ہے؟ جب انسان دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو کیا جان اور رُوح دوبارہ ڈالی جائے گی؟

جواب:... انسان اور حیوان کے درمیان جو چیز امتیاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ حیوان کے اندر تو ''رُوحِ حیوانی'' ہوتی ہے جس کو ''جان'' کہتے ہیں، اور انسان میں اس ''رُوحِ حیوانی'' کے علاوہ ''رُوحِ انسانی'' بھی ہوتی ہے، جس کو ''نفسِ ناطقہ'' یا ''رُوحِ مجرد'' بھی کہا جاتا ہے، اور ''رُوحِ حیوانی'' اس نفسِ ناطقہ کے لئے مرکب کی حیثیت رکھتی ہے، موت کے وقت رُوحِ حیوانی تحلیل ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے رُوحِ انسانی اور نفسِ ناطقہ کا انسانی بدن سے تدبیر وتصرف کا تعلق منقطع ہوجاتا ہے۔[۱] برزخ میں بدن سے رُوح کا تعلق تدبیر وتصرف کا نہیں رہتا، بس اتنا تعلق فی الجملہ باقی رہتا ہے جس سے میّت کو برزخی ثواب وعذاب کا ادراک ہوسکے۔ قیامت کے دن جب مردوں کو زندہ کیا جائے گا تو رُوح اور بدن کے درمیان پھر وہی تعلق قائم ہوجائے گا۔[۲]

چرند پرند کی رُوح سے کیا مراد ہے؟

سوال:... انسان کے علاوہ دُوسری ہزاروں مخلوق چرند، پرند، درند، آبی، صحرائی وغیرہ کی تخلیق کس طرح ہوئی؟ اور کیا ان کو ''قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ'' والی رُوح سے بھی کچھ حصہ ملا ہے یا ان میں صرف رُوحِ انسانی ہوتی ہے جو غذا سے حاصل ہوتی ہے؟ اور کیا ان کی اَرواح بھی فرشتہ قبض کرتا ہے؟

جواب:... یہ تو ظاہر ہے کہ ہر جاندار کی رُوح اَمرِ رَبّ سے ہی آتی ہے، آیت میں ہر رُوح مراد ہے یا صرف رُوحِ انسانی، دونوں احتمال ہیں۔ مجھے اس کی تحقیق نہیں اور تلاش کی فرصت نہیں۔[۳]

---

(۱) الروح الانسان، قال السیّد هی اللطیفة العاملة المدرکة من الإنسان الراکبة علی الروح الحیوانی، نازل من عالم الأمر تعجز العقول عن ادراک کنهه، وتلک الروح قد تکون مجردة قد تکون منطبقة فی البدن۔ الروح الحیوانی جسم لطیف منبعه تجویف القلب الجسمانی وینتشر بواسطة العروق الضوارب الٰی سائر أجزاء البدن۔ (قواعد الفقه ص: ۳۱۱)۔

(۲) واعلم أن أهل الحق اتفقوا علٰی ان الله تعالٰی یخلق فی المیّت نوع حیاة فی القبر قدر ما یتألم أو یتلذذ۔ (شرح فقه اکبر ص: ۱۲۲، طبع دهلی)۔

(۳) للمفسرین فی الروح المذکورة فی هٰذه الآیة أقوال۔ أظهرها: أن المراد منه الروح الذی هو سبب الحیاة۔ (التفسیر الکبیر ج: ۲۱ ص: ۳۶، سورة بنی إسرائیل: ۸۵)۔

دفنانے کے بعد رُوح اپنا وقت کہاں گزارتی ہے؟

سوال:...دفنانے کے بعد رُوح اپنا وقت آسمان پر گزارتی ہے یا قبر میں یا دونوں جگہ؟

جواب:...اس بارے میں روایات بھی مختلف ہیں اور علماء کے اقوال بھی مختلف ہیں۔ مگر تمام نصوص کو جمع کرنے سے جو بات معلوم ہوتی ہے، وہ یہ کہ نیک اَرواح کا اصل مستقر علّیّین ہے[۱] (مگر اس کے درجات بھی مختلف ہیں)، بداَرواح کا اصل ٹھکانا سجین ہے۔[۲] اور ہر رُوح کا ایک خاص تعلق اس کے جسم کے ساتھ کردیا جاتا ہے، خواہ جسم قبر میں مدفون ہو یا دریا میں غرق ہو، یا کسی درندے کے پیٹ میں۔ الغرض جسم کے اجزاء جہاں جہاں ہوں گے، رُوح کا ایک خاص تعلق ان کے ساتھ قائم رہے گا اور اسی خاص تعلق کا نام ''برزخی زندگی'' ہے۔ جس طرح نورِ آفتاب سے زمین کا ذرّہ چمکتا ہے، اسی طرح رُوح کے تعلق سے جسم کا ہر ذرّہ ''زندگی'' سے منوّر ہوجاتا ہے، اگرچہ برزخی زندگی کی حقیقت کا اس دُنیا میں معلوم کرنا ممکن نہیں۔[۳]

کیا رُوح کو دُنیا میں گھومنے کی آزادی ہوتی ہے؟

سوال:...رُوح کو دُنیا میں گھومنے کی آزادی ہوتی ہے یا نہیں؟ کیا وہ جن جگہوں کو پہچانتی ہے، مثلاً گھر، وہاں جاسکتی ہے؟

جواب:...کفار و فجار کی رُوحیں تو ''سجین'' کی جیل میں مقید ہوتی ہیں، ان کے کہیں آنے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور نیک اَرواح کے بارے میں کوئی ضابطہ بیان نہیں فرمایا گیا، اس لئے اس سلسلے میں قطعیت کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے۔[۴] اصل بات یہ ہے کہ رُوح اپنے تصرفات کے لئے جسم کی محتاج ہے، جس طرح جسم رُوح کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا، اسی طرح رُوح بھی جسم کے بغیر تصرفات نہیں کرسکتی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ موت کے بعد اس ناسوتی جسم کے تصرفات ختم کردیئے جاتے ہیں، اس لئے مرنے کے بعد رُوح

---

(۱) ان کتاب الأبرار مرفوع فی علّیّین علٰی قدر مرتبتهم، وقال الضحاک ومجاهد وقتادة یعنی السماء السابعة فیها أرواح المؤمنین۔ (تفسیر قرطبی ج:۱۹ ص:۲۶۲، طبع مصر)۔

(۲) عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: ان أرواح الفجار وأعمالهم لفی سجّین۔ (تفسیر قرطبی ج:۱۹ ص:۲۵۷)۔

(۳) الأمر الثامن: أنه غیر ممتنع أن یرد الروح إلی المصلوب، والغریق والمحرق، ونحن لَا نشعر بها، لأن ذٰلک الرد نوع آخر غیر معهود، فهٰذا المغمی علیه، والمسکوت، والمبهوت أحیاء وأرواحهم معهم، ولَا تشعر بحیاتهم، ومن تفرقت أجزاؤه لَا یمتنع علٰی من هو علٰی کل شیء قدیر أن یجعل للروح إتصالًا بتلک الأجزاء .... وفی تلک الأجزاء شعور بنوع من الألم واللذة۔ (کتاب الروح ص:۱۰۰، ۱۰۱ المسئلة السابعة)۔ أیضًا: وأعلم ان أهل الحق إتفقوا علٰی أن الله تعالٰی یخلق فی المیت نوح حیاة فی القبر قدر ما یتألم أو یتلذذ۔ (شرح فقه أکبر ص:۱۲۲ طبع دهلی)۔ أیضًا: وقد مثل ذٰلک بعضهم بالشمس فی السماء وشعاعها فی الأرض۔ (شرح الصدور ص:۳۶۳ ذکر مقر الأرواح، طبع بیروت)۔

(۴) فقالت (أی أُم بشر) أما سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: إن نسمة المؤمن تسرح من الجنّة حیث شاءت ونسمة الکافر فی سجین مسجونة، قال: بلٰی، قالت: فهو ذٰلک۔ (شرح الصدور ص:۳۵۹، ذکر مقر الأرواح أیضًا ص:۲۳۲)۔ أیضًا: وأخرج الطبرانی فی مراسیل عمرو بن حبیب قال: سألت النبی صلی الله علیه وسلم عن أرواح المؤمنین، فقال: فی حواصل طیر خضر تسرح فی الجنّة حیث شاءت۔ قالوا: یا رسول الله! وأرواح الکفار؟ قال: محبوسة فی سجین۔ (رسالة بشری الکئیب ص:۳۵۹، ذکر مقر الأرواح، وشرح الصدور ص:۲۳۲ باب مقر الأرواح)۔

اگر کوئی تصرف کرسکتی ہے تو مثالی جسم سے کرسکتی ہے، چنانچہ احادیث میں انبیائے کرام، صدیقین، شہداء اور بعض صالحین کے مثالی جسم دیئے جانے کا ثبوت ملتا ہے۔[۱] خلاصہ یہ کہ جن اَرواح کو مرنے کے بعد مثالی جسم عطا کیا جاتا ہے وہ اگر باذنِ اللہ کہیں آتی جاتی ہوں تو اس کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ مثلاً: لیلۃ المعراج میں انبیائے کرام علیہم السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے لئے بیت المقدس میں جمع ہونا،[۲] شہداء کا جنت میں کھانا پینا اور سیر کرنا،[۳] اس کے علاوہ صالحین کے بہت سے واقعات اس قسم کے موجود ہیں لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ اس کے لئے کوئی ضابطہ متعین کرنا مشکل ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اُحد سے واپس ہوئے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی قبر پر ٹھہرے اور فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہو۔ (پھر صحابہؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا) پس ان کی زیارت کرو، اور ان کو سلام کہو، پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! انہیں سلام کہے گا ان کو کوئی شخص مگر یہ ضرور جواب دیں گے اس کو قیامت تک (حاکم، وصححہ بیہقی، طبرانی)۔[۴]

مسند احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد نقل کیا ہے کہ: ''میں اپنے گھر میں (یعنی حجرۂ شریفہ روضۂ مطہرہ میں) داخل ہوتی تو پردے کے کپڑے اُتار دیتی تھی، میں کہا کرتی تھی کہ یہ تو میرے شوہر (صلی اللہ

---

(۱) وقد رأى النبى صلى الله عليه وسلم ليلة الإسراء موسٰى قائمًا يصلّى فى قبره، ورآه فى السماء السادسة، والروح هناك كانت فى مثال البدن لها إتصال بالبدن .... قال الحافظ ابن حجر: أرواح المؤمنين فى علّيّين، وأرواح الكافرين فى سجين، ولكل روح بجسدها إتصال معنوى لَا يشبه الْإتصال فى الحياة الدنيا، بل أشبه شىء به حال النائم، وإن كان هو أشد من حال النائم إتصالًا، قال: ولهٰذا يجمع بين ما ورد أن مقرها فى علّيّين أو سجّين، وبين ما نقله ابن عبدالبر، عن الجمهور أيضًا أنها عند أفنية قبورها، قال: ومع ذٰلك، فهى مأذون لها فى التصرف، وتأوى إلٰى محلها من علّيّين أو سجّين. (بشرى الكئيب بلقاء الحبيب ص:۳۶۳ ذكر مقر الأرواح طبع دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، أيضًا: شرح الصدور ص:۲۴۰، ۲۴۴ باب مقر الأرواح)۔

(۲) المسجد الأقصا وهو بيت المقدس الذى بإيلياء، معدن الأنبياء من لدن إبراهيم الخليل عليه السلام، ولهٰذا جمعوا له هنالك كلهم، فأمّهم فى محلّتهم ودارهم، فدلّ علٰى أنه هو الْإمام الأعظم والرئيس المقدم صلوات الله وسلامه عليه وعليهم أجمعين. (تفسير ابن كثير ج:۴ ص:۱۸۱، طبع رشيديه كوئٹه)۔

(۳) عن مسروق قال: سألنا عبدالله بن مسعود عن هٰذه الآية: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتًا، بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ الآية، قال: انا قد سألنا عن ذٰلك فقال: أرواحهم فى أجواف طير خضر، لها قناديل معلّقة بالعرش، تسرح من الجنّة حيث شاءت، ثم تأوى الٰى تلك القناديل، فاطلع اليهم ربهم اطلاعةً فقال: هل تشتهون شيئًا؟ قالوا: أىّ شىء نشتهى ونحن نسرح من الجنّة حيث شئنا، ففعل ذٰلك بهم ثلٰث مرّات ...الخ. (مشكوٰة ص:۳۳۰، ۳۳۴، كتاب الجهاد)۔

(۴) وأخرج الحاكم وصححه، والبيهقى، عن أبى هريرة، رضى الله عنه، عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه وقف علٰى مصعب بن عمير حين رجع من أُحد فوقف عليه وعلٰى أصحابه، فقال: أشهد أنكم أحياء عند الله، فزوروهم وسلموا عليهم، فوالذى نفسى بيده! لَا يسلم عليهم أحد إلّا ردوا عليه إلٰى يوم القيامة. (شرح الصدور ص:۲۰۳، باب زيارة القبور وعلم الموتٰى بزوارهم، طبع دار الكتب العلمية، بيروت)۔

علیہ وسلم) اور میرے والد ماجد ہیں، لیکن جب سے حضرت عمرؓ دفن ہوئے، اللہ کی قسم! میں کپڑے لپیٹے بغیر کبھی داخل نہیں ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی بنا پر'' (مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور ص:۱۵۴)۔[1]

کیا رُوحوں کا دُنیا میں آنا ثابت ہے؟

سوال:... کیا رُوحیں دُنیا میں آتی ہیں یا عالمِ برزخ میں ہی قیام کرتی ہیں؟ اکثر ایسی شہادتیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رُوحیں اپنے اعزّہ کے پاس آتی ہیں، شبِ برأت میں بھی رُوحوں کی آمد کے بارے میں سنا ہے۔ آپ اس مسئلے کی ضرور وضاحت کیجئے۔ مرنے کے بعد سوئم، دسواں اور چہلم کی شرعی حیثیت کی وضاحت بھی بذریعہ اخبار کردیجئے، تاکہ عوام الناس کا بھلا ہو۔

جواب:... دُنیا میں رُوحوں کے آنے کے بارے میں قطعی طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں اور نہ اس سلسلے میں کوئی صحیح حدیث ہی وارِد ہے۔ سوئم، دسواں اور چہلم خودساختہ رسمیں ہیں، ان کی مکمل تفصیل آپ کو میری کتاب ''اِختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم'' میں ملے گی۔[2]

کیا رُوحیں جمعرات کو آتی ہیں؟

سوال:... سنا ہے کہ ہر جمعرات کو ہر گھر کے دروازے پر رُوحیں آتی ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ اور کیا جمعرات کی شام کو ان کے لئے دُعا کی جائے؟

جواب:... جمعرات کو رُوحوں کا آنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، نہ اس کا کوئی شرعی ثبوت ہے،[3] باقی دُعا و اِستغفار اور اِیصالِ ثواب ہر وقت ہوسکتا ہے، اس میں جمعرات کی شام کی تخصیص بے معنی ہے۔

کیا مرنے کے بعد رُوح چالیس دن تک گھر آتی ہے؟

سوال:... کیا چالیس دن تک رُوح مرنے کے بعد گھر آتی ہے؟

جواب:... رُوحوں کا گھر آنا غلط ہے۔[4]

رُوحوں کا ہفتے میں ایک بار واپس آنا

سوال:... رُوحیں ہفتے میں ایک آدھ مرتبہ واپس آتی ہیں، اگر ان کے نام پر کچھ نہ دیا جائے، تو یہ ٹھیک ہے؟

---

(۱) عن عائشة قالت: كنت ادخل بيتي الذي فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم، واني واضع ثوبي، وأقول انما هو زوجي وأبي، فلما دفن عمر معهم فوالله! ما دخلته إلّا وأنا مشدودة عليّ ثيابي حياء من عمر. رواه أحمد. (مشكوٰة ص:۱۵۴).

(۲) ''اِختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم'' ص:۱۱۱ حصہ اوّل دیکھیں۔

(۳) وفي البزازية: قال علماؤنا: من قال أرواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر. (البحر الرائق ج:۵ ص:۱۳۴، باب أحكام المرتدين).

(۴) قال علماؤنا: من قال: أرواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر. (البحر الرائق ج:۵ ص:۱۳۴).

جواب:... رُوح کے آنے کا عقیدہ غلط اور بے ثبوت ہے۔[(۱)]

حادثاتی موت مرنے والے کی رُوح کا ٹھکانا

سوال:... ایک صاحب کا دعویٰ ہے کہ جو ہنگامی موت یا حادثاتی موت مر جاتے ہیں یا کسی کے مار ڈالنے سے، سو ایسے لوگوں کی رُوحیں برزخ میں نہیں جاتیں، وہ کہیں خلاء میں گھومتی رہتی ہیں اور متعلقہ افراد کو بسا اوقات دھمکیاں دینے آجاتی ہیں۔ مگر مجھے یہ سب باتیں سمجھ میں نہیں آتیں، میرا خیال ہے کہ رُوح پرواز کے بعد علّیین یا سجین میں چلی جاتی ہے اور ہر ایک کے لئے برزخ ہے اور قیامت تک وہ وہیں رہتی ہے۔ براہِ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں میری تشفی فرمائیے۔

جواب:... ان صاحب کا دعویٰ غلط ہے اور دورِ جاہلیت کی سی توہم پرستی پر مبنی ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں آپ کا نظریہ صحیح ہے، مرنے کے بعد نیک اَرواح کا مستقر علّیین ہے اور کفار و فجار کی اَرواح سجین کے قید خانہ میں بند ہوتی ہیں۔[(۲)]

مرنے کے بعد رُوح کہاں جاتی ہے؟

سوال:... مرنے کے بعد جسم سے رُوح نکل کر کہاں چلی جاتی ہے؟

جواب:... اس مسئلے پر روایات بھی مختلف ہیں اور اقوال بھی مختلف ہیں،[(۳)] اظہر یہ ہے کہ نیک رُوحیں علّیین میں ہیں اور بدرُوحیں سجین میں رہتی ہیں،[(۴)] اور اس کا ایک گونہ تعلق قبر میں جسم کے ساتھ بھی رہتا ہے، جس سے قبر کے عذاب وثواب کا اس کو اِحساس ہوتا ہے۔[(۵)]

مرنے کے بعد رُوح دُوسرے قالب میں نہیں جاتی

سوال:... کیا انسان دُنیا میں جب آتا ہے تو دو وجود لے کر آتا ہے، ایک فنا اور دُوسرا بقا، فنا والا وجود تو بعدِ مرگ دفن کردیئے

---

(۱) ایضاً صفحہ گزشتہ حاشیہ نمبر ۳۔

(۲) ان مقر أرواح المؤمنين في علّيين .... ومقر أرواح الكفار في سجين. (تفسير مظهرى ج:۱۰ ص:۲۲۵). أيضًا: فقالت (أي أم بشر) أما سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن نسمة المؤمن تسرح من الجنّة حيث شاءت ونسمة الكافر في سجين مسجونة، قال: بلٰى، قالت: فهو ذٰلك. (شرح الصدور ص:۳۵۹، ذكر مقر الأرواح أيضًا ص:۲۳۲). أيضًا: وأخرج الطبراني في مراسيل عمرو بن حبيب قال: سألت النبي صلى الله عليه وسلم عن أرواح المؤمنين، فقال: في حواصل طير خضر تسرح في الجنّة حيث شاءت. قالوا: يا رسول الله! وأرواح الكفار؟ قال: محبوسة في سجين. (رسالة بشرى الكئيب ص:۳۵۹، ذكر مقر الأرواح، وشرح الصدور ص:۲۳۲ باب مقر الأرواح، طبع دار الكتب العلمية، بيروت).

(۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: شرح الصدور ص:۲۳۰ تا ۲۶۱ باب مقر الأرواح.

(۴) وقال كعب: أرواح المؤمنين في علّيين في السماء السابعة، وأرواح الكافرين في سجين في الأرض السابعة .... ويتخلص من أدلتها: ان الأرواح في البرزخ متفاوتة أعظم تفاوت .... الخ. (شرح عقيدة الطحاوية ص:۴۵۴، تفسير مظهرى ج:۱۰ ص:۲۲۵).

(۵) فليس للأرواح سعيدها وشقيها مستقر واحد، وكلها على إختلاف محالها وتباين مقارها، لها إتصال بأجسادها في قبورها ليحصل له من النعيم والعذاب ما كتب له ...إلخ. (شرح الصدور ص:۲۴۳ باب مقر الأرواح).

پر مٹی کا بنا ہوا تھا، مٹی میں مل گیا۔ بقا ہمیشہ قائم رہتا ہے؟ مہربانی فرما کر اس سوال کا حل قرآن وحدیث کی رُو سے بتائیں، کیونکہ میرا دوست اُلجھ گیا ہے، یعنی دُوسرے جنم کے چکر میں۔

جواب:...اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد رُوح باقی رہتی ہے اور دوبارہ اس کو کسی اور قالب میں دُنیا میں پیدا نہیں کیا جاتا۔[1] "اواگون" والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ایک ہی رُوح لوٹ لوٹ کر مختلف قالبوں میں آتی رہتی ہے، کبھی انسانی قالب میں، کبھی کتے، گدھے اور سانپ وغیرہ کی شکل میں۔ یہ نظریہ عقلاً ونقلاً غلط ہے۔[2]

مرنے کے بعد رُوح کا دُوسرے شخص میں منتقل ہونا

سوال:...ایک شخص کی رُوح دُوسرے شخص میں منتقل ہوسکتی ہے، پہلے شخص کے مرنے کے بعد؟

جواب:...یہ "آواگون" کا عقیدہ ہے، جو اسلامی نقطۂ نظر سے کفر ہے۔[3]

کیا قیامت میں رُوح کو اُٹھایا جائے گا؟

سوال:...سنا ہے کہ مرنے کے بعد قبر کے اندر انسان جاتے ہیں، یہی اعضاء گل سڑ کر کیڑوں مکوڑوں کی نذر ہوجاتے ہیں، اگر یہی اعضاء کسی ضرورت مند کو دے دیئے جائیں تو وہ شخص زندگی بھر اس عطیہ دینے والے کو دُعائیں دیتا رہے گا۔ کہا جاتا ہے کہ انسان جس حالت میں مرا ہوگا اسی حالت میں اُٹھایا جائے گا، یعنی اگر اس کے اعضاء نکال دیئے گئے ہوں گے تو وہ بغیر اعضاء کے اُٹھایا جائے گا، مثلاً اندھا وغیرہ، جبکہ اسلامی کتابوں سے ظاہر ہے کہ قیامت کے روز انسان کے جسموں کو نہیں بلکہ اس کی رُوح کو اُٹھایا جائے گا۔

جواب:...اعضاء کا گل سڑ جانا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے، اس سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ میّت کے اعضاء بھی

---

(۱) السابعة: ذهب أهل الملل من المسلمين وغيرهم إلٰى أن الروح تبقى بعد موت البدن وخالف فيه الفلاسفة، دليلنا قوله تعالٰى: كل نفس ذآئقة الموت، والذائق لَابد أن يبقى بعد المذوق .... وفى كتاب ابن القيم: إختلف فى ان الروح تموت مع البدن أم الموت للبدن وحده؟ علٰى قولين، والصواب: أنه إن أريد بذوقها الموت مفارقتها للجسد فنعم هى ذائقة الموت بهٰذا المعنٰى، وإن أريد أنها تعدم فلا، بل هى باقية بعد خلقها بالإجماع فى نعيم أو عذاب. (شرح الصدور ص:۳۲۴، خاتمة فى فوائد تتعلق بالروح، أيضًا كتاب الروح ص:۴۹).

(۲) وقالت فرقة: مستقرها بعد الموت أبدان ..... فتصير كل روح الٰى بدن حيوان يشاكل تلك الروح، وهٰذا قول التناسخية منكرى المعاد وهو قول خارج عن أهل الإسلام كلهم. (شرح عقيدة الطحاوية ص:۴۵۴). وقالت فرقة: مستقرها بعد الموت أرواح أُخر تناسب أخلاقها وصفاتها التى اكتسبتها فى حال حياتها، فتصير كل روح إلٰى بدن حيوان يشاكل تلك الأرواح فتصير النفس السبعية إلٰى أبدان السباع، والكلبية إلٰى أبدان الكلاب، والبهيمية إلٰى أبدان البهائم، والدنية والسفلية إلٰى أبدان الحشرات، وهٰذا قول المتناسخة، منكرى المعاد، وهو قول خارج عن أقوال أهل الإسلام كلهم. (كتاب الروح ص:۱۲۸ المسئلة الخامسة عشر).

(۳) وقالت فرقة: مستقرها بعد الموت أبدان .... فتصير كل روح الٰى بدن حيوان يشاكل تلك الروح، وهٰذا قول التناسخية منكرى المعاد وهو قول خارج عن أهل الإسلام كلهم. (شرح عقيدة الطحاويه ص:۴۵۴).

کاٹ لینا جائز ہے۔ معلوم نہیں آپ نے کون سی اسلامی کتابوں میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ قیامت کے روز انسان کے جسم کو نہیں بلکہ صرف اس کی رُوح کو اُٹھایا جائے گا؟ میں نے جن اسلامی کتابوں کو پڑھا ہے ان میں تو حشرِ جسمانی لکھا ہے۔ [1]

برزخ سے کیا مراد ہے؟

سوال:... برزخ سے کیا مراد ہے؟ تفصیل سے آگاہ کریں۔

جواب:... مرنے سے لے کر دوبارہ اپنی قبروں سے اُٹھنے تک کا زمانہ برزخ کہلاتا ہے، کیونکہ "برزخ" کہتے ہیں "دو چیزوں کے درمیان آڑ" کو۔ موت سے لے کر حشر تک کا زمانہ دُنیا اور آخرت کے درمیان آڑ ہے، جب درمیانی وقفہ ختم ہوجائے تو نیک لوگ اپنے مقاماتِ رفیعہ میں پہنچ جائیں گے، اور بُرے لوگ اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ جائیں گے۔ [2]

برزخ کی زندگی سے کیا مراد ہے؟

سوال:... "برزخ" سے کیا مراد ہے؟ کیا برزخ کی زندگی کا کوئی تصوّر ہے؟

جواب:... مرنے کے بعد جو زندگی شروع ہوتی ہے وہ قیامت تک برزخ کی زندگی کہلاتی ہے، اس میں عذاب بھی ہوگا، راحت بھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو قبر کے عذاب سے محفوظ رکھیں۔ [3]

برزخ کی زندگی ختم ہونے کے بعد قیامت شروع ہوگی، جس میں بندے کے ایک ایک عمل کا حساب ہوگا، نیک لوگوں کو نجات عطا فرمائی جائے گی، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نجات عطا فرمائیں، اور گناہگاروں کو سزا ملے گی، اللہ تعالیٰ ہمیں سزا سے محفوظ رکھے۔ اگر قیامت کا منظر ہمارے سامنے آجائے تو ہمارے دِل پھٹ جائیں۔ [4]

---

(۱) "ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ" (المؤمنون:۱۶). أيضًا: "وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ، قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظٰمَ وَهِیَ رَمِیْمٌ، قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ. (یٰسٓ:۷۸، ۷۹)، "قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا، هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ" (یٰسٓ:۵۲)، أيضًا: والبعث الثاني يوم يرد الله الأرواح إلىٰ أجسادها ويبعثها من قبورها إلى الجنّة أو النار ...إلخ. (كتاب الروح ص:۱۰۲، المسئلة السابعة، الأمر العاشر).

(۲) واعلم أن عذاب القبر هو عذاب البرزخ .... الىٰ قوله .... فالحاصل ان الدور ثلاث: دار الدنيا، ودار البرزخ، ودار القرار .... و جعل أحكام البرزخ على الأرواح والأبدان تبع لها فاذا جاء يومُ حُشِر الأجساد وقيام الناس من قبورهم .... الخ. (شرح عقيدة الطحاويه ص:۴۵۱، ۴۵۲ طبع مكتبه سلفيه لاهور). قال تعالىٰ: "ومن ورآئهم برزخ إلىٰ يوم يبعثون" فالبرزخ هنا ما بين الدنيا والآخرة وأصله الحاجز بين الشيئين. (كتاب الروح ص:۱۴۹، المسئلة الخامسة عشرة).

(۳) (الأمر التاسع) أنه ينبغي ان يعلم أن عذاب القبر ونعيمه اسم بعذاب البرزخ ونعيمه وهو ما بين الدنيا والآخرة، قال تعالىٰ: "ومن ورآئهم برزخ إلىٰ يوم يبعثون" وهٰذا البرزخ يشرف أهله فيه على الدنيا والآخرة ...إلخ. (كتاب الروح ص:۱۰۲، المسئلة السابعة، أيضًا ص:۱۴۹ المسئلة الخامسة عشرة).

(۴) (الأمر العاشر) ان الموت معاد وبعث أوّل، فإن الله سبحانه وتعالىٰ جعل لابن آدم معادين وبعثين، يجزى فيهما الذين أساؤا بما عملوا، ويجزى الذين أحسنوا بالحسنىٰ، فالبعث الأوّل بمفارقة الروح للبدن ومصيرها إلىٰ دار الجزاء الأوّل، والبعث الثاني يوم يرد الله الأرواح إلىٰ أجسادها ويبعثها من قبورها إلى الجنّة أو النار، وهو الحشر الثاني .... ولٰكن توفية الجزاء إنما يكون يوم المعاد الثاني في دار القرار كما قال تعالىٰ: كل نفس ذائقة الموت وإنما توفّون أجوركم يوم القيامة ...إلخ. (كتاب الروح ص:۱۰۳، ۱۰۴ المسئلة السابعة).

برزخی زندگی کیسی ہوگی؟

سوال:...روزنامہ ''جنگ'' کراچی کے صفحہ ''اقرأ'' میں آپ کا مفصل مضمون رُوح کے بارے میں پڑھا جو کہ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں لکھا گیا تھا، اس مضمون کو پڑھنے کے بعد چند سوالات ذہن میں آئے ہیں، جو گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

آپ نے لکھا ہے کہ: ''کفار و فجار کی رُوحیں تو ''سجین'' کی جیل میں مقید ہوتی ہیں، ان کے کہیں آنے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور نیک اَرواح کے بارے میں کوئی ضابطہ بیان نہیں فرمایا گیا۔''

اور آپ نے لکھا ہے: ''اگر باذنِ اللہ (نیک اَرواح) کہیں آتی جاتی ہیں تو اس کی نفی نہیں کی جاسکتی۔''

کیا ان دو باتوں کا ثبوت کہیں قرآن و حدیث سے ملتا ہے؟

حالانکہ قرآن میں سورۂ مؤمنون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ:...''(سب مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ (آڑ) حائل ہے، دُوسری زندگی تک'' یعنی مرنے کے بعد دُنیا میں واپس نہیں آسکتے، خواہ وہ نیک ہوں یا بد۔

جیسا کہ سورہ یٰسین میں آیا ہے:

ترجمہ:...''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کردیا تھا، اب وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔''

اس بات کا ایک اور ثبوت ترمذی اور بیہقی کی اس روایت سے ہوتا ہے کہ جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ: کیا بات ہے میں تم کو غم زدہ پا رہا ہوں۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جواب میں عرض کیا کہ: والد ''اُحد'' میں شہید ہوگئے اور ان پر قرض باقی ہے اور کنبہ بڑا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جابر! کیا تم کو میں یہ بات بتاؤں کہ اللہ نے کسی سے بھی پردے کے بغیر بات نہیں کی مگر تمہارے والد سے آمنے سامنے ہوکر کہا کہ: عبداللہ! مانگو، تم کو دُوں گا۔ تمہارے باپ نے کہا: مالک مجھے پھر دُنیا میں واپس لوٹادے تاکہ میں دُوسری بار تیری راہ میں قتل کیا جاؤں! اس پر مالک عزّوجل نے ارشاد فرمایا کہ: میری طرف سے یہ بات کہی جاچکی ہے کہ لوگ دُنیا سے چلے آنے کے بعد پھر اس کی طرف واپس نہ جاسکیں گے (ترمذی و بیہقی)۔

عموماً لوگ کہتے ہیں کہ یہاں مراد جسمانی جسم کے ساتھ ہے، کیونکہ جسم بغیر رُوح کے بے معنی ہے اور رُوح بغیر جسم کے۔ اگر یہ بات تسلیم کی جائے کہ صرف رُوح دُنیا میں آتی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رُوح سنتی بھی ہے اور دیکھتی بھی ہے تو یہ بات سورۂ مؤمنون کی آیات سے ٹکراتی ہے، سورۂ اَحقاف میں اللہ نے یہ بات واضح کردی ہے کہ دُنیا سے گزر جانے والے لوگوں کو دُنیاوی حالات کی کچھ خبر نہیں رہتی، ارشادِ ربانی ہے:

ترجمہ:...''اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے علاوہ دُوسروں کو آواز دے، حالانکہ وہ قیامت تک اس کی پکار کا

جواب نہیں دے سکتے وہ تو ان کی پکار سے غافل ہیں'' (الاحقاف آیت:۵، ۶)۔

دراصل یہی وہ گمراہ کن عقیدہ ہے جو شرک کی بنیاد بنتا ہے، لوگ نیک بزرگوں کو زندہ و حاضر و ناظر سمجھ کر دستگیری اور حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں اور اللہ کے ساتھ ظلمِ عظیم کرتے ہیں۔

اَز راہِ کرم ان باتوں کو کسی قریبی اشاعت میں جگہ دیں، تاکہ لوگوں کے دِل میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات دُور ہوسکیں، اللہ ہمارا اور آپ کا حامی و ناصر ہوگا۔

جواب:... یہ تو اسلام کا قطعی عقیدہ ہے کہ موت فنائے محض کا نام نہیں کہ مرنے کے بعد آدمی معدومِ محض ہوجائے، بلکہ ایک جہان سے دُوسرے جہان میں اور زندگی کے ایک دور سے دُوسرے دور میں منتقل ہونے کا نام موت ہے۔ پہلے دور کو ''دُنیوی زندگی'' کہتے ہیں،[1] اور دُوسرے دور کا نام قرآنِ کریم نے ''برزخ'' رکھا ہے۔[2]

برزخ اس آڑ اور پردے کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان واقع ہو، چونکہ یہ برزخی زندگی ایک عبوری دور ہے اس لئے اس کا نام ''برزخ'' تجویز کیا گیا۔[3]

آپ نے سوال میں جو احادیث نقل کی ہیں ان کا مدعا واضح طور پر یہ ہے کہ مرنے والے عام طور پر ''برزخ'' سے دوبارہ دُنیوی زندگی کی طرف واپس نہیں آتے (البتہ قرآنِ کریم میں زندہ کئے جانے کے جو واقعات مذکور ہیں، ان کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا)۔

اور میں نے جو لکھا ہے کہ: ''اگر باذنِ اللہ نیک اَرواح کہیں آتی جاتی ہوں تو اس کی نفی نہیں کی جاسکتی'' اس سے دُنیوی زندگی اور اس کے لوازمات کی طرف پلٹ آنا مراد نہیں کہ ان آیات و احادیث کے منافی ہو، بلکہ برزخی زندگی ہی کے دائرے میں آمد و رفت مراد ہے، اور وہ بھی باذنِ اللہ...!

رہا آپ کا یہ ارشاد کہ:

''دراصل یہی وہ گمراہ کن عقیدہ ہے جو شرک کی بنیاد بنتا ہے، لوگ نیک بزرگوں کو زندہ اور حاضر

---

(۱) قال العلماء: الموت ليس بعدم محض ولا فناء صرف، وإنما هو إنقطاع تعلق الروح بالبدن، ومفارقة وحيلولة بينهما، وتبدل حال، وانتقال من دار إلٰى دار، وأخرج ابو الشيخ فى تفسيره وأبونعيم عن بلال بن سعد أنه قال فى وعظه: يا أهل الخلود! ويا أهل البقاء! إنكم لم تخلقوا للفناء، وإنما خلقتم للخلود والأبد، وإنكم تنقلون من دار إلٰى دار ...إلخ. (شرح الصدور ص:۱۲، باب فضل الموت). أيضًا: قال ابوعبدالله، وقال شيخنا أحمد بن عمرو .... إن الموت ليس بعدم محض وإنما هو إنتقال من حال إلٰى حال، ويدل علٰى ذٰلك أن الشهداء بعد قتلهم وموتهم أحياء عند ربهم يرزقون فرحين مستبشرين ...إلخ. (كتاب الروح ص:۵۱ المسئلة الرابعة).

(۲) "وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ" (المؤمنون:۱۰۰). فالحاصل أن الدور ثلاث، دار الدنيا، ودار البرزخ، ودار القرار ...الخ. (شرح عقيدة الطحاوية ص:۴۵۲ طبع لاهور).

(۳) قال تعالٰى: "وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ" فالبرزخ هنا ما بين الدنيا والآخرة، وأصله الحاجز بين الشيئين. (كتاب الروح ص:۱۴۹ المسئلة الخامسة عشرة).

وناظر سمجھ کر دستگیری اور حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں۔''

اگر اس سے آپ کی مراد ''برزخی زندگی'' ہے تو جیسا کہ اُوپر عرض کیا گیا یہ اسلامی عقیدہ ہے، اس کو گمراہ کن عقیدہ کہہ کر شرک کی بنیاد قرار دینا صحیح نہیں۔ جبکہ حضرت جابرؓ کی وہ حدیث جو آپ نے سوال میں نقل کی ہے وہ خود اس ''برزخی زندگی'' کا منہ بولتا ثبوت ہے اور پھر شہداء کو تو صراحتاً زندہ کہا گیا ہے اور ان کو مردہ کہنے کی ممانعت کی گئی ہے۔[1] شہداء کی یہ زندگی بھی برزخی ہی ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ دُنیوی زندگی کا دور تو ان کا بھی پورا ہو چکا ہے۔ بہر حال ''برزخی زندگی'' کے عقیدے کو گمراہ کن نہیں کہا جاسکتا۔ رہا لوگوں کا بزرگوں کو حاضر وناظر سمجھ کر انہیں دستگیری کے لئے پکارنا! تو اس کا ''برزخی زندگی'' سے کوئی جوڑ نہیں، نہ یہ زندگی اس شرک کی بنیاد ہے۔

اوّلاً:... مشرکین تو پتھروں، مورتیوں، درختوں، دریاؤں، چاند، سورج اور ستاروں کو بھی نفع ونقصان کا مالک سمجھتے اور ان کو حاجت روائی اور دستگیری کے لئے پکارتے ہیں۔ کیا اس شرک کی بنیاد ان چیزوں کی ''برزخی زندگی'' ہے؟ دراصل جہلاء شرک کے لئے کوئی بنیاد تلاش نہیں کیا کرتے، شیطان ان کے کان میں جو افسوں پھونک دیتا ہے، وہ ہر دلیل اور منطق سے آنکھیں بند کر کے اس کے اِلقاء کی پیروی شروع کر دیتے ہیں۔ جب پوجنے والے بے جان پتھروں تک کو پوجنے سے باز نہیں آتے تو اگر کچھ لوگوں نے بزرگوں کے بارے میں مشرکانہ غلوّ اختیار کرلیا تو اسلامی عقیدے سے اس کا کیا تعلق ہے...؟

ثانیاً:... جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، مشرکینِ عرب فرشتوں کو بھی خدائی میں شریک، نفع ونقصان کا مالک اور خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے،[2] اور تقرّب الی اللہ کے لئے ان کی پرستش کو وسیلہ بناتے تھے،[3] کیا ان کے اس جاہلانہ عقیدے کی وجہ سے فرشتوں کی حیات کا انکار کردیا جائے؟ حالانکہ ان کی حیات برزخی نہیں، دُنیوی ہے اور زمینی نہیں، آسمانی ہے۔ اب اگر کچھ لوگوں نے انبیاء واولیاء کی ذواتِ مقدسہ کے بارے میں بھی وہی ٹھوکر کھائی جو مشرکینِ عرب نے فرشتوں کے بارے میں کھائی تھی تو اس میں اسلام کے ''حیاتِ برزخی'' کے عقیدے کا کیا قصور ہے؟ اور اس کا انکار کیوں کیا جائے...؟

ثالثاً:... جن بزرگوں کو لوگ بقول آپ کے زندہ سمجھ کر دستگیری اور حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں، وہ اسی دُنیا میں لوگوں کے سامنے زندگی گزار کر تشریف لے گئے ہیں۔ یہ حضرات اپنی پوری زندگی میں توحید وسنت کے داعی اور شرک وبدعت سے مجتنب رہے، اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اِلتجائیں کرتے رہے، انہیں بھوک میں کھانے کی ضرورت ہوتی تھی، بیماری میں دوادارو اور علاج معالجہ کرتے تھے، انسانی ضروریات کے محتاج تھے، ان کی یہ ساری حالتیں لوگوں نے سر کی آنکھوں سے دیکھیں، اس کے

---

(۱) "وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا، بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ" (آل عمران: ۱۶۹).

(۲) ثم قال منكرًا عليهم فيما نسبوه إليه من البنات وجعلهم الملائكة إناثًا واختيارهم لأنفسهم الذكور على الإناث بحيث إذا بُشِّر أحدهم بالأُنثى ظلّ وجهه مسودًّا وهو كظيم، هٰذا وقد جعلوا الملائكة بنات الله وعبدوهم مع الله. (تفسير ابن كثير ج:٦ ص:١۴، طبع رشيديه كوئٹه).

(۳) ثم أخبر تعالٰى عن عبّاد الأصنام من المشركين أنهم يقولون: ما نعبدهم إلّا ليقرّبونا إلى الله زلفٰى، أى إنما يحملهم على عبادتهم لهم أنهم عمدوا إلٰى أصنام اتخذوها علٰى صور الملائكة المقرّبين فى زعمهم، فعبدوا تلك الصور تنزيلًا لذالك منزلة عبادتهم الملائكة ليشفعوا لهم عند الله فى نصرهم ورزقهم وما ينو بهم من أُمور الدنيا. (تفسير ابن كثير ج:۵ ص:۳۹۷).

باوجود لوگوں نے ان کے تشریف لے جانے کے بعد ان کو نفع ونقصان کا مالک ومختار سمجھ لیا اور انہیں دستگیری وحاجت روائی کے لئے پکارنا شروع کردیا، جب ان کی تعلیم، ان کے عمل اور ان کی انسانی احتیاج کے علی الرغم لوگوں کے عقائد میں غلوّ آیا تو کیا ''حیاتِ برزخی'' (جو بالکل غیرمحسوس چیز ہے) کے انکار سے اس غلوّ کی اصلاح ہوجائے گی...؟

الغرض نہ حیاتِ برزخی کے اسلامی عقیدے کو شرک کی بنیاد کہنا صحیح ہے، نہ اس کے انکار سے لوگوں کے غلوّ کی اصلاح ہوسکتی ہے، ان کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں قرآن وسنت اور خود ان بزرگوں کی تعلیمات سے پورے طور پر آگاہ کیا جائے۔

''حیاتِ برزخی'' کے ضمن میں آپ نے ''سماعِ موتیٰ'' کا مسئلہ بھی اُٹھایا ہے، چونکہ یہ مسئلہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانے سے اختلافی چلا آرہا ہے، اس لئے میں بحث نہیں کرنا چاہتا، البتہ یہ ضرور عرض کروں گا کہ سماعِ موتیٰ کا مسئلہ بھی اس شرک کی بنیاد نہیں، جس کا آپ نے ذکر فرمایا ہے۔ اس کی دلیل میں ایک چھوٹی سی بات عرض کرتا ہوں، آپ کو معلوم ہوگا کہ بہت سے فقہائے حنفیہ سماعِ موتیٰ کے قائل ہیں، اس کے باوجود ان کا فتویٰ یہ ہے:

''وفی البزازیة: قال علماءنا من قال أرواح المشائخ حاضرة تعلم، یکفر۔''

(البحرالرائق ج:۵ ص:۱۳۴)

ترجمہ:... ''فتاویٰ بزازیہ میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ: ''بزرگوں کی رُوحیں حاضر وناظر اور وہ سب کچھ جانتی ہیں'' تو ایسا شخص کافر ہوگا۔''

اس عبارت سے آپ یہی نتیجہ اخذ کریں گے کہ سماعِ موتیٰ کے مسئلے سے نہ بزرگوں کی اَرواح کا حاضر وناظر ہونا لازم آتا ہے، نہ عالم الغیب ہونا، ورنہ فقہائے حنفیہ جو سماعِ موتیٰ کے قائل ہیں، یہ فتویٰ نہ دیتے۔

آپ نے سورۂ اَحقاف کی جو آیت نقل فرمائی ہے، اس کو حضراتِ مفسرین نے مشرکینِ عرب سے متعلق قرار دیا ہے، جو بتوں کو پوجتے تھے، گویا ''لَا یَسْتَجِیْبُ'' اور ''غَافِلُوْنَ'' (الاحقاف:۵) کی یہ دونوں صفات جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائی ہیں، وہ بتوں کی صفات ہیں جو جمادِ محض تھے، لیکن اگر اس آیت کو تمام معبودانِ باطلہ کے لئے عام بھی مان لیا جائے، تب بھی اس سے ان کی حاجت روائی پر قادر نہ ہونا اور غائب ہونا تو لازم آتا ہے مگر اس سے حیات کی نفی ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ عموم کی حالت میں یہ آیت فرشتوں کو بھی شامل ہوگی، اور آپ جانتے ہیں کہ ان سے قدرت اور حاضر وناظر ہونے کی نفی تو صحیح ہے، مگر حیات کی نفی صحیح نہیں، بلکہ خلافِ واقعہ ہے۔

آخر میں گزارش ہے کہ ''برزخ'' جو دُنیا وآخرت کے درمیان واقع ہے، ایک مستقل جہان ہے اور ہماری عقل وادراک کے دائرے سے ماوراء ہے، اس عالم کے حالات کو نہ دُنیوی زندگی پر قیاس کیا جاسکتا ہے، نہ اس میں اندازے اور تخمینے لگائے جاسکتے ہیں، یہ جہان چونکہ ہمارے شعور واحساس اور وجدان کی حدود سے خارج ہے، اس لئے عقلِ صحیح کا فیصلہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کے جو حالات ارشاد فرمائے (جو صحیح اور مقبول احادیث سے ثابت ہوں) انہیں رَدّ کرنے کی کوشش نہ کی جائے، نہ قیاس وتخمین سے کام لیا جائے۔

اہلِ قبور کے بارے میں چند ارشاداتِ نبوی میں اپنے اس مضمون میں نقل کرچکا ہوں، جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے، اور چند اُمور یہ ہیں:

۱:...قبر میں میّت کے بدن میں رُوح کا لوٹایا جانا۔ (۱)

۲:...منکر نکیر کا سوال و جواب کرنا۔ (۲)

۳:...قبر کا عذاب و راحت۔ (۳)

۴:...بعض اہلِ قبور کا نماز و تلاوت میں مشغول ہونا۔ (۴)

۵:...اہلِ قبور (جو مؤمن ہوں) کا ایک دُوسرے سے ملاقات کرنا۔ (۵)

۶:...اہلِ قبور کو سلام کہنے کا حکم۔ (۶)

۷:...اہلِ قبور کی طرف سے سلام کا جواب دیا جانا۔ (۷)

۸:...اہلِ قبور کو دُعا و اِستغفار اور صدقہ خیرات سے نفع پہنچانا۔ (۸)

---

(۱) واعادة الروح أى ردّها أو تعلقها الى العبد أى جسده بجميع أجزائه ..... حق ...... واعلم أن أهل الحق اتفقوا على أن الله تعالى يخلق فى الميت نوع حياة فى القبر قدر ما يتألم أو يتلذذ. (شرح فقه الأكبر ص:۱۲۱، ۱۲۲، طبع دهلى).

(۲) ثم جاء ملَكان أسودان أزرقان .... اسمائهما منكر ونكير .... الخ. (مصنف ابن ابى شيبة ج:۳ ص:۳۷۹).

(۳) ایضاً حوالہ نمبر ۱۔ أيضًا: وأخرج البيهقى فى عذاب القبر، وابن أبى الدنيا عن ابن عمر رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: القبر حفرة من حفر جهنم أو روضة من رياض الجنة. (شرح الصدور ص:۱۵۳).

(۴) عن أنس أن النبى صلى الله عليه وسلم ليلة اسرىَ بهٖ مرّ بموسىٰ عليه السلام وهو يصلى فى قبره ..... وعن أنس أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلون ...الخ. (الحاوى للفتاوىٰ: انبياء الأذكياء بحياة الأنبياء ج:۲ ص:۱۴۷).

(۵) قال عبدالله بن عمرو رضى الله عنهما: ان أرواح المؤمنين تتلاقى .... الخ. (كتاب الروح ص:۱۴۲). وأيضًا وعن سعيد بن جبير قال: اذا مات الميت استقبله ولده كما يستقبل الغائب، وعن ثابت البنانى قال: بلغنا أن الميت اذا مات احتوشه أهله وأقاربه الذين قد تقدموه من الموتى ...الخ. (الحاوى للفتاوىٰ ج:۲ ص:۱۷۴، طبع دار الكتب العلمية، بيروت).

(۶) كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمهم اذا خرجوا الى المقابر .... السلام عليكم أهل ديار من المؤمنين ...الخ. (صحيح مسلم ج:۱ ص:۳۱۴، طبع قديمى، ابن ماجة ص:۱۱۲، طبع نور محمد، مسند احمد ج:۵ ص:۳۵۳، طبع بيروت).

(۷) ثبت عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: ما من مسلم يمرّ على قبر أخيه كان يعرفه فى الدنيا، فيسلّم عليه إلّا ردّ الله عليه روحه حتّى يردّ عليه السلام، فهٰذا نص فى أنه يعرفه بعينه ويرد عليه السلام .... وقد شرع النبى صلى الله عليه وسلم لأمّته إذا سلّموا على أهل القبور أن يسلّموا عليهم سلام من يخاطبونه فيقول: السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وهٰذا خطاب لمن يسمع ويعقل ...إلخ. (كتاب الروح ص:۱۰ المسئلة الأولىٰ، ايضًا مشكوٰة، باب زيارة القبور ص:۱۵۴).

(۸) من صام أو صلّى وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السُّنّة والجماعة .... الخ. (فتاوىٰ شامى ج:۲ ص:۲۴۳). أيضًا: عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما الميت فى قبره إلّا شبه الغريق المتغوث ينتظر دعوة تلحقه من أب أو أمّ أو ولد أو صديق ثقة، فإذا لحقته كانت أحب إليه من الدنيا وما فيها، وان الله تعالى ليدخل على أهل القبور من دعاء أهل الأرض أمثال الجبال، وأن هدية الأحياء إلى الأموات الإستغفار لهم. (شرح الصدور ص:۳۰۵، باب ما ينفع الميت فى قبره). أيضًا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الصدقة لتطفئ عن أهلها حر القبور. (شرح الصدور ص:۳۰۷، باب ما ينفع الميت فى قبره).

۹:... برزخی حدود کے اندر اہلِ ایمان کی اَرواح کا باذنِ الٰہی کہیں آنا جانا جیسا کہ شبِ معراج میں انبیاء علیہم السلام کا بیت المقدس میں اجتماع ہوا۔[1]

خلاصہ یہ کہ جو چیزیں ثابت ہیں ان سے انکار نہ کیا جائے، اور جو ثابت نہیں ان پر اصرار نہ کیا جائے، یہی صراطِ مستقیم ہے، جس کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے، واللہ الموفق!

عذابِ قبر سے بچانے والے اعمال

سوال:... کون کون سی چیزیں عذابِ قبر کی ہیں؟ تا کہ ان سے بچنے کی کوشش کی جائے، اور کون کون سی عذابِ قبر سے بچانے والی ہیں؟

جواب:... پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا، چغلی کھانا، یہ دو چیزیں عذابِ قبر کی موجب ہیں۔[2] نماز کا ترک کرنا، کسی مظلوم کی مدد نہ کرنا، لوگوں کی غیبت کرنا، جھوٹ بولنا، سود کھانا، زنا کرنا، بہت سی چیزیں عذابِ قبر کی موجب ہیں۔[3] اس لئے تمام کبیرہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان دینا، شہید ہوجانا،[4] سورۂ ملک کی

---

(۱) إنّ أرواح المؤمنين في برزخ من الأرض تذهب حيث شاءت ونفس الكافر في سجّين ...إلخ. (شرح الصدور ص:۲۳۶، باب مقر الأرواح). أيضًا: عن قتادة عن أنس بن مالك (في حديث طويل) (قال ثم دخلت المسجد) أي المسجد الأقصىٰ .... (فصليت فيها ركعتين) أيْ تحية المسجد، والظاهر أن هٰذه هي الصلاة التي اقتدىٰ به الأنبياء وصار فيها إمام الأصفياء ...إلخ. (مرقاة شرح مشكٰوة ج:۵ ص:۴۳۱، باب في المعراج، الفصل الأوّل، طبع دهلي).

(۲) وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال: مر النبي صلى الله عليه وسلم بقبرين فقال: انهما ليعذبان وما يعذبان في كبير، امّا أحدهما فكان لَا يستتر من البول، وفي رواية لمسلم: لَا يستنزه من البول وأمّا الآخر فكان يمشي بالنميمة .... الخ. (مشكٰوة ص:۴۲ كتاب الطهارة).

(۳) وأما الجواب المفصل: فقد أخبر النبي صلى الله عليه وسلم عن الرجلين الذين رآهما يعذبان في قبورهما يمشي أحدهما بالنميمة بين الناس ويترك الآخر الإستبراء من البول، فهٰذا ترك الطهارة الواجبة، وذٰلك ارتكب السبب الموقع للعداوة بين الناس بلسانه وإن كان صادقًا .... وقد تقدم حديث ابن مسعود رضي الله عنه في الذي ضرب سوطًا امتلأ القبر عليه به نارًا لكونه صلّى صلاة واحدة بغير طهور، ومر على المظلوم فلم ينصره، وقد تقدم حديث سمرة في صحيح البخاري في تعذيب من يكذب الكذبة فتبلغ الآفاق، وتعذيب من يقرأ القرآن ثم ينام عنه بالليل ولَا يعمل به بالنهار، وتعذيب الزناة والزاني وتعذيب آكل الربا كما شاهدهما النبي صلى الله عليه وسلم في البرزخ .... وتقدم حديث أبي سعيد وعقوبة أرباب تلك الجرائم فمنهم من بطونهم أمثال البيوت وهم علىٰ سابلة آل فرعون وهم أكلة الربوٰا، ومنهم من تفتح أفواههم فيلقمون الجمر حتّٰى يخرج من أسافلهم وهم أكلة المال اليتامىٰ، ومنهم المعلقات بثديهنّ وهنّ الزواني، ومنهم من تقطع جنوبهم ويطعمون لحومهم وهم المغتابون ومنهم من لهم أظفار من نحاس يخمشون وجوههم وصدورهم وهم الذين يغمتون أغراض الناس. (كتاب الروح ص:۱۰۸ المسئلة التاسعة، ما الأسباب التي يعذب بها أصحاب القبور؟).

(۴) وفي سنن النسائي: عن رشدين بن سعد من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم: أن رجلًا قال: يا رسول الله! مال المؤمنين يفتنون في قبورهم إلّا الشهيد؟ قال: كفىٰ ببارقة السيوف علىٰ رأسه فتنة. وعن المقدام بن معديكرب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: للشهيد عند الله ست خصال: يغفر له في أوّل دفعة من دمه، ويرىٰ مقعده من الجنّة، ويجار من عذاب القبر، يأمن من الفزع الأكبر ...إلخ. (كتاب الروح ص:۱۱۱، المسئلة العاشرة، الأسباب المنجية من عذاب القبر، أيضًا شرح الصدور ص:۱۸۴ باب ما ينجي من عذاب القبر).

تلاوت کرنا،[۱] مرض الموت میں سورۂ یٰسٓ کی تلاوت کرنا،[۲] پیٹ کی بیماری سے مرنا،[۳] اور جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں انتقال ہونا،[۴] یہ چیزیں عذابِ قبر سے بچانے والی ہیں، خصوصاً عذابِ قبر سے ہمیشہ پناہ مانگنا۔[۵]

عذابِ قبر اور صدقہ وخیرات

سوال:... میرے بڑے بھائی جو کہ ہندوستان میں رہتے ہیں، نے مجھے دو سال قبل لکھا تھا کہ ایک رات خواب میں انہوں نے دیکھا کہ والدہ مرحومہ کی قبر پر سانپ ہے جو پھن نکال کر کھڑا ہے۔ دُوسرے روز پھر بڑے بھائی نے خواب میں یہی دیکھا، اور پھر جب کہا کہ میں نے معاف کردیا، تو پھر سانپ چلا گیا۔ لہٰذا میرے بھائی نے اس خواب کی تعبیر پوچھی ہے، مذکورہ بالا خواب کی تعبیر کیا ہے؟

جواب:... صحیح تعبیر اور حقیقتِ حال تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ بلاتکلف یہ سمجھ میں آتا ہے کہ لڑائی جھگڑے میں کسی فریق سے کچھ نہ کچھ زیادتی ہوجاتی ہے، اور ہر شخص کو اپنے اعمال کا خمیازہ بھگتنا ہے، آپ کی والدہ سے بڑے بھائی یا ان کی بیوی کے حق میں جو زیادتیاں ہوئیں، خواب میں ان کی شکل دِکھائی گئی ہے۔ اور بھائی اور بھاوج نے جو زیادتیاں کی ہیں، وہ ان کو مرنے کے بعد معلوم ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائیں، والدہ کی طرف سے صدقہ وخیرات کرتے رہیں اور خود اپنی اصلاح بھی کریں۔[۶]

---

(۱) عن ابن مسعود رضی الله عنه قال: سورة الملک هی المانعة تمنع من عذاب القبر، یؤتی صاحبها فی قبره من قِبل رأسه، فیقول رأسه: لَا سبیل عَلیَّ، فإنه وعی فِیَّ سورة الملک، ثم یؤتی من قِبل رِجلیه، فتقول رِجلاه: لیس لک عَلیَّ سبیل، إنه کان یقوم بی بسورة الملک. وأخرج النسائی، عن ابن مسعود رضی الله عنه قال: من قرأ تبارک الذی بیده الملک کل لیلة منعه الله بها من عذاب القبر، وکنا فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم نسمّیها المانعة. (شرح الصدور ص:۱۸۴، ۱۸۵، باب ما ینجی من عذاب القبر، أیضًا: کتاب الروح ص:۱۱۲، طبع دار الکتب العلمیة، بیروت).

(۲) ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: من قرأ یٰسٓ إبتغاء وجه الله أی طلب لرضاه لَا غرضًا سواه غفر له ما تقدم من ذنبه أی الصغائر وکذا الکبائر إن شاء فاقرؤها عند موتاکم أی مشرفی الموت أو عند قبور أمواتکم فإنهم أحوج إلی المغفرة ...إلخ. (مرقاة المفاتیح ج:۲ ص:۲۰۶).

(۳) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من قَتَله بطنه لم یعذب فی قبره. (شرح الصدور ص:۱۸۴ طبع دار الکتب العلمیة).

(۴) وأخرج البیهقی عن عکرمة بن خالد المخزومی قال: من مات یوم الجمعة أو لیلة الجمعة ختم بخاتم الإیمان، ووقِیَ عذاب القبر. (شرح الصدور ص:۱۸۶، باب ما ینجی من عذاب القبر، طبع دار الکتب العلمیة). أیضًا: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ما من مسلم یموت یوم الجمعة أو لیلة الجمعة إلّا وقاه الله فتنة القبر. (کتاب الروح ص:۱۱۲، المسئلة العاشرة، الأسباب المنجیة من عذاب القبر).

(۵) قالت عائشة رضی الله عنها: فما رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم بعد صلاة صلّٰی إلّا تعوّذ بالله من عذاب القبر. (مشکوٰة ص:۲۵ کتاب الإیمان، باب إثبات عذاب القبر).

(۶) إنّ أرواح المؤمنین فی برزخ من الأرض تذهب حیث شاءت ونفیس الکافر فی سجّین ...إلخ. (شرح الصدور ص:۲۳۶، باب مقر الأرواح). أیضًا: عن قتادة عن أنس بن مالک (فی حدیث طویل) (قال ثم دخلت المسجد) أی المسجد الأقصٰی .... (فصلیت فیها رکعتین) أی تحیة المسجد، والظاهر أن هٰذه هی الصلاة التی اقتدیٰ به الأنبیاء وصار فیها إمام الأصفیاء ...إلخ. (مرقاة شرح مشکوٰة ج:۵ ص:۴۳۱، باب فی المعراج، الفصل الأوّل، طبع دهلی).

عذابِ قبر پر چند اِشکالات اور ان کے جوابات

سوال:... جمعہ ایڈیشن میں "عذابِ قبر" کے عنوان سے آپ نے ایک سوال کا جواب دیا ہے، اس میں کئی طرح کے اِشکالات ہیں:

۱:... آپ نے ان صاحب کے سوال کا جواب قرآن یا صحیح حدیث کی روشنی میں نہیں دیا۔

۲:... سورۂ یونس میں اللہ نے فرعون کے متعلق فرمایا ہے کہ اب تو ہم تیرے بدن کو بچائیں گے تاکہ تو اپنے بعد کے آنے والوں کے لئے نشانِ عبرت بنے (سورۂ یونس: ۹۲)۔ اور یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ فرعون کی ممی آج تک موجود ہے مگر اس فرعون کے متعلق سورۃ المؤمن میں اللہ نے فرمایا ہے: "دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح و شام وہ (آلِ فرعون) پیش کئے جاتے ہیں اور جب قیامت کی گھڑی آجائے گی تو حکم ہوگا کہ آلِ فرعون کو شدید تر عذاب میں داخل کرو۔" (المؤمن: ۴۶)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فرعون اور آلِ فرعون کو عذاب کہاں دیا جارہا ہے؟ پھر ہم اس دُنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ ہندو، چینی، اور غالباً رُوسی بھی اپنے مردے جلادیتے ہیں، اور بہت سے لوگ جو جل کر مرجائیں، فضائی حادثے کا شکار ہوجائیں یا جنھیں سمندر کی مچھلیاں کھاجائیں تو انہیں تو قبر ملتی ہی نہیں، انہیں عذاب کہاں دیا جاتا ہے؟

۳:... قرآن، مردوں کے متعلق یہ بتاتا ہے:

"مردے میں جان کی رمق تک نہیں ہے، انہیں اپنے متعلق یہ تک نہیں معلوم کہ وہ کب (دوبارہ زندہ کرکے) اُٹھائے جائیں گے" (النحل: ۲۱)۔

اور فرمایا: "(اے نبی) آپ ان لوگوں کو نہیں سناسکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔" (فاطر: ۲۲)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن میں جان کی رمق تک نہیں اور جو سن تک نہیں سکتے، ان کو عذاب کیسے دیا جارہا ہے؟

جواب:... جناب نے میرے جواب کو یا تو پڑھا نہیں یا پھر سمجھا نہیں، ورنہ آپ نے جتنے شبہات پیش کئے ہیں، ان میں ایک شبہ بھی آپ کو پیش نہ آتا، میں نے اپنے جواب میں لکھا تھا:

"اہلِ سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے اور یہ مضمون متواتر احادیثِ طیبہ میں وارِد ہے۔"[۱]

---

(۱) فأما أحاديث عذاب القبر ومسئلة منكر ونكير فكثيرة متواترة عن النبى صلى الله عليه وسلم كما فى الصحيحين عن ابن عباس ان النبى صلى الله عليه وسلم مر بقبرين فقال: إنهما ليعذبان وما يعذبان فى كبير، أما أحدهما فكان لَا يستبرئ من البول، وأما الآخر فكان يمشى بالنميمة، ثم دعا بجريدة رطبة فشقها نصفين، فقال: لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا۔ (وفى صحيح مسلم) عن زيد بن ثابت قال: بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم فى حائط لبنى النجار علٰى بغلته ونحن معه إذ حادت به فكادت تلقيه فإذا أقبرٌ ستة أو خمسة أو أربعة فقال: من يعرف أصحاب هٰذه القبور؟ فقال رجل: أنا، قال: فمتى مات هٰؤلَاء؟ قال: ماتوا فى الْإشراك، فقال: إن هٰذه الأُمّة تبتلى فى قبورها، فلولَا أن لَا تدافنوا لدعوت الله أن يسمعكم من عذاب القبر الذى أسمع منه، ثم أقبل علينا بوجهه فقال: تعوذوا بالله من عذاب القبر، قالوا: نعوذ بالله من عذاب القبر، قال: تعوذوا بالله من عذاب القبر ...إلخ۔ (كتاب الروح ص:۷۴، المسئلة السادسة)۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: شرح الصدور ص:۱۶۰ تا ۱۸۲، طبع دار الكتب العلمية، بيروت۔

میں ''متواتر احادیث'' کا حوالہ دے رہا ہوں، لیکن آنجناب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ جواب قرآن یا صحیح حدیث کی روشنی میں نہیں دیا۔ فرمائیے! کہ ''متواتر احادیث'' کو ''صحیح حدیث'' نہیں کہتے؟ اور اس کے بعد آپ نے جو شبہات پیش کئے ہیں، میں نے ان کے جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

''ظاہر ہے کہ برزخ کے حالات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے بہتر جانتے تھے، اس لئے اس عقیدے پر ایمان لانا ضروری ہے، اور محض شبہات کی بنا پر اس کا انکار دُرست نہیں۔''

اگر آپ میرے اس فقرے پر غور کرتے تو آپ کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ ہوتا کہ جس عقیدے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار اَحادیث میں بیان فرمایا ہو اور پوری اُمت کے اکابر جس عقیدے پر متفق چلے آئے ہوں، وہ قرآنِ کریم کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے؟ اسی سے آپ یہ بھی سمجھ سکتے تھے کہ عذابِ قبر کی نفی پر آپ نے جن آیات کا حوالہ دیا، آپ نے ان کا مطلب نہیں سمجھا اور غلط فہمی کی بنا پر آپ کو شبہ پیش آیا۔

عذابِ قبر کی نفی وہی شخص کرسکتا ہے جو یہ نہ جانتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متواتر ارشادات اس کے بارے میں موجود ہیں، اور اگر اس بات کو جان لینے کے بعد کوئی شخص اس کا قائل نہیں تو اس کے معنی اس کے سوا کیا ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، صحابہ کرامؓ سے اور چودہ صدیوں کے اکابرِ اُمت سے بڑھ کر قرآن فہمی کا مدعی ہو؟ جو آیات آپ نے عذابِ قبر کی نفی پر پیش کی ہیں، اگر ان سے واقعی عذابِ قبر کی نفی ثابت ہوتی تو یہ تمام اکابر عذابِ قبر کے کیسے قائل ہوسکتے تھے...؟

چونکہ آپ کو اس اِجمالی جواب سے تشفی نہیں ہوئی، اس لئے مناسب ہے کہ آپ کے شبہات کا تفصیلی جواب بھی عرض کیا جائے، آپ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ فرعون اور آلِ فرعون کو صبح و شام (علی الدوام) آگ پر پیش کیا جاتا ہے، یہی عذابِ قبر ہے، جس کو قرآنِ کریم میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ فرعون کی لاش تو محفوظ ہے، اس کو عذاب ہوتا ہوا ہمیں نظر نہیں آتا، پھر فرعون اور آلِ فرعون کو عذاب کہاں ہو رہا ہے؟

اس کو یوں سمجھ لیجئے کہ ایک شخص آپ کے پہلو میں لیٹے ہوئے کوئی مہیب خواب دیکھ رہا ہے، آگ میں جل رہا ہے، پانی میں ڈُوب رہا ہے، سانپ اس کے پیچھے دوڑ رہا ہے، درندے اس پر حملہ آور ہو رہے ہیں، اسے پکڑ کر پابندِ سلاسل کر دیا جاتا ہے، طرح طرح کی سزائیں اسے دی جارہی ہیں، وہ ایک زور کی چیخ مار کر خواب سے بیدار ہوجاتا ہے، اس کے بدن پر لرزہ طاری ہے، جسم پسینے میں شرابور ہو رہا ہے، آپ اس سے پوچھتے ہیں: کیا ہوا؟ وہ اپنا خواب بیان کرتا ہے، آپ اس سے کہتے ہیں کہ: تم بڑے جھوٹے ہو! میں تمہارے پاس بیٹھا ہوا تھا، مجھے تو نہ تمہاری آگ کے شعلے نظر آئے، نہ پانی کی لہریں دِکھائی دیں، نہ میں نے تمہارے سانپ کی پھنکار سنی، نہ تمہارے درندوں کی دھاڑیں میرے کان میں پڑیں، نہ میں نے تمہارے طوق و سلاسل کو دیکھا...... فرمائیے! کیا آپ کی اس منطق سے وہ اپنے خواب کو جھٹلا دے گا؟ نہیں! بلکہ وہ کہے گا کہ تم بیدار تھے، میں خواب کی جس دُنیا میں تھا، اس میں آپ میرے ساتھ نہیں تھے۔ آپ دونوں کے درمیان صرف بیداری اور خواب کا فاصلہ تھا، اس لئے خواب دیکھنے والے پر خواب میں جو حالات گزرے، آپ پاس بیٹھے ہوئے ان حالات سے بے خبر رہے۔ اس طرح خوب سمجھ لیجئے کہ زندوں اور مُردوں کے درمیان دُنیا اور برزخ کا فاصلہ

حائل ہے، اگر مُردوں پر گزرنے والے حالات کا زندہ لوگوں کو اِحساس و شعور نہ ہو تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ مُردوں کو کوئی عذاب و ثواب نہیں ہو رہا، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا اور ان کا جہان الگ الگ ہے، اس لئے ہمیں ان کے حالات کا شعور نہیں، گو ان کے بدن ہمارے سامنے پڑے ہوں۔ آپ جب عالم برزخ میں پہنچیں گے وہاں آپ کو مشاہدہ ہوگا کہ فرعون کے اسی بدن کو عذاب ہو رہا ہے جو ہمارے سامنے پڑا ہے، لیکن یہ عذاب ہمارے مشاہدے سے ماورا ہے۔ جس طرح بیدار آدمی سونے والے کے حالات سے واقف نہیں، لیکن خواب بیان کرنے والے کے اعتماد پر اس کے خواب کو تسلیم کرتا ہے، اسی طرح اگرچہ ہم قبر اور برزخ کے حالات سے واقف نہیں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر اِعتماد کرتے ہوئے ان پر ایمان لائے ہیں، کسی چیز کا محض اس بنا پر انکار کردینا کہ وہ ہمارے مشاہدے سے بالاتر چیز ہے، عقل مندی نہیں، حماقت ہے!

قرآنِ کریم میں ہے کہ ملک الموت رُوح قبض کرتا ہے، لوگ ہمارے سامنے مرتے ہیں، ہم نے کبھی ملک الموت کو رُوح قبض کرتے نہیں دیکھا، مگر چونکہ یہ ہمارے مشاہدے سے بالاتر چیز ہے، اس لئے صاحبِ وحی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد کرتے ہوئے مشاہدے کے بغیر اسے مانتے ہیں۔[1] حضرت جبرائیل علیہ السلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتے تھے اور گھنٹوں آپ سے گفتگو کرتے، لیکن صحابہ کرامؓ کو نہ ان کا سراپا نظر آتا تھا، نہ ان کی بات سنائی دیتی تھی۔ محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر نزولِ جبرائیل علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے۔ پس جب ہم اللہ تعالیٰ کے وجود کو، اس کے فرشتوں کو، انبیائے گزشتہ کو، ان کی کتابوں کو، آخرت کو، حشر و نشر کو، حساب و کتاب کو، جنت و دوزخ کو، الغرض بے شمار غیبی حقائق کو جو ہمارے مشاہدے سے ماورا ہیں، بے دیکھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر مان سکتے ہیں اور مانتے ہیں، تو میں نہیں سمجھتا کہ برزخ اور قبر کے حالات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اِعتماد کرتے ہوئے کیوں نہ مانیں، یہاں اپنے مشاہدے کا حوالہ کیوں دیں...؟[2]

قبر کے حالات کا تعلق عالمِ برزخ سے ہے، جو عالمِ غیب کی چیز ہے، اہلِ ایمان جس طرح دُوسرے غیبی حقائق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھروسے ایمان لاتے ہیں اسی طرح قبر اور برزخ کے ان حالات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ

(۱) "قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ" (السجدة: ۱۱)۔ الأمر الرابع: ان الله سبحانه جعل أمر الآخرة وما كان متصلًا بها غيبًا وحجبها عن إدراك المكلّفين فى هٰذه الدار، وذٰلک من كمال حكمته، وليميز المؤمنون بالغيب من غيرهم .... ثم يمد الملک يده إلى الروح فيقبضها ويخاطبها والحاضرون لَا يرونه، ولَا يسمعونه، ثم تخرج فيخرج لها نور مثل شعاع الشمس .... والحاضرون لَا يرون ولَا يشمونه۔ (كتاب الروح ص: ۹۰، ۹۱، المسئلة السابعة)۔

(۲) (الأمر السابع) ان الله سبحانه وتعالىٰ يحدث فى هٰذه الدار ما هو أعجب من ذٰلک، فهٰذا جبريل كان ينزل على النبى صلى الله عليه وسلم ويتمثل له رجلًا، فيكلمه بكلام يسمعه ومن إلىٰ جانب النبى صلى الله عليه وسلم لَا يراه ولَا يسمعه، وكذٰلک غيره من الأنبياء، وأحيانًا يأتيه الوحى فى مثل صلصلة الجرس ولَا يسمعه من الحاضرين .... والله سبحانه قد حجب بنى آدم عن كثير مما يحدثه فى الأرض وهو بينهم وقد كان جبريل يقرئ النبى صلى الله عليه وسلم، ويدارسه القرآن والحاضرون لَا يسمعونه وكيف يستنكر من يعرف الله سبحانه ويقر بقدرته، ان يحدث حوادث يصرف عنها أبصار بعض خلقه حكمة منه ...إلخ۔ (كتاب الروح ص: ۹۹ المسئلة السابعة)۔

وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

"اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ" اہلِ ایمان کا پہلا وصف ہے، اور غیب سے مراد وہ حقائق ہیں جو ہماری عقل و مشاہدہ سے ماورا ہیں، پس ایمان کی پہلی شرط یہ ہے کہ ان غیبی حقائق کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر مانا جائے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم (خوف و دہشت کی بنا پر) مُردوں کو دفن نہ کرسکو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا کہ تمہیں قبر کا وہ عذاب سنادے جو میں سنتا ہوں" (مشکوٰۃ ص:۲۵)۔[1]

آپ کا دُوسرا شبہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ جلادیئے جاتے ہیں، بعض درندوں اور مچھلیوں کا لقمہ بن جاتے ہیں، انہیں قبر میں دفن کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی، انہیں عذاب کہاں دیا جاتا ہے؟

یہ شبہ بھی نہایت سطحی ہے، مرنے والے کے اجزا خواہ کہیں متفرق ہوجائیں، وہ علمِ اِلٰہی سے تو غائب نہیں ہوجاتے۔ صحیح بخاری میں اس شخص کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے جس نے مرتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد مجھے جلاکر آدھی راکھ ہوا میں اُڑادینا اور آدھی دریا میں بہادینا، کیونکہ میں بہت گناہ گار ہوں، اگر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ آگیا تو مجھے سخت سزا ملے گی۔ مرنے کے بعد بیٹوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا، اللہ تعالیٰ نے بَر و بحر کے اجزا کو جمع فرماکر اسے زندہ فرمایا اور اس سے سوال کیا کہ: تونے یہ وصیت کیوں کی تھی؟[2]

اگر اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت مسلّم ہے کہ وہ ہوا میں اُڑائے ہوئے اور دریا میں بہائے ہوئے اجزا کو جمع کرسکتے ہیں تو یقین رکھئے کہ وہ ایسے شخص کو برزخ میں ثواب و عذاب دینے پر بھی قادر ہیں۔ ہاں! اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پے در پے متواتر ارشادات پر بھی ایمان نہ رکھتا ہو، صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک کے تمام اکابرِ اُمت کے اِجماعی عقیدے کو بھی لغو سمجھتا ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کے علمِ محیط اور قدرتِ کاملہ میں بھی شک و شبہ ہو، اسے اختیار ہے کہ قبر اور برزخ کے عذاب و ثواب کا شوق سے انکار کرے، جب وہ خود اس منزل سے گزرے گا، تب یہ غیبی حقائق اس کے سامنے کھل جائیں گے مگر اس وقت کا ماننا بیکار ہوگا...!

اس میں کیا شبہ ہے کہ مُردے اس جہان والوں کے حق میں واقعی مردہ ہیں، لیکن اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ ان میں برزخ کے عذاب و ثواب کا بھی شعور نہیں؟ جب ہم اسی دُنیا میں دیکھتے ہیں کہ جاگنے والوں کو سونے والوں کے حالات کا شعور نہیں اور سونے والا بیداری کے حالات سے لاشعوری کے عالم میں چلا جاتا ہے، لیکن خواب کے حالات سے وہ بے شعور نہیں، تو اسی طرح کیوں نہ سمجھا جائے کہ مرنے والوں کو برزخی اَحوال کا پورا شعور ہے، اگرچہ ہمیں ان کے شعور کا شعور نہیں "وَلٰـکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ" میں اسی حقیقت کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے۔

---

(۱) عن زید بن ثابت ...... فقال ان هٰذه الأُمّة تبتلی فی قبورها فلو لَا أن لَا تدافنوا لدعوت الله ان یسمعكم من عذاب القبر الذی اسمع منه۔ (مشكٰوة ص:۲۵، باب إثبات عذاب القبر)۔

(۲) عن حذیفة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: كان رجل ممن قبلكم یسیء الظن بعمله فقال لأهله: اذا أنا مت فخذونی، فذرونی فی البحر فی یوم عاصف، ففعلوا به فجمعه الله وقال: ما حملك علی الذی صنعت؟ قال: ما حملنی الّا مخافتك! فغفر له۔ (صحیح البخاری، باب الخوف من الله ج:۲ ص:۹۵۹)۔

آپ کا چوتھا شبہ یہ تھا کہ قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے کہ آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں، بالکل بجا اور صحیح ہے۔ مگر اس آیتِ کریمہ میں تو یہ فرمایا گیا ہے کہ قبر والوں کو سنانا ہماری قدرت سے خارج ہے، یہ تو نہیں کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بھی خارج ہے، نہ یہ کہ مرنے والوں میں کسی چیز کے سننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے،[1] قبر کے مُردے دُنیا والوں کی بات سنتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلے میں اہلِ علم کا اختلاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور سے آج تک چلا آیا ہے، لیکن اس آیتِ کریمہ سے یہ سمجھنا کہ مُردوں کو برزخ اور قبر کے حالات کا بھی شعور نہیں، اہلِ حق میں اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ''الفقہ الاکبر'' میں فرماتے ہیں:

''اور قبر میں منکر نکیر کا سوال کرنا حق ہے، اور بندے کی طرف رُوح کا لوٹایا جانا حق ہے، اور قبر کا بھینچنا حق ہے، اور اس کا عذاب تمام کافروں کے لئے اور بعض مسلمانوں کے لئے حق ہے ضرور ہوگا۔''[2]

(شرح فقہ اکبر ص:۱۲۱، ۱۲۲)

عذابِ قبر کے سلسلے میں شبہات کے جوابات

سوال:... ایک سوال کے جواب میں جو عذابِ قبر سے متعلق ہے، آپ نے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ:

''قبر کا عذاب وثواب برحق ہے، قرآنِ کریم میں اجمالاً اس کا ذکر ہے۔''

محترم! آپ اپنے جواب کے حوالے سے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عنایت کردیجئے، عین نوازش ہوگی:

سوال ۱:... ان قرآنی آیات کی ذرا نشاندہی فرمادیجئے، جہاں عذابِ قبر کا تذکرہ ہے، کیونکہ آپ نے خود لکھا ہے کہ قرآن شریف میں ان کا اِجمالاً تذکرہ موجود ہے۔

سوال ۲:... یہ عذابِ قبر کیا صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے؟ ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے جو اپنے مردے جلادیتے ہیں؟ بالخصوص ہندو، کیا ان کو عذابِ قبر نہیں ہوتا؟ اگر نہیں ہوتا، تو کیوں نہیں ہوتا؟ اگر ہوتا ہے، تو اس کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟

سوال ۳:... مسلمانوں پر اس ''نظرِ کرم'' کی کوئی خاص وجہ؟ یا یوں کہہ لیں ہر اس قوم پر جو مردے دفناتی ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

سوال ۴:... قرآن شریف میں بچے کو دُودھ پلانے کی مدّت اور بعض دیگر جزئیات تک کا ذکر ہے، اتنا اہم مسئلہ صرف اجمالی اہمیت کا حامل کیسے ٹھہر گیا؟

---

(۱) أما قوله تعالىٰ: وما أنت بمسمع من فى القبور، فسياق الآية تدل علىٰ أن المراد منها أن الكافر الميت القلب لَا تقدر علىٰ إسماعه إسماعًا ينتفع به .... وهٰذا حق ولٰكن لَا ينفى إسماع الأرواح بعد الموت إسماع توبيخ وتقريع بواسطة تعلقها بالأبدان فى وقت ما، فهٰذا غير الإسماع المنفى والله أعلم۔ (كتاب الروح ص:٦٥ المسئلة السادسة)۔

(۲) وسؤال منكر ونكير ..... حق ..... واعادة الروح ...... الى العبد ...... حق ...... وضغطة القبر ...... حق ......وعذابه ...... حق كائن للكفار كلهم أجمعين ولبعض عصاة المسلمين۔ (شرح فقه اكبر ص:١٢١، ١٢٢ طبع مجتبائى دهلى)۔

سوال ۵:... آپ جواب میں آگے چل کر فرماتے ہیں:

"نیک و بد اعمال کی کچھ نہ کچھ سزا و جزا دُنیا میں بھی ملتی ہے اور کچھ قبر میں ملتی ہے، پوری آخرت میں ملے گی، دُنیاوی سزا اور قبر کی سزا کے باوجود جس شخص کی بدیوں کا پلہ بھاری ہوگا اس کو دوزخ کی سزا بھی ملے گی، حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے معاف فرمادیں تو ان کی شانِ کریمی ہے۔" دُوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ ایک "بادشاہ" ہے، اگر اس کا دِل چاہے گا تو معاف بھی کردے گا، تو سوال یہ ہے کہ اگر کسی نیکوکار سے وہ "بادشاہ" ناراض ہوگیا تو اسے بھی جہنم میں ڈال دیا جائے گا، یہ تو بادشاہت ہے، کسی قانون، کسی آئین کے تحت تو ہو نہیں رہا، اس کی مرضی ہے تو ایسا کیوں نہیں ہوگا کہ بیچارہ نیکوکار معلوم ہوا جہنم میں پڑا سڑ رہا ہے؟ بادشاہت میں تو ایسا ہی ہوتا ہے، ذرا وضاحت کردیں۔

سوال ۶:... جب عذابِ قبر کا خودساختہ وجود ہے، تو ثوابِ قبر کیوں نہیں ہوتا؟ گناہ گاروں کو تو سزا مل رہی ہے، نیکوکاروں کو جزا کیوں نہیں ملتی؟

سوال ۷:... اللہ کی فطرت اس کے قوانین پوری انسانیت کے لئے ایک ہی ہیں، قرآن مجید میں کئی دفعہ ذکر کیا گیا ہے اللہ کی فطرت تبدیل نہیں ہوتی، تو پھر ایسا کیوں ہے کہ جو دفنائے اسے تو آپ کے خودساختہ فرشتے آگھیریں اور جو جلادیں ان کے مزے ہی مزے۔

سوال ۸:... کیا بحیثیتِ مسلمان میں اپنے وصیت نامے میں یہ وصیت کرسکتا ہوں کہ مرنے کے بعد عذابِ قبر سے بچانے کے لئے میری لاش کو دفنایا نہ جائے، جلادیا جائے؟

سوال ۹:... فرعون کی لاش دیگر کئی فراعین کے ساتھ صحیح سلامت موجود ہے، اس کے عذابِ قبر سے متعلق کیا خیال ہے؟

سوال ۱۰:... عذابِ قبر رُوح کو ہوتا ہے یا بدن کو؟ اسے کیسے ثابت کریں گے اور کس معیار پر؟

سوال ۱۱:... یورپ میں آج کل بہت ساری لاشیں تجربات کے لئے لمبے عرصے کے لئے شیشے کے مرتبانوں میں محفوظ کی جارہی ہیں، ان کے عذابِ قبر سے متعلق آپ کیا فرمائیں گے؟

سوال ۱۲:... عذابِ قبر کی ضرورت کیا ہے؟ جب قیامت میں گناہ گار جہنم میں جائیں گے ہی تو انہیں یہ اضافی "بونس" دینے کی کیا تک ہے؟ کیا جہنم کا عذاب کافی نہیں؟

جواب ۱:... سورۂ مؤمن میں ہے:

"اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَّیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ. وَاِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِیْبًا مِّنَ النَّارِ." (المؤمن:۴۶، ۴۷)

ترجمہ:... "وہ آگ ہے کہ دِکھلادیتے ہیں ان کو صبح اور شام، اور جس دن قائم ہوگی قیامت، حکم ہوگا داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں۔ اور جب آپس میں جھگڑیں گے آگ کے اندر پھر کہیں گے

کمزور غرور کرنے والوں کو: ہم تھے تمہارے تابع، پھر کچھ تم ہم پر سے اُٹھالو گے حصہ آگ کا؟''

(ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

اور سورۂ نوح میں ہے:

''مِمَّا خَطِيْٓـئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا۔ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللهِ اَنْصَارًا''

(نوح:۲۵)

ترجمہ:... ''کچھ وہ اپنے گناہوں سے دبائے گئے پھر ڈالے گئے آگ میں، پھر نہ پائے اپنے واسطے انہوں نے اللہ کے سوا کوئی مددگار۔'' (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

جواب ۲، ۳:... مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہیں، کفار کو بھی ہوتا ہے،[۱] جن مُردوں کو جلادیا جاتا ہے ان کو بھی ہوتا ہے۔[۲]

جواب ۴:... نماز جیسی اہم چیز، جو دِین کا رُکنِ اعظم ہے، اس کا بھی اِجمالی ذکر ہے، نماز کی رکعتوں کی تعداد اور نماز پڑھنے کا طریقہ ارشاد نہیں فرمایا گیا۔ نماز کے بعد دُوسرا رُکن زکوٰۃ ہے، اس کا ذکر بھی اِجمالاً ہے،[۳] مقدارِ زکوٰۃ، شرائطِ زکوٰۃ اور کن کن مالوں پر زکوٰۃ فرض ہے؟ اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ تیسرا رُکن روزہ ہے، اس کی بھی مکمل تفصیلات ذکر نہیں کی گئیں۔[۴] چوتھا رُکن حج ہے، اس کی تفصیلات بھی علی الترتیب درج نہیں۔[۵] قرآنِ کریم کی جو تشریح صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی وہ اُمت کے لئے واجب الاعتقاد اور واجب العمل قرار دی گئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ'' (القیامۃ:۱۹) (پھر مقرّر ہمارا ذمہ ہے اس کو کھول کر بتلانا)، اسی طرح: ''وَمَا اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ'' (الحشر:۷) (اور جو دے تم کو رسول سو لے لو)، وقولہ تعالیٰ: ''وَمَا

---

(۱) والقرآن والسُّنَّة تدل علٰى خلاف هٰذا القول، وإن السؤال للكافر والمسلم، قال الله تعالٰى: (يثبت الله الذين اٰمنوا بالقول الثابت فى الحيٰوة الدنيا وفى الآخرة، ويضل الله الظّٰلمين ويفعل الله ما يشآء) وقد ثبت فى الصحيح أنها نزلت فى عذاب القبر حين يسأل: من ربك؟ وما دينك؟ ومن نبيك؟ وفى الصحيحين عن أنس بن مالك عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: إن العبد إذا وضع فى قبره وتولّى عنه أصحابه إنه يسمع قرع نعالهم، وذكر الحديث. زاد البخارى: وأما المنافق والكافر فيقال له: ما كنت تقول فى هٰذا الرجل؟ فيقول: لَا أدرى! كنت أقول ما يقول الناس، فيقال: لَا دريت ولَا تليت، ويضرب بمطرقةٍ من حديد يصيح صيحة يسمعها من يليه إلّا الثقلين، هٰكذا فى البخارى ...إلخ. (كتاب الروح ص:۱۱۶، المسئلة الحادية عشرة)۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مذکورہ کتاب ص:۱۱۶ تا ۱۱۹۔

(۲) قال الإمام النووى: مذهب أهل السُّنَّة اثبات عذاب القبر ...... ولَا يمنع من ذٰلك كون الميت قد تفرقت أجزاؤه كما يشاهد فى العادة أو أكلته السبع والطيور وحيتان البحر لشمول علم الله تعالٰى وقدرته ...الخ. (مرقاة شرح مشكوٰة ج:۱ ص:۱۶۳، باب إثبات عذاب القبر)۔

(۳) مثلاً: ''اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ'' (البقرة:۴۳)، أيضًا: قال تعالٰى: ''اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ'' (البقرة:۳)۔

(۴) ''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ'' (البقرة:۱۸۳)۔

(۵) قال تعالٰى: ''وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا'' (آل عمران:۹۷)، وقال تعالٰى: ''وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ'' (البقرة:۱۹۶)۔

اَرْسَلْنَا مِن رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ'' (النساء:۶۴) (اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اس کا حکم مانیں اللہ کے فرمانے سے) الی غیر ذالک من الآیات الکثیرۃ!

جواب ۵:... قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کو ''ملک الناس'' (سورۃ الناس:۲) اور ''مالک الملک'' (آل عمران:۲۶) فرمایا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے بادشاہ ہونے پر بھی آپ کو اعتراض ہے؟ اور یہ بات میری کس تقریر سے لازم آئی کہ جزا و سزا بغیر کسی قانون کے ہے؟

جواب ۶:... قبر میں ثواب بھی ہوتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا!''۔[۱]

جواب ۷:... اُوپر بتاچکا ہوں کہ دفن ہونے والے اور جلا دیئے جانے والوں کے درمیان تفریق غلط ہے، سب کو قبر کا عذاب ہوسکتا ہے، اور ہوتا ہے۔ ہاں! ہماری فہم و ادراک سے بالاتر چیز ضرور ہے، جو صرف انبیائے کرام علیہم السلام کی وحی سے معلوم ہوسکتی ہے، اور فرشتے... نعوذ باللہ... میرے ''خود ساختہ'' نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں، جن کے وجود کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے،[۲] اگر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں، تو انتظار کیجئے! وہ وقت جلد آیا چاہتا ہے جب آپ کو اس عذاب کا مشاہدہ اور تجربہ ہوجائے گا، اس وقت یقین لائیے گا، لیکن افسوس! کہ اس وقت کا ایمان لانا مفید نہ ہوگا۔

جواب ۸:... میں تو عذابِ قبر کے منکر کو سچا مسلمان ہی نہیں سمجھتا،[۳] کیونکہ وہ قرآنِ کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متواتر ارشادات کے علاوہ اُمتِ اسلامیہ کے قطعی عقیدے کی اپنی جہالت و ناواقفی کی وجہ سے تکذیب کرتا ہے۔[۴] اور یہ بھی بتاچکا ہوں کہ لاش محفوظ ہو، گل سڑ جائے، یا جلادی جائے، کوئی حالت بھی عذابِ قبر سے مانع نہیں۔ اس کے باوجود اگر آپ جلانے کی وصیت ... نعوذ باللہ... کرنا چاہتے ہیں تو آپ بہتر جانتے ہیں۔ کیا اس کے بجائے یہ آسان نہیں کہ ایمان بالغیب کے طور پر آپ اس عقیدے ہی کو مان لیں، اگر قبر میں واقعی عذاب ہوتا ہے تو آپ بچ جائیں گے، اور اگر نہیں ہوتا تو آپ کا کوئی نقصان نہیں۔

جواب ۹:... فرعون کی لاش کو بھی عذاب ہو رہا ہے، قرآنِ کریم کی جن آیات کا اُوپر حوالہ دیا ہے، وہ فرعون اور آلِ فرعون ہی سے متعلق ہیں۔

---

(۱) عن أبي سعيد قال ...... قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: انما القبر روضة من رياض الجنّة أو حفرة من حفر النّار. (ترمذی ج:۲ ص:۶۹، أبواب صفة القيامة، طبع دهلی).

(۲) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اذا أقبر الميت أتاه ملكان أسودان أزرقان، يقال لأحدهما المنكر وللآخر النكير ...الخ. (مشكوٰة ص:۲۵، باب إثبات عذاب القبر).

(۳) جحد أحد وعدًا أو وعيدًا ذكره الله تعالىٰ فى القرآن عند الفزع فى القبر وفى القيامة يكفر ..... وكذٰلك لو قال لَا أعترف عذاب القبر فهو كافر. (الفتاوىٰ التاتارخانية ج:۵ ص:۳۴۰، طبع رشيديه كوئٹه).

(۴) (الأصل الثالث) عذاب القبر وقد ورد الشرع به قال الله تعالىٰ: اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ..... واشتهر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم والسلف الصالح الإستعاذة من عذاب القبر، وهو ممكن فيجب التصديق به. (احياء علوم الدين ج:۱ ص:۱۱۴، طبع دار المعرفة، بيروت).

جواب ۱۰:...قبر کا عذاب بلاواسطہ رُوح کو ہوتا ہے اور بالواسطہ بدن کو، جس طرح کہ دُنیا کی تکلیف بلاواسطہ بدن کو ہوتی ہے اور بالواسطہ رُوح کو، اور معیار اَحادیث شریفہ ہیں۔ [1]

جواب ۱۱:...ان کے بارے میں وہی کہوں گا جو نمبر:۹ کے بارے میں کہہ چکا ہوں، ان کو بھی عذاب ہوتا ہے، مگر مجھے اور آپ کو اس کا ادراک نہیں ہوتا، جس طرح خواب دیکھنے والے پر جو کچھ گزرتی ہے اس کا ادراک پاس بیٹھے جاگنے والے کو نہیں ہوتا۔

جواب ۱۲:...میرا اور آپ کا کام خدا اور رسول کی بات پر اِیمان لانا ہے، ان کے کاموں کی ضرورتیں بتانا نہیں۔ جب قبر میں فرشتے عذاب دیں گے، ان سے دریافت فرمالیجئے گا کہ: ''اس کی کیا ضرورت تھی؟ سیدھا دوزخ میں بھیج دو! اضافی ''بونس'' کیوں دیا جارہا ہے...؟''۔

نصیحت:...سوالات کا مضائقہ نہیں، مگر آدمی کو گستاخانہ لہجہ نہیں اختیار کرنا چاہئے، خصوصاً اللہ و رسول کی بات پر گستاخانہ لہجہ اختیار کرنا ایمان کے منافی ہے، واللہ اعلم!

عذابِ قبر کے اسباب

سوال:...جناب مولانا صاحب! مسئلہ کچھ یوں ہے کہ میں نے جب سے مؤرخہ ۲۳ر نومبر ۱۹۹۱ء کے اخبار جنگ میں یہ خبر پڑھی:

> ''دو مرتبہ لحد کی زمین مل گئی، تیسری مرتبہ سانپ اور بچھو نکل آئے۔
>
> دو سانپوں نے میّت سے لپٹ کر اسے دو حصوں میں تقسیم کردیا، راولپنڈی کے قریب ایک میّت کی عبرت انگیز تدفین۔
>
> راولپنڈی (جنگ رپورٹ) چند روز قبل پیرودھائی راولپنڈی کے قدیم قبرستان میں رونما ہونے والے ایک عبرت انگیز اور ناقابلِ یقین واقعہ نے ایک میّت کی تدفین کے لئے آنے والے سیکڑوں افراد پر رقت طاری کردی۔ تفصیلات کے مطابق ایک شخص کی میّت کو جونہی قبر میں اُتارا گیا، لحد کی جگہ والی زمین یوں آپس میں مل گئی جیسے اسے کھودا ہی نہیں گیا تھا۔ وہاں موجود ایک عالم دین کی ہدایت پر دُوسری قبر کھودی گئی، مگر پھر ویسے ہی ہوا، اس پر تمام لوگوں نے استغفار کا وِرد شروع کردیا۔ مولوی صاحب کی ہدایت پر دوبارہ لحد کھودنے کی کوشش کی

(۱) بل العذاب والنعيم على النفس والبدن جميعًا باتفاق أهل السُّنَّة والجماعة. (كتاب الروح ص:۷۲ المسئلة السادسة).
أيضًا: وجعل أحكام البرزخ على الأرواح والأبدان تبعًا لها، فكما تبعت الأرواح الأبدان فى أحكام الدنيا فتألمت بألمها والتذت براحتها .... والأرواح هناك ظاهرة والأبدان خفية فى قبورها تجرى أحكام البرزخ على الأرواح فتسرى إلٰى أبدانها نعيمًا أو عذابًا ...إلخ. (كتاب الروح ص:۸۹ المسئلة السابعة، طبع دار الكتب العلمية، بيروت).

گئی تو اس جگہ سے سانپ، بچھو اور مختلف اقسام کے کیڑے مکوڑے یوں نکلے جیسے کسی چشمے سے پانی اُبلتا ہے۔
مولوی صاحب کی ہدایت پر میّت کو قبر میں اُتار دیا گیا، میّت کے قبر میں رکھتے ہی ایک سانپ کمر کے نیچے سے کندھوں کے اُوپر سے، اور دُوسرا سانپ پاؤں کے نیچے سے ہوتا ہوا اُوپر آیا اور دونوں سانپ آپس میں مل گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے میّت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی، جیسے اسے کسی آرے سے چیر دیا گیا ہو، یہ منظر دیکھتے ہی میّت کے ہمراہ آنے والے سیکڑوں لوگوں پر سکتہ طاری ہوگیا۔''

میں عجیب کیفیت میں مبتلا ہوگیا ہوں، اور سوچتا رہتا ہوں کہ اس آدمی نے ایسے کون سے گناہ کئے ہوں گے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسی سزا دی، حالانکہ آج کل کے معاشرہ میں گناہ عام ہوتے جارہے ہیں، لیکن آخر کیا وجہ تھی جو اس کو اللہ تعالیٰ نے ایسی سزا دی؟ بے شک اللہ کے بھید اللہ ہی جانتا ہے، لیکن اگر اس کے بارے میں کسی کتاب میں یا آپ کے علم میں ہو تو ضرور بتائیں۔

جواب:... عذابِ قبر کا سبب کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ہے، جو شخص کسی سنگین کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اور توبہ کئے بغیر مرجائے، وہ قبر کے ہولناک عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ خصوصاً جو شخص کسی اعلانیہ گناہ کا بغیر کسی جھجک کے مرتکب ہو، اَحکامِ شرعیہ کی تحقیر کرے، یا کمزوروں کے حقوق پامال کرے، اس کے بارے میں زیادہ خدشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی پناہ میں رکھیں! احادیث و روایات میں بہت سے اہلِ معاصی کا عذابِ قبر میں مبتلا ہونا مذکور ہے، ان سے چند واقعات نقل کرتا ہوں:

۱، ۲:... چغل خوری اور پیشاب سے پرہیز نہ کرنا:

بہت سی احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ان دونوں قبروں والوں کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے، اور کسی بڑی بات پر عذاب نہیں ہو رہا (کہ جس سے بچنا مشکل ہوتا)، ایک تو چغلی کیا کرتا تھا، اور دُوسرا پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ [1]

اس مضمون کی احادیث متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہیں۔

۳:... کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا:

متعدد احادیث میں یہ واقعہ منقول ہے کہ ایک جہاد میں ایک صاحب نے (جس کا نام محلم بن جثامہ تھا) کسی شخص کو باوجود اس کے کلمہ پڑھنے کے قتل کردیا۔ چند دن بعد قاتل کا انتقال ہوگیا، تو زمین نے اس کی لاش اُگل دی، متعدد بار دفن کیا گیا، لیکن زمین ہر بار

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: مرّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبرین فقال: إنهما ليعذبان وما يعذبان فی كبير، أما أحدهما فكان لَا يستتر من البول، وفی رواية لمسلم: لَا يستنزه من البول، وأما الآخر فكان يمشی بالنميمة .... متفق عليه. (مشكوٰة ص: ۴۲ كتاب الطهارة، باب آداب الخلاء).

اس کی لاش کو اُگل دیتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ: زمین تو اس سے برے لوگوں کو بھی چھپا لیتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ منظر تم کو اس لئے دکھایا تا کہ تم کو آپس کی حرام چیزوں (جان و مال اور عزت و آبرو) کو پامال کرنے کے بارے میں نصیحت و عبرت ہو (بیہقی، دلائل نبوّت ج:۶ ص:۳۰۹، مصنف عبدالرزاق ج:۱۱ ص:۱۷۳، ابن ماجہ ص:۲۸۱، مجمع الزوائد ج:۷ ص:۲۹۴)۔[1]

۴:...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جھوٹ بولنا:

متعدد احادیث میں آیا ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جھوٹ بولا تھا، ان کی لاش کو بھی زمین نے قبول نہیں کیا، بلکہ باہر اُگل دیا (صحیح بخاری ج:۱ ص:۵۱۱، صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۷۰، بیہقی، دلائل نبوّت ج:۶ ص:۲۴۵)۔[2]

۵:...جھوٹی افواہیں پھیلانا:

صحیح بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک طویل خواب مذکور ہے، (اور انبیائے کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے) جس میں برزخ کے بہت سے مناظر دکھائے گئے۔ اسی میں ہے کہ جھوٹی افواہیں پھیلانے والے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ زنبور سے اس کا ایک کلا گدی تک چیرا جاتا ہے، پھر دُوسرے کلے کے ساتھ بھی یہی ہوتا ہے، اتنے میں پہلا کلا

---

(۱) عن عمران بن حصین .... قال .... إن شئتم حدثتکم حدیثًا سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم، قالوا: وأنت سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: نعم! شهدت رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد بعث جيشًا من المسلمين إلى المشركين فلما لقوهم قاتلوهم قتالًا شديدًا فمنحوهم اكتافهم فحمل رجل من لحمتي على رجل من المشركين بالرمح فلما غشيه، قال: أشهد أن لَا إلٰه إلّا الله انى مسلم، فطعنه فقتله، فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! هلكت، قال: وما الذى صنعت؟ مرة أو مرتين، فأخبره بالذى صنع، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: فهلا شققت عن بطنه؟ فعلمت ما فى قلبه! قال: يا رسول الله! لو شققت قلبه لكنت أعلم ما فى قلبه، قال: فلا أنت قبلت ما تكلم به ولَا أنت تعلم ما فى قلبه، قال: فسكت عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يلبث إلّا يسيرًا حتى مات فدفناه فأصبح علٰى ظهر الأرض، فقالوا: لعل عدوا نبشه، فدفناه ثم أمرنا غلماننا يحرسونه فأصبح علٰى ظهر الأرض، فقلنا لعل الغلمان نعسوا، فدفناه ثم حرسناه بأنفسنا فأصبح علٰى ظهر الأرض، فألقيناه فى بعض تلك الشعاب. (وفى رواية) ...... فأخبر النبى صلى الله عليه وسلم وقال: إن الأرض لتقبل من هو أشر منه ولٰكن الله أحب أن يريكم تعظيم حرمة لَا إلٰه إلّا الله. (ابن ماجة ص:۲۸ واللفظ لهٗ، بيهقى ج:۶ ص:۳۰۹، مصنَّف عبدالرزاق ج:۱۱ ص:۱۷۳، مجمع الزوائد ج:۷ ص:۲۹۴).

(۲) عن أنس قال: كان رجل نصرانى فأسلم وقرأ البقرة وآل عمران فكان يكتب لنبى الله صلى الله عليه وسلم فعاد نصرانيًا فكان يقول: ما يدرى محمد إلّا ما كتبت له، فأماته الله فدفنوه فأصبح ولقد لفظته الأرض فقالوا: هٰذا فعل محمد وأصحابه لما هرب منهم نبشوا عن صاحبنا فألقوه فحفروا لهٗ فأعمقوا لهٗ فى الأرض ما استطاعوا فأصبح وقد لفظته الأرض، فقالوا: هٰذا فعل محمد وأصحابه نبشوا عن صاحبنا، فألقوه فحفروا لهٗ فأعمقوا لهٗ فى الأرض ما استطاعوا فأصبح قد لفظه الأرض فعلموا أنه ليس من الناس فألقوه. (بخارى ج:۱ ص:۵۱۱ واللفظ لهٗ، باب علامات النبوة فى الإسلام، أيضًا مسلم ج:۲ ص:۳۷۰، دلَائل النبوة ج:۶ ص:۲۴۵).

ٹھیک ہوجاتا ہے، اس کو پھر چیرتے ہیں، قیامت تک اس کے ساتھ یہی ہوتا رہے گا۔ [۱]

۶:...قرآن کریم سے غفلت:

قرآن کریم سے غفلت کرنے والے کے بارے میں دیکھا کہ وہ لیٹا ہوا ہے، ایک شخص بڑا بھاری پتھر لئے اس کے سر پر کھڑا ہے، وہ پتھر سے اس کے سر کو اتنے زور سے پھوڑتا ہے کہ وہ پتھر لڑھک کر دُور جاگرتا ہے، وہ شخص دوبارہ پتھر اُٹھا کر لاتا ہے، اتنے میں اس کا سر ٹھیک پہلے کی طرح ہوچکا ہوتا ہے، قیامت تک اس کے ساتھ یہی کیا جائے گا۔ [۲]

۷:...زنا:

زناکار مردوں اور عورتوں کو ایک غار میں دیکھا جو تنور کی طرح نیچے سے فراخ اور اُوپر سے تنگ ہے، اس میں آگ جل رہی ہے، جب آگ کے شعلے بھڑکتے ہیں تو وہ لوگ تنور کے منہ تک آجاتے ہیں، اور جب آگ نیچے بیٹھتی ہے تو وہ لوگ بھی نیچے چلے جاتے ہیں، قیامت تک ان کے ساتھ یہی ہوتا رہے گا۔ [۳]

۸:...سود کھانا:

سودخور کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ خون کی نہر میں کھڑا ہے، اور ایک شخص نہر کے کنارے پر کھڑا ہے، جس کے سامنے بہت سے پتھر ہیں، جب وہ سودخور خونی نہر کے کنارے پر آنا چاہتا ہے تو کنارے پر کھڑا شخص ایک پتھر اُٹھا کر زور سے اس کے منہ پر مارتا ہے، اور وہ پھر اپنی پہلی جگہ چلا جاتا ہے، قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہے گا۔ [۴]

(۱ تا ۴) عن سمرة بن جندب قال: كان النبى صلى الله عليه وسلم إذا صلّى صلاة أقبل علينا بوجهه فقال: من رأى منكم الليلة رُؤيا؟ قال: فإن رأى أحد قصها، فيقول: ما شاء الله! فسألنا يومًا فقال: هل رأى منكم أحد رُؤيا؟ قلنا: لَا! قال: لٰكنى رأيتى الليلة رجلين أتيانى، فأخذ بيدىّ، فأخرجانى إلٰى أرض مقدسة، فإذا رجل جالس ورجل قائم بيده كلُّوب من حديد يدخله فى شدقه حتّٰى يبلغ قفاه ثم يفعل بشدقه الآخر مثل ذٰلك ويلتئم شدقه هٰذا فيعود فيصنع مثله، فقلت: ما هٰذا؟ قالَا: إنطلق! فانطلقنا حتّٰى أتينا علٰى رجل مضطجع علٰى قفاه ورجل قائم علٰى رأسه بفهر أو صخرةٍ فيشدخ بها رأسه فإذا ضربه تدهده الحجر فانطلق إليه ليأخذه، فلا يرجع إلٰى هٰذا حتّٰى يلتئم رأسه وعاد رأسه كما هو، فعاد إليه فضربه، قلتُ: من هٰذا؟ قالَا: إنطلق! فانطلقنا إلٰى نقب مثل التنور أعلاه ضيق وأسفله واسع تستوقد تحته نار، فإذا اقترب ارتفعوا حتّٰى كادوا يخرجون، فإذا خمدت رجعوا فيها، وفيها رجال ونساء عراة، فقلت: ما هٰذا؟ قالَا: إنطلق! فانطلقنا حتّٰى أتينا علٰى نهر من دم فيه رجل قائم، وعلٰى شط النهر رجل بين يديه حجارة، فأقبل الرجل الذى فى النهر، فإذا أراد أن يخرج رمى الرجل بحجر فى فيه فرده حيث كان، فجعل كلما جاء ليخرج رمٰى فى فيه بحجر فيرجع كما كان، فقلت: ما هٰذا؟ قالَا: إنطلق! فانطلقنا حتّٰى أتينا إلٰى روضة ...... قلت: طوّفتمانى الليلة فأخبرانى عما رأيتُ، قالَا: نعم! أما الذى رأيته يشق شدقه كذاب يحدث بالكذبة فتحمل عنه حتّٰى تبلغ الآفاق فيصنع به إلٰى يوم القيامة، والذى رأيته يشدخ رأسه فرجل علّمه الله القرآن فنام عنه بالليل ولم يعمل فيه بالنهار، يفعل به إلٰى يوم القيامة، والذى رأيت فى النقب فهم الزناة، وأما الذى رأيته فى النهر فآكل الربا. (صحيح البخارى ج:۱ ص:۱۸۵، كتاب الجنائز، باب ما قيل فى أولَاد المشركين، أيضًا: بخارى ج:۲ ص:۱۰۴۳ كتاب التعبير). أيضًا قال ابن القيم (بعد ذكر هٰذا الحديث الطويل) وهٰذا نص فى عذاب البرزخ، فإن رُؤيا الأنبياء وحى مطابق لما فى نفس الأمر. (كتاب الروح ص:۸۳ المسئلة السادسة، شرح الصدور ص:۱٦۷ باب فى القبر حساب).

امام بیہقی نے دلائل نبوّت (ج:۲ ص:۳۹۲) میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے، جس میں چند مناظر کا ذکر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج میں دکھائے گئے، (حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے نشر الطیب (ص:۵۰، مطبوعہ تاج کمپنی) میں بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے) وہ مناظر حسبِ ذیل ہیں:

۹:...حلال چھوڑ کر حرام کھانے والے:

فرمایا: میں نے دیکھا کہ کچھ خوان رکھے ہیں، جن پر پاکیزہ گوشت رکھا ہے، مگر ان پر کوئی شخص نہیں اور دُوسرے خوانوں پر سڑا ہوا، بدبودار گوشت رکھا ہے، ان پر بہت سے آدمی بیٹھے کھا رہے ہیں، جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑتے ہیں اور حرام کو کھاتے ہیں۔ (۱)

۱۰:...سود کھانے والے:

آگے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پیٹ کوٹھریوں جیسے ہیں، جب ان میں سے کوئی شخص اُٹھنا چاہتا ہے تو فوراً گر پڑتا ہے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یہ سود کھانے والے ہیں۔ (۲)

۱۱:...یتیموں کا مال کھانے والے:

آگے دیکھا کہ کچھ لوگ جن کے ہونٹ اُونٹوں کے سے ہیں، اور وہ آگ کے انگارے نگل رہے ہیں، جو ان کے اسفل سے (پاخانے کی جگہ سے) نکل رہے ہیں، جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ: یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں۔ (۳)

۱۲:... بدکار عورتیں:

آگے دیکھا کہ کچھ عورتیں پستانوں سے بندھی ہوئی لٹک رہی ہیں، جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ: یہ زنا کرنے والی بدکار عورتیں ہیں۔ (۴)

(۱ تا ۴) عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی الله علیه وسلم (فی حدیث الإسراء): مضیت هنیةً فإذا أنا بأخونَة یعنی الخوان المائدة التی یوکل علیها لحم مشرح لیس یقربها أحد، وإذا أنا بأخونة أخریٰ علیها لحم قد أروح ونتن عندها أناس یأکلون منها، قلت: یا جبریل من هٰؤلَاء؟ قال: هٰؤلَاء من أُمّتک یترکون الحلال ویأتون الحرام، ثم مضیت هنیة، فإذا أنا بأقوام بطونهم أمثال البیوت کلما نهض أحدهم خرّ یقول: اللّٰهم لَا تقم الساعة، قال: وهم علیٰ سابلة آل فرعون .... قلت: یا جبریل! من هٰؤلَاء؟ قال: هٰؤلَاء من أُمّتک الذین یأکلون الربا .... ثم مضیت هنیة فإذا أنا بأقوام مشافرهم کمشافر الإبل، قال: فتفتح علی أفواههم ویلقون ذٰلک الحجر، ثم یخرج من أسافلهم .... فقلت: یا جبریل! من هٰؤلَاء؟ قال: هٰؤلَاء من أُمّتک یأکلون أموال الیتامیٰ ظلمًا .... قال: ثم مضیت هنیة فإذا أنا بنساء یعلقن بثدیهن فسمعتهن یصحن إلی الله عزّ وجلّ، قلتُ: یا جبریل! من هٰؤلَاء النساء؟ قال: هٰؤلَاء الزناة من أُمّتک. قال: ثم مضیت هنیة فإذا أنا بأقوام تقطع من جنوبهم اللحم، فیلقمون، فیقال له: کُل کما کنت تأکل من لحم أخیک، قلت: یا جبریل! من هٰؤلَاء؟ قال: هٰؤلَاء الهمازون من أُمّتک اللمازون. (دلائل النبوة ج:۲ ص ۳۹۲ واللفظ لهٗ، باب الدلیل علیٰ ان النبی صلی الله علیه وسلم عرج إلی السماء، طبع المکتبة الأثریة).

۱۳:... چغل خور عیب چین:

آگے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پہلو سے گوشت کا ٹکڑا انہی کو کھلایا جاتا ہے، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ: یہ غیبت کرنے والے، چغل خور اور عیب چین لوگ ہیں۔ [۱]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل نبوّت (ج:۲ ص:۳۹۸،۳۹۹) میں واقعاتِ معراج ہی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے، (جسے نشر الطیب میں واقعہ ششم کے ذیل میں نقل کیا ہے) اس میں مندرجہ ذیل مناظر کا ذکر ہے:

۱۴:... نماز فرض سے روگردانی کرنے والے:

فرمایا کہ: پھر ایک قوم پر گزر ہوا، جن کے سر پتھر سے پھوڑے جاتے ہیں، اور جب وہ کچلے جاچکتے ہیں تو پہلی حالت پر ہوجاتے ہیں اور اس کا سلسلہ ذرا بند نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ: یہ کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ: یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز سے روگردانی اور سستی کرتے ہیں۔ [۲]

۱۵:... زکوٰۃ نہ دینے والے:

فرمایا: پھر ایک ایسی قوم پر گزر ہوا جن کی شرمگاہوں پر آگے پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے، اور وہ مویشیوں کی طرح چر رہے تھے، اور زقوم اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ: یہ وہ لوگ ہیں، جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا، اور آپ کا ربّ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ [۳]

---

(۱) ایضاً حوالہ نمبر۱ صفحہ گزشتہ۔

(۲ و ۳) عن أبی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال فی هٰذه الآیة: "سبحٰن الذی أسریٰ بعبده لیلًا من المسجد الحرام .... ثم أتی علیٰ قوم تُرضخ رُؤوسهم بالصخر کلما رضحت عادت کما کانت لَا یفتر عنهم من ذٰلک شیئًا فقال: یا جبریل! من هٰؤلَاء؟ قال: هٰؤلَاء الذین تتشاقل رؤوسهم عن الصلاة، قال: ثم أتیٰ علیٰ قوم علیٰ إقبالهم رقاع وعلیٰ أدبارهم رقاع یسرحون کما تسرح الأنعام علی الضریع الزقوم، ورضف جهنم وحجارتها، قال: ما هٰؤلَاء یا جبریل؟ قال: هٰؤلَاء الذین لَا یؤدّون صدقات أموالهم وما ظلمهم الله، وما الله بظلّام للعبید، ثم أتیٰ علیٰ قوم بین أیدیهم لحم فی قدر نضج ولحم آخر خبیث، فجعلوا یأکلون من الخبیث ویدعون النضیج الطیب، فقال: یا جبریل! من هٰؤلَاء؟ قال: هٰذا الذی یقوم وعنده إمرأة حلالًا طیبًا فیأتی المرأة الخبیث فتبیت معه حتّیٰ تصبح، .... ثم مَرَّ علیٰ رجل قد جمع حزمة عظیمة لَا یستطیع حملها وهو یزید علیها قال: یا جبریل! ما هٰذا؟ قال: هٰذا رجل من أُمّتک علیه أمانة لَا یستطیع أدائها وهو یزید علیها، ثم أتیٰ علیٰ قوم تقرض ألسنتهم وشفاههم بمقاریض من حدید، کلما قرضت عادت کما کانت، ولَا یفتر عنهم شیء، قال: یا جبریل! من هٰؤلَاء؟ قال: هٰؤلَاء خطباء الفتنة، ثم أتیٰ علیٰ جحر صغیر یخرج منه ثور عظیم فجعل الثور یرید أن یدخل من حیث خرج ولَا یستطیع، قال: ما هٰذا یا جبریل؟ قال: هٰذا الرجل یتکلم بکلمة فیندم علیها فیرید أن یردها فلا یستطیع. (دلَائل النبوة واللفظ لهٗ ج:۲ ص:۳۹۷-۳۹۸، باب الدلیل علیٰ ان النبی صلی الله علیه وسلم عُرج به إلی السماء، طبع المکتبة الأثریة لَاهور، پاکستان، أیضًا: کتاب الروح لِابن قیم ص:۸۳، ۸۴، المسئلة السادسة، شرح الصدور ص:۱۷۰، باب إثبات عذاب القبر، نشر الطیب ص:۳۸-۴۰ واقعہ معراج، واقعہ ششم، طبع سہارنپور مفتی محلّہ)۔

۱۶:...غیر عورتوں سے آشنائی کرنے والے:

فرمایا: پھر ایک ایسی قوم پر گزر ہوا، جن کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے، اور ایک ہنڈیا میں کچا سڑا ہوا گوشت رکھا ہے، وہ لوگ اس سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں، اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ: یہ آپ کی اُمت میں سے وہ مرد ہے جس کے پاس حلال طیب بیوی ہو اور پھر وہ ناپاک عورت کے پاس جائے، اسی میں وہ عورت ہے جو اپنے حلال طیب شوہر کے پاس سے اُٹھ کر کسی ناپاک مرد کے پاس جائے اور رات کو اس کے پاس رہے، یہاں تک کہ صبح ہوجائے۔ (۱)

۱۷:...لوگوں کے حقوق ادا نہ کرنے والا:

فرمایا: پھر ایک شخص پر گزر ہوا، جس نے ایک بڑا گٹھا لکڑیوں کا جمع کر رکھا ہے، وہ اس کو اُٹھا نہیں سکتا، اور وہ اس میں اور لا لا کر لادتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: یہ کون شخص ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ: یہ آپ کی اُمت کا وہ شخص ہے جس کے ذمہ لوگوں کے بہت سے حقوق اور امانتیں ہیں، جن کے ادا کرنے پر وہ قادر نہیں اور وہ اور زیادہ لادتا چلا جاتا ہے۔ (۲)

۱۸:...فتنہ انگیز خطیب اور واعظ:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ آہنی مقراضوں سے کاٹے جا رہے ہیں، اور جب کٹ چکتے ہیں تو پھر سابقہ حالت پر ہوجاتے ہیں، اور یہ سلسلہ بند نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ: یہ گمراہی میں ڈالنے والے فتنہ انگیز خطیب اور واعظ ہیں۔ (۳)

۱۹:...بڑی بات کہہ کر نادم ہونے والا:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جس میں سے ایک بڑا بیل نکلتا ہے، پھر وہ بیل دوبارہ اندر جانا چاہتا ہے مگر نہیں جاسکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: یہ کیا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ: یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات منہ سے نکالے، پھر نادم ہوکر اس کو واپس لینا چاہے، مگر اس کے واپس لینے پر قادر نہیں۔ (۴)

۲۰:...ملاوٹ کرنے والا: (۵)

حافظ ابن قیمؒ نے کتاب الروح میں اور حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے شرح صدور میں حافظ ابن ابی الدنیاؒ کی کتاب القبور

(۱ تا ۴) ایضاً حوالہ نمبر ۲ صفحۂ گزشتہ۔

(۵) عن عبدالحميد بن محمود قال: كنت جالسًا عند ابن عباس فأتاه قوم فقالوا: إنا خرجنا حجاجًا ومعنا صاحب لنا، إذا أتينا فإذا الصفاح مات، فهيأناه، ثم انطلقنا، فحفرنا له، ولحدنا له، فلما فرغنا من لحده إذا نحن بأسود قد ملأ اللحد، فحفرنا له آخر فإذا به قد ملأ لحده، فحفرنا له آخر فإذا به .... فقال ابن عباس: ذٰلک الغل الذی يغل به، انطلقوا فادفنوه فی بعضها، فوالذی نفسی بيده! لو حفرتم الأرض كلها لوجدتموه فيه، فانطلقنا فوضعناه فی بعضها، فلما رجعنا أتينا أهله بمتاع له معنا، فقلنا لإمرأته: ما كان يعمل زوجک؟ قالت: كان يبيع الطعام، فيأخذ منه كل يوم قوت أهله، ثم يفرض الفضل مثله فيلقيه فيه. (كتاب الروح واللفظ لهٗ ص:۹۸ المسئلة السابعة، ايضًا شرح الصدور ص:۱۷۴ باب عذاب القبر، طبع بيروت، طبع دار الكتب العلمية بيروت).

سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ: عبدالحمید بن محمود کہتے ہیں کہ: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت بیٹھا تھا، اتنے میں کچھ لوگ آئے اور ذکر کیا کہ: ہم لوگ حج کے لئے آئے تھے، ہمارے ایک رفیق کا انتقال ہوگیا، ہم نے اس کے لئے قبر کھودی اور لحد بنائی، جب لحد سے فارغ ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ اس میں ایک کالا ناگ بیٹھا ہے، وہ اتنا بڑا تھا کہ اس نے پوری لحد بھر رکھی تھی۔ ہم نے دُوسری جگہ قبر کھودی تو وہاں بھی وہی کالا ناگ موجود تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: یہ کالا ناگ اس کے گلے کا طوق ہے، جو اس کو پہنایا جائے گا، جاؤ! جو قبریں تم نے کھود رکھی ہیں، انہی میں سے کسی میں دفن کردو، پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم اس قبر کے لئے ساری زمین بھی کھود ڈالو تو یہ کالا ناگ تمہیں ہر جگہ موجود ملے گا۔ چنانچہ ہم واپس گئے اور مردے کو انہی گڑھوں میں سے ایک میں دفن کردیا۔ جب ہم حج سے واپس لوٹے تو ہم نے اس کا سامان اس کے گھر پہنچایا اور اس کا قصہ سنایا، اور اس کی بیوی سے پوچھا کہ: یہ شخص کیا عمل کرتا تھا؟ اس نے بتایا کہ: غلّہ فروخت کرتا تھا، روزانہ گھر کی ضرورت کا غلّہ نکال لیتا اور اتنی مقدار چھٹائی کا بھوسہ خرید کر اس میں ملادیا کرتا تھا (کتاب الروح ص:۹۸، شرح صدور ص:۱۷۴)۔

۲۱:...ماں کی گستاخی کرنے والا:

حافظ سیوطیؒ نے شرح صدور میں، اصبہانی کی ترغیب و ترہیب کے حوالے سے عوام بن حوشب سے نقل کیا ہے کہ میں ایک دفعہ ایک قبیلے میں گیا، اس کے قریب ایک قبرستان ہے، عصر کے بعد کا وقت ہوا تو ایک قبر پھٹی اور اس میں سے ایک شخص نکلا، جس کا سر گدھے کے سر جیسا تھا اور باقی بدن انسان جیسا تھا، اس نے تین مرتبہ گدھے کی سی آواز نکالی، پھر قبر بند ہوگئی۔ میں نے لوگوں سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو بتایا گیا کہ یہ شخص شراب نوشی کیا کرتا تھا، جب شام ہوتی تو اس کی والدہ اس کو کہا کرتی کہ: بیٹا! اللہ سے ڈرو! اس کے جواب میں یہ کہتا کہ: تو گدھے کی طرح ہینکتی ہے! یہ شخص عصر کے بعد مرا، اسی دن سے آج تک روزانہ عصر کے بعد اس کی قبر پھٹتی ہے اور وہ گدھے کی طرح تین مرتبہ ہینکتا ہے، اس کے بعد اس کی قبر بند ہوجاتی ہے۔ [1]

۲۲:...بغیر طہارت کے نماز پڑھنے اور مظلوم کی مدد نہ کرنے والا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک بندے کو قبر میں سو کوڑے لگانے کا حکم ہوا، وہ اللہ تعالیٰ سے سوال و دعا کرتا رہا، بالآخر تخفیف ہوتے ہوتے ایک کوڑا رہ گیا، اس کے کوڑا لگا تو پوری قبر آگ سے بھر گئی، جب یہ عذاب ختم ہوا اور اسے ہوش آیا تو اس نے فرشتوں سے پوچھا کہ: تم لوگوں نے کس گناہ پر مجھے کوڑا لگایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ: تو نے ایک دن نماز

---

(۱) وأخرج الأصبهاني في الترغيب، عن العوام بن حوشب قال: نزلت مرة حيًا والٰى جانب ذٰلك الحي مقبرة، فلما كان بعد العصر انشق منها قبر، فخرج من رجل رأسه رأس حمار وجسده جسد إنسان، فنهق ثلاث نهقات، ثم انطبق عليه القبر، فسألت عنه فقيل: إنه كان يشرب الخمر، فإذا راح تقول أُمّه: إتق الله يا ولدي! فيقول: إنما أنتِ تنهقين كما ينهق الحمار. فمات بعد العصر، فهو ينشق عنه القبر كل يوم بعد العصر، فينهق ثلاث نهقات، ثم ينطبق عليه القبر. (شرح الصدور ص: ١٧٢، باب عذاب القبر، طبع دار الكتب العلمية بيروت).

بغیر وضو کے پڑھی تھی، اور تو ایک مظلوم کے پاس سے گزرا تھا، مگر تو نے اس کی مدد نہیں کی تھی (مشکل الآثار ج:۴ ص:۱۳۱)۔[1]

۲۳:...صحابہ کرامؓ کو برا کہنے والا:

ابن ابی الدنیاؒ نے کتاب القبور میں ابواسحاق سے نقل کیا ہے کہ: مجھے ایک میّت کو غسل دینے کے لئے بلایا گیا، میں نے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ ایک بڑا بھاری سانپ اس کی گردن میں لپٹا ہوا ہے، میں واپس آ گیا، اس کو غسل نہیں دیا، پس لوگوں نے ذکر کیا کہ یہ شخص صحابہؓ کو برا کہا کرتا تھا (کتاب الروح ص:۹۸، شرح صدور ص:۱۷۳)۔[2]

اس قسم کے اور بہت سے واقعات کتاب الروح اور شرح صدور میں نقل کئے ہیں۔ حافظ ابن قیمؒ نے کتاب الروح میں ان اسباب کو تفصیل سے لکھا ہے، جو عذابِ قبر کا سبب ہیں، یہاں ان کی عبارت کا ترجمہ نقل کرتا ہوں۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''نواں مسئلہ:...سائل کا یہ سوال کہ وہ کون سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے قبر والوں کو عذاب ہوتا ہے؟

اس کا جواب دو طرح پر ہے: ایک مجمل اور ایک مفصل۔

مجمل جواب: تو یہ ہے کہ اہل قبور کو عذاب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے جہل پر، اس کے حکم کو ضائع کرنے پر اور اس کی نافرمانیوں کے ارتکاب پر۔ پس اللہ تعالیٰ ایسی رُوح کو عذاب نہیں دیتے جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو، اور جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتی ہو، اس کے حکم کی تعمیل کرتی ہو، اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے پرہیز کرتی ہو، اور نہ ایسے بدن کو عذاب دیتے ہیں، جس میں ایسی پاکیزہ رُوح ہو، کیونکہ قبر کا عذاب اور آخرت کا عذاب بندے پر اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضی کا اثر ہے۔ پس جس شخص نے اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کو غضب ناک اور ناراض کیا، پھر توبہ کئے بغیر مر گیا تو جس قدر اس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا تھا، اسی کے بقدر اس کو برزخ میں عذاب ہوگا۔ پس کوئی کم لینے والا ہے اور کوئی زیادہ لینے والا، کوئی تصدیق کرنے والا ہے، اور کوئی تکذیب کرنے والا۔

رہا مفصل جواب! تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو شخصوں کے بارے میں بتایا جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا کہ ایک چغل خوری کر کے لوگوں کے درمیان فساد ڈالتا تھا، اور دُوسرا پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ پس مؤخر الذکر نے طہارتِ واجبہ کو ترک کیا، اور اول الذکر نے اپنی زبان سے ایسے سبب کا ارتکاب کیا جو لوگوں کے درمیان فتنہ اور شر انگیزی کا باعث ہو، اگرچہ وہ سچی بات ہی نقل کرتا تھا۔ اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ جو شخص جھوٹ طوفان اور بہتان تراشی کے ذریعہ لوگوں کے درمیان فتنہ ڈالنے کا سبب

---

(۱) عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: أمر بعبد من عباد اللہ أن تضرب فی قبرہ مأة جلدة فلم یزل یسأل اللہ ویدعوہ حتّٰی صارت واحدة، فامتلأ قبرہ علیہ نارًا، فلما ارتفع عنه أفاق، فقال: علام جلدتمونی؟ قالوا: إنک صلّیت صلاة بغیر طھور ومررت علٰی مظلوم فلم تنصرہ۔ (مشکل الآثار ج:۴ ص:۱۳۱، أیضًا کتاب الروح ص:۸۳ المسئلة السادسة)۔

(۲) وقال ابن أبی الدنیا: حدثنی محمد بن الحسین، قال: حدثنی أبو إسحاق صاحب الشاط قال: دعیت إلٰی میّت لِأغسله، فلما کشفت الثوب عن وجھه إذا بحیة قد تطوقت علٰی حلقه، فذکر من غلظھا، قال: فخرجت فلم أغسله، فذکروا أنه کان یسب الصحابة رضی اللہ عنھم۔ (کتاب الروح ص:۹۸ المسئلة السابعة، طبع دار الکتب العلمیة، أیضًا شرح الصدور ص:۱۷۳، باب عذاب القبر، طبع دار الکتب العلمیة)۔

بنے، اس کا عذاب چغل خور سے بھی بڑھ کر ہے، جیسا کہ پیشاب سے پرہیز نہ کرنے میں اس پر تنبیہ ہے کہ جو شخص نماز کا تارک ہو، کہ پیشاب سے صفائی حاصل کرنا جس کے واجبات و شروط میں سے ہے، اس کا وبال اس سے بھی بڑا ہوگا۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس شخص کا قصہ گزر چکا ہے کہ جس کی قبر پر ایک کوڑا مارا تو وہ آگ سے بھر گئی، کیونکہ اس نے ایک نماز بغیر طہارت کے پڑھی تھی، اور وہ مظلوم کے پاس سے گزرا تھا مگر اس کی مدد نہیں کی تھی۔

اور صحیح بخاری میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی گزر چکی ہے، جس میں جھوٹی افواہیں پھیلانے والے کے عذاب کا ذکر ہے۔ نیز اس شخص کے عذاب کا جو قرآن پڑھ کر رات کو سورہتا ہے اور دن کو اس پر عمل نہیں کرتا۔ نیز بدکار مردوں اور عورتوں کا عذاب اور سود کھانے والے کا عذاب جن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برزخ میں مشاہدہ فرمایا۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی گزر چکی ہے، جس میں بڑے پتھر کے ساتھ ان لوگوں کے سر پھوڑنے کا ذکر ہے جو نماز میں سستی کیا کرتے تھے، اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کا ذکر ہے کہ وہ جہنم کے زقوم اور پتھروں کو چر رہے تھے، اور جو زناکاری کی وجہ سے سڑا ہوا بدبودار گوشت کھا رہے تھے، اور فتنہ پرور گمراہ کرنے والے خطیبوں اور واعظوں کا ذکر ہے جن کے ہونٹ آہنی مقراضوں سے کاٹے جارہے تھے۔

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی گزر چکی ہے جن میں چند اہل جرائم کے عذاب کا ذکر ہے، بعض کے پیٹ کوٹھریوں جیسے تھے، اور آلِ فرعون (جہنمیوں) کے قافلے ان کو روندر ہے تھے، یہ سود کھانے والے ہیں۔ بعض کے منہ کھول کر ان میں آگ کے انگارے ٹھونسے جارہے تھے جو ان کے اسفل سے نکل جاتے تھے، یہ یتیموں کا مال کھانے والے ہیں۔ بعض عورتیں پستانوں سے بندھی ہوئی لٹک رہی تھیں، یہ بدکار عورتیں ہیں۔ بعض کے پہلوؤں سے گوشت کاٹ کر انہی کو کھلایا جارہا تھا، یہ غیبت اور عیب چینی کرنے والے ہیں۔ بعض کے تانبے کے ناخن ہیں، جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی عزت و آبرو سے کھیلتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ جس غلام نے خیبر کے مالِ غنیمت سے ایک چادرہ چرالیا تھا، وہ چادرہ اس کی قبر میں بھڑکتی ہوئی آگ بن گیا، باوجودیکہ مالِ غنیمت میں خود اس کا بھی حق تھا۔ اب غور کیجئے! کہ جو شخص دُوسرے کا مال ناحق ہڑپ کر جائے، جس میں اس کا کوئی حق نہیں، اس کا کیا حال ہوگا...؟

خلاصہ:... یہ کہ قبر کا عذاب دل، آنکھ، کان، منہ، زبان، پیٹ، شرمگاہ، ہاتھ، پاؤں اور پورے بدن کے گناہوں پر ہے، پس جن لوگوں کو قبروں میں عذاب ہوتا ہے، وہ یہ ہیں:

۱:...چغل خور۔ ۲:...جھوٹ بولنے والا۔ ۳:...غیبت کرنے والا۔ ۴:...جھوٹی گواہی دینے والا۔ ۵:...کسی پاک دامن پر تہمت لگانے والا۔ ۶:...لوگوں کے درمیان فتنہ و فساد ڈالنے والا۔ ۷:...لوگوں کو بدعت کی طرف بلانے والا۔ ۸:...اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نام پر ایسی بات کہنے والا جس کا اس کو علم نہیں۔ ۹:...اپنی گفتگو میں گپ تراشی کرنے والا۔ ۱۰:...سود کھانے والا۔ ۱۱:...یتیموں کا مال کھانے والا۔ ۱۲:...رشوت، بھتہ وغیرہ کے ذریعہ حرام کھانے والا۔ ۱۳:...مسلمان بھائی کا مال ناحق کھانے والا۔ ۱۴:...اسلامی مملکت کے غیرمسلم شہری کا مال ناحق کھانے والا۔ ۱۵:...نشہ پینے والا۔ ۱۶:...ملعون درخت کا لقمہ کھانے والا۔

۱۷:...زانی۔ ۱۸:...لوطی۔ ۱۹:...چور۔ ۲۰:...خیانت کرنے والا۔ ۲۱:...عہد شکنی کرنے والا۔ ۲۲:...دھوکا دہی کرنے والا۔ ۲۳:...جعل سازی اور مکر و فریب کرنے والا۔ ۲۴:...سود لینے والا۔ ۲۵:...سود دینے والا۔ ۲۶:...سود کی تحریر لکھنے والا۔ ۲۷:...سود کی گواہی دینے والا۔ ۲۸:...حلالہ کرنے والا۔ ۲۹:...حلالہ کرانے والا۔ ۳۰:...اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ساقط کرنے اور حرام چیزوں کا ارتکاب کرنے کے لئے حیلے کرنے والا۔ ۳۱:...مسلمانوں کو ایذا پہنچانے والا۔ ۳۲:...ان کے عیوب کی ٹوہ لگانے والا۔ ۳۳:...حکمِ الٰہی کے خلاف فیصلے کرنے والا۔ ۳۴:...شریعت کے خلاف فتوے دینے والا۔ ۳۵:...گناہ اور ظلم کے کام میں دُوسرے کی مدد کرنے والا۔ ۳۶:...کسی کو ناحق قتل کرنے والا۔ ۳۷:...اللہ کے حرم میں الحاد اور کج روی اختیار کرنے والا۔ ۳۸:...اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے حقائق کو بدلنے والا۔ ۳۹:...اسمائے الٰہی میں کج روی اختیار کرنے والا۔ ۴۰:...اپنی رائے کو، اپنے ذوق کو اور اپنی سیاست کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر مقدم کرنے والا۔ ۴۱:...نوحہ کرنے والی عورت۔ ۴۲:...نوحہ کو سننے والا۔ ۴۳:...جہنم میں نوحہ کرنے والے، یعنی راگ گانے والے، سننے والے جس کو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔ ۴۴:...راگ سننے والے۔ ۴۵:...قبروں پر عمارتیں بنانے والے اور ان پر قندیلیں اور چراغ روشن کرنے والے۔ ۴۶:...ناپ تول میں کمی کرنے والے کہ جب لوگوں سے اپنا حق لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں، اور جب لوگوں کو دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ ۴۷:...جبار اور سرکش لوگ۔ ۴۸:...متکبر لوگ۔ ۴۹:...ریاکار لوگ۔ ۵۰:...لوگوں کی عیب چینی کرنے والے۔ ۵۱:...ناحق کا جھگڑا اور کٹ حجتی کرنے والے۔ ۵۲:...سلف صالحین (صحابہؓ وتابعینؒ اور ائمہ دینؒ) پر طعن کرنے والے۔ ۵۳:...جو لوگ کاہنوں، نجومیوں اور قیافہ شناسوں کے پاس جاتے ہیں، ان سے سوال کرتے ہیں، اور جو کچھ یہ لوگ بتائیں اس کو سچ جانتے ہیں۔ ۵۴:...ظالموں کے مددگار، جنھوں نے اپنی آخرت کو دوسروں کی دُنیا کے عوض بیچ دیا۔ ۵۵:...وہ شخص کہ جب تم اس کو اللہ تعالیٰ کا خوف دلاؤ اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نصیحت کرو، تو باز نہ آئے، اور جب اس کے جیسی مخلوق سے ڈراؤ اور بندوں کا خوف دلاؤ تو باز آجائے۔ ۵۶:...وہ شخص کہ جب اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے حوالے سے ہدایت کی جائے، تو ہدایت پر نہ آئے اور اس کی طرف سر اُٹھا کر بھی نہ دیکھے، اور جب اس کو کسی ایسے شخص کی بات پہنچے جس کے ساتھ وہ حسنِ ظن رکھتا ہے (حالانکہ وہ صحیح بات بھی کہہ سکتا ہے اور غلط بھی) تو اس کی بات کو خوب مضبوطی سے پکڑ لے اور اس کی مخالفت نہ کرے۔ ۵۷:...وہ شخص کہ جب اس کے سامنے قرآن پڑھا جائے تو اس سے متأثر نہ ہو، بلکہ بسااوقات اس سے گرانی محسوس کرے، اور جب وہ شیطان کا قرآن (یعنی گانا اور قوالی) سنے، جو زنا کا منتر اور نفاق کا مادّہ ہے، تو اس کا جی خوش ہو جائے اور اس پر اس کو وجد آنے لگے، اور اس کے دل سے خوشی کے مظاہر پھوٹنے لگیں، اور اس کا جی چاہے کہ گانے والا بس گاتا ہی جائے، خاموش نہ ہو۔ ۵۸:...اور ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر توڑ ڈالے (اور توڑنے کی پروا نہ کرے)، لیکن یہی شخص اگر کسی بہادر کی قسم کھالے، یا اپنے شیخ سے بری ہونے کی قسم کھالے، یا اپنے کسی عزیز و قریب کی قسم کھالے، یا جواں مردی کی قسم کھالے، یا کسی ایسے شخص کی زندگی کی قسم کھائے جس سے وہ محبت رکھتا ہے اور اس کی تعظیم کرتا ہے، تو قسم کھانے کے بعد اس کو توڑنے کے لئے کسی طرح بھی آمادہ نہ ہو، خواہ اس کو کتنا ہی ڈرایا دھمکایا جائے۔ ۵۹:...کھلے بندوں گناہ کرنے والا، جو اپنے گناہ پر فخر کرے اور اپنے ہم جولیوں کے مقابلے میں کثرت سے اس گناہ کو کرے۔ ۶۰:...ایسا شخص جس کو تم اپنے مال اور اہل وعیال پر امین نہ بنا سکو۔

۶۱:...ایسا بدخلق اور بدزبان آدمی کہ لوگ اس کی بدزبانی اور شر سے ڈرتے ہوئے اس کو منہ نہ لگائیں۔ ۶۲:...جو شخص کہ نماز کو آخری وقت تک مؤخر کردے، اور جب نماز پڑھے تو چار ٹھونگے لگالے اور اس میں اللہ کا ذکر نہ کرے، مگر بہت کم۔ ۶۳:...جو شخص کہ خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ ۶۴:...حج کی وسعت کے باوجود حج نہ کرے۔ ۶۵:...قدرت کے باوجود اپنے ذمہ کے حقوق ادا نہ کرے۔ ۶۶:...جو شخص دیکھنے میں، بولنے میں، کھانے پینے میں، چلنے پھرنے میں احتیاط اور پرہیزگاری سے کام نہ لے۔ ۶۷:...جو شخص مال کے حاصل کرنے میں اس کی پروا نہ کرے کہ حلال سے آیا ہے یا حرام سے؟ ۶۸:...جو شخص صلہ رحمی نہ کرے، نہ مسکین پر رحم کرے، نہ بیوہ پر، نہ یتیم پر، نہ جانوروں اور چوپاؤں پر، بلکہ یتیم کو دھکے دے، مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دے، لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرے اور برتنے کی چیزوں سے بھی لوگوں کو منع کرے۔ ۶۹:...اور جو شخص کہ اپنے عیب کے بجائے لوگوں کے عیوب میں، اور اپنے گناہ کے بجائے لوگوں کے گناہوں میں مشغول ہو۔ پس ان تمام لوگوں کو اور ان جیسے دُوسرے لوگوں کو ان جرائم پر قبر میں عذاب ہوتا ہے، ان جرائم کی قلت و کثرت اور صغیرہ و کبیرہ ہونے کے مطابق چونکہ اکثر لوگ ان جرائم کے مرتکب ہیں، اس لئے اہل قبور کی اکثریت عذابِ قبر میں مبتلا ہے، اور عذابِ قبر سے نجات پانے والے بہت کم لوگ ہیں۔ پس قبریں باہر سے مٹی نظر آتی ہیں، لیکن ان کے اندر حسرتیں ہیں اور عذاب ہے۔ باہر مٹی اور منقش پتھروں سے بنی ہوتی ہیں، لیکن ان کے اندر مصائب کے پہاڑ اور سانپوں اور بچھوؤں کی بھرمار ہے، وہ حسرتوں میں ایسی اُبل رہی ہیں، جیسے ہنڈیا اُبلتی ہے، اور ایسا ہونا بھی چاہئے کیونکہ اہل قبور کے درمیان اور ان کی خواہشوں اور آرزوؤں کے درمیان دیوار حائل ہوگئی ہے، اللہ کی قسم! قبریں ایسا وعظ کہہ رہی ہیں کہ انہوں نے کسی واعظ کے لئے بولنے کی گنجائش نہیں چھوڑی، اور وہ پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ:

"اے دُنیا کے آباد کرنے والو! تم ایسے گھر کو آباد کر رہے ہو جو بہت جلد زوال پذیر ہے، اور تم اس گھر کو ویران کر رہے ہو جس میں تم بڑی تیزی سے منتقل ہو رہے ہو، تم نے ان گھروں کو آباد کیا جن کے منافع اور سکونت دوسروں کے لئے ہے، اور تم نے ان گھروں کو ویران کیا کہ تمہاری رہائش ان کے سوا اور کہیں نہیں، یہ گھر دوڑ میں ایک دُوسرے سے آگے نکلنے کا ہے، یہاں اعمال امانت رکھے جاتے ہیں، یہ کھیتی کا بیج ہے، یہ عبرتوں کا محل ہے،" جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا!" (یہ آخری فقرہ حدیثِ پاک کا ایک جملہ ہے)۔"[1]

ابن قیم رحمہ اللہ کی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا۔

---

(۱) المسئلة التاسعة: وهی قول السائل: ما الأسباب التی یعذب بها أصحاب القبور؟
جوابها من وجهین: مجمل ومفصل، أما المجمل فإنهم یعذبون علٰی جهلهم بالله، وإضاعتهم لأمره، وارتکابهم لمعاصیه، فلا یعذّب الله روحًا عرفته وأحبته وامتثلت أمره واجتنبت نهیه، ولَا بدنًا کانت فیه أبدًا فإن عذاب القبر وعذاب الآخرة أثر غضب الله وسخطه علٰی عبده، فمن أغضب الله وأسخطه فی هٰذه الدار ثم لم یتب ومات علٰی ذٰلک کان له من عذاب البرزخ بقدر غضب الله وسخطه علیه، فمستقلٌ ومستکثرٌ، ومصدقٌ، ومکذب۔
وأمّا الجواب المفصل: فقد أخبر النبی صلی الله علیه وسلم عن الرجلین اللذین رآهما یعذّبان فی قبورهما یمشی أحدهما بالنمیمة بین الناس ویترک الآخر الإستبراء من البول، فهٰذا ترک الطهارة الواجبة، .... (باقی اگلے صفحے پر)

عذابِ قبر کے سلسلے میں چند ضروری گزارشات:

۱:...اللہ کی پناہ! قبر کے عذاب کا منظر بڑا ہی ہولناک اور خوفناک ہے! بندے کو چاہئے کہ اپنی قبر سے غافل نہ ہو، اور کوئی ایسا کام نہ کرے جو عذابِ قبر کا موجب ہو۔ حدیث میں ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کسی قبر پر جاتے تو اتنا روتے کہ ریش

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)............وذٰلک ارتکب السبب الموقع للعداوة بين الناس بلسانه وإن كان صادقًا، وفى هٰذا تنبيه علٰى أن الموقع بينهم العداوة بالكذب

والزور والبهتان أعظم عذابًا، كما أن فى ترك الْإستبراء من البول تنبيهًا علٰى ان من ترك الصلاة التى الْإستبراء من البول بعض واجباتها وشروطها فهو أشد عذابًا، وفى حديث شعبة أما أحدهما فكان يأكل لحوم الناس فهٰذا مغتاب وذٰلك نمام، وقد تقدم حديث ابن مسعود رضى الله عنه فى الذى ضرب سوطًا امتلأ القبر عليه به نارًا، لكونه صلّٰى صلاة واحدة بغير طهور ومرّ علٰى مظلوم فلم ينصره۔

وقد تقدم حديث سمرة فى صحيح البخارى فى تعذيب من يكذب الكذبة فتبلغ الآفاق، وتعذيب الزناة والزوانى، وتعذيب آكل الربا، كما شاهدهم النبى صلى الله عليه وسلم فى البرزخ۔

وتقدم حديث أبى هريرة رضى الله عنه الذى فيه رضخ رؤوس أقوام بالصخر لتشاقل رؤوسهم عن الصلاة، والذين يسرحون بين الضريع والزقوم لتركم زكاة أموالهم، والذين يأكلون اللحم المنتن الخبيث لزناهم، والذين تقرض شفاههم بمقاريض من حديث لقيامهم فى الفتن بالكلام والخطب۔

وتقدم حديث أبى سعيد وعقوبة أرباب تلك الجرائم فمنهم من بطونهم أمثال البيوت وهم علٰى سابلة آل فرعون وهم أكلة الربا، ومنهم من تفتح أفواههم فيلقمون الجمر حتّٰى يخرج من أسافلهم وهم أكلة أموال اليتامٰى، ومنهم المعلقات بثديهنّ وهنّ الزوانى، ومنهم من تقطع جنوهم ويطعمون لحومهم وهم المغتابون، ومنهم من لهم أظفار من نحاس يخمشون وجوههم وصدورهم وهم الذين يغمتون أعراض الناس۔

وقد أخبرنا النبى صلى الله عليه وسلم عن صاحب الشملة التى غلّها من المغنم أنها تشتغل عليه نارًا فى قبره هٰذا وله فيها حق، فكيف بمن ظلم غيره ما لَا حق له فيه، فعذاب القبر عن معاصى القلب، والعين، والأذن، والفم، واللسان، والبطن، والفرج، واليد، والرجل، والبدن كله، فالنمام، والكذّاب، والمغتاب، وشاهد الزور، وقاذف المحصن، والموضع فى الفتنة، والدعى إلى البدعة، والقائل على الله ورسوله ما لَا علم له به، والمجازف فى كلامه، وآكل الربا، وآكل أموال اليتامٰى، وآكل السحت من الرشوة والبرطيل ونحوهما، وآكل مال أخيه المسلم بغير حق أو مال المعاهد، وشارب المسكر، وآكل لقمة الشجرة الملعونة والزانى، واللوطى، والسارق، والخائن، والغادر، والمخادع، والماكر، وآخذ الربا ومعطيه وكاتبه وشاهداه، والمحلل والمحلل له، والمحتال علٰى إسقاط فرائض الله وارتكاب محارمه، ومؤذى المسلمين ومتتبع عوراتهم، والحاكم بغير ما أنزل الله، والمفتى بغير ما شرعه الله، والمعين على الْإثم والعدوان، وقاتل النفس التى حرم الله، والملحد فى حَرَم الله، والمعطل لحقائق أسماء الله وصفاته الملحد فيها، والمقدم رأيه وذوقه وسياسته علٰى سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، والنائحة والمستمع إليها، ونواحو جهنم وهم المغنون الغناء الذى حرّمه الله ورسوله والمستمع إليهم، والذين يبنون المساجد على القبور، ويوقدون عليها القناديل والسُّرُج، والمطففون فى استيفاء ما لهم إذا أخذوه وهضم ما عليهم إذا بذلوه، والجبارون، والمتكبرون، والمراؤون، والهمازون اللمازون، والطاعنون على السلف، والذين يأتون الكهنة والمنجّمين والعرّافين فيسألونهم ويصدقونهم، وأعوان الظلمة الذين قد باعوا آخرتهم بدنيا غيرهم، والذى إذا خوفته بالله وذكّرته به لم يرعو ولم ينزجر فإذا خوّفته بمخلوق مثله خاف وارعوى وكَفَّ عما هو فيه، والذى يهدم بكلام الله ورسوله فلا يهتدى ولَا يرفع به رأسًا فإذا بلغه عمن يحسن به الظن ممن يصيب ويخطىء عضّ عليه بالنواجذ ولم يخالفه، والذى يقرأ عليه القرآن فلا يؤثر فيه، وربما استثقل به، فإذا سمع قرآن الشيطان ورقية الزنا ومادة النفاق طاب سره، ....(باقی اگلے صفحے پر)

مبارک تر ہو جاتی، عرض کیا گیا کہ: آپ جنت و دوزخ کے تذکرے سے اتنا نہیں روتے جتنا اس سے روتے ہیں؟ فرمایا کہ: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد خود سنا ہے کہ:

"إنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِّنْ مَّنَازِلِ الْآخِرَةِ! فَإِنْ نَجَى مِنْهُ، فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِّنْهُ، وَإِنْ لَّمْ يُنْجَ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ! قَالَ: وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ إِلَّا وَالْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ! رواه الترمذی و ابن ماجة." (مشکوٰۃ ص:۲۶)

ترجمہ:... "قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے! پس اگر اس سے نجات مل گئی تو بعد کی منزلیں اِن شاء اللہ! اس سے زیادہ آسان ہوں گی، اور اگر اس سے نجات نہ ملی تو بعد کی منزلیں اس سے بھی مشکل ہوں گی! اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ ہولناک نہیں دیکھا!"

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

"إنَّ يَهُوْدِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ، فَقَالَتْ لَهَا: اَعَاذَكِ اللهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ! فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَقَالَ: نَعَمْ! عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلّٰى صَلٰوةً إِلَّا تَعَوَّذَ بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. متفق علیه." (مشکوٰۃ ص:۲۵)

ترجمہ:... "ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی، اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عذابِ قبر سے پناہ میں رکھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے اس یہودی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)............وتواجد وهاج من قبله دواعی الطرب وودّ ان المغنی لَا يسكت، والذی يحلف بالله ويكذب فإذا حلف بالبندق أو برىء من شيخه أو قريبه أو سراويل الفتوة أو حياة من يحبه ويعظمه من المخلوقين لم يكذب ولو هدد وعوقب، والذی يفتخر بالمعصية ويتكثر بها بين إخوانه وأضرابه وهو المجاهر، والذی لَا تأمنه علىٰ مالک وحرمتک، والفاحش اللسان البذی، الذی تركه الخلق إتقاء شره وفحشه، والذی يؤخر الصلاة إلىٰ آخر وقتها وينقرها ولَا يذكر الله فيها إلّا قليلًا، ولَا يؤدی زكٰوة ماله طيبة بها نفسه، ولَا يحج مع قدرته على الحج، ولَا يؤدی ما عليه من الحقوق مع قدرته عليها، ولَا يتورع من لحظة ولَا لفظة ولَا آكلة ولَا خطوة ولَا يبالی بما حصل من المال من حلال أو حرام، ولَا يصل رحمه، ولَا يرحم المسكين، ولَا الأرملة ولَا اليتيم ولَا الحيوان البهيم، بل يدع اليتيم ولَا يحض علىٰ طعام المسلمين، ويرائی للعالمين ويمنع الماعون، ويشتغل بعيوب الناس عن عيبه، وبذنوبهم عن ذنبه، فكل هٰؤلَاء وأمثالهم يعذّبون فی قبورهم بهٰذه الجرائم بحسب كثرتها وقلّتها وصغيرها وكبيرها.

ولما كان أكثر الناس كذالک كان أكثر أصحاب القبور معذبين، والفائز منهم قليل، فظواهر القبور تراب وبواطنها حسرات، وعذاب، ظواهرها بالتراب والحجارة المنقوشة مبنيات وفی باطنها الدواهی والبليات تغلی بالحسرات كما تغلی القدور بما فيها، ويحق لها وقد حيل بينها وبين شهواتها وأمانيها، تالله لقد وعظت فما تركت لواعظٍ مقالًا، ونادت: يا عمار الدنيا! لقد عمرتم دارًا موشكلة بكم زوالًا وخربتم دارًا أنتم مسرعون إليها إنتقالًا، عمّرتم بيوتًا لغيركم منافعها وسكناها، وخرّبتم بيوتًا ليس لكم مساكن سواها، هٰذه دار الإستباق ومستودع الأعمال وبذر الذرع، وهٰذه محل للعبر رياض الجنة أو حفر من حفر النار. (كتاب الروح ص:١٠٧ تا ١١٠ طبع دار الكتب العلمية بيروت).

عورت کا قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو فرمایا کہ: ہاں! عذابِ قبر برحق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے نہیں دیکھا کہ اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی نماز پڑھی ہو جس میں عذابِ قبر سے پناہ نہ مانگی ہو۔“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ:

”وَيْلٌ لِأَهْلِ الْمَعَاصِيْ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ! تَدْخُلُ عَلَيْهِمْ فِيْ قُبُوْرِهِمْ حَيَّاتٌ سُوْدٌ، اَوْ دُهْمٌ، حَيَّةٌ عِنْدَ رَأْسِهٖ، وَحَيَّةٌ عِنْدَ رِجْلَيْهِ، تَقْرُصَانَهٗ حَتّٰى يَلْتَقِيَا فِيْ وَسْطِهٖ، فَذٰلِكَ الْعَذَابَ فِي الْبَرْزَخِ الَّذِيْ قَالَ اللهُ تَعَالٰى: وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔“ (تفسیر ابن کثیر ج:۴ ص:۴۹۳)

ترجمہ:... ”ہلاکت ہے اہلِ قبور میں سے اہلِ معاصی کو! کالے سانپ ان کی قبروں میں داخل ہوتے ہیں، ایک سانپ سر کی جانب سے اور دُوسرا سانپ پاؤں کی جانب سے، دونوں طرف سے مردے کو کاٹتے ہیں، یہاں تک کہ درمیان میں آکر مل جاتے ہیں (اور مردے کے دو ٹکڑے کردیتے ہیں)، پس یہ ہے برزخ کا وہ عذاب جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اور ان کے ورے ایک آڑ ہے اس دن تک کہ لوگ اُٹھائے جائیں گے۔“

۲:... عذابِ قبر کا تعلق چونکہ دُوسرے جہان سے ہے، جس کو برزخ کہا جاتا ہے، اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اہلِ دُنیا سے پردۂ غیب میں رکھا ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”إِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ تُبْتَلٰى فِيْ قُبُوْرِهَا، فَلَوْ لَا اَنْ لَا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللهَ اَنْ يُّسْمِعَكُمْ مِّنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِيْ اَسْمَعُ مِنْهُ۔“ (صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۸۶)

ترجمہ:... ”اہلِ قبور کو ان کی قبروں میں عذاب ہوتا ہے، اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں بھی عذابِ قبر سنادے جو میں سنتا ہوں۔“

لیکن اللہ تعالیٰ، بندوں کی عبرت کے لئے کبھی کبھی عذابِ قبر کا مشاہدہ بھی کرادیتے ہیں (جیسا کہ چند واقعات اُوپر گزر چکے ہیں)، واقعہ یہ ہے کہ اگر اس قسم کے واقعات جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے۔

۳:... عذابِ قبر سے بچنے کے لئے چند اُمور کا اہتمام ضروری ہے:

اوّل:... یہ کہ ان تمام اُمور سے اجتناب کیا جائے جو عذابِ قبر کا سبب ہیں، اور جن کا خلاصہ اُوپر ابنِ قیم رحمہ اللہ کے کلام میں گزر چکا ہے، حاصل یہ کہ تمام گناہوں سے بچنے کی کوشش کی جائے۔

دوم:... یہ کہ جو کوتاہیاں اور لغزشیں اب تک ہوچکی ہیں، صدقِ دل سے ان سے توبہ کی جائے، اور جو حقوق اپنے ذمہ ہوں ان کو اہتمام سے ادا کیا جائے، اگر کسی کو ایذا پہنچائی ہو تو اس سے معافی تلافی کرائی جائے، غرضیکہ آدمی ہمیشہ اس کوشش میں لگا رہے کہ جب وہ دُنیا سے رُخصت ہو تو حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سے کوئی حق اس کے ذمہ نہ ہو۔

سوم:... یہ کہ عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کا اہتمام کیا جائے، اُوپر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث گزر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کا اہتمام والتزام فرماتے تھے۔

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا فَرَغَ اَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْآخِرِ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ اَرْبَعٍ: مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ. رواه مسلم۔" (مشکوٰۃ ص:۸۷)

ترجمہ:... "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: جب تم میں سے کوئی شخص آخری التحیات سے فارغ ہو تو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے: جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے، اور مسیح دجال کے شر سے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو یہ دعا اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن کی سورت سکھاتے تھے، فرماتے تھے کہ: یہ دعا کیا کرو:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ. رواه مسلم" (مشکوٰۃ ص:۸۷)

ترجمہ:... "اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں جہنم کے عذاب سے، اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے، اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے، اور زندگی اور موت کے فتنہ سے۔"

چہارم:... سونے سے پہلے سورۂ تبارک الذی (الملک) پڑھنے کا اہتمام کیا جائے، حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ: "یہ عذابِ قبر سے بچاتی ہے۔" ایک اور حدیث میں ہے:

"عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَنَامُ حَتّٰى يَقْرَأَ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ وَتَبَارَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ۔" (مشکوٰۃ ص:۱۸۸)

ترجمہ:... "حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ سونے سے پہلے الٓمّٓ تنزیل اور تبارک الذی بیده الملک پڑھا کرتے تھے۔"

موت کے بعد مُردے کے تأثرات

سوال:... موت کے بعد غسل، جنازے اور دفن ہونے تک انسانی رُوح پر کیا بیتتی ہے؟ اس کے کیا احساسات ہوتے ہیں؟ کیا وہ رشتہ داروں کو دیکھتا اور ان کی آہ و بکا کو سنتا ہے؟ جسم کو چھونے سے اسے تکلیف ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:... موت کے بعد اِنسان ایک دُوسرے جہان میں پہنچ جاتا ہے، جس کو "برزخ" کہتے ہیں، وہاں کے پورے حالات کا اس جہان میں سمجھنا ممکن نہیں ہے، اس لئے نہ تو تمام کیفیات بتائی گئی ہیں، نہ ان کے معلوم کرنے کا اِنسان مکلّف ہے۔ البتہ

جتنا کچھ ہم سمجھ سکتے تھے، عبرت کے لئے اس کو بیان کردیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ: ''میّت پہچانتی ہے کہ کون اسے غسل دیتا ہے، کون اسے اُٹھاتا ہے، کون اسے کفن پہناتا ہے، اور کون اسے قبر میں اُتارتا ہے'' (مسندِ احمد، معجم اوسط طبرانی)۔ (۱)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''جب جنازہ اُٹھایا جاتا ہے تو اگر نیک ہو تو کہتا ہے کہ: مجھے جلدی لے چلو۔ اور نیک نہ ہو تو کہتا ہے کہ: ہائے بدقسمتی! تم مجھے کہاں لے جارہے ہو؟'' (صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۷۶)۔ (۲)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''جب میّت کا جنازہ لے کر تین قدم چلتے ہیں تو وہ کہتا ہے: اے بھائیو! اے مری نعش اُٹھانے والو! دیکھو! دُنیا تمہیں دھوکا نہ دے، جس طرح اس نے مجھے دھوکا دیا، اور وہ تمہیں کھلونا نہ بنائے جس طرح اس نے مجھے کھلونا بنائے رکھا، میں جو کچھ پیچھے چھوڑے جارہا ہوں، وہ تو وارثوں کے کام آئے گا، مگر بدلہ دینے والا مالک قیامت کے دن اس کے بارے میں مجھ سے جرح کرے گا اور اس کا حساب کتاب مجھ سے لے گا۔ ہائے افسوس! کہ تم مجھے رُخصت کررہے ہو اور تنہا چھوڑ کر آجاؤ گے'' (ابنِ ابی الدنیا، فی القبور)۔ (۳)

ایک اور حدیث میں ہے (جو بہ سندِ ضعیف ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے) کہ: ''میّت اپنے غسل دینے والوں کو پہچانتی ہے، اور اپنے اُٹھانے والوں کو قسمیں دیتی ہے، اگر اسے رَوح و رَیحان اور جنتِ نعیم کی خوشخبری ملی ہو تو کہتا ہے: مجھے جلدی لے چلو۔ اور اگر اسے جہنم کی بدخبری ملی ہو تو کہتا ہے: خدا کے لئے مجھے نہ لے جاؤ'' (ابوالحسن بن براء، کتاب الروضہ)۔ (۴)

یہ تمام روایات حافظ سیوطیؒ کی ''شرح الصدور'' (ص:۹۴ تا ۹۶) سے لی گئی ہیں۔

رُوح کے نکلنے میں انسان کو کتنی تکلیف ہوتی ہے؟

سوال:... موت ہر شخص کے لئے برحق ہے، لیکن رُوح نکلنے میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ نیک انسان کو بھی ہوتی ہے اور بُرے

---

(۱) أخرج أحمد والطبرانی فی الأوسط وابن أبی الدنیا والمروزی وابن منده عن ابی سعید الخدری أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: إن المیت یعرف من یغسله ویحمله ویکفنه ومن یدلیه فی حفرته. (شرح الصدور ص:۹۴، باب معرفة المیت من یغسله طبع دار الکتب العلمیة بیروت، أیضًا الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۷۱، طبع دار الکتب العلمیة، بیروت).

(۲) کان النبی صلی الله علیه وسلم یقول: اذا وضعت الجنازة واحتملها الرّجال علٰی أعناقهم، فان کانت صالحة قالت: قدّمونی، وان کانت غیر صالحة قالت لأهلها: یا ویلها أین تذهبون بها ...الخ. (صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۷۶، باب قول المیت وهو علی الجنازة قدّمونی، أیضًا شرح الصدور ص:۹۶، طبع دار الکتب العلمیة، بیروت).

(۳) وأخرج ابن أبی الدنیا فی القبور، عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ما من میت یوضع علٰی سریره فیخطی به ثلاث إلّا تکلم بکلام یسمعه من شاء الله إلّا الثقلین الإنس والجن، یقول: یا أخوتاه! ویا حملة نعشاه! لَا تغرنکم الدنیا کما غرتنی، ولَا یلعبن بکم الزمان کما لعب بی، خلفت ما ترکت لورثتی، والدیان یوم القیامة یخاصمنی ویحاسبی، وأنتم تشیعونی وتدعونی. (شرح الصدور ص:۹۶، باب معرفة المیت من یغسله).

(۴) وأخرج أبو الحسن بن البراء فی کتاب الروضة بسند ضعیف عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ما من میت یموت إلّا وهو یعرف غاسله، ویناشد حامله إن کان بُشِّر بروح وریحان وجنة نعیم أن یعجله، وإن کان بُشِّر بنزل من حمیم وتصلیة جحیم أن یحبسه. (شرح الصدور ص:۹۴، باب معرفة المیت من یغسله).

انسان کو بھی، دونوں کے رُوح نکلنے میں کس طرح کی تکلیف ہوتی ہے؟

جواب:... مرنے والا اگر نیک آدمی ہو تو اس کی رُوح کو تکلیف نہیں ہوتی، بُرے آدمی کی رُوح کو تکلیف ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ موت کی سختیوں سے محفوظ رکھیں۔ [1]

---

(۱) عن بريدة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤمن يموت بعرق الجبين. رواه الترمذى. (مشكوٰة ص:۱۴۰، طبع كراچى). أيضًا وروى عن سلمان الفارسى رضى الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم: إرقبوا للميت عند موته ثلاثًا: إن رشح جبينه، وذرفت عيناه، وانتشر منخراه فهى رحمة من الله نزلت به، وإن غط غطيط البكر المخنوق وخمد لونه، وازبد شدقاه، فهو عذاب من الله تعالىٰ قد حل به. (التذكرة للقرطبى ص:۱۹ باب المؤمن يموت بعرق الجبين طبع دار الكتب العلمية بيروت). أيضًا: عن عبدالله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن نفس المؤمن تخرج رشحًا، وإن نفس الكافر تُسلّ كما تُسل نفس الحمار، وإن المؤمن ليعمل الخطيئة فيشدد عليه عند الموت ليكفّر بها عنه ...إلخ. (التذكرة للقرطبى ص:۱۹، باب منه فى خروج نفس المؤمن والكافر، شرح الصدور ص:۲۸ باب من دنا أجله وكيفية الموت وشدته).

آخرت کی جزاوسزا

بروزِ حشر شفاعتِ محمدی کی تفاصیل

سوال:... بروزِ محشر شفاعتِ اُمتِ محمدی کی تفاصیل کیا ہیں؟

جواب:... ان تفصیلات کو قلم بند کرنے کے لئے تو ایک دفتر چاہئے، مختصر یہ ہے کہ شفاعت کی کئی صورتیں ہوں گی۔

اوّل:... شفاعتِ کبریٰ: یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ قیامت کے دن جب لوگوں کا حساب وکتاب شروع ہونے میں تأخیر ہوجائے گی تو لوگ نہایت پریشان ہوں گے، لوگ کہیں گے کہ چاہے ہمیں دوزخ میں ڈال دیا جائے مگر اس پریشانی سے نجات مل جائے، تب لوگ اپنے علماء سے اس مسئلے کا حل دریافت کریں گے، علمائے کرام کی طرف سے فتویٰ دیا جائے گا کہ اس کے لئے کسی نبی کی شفاعت کرائی جائے، لوگ علی الترتیب سیّدنا آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے مگر یہ سب حضرات معذرت کریں گے اور اپنے بعد والے نبی کا حوالہ دیتے جائیں گے۔[1]

مسند ابوداوٗد طیالسی (ص:۳۵۴ مطبوعہ حیدرآباد دکن) کی روایت میں ہے کہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام شفاعت کی درخواست کرنے والوں سے فرمائیں گے:

''یہ بتاوٗ! اگر کسی برتن پر مہر لگی ہوئی ہو تو جب تک مہر کو نہ کھولا جائے اس برتن کے اندر کی چیز نکالی جاسکتی ہے؟''

وہ عرض کریں گے: نہیں!

آپؑ فرمائیں گے کہ:

''پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج یہاں تشریف فرما ہیں، ان کی خدمت میں حاضری دو۔''

الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا مشورہ دیں گے، اور پھر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی درخواست قبول فرماکر شفاعت کے لئے ''مقامِ محمود'' پر کھڑے ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہٗ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرمائیں گے، یہ شفاعتِ کبریٰ کہلاتی ہے، کیونکہ اس سے تمام اُمتیں اور تمام اوّلین وآخرین مستفید ہوں گے اور سب کا حساب شروع ہوجائے گا۔[2]

(۱ و ۲) قوله: (والشفاعة التي ادخرها لهم حق، كما روى في الأخبار) ش: الشفاعة أنواع: .... (باقی اگلے صفحے پر)

دوم:... بعض حضرات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بغیر حساب کے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔[1]

سوم:... بعض لوگ جو اپنی بدعملی کی وجہ سے دوزخ کے مستحق تھے، ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کیا جائے گا، یہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)........ منها ما هو متفق عليه بين الأمّة، ومنها ما خالف فيه المعتزلة ونحوهم من أهل البدع.

النوع الأوّل: الشفاعة الأولىٰ، وهى العظمىٰ، الخاصة بنبينا صلى الله عليه وسلم من بين سائر إخوانه من الأنبياء والمرسلين، صلوات الله عليهم أجمعين. في الصحيحين وغيرهما عن جماعة من الصحابة، رضى الله عنهم أجمعين، أحاديث الشفاعة.

منها: عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: أتىَ رسول الله صلى الله عليه وسلم بلحم، فدفع إليه منها الذراع، وكانت تعجبه، فنهس منها نهسة، ثم قال: أنا سيّد الناس يوم القيامة، وهل تدرون لِمَ ذٰلك؟ يجمع الله الأوّلين والآخرين فى صعيد واحد، فيقول بعض الناس لبعض: ألَا ترون إلٰى ما أنتم فيه؟ ألَا ترون إلٰى ما قد بلغكم؟ ألَا تنظرون من يشفع لكم إلٰى ربكم؟ فيقول بعض الناس لبعض: أبوكم آدم، فيأتون آدم، فيقولون: يا آدم! أنت أبو البشر، خلقك الله بيده، ونفخ فيك من روحه، وأمر الملائكة فسجدوا لك، فاشفع لنا إلٰى ربك، ألَا ترىٰ إلٰى ما نحن فيه؟ ألَا ترىٰ إلٰى ما قد بلغنا؟ فيقول آدم: إن ربّى قد غضب اليوم غضبًا لم يغضب قبله مثله، ولن يغضب بعده مثله، وإنه نهانى عن الشجرة فعصيته، نفسى، نفسى! نفسى، نفسى! إذهبوا إلٰى غيرى، إذهبوا إلٰى نوح. فيأتون نوحًا، فيقولون: يا نوح! أنت أول الرسل إلٰى أهل الأرض، وسماك الله عبدًا شكورًا، فاشفع لنا إلٰى ربك، ألَا ترىٰ إلٰى ما نحن فيه؟ ألَا ترىٰ ما قد بلغنا؟ فيقول نوح: إن ربّى قد غضب اليوم غضبًا لم يغضب قبله مثله، ولن يغضب بعده مثله، وإنه كانت لى دعوة دعوت بها علٰى قومى، نفسى، نفسى! نفسى، نفسى! إذهبوا إلٰى غيرى، إذهبوا إلٰى إبراهيم. فيأتون إبراهيم، فيقولون: يا إبراهيم! أنت نبى الله وخليله من أهل الأرض، ألَا ترىٰ إلٰى ما نحن فيه؟ ألَا ترىٰ ما قد بلغنا؟ فيقول: إن ربّى قد غضب اليوم غضبًا لم يغضب قبله مثله، ولن يغضب بعده مثله، وذكر كذباته، نفسى، نفسى! نفسى، نفسى! إذهبوا إلٰى غيرى، إذهبوا إلٰى موسٰى. فيأتون موسٰى: فيقولون: يا موسٰى! أنت رسول الله، اصطفاك الله برسالاته وبتكليمه على الناس، إشفع لنا إلٰى ربّك، ألَا ترىٰ ما نحن فيه؟ ألَا ترىٰ ما قد بلغنا؟ فيقول لهم موسٰى: إن ربّى قد غضب اليوم غضبًا لم يغضب قبله مثله، ولن يغضب بعده مثله، وإنى قتلت نفسًا لم أومر بقتلها، نفسى، نفسى! نفسى، نفسى! إذهبوا إلٰى غيرى، إذهبوا إلٰى عيسٰى. فيأتون عيسٰى، فيقولون: يا عيسٰى! أنت رسول الله وكلمته ألقاها إلٰى مريم وروح منه، قال: هٰكذا هو، وكلّمتَ الناس فى المهد، فاشفع لنا إلٰى ربّك، ألَا ترىٰ ما نحن فيه؟ ألَا ترىٰ ما قد بلغنا؟ فيقول لهم عيسٰى: إن ربّى قد غضب اليوم غضبًا لم يغضب قبله مثله، ولن يغضب بعده مثله، ولم يذكر له ذنبا، إذهبوا إلٰى غيرى، إذهبوا إلٰى محمد صلى الله عليه وسلم، فيأتونى، فيقولون: يا محمد! أنت رسول الله، وخاتم الأنبياء، غفر الله لك ذنبك، ما تقدّم منه وما تأخّر، فاشفع لنا إلٰى ربّك، ألَا ترىٰ إلٰى ما نحن فيه؟ ألَا ترىٰ ما قد بلغنا؟ فأقوم، فآتى تحت العرش، فأقع ساجدًا لربّى عزَّ وجلَّ، ثم يفتح الله علىَّ ويلهمنى من محامده وحسن الثناء عليه شيئًا لم يفتحه علٰى أحد قبلى، فيقال: يا محمد! إرفع رأسك، سل تعطه، إشفع تُشفَّع، فأقول: يا رَبِّ أُمّتى أُمّتى! يا رَبِّ أُمّتى أُمّتى! يا رَبِّ أُمّتى أُمّتى! فيقول: أدخل من أُمّتك من لَا حساب عليه من الباب الأيمن من أبواب الجنة، وهم شركاء الناس فيما سواه من الأبواب، ثم قال: والذى نفسى بيده! لما بين مصراعين من مصاريع الجنّة كما بين مكة وهجَر، أو كما بين مكة وبُصرىٰ. أخرجاه فى الصحيحين بمعناه، واللفظ للإمام أحمد. (شرح العقيدة الطحاوية ص:۲۵۲-۲۵۴ أيضًا بخارى ج:۲ ص:۱۱۱۸ طبع قديمى الرد على الجهمية).

(۱) النوع الخامس: الشفاعة فى أقوام أن يدخلوا الجنة بغير حساب، ويحسن أن يستشهد لهٰذا النوع بحديث عكاشة بن محصن، حين دعا له رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يجعله من السبعين ألفًا الذين يدخلون الجنة بغير حساب، والحديث مخرّج فى الصحيحين. (شرح العقيدة الطحاوية ص:۲۵۷ قوله والشفاعة حق).

شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں دیگر مقبولانِ الٰہی کو نصیب ہوگی۔ (۱)

چہارم:... جو گناہ گار دوزخ میں داخل ہوں گے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات انبیائے کرام علیہم السلام، حضراتِ ملائکہ اور اہلِ ایمان کی شفاعت سے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ان سب حضرات کی شفاعت کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ تمام اہلِ لا إلٰہ إلّا اللہ کو دوزخ سے نکال لیں گے (یہ گویا ارحم الراحمین کی شفاعت ہوگی)، اور دوزخ میں صرف کافر باقی رہ جائیں گے۔ (۲)

---

(۱) النوع شفاعته صلى الله عليه وسلم في أقوام تساوت حسناتهم وسيئاتهم فيشفع فيهم ليدخلوا الجنة، وفي أقوام آخرى قد أمر بهم إلى النار، ان لا يدخلونها. (شرح العقيدة الطحاوية ص:۲۵۷).

(۲) النوع الثامن: شفاعته في أهل الكبائر من أمّته، ممن دخل النار، فيخرجون منها، وقد تواترت بهٰذا النوع الأحاديث، وهٰذه الشفاعة تشاركه فيها الملائكة والنبيون والمؤمنون أيضًا، وهٰذه الشفاعة تتكرر منه صلى الله عليه وسلم أربع مرات، ومن أحاديث هٰذا النوع، حديث أنس ابن مالك رضى الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: شفاعتي لأهل الكبائر من أمّتي، رواه الإمام أحمد رحمه الله، وروى البخاري رحمه الله في كتاب "التوحيد" .... فقال: يا أبا حمزة! هٰؤلاء إخوانك من أهل البصرة، جاؤوك يسألونك عن حديث الشفاعة، فقال: حدثنا محمد صلى الله عليه وسلم، قال: إذا كان يوم القيامة، ماج الناس بعضهم في بعض، فيأتون آدم، فيقولون: اشفع لنا إلى ربّك، فيقول: لست لها، ولٰكن عليكم بإبراهيم، فإنه خليل الرحمٰن، فيأتون إبراهيم، فيقول: لست لها، ولٰكن عليكم بموسىٰ، فإنه كليم الله، فيأتون موسىٰ، فيقول: لست لها، ولٰكن عليكم بعيسىٰ، فإنه روح الله وكلمته، فيأتون عيسىٰ، فيقول: لست لها، ولٰكن عليكم بمحمد صلى الله عليه وسلم، فيأتوني، فأقول: أنا لها، فأستأذن على ربي فيؤذن لي، ويلهمني محامد أحمده بها، لَا تحضرني الآن، فأحمد بتلك المحامد، وأخِرّ له ساجدًا، فيقال: يا محمد! إرفع رأسك، وقل يُسمع لك، واشفع تُشفَّع، وسل تعط، فأقوال: يا رَبّ أمّتي أمّتي! فيقال: انطلق فأخرج منها من كان في قلبه مثقال شعيرة من إيمان، فأنطلق فأفعل، ثم أعود فأحمده بتلك المحامد، ثم أخِرّ له ساجدًا، فيقال: يا محمد! إرفع رأسك، وقل يسمع لك، واشفع تُشفَّع، وسل تعط، فأقول: يا رَبّ أمّتي أمّتي! فيقال: إنطلق فأخرج منها من كان في قلبه مثقال ذرة أو خردلة من إيمان، فأنطلق فأفعل، ثم أعود بتلك المحامد، ثم أخِرّ له ساجدًا، فيقال: يا محمد! إرفع رأسك، وقل يسمع لك، وسل تعط، واشفع تشفَّع، فأقول: يا رَبّ أمّتي أمّتي! فيقول: إنطلق فأخرج من كان في قلبه أدنىٰ أدنىٰ مثقال حبة من خردل من إيمان، فأخرجه من النار، فأنطلق فأفعل. قال: فلما خرجنا من عند أنس، قلت لبعض أصحابنا لو مررنا بالحسن، وهو متوار في منزل أبي خليفة، فحدثناه بما حدثنا به أنس بن مالك، فأتيناه، فسلّمنا عليه، فأذن لنا، فقلنا: يا أبا سعيد! جئناك من عند أخيك أنس بن مالك، فلم نر مثل ما حدثنا في الشفاعة، فقال: هيه؟ فحدثناه بالحديث، فانتهى إلى هٰذا الموضع، فقال: هيه؟ فقلنا: لم يزد لنا علىٰ هٰذا، فقال: لقد حدثني وهو جميعٌ، منذ عشرين سنة، فما أدري، أنسي أم كره أن تتّكلوا؟ فقلنا: يا أبا سعيد! فحدثنا، فضحك وقال: خلق الإنسان عجولًا! ما ذكرته إلّا وأنا أريد أن أحدثكم، حدثني كما حدثكم به، قال: ثم أعود الرابعة، فأحمده بتلك المحامد، ثم أخِرّ له ساجدًا، فيقال: يا محمد! إرفع رأسك، وقل يُسمع، وسل تعطه، واشفع تُشفَّع، فأقول: يا رَبّ! ائذن لي فيمن قال: لَا إلٰه إلّا الله، فيقول: وعزّتي وجلالي، وكبريائي وعظمتي، لأخرجنّ منها من قال: لَا إلٰه إلّا الله. وهكذا رواه مسلم. وروى الحافظ أبو يعلىٰ عن عثمان رضى الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يشفع يوم القيامة ثلاثة: الأنبياء، ثم العلماء، ثم الشهداء. وفي الصحيح من حديث أبي سعيد رضى الله عنه مرفوعًا، قال: فيقول الله تعالىٰ: شفعت الملائكة، وشفع النبيون، وشفع المؤمنون، ولم يبق إلّا أرحم الراحمين، فيقبض قبضة من النار، فيخرج منها قومًا لم يعملوا خيرًا قط. الحديث. (شرح العقيدة الطحاوية ص:۲۵۸-۲۶۰).

پنجم:... بعض حضرات کے لئے جنت میں بلندیٔ درجات کی شفاعت ہوگی۔[1]

ششم:... بعض کافروں کے لئے دوزخ میں تخفیفِ عذاب کی شفاعت ہوگی۔[2]

ان تمام شفاعتوں کی تفصیلات احادیثِ شریفہ میں وارِد ہیں۔

کیا آخرت میں رشتہ داروں کی ملاقات ہوگی؟

سوال:... کیا آخرت میں رشتہ داروں، والدین اور بیٹے بیٹی، بھائی کی پہچان یعنی ملاقات ہوتی ہے؟ اور اگر پہچان آخرت میں ہوتی ہے اور بالفرض ہمارے یعنی بھائی، والدین جنتی ہوں تو کیا وہ اکٹھے رہ سکتے ہیں؟

جواب:... قرآن مجید میں ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور ان کی آل اولاد نے بھی ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم ان کی آل اولاد کو ان کے ساتھ ملادیں گے۔[3]

قیامت کے دن حشر اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا تھا

سوال:... میں تحریکِ اسلامی، جو کہ اصل فکرِ مودودی سے متأثر ہوکر وجود میں آئی ہے، سے وابستہ ہوں، اور باقاعدہ درسِ قرآن سے مستفیض ہوتی ہوں۔ ابھی حال ہی میں مدرسہ یوسفیہ بنوریہ شرف آباد سے فارغ ایک صاحب نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا: ''انسان دُنیا میں جن لوگوں کے ساتھ رہتا ہے، آخرت میں وہ ان ہی کے ساتھ اُٹھایا جائے گا، لہٰذا آپ اپنا انجام سوچ لیں، جبکہ آخرت کا معاملہ بہت سخت ہے۔''

جواب:... یہ صحیح ہے کہ آدمی جس سے محبت اور تعلق رکھتا ہے، قیامت کے دن اس کا حشر انہی کے ساتھ ہوگا۔ تم نے یہ حدیث پڑھی ہوگی: ''المرء مع من أحبّ''۔[4]

خدا کے فیصلے میں شفاعت کا حصہ

سوال:... اگر شفاعت فیصلے پر اثرانداز نہیں ہوسکتی تو اس کا فائدہ معلوم نہیں، اور اگر یہ فیصلے پر اثرانداز ہوتی ہے تو یہ تصرف ہے، اس لئے شفاعت کے بارے میں آپ کا جواب اطمینان بخش نہیں ہے۔

---

(۱) النوع الرابع: شفاعته صلی الله علیه وسلم فی رفع درجات من یدخل الجنّة فیها فوق ما کان یقتضیه ثواب أعمالهم. (شرح العقیدة الطحاویة ص:۲۵۷، قوله الشفاعة حق، طبع المکتبة السلفیة لاهور پاکستان).

(۲) النوع السادس: الشفاعة فی تخفیف العذاب عمن یستحقه، کشفاعة فی عمّه أبی طالب أن یخفف عنه عذابه، ثم قال القرطبی فی التذکرة: فإن قیل: فقد قال تعالیٰ: ''فما تنفعهم شفاعة الشافعین'' قیل له: لَا تنفعه فی الخروج من النار، کما تنفع عصاة الموحدین، الذین یخرجون منها ویدخلون الجنة. (شرح العقیدة الطحاویة ص:۲۵۷).

(۳) ''وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ''۔ (الطور:۲۱).

(۴) عن ابن مسعود قال: جاء رجل الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال: یا رسول الله! کیف تقول فی رجل أحبّ قومًا ولم یلحق بهم؟ فقال: المرء مع من أحبّ. متفق علیه. (مشکوٰة، باب الحبّ فی الله ص:۴۲۶).

جواب:... "اِلَّا بِاِذْنِہٖ" تو قرآن مجید میں ہے،[1] اس لئے شفاعت بالاذن پر ایمان لانا تو واجب ہے،[2] رہا تصرف کا شبہ تو اگر حاکم ہی یہ چاہے کہ اگر اس گناہ گار کی کوئی شفاعت کرے تو اس کو معاف کردیا جائے، گو معاف وہ ازخود بھی کرسکتا ہے، مگر شفاعت میں شفیع کی وجاہت اور حاکم کی عظمت کا اظہار مقصود ہو، تو اس میں اِشکال کیا ہے...؟

کیا کائنات کی تمام مخلوق کے اعمال کے بارے میں سوال ہوگا؟

سوال:... قیامت کے دن انسان کو تو اس کے ہر عمل کی جزا وسزا ملے گی، کیا کائنات کی ہر مخلوق سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا؟

جواب:... جزا وسزا کا تعلق انسان اور جن سے ہے، انہی دونوں کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کیا ہے، اور یہی دونوں اَحکامِ اِلٰہیہ کے مکلّف ہیں۔[3] باقی مخلوق تشریعی اَحکام کی مکلّف نہیں، اس لئے نیک و بد اَعمال کا تصوّر دیگر حیوانات کے حق میں نہیں دیا، البتہ ان کے آپس میں اگر کسی نے دُوسرے سے زیادتی کی ہوگی، اس کا بدلہ ضرور دِلایا جائے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر سینگ والی بکری نے بے سینگ والی بکری کے سینگ مارا ہوگا، تو قیامت کے دن ان دونوں کو زندہ کیا جائے گا، بے سینگ کو سینگ دیئے جائیں گے اور سینگ والی کو سینگوں سے محروم رکھا جائے گا، پھر اس کو کہا جائے گا کہ وہ اس کے سینگ مار کر اپنا بدلہ لے لے۔ اس کے بعد دونوں کو مٹی بنادیا جائے گا، اس وقت کافر آرزو کرے گا کہ کاش! اس کو بھی مٹی بنادیا جاتا۔[4]

آخرت میں نجات کا مستحق کون ہے؟

سوال:... اس آیت کا مطلب یا دُوسرے الفاظ میں تشریح بیان کردیجئے ،لَا یُحِبُّ اللہُ٦ سورۃ المائدۃ آیت:٦٩: "جو لوگ خدا پر اور روزِ آخرت پر اِیمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا ستارہ پرست یا عیسائی ان کو قیامت کے دن نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔"

جواب:... آیت کا مضمون بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون دُنیا کی تمام قوموں کے لئے یکساں ہے، پس خواہ کوئی شخص مسلمانوں کے گروہ سے تعلق رکھتا ہو یا یہودی، عیسائی یا ستارہ پرست ہوں، وہ اگر اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر اِیمان لائے، وہ آخرت میں نجات پائے گا۔

---

(۱) "مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ" (البقرہ:۲۵۵)۔

(۲) قال القاضی عیاض رحمه الله تعالٰی: مذهب أهل السُّنّة جواز الشفاعة عقلًا ووجوبها سمعًا بصریح قوله تعالٰی: یَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا، وقوله تعالٰی: وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی، وأمثالهما وبخبر الصادق صلی الله علیه وسلم ...الخ۔ (شرح صحیح مسلم للنووی ج:۱ ص:۱۰۴)۔

(۳) "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ"۔ (الذاریات:۵۶)۔

(۴) عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لتؤدّن الحقوق الٰی أهلها یوم القیامة حتّٰی یقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء۔ رواه مسلم۔ (مشکوٰة ص:۴۳۵، باب الظلم، الفصل الأوّل)۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں اور اس کے تمام رسولوں کو سچا سمجھے، مثلاً: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''محمد رسول اللہ'' یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اگر کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر بھی ایمان رکھنا ہوگا۔ اور جو شخص اس پر ایمان رکھے گا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی اور رسول مان کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی لائے گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام باتوں کو تسلیم بھی کرے گا۔ پس جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دِین کو قبول نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا۔[۱] ایسا شخص خواہ مسلمان کہلاتا ہو یا عیسائی، یہودی اور ستارہ پرست کہلاتا ہو، وہ آخرت کی فلاح کا مستحق نہیں۔

قیامت کے دن کس کے نام سے پکارا جائے گا؟

سوال:... قیامت کے دن میدانِ حشر میں والدہ کے نام سے پکارا جائے گا یا والد کے نام سے؟

جواب:... ایک روایت میں آتا ہے کہ لوگ قیامت کے دن ماں کی نسبت سے پکارے جائیں گے، لیکن یہ روایت بہت کمزور بلکہ غلط ہے،[۲] اس کے مقابلے میں صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے، جس میں باپ کی نسبت سے پکارے جانے کا ذکر ہے اور یہی صحیح ہے۔[۳]

قیامت کے دن باپ کے نام سے پکارا جائے گا نہ کہ ماں کے نام سے

سوال:... مؤرخہ ۲۶ر جنوری ۱۹۹۸ء کے ''اخبارِ جہاں'' میں زید نے سوال بھیجا کہ: قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے باپ کے نام سے پکارا جائے گا یا ماں کے نام سے؟ تو مفتی حسام اللہ شریفی نے جواب دیا کہ ماں کے نام سے پکارا جائے گا۔ جبکہ میں نے سنا ہے کہ باپ کے نام سے پکارا جائے گا۔ براہِ مہربانی اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

جواب:... یہ مسئلہ کئی دفعہ ''جنگ'' اخبار کے ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' میں لکھ چکا ہوں کہ لوگ اپنے باپ کے نام سے پکارے جائیں گے، چنانچہ صحیح بخاری ج:۲ ص:۹۱۲ میں ایک باب کا عنوان ہے: ''باب یدعی الناس بآبائھم'' اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے:

---

(۱) والإیمان ھو التصدیق بما جاء بہ من عند اللہ تعالٰی أی تصدیق النبی بالقلب فی جمیع ما علم بالضرورة مجیئہ بہ من عند اللہ تعالٰی .... والإقرار بہ أی باللسان .... الخ. (شرح عقائد نسفیہ ص:۱۱۹، ۱۲۰)، وأیضًا: واذا ثبت نبوتہ وقد دل کلامہ، وکلام اللہ المنزل علیہ علٰی انہ خاتم النبیین، وانہ مبعوث الٰی کافة الناس بل الی الجن والإنس، ثبت انہ آخر الأنبیاء، وان نبوتہ لا تختص بالعرب کما زعم بعض النصارٰی. (شرح عقائد ص:۱۳۷).

(۲) ''یدعی الناس یوم القیامة بأمھاتھم.'' دیکھئے: الموضوعات لِابن الجوزی ج:۳ ص:۲۴۲، میزان الإعتدال ص:۲۱۹، لسان المیزان لِابن حجر ج:۱ ص:۱۰۶۹ طبع بیروت.

(۳) عن ابن عمر رضی اللہ عنھما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان الغادر یرفع لہ لواءٌ یوم القیامة یقال: ھٰذہ غدرة فلان بن فلان. (صحیح البخاری ج:۲ ص:۹۱۲ باب ما یدعی الناس بآبائھم، طبع دار السلام، بیروت).

"إِنَّ الْغَادِرِ يُرْفَعُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ: هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ۔"

(صحیح بخاری ج:۲ ص:۹۱۲)

ترجمہ:... "بے شک بدعہدی کرنے والا، اس کے لئے بلند کیا جائے گا جھنڈا قیامت کے دن، کہا جائے گا کہ: یہ فلاں بن فلاں کی بدعہدی کا نشان ہے۔"

روزِ قیامت لوگ باپ کے نام سے پکارے جائیں گے

سوال:... روزنامہ "جنگ" کے جمعہ ایڈیشن میں "آپ کے مسائل اور اُن کا حل" پڑھا، یہ کالم میں عام طور پر باقاعدگی سے پڑھتا ہوں۔ اس کالم کے تحت آپ نے ایک صاحب کے سوال کا جو جواب دیا ہے، میں اس جواب کی ذرا وضاحت چاہتا ہوں، ان کا سوال تھا: "کیا قیامت کے روز باپ کے نام سے پکارا جائے گا یا ماں کے نام سے؟" بچپن سے ہم سنتے چلے آرہے ہیں کہ قیامت کے روز ہر فرد اپنی ماں کے نام سے پکارا جائے گا، لیکن آج پہلی دفعہ میں نے آپ کے حوالے سے یہ پڑھا کہ قیامت کے روز افراد باپ کی نسبت سے پکارے جائیں گے۔ آپ کے علم میں ہوگا کہ قدیم زمانے سے لے کر آج تک دُنیا کے مختلف ممالک میں ایسے باقاعدہ مراکز ہیں، جہاں عصمت فروشی اور بردہ فروشی کو جائز کاروبار کا درجہ حاصل ہے، اور ایسے مراکز میں ظاہر ہے بچے پیدا ہوں گے، تو ایسے بچوں کے باپ قیامت کے روز کون ہوں گے اور کس ولدیت سے ان کو پکارا جائے گا؟ میرے محدود علم کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے بطنِ مریم سے بغیر کسی باپ کے پیدا کیا جو کہ اللہ جل شانہٗ کی قدرت کا کرشمہ ہے، تو عالی قدر! ذرا یہ بات مجھے سمجھا دیجئے کہ قیامت کے روز حضرت عیسیٰؑ کو کس ولدیت سے پکارا جائے گا؟ واضح رہے کہ بچپن میں ہم اسی بنا پر یہ سنتے چلے آرہے ہیں کہ چونکہ حضرت عیسیٰؑ کے کوئی باپ نہیں، وہ صرف ماں کی اولاد ہیں، اس لئے قیامت کے روز حضرت عیسیٰؑ کی وجہ سے تمام لوگوں کو ماں کی نسبت سے پکارا جائے گا۔ حضور والا! میرا اس ناقص ذہن میں آنے والے ان دو سوالوں کا جواب دے کر میرے علم میں اضافہ فرمائیں۔

جواب:... عام شہرت تو اسی کی ہے کہ لوگ قیامت کے دن اپنی ماؤں کی نسبت سے پکارے جائیں گے، لیکن یہ بات نہ تو قرآنِ کریم میں وارِد ہوئی ہے، نہ کسی قابلِ اعتماد حدیث میں۔ بلکہ اس کے برعکس صحیح احادیث میں وارِد ہے کہ لوگ قیامت کے دن اپنے باپ کی نسبت سے پکارے جائیں گے، جیسا کہ پہلے تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ [1]

رہا آپ کا یہ سوال کہ جو بچے صحیح النسب نہیں یا کنواری ماؤں سے پیدا ہوتے ہیں، ان کو کس نسبت سے پکارا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دُنیا کی ساری قوموں میں بچے کو باپ سے منسوب کیا جاتا ہے اور فلاں بن فلاں کہا جاتا ہے، مگر یہاں بن باپ کے بچوں سے کبھی کوئی اِشکال نہیں ہوا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسے بچوں کا نسب ماں سے منسوب کردیا جاتا ہے، اسی طرح قیامت میں بھی ایسے بچوں کو ان کی ماؤں سے منسوب کردیا جائے گا، اور جن بچوں کے نام کی شہرت دُنیا میں باپ سے تھی، ان کو ان کے اسی مشہور

(۱) عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "انكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم فأحسنوا أسمائكم"۔ (ابوداؤد ج:۲ ص:۳۲۰، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء)۔

باپ سے منسوب کردیا جائے گا، واللہ اعلم!

اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت تو دُنیا میں بھی ان کی والدہ مقدسہ مریم بتول سے تھی اور ہے، چنانچہ قرآنِ کریم میں جگہ جگہ ''عیسیٰ بن مریم'' فرمایا گیا ہے، قیامت کے دن بھی ان کی یہی نسبت برقرار رہے گی۔ چنانچہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو سوال و جواب ہوگا، قرآنِ کریم نے اس کو بھی ذکر کیا ہے، اور ان کو ''عیسیٰ بن مریم'' سے مخاطب فرمایا ہے،[۱] اور یہ خصوصیت صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہے کہ دُنیا اور قیامت میں ان کی نسبت ماں کی طرف کی جاتی ہے، اس سے تو اس بات کو اور زیادہ تقویت ملتی ہے کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ماں کے نام سے پکارے جائیں گے، باقی کوئی اور ماں کے نام سے نہیں پکارا جائے گا، تاکہ ان کی خصوصیت معلوم ہوسکے۔ بہرحال احادیثِ نبویہ اور قرآن مجید سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ قیامت کے دن افراد کی نسبت والد کی طرف ہوگی۔

مرنے کے بعد اور قیامت کے روز اعمال کا وزن

سوال:... جناب مفتی صاحب! کیا یہ صحیح ہے کہ روزِ محشر ہمارے گناہ صغیرہ اور کبیرہ کا وزن ہمارے ثواب صغیرہ و کبیرہ سے ہوگا اور جس کا پلہ زیادہ یا کم ہوگا، اسی کے مطابق جزا و سزا کے مستحق ہوں گے۔

جواب:... قرآنِ کریم کی آیات اور صحیح احادیث میں اعمال کا موزون ہونا مذکور ہے۔ اس میزان میں ایمان و کفر کا وزن کیا جائے گا،[۲] اور پھر خاص مؤمنین کے لئے ایک پلے میں ان کے حسنات اور دُوسرے پلے میں ان کے سیئات رکھ کر ان اعمال کو

---

(۱) "وَاِذْ قَالَ اللهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللهِ" (المائدة:۱۱۶).

(۲) وقوله: والميزان، أى ونؤمن بالميزان، قال تعالٰى: (ونضع الموازين القسط ليوم القيٰمة، فلا تظلم نفس شيئًا، وإن كان مثقال حبة من خردل أتينا بها، وكفٰى بنا حاسبين) الأنبياء:۴۷. وقال تعالٰى: (فمن ثقلت موازينه فأولٰئك هم المفلحون، ومن خفّت موازينه فأولٰئك الذين خسروا أنفسهم فى جهنم خٰلدون) المؤمنون:۱۰۳-۱۰۴. قال القرطبى: قال العلماء: إذا انقضى الحساب كان بعده وزن الأعمال لأن الوزن للجزاء، فينبغى أن يكون بعد المحاسبة، فإن المحاسبة لتقرير الأعمال والوزن لإظهار مقاديرها ليكون الجزاء بحسبها، قال: وقوله تعالٰى: (ونضع الموازين القسط ليوم القيٰمة) الأنبياء:۴۷، يحتمل أن يكون ثم موازين متعددة توزن فيها الأعمال، ويحتمل أن يكون المراد الموزونات، فجمع بإعتبار تنوع الأعمال الموزونة، والله أعلم. والذى دلت عليه السُّنَّة: أن ميزان الأعمال له كفتان حسيتان مشاهدتان، روى الإمام أحمد، من حديث أبى عبدالرحمٰن الحبلى، قال: سمعت عبدالله بن عمرو يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله سيخلّص رجلًا من أُمّتى علٰى رؤوس الخلائق يوم القيامة، فينشر عليه تسعة وتسعين سجلًا، كل سجل مد البصر، ثم يقول له: أتنكر من هذا شيئًا؟ أظلمتك كتبتى الحافظون؟ قال: لَا يا رَبّ! فيقول: ألك عذر أو حسنة؟ فيبهت الرجل، فيقول: لَا يا رَبّ! فيقول: بلٰى! إن لك عندنا حسنةً واحدةً، لَا ظلم اليوم عليك، فتخرج له بطاقة فيها: أشهد أن لَا إلٰه إلّا الله، وأن محمدًا عبده ورسوله، فيقول: أحضروه، فيقول: يا رَبّ! وما هٰذه البطاقة مع هٰذه السجلات؟ فيقال: إنك لَا تظلم، قال: فتوضع السجلات فى كفة، والبطاقة فى كفة، قال فطاشت السجلات وثقلت البطاقة، ولَا يثقل شىء بسم الله الرحمٰن الرحيم. هٰكذا روى الترمذى وابن ماجة، وابن أبى الدنيا، من حديث الليث، زاد الترمذى: ولَا يثقل مع اسم الله شىء. (شرح العقيدة الطحاوية ص:۴۷۲، ۴۷۳، قوله: والميزان، طبع المكتبة السلفية، لَاهور پاكستان).

وزن ہوگا، جیسا کہ درمنثور میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابنِ کثیر میں ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر حسنات غالب ہوئے تو جنت اور سیئات غالب ہوئے تو دوزخ، اور اگر دونوں برابر ہوئے تو اَعراف اس کے لئے تجویز ہوگی،[1] پھر خواہ شفاعت سے سزا کے بغیر یا سزا کے بعد مغفرت ہوجائے گی۔

نوٹ:... جنت اور جہنم کے درمیان حائل ہونے والے حصار کے بالائی حصے کا نام ''اَعراف'' ہے،[2] اس مقام پر کچھ لوگ ہوں گے جو جنت و دوزخ دونوں طرف کے حالات دیکھ رہے ہوں گے، وہ جنتیوں کے عیش و آرام کی بہ نسبت جہنم میں، اور جہنمیوں کی بہ نسبت جنت میں ہوں گے، اس مقام پر کن لوگوں کو رکھا جائے گا؟ اس میں متعدّد اَقوال ہیں، مگر صحیح اور راجح قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے حسنات و سیئات (نیکی اور بدی) کے دونوں پلڑے برابر ہوں گے۔[3]

کیا حساب وکتاب کے بعد نبی کی بعثت ہوگی

سوال:... ٹیلی ویژن کے پروگرام فہم القرآن میں علامہ طالب جوہری نے فرمایا کہ: خداوند تعالیٰ قیامت کے بعد ان غیرمسلموں پر دوبارہ نبی مبعوث فرمائے گا جن تک اسلام نہیں پہنچا، تاکہ وہ مسلمان ہوجائیں۔ انہوں نے روایت کا ذکر کیا مگر تفصیل نہیں بتائی۔ اس طرح تو مثلاً: حبشی قوم جن کی زندگی کا پورا حصہ جنگل میں گزرا اور غیرمسلم ہوکر مرے، کیا قیامت کے بعد پھر سے غیرمسلم کے لئے اسلام کی تبلیغ شروع کی جائے گی؟ تو کون سے نبی ہوں گے جو یہ تبلیغ کا کام کریں گے؟

جواب:... قیامت میں کسی نبی کے مبعوث کئے جانے کی روایت میرے علم میں نہیں، جن لوگوں کو اِسلام کی دعوت نہیں پہنچی، ان کے بارے میں راجح مسلک یہ ہے کہ اگر وہ توحید کے قائل تھے تو ان کی بخشش ہوجائے گی، ورنہ نہیں۔[4]

---

(۱) عن ابن عباس قال: من استوت حسناته وسيآته كان من أصحاب الأعراف. (تفسير در منثور ج:۳ ص:۸۹ طبع ايران). أيضًا عن ابن مسعود قال: يحاسب الناس يوم القيامة، فمن كانت حسناته أكثر من سيئاته بواحدة دخل الجنة، ومن كانت سيئاته أكثر من حسناته بواحدة دخل النار، ثم قرأ قول الله: فمن ثقلت موازينه .... الآتين، ثم قال: إن الميزان يخف بمثقال حبة ويرجح، قال: ومن استوت حسناته وسيئاته كان من أصحاب الأعراف. (تفسير ابن كثير ص:۱۶ سورة الأعراف آيت:۴۶، ۴۷).

(۲) قال مجاهد: الأعراف: حجاب بين الجنّة والنار، سور له باب، قال ابن جرير: والأعراف جمع عُرف، وكل مرتفع من الأرض عند العرب يسمّٰى عرفًا. (تفسير ابن كثير ج:۳ ص:۱۵۹ سورة الأعراف آيت:۴۶، ۴۷).

(۳) عن حذيفة أنه سئل عن أصحاب الأعراف قال: فقال: هم قوم استوت حسناتهم وسيئاتهم، فقعدت بهم سيئاتهم عن الجنة، وخلّفت بهم حسناتهم عن النار، قال: فوقفوا هناك على السور حتّٰى ليقضى الله فيهم، وقد رواه من وجه آخر البسط من هٰذا فقال .... ان حذيفة ذكر أصحاب الأعراف فقال: هم قوم تجاوزت بهم حسناتهم النار، وقعدت بهم سيئاتهم عن الجنة، فإذا صرفت أبصارهم تلقاء أصحاب النار قالوا: ربنا لَا تجعلنا مع القوم الظالمين، فبيناهم كذٰلك، اطلع عليهم ربك اطلاعة فقال لهم: إذهبوا فادخلوا الجنة، فإني قد غفرت لكم. (تفسير ابن كثير ج:۳ ص:۱۶۰ سورة الأعراف آيت:۴۶، ۴۷ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه).

(۴) ومنها ان العقل آلة للمعرفة .... لَا عذر لأحد في الجهل بخالقه .... وثمرة الخلاف انما يظهر في حق من لم يبلغه الدعوة أصلًا .... ولم يسمع رسولًا ومات ولم يؤمن بالله فيعذب عندنا. (شرح فقه اكبر ص:۱۶۸، ۱۶۹).

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جزا و سزا میں شریک نہیں بلکہ اطلاع دینے والے ہیں

سوال:... عزّت و ذِلت اور جزا و سزا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، ساتھ ہی اپنے کلام پاک میں سورۂ اَعراف کے رُکوع: ۲۳، سورۂ اَحزاب رُکوع: ۶ اور سورۂ سبا رُکوع: ۳ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری دینے والا قرار دیا، اس لفظ خوشخبری دینے والے کا کیا مفہوم سمجھا جائے؟ کیا اس میں علمِ غیب پنہاں ہے؟ جہاں اللہ تعالیٰ جزا و سزا کا خود ہی مالک ہے، اس میں رسالت مآب بھی شریک ہیں، جبکہ آپ خوشخبری دینے والے ہیں۔

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیک اعمال پر خوشخبری دینے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے نیک جزا کا وعدہ فرمایا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جزا و سزا میں شریک نہیں، بلکہ منجانب اللہ جزا و سزا کی اطلاع دینے پر مأمور ہیں۔[1]

کیا دُنیا میں جرم کی سزا سے آخرت کی سزا معاف ہوجائے گی؟

سوال:... اگر کوئی ملزم یا مجرم اپنے جرم کا اِقرار کرلیتا ہے اور اس کے نتیجے میں اسے اس کے جرم کی سزا ملتی ہے تو کیا اس صورت میں مذکورہ ملزم یا مجرم کے اس گناہ کا کفارا ادا ہوجاتا ہے کہ جس کے اقرار کے نتیجے میں اسے سزا دی گئی؟ نیز کیا روزِ محشر ایسا فرد اپنے اس جرم کی سزا سے بَری الذمہ قرار پائے گا؟

جواب:... اگر توبہ کرلے تو آخرت کی سزا معاف ہوجائے گی، ورنہ نہیں۔[2]

کیا بُرائی کے عزم پر بھی گناہ ہوتا ہے؟

سوال:... قرآن کی ایک آیت کا مفہوم ہے کہ جو تم دِل میں خیال کرتے ہو تو ہمارے فرشتے اس اچھے یا بُرے خیال کو اپنی کتاب میں لکھ لیتے ہیں۔ اس طرح اگر کوئی بشر اپنے دِل میں بُرائی یا اچھائی کا خیال کرے اور عملاً نہ کرے تو کیا اس بُرائی کے خیال پر اتنا ہی گناہ ہے جتنا کہ عملاً کرنے پر؟ اور اسی طرح اچھائی کے خیال پر اتنا ہی ثواب ہے جتنا عملاً کرنے پر؟ تفصیل سے سمجھادیں۔

جواب:... بُرائی کا عزم کرلے مگر اس بُرے کام کو کرے نہیں تو اللہ تعالیٰ اس ارادہ کرنے کے گناہ کو معاف فرمادیتے ہیں، اور اگر بُرا فعل کرلیا تو فعل کا گناہ الگ ہوگا اور اس ارادہ کرنے کا الگ۔ نیکی کے کام کا ارادہ کرنے پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے، پھر اگر اس نیک کام کو کر بھی لے تو دس گنا (سے سات سو گنا تک) لکھا جاتا ہے، اور اگر کسی وجہ سے اس کام کو نہ کرپائے تب بھی نیکی کے ارادے کا

---

(۱) "اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ"، "اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا، وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ" (فاطر: ۲۳، ۲۴)۔

(۲) "قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا، اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" (الزمر: ۵۳)، أيضًا: وليس شيء يكون سببًا لغفران جميع الذنوب الّا التوبة. (شرح عقيدة الطحاوية ص: ۳۶۷)۔ إن الحد لَا يكون طهرة من الذنب ولَا يعمل فى سقوط الإثم بل لَا بد من التوبة فإن تاب كان الحد طهرة له وسقطت عنه العقوبة الأخروية بالإجماع وإلّا فلا۔ (رد المحتار ج: ۲ ص: ۵۴۴، باب الجنايات)۔ وليس مطهرًا عندنا بل المطهر التوبة۔ قوله بل المطهر التوبة فإذا حد ولم تيب يبقى عليه إثم المعصية .... نعم يبقى عليهم حق العبد من القصاص إن قتلوا والضمان إن أخذوا المال ... إلخ۔ (ردالمحتار ج: ۴ ص: ۴، كتاب الحدود)۔

ثواب اس کو نقد حاصل ہے۔[1]

جرم کی دُنیاوی سزا اور آخرت کی سزا

سوال:... اگر ایک شخص نے قتل کیا ہو اور اس کو دُنیا میں پھانسی یا عمر قید کی سزا مل گئی تو کیا قیامت کے دن بھی اس کو سزا ملے گی؟

جواب:... آخرت کے عذاب کی معافی توبہ سے ہوتی ہے، پس اگر اس کو اپنے جرم پر پشیمانی لاحق ہوئی اور اس نے توبہ کرلی اور خدا تعالیٰ سے معافی مانگی تو آخرت کی سزا نہیں ملے گی،[2] ورنہ مل سکتی ہے۔ چونکہ ایسا مجرم جسے دُنیا میں سزا ملی ہو اکثر اپنے کئے پر پشیمان ہوتا ہے اور وہ اس سے توبہ کرتا ہے، اس لئے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ: جس شخص کو دُنیا میں سزا مل گئی وہ اس کے لئے آخرت کے عذاب سے کفارہ ہے۔[3] اور جس کو دُنیا میں سزا نہیں ملی، اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، اس کے کرم سے توقع ہے کہ معاف کردے۔[4]

انسان جنتی اپنے اعمال سے بنتا ہے، اتفاق اور چیزوں سے نہیں

سوال:... اگر کوئی رمضان کی چاند رات کو یا پہلے روزے کو انتقال کرے تو کیا وہ جنتی ہے؟ یا غسل کے بعد خانہ کعبہ کے غلاف کا ٹکڑا قبر میں دفن کرنے تک مُردے کے سرہانے رہے تو کیا وہ جنتی ہوا؟

جواب:... نہیں! جنتی تو آدمی اپنے اعمال سے بنتا ہے، کسی شخص کے بارے میں قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ وہ جنتی ہے، البتہ بعض چیزوں کو اچھی علامت کہہ سکتے ہیں۔

کیا تمام مذاہب کے لوگ بخشے جائیں گے؟

سوال:... ایک شخص نے یہ کہا کہ: کوئی ضروری نہیں کہ قرآن و حدیث کے پابند اشخاص ہی بخشے جائیں گے، بلکہ تمام مذاہب کے لوگوں کی بخشش ہوگی۔

---

(۱) عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الله كتب الحسنات والسيئات فمن همّ بحسنة فلم يعملها كتبها الله له عنده حسنةً كاملةً، فان هم بها فعملها كتبها الله له عنده عشر حسنات الٰى سبعمائة ضعف الٰى أضعاف كثيرة، ومن همّ بسيئة فلم يعملها كتبها الله له عنده حسنةً كاملةً فان هو همّ بها فعملها كتبها الله له سيئة واحدة. متفق عليه. (مشكوة ص:۲۰۷، طبع قديمی كراچی).

(۲) وليس شيء يكون سببًا لغفران جميع الذنوب اِلّا التَّوبةَ. (شرح عقيدة الطحاويه ص:۳۶۷).

(۳) الرابع: المصائب الدنيوية قال صلى الله عليه وسلم: "ما يصيب المؤمن من وصب ولَا نصب ولَا غم ولَا هم .... اِلّا كفّر بها من خطاياه". (شرح العقيدة الطحاويه ص:۳۶۹).

(۴) السبب الحادی ع[illegible] عفو أرحم الراحمين من غير شفاعة. (شرح عقيدة الطحاويه ص:۳۷۰). ويغفر ما دون ذٰلك لمن يشاء من الصغائر والكبائر مع التوبة أو بدونها. (شرح عقائد ص:۱۱۲، طبع مكتبه خير كثير، كراچی).

جواب:... یہ عقیدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کے تمام مذاہب کے لوگوں کی بخشش ہوگی، خالص کفر ہے۔ کیونکہ دیگر مذاہب کے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں، ان کے بارے میں قرآن مجید میں جابجا تصریحات موجود ہیں کہ ان کی بخشش نہیں ہوگی۔[۱] پس جو شخص خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہو، وہ یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ تمام مذاہب کے لوگ بخشے جائیں گے۔[۲]

کیا خودکشی کرنے والے مؤمن کی مغفرت ہوگی؟

سوال:... اگر کوئی مؤمن خودکشی کرلے تو کیا اس کی مغفرت ہوگی؟

جواب:... اگر خاتمہ ایمان پر ہوا تو کسی مؤمن کے حق میں مایوسی نہیں،[۳] کسی نہ کسی وقت بخشش ضرور ہوجائے گی، لیکن بخشش سے پہلے جو عذاب ہوگا، اس سے اللہ کی پناہ![۴] اِلَّا یہ کہ رحمتِ خداوندی دستگیری فرمائے اور بغیر عذاب کے نجات فرمادے۔[۵]

غیرمسلموں کے اچھے اعمال کا بدلہ

سوال:... اگر کوئی غیرمسلم نیکی کا کوئی کام کرے مثلاً کہیں کنواں کھدوادے یا مخلوقِ خدا سے رحم و شفقت کا برتاؤ کرے، جیسا کہ کچھ عرصہ قبل بھارتی کرکٹر بشن سنگھ بیدی نے ایک مسلمان بچے کے لئے اپنے خون کا عطیہ دیا تھا، تو کیا غیرمسلم کو نیک کام کرنے پر اَجر ملے گا؟

جواب:... نیکی کی قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے،[۶] اور ایمان کے بغیر نیکی ایسی ہے جیسے رُوح کے بغیر بدن۔ اس لئے اس

---

(۱) "اِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ .... الخ" (النساء:۱۱۶).

(۲) عن أبی هريرة رضی الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أمرت أن أقاتل الناس حتّٰى يشهدوا أن لَا إلٰه إلّا الله ويؤمنوا بی وبما جئت به .... الخ. (صحيح مسلم ج:۱ ص:۳۷، مشكوٰة ج:۱ ص:۱۲). وعن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: والذی نفس محمد بيده! لَا سمع بی أحد من هٰذه الأُمّة يهودی ولَا نصرانی ثم يموت ولم يؤمن بالذی أُرسلت به إلّا كان من أصحاب النار. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۱۲، كتاب الإيمان).

(۳) من كان آخر كلامه "لَا إلٰه إلّا الله" وجبت له الجنّة. (مسند أحمد ج:۵ ص:۲۳۳، طبع بيروت).

(۴) عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تردّٰى من جبل فقتل نفسه فهو فی نار جهنم يتردّٰى فيها خالدًا مخلّدًا فيها أبدًا، ومن تحسّٰى سمًّا فقتل نفسه فسمه فی يده يتحسّاه فی نار جهنم خالدًا مخلّدًا فيها أبدًا، ومن قتل نفسه بحديدة فحديدته فی يده يتوجّأ بها فی بطنه فی نار جهنم خالدًا مخلّدًا فيها أبدًا. متفق عليه. (مشكوٰة ص:۲۹۹).

(۵) السبب الحادی عشر: عفو أرحم الراحمين من غير شفاعة. (شرح عقيدة الطحاوية ص:۳۷۰). ويغفر ما دون ذٰلك لمن يشآء من الصغائر والكبائر مع التوبة أو بدونها. (شرح عقائد نسفی ص:۱۱۲).

(۶) "اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِیْ سَبِيْلِ اللهِ، لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللهِ، وَاللهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ" (التوبة:۱۹)، "وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ، اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ...الخ" (سورة العصر).

کو آخرت میں اَجر نہیں ملے گا، البتہ دُنیا میں ایسے اچھے کاموں کا بدلہ چکا دیا جاتا ہے۔[1]

سوال:... دُنیاوی تعلیم حاصل کرنے والے کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ: غیرمسلم جو اچھے کام کرتے ہیں ان کو قیامت میں ان کا صلہ ملے گا، اور وہ جنت میں جائیں گے۔ میں نے ان سے کہا کہ غیرمسلم چاہے اہلِ کتاب کیوں نہ ہوں ان کو نیک کاموں کا صلہ یہاں مل سکتا ہے، قیامت میں نہیں ملے گا، نہ وہ جنت میں جائیں گے جب تک کلمہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہوتے۔

جواب:... آپ کی بات صحیح ہے! قرآن مجید میں اور اَحادیث شریفہ میں بے شمار جگہ فرمایا گیا ہے کہ جنت اہلِ ایمان کے لئے ہے، اور کفار کے لئے جنت حرام ہے،[2] اور یہ بھی بہت سی جگہ فرمایا گیا ہے کہ نیک اعمال کے قبول ہونے کے لئے ایمان شرط ہے، بغیر ایمان کے کوئی عمل مقبول نہیں[3]، نہ اس پر قیامت کے دن کوئی اَجر ملے گا۔[4]

سوال:... تمام لوگ حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں اور اُمتِ محمدی سے ہیں، عیسائی یا یہودی لوگ جن پر اللہ کریم نے توراۃ، اِنجیل نازل فرمائی ہیں، اگر وہ اپنے مذہب پر عمل کرتے ہیں، اس کے علاوہ سخاوت، غریبوں کی مدد کرنا، ہسپتال بنانا اور اس کے علاوہ کئی اچھے کام کرتے ہیں جن کی اسلام نے بھی اجازت دی ہے، تو کیا وہ لوگ جنت میں نہیں جاسکتے؟ اللہ کریم غفور رحیم ہے۔

جواب:... قرآنِ کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر و شرک کے گناہ کو معاف نہیں کرے گا، اس سے کم درجے کے جو گناہ ہیں وہ جس کو چاہے معاف کردے گا۔[5] اور حدیث شریف میں ہے کہ اس اُمت میں جو شخص میرے بارے میں سنے اور مجھ پر ایمان نہ لائے خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔[6] خلاصہ یہ کہ نجات اور مغفرت کے لئے اِیمان شرط ہے، بغیر اِیمان کے بخشش نہیں ہوگی۔

---

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "..... وأمّا الكافر فيطعم بحسنات ما عمل بها لله فى الدنيا حتّى اذا أفضى الى الآخرة لم يكن له حسنة يجزىٰ بها۔" رواه مسلم۔ (مشكوٰة ص: ۴۳۹، كتاب الرقاق)۔

(۲) "اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا، خٰلِدِيْنَ فِيْهَا .... الخ۔" (الكهف:۱۰۷)۔ "اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوٰهُ النَّارُ" (المائدة:۷۲)۔ وعن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: والذى نفس محمد بيده! لَا سمع بى أحد من هٰذه الأمّة يهودى ولَا نصرانى ثم يموت ولم يؤمن بالذى أُرسلت به إلّا كان من أصحاب النار۔ رواه مسلم۔ (مشكوٰة ص:۱۲، كتاب الإيمان، الفصل الأوّل)۔

(۳) "وَالْعَصْرِ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِىْ خُسْرٍ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" (العصر: ۱-۳)۔ "وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ ...الخ۔ (النساء:۱۲۴)۔

(۴) "اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِىْ سَبِيْلِ اللهِ، لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللهِ"(التوبة: ۱۹)۔ عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم .... وأما الكافر فيطعم بحسنات ما عمل بها لله فى الدنيا حتى إذا افضىٰ إلى الآخرة لم يكن له حسنة يجزىٰ بها۔ (مشكوٰة ص: ۴۳۹، كتاب الرقاق)۔

(۵) "اِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ .... الخ" (النساء:۱۱۶)۔

(۶) عن أبى هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال: والذى نفس محمد بيده! لَا يسمع بى أحد من هٰذه الأمّة يهودىٌّ ولَا نصرانىٌّ ثم يموت ولم يؤمن بالذى أُرسلتُ به إلّا كان من أصحاب النار۔ (صحيح مسلم، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم ج:۱ ص:۸۶)۔

کیا غیرمسلم کو نیک کام کرنے کا اَجر ملے گا؟ اِشکال کا جواب

سوال:... "س: اگر کوئی غیرمسلم نیکی کا کوئی کام کرے مثلاً کہیں کنواں کھدوادے یا مخلوقِ خدا سے رحم و شفقت کا برتاؤ کرے، جیسا کہ کچھ عرصہ قبل بھارتی کرکٹر بشن سنگھ بیدی نے ایک مسلمان بچے کے لئے اپنے خون کا عطیہ دیا تھا، تو کیا غیرمسلم کو نیک کام کرنے پر اَجر ملے گا؟ ج: نیکی کی قبولیت کے لئے اِیمان شرط ہے، اور اِیمان کے بغیر نیکی ایسی ہے جیسے رُوح کے بغیر بدن۔ اس لئے اس کو آخرت میں اَجر نہیں ملے گا، البتہ دُنیا میں ایسے اچھے کاموں کا بدلہ چکا دیا جاتا ہے۔" مندرجہ بالا اخباری کٹنگ ارسالِ خدمت ہے، اور سورۂ بقرہ کی آیت نمبر:۶۲ کا ترجمہ بھی: "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا .... وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ" ترجمہ: "یقین جانو کہ نبی عربی کو ماننے والے ہوں یا یہودی، عیسائی ہوں یا صابی جو بھی اللہ اور روزِ آخرت پر اِیمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا، اس کا اَجر اس کے رَبّ کے پاس ہے، اور اس کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔" میری ناقص رائے کے مطابق مندرجہ بالا سوال کا جواب اس آیت کے مفہوم کے مطابق غلط ہے، کیونکہ اس آیت میں واضح طور پر غیرمسلموں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اَجر کی نوید دی گئی ہے، اُمید ہے کہ خط اخبار میں شائع کریں گے اور اپنی رائے سے بھی مطلع کریں گے۔

جواب:...آپ نے آیت کا مطلب صحیح نہیں سمجھا، یہ بات تو خود اسی آیت میں بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اِیمان لانا شرطِ نجات ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اِیمان رکھتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کو سچا بھی سمجھے گا، کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی بات کو... نعوذ باللہ... غلط سمجھے، اس کا اللہ تعالیٰ پر کیا اِیمان ہوا؟ اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "محمد رسول اللہ" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوّت پر اِیمان لانا ضروری ہی ہوا کہ یہ فرمودۂ خدا ہے، اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان نہیں رکھتا، وہ خدا کی بات کو جھٹلاتا ہے، ایسے شخص کا خدا پر بھی اِیمان نہیں ہوسکتا۔[1] جو آیتِ کریمہ آپ نے نقل کی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ خواہ کسی مذہب و ملت کا آدمی ہو، اگر وہ صحیح اِیمان لے آئے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوگا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان لائے بغیر اِیمان صحیح نہیں ہوسکتا۔ آپ اس آیت کی تشریح و تفسیر "معارف القرآن" میں دیکھ لیں۔

کیا اہلِ کتاب، غیرمسلم کی اسلام سے عقیدت نجات کے لئے کافی ہے؟

سوال ۱:...کیا اہلِ کتاب بھی دیگر غیرمسلموں اور منافقوں کی طرح ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے؟ جبکہ اہلِ کتاب عورت سے نکاح جائز ہے اور ان کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔

سوال ۲:...جو شخص کافر یا اہلِ کتاب ہونے کے باوجود اسلام سے عقیدت رکھتا ہو، لیکن ایمان نہ لائے تو کیا اس کی مغفرت ممکن ہے یا اس کے لئے دُعائے مغفرت جائز ہے؟

---

(۱) عن أبی هریرة رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: أُمرتُ أن أُقاتل الناس حتّٰی یشهدوا أن لَا إلٰه إلّا الله ویؤمنوا بی وبما جئت به، فان فعلوا ذٰلک عصموا منی دمائهم .... الخ۔ (مسلم ج:۱ ص:۳۷، مشکوٰة ج:۱ ص:۱۲)۔

جواب ۱:... اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح تو جائز ہے،(۱) لیکن اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے تو دوزخ میں داخل ہوں گے۔(۲)

جواب ۲:... صرف عقیدت رکھنا کافی نہیں، بلکہ اسلام کو مانتا بھی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتا ہو، تو مسلمان ہے، ورنہ نہیں۔(۳)

گھر سے اسلام قبول کرنے کی نیت سے نکلنے والا شخص راستے میں فوت ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال:... ایک شخص گھر سے نکلا، اس خیال پر کہ کسی عالمِ دِین کے پاس جاکر اسلام قبول کرے، دِل نے تو اِسلام کو قبول کرلیا اور زبان سے اِقرار نہیں کیا اور راستے میں اسے موت آگئی، اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟ مسلمان ہے یا کافر؟

جواب:... دُنیوی اَحکام کے جاری ہونے کے لئے اِقرار شرط ہے، اگر کسی شخص کے سامنے اس نے اپنے اسلام کا اِقرار نہیں کیا تو دُنیوی اَحکام میں اس کو مسلمان نہیں سمجھا جائے گا، اور اگر کسی کے سامنے اسلام کا اِقرار کرلیا تھا تو اس پر مسلمانوں کے اَحکام جاری ہوں گے۔(۴)

گناہ گار مسلمان کی بخشش

سوال:... مولانا صاحب! کیا گناہ گار مسلمان جس نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا ہو، لیکن ساری زندگی گناہوں میں گزار دی، وہ آخرت میں اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں داخل ہوسکے گا یا نہیں؟

جواب:... جس شخص کا خاتمہ اِیمان پر ہوا، اِن شاء اللہ! اس کی کسی نہ کسی وقت ضرور بخشش ہوگی،(۵) لیکن مرنے سے پہلے آدمی کو سچی توبہ کرلینی چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا تحمل نہیں ہوسکتا۔ اور بعض گناہ ایسے ہیں جن کی نحوست کی وجہ سے اِیمان

---

(۱) ".... وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ" فنكح الناس نساء أهل الكتاب. رواه الطبراني في الكبير. (اعلاء السنن ج:۱۱ ص:۴۱، طبع إدارة القرآن كراچي).

(۲) عن أبي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال: والذي نفس محمد بيده! لَا يسمع بي أحد من هٰذه الأمّة يهوديٌّ ولَا نصرانيٌّ ثم يموت ولم يؤمن بالذي أرسلتُ به إلّا كان من أصحاب النار. (صحيح مسلم ج:۱ ص:۸۶).

(۳) والْإيمان هو التصديق بما جآء به من عند الله تعالٰى أي تصديق النبي بالقلب في جميع ما علم بالضرورة .... والْإقرار به أي باللسان .... الخ. (شرح عقائد نسفيه ص:۱۱۹، ۱۲۰).

(۴) وانما الْإقرار شرط لِإجراء الأحكام في الدنيا، لما ان تصديق القلب أمر باطن لَا بدّ له من علامة .... الخ. (شرح عقائد نسفيه ص:۱۲۱، طبع خير كثير كراچي).

(۵) "اِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ .... الخ" (النساء:۱۱۶). أيضًا وأهل الكبائر من المؤمنين لَا يخلدون في النار وان ماتوا من غير توبة لقوله تعالٰى: فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه، ونفس الْإيمان عمل خير لَا يمكن ان يرى جزائه قبل دخول النار ثم يدخل النار لأنه باطل بالْإجماع فتعين الخروج من النار. (شرح عقائد ص:۱۱۶).

سلب ہوجاتا ہے...نعوذ باللہ...،[۱] اس لئے خاتمہ بالخیر کا بہت اہتمام کرنا چاہئے، اور اس کے لئے دُعائیں بھی کرتے رہنا چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حسنِ خاتمہ کی دولت نصیب فرمائیں اور سوءِ خاتمہ سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

گناہگار توبہ کرلے تو کیا پھر بھی اُسے عذاب ہوگا؟

سوال:...اگر کوئی مسلمان گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے اور اس نے مرنے سے پہلے توبہ کرلی تو اسے عذابِ قبر اور قیامت کے روز حساب وکتاب ہوگا؟

جواب:...گناہگار تو ہم سارے ہی ہیں، کسی نے تھوڑے گناہ کئے ہیں، کسی نے زیادہ، اللہ تعالیٰ ہم سب کی بخشش فرمائے۔ اگر سچے دِل سے آدمی گڑگڑاکر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے اور آئندہ وعدہ کرلے کہ گناہ نہیں کرے گا، اور جو گناہِ کبیرہ اس کے ذمے ہیں، مثلاً: نمازیں قضا کرنا، روزے نہ رکھنا، زکوٰۃ نہ دینا، ان تمام گناہوں سے سچی توبہ کرے اور ان فرائض کو ادا کرے تو میرے مالک سے اُمید ہے کہ وہ معاف فرمادیں گے۔[۲]

گناہ اور ثواب برابر ہونے والے کا انجام

سوال:...اگر قیامت کے دن انسان کے گناہ اور ثواب برابر ہوں تو کیا وہ جنت میں جائے گا یا جہنم میں؟

جواب:...ایک قول کے مطابق یہ شخص کچھ مدّت کے لئے ''اَعراف'' میں رہے گا، اس کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔[۳]

کیا قطعی گناہ کو گناہ نہ سمجھنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا؟

سوال:...جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ: ''رِشوت لینے والا اور رِشوت دینے والا دونوں دوزخی ہیں'' تو کیا ایسے دوزخی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ میں رہیں گے؟ اسی طرح دُوسرے گناہ گار بھی جو اس دُنیا میں مختلف گناہوں میں ملوّث ہیں، دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے یا گناہوں کی سزا مل جانے کے بعد جنت میں داخل کردیئے جائیں گے؟ یا دوزخی کو کبھی جنت نصیب نہ ہوگی؟

جواب:...دائمی جہنم تو کفر کی سزا ہے، کفر وشرک کے علاوہ جتنے گناہ ہیں اگر آدمی توبہ کئے بغیر مرجائے تو ان کی مقرّرہ سزا ملے گی اور اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو اپنی رحمت سے بغیر سزا کے بھی معاف فرماسکتے ہیں، بشرطیکہ خاتمہ ایمان پر ہوا ہو۔[۴] لیکن یہ یاد رہنا چاہئے

---

(۱) أو یکون ممن کان مستقیمًا ثم یتغیّر عن حاله ویخرج عن سننه ویأخذ فی طریقه فیکون ذٰلک سببًا لسوء خاتمته وشؤم عاقبته، کإبلیس الذی عبد الله فیما یروی ثمانین ألف سنة، وبلعام بن باعوراء الذی آتاه الله آیاته فانسلخ منها الی الأرض واتبع هواه، وبرمیصا العابد الذی قال الله فی حقه کمثل الشیطان اذ قال للإنسان اکفر. (التذکرة للقرطبی ص:۴۲).

(۲) ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء من الصغائر والکبائر مع التوبة أو بدونها. (شرح العقائد النسفیه ص:۱۱۲).

(۳) سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عمن استوت حسناته وسیئاته، فقال: أولٰئک أصحاب الأعراف. (تفسیر ابن کثیر ج:۳ ص:۱۵۹، طبع رشیدیه کوئٹه). فبیناهم کذٰلک أطلع علیهم ربک اطلاعة فقال لهم: إذهبوا فادخلوا الجنّة فإنی قد غفرت لکم. (تفسیر ابن کثیر ج:۳ ص:۱۶۰).

(۴) حاشیہ نمبر۲ دیکھیں صفحہ ھٰذا۔

کہ گناہ کو گناہ نہ سمجھنے سے آدمی ایمان سے خارج ہوجاتا ہے[1] اور یہ بہت ہی باریک اور سنگین بات ہے۔ بہت سے سود کھانے والے، رشوت کھانے والے اور داڑھی منڈوانے یا کترانے والے اپنے آپ کو گناہ گار ہی نہیں سمجھتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جن گناہوں کو آدمی گناہ سمجھ کر کرتا ہو اور اپنے آپ کو گناہ گار اور مجرم تصوّر کرتا ہو، ان کی معافی تو ہوجائے گی، خواہ سزا کے بعد ہو یا سزا کے بغیر، لیکن جن گناہوں کو گناہ ہی نہیں سمجھا، ان کا معاملہ زیادہ خطرناک ہے۔

کیا مرتد ہونے والے کو پہلے کئے گئے اعمال کا ثواب ملے گا؟

سوال:... ایک مسلمان جو چالیس سال تک خدا کی عبادت کرتا ہے اور اس کے ہر قسم کے اَحکام بجالاتا ہو، لیکن چالیس سال کے بعد وہ مرتد ہوجاتا ہے، تو کیا اللہ پاک اس کی مرتد ہونے سے پہلے والی عبادت کا ثواب آخرت میں اس کو دیں گے یا نہیں؟

جواب:... مرتد کے تمام اعمال ضائع ہوجاتے ہیں،[2] اسے پہلے کے کسی عمل کا ثواب نہیں ملے گا۔ جس طرح مسلمان ہونے کے بعد کفر کی حالت کے تمام گناہ ساقط ہوجاتے ہیں۔[3]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان نہ لانے والے یہود و نصاریٰ کی بخشش

سوال:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد جو یہود و نصاریٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک پر اِیمان نہیں لائے، کیا ان کی مغفرت ہوجائے گی؟

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد جن یہود و نصاریٰ کو اور دُوسرے مذاہب کے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع ملی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان نہیں لائے، ان کی بخشش نہیں۔ البتہ اگر کوئی ایسا جزیرہ فرض کرلیا جائے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع نہیں پہنچی اور اس جزیرے کے لوگ ناواقفیت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان نہیں لائے تو وہ معذور ہیں۔[4]

---

(۱) ان استحلال المعصية صغيرة كانت أو كبيرة، كفر. (شرح فقه اكبر ص:۱۸۶، طبع دهلي).

(۲) "وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ". (البقرة:۲۱۷).

(۳) عن عمرو بن العاص ..... ان الإسلام يهدم ما كان قبلهٗ، وان الهجرة تهدم ما كان قبلها، وان الحج يهدم ما كانه قبله'. (مشكوٰة ص:۱۴ كتاب الإيمان).

(۴) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "والذى نفس محمد بيده! لَا يسمع بى أحد من هٰذه الأمّة يهودى ولَا نصرانى ثم يموت ولم يؤمن بالذى أُرسلتُ بهٖ إلّا كان من أصحاب النّار." (صحيح مسلم ج:۱ ص:۸۶، طبع قديمى كراچى).

گناہ گار مسلمان کو دوزخ کے بعد جنت

سوال:... جنت کی زندگی دائمی ہے، کیا دوزخ میں ڈالے گئے کلمہ گو کو سزا کے بعد جنت میں داخل کیا جائے گا یا وہ سزا بھی ابدی ہے؟ قرآن وحدیث سے وضاحت فرمائیں۔

جواب:... جس شخص کے دِل میں ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کا اِیمان بھی ہوگا، وہ دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا، سزا بھگت کر جنت میں داخل ہوگا۔ [۱]

حدیث ''جہنم سے ہر اُس شخص کو نکال لو جو کبھی مجھ سے ڈرا ہو'' کی وضاحت

سوال:... مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ''فضائلِ ذکر'' میں فصلِ سوم میں کلمہ طیبہ کے باب میں حدیث نمبر ۲۰ نقل کی ہے، وہ یوں ہے: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ (قیامت کے دن) حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرمائیں گے کہ: جہنم سے ہر اُس شخص کو نکال لو جس نے لا اِلٰہ اِلَّا اللہ کہا ہو، اور اس کے دِل میں ذرّہ برابر بھی اِیمان ہو، اور ہر اُس شخص کو نکال لو جس نے لا اِلٰہ اِلَّا اللہ کہا ہو یا مجھے (کسی طرح بھی) یاد کیا ہو، یا کسی موقع پر مجھ سے ڈرا ہو۔'' تو اس حدیث کو جس کو علماء نے صحیح بتلایا ہے، کے حوالے سے آپ ارشاد فرمائیں کہ کیا جہنم سے کافر بھی نکال لئے جائیں گے؟ کیونکہ زندگی میں کبھی نہ کبھی تو ہر کافر اللہ کا ذکر کرتا ہی ہے، اور کبھی نہ کبھی تو ہر شخص اللہ سے ڈرتا ہی ہے، اور اہلِ کتاب تو اللہ سے ڈرتے ہی ہیں، اس میں یہ اِشکال پیدا ہوتا ہے کہ کافر کے لئے بعض مقامات پر جہنم میں ہمیشہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

جواب:... جو شخص مسلمان ہو، اللہ اور اللہ کے رسول پر اِیمان رکھتا ہو، اس کے ساتھ کلمہ پڑھے، اس کا حکم اس حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے۔ [۲]

کیا سود، رِشوت لینے والا، شراب پینے والا جنت میں جائے گا؟

سوال:... کیا کوئی مسلمان سود لینے، رِشوت لینے اور دینے، شراب پینے، جوا کھیلنے کے باوجود جنت میں جاسکتا ہے؟ کیونکہ کسی صاحب کا کہنا ہے کہ ہر مسلمان سوائے قاتل کے اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا۔ کیا شرک کرنے والے اور مرتد بھی جنت میں چلے جائیں گے؟

جواب:... کفر اور شرک کی معافی نہیں، باقی گناہوں کی معافی کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ [۳]

---

(۱) فلا یبقٰی فی النّار من فی قلبه أدنٰی أدنٰی أدنٰی مثقال ذرّة من ایمان .... الخ۔ (شرح عقیدة الطحاویه ص: ۳۷۱)۔

(۲) عن عبادة بن الصامت قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: من شهد أن لَا اِلٰهَ اِلَّا الله وأن محمدًا رسول الله حرّم الله علیه النّار۔ رواه مسلم۔ وعن عثمان رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من مات وهو یعلم أنه لَا اِلٰهَ اِلَّا الله دخل الجنّة۔ رواه مسلم۔ (مشکوٰة ص: ۱۵، کتاب الإیمان، الفصل الأوّل)۔

(۳) ''اِنَّ اللهَ لَا یَغْفِرُ أَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ .... الخ'' (النساء: ۱۱۶)۔ أیضًا ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشآء من الصغائر والکبائر مع التوبة أو بدونها ... الخ۔ (شرح عقائد ص: ۱۱۲، طبع خیر کثیر کراچی)۔

جہنمی خاوند والی عورت کو جنت میں کیا ملے گا؟

سوال:... جنتی مردوں کو اللہ تعالیٰ بہت سے دُوسرے اِنعامات کے علاوہ حوریں بھی عطا فرمائے گا، جبکہ جنتی عورتوں کو حوروں کے بجائے کیا عطا فرمائے گا؟ خصوصاً جبکہ عورت جنتی ہے اور اس کا خاوند جہنمی ہے؟

جواب:... جو عورت جنتی ہو اور اس کا شوہر... نعوذ باللہ... جہنمی ہو تو اس کا عقد کسی جنتی سے کر دیا جائے گا۔[1]

قرآنِ کریم میں اِنعامات کے لئے صرف مردوں کو مخاطب کیا گیا ہے، عورتوں کو کیوں نہیں؟

سوال:... قرآنِ کریم میں جگہ جگہ مردوں کو اِنعامات کے لئے مخاطب کیا گیا ہے، عورتوں کو نہیں کیا گیا۔

جواب:... عورتوں کے لئے بھی وہی اِنعامات ہیں جو مردوں کے لئے ہیں۔[2]

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عذابِ اِلٰہی کو روکنے کا ذریعہ ہے

سوال:... ایک عرض ہے کہ دِینی رسالہ ''بینات'' خالص دِینی ہونا چاہئے، کسی پر اعتراض و تشنیع مجھے پسند نہیں۔ اس سے نفرت کا جذبہ اُبھرتا ہے، صدر ضیاء الحق کے بیانات پر اعتراضات یقیناً عوام میں نفرت پھیلنے کا ذریعہ بنتے ہیں، جس سے مملکت کی بنیادیں کھوکھلی پڑ جانے کا خطرہ ضرور ہے۔ ویسے بھی ملک اندرونی اور بیرونی خطرات سے دوچار ہے، کہیں بھارت آنکھیں دِکھا رہا ہے، تو کہیں کارمل انتظامیہ کی شہ پر رُوس کی آواز سنی جاتی ہے، کہیں خمینی کے اسلامی انقلاب کی آمد آمد کی خبریں سننے میں آجاتی ہیں، کہیں ملک کے ہتھوڑا گروپ، کلہاڑا گروپ وغیرہ کی صدائیں سننے میں آتی ہیں۔ غرض ایسے حالات میں ذرا سی چنگاری ہمارے پاکستان کا شیرازہ بکھیر سکتی ہے، اس صورت میں پھر یہ ذمہ داری کس پر عائد ہوگی؟ اس بارے میں اگر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے تو نوازش ہوگی۔

جواب:... آپ کا یہ ارشاد تو بجا ہے کہ وطنِ عزیز بہت سے اندرونی و بیرونی خطرات میں گھرا ہوا ہے، اور یہ بات بھی بالکل صحیح ہے کہ ان حالات میں حکومت سے بے اعتمادی پیدا کرنا قرینِ عقل و دانش نہیں، لیکن آنجناب کو معلوم ہے کہ ''بینات'' میں یا راقم الحروف کی کسی اور تحریر میں صدر ضیاء الحق صاحب کے کسی سیاسی فیصلے کے بارے میں کبھی لب کشائی اور حرف زنی نہیں کی گئی:

کارِ مملکت خسرواں دانند!

لیکن جہاں تک دِینی غلطیوں کا تعلق ہے، اس پر ٹوکنا نہ صرف یہ کہ اہلِ علم کا فرض ہے (اور مجھے افسوس اور ندامت کے ساتھ اعتراف ہے کہ ہم یہ فرض ایک فیصد بھی ادا نہیں کر پارہے) بلکہ یہ خود صدرِ محترم کے حق میں خیر کا باعث ہے۔ اس سلسلے میں آپ کو

---

(۱) قال هشام بن خالد: من ميراثه من أهل النار يعني رجالًا دخلوا النار فورث أهل الجنة نسائهم كما ورثت امرأة فرعون. (التذكرة ص: ۵۶۲، باب ما جاء أن في الجنة أكلا وشربا ونكاحًا حقيقة، طبع دار الكتب العلمية، بيروت).

(۲) عن أُمّ سلمة أنها قالت للنبي صلى الله عليه وسلم: يا نبي الله! ما لي أسمع الرجال يذكرون في القرآن والنساء لَا يذكرن؟ فأنزل الله تعالٰى: إن المسلمين والمسلمٰت والمؤمنين والمؤمنٰت .... أعدّ الله لهم مغفرةً وأجرًا عظيمًا. خبر عن هٰؤلَاء المذكورين كلهم إن الله سبحانه قد أعدّ لهم أي هيئًا لهم مغفرة منه لذنوبهم وأجرًا عظيمًا وهو الجنّة. (تفسير ابن كثير ج:۵ ص:۱۷۶ تا ۱۷۹، طبع رشيديه كوئٹه).

اَمیرالمؤمنین حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا واقعہ سناتا ہوں، جو حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی قدس سرہٗ نے "حیاۃ الصحابہ" میں نقل کیا ہے:

"وَأَخْرَجَ الطَّبْرَانِیُ وَأَبُوْيَعْلٰی عَنْ أَبِیْ قُبَيْلٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِیْ سُفْيَانَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ صَعِدَ الْمِنْبَرَ يَوْمَ الْقَمَامَةِ، فَقَالَ عِنْدَ خُطْبَتِهٖ: "إِنَّمَا الْمَالُ مَالُنَا، وَالْفَیْءُ فَيْئُنَا، فَمَنْ شِئْنَا أَعْطَيْنَاهُ وَمَنْ شِئْنَا مَنَعْنَاهُ. فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، فَلَمَّا كَانَ فِی الْجُمُعَةِ الثَّانِيَةِ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، فَلَمَّا كَانَ فِی الْجُمُعَةِ الثَّالِثَةِ قَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِّمَّنْ حَضَرَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ: كَلَّا! إِنَّمَا الْمَالُ مَالُنَا وَالْفَیْءُ فَيْئُنَا، فَمَنْ حَالَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ حَاكَمْنَاهُ إِلَى اللهِ بِأَسْيَافِنَا. فَنَزَلَ مُعَاوِيَةُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ فَأَرْسَلَ إِلَى الرَّجُلِ فَأَدْخَلَهٗ فَقَالَ الْقَوْمُ: هَلَكَ الرَّجُلُ! ثُمَّ دَخَلَ النَّاسُ، فَوَجَدُوا الرَّجُلَ مَعَهٗ عَلَى السَّرِيْرِ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ (رَضِیَ اللهُ عَنْهُ) لِلنَّاسِ: إِنَّ هٰذَا أَحْيَانِیْ أَحْيَاهُ اللهُ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "سَيَكُوْنُ بَعْدِیْ أُمَرَاءُ يَقُوْلُوْنَ وَلَا يُرَدُّ عَلَيْهِمْ، يَتَقَاحَمُوْنَ فِی النَّارِ كَمَا تَتَقَاحَمُ الْقِرَدَةُ." وَإِنِّیْ تَكَلَّمْتُ أَوَّلَ جُمُعَةٍ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَیَّ أَحَدٌ، فَخَشِيْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِنْهُمْ، ثُمَّ تَكَلَّمْتُ فِی الْجُمُعَةِ الثَّانِيَةِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَیَّ أَحَدٌ، فَقُلْتُ فِیْ نَفْسِیْ إِنِّیْ مِنَ الْقَوْمِ، ثُمَّ تَكَلَّمْتُ فِی الْجُمُعَةِ الثَّالِثَةِ فَقَامَ هٰذَا الرَّجُلُ فَرَدَّ عَلَیَّ فَأَحْيَانِیْ أَحْيَاهُ اللهُ." قال الهيثمی (ج:۵ ص:۲۳۶) رواه الطبرانی فی الكبير والأوسط، وأبويعلٰى ورجاله ثقات."

(حیاۃ الصحابہ ج:۲ ص:۶۸)

ترجمہ:... "حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما، قمامہ کے دن منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے خطبے میں فرمایا کہ: مال ہمارا ہے اور فئے (غنیمت) ہماری ہے، ہم جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں۔ ان کی یہ بات سن کر کسی نے جواب نہیں دیا۔ دُوسرا جمعہ آیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں پھر یہی بات کہی، اب کے بھی انہیں کسی نے نہیں ٹوکا، تیسرا جمعہ آیا تو پھر یہی بات کہی، اس پر حاضرینِ مسجد میں سے ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہا:

ہرگز نہیں! یہ مال ہمارا ہے، اور غنیمت ہماری ہے، جو شخص اس کے اور ہمارے درمیان آڑے آئے گا، ہم اپنی تلواروں کے ذریعے اس کا فیصلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کریں گے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ منبر سے اُترے تو اس شخص کو بلا بھیجا، اور اسے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ لوگوں نے کہا کہ: یہ شخص تو مارا گیا! پھر لوگ اندر گئے تو دیکھا کہ وہ شخص حضرت معاویہؓ کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہے، حضرت معاویہؓ نے لوگوں سے فرمایا: اس شخص نے مجھے زندہ کردیا، اللہ تعالیٰ اسے زندہ رکھے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا کہ: "میرے بعد کچھ حکام ہوں گے، جو (خلافِ شریعت) باتیں

کریں گے لیکن کوئی ان کو ٹوکے گا نہیں، یہ لوگ دوزخ میں ایسے گھسیں گے جیسے بندر گھستے ہیں'' میں نے پہلے جمعہ کو ایک بات کہی، اس پر مجھے کسی نے نہیں ٹوکا، تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میں بھی انہیں لوگوں میں نہ ہوں۔ پھر میں نے دُوسرے جمعہ کو یہ بات دُہرائی، اس بار بھی کسی نے میری تردید نہیں کی، تو میں نے اپنے جی میں سوچا کہ میں انہی میں سے ہوں۔ پھر میں نے تیسرے جمعہ یہی بات کہی تو اس شخص نے اُٹھ کر مجھے ٹوک دیا، پس اس نے مجھے زندہ کردیا، اللہ تعالیٰ اس کو زندہ رکھے!''

اور یہ نہ صرف صدرِ محترم کے حق میں خیر و برکت کی چیز ہے، بلکہ اُمت کی صلاح و فلاح بھی اسی میں ہے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ! لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَیُوْشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ عِنْدِہٖ ثُمَّ لَتَدْعُنَّهٗ وَلَا یُسْتَجَابُ لَكُمْ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ'' (مشکوٰۃ ص:۴۳۶)

ترجمہ:... ''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! تمہیں معروف کا حکم کرنا ہوگا، اور بُرائی سے روکنا ہوگا، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کردے، پھر تم اس سے دُعائیں کرو، اور تمہاری دُعائیں بھی نہ سنی جائیں۔''

ان ارشاداتِ نبویہ کی روشنی میں راقم الحروف کا احساس یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل عذابِ الٰہی کو روکنے کا ذریعہ ہے۔ آج اُمت پر جو طرح طرح کے مصائب ٹوٹ رہے ہیں اور ہم گوناگوں خطرات میں گھرے ہوئے ہیں، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اسلامی معاشرے کی ''احتسابی حس'' کمزور اور نہی عن المنکر کی آواز بہت دھیمی ہوگئی ہے۔ جس دن یہ آواز بالکل خاموش ہوجائے گی، اس دن ہمیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس روزِ بد سے محفوظ رکھیں۔

جنت

اتنا بڑی جنت کی حکمت

سوال:...حدیث شریف میں ہے کہ "سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلهِ" اور "اَللهُ اَکْبَرُ" کہنے والے کے لئے جنت میں ہر کلمے کے عوض ایک پیڑ لگایا جاتا ہے، اس طرح بہت سے اعمال پر ایک محل عطا ہونے کی بشارت آئی ہے، انسان اپنی زندگی میں یہ کلمہ طیبہ لاکھوں کی تعداد میں کرتا ہے، تو ان لاکھوں محلات اور باغات کی اس کو کیا ضرورت ہوگی؟ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اگر آدمی فلاں عمل اپنی زندگی کے آخر تک کرتا رہے اور اس پر مرے تو اس کے لئے ایسا ایسا محل تیار کیا جائے گا؟

جواب:...دوام کی قید نہیں بلکہ مطلق عمل پر یہ اَجر ہے،[1] رہا یہ کہ اتنے لاکھوں محلات کی کیا ضرورت؟ یہ "قیاس غائب علی الشاھد" ہے۔ یہ حدیث تو علم میں ہوگی کہ ادنیٰ جنتی کو آپ کی پوری دُنیا سے دس گنا زیادہ جنت عطا کی جائے گی۔[2] یہاں بھی آپ کا یہ سوال متوجہ ہوگا کہ اتنی بڑی جنت کو کیا کرے گا؟ بہرحال آخرت کے اُمور ہماری عقل و قیاس کے پیمانوں میں نہیں سما سکتے، "اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ" حدیثِ قدسی ہے۔[3] ایک مرتبہ تبلیغی سفر میں ایک بزرگ فرمانے لگے کہ مولویو! یہ بتاؤ کہ اتنی بڑی جنت کو کوئی کیا کرے گا؟ پھر خود ہی فرمایا کہ تمام اہلِ جنت ایک جنتی کی برادری ہے، کبھی آدمی کا جی چاہے کہ پوری برادری کی دعوت کرے، کیونکہ سب معزّز مہمان ہیں، اس لئے ہر فرد کے لئے ٹھہرنے کو الگ جگہ ہونی چاہئے، لہٰذا ایک جنتی کے پاس اتنی بڑی جنت ہونی چاہئے کہ یہ بیک وقت تمام اہلِ جنت کو مع ان کے حشم و خدم کے ٹھہرا سکے۔

---

(۱) عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال سبحان الله العظيم وبحمده غرست له نخلة فى الجنّة. رواه الترمذى. (مشكوٰة ص: ۲۰۱، باب ثواب التسبيح، الفصل الثانى) وفى المرقاة شرح المشكوٰة: (غرست) أى بكل مرة له نخلة عظيمة فى الجنّة أى المُعِدّة لقائلها خصت لكثرة منفعتها وطيب ثمرتها. (مرقاة شرح مشكوٰة ج:۳ ص:۵۱).

(۲) عن عبدالله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: انى لأعلم آخر أهل النار خروجًا منها وآخر أهل الجنة دُخولًا الجنة ..... فيقول الله تعالىٰ له: اذهب فادخل الجنّة، فان لک مثل الدنيا وعشرة أمثالها أو ان لک عشرة أمثال الدنيا ...الخ. (صحيح مسلم ج:۱ ص:۱۰۵، باب اثبات الشفاعة واخراج الموحدين من النّار).

(۳) مشكوٰة ص:۴۹۵، باب صفة الجنة وأهلها، الفصل الأوّل.

جنت میں اللہ کا دیدار

سوال:... کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب انسانوں کو نظر آئیں گے؟ جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

جواب:... اہلِ سنت والجماعت کے عقائد میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، یہ مسئلہ قرآنِ کریم کی آیات اور احادیث شریفہ سے ثابت ہے۔[1]

جنت کی سب سے بڑی نعمت

سوال:... جنت کی سب سے بڑی نعمت جو جنتیوں کو ملے گی، وہ کیا ہوگی؟

جواب:... اللہ تعالیٰ جنت نصیب فرمائے، تو وہاں کون سی چیز چھوٹی ہے! لیکن اس کے باوجود دِیدارِ اِلٰہی اور رضائے اِلٰہی یہ جنت کی سب سے بڑی نعمت ہے۔[2]

نیک عورت جنتی حوروں کی سردار ہوگی

سوال:... جناب! آج تک یہ سنتے آئے ہیں کہ جب کوئی نیک مرد انتقال کرتا ہے تو اسے ستر حوریں خدمت کے لئے دی جائیں گی، لیکن جب کوئی عورت انتقال کرتی ہے تو اس کو کیا دیا جائے گا؟

جواب:... وہ اپنے جنتی شوہر کے ساتھ رہے گی اور جنت کی حوروں کی سردار ہوگی۔[3] جنت میں سب کی عمر اور قد یکساں ہوگا اور بدن نقائص سے پاک، شناخت حلیہ سے ہوگی۔[4] جن خواتین کے شوہر بھی جنتی ہوں گے وہ تو اپنے شوہروں کے ساتھ ہوں گی، اور

---

(۱) والرؤية حق لأهل الجنّة بغير احاطة ولَا كيفية كما نطق به كتاب ربنا، وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ (القيامة: ۲۲، ۲۳) (شرح عقيدة الطحاوية ص:۲۰۳، طبع المكتبة السلفية، لَاهور)۔

(۲) عن أبى سعيد رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ان الله تعالٰى يقول لأهل الجنّة .... فيقول: ألَا أعطيكم أفضل من ذٰلک؟ فيقولون: يا رَبّ! وأىّ شیء أفضل من ذٰلک؟ فيقول: أحل عليكم رضوانى فلا أسخط عليكم بعده أبدًا۔" متفق عليه۔ (مشكوٰة ص:۴۹۶، ۴۹۷)۔ عن صهيب عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: إذا دخل أهل الجنّة الجنة يقول الله تعالٰى: تريدون شيئًا أزيدكم .... قال: فيرفع الحجاب فينظرون إلٰى وجه الله فما اعطوا شيئًا أحب إليهم من النظر إليهم .... رواه مسلم۔ (مشكوة ص:۵۰۰، ۵۰۱، باب رؤية الله تعالٰى)۔

(۳) ان نساء الدنيا من دخل منهن الجنّة فضلن على العين بما عملن فى الدنيا، روى مرفوعًا: ان الآدميات أفضل من الحور العين بسبعين ألف ضعف۔ (التذكرة فى أحوال الموتٰى وأمور الآخرة ص:۵۵۶ طبع بيروت)۔

(۴) عن معاذ بن جبل ان النبى صلى الله عليه وسلم قال: يدخل أهل الجنّة الجنة جردًا مردًا مكحّلين ابناء ثلٰثين أو ثلٰث وثلٰثين سنة۔ رواه الترمذى۔ (مشكوٰة ص:۴۹۸) عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من يدخل الجنّة ينعم ولَا ييأس ولَا يبلٰى ثيابه ولَا يفنى شبابه۔ رواه مسلم۔ (مشكوٰة ص:۴۹۶)۔ وعن أبى سعيد الخدرى عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: من مات من أهل الجنّة من صغير وكبير يرون بنى ثلاثين فى الجنة لَا يزيدون عليها ولَا ينقصون وكذٰلک أهل النار۔ (التذكرة فى أحوال الموتٰى وأمور الآخرة ص:۵۵۳، طبع دار الكتب العلمية، بيروت)۔

حورِعین کی ملکہ ہوں گی۔ اور جن خواتین کا یہاں عقد نہیں ہوا ان کا جنت میں کسی سے عقد کردیا جائے گا۔ بہرحال دُنیا کی جنتی عورتوں کو جنت کی حوروں پر فوقیت ہوگی۔ [۱]

کیا آخری کلمہ ''لا اِلٰہ اِلَّا اللہ'' والا جنت میں جائے گا

سوال:... احادیث میں حسنِ خاتمہ کے متعلق آتا ہے کہ ایک شخص کا پہلا اور آخری کلمہ موت کے وقت ''لا اِلٰہ اِلَّا اللہ'' وہ ہزار سال زندہ رہے، اس سے باز پُرس نہیں ہوگی، وہ حالتِ ایمان پر مرے گا۔ بالفرض ایک شخص پوری زندگی نافرمانی کرتا رہا اور موت کے وقت کلمہ پڑھ سکا تو اس کے تمام فسق و فجور اور فرائض کی کوتاہی معاف ہوگی یا اس سے باز پُرس ہوگی؟ علاوہ ازیں ایک شخص نے پوری زندگی اطاعت و فرمانبرداری میں گزاری، موت کے وقت کسی وجہ سے کلمہ نہ پڑھ سکا یا کسی حادثے کا شکار ہوکر مرا اور کلمہ نہ پڑھ سکا، تو کیا اس کا فیصلہ ماضی کے اعمال پر ہوگا؟ وہ حالتِ اسلام پر ہے؟

جواب:... حدیث شریف میں ہے کہ جس کا آخری کلام ''لا اِلٰہ اِلَّا اللہ'' ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ [۲] اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو نصیب فرمائے، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی فرائض کا تارک نہ ہو اور کبیرہ گناہوں کا مرتکب نہ ہو۔ [۳] اگر کوئی شخص کسی حادثے میں فوت ہوجائے اور وہ آخری وقت میں کلمہ نہ پڑھ سکے تو اس کا معاملہ بھی اللہ کے سپرد ہے، [۴] واللہ اعلم!

بہشت میں ایک دُوسرے کی پہچان اور محبت

سوال:... بہشت میں باپ، ماں، بیٹا، بہن، بھائی ایک دُوسرے کو پہچان سکیں گے تو ان سے وہی محبت ہوگی جو اس دُنیا میں ہے یا محبت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوگی؟

جواب:... اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بہشت میں لے جائیں تو جان پہچان اور محبت تو ایسی ہوگی کہ دُنیا میں اس کا تصوّر ہی ممکن نہیں۔ [۵]

شہید کے بعد طبعی موت مرنے والا جنت میں پہلے کیسے گیا؟

سوال:... ''فضائلِ اعمال'' میں ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ دو آدمی ایک وقت مسلمان ہوئے، ایک پہلے جنگ میں شہید

---

(۱) عن أمّ سلمة قالت .... قلت: یا رسول اللہ! نساء الدنیا أفضل أم حور العین؟ قال: بل نساء الدنیا أفضل من الحور العین۔ (تفسیر ابن کثیر ج:۶ ص:۹۷، سورة الواقعة، الآیة:۳۵، طبع رشیدیہ کوئٹہ)۔

(۲) عن معاذ بن جبل .... من کان آخر کلامہ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ دخل الجنّة۔ (ابوداؤد ج:۲ ص:۸۸، کتاب الجنائز)۔ انّ أبا ذر حدّثہ ...... ما من عبد قال لَا اِلٰہ اِلّا اللہ ثم مات علٰی ذٰلک اِلّا دخل الجنّة۔ (بخاری ج:۲ ص:۸۶۷، باب الثیاب البیض)۔

(۳) "اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ .... الآیة۔" (النجم:۳۲)۔ وأیضًا "اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ ...الآیة۔ (النساء:۳۱)۔

(۴) والمقصود أن یموت الرجل ولیس فی قلبہ اِلّا اللہ عزّ وجلّ، لأن المدار علی القلب وعمل القلب ھو الذی نظر فیہ وتکون النجاة بہ۔ (التذکرة فی أحوال الموتٰی وأمور الآخرة ص:۳۵)۔

(۵) "وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمٰنٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ" (الطور:۲۱)۔

ہوگیا، دُوسرا ایک سال بعد اپنی موت سے فوت ہوگیا۔ اب ایک آدمی خواب میں دیکھتا ہے کہ جنت کے دروازے پر دونوں کھڑے ہیں، نمازی کو بلایا گیا، وہ جنت کے اندر داخل ہوگیا، اور دُوسرا شہید تھوڑی دیر کے بعد داخل ہوا۔ اس نے کہا کہ: یہ کیا ہوا؟ شہید کو تو پہلے جنت میں جانا تھا، اور یہ پیچھے داخل ہوا! تو انہوں نے فرمایا کہ: یہ نمازیں اس کی ایک سال کی بڑھ گئیں، اس واسطے یہ پہلے جنت میں داخل ہوا۔ یہ حدیث قرآن شریف کے ساتھ مخالف ہوتی ہے کہ شہید جب ہوتا ہے، اسی وقت اس کی رُوح جنت میں سبز پرندوں کے اندر داخل ہوجاتی ہے، باقی لوگ قیامت میں حساب کے بعد جنت میں داخل ہوں گے، اور شہید پہلے جنت میں داخل ہوتا ہے۔ اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ نماز اچھی، روزہ اچھا، مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہونہیں سکتا، جب تک سرورِ کائنات کی عزّت پر نہ کٹ مروں۔ شہادت کا رُتبہ اور شہید کا مرتبہ زیادہ ہے یا صرف نماز پڑھتے رہیں اور روزے رکھتے رہیں، اور شہادت فی سبیل اللہ کی تمنا بھی نہ کریں؟ آپ ارشاد فرمائیں کہ حدیث شریف کی کتاب کو پڑھ سکتا ہوں یا نہیں؟

جواب:... حدیث، قرآن کے مخالف نہیں، لیکن تمہاری سمجھ ناقص ہے، اس سے توبہ کرو۔

جنت میں مرد کے لئے سونے کا استعمال

سوال:... قرآن کی سورۂ حج کی آیت نمبر:۲۳ میں ہے کہ: ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اللہ تعالیٰ انہیں (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔'' اس میں دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ جنت میں نیکوکاروں کو سونا کیسے پہننا جائز ہوجائے گا جبکہ دُنیا میں اچھے یا بُرے مرد کے لئے ہر حال میں سونا پہننا جائز نہیں؟

جواب:... دُنیا میں مرد کو سونا پہننا جائز نہیں،[1] لیکن جنت میں جائز ہوگا، اس لئے پہنایا جائے گا۔[2]

دوبارہ زندہ ہوں گے تو کتنی عمر ہوگی؟

سوال:... انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو کیا اسے اسی عمر میں زندہ کیا جائے گا جس عمر میں وہ مرا تھا؟

جواب:... اس کی تصریح تو یاد نہیں، البتہ بعض دلائل وقرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس عمر میں آدمی مرا ہو، اسی میں اُٹھایا جائے گا۔

کیا ''سیّدا شباب أهل الجنة'' والی حدیث صحیح ہے؟

سوال:... ایک دوست نے گفتگو کے دوران کہا کہ جمعہ کے خطبے میں جو حدیث عموماً پڑھی جاتی ہے ''الحسن والحسین سیّدا شباب أهل الجنّة'' یہ مولویوں کی گھڑی ہوئی ہے، ورنہ اہلِ جنت میں تو انبیائے کرامؑ بھی ہوں گے، کیا حضرت حسنؓ وحسینؓ

---

(۱) عن ...... علی بن أبی طالب ...... ان هٰذین حرام علٰی ذکور أمّتی۔ (ابوداؤد ج:۲ ص:۲۰۴، کتاب اللباس)۔

(۲) قال تعالٰی: ''یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا۔ (الحج:۲۳)۔

ان کے بھی سردار ہوں گے؟ آپ سے گزارش ہے کہ اس پر روشنی ڈالیں کہ اس دوست کی بات کہاں تک صحیح ہے؟

جواب:... یہ حدیث تین قسم کے الفاظ سے متعدّد صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے مروی ہے، چنانچہ حدیث کے جو الفاظ سوال میں مذکور ہیں، جامع صغیر[1] میں اس کے لئے مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث کا حوالہ دیا گیا ہے:

۱:... حضرت ابوسعید خدریؓ۔	(مسند احمد، ترمذی)
۲:... حضرت عمرؓ۔	(طبرانی فی الکبیر)
۳:... حضرت علیؓ۔	(طبرانی فی الکبیر)
۴:... حضرت جابرؓ۔	(طبرانی فی الکبیر)
۵:... حضرت ابوہریرہؓ۔	(طبرانی فی الکبیر)
۶:... حضرت اسامہ بن زیدؓ۔	(طبرانی فی الاوسط)
۷:... حضرت براؓ بن عازبؓ۔	(طبرانی فی الاوسط)
۸:... حضرت ابن مسعودؓ۔	(ابنِ عدی)

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں:

"اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَبُوَاهُمَا خَيْرٌ مِّنْهُمَا"[2]

ترجمہ:... "حسنؓ اور حسینؓ جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور ان کے والدین ان سے افضل ہیں۔"

اس کے لئے مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ کی روایت کا حوالہ دیا ہے:

۱:... ابنِ عمرؓ۔	(ابن ماجہ، مستدرک)
۲:... قرہ بن ایاسؓ۔	(طبرانی فی الکبیر)
۳:... مالک بن حویرثؓ۔	(طبرانی فی الکبیر)
۴:... ابنِ مسعودؓ۔	(مستدرک)

اس حدیث کے یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

"اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا ابْنَيِ الْخَالَةِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ وَيَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا، وَفَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ مَّرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ."[3]

ترجمہ:... "حسنؓ و حسینؓ جوانانِ جنت کے سردار ہیں، سوائے دو خلیرے بھائیوں عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کے۔ اور فاطمہؓ خواتین جنت کی سردار ہیں، سوائے مریم بنت عمران کے۔"

(۱ تا ۳) جامع صغیر ج:۱ ص:۲۳۲ طبع دار الکتب العلمیة، بیروت۔

یہ روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مسند احمد، صحیح ابنِ حبان، مسند ابی یعلیٰ، طبرانی، معجم کبیر اور مستدرک حاکم میں مروی ہے۔

مجمع الزوائد ج:۹ ص:۱۸۳، ۱۸۴ میں یہ حدیث حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے بھی نقل کی ہے، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ۱۳ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے (جن میں سے بعض احادیث صحیح ہیں، بعض حسن اور بعض ضعیف) اس لئے یہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے، بلکہ حافظ سیوطیؒ نے اس کو متواترات میں شمار کیا ہے، جیسا کہ فیض القدیر شرح جامع صغیر (ج:۲ ص:۴۱۵) میں نقل کیا ہے۔[1]

رہا یہ کہ اہلِ جنت میں تو انبیائے کرام علیہم السلام بھی ہوں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ جوانانِ اہلِ جنت سے مراد وہ حضرات ہیں جن کا انتقال جوانی میں ہوا ہو، ان پر حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی سیادت ہوگی، حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں، اسی طرح حضرات خلفائے راشدین اور وہ حضرات جن کا انتقال پختہ عمر میں ہوا وہ بھی اس میں شامل نہیں، چنانچہ ایک اور حدیث میں ہے:

"وَأَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ سَيِّدَا كُهُوْلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ مَا خَلَا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔"

ترجمہ:... "ابوبکرؓ و عمرؓ سردار ہیں اہلِ جنت کے پختہ عمر کے لوگوں کے اوّلین و آخرین سے، سوائے انبیاء و مرسلین کے۔"

یہ حدیث بھی متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱:... حضرت علیؓ۔ (مسند احمد ج:۱ ص:۸، ترمذی ج:۲ ص:۲۰۷، ابنِ ماجہ ص:۱۰)

۲:... حضرت انسؓ۔ (ترمذی ج:۲ ص:۲۰۷)

۳:... حضرت ابوجحیفہؓ۔ (ابنِ ماجہ ص:۱۱)

۴:... حضرت جابرؓ۔ (طبرانی فی الاوسط، مجمع الزوائد ج:۹ ص:۵۳)

۵:... حضرت ابوسعید خدریؓ۔ (ایضاً)

۶:... حضرت ابن عمرؓ۔ (بزار، مجمع الزوائد ج:۹ ص:۵۳)

۷:... حضرت ابن عباسؓ۔ (امام ترمذی نے اس کا حوالہ دیا ہے ج:۲ ص:۲۰۷)

اس حدیث میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کہول (اُدھیڑ عمر) اہلِ جنت کے سردار ہونے کے ساتھ حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کے اِستثناء کی تصریح ہے، ان دونوں احادیث کے پیشِ نظر یہ کہا جائے گا کہ حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کے

---

(۱) قال الترمذی: حسن صحیح، قال المصنّف: وهٰذا متواترًا۔ (فیض القدیر شرح جامع صغیر ج:۲ ص:۴۱۵ طبع دار المعرفة، بیروت)۔

علاوہ اہلِ جنت میں سے جن حضرات کا انتقال پختہ عمر میں ہوا، ان کے سردار حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما ہوں گے، اور جن کا جوانی میں انتقال ہوا، ان کے سردار حضرات حسنین رضی اللہ عنہما ہوں گے، واللہ اعلم!

"سیّدة نساء أهل الجنّة فاطمة"

سوال:... "سیّدا شباب أهل الجنة الحسن والحسین وسیّدة نساء أهل الجنّة فاطمة" کیا یہ حدیث شریف بھی صحیح ہے؟ اور اس کو خطبۂ جمعہ میں پڑھنے سے کوئی حرج تو نہیں؟

جواب:... یہ حدیث صحیح ہے، اور میں نے اس کی تخریج کی تھی، اس کا پرچہ آپ کو بھیج رہا ہوں۔ [1]

کیا دولت مند پانچ سو سال بعد جنت میں جائیں گے؟

سوال:... کیا یہ دُرست ہے کہ تمام دولت مند، سرمایہ دار اور جاگیردار قیامت کے دن جنت سے ۵۰۰ برس دُور کردیئے جائیں گے، یا ان کو جنت میں جانے کے لئے ۵۰۰ برس تک انتظار کرنا پڑے گا؟

جواب:... حدیث صحیح میں ہے کہ فقراء مہاجرین، اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ [2]

---

(۱) یہ حدیث مجمع الزوائد ج:۹ ص:۱۸۳، ۱۸۴، فیض القدیر شرح جامع الصغیر ج:۲ ص:۴۱۵ میں ہے۔

(۲) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: یدخل الفقراء الجنّة قبل الأغنیاء بخمس مائة عام، نصف یوم۔ رواه الترمذی۔ (مشکوٰة ص:۴۴۷، باب فضل الفقراء).

تعویذ گنڈے اور جادو

نظر لگنے کی حقیقت

سوال:... بڑے بوڑھوں سے اکثر سننے میں آتا ہے کہ فلاں شخص کو نظر لگ گئی اور اس طرح اس کی آمدنی کم ہوگئی یا کاروبار میں نقصان ہوگیا، یا ملازمت ختم ہوگئی وغیرہ۔ براہِ کرم وضاحت فرمائیں کہ نظر لگنے کی حقیقت کیا ہے؟

جواب:... صحیح بخاری شریف (کتاب الطب، باب العین حق ج:۲ ص:۸۵۴) کی حدیث میں ہے کہ: "اَلْعَیْنُ حَقٌّ" یعنی نظر لگنا برحق ہے۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے فتح الباری (ج:۱۰ ص:۲۰۴) میں اس کے ذیل میں مسند بزار سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "قضا و قدر کے بعد اکثر لوگ نظر لگنے سے مرتے ہیں۔"[1] اس سے معلوم ہوا کہ نظر لگنے سے بعض دفعہ آدمی بیمار بھی ہوجاتا ہے اور بعض صورتوں میں یہ بیماری موت کا پیش خیمہ بھی بن جاتی ہے۔ دُوسرے نقصانات کو اسی سے قیاس کیا جاسکتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی چیز کو دیکھے اور وہ اسے بہت ہی اچھی لگے تو اگر وہ "مَا شَآءَ اللهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ" کہہ دے تو اس کو نظر نہیں لگے گی۔[2]

تعویذ گنڈے کی شرعی حیثیت

سوال:... ہمارے خاندان میں تعویذ گنڈے کی بہت شہرت ہے، اور اسی وجہ سے میرے ذہن میں یہ سوال آیا کہ کیا کسی کو تعویذ کرانے سے اس پر اثر ہوجاتا ہے؟

جواب:... تعویذ گنڈے کا اثر ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے، مگر ان کی تأثیر بھی باذنِ اللہ ہے۔ کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے جو تعویذ گنڈے کئے جاتے ہیں ان کا حکم تو وہی ہے جو جادو کا ہے کہ ان کا کرنا اور کرانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، بلکہ اس سے کفر کا

---

(۱) وقد أخرج البزّار عن حديث جابر بسند حسن عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: أكثر من يموت من أُمّتى بعد قضاء الله وقدره بالأنفس. (فتح البارى ج:۱۰ ص:۲۰۴، طبع دار نشر الكتب الإسلامية، لاهور).

(۲) يذكر عن أنس عنه انه قال: ما أنعم الله علىٰ عبد نعمة فى أهل ولَا مال أو ولد فيقول: ما شاء الله لَا قوة إلّا بالله فيرىٰ فيه آفةً دون الموت، وقد قال تعالىٰ: وَلَوْ لَا اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ، الكهف: ۳۹۔ (زادالمعاد ج:۲ ص:۴۵۶)۔ العين حق تصيب المال والآدمى والحيوان ويظهر أثره فى ذٰلك عرف بالآثار۔ (ردالمحتار ج:۶ ص:۳۶۴)۔

اندیشہ ہے۔ اور میں اُوپر عرض کرچکا ہوں کہ اس کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی پر گندگی پھینک دے تو ایسا کرنا تو حرام اور گناہ ہے اور یہ نہایت کمینہ حرکت ہے، مگر جس پر گندگی پھینکی گئی ہے اس کے کپڑے اور بدن ضرور خراب ہوں گے اور اس کی بدبو بھی ضرور آئے گی۔ پس کسی چیز کا حرام اور گناہ ہونا دُوسری بات ہے اور اس گندگی کا اثر ہونا فطری چیز ہے۔ تعویذ اگر کسی جائز مقصد کے لئے کیا جائے تو جائز ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ اور شرک کی بات نہ لکھی ہو، پس تعویذ گنڈے کے جواز کی تین شرطیں ہیں:

اوّل:... کسی جائز مقصد کے لئے ہو، ناجائز مقاصد کے لئے نہ ہو۔

دوم:... اس کے الفاظ کفر و شرک پر مشتمل نہ ہوں، اور اگر وہ ایسے الفاظ پر مشتمل ہوں جن کا مفہوم معلوم نہیں تو وہ بھی ناجائز ہے۔

سوم:... ان کو مؤثر بالذات نہ سمجھا جائے۔[1]

''یابدوح'' کی مہر کا تعویذ

سوال:... ایک عالمِ دِین نے ایک مہر بنوا رکھی ہے، جس کے اندر ''یابدوح، یابدوح، یابدوح'' کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں، جس سے وہ کاغذ پر مہر لگا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ: اس کو مریض کو پلائیں جبکہ وہ پانی میں حل نہیں ہوتی ہے۔ ایسا کرنا اور اس پر شکرانہ لینا کیسا ہے؟

جواب:... ''یابدوح'' میں مجھے اِشکال ہے کہ یہ جائز ہے یا نہیں۔

کیا حدیث پاک میں تعویذ لٹکانے کی ممانعت آئی ہے

سوال:... ایک دُکان پر کچھ کلمات لکھے ہوئے دیکھے جو درج ذیل ہیں: ''جس نے گلے میں تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا'' اور ساتھ ہی مذکورہ حدیث لکھی تھی: ''من علّق تمیمة فقد أشرک'' (مسنداحمد) گزارش یہ ہے کہ یہ صحیح ہے یا غلط؟ حدیثِ مذکورہ کا کیا

---

(۱) عن عوف بن مالک الأشجعی قال: کنا نرقی فی الجاهلیة فقلنا: یا رسول الله! کیف تریٰ فی ذالک؟ فقال: اعرضوا علیّ رقاکم، لَا بأس بالرقی ما لم یکن فیه شرک۔ (مشکٰوة ص:۳۸۸، کتاب الطب)۔ وفی المرقاة: إن الرقی یکره منها ما کان بغیر اللسان العرب وبغیر أسماء الله تعالیٰ وصفاته وکلامه فی کتبه المنزلة .... لَا بأس بالرقی ما لم یکن فیه شرک أی کفر۔ (مرقاة شرح مشکٰوة ج:۴ ص:۵۰۱، طبع بمبئی)۔ أیضًا: قال فی النهایة .... أن ما کان بغیر اللسان العربی وبغیر کلام الله تعالیٰ وأسمائه وصفاته فی کتبه المنزلة أو ان یعتقد ان الرقیة نافعة قطعًا فلیتکل علیها فمکروه وما کان بخلاف ذٰلک فلا یکره ...الخ۔ (ابوداؤد، حاشیه نمبر۳، کتاب الطب ج:۲ ص:۱۸۶)۔ وإنما تکره العوذة إذا کانت بغیر لسان العرب ولَا یدری ما هو ولعله یدخله سحر أو کفر أو غیر ذٰلک وأما ما کان من القرآن أو شیء من الدعوات فلا بأس به۔ (ردالمحتار ج:۶ ص:۳۶۳)۔ أجمع العلماء علیٰ جواز الرقٰی عند إجتماع ثلاثة شروط: أن یکون بکلام الله تعالیٰ أو بأسمائه وصفاته وباللسان العربی أو بما یعرف معناه من غیره وأن یعتقد أن الرقیة لَا تؤثر بذاتها بل بذات الله تعالیٰ۔ (فتح الباری ج:۱۰ ص:۱۹۵ طبع دار الفکر، بیروت)۔

درجہ ہے؟ اگر اس کا ذکر کہیں نہ ہو تو بھی درخواست ہے کہ گلے میں تعویذ پہننا کیسا ہے؟

جواب:... یہ حدیث صحیح ہے، مگر اس میں تعویذ سے مطلق تعویذ مراد نہیں، بلکہ وہ تعویذ مراد ہیں جو جاہلیت کے زمانے میں کئے جاتے تھے اور جو شرکیہ الفاظ پر مشتمل ہوتے تھے، پوری حدیث پڑھنے سے یہ مطلب بالکل واضح ہو جاتا ہے، چنانچہ حدیث کا ترجمہ یہ ہے:

''حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک گروہ (بیعت کے لئے) حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو کو بیعت فرمالیا اور ایک کو نہیں فرمایا، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے نو کو بیعت کرلیا اور ایک کو چھوڑ دیا؟ فرمایا: اس نے تعویذ لٹکا رکھا ہے! یہ سن کر اس شخص نے ہاتھ ڈالا اور تعویذ کو توڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیعت فرمالیا اور فرمایا: ''مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ''[1] ترجمہ: ''جس نے تعویذ باندھا اس نے شرک کا اِرتکاب کیا۔'' اس سے معلوم ہوا کہ یہاں ہر تعویذ مراد نہیں، بلکہ جاہلیت کے تعویذ مراد ہیں اور دورِ جاہلیت میں کاہن لوگ شیطان کی مدد کے الفاظ لکھا کرتے تھے۔

تعویذ گنڈا صحیح مقصد کے لئے جائز ہے

سوال:... ''تعویذ گنڈا شرک ہے'' اس عنوان سے ایک کتابچہ کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے توحید روڈ کیماڑی کراچی سے شائع کیا ہے، انہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے:

''إِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ۔ رواه أبو داوٗد'' (مشکوٰۃ ص:۳۸۹)۔

(ترجمہ) تعویذ اور تولہ (یعنی ٹونا، منتر) سب شرک ہیں۔ انہوں نے بعض واقعات اور حدیث سے ثابت کیا ہے کہ قرآنی آیت بھی گلے میں نہیں لٹکانی چاہئے، پانی وغیرہ پر دَم بھی نہیں کرنا چاہئے، اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ یہ کام عام طور پر سب کرتے ہیں، اگر یہ سب شرک ہے تو پھر یہ سب باتیں ہم کو چھوڑنی ہوں گی۔ آپ اپنی رائے سے جلد از جلد مطلع فرمائیں، تاکہ عوام اس سے باخبر ہوں اور شرک جیسے عظیم گناہ سے بچ جائیں۔

جواب:... ڈاکٹر صاحب نے غلط لکھا ہے! قرآنی آیات کا تعویذ جائز ہے جبکہ غلط مقاصد کے لئے نہ کیا گیا ہو۔ حدیث میں جن ٹونوں، ٹوٹکوں کو شرک فرمایا گیا ہے، ان سے زمانۂ جاہلیت میں رائج شدہ ٹونے ٹوٹکے مراد ہیں، جن میں مشرکانہ الفاظ پائے جاتے تھے،[2] اور جنات وغیرہ سے اِستعانت حاصل کی جاتی تھی۔ قرآنی آیت پڑھ کر دَم کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان

---

(۱) عن عقبة بن عامر الجهني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أقبل اليه رهط فبايع تسعة وأمسك عن واحد فقيل له: يا رسول الله! بايعت تسعة وتركت هذا؟ قال: ان هٰذا عليه تميمة! فأدخل يده فقطعها فبايعه، وقال: من علّق تميمة فقد أشرك. (مجمع الزوائد ج:۵ ص:۱۲۳، باب فيمن يعلق تميمة أو نحوها، طبع دار الكتب العلمية، بيروت).

(۲) عن عوف بن مالك الأشجعي قال: كنا نرقي في الجاهلية فقلنا: يا رسول الله! كيف ترى في ذالك؟ فقال: اعرضوا عليّ رقاكم لَا بأس بالرقٰى ما لم يكن فيه شرك. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۳۸۸، كتاب الطب والرقٰى).

اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے،(۱) اور بزرگانِ دِین کے معمولات میں شامل ہے۔

جائز مقصد کے لئے تعویذ کرنے والے کی اِقتدا میں نماز

سوال:... ہمارے یہاں کچھ لوگوں میں اختلاف ہے، اختلاف یہ ہے کہ ایک مولوی صاحب تعویذ کرتے ہیں، تعویذ ہر قسم کے کرتے ہیں اور تعویذ پر پیسے بھی لیتے ہیں، تو اس مولوی صاحب کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اس بات کا مکمل جواب دیں، کتاب کا نام، صفحہ نمبر، جلد نمبر۔

جواب:... جائز مقصد کے لئے تعویذ کرنا، جو قرآن وحدیث کے الفاظ پر مشتمل ہو، جائز ہے، اور اس پر اُجرت لینا بھی جائز ہے، اور ایسے شخص کی اِقتدا میں نماز ہوجاتی ہے۔(۲)

ناجائز کام کے لئے تعویذ بھی ناجائز ہے، لینے والا اور دینے والا دونوں گناہ گار ہوں گے

سوال:... ہمارے محلے میں ایک مولوی صاحب رہتے ہیں جو کسی زمانے میں اِمامِ مسجد ہوا کرتے تھے، آج کل تعویذ گنڈوں کا کام کرتے ہیں اور ان کے پاس ہر وقت بہت بھیڑ بھاڑ رہتی ہے، زیادہ تر رش عورتوں کا ہوتا ہے، جن کی فرمائشیں کچھ اس طرح ہوتی ہیں، مثلاً: فلاں کا بچہ مرجائے، فلاں کا کاروبار بند ہوجائے، میرا خاوند مجھے طلاق دے دے، فلاں کی ساس مرجائے۔ کیا اس طرح تعویذ کرانے صحیح ہیں؟ اس میں کون گناہ گار ہوگا؟

جواب:... جائز کام کے لئے تعویذ جائز ہے، اور ناجائز کام کے لئے ناجائز۔(۳) ناجائز تعویذ کرنے اور کرانے والے دونوں برابر کے گناہ گار ہیں۔

حق کام کے لئے تعویذ لکھنا دُنیوی تدبیر ہے، عبادت نہیں

سوال:... ہمارے ایک بزرگ ہیں ان کا خیال ہے کہ تعویذ لکھنا ازرُوئے شریعت جائز نہیں، چاہے وہ کسی کام کے لئے ہوں۔ مثلاً: حاجت روائی، ملازمت کے سلسلے میں وغیرہ وغیرہ۔ ان کا یہ بھی فرمانا ہے کہ قرآن پاک میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں ہے کہ فلاں آیت کو لکھ کر گلے میں لٹکانے سے یا بازو میں باندھنے سے آدمی کی کوئی ضرورت پوری ہوجاتی ہے، صرف اللہ تعالیٰ کی مدد پر یقین رکھنا چاہئے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ تعویذوں میں اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کی آیات لکھی جاتی ہیں، یہ صحیح ہے کہ کئی لوگ ان کا غلط استعمال

---

(۱) عن أبی سعید الخدری قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یتعوّذ من الجانّ وعین الإنسان حتّٰی نزلت المعوّذتان، فلما نزلت أخذ بهما وترک ما سواهما۔ رواه الترمذی وابن ماجة۔ (مشکوٰة ص:۳۹۰، کتاب الطب والرقّی)۔

(۲) (قوله صلی الله علیه وسلم: خذوا منهم واضربوا لی بسهم معکم) هذا تصریح بجواز أخذ الأجرة علی الرقیة بالفاتحة والذکر وانها حلال لَا کراهیة فیها .... الخ۔ (شرح نووی علیٰ مسلم ج:۲ ص:۲۲۴)۔ أیضًا والثانیة: مسألة الأجرة علی التعوّذ والرقیة وهی حلال لعدم کونها عبادة۔ (فیض الباری ج:۳ ص:۲۷۶ طبع رشیدیه کوئٹه)۔

(۳) الأمور بمقاصدها: یعنی ان الحکم الذی یترتب علیٰ أمر یکون علیٰ مقتضٰی ما هو المقصود .... فلو ان الفاعل المکلف قصد بالفعل الذی فعله أمرًا مباحًا کان مباحًا وان قصد أمرًا محرمًا کان فعله محرمًا۔ (شرح المجلة ص:۱۸)۔

کرتے ہیں، لیکن جائز کام کے لئے تو انہیں لکھا جاسکتا ہے۔

جواب:... قرآنی آیات پڑھ کر دَم کرنے کا اَحادیثِ طیبہ میں ذکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور بعد کے صلحاء کا یہ معمول رہا ہے،(۱) تعویذ بھی اسی کی ایک شکل ہے۔ اس لئے اس کے جواز میں تو شبہ نہیں،(۲) البتہ تعویذ کی حیثیت کو سمجھ لینا ضروری ہے۔ بعض لوگ تعویذ کی تأثیر کو قطعی یقینی سمجھتے ہیں، یہ صحیح نہیں، بلکہ تعویذ بھی من جملہ اور تدابیر کے ایک علاج اور تدبیر ہے اور اس کا مفید ہونا، نہ ہونا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ بعض لوگ تعویذ کو "رُوحانی عمل" سمجھتے ہیں، یہ خیال بھی قابلِ اصلاح ہے، رُوحانیت اور چیز ہے اور تعویذ وغیرہ محض دُنیوی تدبیر و علاج ہے، اس لئے جو شخص تعویذ کرتا ہو اس کو بزرگ سمجھ لینا غلطی ہے۔ بعض لوگ دُعا پر اتنا یقین نہیں رکھتے جتنا کہ تعویذ پر، یہ بھی قابلِ اصلاح ہے، دُعا عبادت ہے اور تعویذ کرنا کوئی عبادت نہیں، اور کسی ناجائز مقصد کے لئے تعویذ کرانا حرام ہے۔(۳)

پانی پر دَم کرنے کی کیا حیثیت ہے؟ جبکہ حدیث میں پانی پر پھونک مارنے کی ممانعت آئی ہے

سوال:... ایک کتاب نظر سے گزری جس میں یہ حدیث مبارکہ تھی، ترجمہ: ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی) اب مسئلہ یہ ہے کہ پانی پر کوئی آیت پڑھ کر دَم کرنے کے لئے پھونک ماری جاتی ہے، اس طرح سے پانی میں پھونک مارنا اور وہ پانی پینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... پانی پر دَم کرنے کی ممانعت نہیں، سانس لینے کی ممانعت ہے، واللہ اعلم۔(۴)

تعویذ کا معاوضہ جائز ہے

سوال:... کسی بھی جائز ضرورت کے لئے کسی بھی شخص کا بالعوض دُعا، تعویذ وغیرہ پر کچھ رقم طلب کرنے پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص جو بلحاظ عمر و بیماری ضرورت مند ہونے کے لئے دُعا تعویذ وغیرہ دینے کے بعد صرف معمولی معاوضہ اپنی حاجت کے لئے طلب کرے تو ایسی صورت میں اس کی دُعائیں اور یہ عمل قابلِ قبول ہوگا یا نہیں؟

جواب:... دُعا تو عبادت ہے اور اس کا معاوضہ طلب کرنا غلط ہے۔(۵) باقی وظیفہ و تعویذ جو کسی دُنیوی مقصد کے لئے کیا جائے

---

(۱) وعن النبی صلی الله علیه وسلم أنه کان یعوّذ نفسه قال رضی الله عنه: وعلی الجواز عمل الناس الیوم وبه وردت الآثار. (رد المحتار ج:۶ ص:۳۶۴، فصل فی اللبس).

(۲) جوّزوا الرقیة بالأجرة ولو بالقرآن کما ذکره الطحاوی لأنها لیست عبادة محضة بل من التداوی. (رد المحتار ج:۶ ص:۵۷، مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الإستئجار علی التلاوة والتهلیل ...إلخ).

(۳) الأمور بمقاصدها .... فلو أن الفاعل المکلف قصد بالفعل الذی فعله أمرًا مباحًا کان مباحًا، وإن قصد أمرًا محرمًا کان فعله محرمًا. (شرح المجلة ص:۱۸، رقم المادّة:۲، طبع کوئٹه).

(۴) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اذا شرب أحدکم فلا یتنفس فی الإناء. (مشکوٰة ص:۴۲، باب آداب الخلاء، طبع قدیمی کتب خانه، أیضًا: خیر الفتاویٰ ج:۱ ص:۳۴۵، طبع ملتان).

(۵) الأصل أن کل طاعة یختص بها المسلم لَا یجوز الإستئجار علیها عندنا. (رد المحتار ج:۶ ص:۵۵).

اس کی حیثیت عبادت کی نہیں بلکہ ایک دُنیوی تدبیر اور علاج کی ہے۔ اس کا معاوضہ لینا دینا جائز ہے۔[۱] باقی ایسے لوگوں کے وظیفے اور تعویذ کارگر بھی ہوا کرتے ہیں یا نہیں؟ یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں، جس کے بارے میں کچھ عرض کیا جائے، البتہ تجربہ یہ ہے کہ ایسے لوگ اکثر دُکاندار ہوتے ہیں۔

تعویذ پہن کر بیت الخلا جانا

سوال:... اگر قرآن شریف کی آیات کو موم جامہ کر کے گلے میں ڈال لیا جائے تو کیا ان کو اُتارے بغیر کسی ناپاک جگہ مثلاً: باتھ رُوم میں جاسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:... ایسی انگوٹھی جس پر اللہ تعالیٰ کا نام یا آیاتِ قرآنی کندہ ہوں، اس کو پہن کر بیت الخلاء میں جانا مکروہ لکھا ہے۔[۲]

(عالمگیری ج:۱ ص:۵۰، مطبوعہ مصر)

جادو کرنا گناہِ کبیرہ ہے، اس کا توڑ آیاتِ قرآنی ہیں

سوال:... کیا قرآن وسنت کی رُو سے جادو برحق ہے؟ اور کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی جادو کے زور سے کسی کو بُرے راستے پر گامزن کردے یا یہ کہ کوئی جادو کے ذریعے کسی کا بُرا چاہے اور دُوسرے کو مصیبت اور پریشانی میں مبتلا کردے۔ میں اس سلسلے میں یہ عرض کرنا چاہوں گی کہ جو لوگ جادو کے برحق ہونے کے حق میں دلائل دیتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی چل گیا تھا، تو ہم تو معمولی سے بندے ہیں اور اس سلسلے میں سورۂ فلق کا حوالہ دیا جاتا ہے، آپ براہِ کرم رہنمائی فرمائیں۔

جواب:... جادو چل جاتا ہے،[۳] اور اس کا اثرانداز ہونا قرآنِ کریم میں مذکور ہے،[۴] مگر جادو کرنا گناہِ کبیرہ ہے،[۵] اور جادو کرنے اور کرانے والے دونوں ملعون ہیں۔ قرآنِ کریم نے جادو کو کفر فرمایا ہے،[۶] گویا ایسے لوگوں کا ایمان سلب ہوجاتا ہے۔

سوال:... جو حضرات جن میں بزرگانِ دِین بھی شامل ہوتے ہیں اور جو جادو کا اُتار کرنے کی خاطر تعویذ وغیرہ دیتے ہیں، کیا ان کے پاس جاکر اپنی مشکلات بیان کرنا اور ان سے مدد چاہنا شرک کے زُمرے میں آتا ہے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو نادانستگی میں ایسا کرنے والوں کے لئے کفارۂ گناہ کیا ہوسکتا ہے؟

جواب:... جادو کا توڑ کرانے والوں کے لئے کسی ایسے شخص سے رُجوع کرنا جو اس کا توڑ جانتا ہو، جائز ہے، بشرطیکہ وہ جادو

---

(۱) قوله صلى الله عليه وسلم: "خذوا منهم واضربوا لي بسهم معكم" هذا تصريح بجواز أخذ الأُجرة على الرقية بالفاتحة والذكر وانها حلال لا كراهية فيها ..... الخ. (شرح نووي على مسلم ج:۲ ص:۲۲۴، طبع قديمي). الأُجرة على التعوذ والرقية وهي حلال لعدم كونها عبادة. (فيض الباري ج:۳ ص:۲۷۶، طبع رشيديه كوئٹه).

(۲) ويكره أن يدخل في الخلاء ومعه خاتم عليه اسم الله تعالىٰ أو شيء من القرآن كذا في السراج الوهاج. (عالمگيری ج:۱ ص:۵۰).

(۳) السحر حق عندنا وجوده وتصوره وأثره. (الفتاوىٰ الشامية ج:۱ ص:۴۴).

(۴) "فَلَمَّا أَلْقَوْا سَحَرُوْا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْا بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ". (الأعراف:۱۱۶).

(۵) فعل السحر حرام وهو من الكبائر بالإجماع. (شرح نووي على مسلم ج:۲ ص:۲۲۱، طبع قديمي).

(۶) "وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ". (البقرة:۱۰۲).

کا توڑ جادو اور سفلی عمل سے نہ کرے، بلکہ آیاتِ قرآنی سے کرے، یہ شرک کے زُمرے میں نہیں آتا۔[1]

جادو کو جادو کے ذریعہ زائل کرنا

سوال:... کسی پر جادو کا اثر ہوگیا اور اس کے توڑ کا علاج جادو سے ہو، تو کیا کوئی شخص اپنی جان بچانے کے لئے جادو سے بچنے کے لئے "کالے علم" کے تعویذات استعمال کرسکتا ہے؟ کیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:... جادو کو جادو کے ذریعے صرف اس صورت میں زائل کیا جاسکتا ہے کہ جب جادو توڑ کلمات میں کوئی کلمہ و جملہ شرکیہ نہ ہو، ورنہ ناجائز ہے، دُوسرے ادعیہ اور تعویذات سے زائل کیا جاسکتا ہے۔[2]

نقصان پہنچانے والے تعویذ جادو ٹوٹکے حرام ہیں

سوال:... کیا تعویذ، جادو، ٹونا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ تعویذوں کا اثر ہمیشہ ہوتا ہے اور اِنسان کو نقصان پہنچتا ہے۔ تعویذ کرنے والے کے لئے کیا سزا اِسلام نے تجویز کی ہے؟

جواب:... کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے تعویذ جادو ٹوٹکے کرنا حرام ہے،[3] اور ایسا شخص اگر توبہ نہ کرے تو اس کو سزائے موت ہوسکتی ہے۔[4]

کالا جادو کرنے اور کروانے والے کا شرعی حکم

سوال:... کالا جادو کرنا تو حرام ہے، جو جادو کرتا ہے اور کراتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ اگر جو کراتا ہے اس کے خلاف جادو کرسکتے ہیں کہ نہیں؟ کیونکہ والدہ صاحبہ کہتی ہیں کہ میں بھی اب ان پر تعویذ کراؤں گی جو ہم پر کرتے ہیں۔ مگر والد صاحب اجازت نہیں دیتے۔ اور قرآن کے چھٹے پارے میں ہے کہ کوئی اگر کسی کا کان کاٹے تو دُوسرا بھی اس کا کان کاٹے، اور مزید لکھا ہوا ہے یہ آیت سورۂ مائدہ کی ہے، جو ۴۴ تا ۴۵ ہے۔ اگر انسان کو بدلہ لینے کا حق ہے تو اِنسان یہ تعویذ بھی کرسکتا ہے کہ نہیں؟

جواب:... جادو کا توڑ کرنا جائز ہے، مگر کسی پر جادو کرنا گناہ ہے۔[5]

---

(۱) فی الدر المختار: استأجره ليكتب له تعويذًا لأجل السحر جاز. قوله لأجل السحر أى لأجل إبطاله وإلّا فالسحر نفسه معصية بل كفر لَا يصح الْإستئجار عليه. (رد المحتار ج:۶ ص:۹۳).

(۲) واتفقوا كلهم أيضًا علىٰ أن كل رقيةٍ وتعزيم أو قسم فيه شرك بالله فانه لَا يجوز التكلم به .... وكذٰلك كل كلام فيه كفر لَا يجوز التكلم به. (شرح فقه اكبر ص:۱۸۴، شرح عقيدة الطحاوية ص:۵۷۰ واللفظ لهٗ، طبع مكتبة السلفية لَاهور).

(۳) فعمل السحر حرام وهو من الكبائر بالْإجماع. (شرح نووى علىٰ مسلم ج:۲ ص:۲۲۱، طبع قديمى).

(۴) وجمهور العلماء يوجبون قتل الساحر كما هو مذهب أبى حنيفة ومالك وأحمد فى المنصوص عنه، وهٰذا هو المأثور عن الصحابة كعمر وابنه وعثمان وغيرهم. (شرح عقيدة الطحاوية ص:۵۶۹، طبع المكتبة السلفية، لَاهور).

(۵) فعمل السحر حرام وهو من الكبائر بالْإجماع. (شرح نووى علىٰ مسلم ج:۲ ص:۲۲۱، طبع قديمى).

جو جادو یا سفلی عمل کو حلال سمجھ کر کرے وہ کافر ہے

سوال:...کوئی آدمی یا عورت کسی پر تعویذ، دھاگہ، سفلی عمل یا پھر جادو کا استعمال کرے اور اس کے اس عمل سے دُوسرے آدمی کو تکلیف پہنچے یا پھر اگر وہ آدمی اس تکلیف سے انتقال کر جائے تو خداوند تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کا کیا درجہ ہوگا؟ چاہے وہ تکلیف میں ہی مبتلا ہوں یا انتقال ہو جائے، کیونکہ آج کل کالے عمل کا رواج زیادہ عروج کر رہا ہے لہٰذا مہربانی فرما کر تفصیل سے لکھنا، تاکہ اس کالے دھندے کرنے اور کرانے والوں کو اپنا انجام معلوم ہو سکے، اللہ ان لوگوں کو نیک ہدایت دے، آمین!

جواب:...جادو اور سفلی عمل کرنا اس کے بدترین گناہ ہونے میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔[1] البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جادو کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟ صحیح یہ ہے کہ اگر اس کو حلال سمجھ کر کرے تو کافر ہے اور اگر حرام اور گناہ سمجھ کر کرے تو کافر نہیں، گناہ گار اور فاسق ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایسے سفلی اعمال سے دِل سیاہ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس آفت سے بچائے۔ یہ بھی فقہائے اُمت نے لکھا ہے کہ اگر کسی کے جادو اور سفلی عمل سے کسی کی موت واقع ہو جائے تو یہ شخص قاتل تصوّر کیا جائے گا۔[2]

جادو اور اس کے اثرات

سوال:...کیا جادو جائز ہے؟

جواب:...جادو حرام ہے، اور اس کا کرنا کرانا بھی حرام ہے، اور بعض علماء نے (جیسا کہ اِمام مالکؒ) فرمایا ہے کہ جادو کرنے والا کافر ہے۔[3]

سفلی عمل کرنے اور کرانے کا گناہ

سوال:... جادو، ٹونہ یا سفلی عمل کرانے والے لوگوں سے متعلق سوال کے جواب میں آپ نے ''اقرأ صفحہ جنگ'' ۲۰ رجنوری ۱۹۸۹ء جمعہ میں لکھا ہے کہ: ''ایسے لوگ سخت گناہگار ہیں'' جبکہ عام کہاوت ہے کہ جادو ٹونہ یا سفلی عمل کرنے اور کرانے والے دونوں کافر ہیں۔ اب اگر کوئی شخص خود دُوسرے کو بتادے کہ اوّل الذکر نے دُوسرے پر سفلی کرا کے اذیت پہنچائی تھی، تو اب سوال یہ ہے کہ آیا دُوسرا بھی بدلے میں سفلی عمل کرا کر کافر تو نہ ہوگا، گناہ اسے ضرور ویسے ہی ہوگا جیسے پہلے کرنے والے کو ہوا۔ قرآن میں ہے کہ: ''پس تم عقوبت دو اتنی جتنی تم کو عقوبت پہنچائی گئی'' اس میں شک نہیں کہ صبر کرنا ہی بہتر ہوگا، مگر ظلم پر ظلم سہہ کر اور ظلم کا منبع جانتے ہوئے انسانی نفسیات میں بدلے کے جذبات اُبھرتے ہیں، کیا یہ ٹھیک ہے؟

---

(۱) السحر حرام بلا خلاف بين أهل العلم واعتقاد إباحته كفر...الخ۔ (فتاویٰ شامی ج:۴ ص:۲۴۰، مطلب فی الساحر)۔

(۲) ثم اختلف هؤلاء: هل يستتاب أم لا؟ وهل يكفر بالسحر؟ أم يقتل لسعيه فى الأرض بالفساد؟ وقال طائفة ان قتل بالسحر يقتل وإلّا عوقب بدون القتل اذا لم يكن فى قوله وعمله كفر۔ (شرح عقيدة الطحاوية ص:۵۲۹، طبع لاهور)۔

(۳) السحر حرام بلا خلاف بين أهل العلم، واعتقاد اباحته كفر، وعن أصحابنا ومالك وأحمد يكفر الساحر بتعلمه وفعله سواء اعتقد الحرمة أو لا، ويقتل ...إلخ۔ (فتاویٰ شامی ج:۴ ص:۲۴۰، مطلب فی الساحر والزنديق)۔

جواب:... اگر کوئی جادو یا سفلی عمل جائز سمجھ کر کرتا ہے تو کافر ہے، اور اگر گناہ سمجھتا ہے تو کافر تو نہیں، لیکن بہت بڑے گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔[۱] اس گندے عمل سے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بچائے۔ کسی کے سفلی عمل کا توڑ کرنا تو جائز ہے، لیکن بدلہ چکانے کے لئے اس پر سفلی عمل کرنا جائز نہیں۔[۲] یہ شخص بھی اتنا ہی گناہگار ہوگا جتنا کہ پہلا شخص۔ قرآنِ کریم کی جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا، اس سے گناہ کے کام مراد نہیں، بلکہ وہ سزا مراد ہے جو جائز اور حلال ہو۔[۳]

شریعت میں جادوگروں کی سزا

سوال:... جادوگروں کی سزا قرآن واحادیث کی روشنی میں کیا ہے؟ جواب تفصیل سے دیں، کیونکہ اس وقت پاکستان کی آبادی میں ہر چوتھا خاندان اس ''شیطانی عمل'' سے فیض اُٹھا رہا ہے۔ میری درخواست ہے کہ علماء اس کے خلاف اب باقاعدہ جہاد کریں۔

جواب:... اگر شرعی حکومت موجود ہوتی تو جادوگروں کو سزائیں دی جاتیں۔ لیکن جب کوئی شرعی قانون رائج نہیں ہے اور جادوگروں نے جگہ جگہ بورڈ لگا رکھے ہیں، تو ان کو سزا کون دے؟ البتہ مرنے کے بعد ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے سزا ملے گی۔

جادو کے اثرات کا ازالہ

سوال:... میری عمر تقریباً ۳۰ سال ہے، اور میں غیرشادی شدہ ہوں، رشتے تو آتے ہیں اور لوگوں کی زبانی پتا چلتا ہے کہ انہیں پسند ہے، لیکن وہ خود آکر ہاں نہیں کہتے۔ یہ سلسلہ عرصہ دس سال سے چل رہا ہے، لوگوں کے آنے سے پہلے یا آنے کے بعد میرے گھٹنوں کے اُوپر یا رانوں پر نیلے دھبے پڑ جاتے ہیں۔ کوئی مولانا ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے۔ بہت تعویذ کئے، وظیفے پڑھے لیکن کوئی اثر نہیں ہوا۔ اب لوگ تو بہت کم آتے ہیں اور مجھے عمر بتاتے ہوئے شرم آتی ہے، اب اگر میں شادی نہ کروں جبکہ کوئی رشتہ بھی نہیں ہے، تو مجھے گناہ تو نہیں ہوگا؟ میں خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں۔ میرا دُوسرا سوال یہ ہے کہ میں نے احادیث اور قرآنی آیات میں پڑھا ہے کہ لڑکیوں کے پالنے والوں کو بہت ثواب ملے گا، اور لڑکیاں قیامت کے دن ان کے لئے دوزخ سے ڈھال بنیں گی، لیکن کہیں پر مجھے یہ نہیں ملا کہ جن لڑکیوں کی شادی نہیں ہوتی یا دیر سے ہوتی ہے، اس کا کیا اَجر ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ غیرشادی شدہ مرجائیں تو شہید ہوتی ہیں، مجھے اس کا جواب قرآن وسنت کی روشنی میں دیجئے۔

جواب:... نمازِ عشاء کے بعد اوّل وآخر گیارہ مرتبہ ''دُرود شریف'' اور درمیان میں گیارہ سو مرتبہ ''یالطیف'' پڑھ کر دُعا کیا کریں۔ اور جادو کا شبہ ہو تو قرآنِ کریم کی آخری دو سورتیں ۱۳ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دَم کرکے دُعا کیا کریں اور پانی پی لیا کریں۔

---

(۱) السحر حرام بلا خلاف بین أهل العلم، واعتقاد اباحته کفر۔ (فتاویٰ شامیه ج:۴ ص:۲۴۰، مطلب فی الساحر)۔

(۲) فعل السحر حرام وهو من الکبائر بالإجماع۔ (شرح نووی علیٰ مسلم ج:۲ ص:۲۲۱، طبع قدیمی کراچی)۔

(۳) "وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ" (النحل:۱۲۶) وفی التفسیر: یأمر تعالیٰ بالعدل فی الإقتصاص والمماثلة فی إستیفاء الحق۔ (تفسیر ابن کثیر ج:۴ ص:۷۹، طبع رشیدیه کوئٹه)۔

۲:... جب تک بچی کی شادی نہیں ہوتی، یہی اَجر ہے۔ [1]

سفلی عملیات سے توبہ کرنی چاہئے

سوال:... میں نے جوانی کے عالم میں سفلی عملیات پڑھے تھے، اس گناہ کے اِزالے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... ان عملیات کو چھوڑ دیجئے اور اس گناہ سے توبہ کیجئے۔ [2]

جادو کا شک ہو تو کون سی آیت پڑھیں؟

سوال:... اگر کسی کو جادو وغیرہ کا شک ہو تو کونسی آیت پڑھے؟

جواب:... میں نہیں جانتا، البتہ ''بہشتی زیور'' کے عملیات کے حصے میں ۳۳ آیات لکھی ہیں، اور وہ ''منزل'' کے نام سے الگ بھی چھپی ہوئی ہیں۔ ان کو بتائے ہوئے طریقے کے مطابق پڑھا جائے۔

جادو کے اثرات

سوال:... اکثر لوگ جو پریشانیوں میں مبتلا رہتے ہیں، یا وہ لڑکیاں جن کی شادی نہیں ہوتی، تو لوگ عموماً یہ کہتے ہیں کہ کسی نے جادو وغیرہ کرادیا ہے، کیا ایسا ممکن ہے؟ اور کیا جادو کا اثر ہوتا ہے؟

جواب:... جادو کا اثر ہوسکتا ہے، لیکن ہر چیز کو جادو کہنا غلط ہے۔ [3]

جادو سے متأثر شخص مقتول شمار ہوگا

سوال:... جادو سے متأثر کوئی شخص جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تو یہ ''قتل'' کا معاملہ ہوگا؟

جواب:... جی ہاں! اگر جادو سے متأثر ہوکر کوئی شخص مرجائے تو جادو کرنے اور کرانے والے دونوں قاتل ہوں گے، اور دُنیا اور آخرت میں ان پر قتل کا وبال ہوگا۔ [4]

---

(۱) وروی الطبرانی عن عوف بن مالک رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ما من مسلم یکون له ثلاث بنات فینفق علیهنّ حتّی یَبِنّ أو یَمُتنَ اِلّا کنّ له حجابًا من النّار، فقالت له امرأة أو بنتان؟ قال: وبنتان، وشواهده کثیرة. (الترغیب والترهیب ج:۳ ص:۶۷ طبع دار إحیاء التراث العربی).

(۲) ''قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ، اِنَّ اللهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا''۔ (الزمر:۵۳)۔ أیضًا: ''یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا، عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ...اِلخ'' (التحریم:۸)۔

(۳) السحر حق عندنا وجوده وتصوره وأثره۔ (الفتاویٰ الشامیه ج:۱ ص:۴۴)۔

(۴) وقالت طائفة ان قتل بالسحر قتل .... الخ۔ (شرح فقه الأکبر ص:۱۸۴، و شرح عقیدة الطحاویه ص:۵۶۹)۔

جنّات

جنات کے لئے رسول

سوال:... کہا جاتا ہے کہ انسانوں میں انسان ہی رسول ہوتا ہے اور یہ امر ربی ہے، جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت: ۹۵،۹۶ میں فرمایا:

ترجمہ:... "اور لوگوں کو کوئی چیز ایمان لانے سے مانع نہیں ہوئی، جب ان کے پاس ہدایت آئی، مگر یہ کہ انہوں نے کہا اللہ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے، کہہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان سے فرشتہ رسول بنا کر بھیجتے۔"

اس آیت کی روشنی میں وضاحت فرمایئے کہ حدیث میں ایک جگہ ذکر آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ سے ملاقات کی تھی اور انہوں نے اسے جنوں کا گروہ قرار دیا تھا، کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کے علاوہ جنوں کی طرف بھی رسول تھے، یا جنات کے لئے جن ہی رسول ہونا چاہئے؟

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنوں کے لئے بھی رسول تھے،[۱] قرآنِ کریم میں جنات کا بارگاہ عالی میں حاضر ہوکر قرآن کریم سننا اور ایمان لانا مذکور ہے۔[۲] (سورۃ احقاف) فرشتے کھانے پینے وغیرہ کی ضروریات سے پاک ہیں، اس لئے ان کو اِنسانوں کے لئے نبی نہیں بنایا گیا،[۳] جنات کے لئے انسانوں کو نبی بنایا گیا، جنات کے لئے جن کا رسول بنایا جانا منقول نہیں۔[۴]

---

(۱) الجمهور علٰى أنه لم يكن من الجن نبي .... قال البغوي في تفسير الأحقاف: وفيه دليل علٰى أنه عليه السلام كان مبعوثًا إلى الإنس والجن جميعًا. (الأشباه والنظائر، أحكام الجان ص:۳۲۳ طبع قديمي).

(۲) "وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا، فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ .... يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ ....." (الأحقاف: ۲۹ تا ۳۱).

(۳) وقالوا يعني المشركين (ما لهٰذا الرسول يأكل الطعام) أنكروا أن يكون الرسول بشرًا يأكل الطعام ويمشي في الطُّرق كما يمشي سائر الناس يطلب المعيشة، والمعنى أنه ليس بملَك ولَا ملِك لأن الملائكة لَا تأكل، والملوك لَا تتبذّل في الأسواق، فعجبوا أن يكون مساويًا للبشر لَا يتميّز عليهم بشيء وإنما جعله الله بشرًا ليكون مجانسا للذين أرسل إليهم. (تفسير زاد المسير ج:۶ ص:۷۳، ۷۴، طبع المكتب الإسلامي، بيروت).

(۴) جمهور العلماء سلفًا وخلفًا علٰى أنه لم يكن من الجن قط رسول ولم تكن الرسول إلّا من الإنس .... أن رسل الإنس رسل من الله تعالٰى إليهم ورسل إلٰى قوم من الجن ليسوا رسلًا عن الله تعالٰى ولٰكن بعثهم الله تعالٰى في الأرض فسمعوا كلام رسل الله تعالٰى الذين هم من بني آدم وعادوا إلٰى قومهم من الجن فأنذروهم والله سبحانه وتعالٰى أعلم. (آكام المرجان في غرائب الأخبار وأحكام الجانّ ص:۳۴-۳۶ طبع نور محمد كراچي).

جنات کا وجود قرآن وحدیث سے ثابت ہے

سوال:... کیا جنات اِنسانی اَجسام میں محلول ہوسکتے ہیں جبکہ جنات ناری مخلوق ہیں اور وہ آگ میں رہتے ہیں اور اِنسان خاکی مخلوق ہے۔ جس طرح انسان آگ میں نہیں رہ سکتا تو جنات کس طرح خاک میں رہ سکتے ہیں؟ بہت سے مفکرین اور ماہرِ نفسیات جنات کے وجود کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں، اس لئے یہ مسئلہ توجہ طلب ہے۔

جواب:... جنات کا وجود تو برحق ہے، قرآنِ کریم اور احادیث شریفہ میں ان کا ذکر بہت سی جگہ موجود ہے،[1] اور کسی جن کا اِنسان کو تکلیف پہنچانا بھی قرآنِ کریم، احادیث شریفہ نیز اِنسانی تجربات سے ثابت ہے،[2] جو لوگ جنات کے وجود کا اِنکار کرتے ہیں، ان کی بات صحیح نہیں۔[3] باقی رہا جنات کا کسی آدمی میں حلول کرنا! سو اوّل تو وہ بغیر حلول کے بھی مسلط ہوسکتے ہیں، پھر ان کے حلول کرنے میں کوئی اِستبعاد نہیں،[4] ان کے آگ سے پیدا ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ خود بھی آگ ہیں، بلکہ آگ ان کی تخلیق پر غالب ہے جیسے انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے مگر وہ مٹی نہیں۔[5]

اہلِ اِیمان کو جنات کا وجود تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں

سوال:... آج کل ہمارے یہاں جنات کے وجود کے بارے میں بحث چل رہی ہے اور اب تک اس سلسلے میں مذہبی،

---

(۱) "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ"۔ (الزاریات:۵٦). فصل قال الشيخ ابوالعباس ابن تيمية لم يخالف أحد من طوائف المسلمين في وجود الجن وجمهور طوائف الكفار على اثبات الجنّ .... هذا لأن وجود الجن تواترت به أخبار الأنبياء عليهم السلام تواترًا معلومًا. (آكام المرجان في غرائب الأخبار وأحكام الجانّ ص:۵).

(۲) الباب السادس والأربعون: في بيان ما يعتصم به من الجنّ ويندفع به شرهم: وذٰلك في عشر حروز (أحدهما) الإستعاذة بالله منه: قال الله تعالٰى: وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. وفي موضع آخر: وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ. وفي الصحيح ...... فقال صلى الله عليه وسلم: اِنّي لأعلم كلمة لو قالها لذهب عندما يجد: أعوذ بالله من الشيطان الرجيم. الثاني قراءة المعوذتين روى الترمذي ...... كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتعوّذ من الجانّ وعين الإنسان حتّٰى نزلت المعوذتان ...الخ. تفصیل کے لئے دیکھئے: آكام المرجان ص:۹۵ تا ۹۸۔ الباب في بيان إخبار الجن يقتلهم سعد بن عبادة ...الخ. تفصیل دیکھئے: آكام المرجان ص:۱۳۷ پر، طبع نور محمد کراچی۔

(۳) (قال امام الحرمين) في كتابه الشامل: اعلموا رحمكم الله أن كثيرًا من الفلاسفة وجماهير القدرية وكافة الزنادقة أنكروا الشياطين والجنّ رأسًا ولَا يبعد لو أنكر ذٰلك من لَا يتدبر ولَا يتشبث بالشريعة وانما العجب من انكار القدرية مع نصوص القرآن وتواتر الأخبار واستفاضة الآثار. (آكام المرجان ص:۳، طبع نور محمد كراچى).

(۴) أنكر طائفة من المعتزلة كالجبائي وأبي بكر الرازي ..... وهٰذا الذي قالوه خطأً، وذكر أبو الحسن الأشعري في مقالات أهل السُّنّة والجماعة، انهم يقولون ان الجنّ تدخل في بدن المصروع كما قال تعالٰى: اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ...الخ. مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: آكام المرجان ص:۱۰۷ تا ۱۰۹۔

(۵) اعلم: أن الله أضاف الشياطين والجن إلى النار حسب ما أضاف الإنسان إلى التراب والطين والفخار، والمراد به في حق الإنسان أن أصله الطين وليس الآدمي طينًا حقيقةً لٰكنه كان طينًا كذٰلك الجان كان نارًا في الأصل، والدليل على ذٰلك قول النبي صلى الله عليه وسلم ...إلخ. (آكام المرجان في غرائب الأخبار وأحكام الجان ص:۱۳ الباب الثالث).

سائنسی، منطقی اور عقلی نظریات سامنے آئے ہیں۔ یہ سب نظریات نوعیت کے اعتبار سے جدا جدا ہیں، لہٰذا ماسوائے مذہبی نظریات کے دُوسروں پر یقین یا غور کرنا بہت سی ذہنی کشمکشوں کو جنم دیتا ہے، جبکہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا عقیدہ اپنے مذہبی نظریات پر ہی یقین کامل کرنے کا ہے۔ لہٰذا آپ براہِ مہربانی قرآنی دلائل یا سچے اور حقیقی واقعات کی روشنی میں یا اگر احادیث کی روشنی میں جنوں کا وجود ثابت ہو تو اس بارے میں صحیح صورتِ حال اور نظریہ سامنے لائیں، تاکہ لوگوں کے اَذہان کو اس بارے میں پیدا ہوجانے والی کشمکش اور تذبذب سے نجات دِلائی جاسکے۔

جواب:... قرآنِ کریم میں صرف سورۂ رحمٰن میں ۲۹ جگہ جنوں کا ذکر آیا ہے، اور اَحادیث میں بھی بہت سے مقامات پر ان کا تذکرہ آیا ہے، اس لئے جو لوگ قرآنِ کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں ان کو تو جنات کا وجود تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں، اور جو لوگ اس کے منکر ہیں ان کے پاس نفی کی کوئی دلیل اس کے سوا نہیں کہ یہ مخلوق ان کی نظر سے اوجھل ہے۔[1]

جنات کا انسان پر آنا حدیث سے ثابت ہے

سوال:... قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ کیا جن اِنسان پر آسکتا ہے؟ اگر آسکتا ہے تو کیا اِنسانی جسم میں حلول ہوسکتا ہے؟ اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب:... ''آکام المرجان فی غرائب الاخبار واَحکام الجان'' کے باب:۵۱ میں لکھا ہے کہ بعض معتزلہ نے اس سے انکار کیا ہے، لیکن اِمامِ اہلِ سنت ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے مقالہ ''اہل السنۃ والجماعۃ'' میں اہلِ سنت کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ وہ ''جنات کے مریض کے بدن میں داخل ہونے کے قائل ہیں''[2]۔'' اس کے بعد متعدّد اَحادیث سے اس کا ثبوت دیا ہے۔[3]

جنات کا آدمی پر مسلط ہوجانا

سوال:... کیا کسی اِنسان کے جسم میں کوئی جن داخل ہوکر اسے پریشان کرسکتا ہے؟ اگر نہیں کرسکتا تو پھر آخر اس کی کیا وجہ ہے

(۱) گزشتہ صفحے کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) أنكر طائفة من المعتزلة كالجبائي وأبي بكر الرازي محمد بن زكريا الطبيب وغيرهما دخول الجنّ في بدن المصروع، وأحالوا وجود روحين في جسد مع اقرارهم بوجود الجن، اذ لم يكن ظهور هذا في المنقول عن النبي صلى الله عليه وسلم كظهور هذا وهذا الذي قالوه خطأ، وذكر أبو الحسن الأشعري في مقالات أهل السُّنَّة والجماعة انهم يقولون أن الجنّ تدخل في بدن المصروع كما قال الله تعالىٰ: الذين يأكلون الربٰوا لَا يقومون إلّا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس ...الخ. (ص:۱۰۷ الباب الحادي والخمسون: في بيان دخول الجن في بدن المصروع طبع نور محمد كراچى).

(۳) قال عبدالله بن أحمد بن حنبل قلت لأبي: أن قومًا يقولون ان الجنّ لَا تدخل في بدن الْإنس، قال: يا بنى! يكذبون هو ذا يتكلم علىٰ لسانه، قلت: ذكر الدارقطني .... عن ابن عباس ان إمرأة جاءت يإبن لها إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! ان ابني به جنون وانه يأخذه عندنا غدائنا وعشائنا فمسح رسول الله صلى الله عليه وسلم صدره ودعا له فتفتفه فخرج من جوفه مثل الجر والأسود فسعىٰ. رواه أبو محمد عبدالله بن عبدالرحمٰن الدارمي .... وسيأتي إن شاء الله تعالىٰ عن قريب حديث أُمّ أبان الذي رواه أبوداوٗد وغيره وفيه قول رسول الله صلى الله عليه وسلم: أخرج عدو الله، وهٰكذا حديث اسامة بن زيد، وفيه: أخرج يا عدو الله فإني رسول الله! (آكام المرجان ص:۱۰۷ الباب الحادي والعشرون).

کہ ایک شخص جس پر جن کا سایہ ہوتا ہے (لوگوں کے مطابق) وہ ایسی جگہ کی نشاندہی کرتا ہے جہاں وہ کبھی گیا نہیں ہوتا اور ایسی زبان بولتا ہے جو اس نے کبھی سیکھی نہیں، یا پھر ایک اجنبی شخص کے پوچھنے پر اس کے ماضی کے بالکل صحیح حالات اور واقعات بتاتا ہے۔ اس نے قرآن شریف پڑھنا سیکھا ہی نہیں ہوتا مگر بڑی روانی سے تلاوت کرتا ہے، آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جواب:... جنات کا آدمیوں پر مسلط ہونا ممکن ہے اور اس کے واقعات متواتر ہیں۔ (۱)

جن، بھوت کا خوف

سوال:... جن بھوت یا اَرواحیں کسی کو نقصان دینے کی طاقت رکھتی ہیں یا صرف یہ مفروضہ ہے؟ اکثر دیکھا گیا ہے رات کو بہت سے لوگ ڈرتے ہیں، یعنی قبرستان اکیلے جانے سے یا جنگل میں اکیلے جانے سے، یا اکیلے گھر میں ڈرتے ہیں، عام طور پر بچے تو

---

(۱) أنكر طائفة من المعتزلة كالجبائي وأبي بكر الرازي محمد بن زكريا الطبيب وغيرهما دخول الجنّ في بدن المصروع، وأحالوا وجود روحين في جسد مع اقرارهم بوجود الجن، اذ لم يكن ظهور هذا في المنقول عن النبي صلى الله عليه وسلم كظهور هٰذا وهٰذا الذي قالوه خطأ، وذكر أبو الحسن الأشعري في مقالات أهل السُّنَّة والجماعة انهم يقولون أن الجنّ تدخل في بدن المصروع كما قال الله تعالىٰ: الذين يأكلون الربوٰا لَا يقومون إلّا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس ...الخ. (ص:۱۰۷ الباب الحادي والخمسون: في بيان دخول الجن في بدن المصروع طبع نور محمد كراچي). قال عبدالله بن أحمد بن حنبل قلت لأبي: أن قومًا يقولون ان الجنّ لَا تدخل في بدن الإنس، قال: يا بني! يكذبون هوذا يتكلم علىٰ لسانه، قلت: ذكر الدارقطني .... عن ابن عباس ان إمرأة جاءت بإبن لها إلىٰ النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! ان ابني به جنون وانه يأخذه عندنا غدائنا وعشائنا فمسح رسول الله صلى الله عليه وسلم صدره ودعا له فتفتفه فخرج من جوفه مثل الجر والأسود فسعىٰ. رواه أبو محمد عبدالله بن عبدالرحمٰن الدارمي .... وسيأتي إن شاء الله تعالىٰ عن قريب حديث أمّ أبان الذي رواه أبوداؤد وغيره وفيه قول رسول الله صلى الله عليه وسلم: أخرج عدو الله، وهٰكذا حديث اسامة بن زيد، وفيه: أخرج يا عدو الله فإني رسول الله! (آكام المرجان ص:۱۰۷ الباب الحادي والعشرون). وقد ورد له أصل في الشرح وهو ما رواه الإمام أحمد وأبوداؤد وأبو القاسم الطبراني من حديث أمّ أبان بنت الوازع عن أبيها أن جدها انطلق إلىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم بإبن له مجنون أو ابن أخت له فقال: يا رسول الله! ان معي ابنًا لي أو ابن أخت لي مجنون، أتيتك به لتدعو الله تعالىٰ له، قال: إئتني به! قال: فانطلقت به إليه وهو في الركاب فأطلقت عنه وألقيت عليه ثياب السفر وألبسته ثوبين حسنين وأخذت بيده حتى انتهيت به إلىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: أدنه مني واجعل ظهره مما يليني، فال: فأخذ بمجامع ثوبه من أعلاه وأسفله فجعل يضرب ظهره حتّى رأيت بياض ابطيه ويقول: أخرج عدو الله! فأقبل ينظر نظر الصحيح ليس ودعا له فلم يكن في الوقد أحد بعد دعوة رسول الله صلى الله عليه وسلم يفضل عليه. فقد روى ابن عساكر في الثاني من كتاب الأربعين الطوال حديث أسامة بن زيد قال حججنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم امرأة تحمل صبيًّا لها فسلمت علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يسير علىٰ راحلته ثم قالت: يا رسول الله! هٰذا ابني فلان والذي بعثك بالحق ما أبقى من خفق واحد من لدن أني ولدته إلىٰ ساعته هٰذه. حبس رسول الله صلى الله عليه وسلم الراحلة فوقف ثم اكسع إليها فبسط إليها يده وقال هاتيه فوضعته علىٰ يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم فضمه إليه فجعله بينه وبين واسطة الرحل ثم تفل في فيه وقال: اخرج يا عدو الله فإني رسول الله! ثم ناولها إياه فقال: خذيه فلن ترين منه شيئًا تكرهينه بعد هٰذا إن شاء الله. الحديث. وفي أوائل مسند أبي محمد الداري من حديث أبي الزبير عن جابر معناه وقال فيه: إخسأ عدو الله أنا رسول الله! (آكام المرجان ص:۱۱۳، ۱۱۴ الباب الثالث والخمسون طبع نور محمد).

گھر میں رات کے اندھیرے میں پیشاب بھی کرنے خود نہیں اُٹھتے، ماں باپ ساتھ جاکر کراتے ہیں۔ کیا یہ جن بھوت واقعی نقصان دے سکتے ہیں؟

جواب:... جن، آدمی کو نقصان پہنچاسکتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتے ہیں۔[1]

جنوں بھوتوں کا علاج عورتوں کو سامنے بٹھا کر کرنا

سوال:... اگر کوئی شخص جنوں بھوتوں کا علاج عورتوں کو بغیر پردے کے اپنے سامنے بٹھا کر کرے تو کیا یہ صحیح ہے یا پردے کا لحاظ رکھنا چاہئے؟

جواب:... پردے کا لحاظ رکھنا چاہئے۔[2]

جنات یا مختلف علوم کے ذریعے عملیات کرنے والوں کا شرعی حکم

سوال:... مختلف علوم یا جنات کے ذریعے آج کل عامل حضرات جو عملیات وغیرہ کرتے ہیں ایسے عامل اور ان کے معتقدین کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ راہِ اعتدال کیا ہے؟

جواب:... شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں، اور نہ ہی اس کی بنا پر اِلزام عائد کیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی شرعی حکم صادر کیا جاسکتا ہے۔[3] البتہ شریعت کے مطابق عملیات کے ذریعے رُوحانی علاج کی اجازت ہے۔

رُوحانی عملیات کی حقیقت اور اُس کی اجازت

سوال:... اکثر اخبارات اور رسالوں میں رُوحانی عمل بتایا جاتا ہے، جو صاحب یہ طریقہ لکھتے ہیں کہ اتنی دفعہ یہ پڑھ لیں، یہ

---

(۱) ثم إن استعاذته عن الخبث والخبائث مع أنه محفوظ عن أثرها إشارة إلٰى افتقار العبد إلٰى سبحانه فی کل حالة .... ومما یدل علٰی ذٰلک روایة: إن هٰذه الحشوش محتضرة، رواه أبوداوٗد والمراد منها مواضع النجاسة، وقصة سعد مشهورة فی ذٰلک حیث وجد میتًا فی المغتسل وسمعوا قائلًا یقول ولَا یریٰ: قتلنا سیّد الخزرج سعد بن عبادة، رمیناه بسهمین فلم نخط فؤاده۔ (معارف السنن ج:۱ ص:۷۸ بیان الخبث والخبائث طبع المکتبة البنوریة، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: آکام المرجان ص:۱۳۷ الباب السابع والستون قتل سعد بن عبادة)۔

(۲) "وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصٰرِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا، وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ، وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ....." (النور: ۳۱)، "یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ، ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ، وَکَانَ اللهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا" (الأحزاب: ۵۹)۔

(۳) "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا" (سورة الحجرات: ۱۲، تفسیر ابن کثیر ج:۵ ص:۲۵۴)۔ أیضًا (تلخیص الجواب) یجوز بل یستحب وقد یجب ان یذب عن المظلوم وأن ینصر فإن نصر المظلوم مأمور به بحسب الإمکان، وإذا برئ المصاب بالدعاء والذکر وأمر الجن ونهیهم وانتهارهم وسبهم ولعنهم ونحو ذٰلک من الکلام حصل المقصود، وإن کان ذٰلک یتضمن مرض طائفة من الجن أو موتهم فهم الظالمون لأنفسهم إذا کان الراقی الداعی المعالج لم یتعد علیهم۔ (آکام المرجان ص:۱۱۱ الباب الثالث والخمسون)۔

کرلیں اور وہ کرلیں، اس کی کیا حیثیت ہے؟ نیز کوئی عمل کرنے سے پہلے اجازت لینا ضروری ہے؟ اور اِجازت کس سے لی جائے؟

جواب:... رُوحانی عمل تو وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کی اصلاح وفلاح کے لئے بتایا ہے، آج کل ٹونے ٹوٹکوں کا نام لوگوں نے ''رُوحانی علاج'' رکھ لیا ہے۔

ایسے عمل کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں، البتہ کچھ تسبیحات پڑھنی ہوں تو اس کے بارے میں دریافت فرمائیں۔

''جن'' عورتوں کا انسان مردوں سے تعلق

سوال:... میرے گاؤں کے نزدیک ایک شخص رہتا ہے، جب وہ چھوٹا تھا تو اس پر دورے پڑتے تھے، یہاں تک کہ سارا جسم خون سے تر ہو جاتا تھا، ہوتے ہوتے جب وہ جوان ہوا تو دورے پڑنے بند ہوگئے، چند سالوں بعد اس شخص نے بتایا کہ اس کے پاس ایک مادہ جن آئی جو کہ انتہائی خوبصورت لڑکی تھی اور مجھے تعویذ دیا کہ اس تعویذ کو چاندی میں بند کرکے اپنے جسم کے ساتھ باندھ لو اور جب بھی میری ضرورت پڑے تو اس تعویذ کو ماچس جلاکر تپش دو، میں حاضر ہوجایا کروں گی۔ اب ہمارے گاؤں اور گردونواح میں جب کوئی بیمار ہوجاتا ہے یا کوئی اور مشکل پیش آتی ہے تو اس آدمی کو بلالاتے ہیں، وہ ماچس کی تیلی جلاکر اس تعویذ کو گرم کرلیتا ہے، چند منٹوں کے بعد حقہ طلب کرلیتا ہے اور اس کی آنکھیں بہت زیادہ سرخ ہوجاتی ہیں، پھر اس کی آواز عورت جیسی ہوجاتی ہے اور پوچھنے لگتی ہے کہ میرے معشوق کو کیوں تکلیف دی ہے؟ کیا تکلیف ہے تم کو؟ مولانا صاحب! آپ یقین نہیں کریں گے کہ بڑے بڑے اسپیشلسٹ ڈاکٹر جس مرض کی تشخیص نہیں کرسکتے یہ مادہ جن (بقول اس کے) چند منٹوں میں اس مرض کے بارے میں بتادیتی ہے کہ یہ فلاں مرض ہے اور اس کا علاج بھی بتادیتی ہے۔ اکثر لوگ شفایاب ہوتے ہیں۔ یہ شخص انتہائی سادہ انسان ہے اور اس کو ان دوائیوں کے بارے میں یقیناً کچھ علم نہیں ہے، جب وہ اس مخصوص وقت میں اپنی زبان سے (جو اس وقت عورت کی طرح بولتا ہے) کہہ دیتا ہے، بہت سے مرضوں کا علاج ہوجاتا ہے۔ مولانا صاحب! میں ایک تعلیم یافتہ آدمی ہوں اور ان توہمات پر یقین نہیں رکھتا، لیکن اپنی آنکھوں سے میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ برائے کرم قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں کہ مندرجہ بالا واقعات کس حد تک دُرست ہیں؟

جواب:... انسانوں پر جنات کے اثرات حق ہیں۔ قرآن وحدیث دونوں میں اس کا ذکر ہے،[(۱)] اور جن عورتوں کے

---

(۱) روی الإمام أحمد فی مسنده من حدیث أبی موسٰی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: فناء أُمّتی بالطعن والطاعون، قالوا: یا رسول الله! هٰذا الطعن قد عرفناه، فما الطاعون؟ قال: وجز إخوانکم من الجنّ وفی کل شهادة ورواه ابن ابی الدنیا فی کتاب الطواعین قال فیه وخز أعدائکم من الجن۔ (آکام المرجان ص:۱۱۶، الباب الخامس والخمسون)۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتابِ ھٰذا کا الباب السادس والخمسون، الباب السابع والخمسون، الباب الثامن والخمسون۔ أیضًا قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن للشیطان لمة بابن آدم وللملک لمة فأما لمة الشیطان فإیعاد بالشر وتکذیب بالحق، وأما لمة الملک فإیعاد بالخیر وتصدیق بالحق، فمن وجد ذٰلک فلیعلم أنه من الله تعالٰی فیحمد الله تعالٰی، ومن وجد الأخرىٰ فلیتعوذ بالله من الشیطان ثم قرأ: الشیطان یعدکم الفقر ویأمرکم بالفحشاء۔ (آکام المرجان ص:۱۷۹، الباب الرابع بعد المأة)۔

انسان مردوں پر عاشق ہونے کے بھی بہت سے واقعات کتابوں میں لکھے ہیں، اس لئے آپ نے جو کہانی لکھی ہے وہ ذرا بھی لائقِ تعجب نہیں۔ (۱)

کیا عام اِنسانوں کی جنوں سے دوستی ہوسکتی ہے؟

سوال:... کیا انبیاء علیہم السلام کے علاوہ عام اِنسانوں کی جنوں سے دوستی ہوسکتی ہے؟

جواب:... جو جنات مسلمان ہیں اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اِیمان رکھتے ہیں، ان کی دوستی و محبت تو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور دُوسرے مقبولانِ اِلٰہی سے ہوسکتی ہے، لیکن جو جنات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اِیمان نہیں رکھتے، ان کی دوستی شیاطین کے ساتھ یا بُرے لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے، اہلِ اِیمان کے ساتھ نہیں ہوتی۔ (۲)

اِبلیس کی حقیقت کیا ہے؟

سوال:... سب سے پہلا سوال عرض ہے کہ اِبلیس فرشتوں میں سے ہے یا جنات کی نسل سے؟ کیونکہ ہمارے ہاں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اِبلیس، اللہ کے مقرّب فرشتوں میں سے تھا، مگر حکم عدولی کی وجہ سے اللہ نے اسے اپنی بارگاہ سے نکال دیا، جبکہ جہاں تک میرا خیال ہے اِبلیس جنات میں سے ہے اور عبادت کی وجہ سے فرشتوں کے برابر کھڑا ہوگیا، مگر حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے دھتکار دیا گیا۔

جواب:... قرآن مجید میں ہے کہ: "کَانَ مِنَ الْجِنِّ" (۳) یعنی شیطان جنات میں سے تھا، مگر کثرتِ عبادت کی وجہ سے

---

(۱) حدثنا القاضی جلال الدین احمد بن القاضی حسام الدین الرازی الحنفی تغمده الله برحمته قال: سفرنی والدی لِاحضار أهله من الشرق، فلما جزت البیره الجأنا المطر إلٰی أن نمنا فی مغارة وکنت فی جماعة فبینا أنا نائم إذا أنا بشیء یوقظنی فانتبهت فإذا بامرأة وسط من النساء لها عین واحد مشقوقة بالطول فارتعت، فقالت: ما علیک من بأس، إنما أتیتک لتتزوج ابنة لی کالقمر، فقلت لخوفی منها علٰی خیرة الله تعالٰی ثم نظرت فإذا برجال قد أقبلوا فنظرتهم فإذا هم کهیئة المرأة التی أتتنی عیونهم کلها مشقوقة بالطول فی هیئة قاض وشهود فخطب القاضی وعقد فقبلت ثم نهضوا وعادت المرأة ومعها جاریة حسناء إلّا أن عینها مثل عین أُمّها وترکتها عندی وانصرفت فزاد خوفی واستیحاشی وبقیت أرمی من کان عندی بالحجارة حتّٰی یستیقظوا فما انتبه منهم أحد فأقبلت علی الدعاء والتضرع ثم آن الرحیل فرحلنا وتلک الشابة لَا تفارقنی فدمت علٰی هٰذا ثلاثة أیام فلما کان الیوم الرابع أتتنی المرأة وقالت: کأن هٰذه الشابة ما أعجبتک وکأنک تحب فراقها، فقلت: إی والله! قالت: فطلّقها! فطلقتها فانصرفت ثم لم أرهما بعد. (آکام المرجان ص:۷۰، الباب الموفی ثلاثین). نیز تفصیل دیکھئے: آکام المرجان فی أحکام الجانّ، الباب الموفی ثلاثین فی بیان مناکحه الجنّ، ص:۶۶ تا ۷۴۔

(۲) "وَأَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِکَ" أی منا المؤمنون ومنا الکافر .... وأنا منا المسلمون ومنا القاسطون أی منا المسلم ومنا القاسط، وهو الجائر عن الحق الناکب عنه. (تفسیر ابن کثیر ج:۶ ص:۳۲۲، ۳۲۳، سورة الجن). وایضاً تفصیل کے لئے: آکام المرجان ص:۵۴، ۵۵ الباب الحادی والعشرون، الباب الثانی والعشرون، الثالث والعشرون دیکھیں۔

(۳) "کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهٖ" (الکهف:۵۰)۔

فرشتوں میں شمار کیا جاتا تھا کہ تکبر کی وجہ سے مردود ہوا۔[1]

اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی صرف شیطان نے کی تھی، اس کی اولاد نے اس کی پیروی کی

سوال:... حضرت! جیسا کہ ہم نے پڑھا ہے کہ شیطان اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کرنے کی وجہ سے راندہ درگاہ ہوا۔ میرا سوال یہ ہے کہ یہ حکم عدولی شیطان مردود نے تن تنہا کی تھی، یا اس کے ساتھ اس نافرمانی میں کوئی دُوسرا یا کوئی جماعت بھی شامل تھی، جن کا یہ سردار تھا، اگر شیطان نے تن تنہا یہ حکم عدولی کی تھی، تو پھر اس کی ذُرّیت سے کیا مراد ہے؟ اور قرآن میں "شیاطین" کا لفظ کن کے لئے استعمال ہوا ہے؟ اگر شیطان کی اولاد ہے تو کیا وہ بھی شیطان کی وجہ سے پیدائشی راندۂ درگاہ ہیں یا شیطان کی پیروی کی وجہ سے راندۂ درگاہ ہیں؟

جواب:... شیطان ابوالجنات ہے،[2] حکم عدولی تو اس نے کی تھی، اس کی اولاد نے اس کی پیروی کی۔ اور یہ پیروی اختیار اور تمرّد سے کی،[3] جنات میں مؤمن بھی ہیں مگر کم۔[4] کافر جنات کو "شیاطین" کہتے ہیں، اور کبھی یہ لفظ "متمرّد" اور سرکش انسانوں کے لئے بولا جاتا ہے، واللہ اعلم!

کیا اِبلیس کی اولاد ہے؟

سوال:... کیا اِبلیس کی اولاد ہے؟ اگر اکیلا ہے تو وہ اتنی بڑی مخلوق کو ایک ہی وقت میں گمراہ کیسے کر لیتا ہے؟ اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں۔

جواب:... قرآن مجید میں ہے کہ اس کی آل واولاد بھی ہے اور اس کے اَعوان واَنصار بھی کثیر تعداد میں ہیں۔[5] چنانچہ ایک

---

(۱) "أَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ". (البقرة: ۳۴). وأيضًا: فسجدوا إلّا إبليس هو أبو الجنّ كان بين الملائكة ...الخ. (جلالين ص:۸ سورة البقرة). أيضًا: ولمن زعم أنه لم يكن من الملائكة أن يقول إنه كان جنّيًا نشأ بين أظهر الملائكة وكان مغمورًا بالألوف منهم فغلبوا عليه، (قوله وكان مغمورًا) أى مكثورًا ومغلوبًا بالألوف من الملائكة فغلبوا عليه فتناول أمر الملائكة إياه، وصح استثناؤه منهم أى من ضمير فسجدوا استثناء متصلًا لأنه تعالٰى لما غلبهم عليه فسمّى الجميع ملائكة لكونه مغلوبًا ومستورًا بهم كان داخلًا فيهم بالتغلب فدخل تحت أمرهم. (تفسير البيضاوى مع حاشية شيخ زاده ج:۱ ص:۵۳۱، ۵۳۳ سورة البقرة آيت:۳۴ طبع قديمى).

(۲) وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ..... فسجدوا إلّا إبليس، هو أبو الجنّ كان بين الملائكة ...الخ. (جلالين ص:۸ سورة البقرة).

(۳) (فسجدوا إلّا إبليس أبٰى واستكبر) امتنع عما أمر به استكبارًا من ان يتخذه وضلة فى عبادة ربه ...إلخ. (قوله إمتنع عما أمر به) أى باختياره من غير ان يكون له عذر فيه لما صرح به من أن الإباء امتناع باختياره فيكون أخص مطلقًا من الإمتناع. (تفسير بيضاوى مع حاشية شيخ زاده ج:۱ ص:۵۲۹ سورة البقرة آيت:۳۴).

(۴) "وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقَاسِطُوْنَ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا". (الجن:۱۴).

(۵) "أَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ .... الخ" (الكهف:۵۰).

روایت میں ہے کہ شیطان پانی کی سطح پر اپنا تخت بچھاتا ہے اور اپنے ماتحتوں کو روزانہ کی ہدایات دیتا ہے اور پھر روزانہ کی کارگزاری بھی سنتا ہے۔ (۱)

ہمزاد کی حقیقت کیا ہے؟

سوال:… ہمزاد کی شرعی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہ واقعی اپنا وجود رکھتا ہے؟

جواب:… حدیث میں ہے کہ: ''ہر آدمی کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان مقرّر ہے۔ فرشتہ اس کو خیر کا مشورہ دیتا ہے اور شیطان شر کا حکم کرتا ہے۔'' (۲) ممکن ہے اسی شیطان کو ''ہمزاد'' کہہ دیا جاتا ہو، ورنہ اس کے علاوہ ہمزاد کا کوئی شرعی ثبوت نہیں۔

تسخیرِ ہمزاد، تسخیرِ جنات، موٴکل حاضر کرنا

سوال:… کیا انسانیت کی بھلائی کے لئے تسخیرِ ہمزاد، تسخیرِ جنات یا قرآنی سورة کے اعمال جن میں موٴکل حاضر ہوتا ہے، جائز ہیں؟

جواب:… میں تو ہمزاد کی تسخیر کو جائز نہیں سمجھتا، جو شخص اس مشغلے میں لگ جائے وہ نہ دُنیا کا رہتا ہے، نہ دِین کا، اِلَّا ماشاء اللہ۔

شیاطین کے ذریعے چیزیں منگوانے اور اَرواح سے باتیں کروانے والا گمراہ ہے

سوال:… ہمارے رشتہ داروں میں ایک لڑکا ایسا آتا ہے، جس کی عمر تقریباً ۲۴، ۲۵ سال ہے، جس کا دعویٰ ہے کہ اس کے پاس جن قابو ہیں۔ اس کا مظاہرہ وہ اکثر ہمارے سامنے بھی کرچکا ہے، یعنی غیب سے چیزیں، پھل، دوائیاں، کپڑا، غرض کہ بہت سے کمالات وہ کرکے دِکھاتا ہے۔ وہ لڑکا آٹھ جماعتیں بھی پاس نہیں ہے، نہ اسے قرآنِ پاک ہی پڑھنا آتا ہے، فلمیں وہ دیکھتا ہے، نمازیں شاید پوری پڑھتا ہو، تعویذ، دَم دُرود وہ کرتا ہے، ہمارے سارے خاندان والے اس کی باتیں پتھر پر لکیر سمجھتے ہیں، حالانکہ عام زندگی میں وہ اتنا عقل مند بھی نہیں ہے۔ مولانا صاحب! آپ سے دراصل یہ پوچھنا ہے کہ کیا یہ سب باتیں سچ ہیں؟ کیا عام انسان یہ سب کچھ کرسکتا ہے؟ کیا واقعی اس کے پاس کوئی جن قابو ہے یا یہ سب فراڈ ہے؟ مجھے تو یہ سب فراڈ ہی معلوم ہوتا ہے، کیا اس کی باتوں پر یقین کرنے سے ہمارے ایمان پر تو کوئی اثر نہیں ہوگا؟ خط لکھنے کا ایک اور مقصد یہ بھی ہے کہ اُسی پیر نما لڑکے نے اب رُوحوں کو حاضر کرنا شروع کردیا ہے، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت نظام الدین اولیاءؒ، حضرت اِمام حسنؓ، حسینؓ، غرض کہ وہ ہر ایک کی رُوح کو حاضر کرتا

---

(۱) عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان إبليس يضع عرشه على الماء ثم يبعث سراياه يفتنون الناس، فأدناهم منه منزلة أعظمهم فتنة، يجيء أحدهم فيقول: فعلت كذا وكذا، فيقول: ما صنعت شيئًا! قال ثم يجيء أحدهم فيقول: ما تركته حتّٰى فرقت بينه وبين امرأته، قال: فيدنيه منه ويقول: نعيم أنت! قال الأعمش: أراه قال فيلتزمه. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۱۸، كتاب الإيمان، باب في الوسوسة).

(۲) عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما منكم من أحد إلّا وقد وكل به قرينه من الجنّ وقرينه من الملائكة ...الخ. (مشكوٰة، باب في الوسوسة ص:۱۸).

ہے اور ان سے باتیں کرواتا ہے۔ کہاں وہ بلند پایہ ہستیاں، بزرگانِ دِین، اور کہاں یہ دُنیادار اِنسان! میرے دِل کو یہ بات نہیں لگتی، اس کا طریقۂ کار یہ ہے کہ وہ ایک چادر لپیٹ کر چارپائی پر بیٹھ جاتا ہے، تھوڑی دیر بعد پتا چلتا ہے کہ رُوح حاضر ہوگئی اور پھر سب اس سے باتیں کرتے ہیں۔ ایک ہفتہ قبل میرے خالو جان کا انتقال ہوا، تو تیسرے روز اس نے ان کی رُوح سے باتیں کروائیں۔ مولانا صاحب! عجیب شش و پنج کی کیفیت ہے، آپ ہی میری رہنمائی فرمائیے کہ آیا یہ باتیں دُرست ہیں اور کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ اور کیا ان باتوں پر یقین کرنے سے ہم دِین سے تو خارج نہیں ہوجائیں گے؟ اگر آپ نے میری رہنمائی فرمائی تو شاید بہت سے ضعیف الاعتقاد لوگوں کا بھلا ہوسکے۔ فی الحال مجھے اس کی باتوں کا یقین نہیں آتا، آپ کے جواب کے بعد ہی کوئی فیصلہ ممکن ہے۔

جواب:...اس لڑکے کے جو حالات آپ نے تحریر فرمائے ہیں، یہ نہایت افسوس ناک ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ جنوں سے اس کا تعلق اور رابطہ ہو، مگر جنات اس کے قابو میں نہیں، بلکہ وہ خود شیاطین کے ہتھے چڑھا ہوا ہے۔ شیطان نے اس کو کوئی ایسا جادو کا عمل بتایا ہے جس کے ذریعے شیطان اس کے پاس حاضر ہوجاتے ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اسی طرح گمراہ کرتا ہے۔ غائب کی جو چیزیں وہ منگواتا ہے، وہ شیاطین لوگوں کی چوری کرکے لاتے ہیں، ایسی چیزوں کا کھانا حرام ہے۔[1] اور جن اَرواح کو وہ حاضر کرتا ہے وہ بھی شیاطین ہی ہیں، جو ان اَرواح کے نام سے بولتے ہیں۔ یہ مضمون احادیث شریفہ میں صاف صاف آیا ہے۔[2] عوام، حقیقتِ حال سے بے خبر بھی ہوتے ہیں اور ضعیف الاعتقاد اور توہم پرست بھی، وہ ایسے پاجیوں کو بزرگ اور ولی سمجھ لیتے ہیں، اور ان شعبدوں کو ولایت اور اولیائی تصوّر کرتے ہیں، حالانکہ یہ سارا شیطانی کھیل ہوتا ہے۔ جس شخص کے اعمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و شریعت کی میزان پر پورے نہ اُترتے ہوں، وہ گمراہ ہے، خواہ ہوا میں اُڑتا، پانی پر تیرتا اور آگ میں کود کر دِکھاتا ہو، ایسے شخص کی باتوں پر اعتقاد رکھنا گناہ ہے اور اس سے کفر کا اندیشہ ہے۔[3]

---

(۱) ...... ویکتبون غیر ذٰلک مما یرضاہ الشیطان أو یتکلمون بذٰلک ...... وأما أن یأتیه بمال من أموال بعض الناس کما تسرقه الشیاطین من أموال الخائنین ...الخ۔ (آکام المرجان ص:۱۰۰، الباب الثامن والأربعون)۔

(۲) عن أبی أمامة الباھلی رضی الله عنه قال: خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فکان أکثر خطبته حدیثا حدّثناه عن الدّجّال وحذّرناه فکان من قوله أن قال .... وإن من فتنته أن یقول لأعرابی: أرأیت إن بعثت لک أباک وأمّک أتشھد أنّی ربّک؟ فیقول: نعم! فیتمثّل له شیطانان فی صورة أبیه وأمّه فیقولان: یا بُنیّ اتّبعه فإنه ربّک۔ (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۴۲ تا ۱۴۵ طبع دار العلوم کراچی)۔ وما یحصل لبعضھم عند سماع الأنغام المطربة من الھذیان والتکلم ببعض اللغات المخالفة للسانه المعروف منه فذالک شیطان یتکلم علٰی لسانه، کما یتکلم علٰی لسان المصروع وذٰلک کله من الأحوال الشیطانیة ...الخ۔ (شرح العقیدة الطحاویة ص:۵۷۶) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: آکام المرجان ص:۱۰۳، ۱۰۴ الباب الثامن والأربعون۔

(۳) وتصدیق الکاھن بما یخبرہ عن الغیب کفر .... فمنھم من کان یزعم ان له رئیا من الجن، وتابعة یلقی الیه الأخبار، ومنھم من کان یزعم انه یستدرک الأمور بفھم اعطیه، والمنجم اذا ادعی العلم بالحوادث الآتیة فھو مثل الکاھن .... الخ۔ (شرح عقائد النسفیه ص:۱۷۰)۔ أیضًا: وفی روایة من أحدث فی أمرنا ھٰذا ما لیس منه فھو ردٌّ، فلا طریقه إلّا طریقة الرسول صلی الله علیه وسلم، ولَا حقیقة إلّا حقیقته، ولَا شریعة إلّا شریعته .... ومن لم یکن له مصدقًا فیما أخبر، ملتزمًا لطاعته فیما أمر فی الأمور الباطنة التی فی القلوب، والأعمال الظاھرة التی علی الأبدان، لم یکن مؤمنًا فضلًا عن أن یکون ولیًا للهِ تعالٰی، ولو طار فی الھواء، ومشی علی الماء، وأنفق من الغیب، وأخرج الذھب من الخشب۔ (شرح العقیدة الطحاویة ص:۵۷۲ طبع المکتبة السلفیة لاھور)۔

چکردار ہوا کے بگولے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

سوال:... یہ جو چکردار ہوا کا بگولا ہوتا ہے، جسے ہوا جھولنا کہتے ہیں، اس کے بارے میں یہاں کے لوگ مختلف نظریات رکھتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ یہ جنات ہوتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ یہ پریوں کا غول گزرتا ہے، کوئی اَصحاب کی سواری کہتا ہے، قدیم درخت یا عمارت جو کہ جنات کے اثرات سے مشہور ہو، یہ ہوا چکر کاٹتی ہوئی اکثر وہیں سے گزرتی ہے، بعض دفعہ بڑی بڑی چیزیں بھی یہ ہوا کا بگولا اُٹھا کرلے اُڑتا ہے۔ ایک دفعہ ایک لڑکے نے اس ہوا کے چکر میں اپنا جوتا پھینکا اور مشہور بات تھی کہ یہ جو اس ہوا میں جوتا پھینک دے، جوتا سکوں سے بھرا ملے گا۔ مگر وہ لڑکا شہر سے دو میل دُور بیہوشی کی حالت میں پڑا ہوا ملا، نہ جانے اسے ہوا اُٹھا کرلے گئی یا اور کسی طرح وہاں پہنچا؟ براہِ کرم اس ہوا کے بارے میں ضرور بہ ضرور آگاہی فرما کر یہاں کے لوگوں کے غلط نظریات سے چھٹکارے کی راہ نکالیں۔

جواب:... شریعت نے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا، ممکن ہے کہ اس میں جنات ہوتے ہوں، اور اس لڑکے کو بھی جنات ہی اُٹھا کرلے گئے ہوں۔

رُسومات

توہمات کی حقیقت

سوال:... جہالت کی وجہ سے برِصغیر میں بعض مسلمان گھرانوں کے لوگ مندرجہ ذیل عقیدوں پر یقین رکھتے ہیں، مثلاً: گائے کا اپنی سینگ پر دُنیا کو اُٹھانا، پہلے بچے کی پیدائش سے پہلے کوئی کپڑا نہیں سیا جائے، بچے کے کپڑے کسی کو نہ دیئے جائیں، کیونکہ بانجھ عورتیں جادُو کر کے بچے کو نقصان پہنچاسکتی ہیں، بچے کو بارہ بجے کے وقت پالنے یا جھولے میں نہ لٹایا جائے، کیونکہ بھوت پریت کا سایہ ہوجاتا ہے، بچے کو زوال کے وقت دُودھ نہ پلایا جائے اور اگر بچے کو کوئی پیچیدہ بیماری ہوجائے تو اس کو بھی بھوت پریت کا سایہ کہہ کر جھاڑ پھونک اور جادُو ٹونا کرتی ہیں، اور دُوسرے مسائل وغیرہ۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اسلام میں ان باتوں کا کوئی وجود ہے؟ کیا یہ ایمان کی کمزوری کی باتیں نہیں ہیں؟ اگر ہمارا ایمان پختہ ہو تو ان توہمات سے چھٹکارا حاصل کرنا کوئی مشکل نہیں۔ شاید آپ کے جواب سے لاکھوں گھروں کی جہالت دُور ہوجائے اور لوگ فضول توہمات پر یقین رکھنے کی بجائے اپنا ایمان پختہ کریں۔

جواب:... آپ نے جو باتیں لکھی ہیں، وہ واقعۃً توہم پرستی کے ذیل میں آتی ہیں۔ جنات کا سایہ ہونا ممکن ہے اور بعض کو ہوتا بھی ہے، لیکن بات بات پر سائے کا بھوت سوار کرلینا غلط ہے۔ [1]

بچوں کو کالے رنگ کا ڈورا باندھنا یا کاجل کا ٹکا لگانا

سوال:... لوگ عموماً چھوٹے بچوں کو نظرِ بد سے بچانے کے لئے کالے رنگ کا ڈورا یا پھر کالا کاجل کا ٹکا نما لگادیتے ہیں، کیا یہ عمل شرعی لحاظ سے دُرست ہے؟

جواب:... اگر اِعتقاد کی خرابی نہ ہو تو جائز ہے، مقصد یہ ہوتا ہے کہ بدنما کردیا جائے تاکہ نظر نہ لگے۔ [2]

---

(۱) وأما الجنّ والشياطين فيخالطون بعض الأناسي ويعاونونهم على السحر والطلسمات والنيرنجات وما يشاكل ذٰلک۔ (شرح المقاصد ج:۲ ص:۵۵، طبع دار المعارف النعمانية، لاهور)۔ والعين حق وحقيقتها تأثير المام نفسى العائن وصدمة تحمل من المامها بالمعين وكذا نظرة الجنّ۔ (حجة الله البالغة ج:۲ ص:۱۹۴، طبع مصر)۔

(۲) وكل حديث فيه نهى عن الرقى والتمائم والتولة فمحمول على ما فيه شرک أو انهماک فى التسبب بحيث يغفل عن البارى جل شأنهٗ۔ (حجة الله البالغة ج:۲ ص:۱۹۴، طبع مصر)۔

سورج گرہن اور حاملہ عورت

سوال:... ہمارے معاشرے میں یہ بات بہت مشہور ہے اور اکثر لوگ اسے صحیح سمجھتے ہیں کہ جب چاند کو گرہن لگتا ہے یا سورج کو گرہن لگتا ہے تو حاملہ عورت یا اس کا خاوند (اس دن یا رات کو جب سورج یا چاند کو گرہن لگتا ہے) آرام کے سوا کوئی کام بھی نہ کریں، مثلاً: اگر خاوند دن کو لکڑیاں کاٹے یا رات کو وہ اُلٹا سو جائے تو جب بچہ پیدا ہوگا تو اس کے جسم کا کوئی نہ کوئی حصہ کٹا ہوا ہوگا یا وہ لنگڑا ہوگا یا اس کا ہاتھ نہیں ہوگا، وغیرہ۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرمائیں اور یہ بھی بتائیں کہ اس دن یا رات کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... حدیث میں اس موقع پر صدقہ و خیرات، توبہ و اِستغفار، نماز اور دُعا کا حکم ہے، دُوسری باتوں کا ذکر نہیں، اس لئے ان کو شرعی چیز سمجھ کر نہ کیا جائے۔ (۱)

سورج اور چاند گرہن کے وقت حاملہ جانوروں کے گلے سے رسیاں نکالنا

سوال:... چاند اور سورج گرہن کی کتاب و سنت کی نظر میں کیا حقیقت ہے؟ قرآن اور سنت کی روشنی میں بتائیں کہ یہ دُرست ہے یا کہ غلط کہ جب سورج یا چاند کو گرہن لگتا ہے تو حاملہ گائے، بھینس، بکری اور دیگر جانوروں کے گلے سے رسّے یا سنگل کھول دینے چاہئیں یا یہ صرف توہمات ہی ہیں؟

جواب:... چاند گرہن اور سورج گرہن کو حدیث میں قدرتِ خداوندی کے ایسے نشان فرمایا گیا ہے، جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرانا چاہتے ہیں، اور اس موقع پر نماز، صدقہ خیرات اور توبہ و اِستغفار کا حکم دیا گیا ہے۔ باقی سوال میں جس رسم کا تذکرہ ہے، اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔

ہمارے خیال میں یہ توہم پرستی ہے جو ہندو معاشرے سے ہمارے یہاں منتقل ہوئی ہے، واللہ اعلم! (۲)

عیدی مانگنے کی شرعی حیثیت

سوال:... عید کے دنوں میں جس کو دیکھو عیدی لینے پر تلا ہوا ہوتا ہے، خیر بچوں کا تو کیا کہنا، گوشت والے کو دیکھو، سبزی

---

(۱) عن عائشة رضی الله عنها أنها قالت: خسفت الشمس فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلی رسول الله صلی الله علیه وسلم بالناس .... ثم قال: ان الشمس والقمر آیتان من آیات الله، لَا یخسفان لموت أحد ولَا لحیاته، فاذا رأیتم ذٰلک فادعو الله وکبّروا وصلّوا وتصدقوا۔ (بخاری ج:۱ ص:۱۴۲، باب الصدقة فی الکسوف)۔

(۲) عن أبی موسٰی رضی الله عنه قال: خسفت الشمس فقام النبی صلی الله علیه وسلم فزعًا یخشٰی أن تکون الساعة، فأتی المسجد فصلّی بأطول قیام ورکوع وسجود رأیته قط یفعله وقال: هٰذه الآیات التی یرسل الله عزّ وجلّ، لَا تکون لموت أحد ولَا لحیاته، ولٰکن یخوّف الله بها عباده، فاذا رأیتم شیئًا من ذٰلک فافزعوا الٰی ذکر الله ودعائه واستغفاره۔ (بخاری ج:۱ ص:۱۴۵، باب الذکر فی الکسوف، طبع نور محمد کراچی)۔

والے کو دیکھو۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس طرح جو عیدی لوگ لیتے ہیں، وہ حرام ہے یا اس کی کوئی شرعی حیثیت بھی ہے؟

جواب:... عیدی مانگنا تو جائز نہیں،[1] البتہ خوشی سے بچوں کو، ماتحتوں کو، ملازموں کو ہدیہ دے دیا جائے تو بہت اچھا ہے، مگر اس کو لازم اور ضروری نہ سمجھا جائے، نہ اس کو سنت تصوّر کیا جائے۔

سالگرہ کی رسم انگریزوں کی ایجاد ہے

سوال:... بڑے گھرانوں اور عموماً متوسط گھرانوں میں بھی بچوں کی سالگرہ منائی جاتی ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ جائز ہے؟ رشتہ داروں اور دوست اَحباب کو مدعو کرلیا جاتا ہے جو اپنے ساتھ بچے کے لئے تحفے تحائف لے کر آتے ہیں، خواتین و حضرات بلاتمیز محرَم و غیرمحرَم کے ایک ہی ہال میں کرسیوں پر براجمان ہوجاتے ہیں، یا ایک بڑی میز کے گرد کھڑے ہوجاتے ہیں، بچہ ایک بڑا سا کیک کاٹتا ہے اور پھر تالیوں کی گونج میں ''سالگرہ مبارک ہو'' کی آوازیں آتی ہیں، اور جناب تحفے تحائف کے ساتھ ساتھ پُرتکلف چائے اور دیگر لوازمات کا دور چلتا ہے۔

جواب:... سالگرہ منانے کی رسم انگریزوں کی جاری کی ہوئی ہے، اور جو صورت آپ نے لکھی ہے، وہ بہت سے ناجائز اُمور کا مجموعہ ہے۔

سالگرہ کی رسم میں شرکت کرنا

سوال:... ایک شخص خود سالگرہ نہیں مناتا، لیکن اس کا کوئی بہت ہی قریبی عزیز اسے سالگرہ میں شرکت کی دعوت دیتا ہے، کیا اسے شرکت کرنی چاہئے؟ کیونکہ اسلام یوں تو دُوسروں کی خوشیوں میں شرکت اور دعوتوں میں جانے کو ترجیح دیتا ہے۔ میں ڈی ایم سی کی طالبہ ہوں، کالج میں جس لڑکی کی سالگرہ ہوتی ہے وہ کالج ہی میں ٹریٹ (دعوت) دیتی ہے، کیا ٹریٹ میں شرکت کرنی چاہئے؟

جواب:... فضول چیزوں میں شرکت بھی فضول ہے۔

سوال:... اگر شرکت نہ کریں اور وہ خود جس کی سالگرہ ہو آکر ہمیں کیک اور دُوسری اشیاء دے تو کھالینی چاہئے یا انکار کردینا چاہئے؟

جواب:... اگر اس فضول رسم میں شرکت مطلوب ہو تو کھالیا جائے، ورنہ انکار کردیا جائے۔

سوال:... اگر سالگرہ میں جانا مناسب نہیں ہے تو صرف سالگرہ کا تحفہ اس دعوت کے بعد یا پہلے دے دینا کیسا ہے؟ کیونکہ لوگ پھر یہ کہیں گے کہ تحفہ نہ دینا پڑے اس لئے نہ آئے، حالانکہ اسلام تو خود اِجازت دیتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے کہ ایک دُوسرے کو تحائف دیا کرو، اس سے محبت بڑھتی ہے۔

---

(۱) عن أبی حرة الرقاشی عن عمهٖ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ألَا لَا تظلموا! ألَا لَا یحل مال امرئٍ الّا بطیب نفس منه۔ رواه البیهقی۔ (مشکوٰة ص:۲۵۵، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، طبع قدیمی)۔

جواب:...تحفہ دینا اچھی بات ہے، لیکن سالگرہ کی بنا پر دینا بدعت ہے۔

سوال:...ہم خود سالگرہ نہ منائیں، لیکن کوئی دُوسرا ہمیں کارڈ یا تحفہ دے (سالگرہ کا) تو اسے قبول کرنا چاہئے یا انکار کردینا چاہئے؟ حالانکہ انکار کرنا کچھ عجیب سا لگے گا۔

جواب:...اُوپر لکھ چکا ہوں، انکار کرنا عجیب اس لئے لگتا ہے کہ دِل و دِماغ میں انگریزیت رَچ بس گئی ہے، اسلام اور اسلامی تمدّن نکل چکا ہے۔

سوال:...کالج میں عموماً سالگرہ کی مبارک باد دینے کے لئے سالگرہ کے کارڈز دیئے جاتے ہیں، کیا وہ دینا دُرست ہے؟ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ دُرست ہے، کیونکہ یہ ایک دُوسرے کی خوشیوں میں شرکت کا اظہار ہے۔

جواب:...یہ بھی اسی فضول رسم کی شاخ ہے، جب سالگرہ کی خوشی بے معنی ہے، تو اس میں شرکت بھی بے معنی ہے۔

مکان کی بنیاد میں خون ڈالنا

سوال:...میں نے ایک عدد پلاٹ خریدا ہے اور میں اس کو بنوانا چاہتا ہوں، میں نے اس کی بنیاد رکھنے کا ارادہ کیا تو ہمارے بہت سے رشتہ دار کہنے لگے کہ: ''اس کی بنیادوں میں بکرے کو کاٹ کر اس کا خون ڈالنا اور گوشت غریبوں میں تقسیم کردینا اچھا ہے'' اور بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ: ''بنیادوں میں تھوڑا سا سونا یا چاندی ڈالو، ورنہ آئے دن بیمار رہوگے'' میں نے جہاں پلاٹ لیا ہے وہاں بہت سے مکان بنے ہیں اور زیادہ تر لوگوں نے بکرے وغیرہ کا خون بنیادوں میں ڈالا ہے، میں نے اس سلسلے میں اپنے اُستاد سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ: ''میاں! خون اور سونا یا چاندی بنیادوں میں ڈالنا سب ہندوانی رسمیں ہیں۔'' اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:...آپ کے اُستاد صاحب نے صحیح فرمایا ہے، مکان کی بنیاد پر بکرے کا خون یا سونا چاندی ڈالنے کی کوئی شرعی اصل نہیں۔[1]

نئے عیسوی سال کی آمد پر خوشی

سوال:...کیا نئے عیسوی سال کی آمد پر خوشی منانا جائز ہے؟

جواب:...عیسائیوں کی رسم ہے، اور مسلمان جہالت کی وجہ سے مناتے ہیں۔

---

(۱) سوال:...آج کل کوئی شخص مکان تعمیر کرتا ہے تو اس کی بنیادوں میں بکرا ذبح کرکے اس کا خون ڈالتا ہے، اور گوشت اپنے احباب اور فقراء میں تقسیم کرتا ہے، کیا شرعی لحاظ سے اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ جواب:...اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں، یہ ہندوؤں اور بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔ دیکھیں: ''احسن الفتاویٰ'' ج:۸ ص:۲۲۸، ایضاً: خیر الفتاویٰ ج:۱ ص:۸۲، طبع ملتان۔

''اپریل فول'' کا شرعی حکم

سوال:...آپ سے ایک اہم مسئلے کی بابت دریافت کرنا ہے، مسلمانوں کے لئے نصاریٰ کی پیروی اپریل فول منانا یعنی لوگوں کو جھوٹ بول کر فریب دینا یا ہنسنا ہنسانا جائز ہے کہ نہیں؟ جبکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''**ویل للذی یحدث فیکذب یضحک به القوم ویل له! ویل له!**'' (ابوداؤد ج:۲ ص:۳۳۳)۔ ''یعنی ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو اس مقصد کے لئے جھوٹی بات کرے کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ہنسائے، اس کے لئے ہلاکت ہے! اس کے لئے ہلاکت ہے!'' نیز ارشاد ہے: ''**لا یؤمن العبد الإیمان کله حتّٰی یترک الکذب فی مزاحه ویترک المراء وان کان صادقًا۔**'' (کنزالعمال حدیث نمبر:۸۲۲۹)۔ یعنی ''بندہ اس وقت تک پورا ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک مزاح میں بھی غلط بیانی نہ چھوڑ دے اور سچا ہونے کے باوجود جھگڑا نہ چھوڑ دے۔'' گزشتہ سال ''اپریل فول'' کے طور پر فائر بریگیڈ کو ٹیلی فون کئے گئے کہ فلاں فلاں جگہ آگ لگ گئی ہے، جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو کچھ بھی نہیں تھا، معلوم ہوا کہ یہ محض مذاق تھا، اس کا نتیجہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یکم اپریل کو واقعتاً کوئی حادثہ ہوجائے اور خبر سننے والا اس کو مذاق سمجھ کر اس کی طرف توجہ نہ دے۔

جواب:...جناب نے ایک اہم ترین مسئلے کی طرف توجہ دِلائی ہے، جس میں آج کل بہت لوگ مبتلا ہیں۔ ''اپریل فول'' کی رسم مغرب سے ہمارے یہاں آئی ہے اور یہ بہت سے کبیرہ گناہوں کا مجموعہ ہے۔

اوّل:...اس دن صریح جھوٹ بولنے کو لوگ جائز سمجھتے ہیں، جھوٹ کو اگر گناہ سمجھ کر بولا جائے تو گناہِ کبیرہ ہے اور اگر اس کو حلال اور جائز سمجھ کر بولا جائے تو اندیشۂ کفر ہے۔[1] جھوٹ کی بُرائی اور مذمت کے لئے یہی کافی ہے کہ قرآنِ کریم نے ''لَعْنَتَ اللهِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ'' (آل عمران:۶۱) فرمایا ہے، گویا جو لوگ ''اپریل فول'' مناتے ہیں وہ قرآن میں ملعون ٹھہرائے گئے ہیں، اور ان پر خدا تعالیٰ کی، رسولوں کی، فرشتوں کی، انسانوں کی اور ساری مخلوق کی لعنت ہے۔

دوم:...اس میں خیانت کا بھی گناہ ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

> ''کَبُرَتْ خِیَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاکَ حَدِیْثًا هُوَ لَکَ مُصَدِّقٌ وَّأَنْتَ بِهٖ کَاذِبٌ۔ رواه ابو داؤد۔'' (مشکوٰۃ ص:۴۱۳)

ترجمہ:...''بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایک بات کہو جس میں وہ تمہیں سچا سمجھے، حالانکہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔''

اور خیانت کا کبیرہ گناہ ہونا بالکل ظاہر ہے۔

سوم:...اس میں دُوسرے کو دھوکا دینا ہے، یہ بھی گناہِ کبیرہ ہے، حدیث میں ہے:

---

(۱) ومنها ان استحلال المعصیة صغیرة کانت أو کبیرة کفر، اذا ثبت کونها معصیة بدلالة قطعیة، وکذا الإستهانة بها کفر، بأن یعدها هیّنةً سهلةً، ویرتکبها من غیر مبالاة بها، ویجری مجری المباحات فی ارتکابها ...الخ۔ (شرح فقه اکبر ص:۱۸۶ طبع دهلی مجتبائی)۔

"مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔" (مشکوٰۃ ص:۳۰۵)

ترجمہ:... "جو شخص ہمیں (یعنی مسلمانوں کو) دھوکا دے، وہ ہم میں سے نہیں۔"

چہارم:... اس میں مسلمانوں کو اِیذا پہنچانا ہے، یہ بھی گناہِ کبیرہ ہے، قرآنِ کریم میں ہے:

"بے شک جو لوگ ناحق ایذا پہنچاتے ہیں مؤمن مردوں اور عورتوں کو، انہوں نے بہتان اور بڑا گناہ اُٹھایا۔"[1]

پنجم:... اپریل فول منانا گمراہ اور بے دِین قوموں کی مشابہت ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"[2] "جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہوگا۔" پس جو لوگ فیشن کے طور پر اپریل فول مناتے ہیں، ان کے بارے میں اندیشہ ہے کہ وہ قیامت کے دن یہود و نصاریٰ کی صف میں اُٹھائے جائیں۔ جب یہ اتنے بڑے گناہوں کا مجموعہ ہے تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے معمولی عقل بھی دی ہو، وہ انگریزوں کی اندھی تقلید میں اس کا اِرتکاب نہیں کرسکتا۔ اس لئے تمام مسلمان بھائیوں کو نہ صرف اس سے توبہ کرنی چاہئے، بلکہ مسلمانوں کے مقتدا لوگوں کا فرض ہے کہ "اپریل فول" پر قانونی پابندی کا مطالبہ کریں اور ہمارے مسلمان حکام کا فرض ہے کہ اس باطل رسم کو سختی سے روکیں۔

دریا میں صدقے کی نیت سے پیسے گرانا موجبِ وبال ہے

سوال:... دریا کے پلوں سے گزرتے ہوئے اکثر مسافر پانی میں روپے پیسے بہا دیتے ہیں، کیا یہ عمل صدقے کی طرح دافعِ بلا ہے؟

جواب:... یہ صدقہ نہیں، بلکہ مال کو ضائع کرنا ہے، اس لئے کارِ ثواب نہیں، بلکہ موجبِ وبال ہے۔[3]

غلط رُسومات کا گناہ

سوال:... ہم لوگ مسلمانوں کے فرقے سے ہیں، ہماری برادری کی اکثریت کاٹھیاوار (گجراتی) بولنے والوں کی ہے، ہم لوگوں پر اپنے آباء و اجداد کے رائج رُسوم، طریقہ و رواج کے اثرات ہیں، جن کے مطابق ہم لوگ بڑی پابندی سے ذکر کردہ رُسوم و طریقے پر عمل کرتے ہیں، جن کی بنا پر ہم لوگ (بہت مصروف ہوتے ہیں) ہم لوگ نماز نہیں پڑھتے، بعض ہماری رُسوم ایسی ہوتی ہیں کہ رات کافی دیر تک ہوتی ہیں۔ رمضان میں ہم روزہ نہیں رکھتے، زکوٰۃ کو ہم "وسوند" کہتے ہیں، فرق یہ ہے کہ روپیہ پر ہم دو آنہ

---

(۱) "وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا" (الأحزاب:۵۸)۔

(۲) جامع الصغير ج:۲ ص:۸، مشكوٰة ج:۲ ص:۳۷۵ كتاب اللباس۔

(۳) عن أبي ذرّ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الزهادة في الدنيا ليست بتحريم الحلال ولَا إضاعة المال ...الخ۔ وفي حاشية المشكوٰة عن المرقاة: ولَا اضاعة المال أي بتضييعه وصَرفه في غير محله بأن يرميه في بحر أو يعطيه للناس من غير تمييز بين غني وفقير ...الخ۔ (مشكوٰة ص:۴۵۳ حاشيه نمبر ۲، باب التوكل والصبر، الفصل الثاني، طبع قديمي)۔

دیتے ہیں، ذکر کردہ تمام رُسوم، طریقے کو ہم گجراتی میں الگ الگ نام سے پکارتے ہیں، جن میں خاص خاص کے نام یہ ہیں: مجلس دُعا، نادی چاندرات کی مجلس، گھٹ پاٹ، جرا، بول اسم اعظم نورانی، فدائی، بخشونی، ستارے جی تسبیحات، پھاڑا نیچے بھائیوں کی مجلس وغیرہ وغیرہ، (یہ سب نام گجراتی میں لکھے گئے ہیں)، آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ چونکہ مسلمان ہم سب ہیں، کیا ہمیں ان رُسوم، طریقہ و رواج کو اَپنائے رکھنا چاہئے یا ترک کردیں؟ کیونکہ ان کی بنا پر ہماری عبادات مخل ہوتی ہیں، اور کیا ہم لوگ ان رُسومات کی بنا پر کہیں گناہگار تو نہیں ہو رہے؟

جواب:... چند باتیں اچھی طرح سمجھ لیجئے:

۱:... دِینِ اسلام کے ارکان کا ادا کرنا اور ان کو ضروری سمجھنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اور ان کو چھوڑنے کی کسی حالت میں بھی اجازت نہیں،[1] اس لئے آپ یا آپ کی برادری کے جو لوگ اسلامی ارکان کے تارک ہیں وہ اس کی وجہ سے سخت گناہگار ہیں، اس سے توبہ کرنی چاہئے۔

۲:... آپ نے جن رُسومات کا ذکر کیا ہے، ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے، ان کو شرعی عبادت سمجھ کر ادا کرنا بہت ہی غلط بات ہے۔

۳:... جس مشغولی کی وجہ سے فرائض ترک ہوجائیں، ایسی مشغولی بھی ناجائز ہے۔[2]

ان تین نکات میں آپ کے تمام سوالوں کا جواب آگیا۔

مایوں اور مہندی کی رسمیں غلط ہیں

سوال:... آج کل شادی کی تقریبات میں طرح طرح کی رُسومات کی قید لگائی جاتی ہے، معلوم نہیں کہ یہ کہاں سے آئی ہیں؟ لیکن اگر ان سے منع کرو تو جواب ملتا ہے کہ: ''نئے نئے مولوی، نئے نئے فتوے'' جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دُلہن کو شادی سے چند دن پہلے پیلے رنگ کا جوڑا پہنا کر گھر کے ایک کونے میں بٹھا دیا جاتا ہے، اس حصے میں جہاں دُلہن ہو اسے پردے میں کردیا جاتا ہے (چادر وغیرہ سے) حتیٰ کہ باپ، بھائی وغیرہ یعنی محارِم شرعی سے بھی اسے پردہ کرایا جاتا ہے، اور باپ، بھائی وغیرہ (یعنی محارِم) سے پردہ نہ کرانے کو اِنتہائی معیوب سمجھا جاتا ہے (چاہے شادی کے دنوں سے پہلے وہ لڑکی بے پردہ ہوکر کالج ہی کیوں نہ جاتی ہو)۔ اس رسم کا خواتین بہت زیادہ اہتمام کرتی ہیں اور اسے ''مایوں بٹھانا'' کے نام سے یاد کرتی ہیں، اگر کم دن بٹھایا جائے تو بھی بہت زیادہ اعتراض کرتی ہیں کہ: ''صرف دو دن پہلے مایوں بٹھایا؟'' اس کی شرعی حیثیت کیا ہے اور کیا اس کا کسی بھی طرح سے اہتمام کرنا چاہئے یا

---

(۱) وفی الحدیث الصحیح: ان الله فرض فرائض فلا تضیعوها، وحدّ حدودًا فلا تعتدوها، وحرّم أشیاء فلا تنتهکوها ... إلخ. (الزواجر عن اقتراف الکبائر ج:۱ ص:۱۲، طبع دار المعرفة، بیروت).

(۲) ویؤیده قوله صلی الله علیه وسلم فی الحدیث الصحیح: إذا أمرتکم بشیء فأتوا ما استطعتم وإذا نهیتکم عن شیء فاجتنبوه، فأتی بالإستطاعة فی جانب المأمورات ولم یأت بها فی جانب المنهیات إشارة إلٰی عظیم خطرها وقبیح وقعها، وأنه یجب بذل الجهد والوسع فی المباعدة عنها سواء إستطاع ذٰلک أم لَا. (الزواجر عن اقتراف الکبائر ج:۱ ص:۱۲).

کہ اسے بالکل ہی ترک کردینا صحیح ہے؟

جواب:... ''مایوں بٹھانے'' کی رسم کی کوئی شرعی اصل نہیں، ممکن ہے جس شخص نے یہ رسم اِیجاد کی ہے، اس کا مقصد یہ ہو کہ لڑکی کو تنہا بیٹھنے، کم کھانے اور کم بولنے، بلکہ نہ بولنے کی عادت ہوجائے اور اسے سسرال جاکر پریشانی نہ ہو۔ بہرحال اس کو ضروری سمجھنا اور محارِم شرعی تک سے پردہ کرادینا نہایت بے ہودہ بات ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ رسم لڑکی کے حق میں ''قیدِ تنہائی'' بلکہ زندہ درگور کرنے سے کم نہیں۔ تعجب ہے کہ روشنی کے زمانے میں تاریک دور کی یہ رسم خواتین اب تک سینے سے لگائے ہوئے ہیں اور کسی کو اس کی قباحت کا احساس نہیں ہوتا...!

سوال:... اسی طرح سے ایک رسم ''مہندی'' کے نام سے موسوم کی جاتی ہے، ہوتا کچھ اس طرح ہے کہ ایک دن دُولہا کے گھر والے مہندی لے کر دُلہن کے گھر آتے ہیں اور دُوسرے دن دُلہن والے، دُولہا کے گھر مہندی لے کر جاتے ہیں، اس رسم میں عورتوں اور مردوں کا جو اِختلاط ہوتا ہے اور جس طرح کے حالات اس وقت ہوتے ہیں وہ ناقابلِ بیان ہیں، یعنی حد درجے کی بے حیائی وہاں برتی جاتی ہے، اور اگر کہا جائے کہ یہ رسم ہندووں کی ہے اسے نہ کرو تو بعض لوگ تو اس رسم کو اپنے ہی گھر منعقد کرلیتے ہیں (یعنی ایک دُوسرے کے گھر جانے کی ضرورت نہیں رہتی)، مگر کرتے ضرور ہیں، جوان لڑکیاں بے پردہ ہوکر گانے گاتی ہیں اور بڑے بڑے حضرات جو اپنے آپ کو بہت زیادہ دِین دار کہتے ہیں، ان کے گھروں میں بھی اس رسم کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

جواب:... مہندی کی رسم جن لوازمات کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، یہ بھی دورِ جاہلیت کی یادگار ہے، جس کی طرف اُوپر اشارہ کرچکا ہوں، اور یہ تقریب جو بظاہر بڑی معصوم نظر آتی ہے، بہت سے محرّمات کا مجموعہ ہے، اس لئے پڑھی لکھی خصوصاً دِین دار خواتین کو اس کے خلاف احتجاج کرنا چاہئے اور اس کو یکسر بند کردینا چاہئے، بچی کے مہندی لگانا تو بُرائی نہیں، لیکن اس کے لئے تقریبات منعقد کرنا اور لوگوں کو دعوتیں دینا، جوان لڑکوں اور لڑکیوں کا شوخ رنگ اور بھڑکیلے لباس پہن کر بے محابا ایک دُوسرے کے سامنے جانا بے شرمی و بے حیائی کا مرقع ہے۔

شادی کی رُسومات کو قدرت کے باوجود نہ روکنا شرعاً کیسا ہے؟

سوال:... شادی کی رُسومات کو اگر روکنے کی قدرت ہو تو بھی ان کو اپنے گھروں میں ہونے دینا کیسا ہے؟ یعنی ان رُسومات سے روکا نہ جائے بلکہ ناجائز سمجھتے ہوئے بھی کرایا جائے تو اس شخص کے لئے کیا حکم ہے؟ نیز ان رُسومات کو کس حد تک روکا جائے؟ آیا کہ بالکل ہونے ہی نہ دیا جائے یا صرف یہ کہہ دینا: ''بھئی یہ کام نہیں ہوگا اس گھر میں'' بھی کافی ہے؟

جواب:... ایمان کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ بُرائی کو ہاتھ سے روکا جائے، درمیانہ درجہ یہ ہے کہ زبان سے روکا جائے، اور سب سے کمزور درجہ یہ ہے کہ اگر ہاتھ سے یا زبان سے منع کرنے کی قدرت نہ ہو تو کم سے کم دِل سے بُرا سمجھے۔ جو لوگ قدرت کے باوجود ایسے حرام کاموں سے نہیں روکتے، نہ دِل سے بُرا جانتے ہیں، ان میں آخری درجے کا بھی ایمان نہیں۔ (۱)

---

(۱) عن أبی سعید الخدری عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من رأی منکم منکرًا فلیغیره بیده، فان لم یستطع فبلسانه، فان لم یستطع فبقلبه وذٰلک أضعف الإیمان. رواه مسلم. (مشکوٰة، باب الأمر بالمعروف ص:۴۳۶).

شادی کی مووی بنانا اور فوٹو کھنچوا کر محفوظ رکھنا

سوال:...شادی میں فوٹوگرافی کی رسم بھی انتہائی ضروری ہے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ تصویر کشی حرام ہے، لوگ اس کے کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا جو تصویریں کم علمی کے باعث پہلے بنوائی جاچکی ہیں، ان کا دیکھنا یا ان کا رکھنا کیسا ہے؟ آیا کہ ان کو بھی جلادیا جائے یا انہیں رکھ سکتے ہیں؟ اور جو اِن تصاویر کو سنبھال کر رکھے گا اور ان کی حرمت ثابت ہونے کے باوجود انہیں جلاتا نہیں ہے، اس کے لئے شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

جواب:...تصویر بنانا، دیکھنا اور رکھنا شرعاً حرام ہے،[1] تصویر بنائی ہی نہ جائے اور جو بے ضرورت ہو اس کو تلف کردیا جائے، اور اللہ تعالیٰ سے اِستغفار کیا جائے۔

سوال:...فوٹوگرافی کے علاوہ (مووی بنانا) یعنی ویڈیو کیمرے کے ذریعے سے تصویر کشی کرنا کیسا ہے؟ اس کا بنوانا، اس کا دیکھنا اور اس کا رکھنا کیسا ہے؟ اگر بنانے والا اپنا محرَم ہی ہو تو پھر کیسا ہے؟ (یعنی بے پردگی نہیں ہوگی)۔

جواب:...''مووی بنانا'' بھی تصویر سازی میں داخل ہے، ایسی تقریبات، جن میں ایسے حرام اُمور کا ارتکاب کرکے اللہ تعالیٰ کی ناراضی مول لی جائے، موجبِ لعنت ہیں، اور ایسی شادی کا انجام ''خانہ بربادی'' کے سوا کچھ نہیں نکلتا، ایسی خرافات سے توبہ کرنی چاہئے۔

عذر کی وجہ سے اُنگلیاں چٹخانا

سوال:...میری اور میری دُوسری بہنوں کی اُنگلیاں چٹخانے کی عادت ہے، اگر اُنگلیاں چٹخائے ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ ہوجائے تو ہاتھوں میں درد ہونے لگتا ہے، جبکہ ہماری امی اس حرکت سے سخت منع کرتی ہیں اور وہ کہتی ہیں کہ اُنگلیاں چٹخانا حرام ہے۔ آپ براہِ کرم مجھے یہ بتائیں کہ کیا واقعی یہ حرکت کرنا حرام ہے یا شریعت میں اس کے متعلق کوئی حکم ہے؟

جواب:...اُنگلیاں چٹخانا مکروہ ہے اور اس کی عادت بہت بُری ہے۔[2]

رات کو اُنگلیاں چٹخانا

سوال:...کیا اُنگلی چٹخانا گناہ ہے؟ کیونکہ ہمارے ایک دوست نے کہا کہ رات میں اُنگلی نہیں چٹخانا چاہئے، اس سے فرشتے نہیں آتے، کیونکہ اُنگلی چٹخانا نحوست کی علامت ہے۔ تو آپ بتایئے کہ کیا یہ دُرست ہے یا نہیں؟

---

(۱) وظاهر كلام النووی فی شرح مسلم: الإجماع علٰی تحريم تصوير الحيوان وقال: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره فصنعته حرام بكل حال ...الخ۔ (شامی ج:۱ ص:۶۴۷) أيضًا عن عبدالله بن مسعود قال: سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: أشد الناس عذابًا عند الله المصوّرون۔ متفق عليه۔ (مشکوٰة ص:۳۸۵، باب التصاوير)۔

(۲) وفرقعة الأصابع وتشبيكها ولو منتظر الصلاة أو ماشيًا إليها للنهی ...... فلو لدون حاجة بل علٰی سبيل العبث كره تنزيهًا ...الخ۔ (شامی ج:۱ ص:۶۴۲، مطلب إذا تردد الحكم بين سُنّة وبدعة)۔

جواب:... اُنگلیاں چٹخانا مکروہ ہے۔

کیا اُنگلیاں چٹخانا منحوس ہے؟

سوال:... کیا اُنگلیاں چٹخانا منحوس ہے؟ اور اگر ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب:... اسلام نحوست کا قائل نہیں، البتہ نماز میں اُنگلیاں چٹخانا مکروہ ہے اور بیرونِ نماز بھی پسندیدہ نہیں، فعلِ عبث ہے۔[1]

جھلی میں پیدا ہونے والا بچہ اور اس کی جھلی

سوال:... بعض بچوں کی ولادت خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ایک جھلی میں ہوتی ہے، جسے برقع بھی کہا جاتا ہے۔ بعض خواتین و حضرات کا کہنا یہ ہے کہ اس جھلی کو سکھا کر رکھ لیا جائے، بہت نیک فال ثابت ہوتی ہے، اور اس جھلی میں پیدا ہونے والا بچہ بھی بہت خوش نصیب ہوتا ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں فرمائیے کہ جھلی رکھ لینا دُرست ہے؟ پھینک دینا دُرست ہے؟ یا دفن کر دینا دُرست ہے؟

جواب:... یہ جھلی عموماً دفن کر دی جاتی ہے، اس کو رکھنے اور ایسے بچے کے خوش نصیب ہونے کا قرآن و حدیث میں کہیں ثبوت نہیں۔

ماں کے دُودھ نہ بخشنے کی روایت کی حقیقت

سوال:... اولاد کے لئے ماں کے دُودھ بخشنے کی جو روایات ہم ایک عرصے سے سنتے آئے ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی کیا اہمیت ہے؟ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آج کل مائیں اولاد کی پرورش ڈبوں کے دُودھ پر کرتی ہیں، وہ کس طرح دُودھ بخشیں گی؟

جواب:... دُودھ بخشنے کی روایت تو کہیں میری نظر سے نہیں گزری، غالباً اس کا مطلب یہ ہے کہ ماں کا حق اتنا بڑا ہے کہ آدمی اس کو ادا نہیں کرسکتا، اِلَّا یہ کہ ماں اپنا حق معاف کر دے۔

بچے کو دیکھنے کے پیسے دینا

سوال:... فرسودہ رسم و رواج میں سے ایک رسم جو اکثر گھرانوں میں پائی جاتی ہے، یہ ہے کہ جب کسی گھر میں بچے کی پیدائش ہوتی ہے تو تمام رشتے دار اسے دیکھنے کے لئے آتے ہیں، لیکن بچے کو دیکھ لینے کے بعد ہر شخص پر یہ لازم ہوجاتا ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق جیب سے نوٹ نکال کر نومولود بچے کے ہاتھ میں تھمادے، کچھ ہی دیر بعد وہ نوٹ بچے کی ماں کے تکیے کے نیچے جمع ہوجاتے ہیں۔ یہ آسمانی قانون کی طرح ایک پختہ رسم بن چکی ہے اور آج تک ہم نے کسی کو اس کی خلاف ورزی کرتے نہیں دیکھا، جب بچے کی ماں کا چلہ پورا ہوجاتا ہے تو پھر نوٹوں کی گنتی کی جاتی ہے اور نوٹوں کی تعداد کو دیکھتے ہوئے بچے کی خوش قسمتی یا بدقسمتی کے متعلق رائے قائم کی جاتی ہے، یہ کاروبار کرنے کے لئے کئی گھرانوں میں بچے کی پیدائش کا بے چینی سے انتظار کیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا

---

(۱) ویکرہ أن یشبک أصابعہ وأن یفرقع کذا فی فتاویٰ قاضیخان .... والفرقعۃ خارج الصلاۃ کرھھا کثیر من الناس۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۰۶، الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلاۃ وما لَا یکرہ)۔

اسلام میں ان فرسودہ رسم و رواج کی کوئی گنجائش موجود ہے؟

جواب:...نومولود بچے کی پیدائش پر اسے تحفہ دینا تو بزرگانہ شفقت کے زُمرے میں آتا ہے، لیکن اس کو ضروری اور فرض و واجب کے درجے میں سمجھ لینا اور اس کو بچے کی نیک بختی یا بدبختی کی علامت تصوّر کرنا غلط اور جاہلانہ تصوّر ہے۔

عید کارڈ کی شرعی حیثیت

سوال:...عید کارڈ کا رواج ہمارے ہاں کب سے ہوا؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کی لکھائی چھپائی اور تقسیم پر جو لاکھوں روپیہ صَرف ہوتا ہے، کیا یہ اِسرافِ بے جا نہیں؟ شاید یہ رسمِ قبیح بھی غیرملکی دورِ اقتدار کی نشانی ہے، کیونکہ قیمتی کاغذ کی شکل میں لاکھوں روپیہ غیرملکیوں کو چلا جاتا ہے اور غیرملکی آقاؤں کی دی ہوئی تعلیم کا حامل ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ اس میں زیادہ حصہ لیتا ہے۔ شادی کارڈ کی شکل میں صَرف ہونے والا روپیہ بھی اس ذیل میں آتا ہے، ان کارڈوں کا خریدار بے تحاشہ روپیہ اس مد میں صَرف کرتا ہے جبکہ مرسل الیہ کو کچھ بھی نہیں ملتا۔ کیا عید کی مبارک باد سادا خط میں نہیں دی جاسکتی؟

جواب:...یہ تو معلوم نہیں کہ عید کارڈ کی رسم کب سے جاری ہوئی؟ مگر اس کے فضول اور بے جا اِسراف ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اسی طرح شادی کارڈ بھی فضول ہیں۔ آپ کے خیالات قابلِ قدر ہیں!

توہم پرستی

اسلام میں بدشگونی کا کوئی تصوّر نہیں

سوال:... عام خیال یہ ہے کہ اگر کبھی دُودھ وغیرہ گر جائے یا پھر طاق اعداد مثلاً: ۳، ۵، ۷ وغیرہ یا پھر اسی طرح دنوں کے بارے میں جن میں منگل، بدھ، ہفتہ، وغیرہ آتے ہیں، انہیں مناسب نہیں سمجھا جاتا، عام زبان میں بدشگونی کہا جاتا ہے۔ تو قرآن و حدیث کی روشنی میں بدشگونی کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:... اسلام میں نحوست اور بدشگونی کا کوئی تصوّر نہیں، یہ محض توہم پرستی ہے۔ حدیث شریف میں بدشگونی کے عقیدہ کی تردید فرمائی گئی ہے۔[1] سب سے بڑی نحوست انسان کی اپنی بدعملیاں اور فسق و فجور ہے،[2] جو آج مختلف طریقوں سے گھر گھر میں ہو رہا ہے... اِلَّا ماشاء اللہ!... یہ بدعملیاں اور نافرمانیاں خدا کے قہر اور لعنت کی موجب ہیں، ان سے بچنا چاہئے۔

اسلام نحوست کا قائل نہیں، نحوست انسان کی بدعملی میں ہے

سوال:... ہمارے مذہب اسلام میں نحوست کی کیا اہمیت ہے؟ بعض لوگ پاؤں پر پاؤں رکھنے کو نحوست سمجھتے ہیں، کچھ لوگ اُنگلیاں چٹخانے کو نحوست سمجھتے ہیں، کچھ لوگ جمائیاں لینے کو نحوست سمجھتے ہیں، کوئی کہتا ہے فلاں کام کے لئے فلاں دن منحوس ہے۔

جواب:... اسلام نحوست کا قائل نہیں، اس لئے کسی کام یا دن کو منحوس سمجھنا غلط ہے۔ نحوست اگر ہے تو انسان کی اپنی بدعملی میں ہے، پاؤں پر پاؤں رکھنا جائز ہے، اُنگلیاں چٹخانا نامناسب ہے،[3] اور اگر جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم ہے۔[4]

لڑکیوں کی پیدائش کو منحوس سمجھنا

سوال:... جن گھروں میں لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں وہاں زیادہ لوگ خوش نہیں ہوتے، بلکہ رسماً ہی خوش ہوتے ہیں، لڑکوں کی پیدائش پر بہت خوشیاں منائی جاتی ہیں، کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ کیونکہ لڑکی ہو یا لڑکا، یہ تو اللہ ہی کی مرضی ہے، لیکن جس نے لڑکی جنی اُس کو تو

---

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لَا عدوىٰ ولَا طيرة ولَا هامة" (مشكوٰة ص: ۳۹۱، باب الفال والطيرة).

(۲) "قَالُوْا طٰٓئِرُكُمْ مَّعَكُمْ، اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ، بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ" (يٰسٓ: ۱۹) أى شؤمكم معكم، أى: حظكم من الخير والشر معكم ولَازم فى أعناقكم ...الخ. (تفسير قرطبى ج:۱۵ ص:۱۶، طبع مصر).

(۳) وفرقعة الأصابع وتشبيكها ..... فلو لدون حاجة بل علىٰ سبيل العبث كره تنزيهًا ...الخ. (شامى ج:۱ ص:۶۴۲).

(۴) قال صلی اللہ علیہ وسلم: اذا تثاءب أحدكم فليمسك علىٰ فيه .... الخ. (ابوداؤد ج:۲ ص:۳۲۹، طبع سعيد).

گویا مصیبت ہی آگئی، اور وہ "منحوس" ٹھہرتی ہے، کیا ہم واپس جاہلیت کی طرف نہیں لوٹ رہے؟ جبکہ لڑکی کو دفن کر دیا جاتا تھا۔

جواب:... لڑکوں کی پیدائش پر زیادہ خوشی تو ایک طبعی اَمر ہے، لیکن لڑکیوں کو یا ان کی ماں کو منحوس سمجھنا یا ان کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرنا گناہ ہے۔[1]

عورتوں کو مختلف رنگوں کے کپڑے پہننا جائز ہے؟

سوال:... ہمارے بزرگ چند رنگوں کے کپڑے اور چوڑیاں (مثلاً کالے، نیلے) رنگ کی پہننے سے منع کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ فلاں رنگ کے کپڑے پہننے سے مصیبت آجاتی ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب:... مختلف رنگ کی چوڑیاں اور کپڑے پہننا جائز ہے۔[2] اور یہ خیال کہ فلاں رنگ سے مصیبت آئے گی محض توہم پرستی ہے، رنگوں سے کچھ نہیں ہوتا، اعمال سے انسان اللہ تعالیٰ کی نظر میں مقبول یا مردود ہوتا ہے۔[3]

مہینوں کی نحوست

سوال:... اسلام میں نحوست منحوس وغیرہ نہیں، جبکہ ایک حدیث ماہِ صفر کو منحوس قرار دے رہی ہے۔ حدیث کا ثبوت اس کاغذ سے معلوم ہوا جو کہ کراچی میں بہت تعداد کے ساتھ بانٹے گئے ہیں۔

جواب:... ماہِ صفر منحوس نہیں، اسے تو "صفر المظفر" اور "صفر الخیر" کہا جاتا ہے، یعنی کامیابی اور خیر و برکت کا مہینہ۔ ماہِ صفر کی نحوست کے بارے میں کوئی صحیح روایت نہیں، اس سلسلے میں جو پرچے بعض لوگوں کی طرف سے شائع ہوتے ہیں، وہ بالکل غلط ہیں۔[4]

محرّم، صفر، رمضان و شعبان میں شادی کرنا

سوال:... ہماری برادری کا کہنا ہے کہ چند مہینے ایسے ہیں جن میں شادی کرنا منع ہے، جیسے: محرّم، صفر، رمضان، شعبان

---

(۱) عن سعد بن مالک ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لَا هامة ولَا عدوىٰ ولَا طيرة، وإن تكن الطيرة في شيء ففي الدار والفرس والمرأة. رواه ابوداوٗد. (مشكوٰة ص:۳۹۲). وفي المرقاة: والمقصود منه نفي صحة الطيرة علىٰ وجه المبالغة ...إلخ. (مرقاة ج:۴ ص:۵۲۴، باب الفال والطيرة، الفصل الثاني).

(۲) وكره لبس المعصفر والمزعفر الأحمر والأصفر للرجال مفاده أنه لَا يكره للنساء ولَا بأس بسائر الألوان ...الخ. (الدر المختار مع الرد ج:۶ ص:۳۵۸، فصل في اللبس).

(۳) "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ أَتْقٰكُمْ" (الحجرات:۱۳). أيضًا: عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله لَا ينظر إلىٰ صوركم وأموالكم ولٰكن ينظر إلىٰ قلوبكم وأعمالكم. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۴۵۴ باب الرياء والسُّمعة).

(۴) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لَا عدوىٰ .... ولَا صفر" (مشكوٰة ص:۳۹۱، ۳۹۲ كتاب الطب والرقى، باب الفال والطيرة) "ولَا صفر" كانت العرب .... قيل كانوا يتشأمون بدخول صفر فقال صلى الله عليه وسلم: ولَا صفر. (حاشيه نمبر۳، مشكوٰة ص:۳۹۲، باب الفال والطيرة، اغلاط العوام ص:۴۹ طبع زمزم).

وغیرہ۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ ان مہینوں میں شریعت نے شادی کو جائز قرار دیا ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو کرنے والا کیا گناہ گار ہوگا؟

جواب:... شریعت میں کوئی مہینہ ایسا نہیں، جس میں شادی سے منع کیا گیا ہو۔

یومِ عاشورا کیا ہے؟ اس دن کیا کرنا چاہئے؟

سوال:... یومِ عاشورا سے کیا مراد ہے؟

جواب:... "عاشورا" محرّم کی دسویں تاریخ کو کہتے ہیں، یہ دن اُممِ سابقہ میں فضیلت کا دن مانا جاتا تھا،[۱] ایک زمانے میں اس کا روزہ فرض تھا، رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت سے اُس کی فرضیت منسوخ ہوگئی، مگر اِستحباب اب بھی باقی ہے۔[۲] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: مجھے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ اس دن کا روزہ سال کے روزوں کے برابر ہو۔[۳] حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی اتفاق سے اسی دن ہوئی،[۴] اس لئے ایک فرقے نے نہ صرف اس دن کو بلکہ پورے محرّم کو سوگ کا مہینہ بنالیا ہے۔

سوال:... اس ماہ میں مولوی تاریخی حقائق کو توڑ موڑ کر سامعین (عوام) کے سامنے پیش کرتے ہیں، اس وجہ سے عام مسلمان فرضوں کو چھوڑ کر رُسومات میں پڑگئے ہیں۔

جواب:... اہلِ سنت کے نزدیک ان ایام میں حضرت موصوف رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بیان روافض کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے دُرست نہیں۔[۵]

سوال:... اکابرین کے اَیام منائے جاتے ہیں، مگر عمل میں بالکل کوتاہ ہیں، اس پر روشنی ڈالیں۔

جواب:... ہمارے نزدیک اکابر کا اُسوۂ حسنہ اپنانے کی ضرورت ہے،[۶] دن منانے سے کچھ نہیں ہوتا۔[۷]

---

(۱) عن ابن عباس قال: قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینة، فوجد الیھود یصومون یوم عاشوراء، فسئلوا عن ذالک، فقالوا: ھٰذا الیوم الذی أظھر اللہ فیہ موسٰی وبنی اسرائیل علٰی فرعون، فنحن نصوم تعظیمًا لہ۔ (مسلم ج:۱ ص:۳۵۹، طبع قدیمی)۔

(۲) قال القاضی عیاض وکان بعض السلف یقول: کان صوم عاشوراء فرضًا وھو باق علٰی فرضیتہ لم ینسخ، قال وانقرض القائلون بھٰذا وحصل الإجماع علٰی انہ لیس بفرض وانما ھو مستحب ...الخ۔ (شرح مسلم للنووی ج:۱ ص:۳۵۸)۔

(۳) وصیام یوم عاشوراء احتسب علی اللہ ان یکفّر السنة التی قبلہ۔ رواہ مسلم۔ (صحیح مسلم، باب فضل صوم المحرم ج:۱ ص:۳۶۷، طبع قدیمی)۔

(۴) وقتل یوم الجمعة یوم عاشوراء سنة احدی وستین بکربلا .... الخ۔ (الإکمال فی آخر المشکوٰة ص:۵۹۰)۔

(۵) عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من تشبّہ بقوم فھو منھم۔ (مشکوٰة ص:۳۷۵)۔

(۶) "وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ أَنَابَ اِلَيَّ" (لقمان:۱۵)۔ وقال ابن عطاء: صاحب من تری علیہ أنوار خدمتی۔ (تفسیر نسفی ج:۲ ص:۲۱۵)۔

(۷) ومنھا إلتزام العبادات المعینة فی أوقات معینة لم یوجد لھا ذٰلک التعیین فی الشریعة۔ (الإعتصام ج:۱ ص:۳۹، لأبو إسحاق شاطبی، طبع بیروت)۔

ماہِ صفر کو منحوس سمجھنا کیسا ہے؟

سوال:... کیا صفر کا مہینہ خصوصی طور پر ابتدائی تیرہ دن جس کو عرف میں ''تیرہ تیزی'' کہا جاتا ہے، یہ منحوس ہے؟

جواب:... صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنا جاہلیت کی رسم ہے،(۱) مسلمان تو اس کو ''صفر المظفر'' اور ''صفر الخیر'' سمجھتے ہیں، یعنی خیر اور کامیابی کا مہینہ۔

صفر کے آخری بدھ کی شرعی حیثیت

سوال:... آخری بدھ کیا ہے؟ اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیونکہ بعض لوگ اس موقع پر مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیماری سے شفایاب ہوئے تھے۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تھے اور اسی بیماری میں بارہ ربیع الاوّل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا تھا۔ براہِ مہربانی دونوں میں سے جو بات ٹھیک ہے، اس کی نشاندہی فرمائیں۔ جواب بریلوی مسلک کے مطابق دیں۔

جواب:... آخری بدھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، اور ربیع الاوّل میں وصال فرمایا۔ اس لئے آخری بدھ کو مٹھائیاں تقسیم کرنا اور یوں سمجھنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفایاب ہوئے تھے، غلط ہے۔(۲)

شعبان میں شادی جائز ہے

سوال:... ہمارے بزرگوں اور عام لوگوں کا کہنا ہے کہ شعبان المعظم چونکہ شبِ براءت کا مہینہ ہے، اس لئے شعبان میں نکاح جائز نہیں اور شادی بیاہ منع ہے۔

جواب:... قطعاً غلط اور بیہودہ خیال ہے، اسلام نے کوئی مہینہ ایسا نہیں بتایا جس میں نکاح ناجائز ہو۔

کیا محرّم، صفر میں شادیاں رنج وغم کا باعث ہوتی ہیں

سوال:... محرّم، صفر، شعبان میں چونکہ شہادتِ حسینؓ اور اس کے علاوہ بڑے سانحات ہوئے، ان کے اندر شادی کرنا نامناسب ہے۔ اس لئے کہ شادی ایک خوشی کا سبب ہے اور ان سانحات کا غم تمام مسلمانوں کے دِلوں میں ہوتا ہے اور مشاہدات

---

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لَا عدوىٰ .... ولَا صفر" (مشكوٰة ج:۲ ص:۳۹۱، ۳۹۲ كتاب الطب والرقى، باب الفال والطيرة) "ولَا صفر" كانت العرب .... قيل كانوا يتشأمون بدخول صفر فقال صلى الله عليه وسلم: ولَا صفر. (حاشيه نمبر۳، مشكوٰة ص:۳۹۲، باب الفال والطيرة، أيضًا اغلاط العوام ص:۴۹ طبع زمزم)۔

(۲) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسئلہ (۲) ماہِ صفر میں آخری بدھ جو ہوتا ہے اس کی کیا اصل ہے؟ سنا ہے کہ اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت زیادہ خراب تھی، مجھے اس دن کیا کرنا چاہئے؟ جواب: دونوں باتیں بالکل بے اصل اور غلط ہیں، بلکہ حدیث میں ماہِ صفر کا کوئی خاص اہتمام کرنے کی ممانعت آئی ہے، قال عليه السلام: لَا هامة ولَا صفر ... الحديث۔ (اغلاط العوام ص:۴۹ شگون اور فال کی اغلاط)۔

سے ثابت ہے کہ ان مہینوں میں کی جانے والی شادیاں کسی نہ کسی سبب سے رنج وغم کا باعث بن جاتی ہیں۔ اس میں کسی عقیدے کا کیا سوال؟

جواب:...ان مہینوں میں شادی نہ کرنا اس عقیدے پر مبنی ہے کہ یہ مہینہ منحوس ہے، اسلام اس نظریے کا قائل نہیں۔[1] محرّم میں حضرت اِمام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس مہینے میں عقدِ نکاح ممنوع ہوگیا، ورنہ ہر مہینے میں کسی نہ کسی شخصیت کا وصال ہوا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بھی بزرگ تر تھے، اس سے یہ لازم آئے گا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے کسی میں بھی نکاح نہ کیا جائے۔ پھر شہادت کے مہینے کو سوگ اور نحوست کا مہینہ سمجھنا بھی غلط ہے۔

عید الفطر و عید الاضحیٰ کے درمیان شادی کرنا

سوال:...میں نے اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے درمیان شادی نہیں کرنی چاہئے، بلکہ بقرعید کے بعد شادی کرنی چاہئے، اگر شادی ہوجائے تو دُولہا دُلہن سکھ سے نہیں رہتے۔ آپ یہ بتائیں کہ یہ دُرست ہے یا غلط؟

جواب:... بالکل غلط عقیدہ ہے![2]

کیا منگل، بدھ کو سرمہ لگانا ناجائز ہے؟

سوال:...میں نے سنا ہے کہ ہفتے میں صرف پانچ دن سرمہ لگانا جائز ہے، اور دو دن لگانا جائز نہیں، مثلاً: منگل اور بدھ۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:...ہفتے کے سارے دنوں میں سرمہ لگانے کی اجازت ہے، جو خیال آپ نے لکھا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔

''نوروز'' کے تہوار کا اِسلام سے کچھ تعلق نہیں

سوال:... ۲۱ / مارچ کو جو ''نوروز'' منایا جاتا ہے، کیا اسلامی نقطۂ نظر سے اس کی کوئی حقیقت ہے؟ کراچی سے شائع ہونے والے روزنامے ''ڈان گجراتی'' میں نوروز کی بڑی دِینی اہمیت بیان کی گئی ہے، قرآنِ کریم کے حوالے سے اس میں بتایا گیا ہے کہ اَزل سے اب تک جتنے اہم واقعات رُونما ہوئے ہیں وہ سب اسی روز ہوئے۔ اسی روز سورج کو روشنی ملی، اسی روز ہوا چلائی گئی، اسی روز حضرت نوحؑ کی کشتی جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئی، اسی روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت شکنی کی، وغیرہ وغیرہ۔ ازروئے حدیث نوروز کے اعمال بھی بتائے گئے کہ اس روز روزہ رکھنا چاہئے، نہانا چاہئے، نئے کپڑے پہننے چاہئیں، خوشبو لگانی

---

(۱) اغلاط العوام ص:۱۸۴ مہینوں کی اغلاط۔

(۲) مسئلہ: عوام میں مشہور ہے کہ دونوں عیدوں کے درمیان نکاح نہ کیا جاوے، کیونکہ میاں بیوی کا نباہ نہیں ہوتا، سو یہ خلافِ شریعت ہے۔ (اغلاط العوام ص:۱۶۴، نکاح کی اغلاط)۔ حاشیہ نمبر ۲ میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اور رُخصتی دونوں عیدوں کے درمیان ماہِ شوال میں ہوا، اور جتنا عمدہ اور بہترین نباہ حضرت عائشہؓ کا ہوا، دُنیا کی کسی عورت کو بھی نصیب نہ ہوا۔ ایضاً۔

چاہئے اور بعد نماز ظہر چار رکعت نماز نوروز دو دو رکعت کی نیت سے ادا کرنی چاہئے۔ پہلی دو رکعت کی پہلی رکعت میں سورہ الحمد کے بعد دس بار سورہ القدر، اور دُوسری رکعت میں سورہ الحمد کے بعد دس مرتبہ سورۂ اِخلاص پڑھنی چاہئے۔ دُوسری دو رکعت میں سے پہلی رکعت میں سورہ الحمد کے بعد دس مرتبہ سورۃ الکافرون، اور دُوسری دو رکعت میں سورہ الحمد کے بعد دس مرتبہ سورۃ الناس اور دس مرتبہ سورۃ الفلق پڑھنی چاہئے۔ سوال یہ ہے کہ آخر دو رکعت کی پہلی رکعت میں ایک ہی سورت دس بار اور دُوسری رکعت میں دو سورتیں دس دس بار اور وہ بھی اُلٹی ترتیب سے یعنی سورۃ الناس پہلے اور سورۃ الفلق بعد میں، کیا یہ دُرست ہے؟ چونکہ یہ باتیں قرآن وحدیث کے حوالے کے ساتھ بیان کی گئی ہیں، لہٰذا آپ کو زحمت دے رہا ہوں، برائے کرم بذریعہ ''جنگ'' کی آئندہ اشاعت میں اس مسئلے کی وضاحت فرماکر مشکور وممنون فرمائیں، شکریہ۔

جواب:... ہماری شریعت میں ''نوروز'' کی کوئی اہمیت نہیں، اور ''ڈان گجراتی'' کے حوالے سے جو لکھا ہے وہ صحیح نہیں۔ نوروز کی تعظیم مجوسیوں اور شیعوں کا شعار ہے۔[۱]

''نوروز'' کی نماز اسلام کی نظر میں

سوال:... گزارش ہے کہ مورخہ ۲۵/اپریل کے ''جنگ'' کے جمعہ ایڈیشن میں ''نوروز'' کے متعلق ایک سائل کا سوال اور آپ کی جانب سے دیا گیا جواب پڑھ کر میں بڑی اُلجھن میں مبتلا ہوگیا ہوں۔ میری طرح دُوسرے ہزاروں لوگوں کی بھی غالباً یہی حالت ہوئی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک معتبر اخبار میں ''اعمالِ نوروز'' کے متعلق قرآن اور احادیث کے حوالوں سے یہ مضمون پڑھ کر خود میں نے بعد نمازِ ظہر یہ ''نمازِ نوروز'' پڑھی تھی۔ فطری بات ہے کہ میری طرح دُوسرے ہزاروں بے خبر لوگوں نے بھی لازمی طور پر یہ نمازِ نوروز پڑھی ہوگی۔ آپ کے مستند جواب کے مطابق جب ہماری شریعت میں نوروز کی کوئی اہمیت یا جواز ہی نہیں ہے، تو اَب ہم لوگ بڑی اُلجھن اور پریشانی میں مبتلا ہوگئے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیا اس کے لئے کوئی کفارہ ادا کرنا ہوگا؟ برائے مہربانی بذریعہ ''جنگ''، مفصل جواب عنایت فرمائیں، تاکہ میرے علاوہ دُوسرے ہزاروں لوگوں کی رہنمائی ہوسکے اور وہ بھی اپنی غلطی کا تدارک کرسکیں، عین نوازش ہوگی۔

جواب:... ''نوروز'' مجوسیوں کا دن ہے، اسلامی شریعت میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ بلکہ حضراتِ فقہاء نے ''نوروز'' کی تعظیم کو کفر قرار دیا ہے۔[۲] چنانچہ فتاویٰ عالمگیری (طبع بلوچستان بک ڈپو ج:۲ ص۲۷۶، ۲۷۷) میں ہے:

---

(۱) وفی الخلاصة: من اهدیٰ بیضة الی المجوس یوم النیروز کفر، أی: لأنه اعانه علٰی کفره واغوائه أو تشبّه بهم فی اهدائه ...... وفی مجمع النوازل اجتمع المجوس یوم النیروز فقال مسلم سیرة حسنة وضعوها کفر، أی: لأنه استحسن وضع الکفر مع تضمن استقباحه سیرة الإسلام. وفی الفتاوی الصغریٰ: ومن اشتریٰ یوم النیروز شیئًا ولم یکن یشتریه قبل ذٰلک، أراد به تعظیم النوروز کفر، أی: لأنه عظّم عید الکفرة ...الخ. (شرح فقه الأکبر ص:۲۲۹، فتاویٰ عالمگیری ج:۲ ص:۲۷۶، ۲۷۷).

(۲) یکفر ..... وبخروجه الٰی نیروز المجوس لموافقته معهم فیما یفعلون فی ذٰلک الیوم وبشرائه یوم النیروز شیئًا لم یکن یشتریه قبل ذٰلک تعظیمًا للنیروز لَا للأکل والشرب وباهدائه ذٰلک الیوم للمشرکین ولو بیضةً تعظیمًا لذٰلک. (فتاویٰ عالمگیری ج:۲ ص:۲۷۶، ۲۷۷، الباب التاسع فی أحکام المرتدین).

ترجمہ:... "نوروز کے دن مجوسی لوگ جو اَفعال کرتے ہیں، ان کے ساتھ ان افعال میں موافقت کرنا محض "نوروز" کی تعظیم کی خاطر اس دن کوئی خاص چیز خریدنا اور "نوروز" منانے کے لئے مجوسیوں کو کوئی تحفہ بھیجنا، خواہ ایک انڈا ہی کیوں نہ بھیجا جائے، یہ تمام اُمور کفر ہیں۔"

اس سے واضح ہے کہ اگر ہماری شریعت میں "نوروز" کی کوئی اہمیت ہوتی تو اس دن کی تعظیم کو کفر سے تعبیر نہ کیا جاتا۔ مگر آپ معذور تھے، آپ نے جو کچھ کیا وہ اس غلط فہمی کی بنا پر کیا ہے کہ یہ ایک اسلامی دن ہے، اور اس کا وبال اور گناہ اس شخص پر ہے جس نے "نوروز کی عظمت" قرآن وحدیث کے غلط حوالوں سے ثابت کرکے مسلمانوں کو غلط فہمی میں ڈالا۔ البتہ اتنی کوتاہی آپ سے بھی ہوئی کہ ایک اخباری مضمون پڑھ کر، جس کے بارے میں یہ نہیں معلوم کہ لکھنے والا کس ذہن اور عقیدے کا آدمی ہے، آپ نے عمل کرڈالا، اور کسی محقق عالم سے دریافت کرنے کی زحمت نہیں فرمائی۔ اس کا تدارک توبہ واستغفار سے کیجئے۔

رات کو جھاڑو دینا

سوال:... سنا ہے کہ رات کو جھاڑو دینا گناہ ہے، کیا کاروباری لحاظ سے شریعت کے مطابق رات کو جھاڑو دینا اور جھاڑو سے فرش دھونا جائز ہے؟

جواب:... رات کو جھاڑو دینے کا گناہ میں نے کہیں نہیں پڑھا...![1]

عصر کے بعد جھاڑو دینا، چپل کے اُوپر چپل رکھنا کیسا ہے؟

سوال:... ہمارے بزرگ کہتے ہیں کہ ۱:... عصر کی اَذان کے تھوڑی دیر بعد جھاڑو نہیں دینی چاہئے، یعنی اس کے بعد کسی بھی وقت جھاڑو نہیں دینی چاہئے، اس طرح کرنے سے مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ ۲:... چپل کے اُوپر چپل نہیں رکھنی چاہئے۔ ۳:... جھاڑو کھڑی نہیں رکھنی چاہئے۔ ۴:... چارپائی پر چادر لمبائی والی جانب کھڑے ہوکر نہیں بچھانی چاہئے۔

جواب:... یہ ساری باتیں شرعاً کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، ان کی حیثیت توہم پرستی کی ہے۔[2]

توہم پرستی کی چند مثالیں

سوال:... میں نے اکثر اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ رات کے وقت چوٹی نہ کرو، جھاڑو نہ دو، ناخن نہ کاٹو، منگل کو بال اور ناخن جسم سے الگ نہ کرو، ان سب باتوں سے نیستی آتی ہے۔ کھانا کھاکر جھاڑو نہ دو، رِزق اُڑتا ہے۔ میری سمجھ میں یہ باتیں نہیں آتیں۔

جواب:... یہ محض توہمات ہیں، شریعت میں ان کی کوئی اصل نہیں۔

---

(۱) اغلاط العوام ص:۲۲۵، متفرق اغلاط۔

(۲) اغلاط العوام ص:۴۸ شگون اور فال کی اغلاط۔

اُلٹی چپل کو سیدھا کرنا

سوال:... ہم نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ راستے میں جو چپل اُلٹی پڑی ہو اسے سیدھی کر دینی چاہئے، کیونکہ "نعوذ باللہ" اس سے اُوپر لعنت جاتی ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اُلٹی چپل سیدھی کرنی چاہئے؟

جواب:... اُلٹی چیز کو سیدھا کرنا تو اچھی بات ہے، لیکن آگے آپ نے جو لکھا ہے اس کی کوئی اصل نہیں، محض لغو بات ہے۔

اِستخارہ کرنا حق ہے، لیکن فال کھلوانا ناجائز ہے

سوال:... کیا اِستخارہ لینا کسی بھی کام کرنے سے پہلے اور فال کھلوانا شرعی نقطۂ نظر سے دُرست ہے؟

جواب:... سنت طریقے کے مطابق اِستخارہ تو مسنون ہے، حدیث میں اس کی ترغیب آئی ہے،[1] اور فال کھلوانا ناجائز ہے۔[2]

قرآن مجید سے فال نکالنا حرام اور گناہ ہے، اس فال کو اللہ کا حکم سمجھنا غلط ہے

سوال:... ہم چار بہنیں ہیں، والد چار سال پہلے انتقال کر چکے ہیں، والدہ حیات ہیں، میں سب سے چھوٹی ہوں، مجھ سے بڑی تینوں بہنیں غیرشادی شدہ ہیں، ایک اہم بات یہ ہے کہ ہم سنی (مسلمان) گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، ہمارے کچھ دُور کے رشتہ دار ہیں جو کہ قادیانیوں میں سے ہیں، ہمارا ان کے ساتھ کوئی خاص میل جول نہیں ہے۔ میرے والد کی وفات کے بعد ان لوگوں نے میری بڑی بہن کے لئے اپنے بیٹے کا رشتہ بھیجا، امی نے انکار تو نہ کیا (اقرار بھی نہ کیا)، لیکن سوچنے کے لئے کچھ وقت مانگا، میری امی کو میری نانی نے مشورہ دیا کہ قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے پوچھا جائے۔ آپ کو ایک بات بتاؤں کہ میرے ابو میں چند ایسی عادتیں تھیں جن کی وجہ سے نہ صرف امی بلکہ ہم چاروں بھی بہت پریشان تھیں۔ امی نے قرآن مجید سے ابو کے بارے میں سوال پوچھا تو اس میں واضح طور پر جواب تھا کہ: "بس یہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہوگیا ہے سو ایک خاص وقت (یعنی اس کے مرنے کے وقت) تک اس کی حالت کا انتظار کرلو" (سورۃ المؤمنون کی ۲۵ویں آیت)۔ سو میرا باپ مرنے تک صحیح نہ ہوسکا، قرآن میں واضح طور پر جواب مل گیا تھا، اس لئے ہم سب کو پختہ یقین تھا کہ ہم کو قرآن پاک ہی صحیح مشورہ دے گا۔ اس لئے جب یہ رشتہ آیا تو امی نے بہت ہی پریشانی کے عالم میں یہ سوال پوچھا کہ: "ہم مسلمان ہیں اور لڑکا غیرمسلم ماں باپ کا بیٹا ہے، اس لئے تھوڑی سی خلش ہے، کیا ہم وہاں ہاں کردیں؟" تو قرآن پاک میں یہ جواب آیا تھا کہ: "اور بڑی رضامندی اور (جنت کے) ایسے باغوں کی، کہ ان کے لئے ان (باغوں) میں دائمی نعمت ہوگی (اور) ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اَجر ہے" (سورۃ التوبہ کی ۲۱ویں آیت)۔ سب کو یہ جواب پڑھ کر تسلی ہوئی لیکن بعض رشتہ دار اور خود میری بہن صرف اس وجہ سے انکاری تھے کہ وہ غیرمسلم ہیں، اس

---

(۱) عن جابر قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا الإستخارة في الأمور كلها كما يعلمنا السورة من القرآن، يقول: اذا هم أحدكم بالأمر فليركع ركعتين ... الخ. (مشكوٰة ص:۱۱۶، باب التطوع، الفصل الأوّل).

(۲) لَا يأخذ الفال من المصحف ..... ونص المالكية على تحريمه. (شرح فقه اكبر ص:۱۸۳، طبع مجتبائى دهلى، ايضاً زاد المعاد ج:۲ ص:۳۶۶، أيضًا: الفتاوى الحديثية لِابن حجر المكى ص:۳۰۷، مطلب أنه يكره أخذ الفال من المصحف).

لئے امی مزید پریشان ہوگئی ہیں اور بیمار پڑ گئی ہیں، امی نے ایک مرتبہ پھر قرآن مجید میں پوچھا تو آپ یقین نہیں کریں گے کہ اس میں واضح طور پر یہ الفاظ تھے کہ: ''آپ کی مدد اس وقت کرچکا ہے'' (سورۃ التوبہ کی چالیسویں آیت)۔ چونکہ قرآن مجید چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اور ہمارا قرآن پاک چھوٹا ہے، اس لئے صفحہ جب شروع ہوتا ہے تو یہی الفاظ جو میں نے بیان کئے ہیں الگ الگ صفحات پر درج ہیں، یہ میں آپ کو اس لئے بتارہی ہوں کہ جب آپ ان آیات کا ترجمہ پڑھیں گے تو ہوسکتا ہے کہ آپ کے قرآن مجید میں وہ آگے پیچھے ہوں۔ آپ بھی مسلمان ہیں اور قرآن مجید کے ایک ایک حرف پر یقین رکھتے ہیں، مجھے احساس ہے کہ آپ دُوسرے علماء کی طرح غیرمسلموں کو بُرا سمجھتے ہیں، ہم بہت پریشان ہیں، اب انکار بھی نہیں کرسکتے، کیونکہ ہم نے قرآن سے پوچھ لیا تو سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ سے پوچھ لیا، اور اگر ہم نے نہ کردی تو اللہ تعالیٰ نہ جانے ہمارے لئے کون سی سزائیں منتخب کرے گا؟ مجھے احساس ہے کہ آپ کا کیا جواب ہوگا لیکن بس آپ میری یہ مشکل حل کردیں۔ آیا ہم قرآن مجید سے پوچھنے کے باوجود ''نہ'' کرسکتے ہیں، جبکہ قرآن مجید میں جو الفاظ آئے ہیں، وہ اُوپر بیان کئے جاچکے ہیں۔

جواب:... آپ کے سوال میں چند اُمور توجہ طلب ہیں، ان کو الگ الگ لکھتا ہوں۔

اوّل:... قادیانی باجماعِ اُمت مرتد اور زِندیق ہیں، کسی مسلمان لڑکی کا کسی کافر سے نکاح نہیں ہوسکتا،(۱) اس لئے اپنی بچی کافر کے حوالے ہرگز نہ کیجئے، ورنہ ساری عمر زنا اور بدکاری کا وبال ہوگا اور اس گناہ میں آپ دونوں ماں بیٹی بھی شریک ہوں گی۔

دوم:... قرآن مجید سے فال دیکھنا حرام اور گناہ ہے،(۲) اور اس فال کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھنا نادانی ہے، کیونکہ قرآن مجید کے صفحے مختلف ہوسکتے ہیں، ایک شخص فال کھولے گا تو کوئی آیت نکلے گی اور دُوسرا کھولے گا تو دُوسری آیت نکلے گی، جو مضمون میں پہلی آیت سے مختلف ہوگی۔ پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قرآنِ کریم سے فال نکال کر کسی شخص نے کوئی کام کیا اور اس کا انجام اچھا نہ نکلا تو قرآنِ کریم سے بدعقیدگی پیدا ہوگی، جس کا نتیجہ کفر تک نکل سکتا ہے۔ بہرحال علمائے اُمت نے اس کو ناجائز اور گناہ فرمایا ہے، چنانچہ مفتی کفایت اللہ کے مجموعہ فتاویٰ ''کفایۃ المفتی'' میں ہے:

> ''سوال:... ایک لڑکی کے کچھ زیورات کسی نے اُتار لئے، لوگوں کا خیال ایک شخص کی طرف گیا اور فال کلام مجید سے نکالی گئی اور اسی شخص کا نام نکلا جس کی طرف خیال گیا تھا، اس کو جب معلوم ہوا تو اس نے مسجد میں جاکر قرآن مجید کے چند ورق پھاڑ لئے اور ان پر پیشاب کردیا۔ (نعوذ باللہ!) اور کہنے لگا کہ قرآن مجید بھی جھوٹا اور مولوی بھی سالا جھوٹا۔ آیا یہ شخص اسلام میں داخل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور ہوسکتا ہے تو کیسے؟
>
> جواب:... شریعت میں فال نکالنا منع ہے، اور اس کے منع ہونے کی دو وجہیں ہیں۔ اوّل تو یہ کہ علمِ

---

(۱) ولَا يجوز للمرتد أن يتزوّج مرتدّة، ولَا مسلمة، ولَا كافرة أصلية، وكذٰلك لَا يجوز نكاح المرتدّة مع أحد، كذا في المبسوط، ولَا يجوز تزوّج المسلمة من مشرك، ولَا كتابي، كذا في السراج الوهاج. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۸۲).

(۲) ومن جملة علم الحروف فال المصحف يفتحونه وينظرون في أوّل الصفحة أيُّ حرف وافقه وكذا في سابع الورقة السابعة .... حكموا بأنه غير مستحسن وقد صرح ابن العجمي في منسكه وقال: لَا يأخذ الفال من المصحف .... ونص المالكية علىٰ تحريمه. (شرح فقه اكبر ص:۱۸۲، ۱۸۳).

غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا، ممکن ہے کہ نام غلط نکلے اور پھر جس کا نام نکلے خدانخواستہ کہیں وہ ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جیسے اس شخص نے کی۔ شریعت کے اَحکام کی خلاف ورزی کا یہی نتیجہ ہوتا ہے جو آپ نے دیکھا۔ جس شخص نے کلام مجید اور مولویوں کے ساتھ ایسی گستاخیاں کی ہیں وہ کافر ہے، لیکن نہ ایسا کافر کہ کبھی اسلام میں داخل نہ ہوسکے، بلکہ جدید توبہ سے وہ اسلام میں داخل ہوسکتا ہے۔ آئندہ فال نکالنے سے اِحتراز چاہئے تاکہ فال نکال کر نام نکالنے والے شخص کی طرح خود بھی اور جس کا نام نکلا تھا اسے بھی گناہ گار نہ کریں۔ اس شخص سے توبہ کرانے کے بعد اس کی بیوی سے تجدیدِ نکاح لازم ہے۔'' (کفایت المفتی ج:۹ ص:۱۲۹)

ایک اور سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''جواب:... قرآن مجید سے فال نکالنی ناجائز ہے، فال نکالنی اور اس پر عقیدہ کرنا کسی اور کتاب (مثلاً دیوانِ حافظ یا گلستان وغیرہ) سے بھی ناجائز ہے، مگر قرآن مجید سے نکالنی تو سخت گناہ ہے کہ اس سے بسااوقات قرآن مجید کی توہین یا اس کی جانب سے بدعقیدگی پیدا ہوجاتی ہے۔'' (کفایۃ المفتی ج:۹ ص:۲۲۱)

ایک اور جگہ مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں:

''چور کا نام نکالنے کے لئے قرآن مجید سے فال لینا ناجائز ہے اور اس کو یہ سمجھنا کہ یہ قرآن مجید کو ماننا یا نہ ماننا ہے، غلط ہے۔ اس لئے حافظ صاحب کا یہ کہنا کہ: تم قرآن مجید کو مانتے ہو تو زید کے دس روپے دے دو، کیونکہ قرآن مجید نے تمہیں چور بتایا ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں تھا۔'' (ایضاً ص:۲۲۳)

پس آپ کا اور آپ کی والدہ کا اس ناجائز فعل کو حجت سمجھنا قطعاً غلط اور گناہ ہے، اس سے توبہ کرنی چاہئے۔

سوم:... آپ کی والدہ نے آپ کے والد صاحب کے بارے میں سورۃ المؤمنون کی آیت نمبر:۲۵ کی جو یہ فال نکالی تھی:

''بس یہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہوگیا ہے، سو ایک خاص وقت (یعنی اس کے مرنے کے وقت) تک اس کی حالت کا انتظار کرو۔''[1]

قرآن مجید کھول کر اس سے آگے پیچھے پڑھ لیجئے آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں کا قول نقل کیا ہے جو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں کہا کرتے تھے۔ اب اگر یہ قول صحیح ہے تو آپ کے والد صاحب کی مثال نوح علیہ السلام کی ہوئی اور آپ کی والدہ کی مثال قومِ نوح کے کافروں کی ہوئی، کیا آپ اور آپ کی والدہ اس مثال کو اپنے لئے پسند کریں گے...؟ فرمانِ خدا (جس کا آپ حوالہ دے رہی ہیں) تو یہ ہے کہ اس فقرے کے کہنے والے کافر ہیں اور جس شخص کے بارے میں یہ فقرہ کہا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ ہے۔ میں تو قرآنِ کریم کے لفظ لفظ پر ایمان رکھتا ہوں، کیا آپ بھی اس فرمانِ خدا پر ایمان رکھیں گے...؟

چہارم:... اب کافر لڑکے کے بارے میں آپ کی والدہ نے سورۂ توبہ سے جو فال نکالی اس کو دیکھئے! اس سے اُوپر کی آیت

(۱) ''اِنْ ھُوَ اِلَّا رَجُلٌ بِہٖ جِنَّۃٌ فَتَرَبَّصُوْا بِہٖ حَتّٰی حِیْنٍ'' (المؤمنون:۲۵)۔

میں ان اہلِ ایمان کا ذکر ہے، جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا، چنانچہ ارشاد ہے: ''جو لوگ ایمان لائے اور (اللہ کے واسطے) انہوں نے ترکِ وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا۔'' انہی کے بارے میں فرمایا ہے:

''ان کا رَبّ ان کو بشارت دیتا ہے، اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور (جنت کے) ایسے باغوں کی، کہ ان کے لئے ان (باغوں) میں دائمی نعمت ہوگی اور ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اَجر ہے۔''[1]

کیا دُنیا کا کوئی عقل مند ان آیات کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کامل اہلِ ایمان اور مہاجرین و مجاہدین کے بارے میں نازل ہوئیں، فال کھول کر فاسقوں، بدکاروں اور کافروں، مرتدوں پر چسپاں کرنے لگے گا اور اس کو فرمانِ الٰہی سمجھ کر لوگوں کے سامنے کرے گا...؟ اس سے اگلی آیت میں ارشاد ہے:

''اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو (اپنا) رفیق مت بناؤ، اگر وہ لوگ کفر کو بمقابلہ ایمان کے (ایسا) عزیز رکھیں (کہ ان کے ایمان لانے کی اُمید نہ رہے) اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ رفاقت رکھے گا، سو ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں۔''[2] (التوبہ:۲۳)

اس آیتِ کریمہ میں اہلِ ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ جو کافر، کفر کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ وہ تمہارے کیسے ہی عزیز ہوں، خواہ باپ، بھائی اور بیٹے ہی کیوں نہ ہوں، ان کو اپنا دوست و رفیق نہ بناؤ اور ان سے محبت و مودّت کا کوئی رشتہ نہ رکھو، اور تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا اس کا نام ظالموں اور خدا کے نافرمانوں میں لکھا جائے گا۔ اب بتایئے کہ جن قادیانی مرتدوں نے ایمان پر کفر کو ترجیح دے رکھی ہے، اور جنھوں نے قادیان کے غلام احمد کو... نعوذ باللہ... ''محمد رسول اللہ'' بنا رکھا ہے، ایسے کافروں کو اَپنی بیٹی اور بہن دے کر آپ کس زُمرے میں شمار ہوں گی؟ اللہ تعالیٰ تو ایسے لوگوں کا نام ظالم رکھتا ہے، آپ اپنے لئے کون سا نام پسند کریں گی...؟

پنجم:... آپ کی امی نے تیسری فال قادیانیوں کے کافر قرار دیئے جانے پر نکالی اور اس میں یہ الفاظ نکلے:

''آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے۔''

ذرا اس پوری آیت کو پڑھ کر دیکھئے کہ یہ کس کے بارے میں ہے؟ یہ آیتِ مقدسہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے، مکہ کے کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکال دیا تھا اس کا حوالہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو فرماتے ہیں:

''اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کروگے تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اس

---

(۱) "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللهِ بِاَمْوٰلِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللهِ، وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ. یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ. خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا، اِنَّ اللهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ" (التوبة: ۲۰ تا ۲۲)۔

(۲) "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَکُمْ وَاِخْوٰنَکُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمٰنِ، وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْکُمْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" (التوبة: ۲۳)۔

وقت کر چکا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں نے جلاوطن کر دیا تھا، جبکہ دو آدمیوں میں ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم کچھ غم نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے۔"[1]

مکہ سے نکالنے والے مکہ کے کافر تھے، اور جن کو نکالا گیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار حضرت صدیق اکبرؓ تھے۔ آپ کی امی فال کے ذریعے قادیانیوں پر اس آیت کو چسپاں کر کے قادیانیوں کو...نعوذ باللہ!...رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مماثل بنا رہی ہیں اور تمام اُمتِ مسلمہ کو، جس نے قادیانیوں کو غیرمسلم قرار دیا ہے، مکہ کے کافر بنا رہی ہیں۔ یہ ہیں آپ کی امی کی کھولی ہوئی فال کے کرشمے! اور لطف یہ ہے کہ آپ قرآنِ کریم کے معنی ومفہوم سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ان کرشموں کو خدا کا فرمان بتا رہی ہیں۔ خدا کے لئے ان باتوں سے توبہ کیجئے، اور اپنا ایمان برباد نہ کیجئے۔ اس قادیانی مرتد کو ہرگز لڑکی نہ دیجئے، کیونکہ میں اُوپر فرمانِ خداوندی نقل کر چکا ہوں کہ ایسے کافروں سے دوستی اور رشتہ ناطہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ظالم اور نافرمان ٹھہرایا ہے۔ اگر آپ نے اس فرمانِ الٰہی کی پروا نہ کی اور لڑکی قادیانی مرتد کو دے دی، تو اس ظلم کی ایسی سزا دُنیا وآخرت میں ملے گی کہ تمہاری آئندہ نسلیں بھی اسے یاد رکھیں گی...!

دست شناسی اور اِسلام

سوال:...اسلام کی رُو سے دست شناسی جائز ہے یا نہیں؟ اس کا سیکھنا اور ہاتھ دیکھ کر مستقبل کا حال بتانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:...ان چیزوں پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔[2]

دست شناسی اور علم الاعداد کا سیکھنا

سوال:...میرا سوال یہ ہے کہ علم پامسٹری، علم کیرل، علم جفر، دست شناسی، قیافہ شناسی وغیرہ اور پیش گوئی سے بہت سے لوگ مستقبل کے بارے میں ذاتی یا قومی باتیں بتاتے ہیں، مثلاً: دست شناسی میں ہاتھ دیکھ کر مستقبل اور اچھائی بُرائی کے بارے میں بتاتے ہیں۔ اسی طرح علم اعداد کے تحت لوگوں کا مستقبل بتایا جاتا ہے، میرے ذہن میں یہ سوال ہے کہ آیا یہ سب علوم دُرست ہیں؟ کیا ان پر یقین کرنا صحیح فعل ہے؟ یاد رہے کہ بعض اوقات ان لوگوں کی کہی ہوئی بات سو فیصدی صحیح ہوتی ہے اور اکثر لوگ ان کی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں، اور بعض مایوسی کا شکار ہو کر غلط اقدامات کر بیٹھتے ہیں۔ مجھے اُمید ہے آپ میرے اس سوال کا جواب ضرور دیں گے۔

---

(۱) "اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصٰحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللهَ مَعَنَا" (التوبة: ۴۰).

(۲) عن حفصة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أتى عرّافًا فسأله عن شيء لم يقبل له صلوٰة أربعين ليلة. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۳۹۳، باب الكهانة، الفصل الأوّل). وفي فتاوىٰ ابن حجر أن تعليمه وتعليمه حرام شديد التحريم لما فيه من إيهام العوام أن فاعله يشارك الله تعالىٰ في غيبه. (رد المحتار ج:۱ ص:۴۴).

جواب:... ان علوم کے بارے میں چند باتوں کو سمجھ لینا ضروری ہے۔

اوّل:... مستقبل بینی کے جتنے طریقے ہیں، سوائے انبیاء علیہم السلام کی وحی کے، ان میں سے کوئی بھی قطعی ویقینی نہیں،[1] بلکہ وہ اکثر حساب اور تجربے پر مبنی ہیں، اور تجربہ وحساب کبھی صحیح ہوتا ہے، کبھی غلط۔ اس لئے ان علوم کے ذریعے کسی چیز کی قطعی پیش گوئی ممکن نہیں کہ وہ لازماً صحیح نکلے، بلکہ وہ صحیح بھی ہوسکتی ہے اور غلط بھی۔[2]

دوم:... کسی غیریقینی چیز کو یقینی اور قطعاً سمجھ لینا عقیدہ اور عمل میں فساد کا موجب ہے، اس لئے ان علوم کے نتائج پر سو فیصد یقین کر لینا ممنوع ہے کہ اکثر عوام ان کو یقینی سمجھ لیتے ہیں۔

سوم:... مستقبل کے بارے میں پیش گوئیاں دو قسم کی ہیں، بعض تو ایسی ہیں کہ آدمی ان کا تدارک کرسکتا ہے، اور بعض ایسی ہیں کہ ان کا تدارک ممکن نہیں۔ ان علوم کے ذریعے اکثر پیش گوئیاں اسی قسم کی کی جاتی ہیں جن سے سوائے تشویش کے اور کوئی نفع نہیں ہوتا، جیسا کہ سوال میں بھی اس طرح اشارہ کیا گیا ہے، اس لئے ان علوم کو علومِ غیرمحمودہ میں شمار کیا گیا ہے۔

چہارم:... ان علوم کی خاصیت یہ ہے کہ جن لوگوں کا ان سے اشتغال بڑھ جاتا ہے، خواہ تعلیم وتعلّم کے اعتبار سے، یا اِستفادے کے اعتبار سے، ان کو اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق نہیں رہتا، یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اور خصوصاً ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو ان علوم میں مشغول نہیں ہونے دیا، بلکہ ان کے اشتغال کو ناپسند فرمایا ہے،[3] اور انبیاء علیہم السلام کے سچے جانشین بھی ان علوم میں اشتغال کو پسند نہیں کرتے۔ پس ان علوم میں سے جو اپنی ذات کے اعتبار سے مباح ہوں، وہ ان عوارض کی وجہ سے لائقِ احتراز ہوں گے۔

دست شناسی کی کمائی کھانا

سوال:... علمِ نجوم پر لکھی ہوئی کتابیں (پامسٹری) وغیرہ پڑھ کر لوگوں کے ہاتھ دیکھ کر حالات بتانا یعنی پیش گوئیاں کرنا اور اس پیشہ سے کمائی کرنا ایک مسلمان کے لئے جائز ہے؟

---

(۱) والخبر بالغیب من النبی لَا یکون إلّا صدقًا ولَا یقع إلّا حقًّا۔ (فتح الباری ج:۱۲ ص:۳۶۳، طبع لاهور)۔

(۲) وبالجملة العلم بالغیب أمر تفرّد به الله تعالٰی لَا سبیل إلیه للعباد إلّا بالإعلام منه أو إلهام بطریق المعجزة أو الکرامة أو إرشاد إلی الإستدلَال بالأمارات فیما یمکن فیه ذٰلک ولهٰذا ذکر فی الفتاویٰ ان قول القائل عند رؤیة هالة القمر بکون مطر مدّعیًا علم الغیب لَا بعلامته کفر۔ (شرح عقائد ص:۱۷۰، طبع خیر کثیر کراچی)۔

(۳) عن معاویة بن الحکم قال: قلت: یا رسول الله! أمورًا کنا نصنعها فی الجاهلیة، کنا نأتی الکهان؟ قال: فلا تأتوا الکهان، قال: قلت: کنا نتطیر؟ قال: ذٰلک شیء یجده أحدکم فی نفسه فلا یصدّنکم۔ قال: قلت: ومنّا رجال یخطون خطا؟ قال: کان نبی من الأنبیاء یخط فمن وافق خطّه فذاک۔ رواه مسلم۔ (مشکوٰة ص:۳۹۲) وعن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من أتٰی کاهنًا فصدقه بما یقول ..... فقد برئ مما أنزل علٰی محمد۔ رواه أحمد وابوداوٗد۔ (مشکوٰة ص:۳۹۳، باب الکهانة، الفصل الثانی)۔

جواب:... جائز نہیں۔ [1]

ستاروں کا علم

سوال:... کیا ستاروں کے علم کو دُرست اور صحیح سمجھا جاسکتا ہے؟ اور کیا اس پر یقین کرنے سے ایمان پر کوئی فرق تو نہیں پڑتا؟

جواب:... ستاروں کا علم یقینی نہیں اور پھر ستارے بذاتِ خود موٴثر بھی نہیں، اس لئے اس پر یقین کرنے کی ممانعت ہے۔ [2]

شادی کے لئے ستارے ملانا

سوال:... آج کل نئے دور میں شادی کے لئے جس طرح ہندو پنڈت جنم کنڈلی ملاتے ہیں، ہمارے مسلمان بھائی بھی اسی طرح کی رسم کو اختیار کرتے ہوئے ستارہ ملاتے ہیں، یعنی لڑکے کی ماں اور لڑکے کے نام، لڑکی کی ماں اور لڑکی کے نام کے اعداد نکال کر ضرب، جمع، تقسیم، تفریق کرتے ہیں۔ ایسا کرنے والوں کے لئے اسلام میں کیا حکم ہے؟

جواب:... اسلام نہ ستاروں کی تأثیر کا قائل ہے، اور نہ علمِ نجوم پر اِعتماد کرنے کا قائل ہے، لہٰذا مسلمانوں کے لئے یہ عمل جائز نہیں۔ قسمت کا حال اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی پر اِعتماد کرکے اس کے حکم کے مطابق کام کیا جائے تو برکت ہوتی ہے، سکون نصیب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ راحت واطمینان کی زندگی نصیب فرماتے ہیں۔ اور جو شخص اعتماد علی اللہ کے مضبوط حلقے کو چھوڑ کر ستاروں اور نجومیوں سے اپنی قسمت وابستہ کرے، وہ ہمیشہ بے چین و بے سکون رہے گا۔ [3]

---

(۱) وقيل الكاهن الساحر والمنجم إذا ادعى العلم بالحوادث الآتية فهو مثل الكاهن وفي معناه الرّمّال قال القونوي والحديث يشمل الكاهن والعرّاف والمنجّم فلا يجوز إتّباع المنجم والرّمّال وغيرهما كالضّارب بالحصٰى وما يعطى هؤلاء حرام بالإجماع كما نقله البغوىّ والقاضى العياض وغيرهما. (شرح فقه أكبر ص:۱۸۲). قال القاضى رحمه الله: كانت الكهانة فى العرب ثلاثة اضرب أحدها يكون للإنسان ولى من الجن يخبره بما يسترقه من السمع من السماء وهٰذا القسم بطل من حيث بعث الله نبينا صلى الله عليه وسلم، الثانى: أن يخبره بما يطرأ أو يكون فى أقطار الأرض وما خفى عنه مما قرب أو بعد وهٰذا لَا يبعد .... والنهى عن تصديقهم والسماع منهم عام، والثالث: المنجّمون وهٰذه الضرب يخلق الله تعالىٰ فيه لبعض الناس قوة ما لٰكن الكذب فيه أغلب ومن هٰذا الفن العرّافة وصاحبها عرّاف وهو الذى يستدل على الأُمور بأسباب ومقدمات يدعى معرفتها بها وقد يعتضد بعض هٰذا الفن فى ذٰلك بالزجر والطرق والنجوم وأسباب معتادة وهذه الأضرب كلها تسمّى كهانة وقد أكذبهم كلهم الشرع ونهى عن تصديقهم واتيانهم. (شرح نووى علىٰ مسلم ج:۲ ص:۲۳۳ طبع قديمى).

(۲) عن قتادة قال: خلق الله تعالىٰ هٰذه النجوم لثلٰث، جعلها زينةً للسماء ورجومًا للشياطين وعلامات يهتدىٰ بها، فمن تأوّل فيها بغير ذٰلك أخطأ وأضاع نصيبه، وتكلف ما لَا يعلم. رواه البخارى تعليقًا وفى رواية رزين، وتكلف ما لا يعنيه وما لَا علم له به، وما عجز عن علمه الأنبياء والملائكة، وعن الربيع مثله وزاد والله ما جعل الله فى نجم حيٰوة أحد ولَا رزقه ولَا موته وانما يفترون على الكذب ويتعللون بالنجوم. (مشكوٰة ص:۳۹۴، باب الكهانة، الفصل الثالث).

(۳) عن حفصة رضى الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أتى عرّافًا فسأله عن شىء لم يقبل له صلوٰة أربعين ليلة. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۳۹۳، باب الكهانة، الفصل الأوّل).

نجوم پر اِعتقاد کفر ہے

سوال:... میں نے اپنے لڑکے کی شادی کا پیغام ایک عزیز کے ہاں دیا، انہوں نے کچھ دن بعد جواب دیا کہ میں نے علم الاعداد اور ستاروں کا حساب نکلوایا ہے، میں مجبور ہوں کہ بچوں کے ستارے آپس میں نہیں ملتے، اس لئے میری طرف سے اِنکار سمجھیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ ازرُوئے شرع ان کا یہ فعل کہاں تک دُرست ہے؟

جواب:... نجوم پر اِعتقاد کفر ہے۔[۱]

اہلِ نجوم پر اِعتماد دُرست نہیں

سوال:... اکثر اہلِ نجوم کہتے ہیں کہ سال میں ایک دن، ایک مقرّرہ وقت ایسا آتا ہے کہ اس مقرّرہ وقت میں جو دُعا بھی مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ اور ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اس مقرّرہ وقت میں اَن پڑھ لوگوں کی اکثریت دُعائیں مانگنے میں مصروف رہتی ہے۔ مہربانی فرماکر بتائیے کہ کیا دُعائیں صرف ایک مقرّرہ وقت میں اور وہ بھی سال میں ایک دن قبول ہوتی ہیں؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ سال کے باقی دنوں میں دُعائیں نہ مانگی جائیں؟

جواب:... اسلام کے نقطۂ نظر سے تو چوبیس گھنٹے میں ایک وقت (جس کی تعیین نہیں کی گئی) ایسا آتا ہے جس میں دُعا قبول ہوتی ہے۔[۲] باقی نجوم پر مجھے نہ عقیدہ ہے، نہ عقیدہ رکھنے کو صحیح سمجھتا ہوں۔[۳]

بُرجوں اور ستاروں میں کوئی ذاتی تأثیر نہیں

سوال:... اپنی قسمت کا حال دریافت کرنا یا اخبارات وغیرہ میں جو کیفیات یا حالات درج کئے جاتے ہیں کہ فلاں برج والے کے ساتھ یہ ہوگا وہ ہوگا، پڑھنا یا معلوم کرنا دُرست ہے؟ اور اس بات پر یقین رکھنا کہ فلاں تاریخ کو پیدا ہونے والے کا برج فلاں ہے، گناہ ہے؟

جواب:... اہلِ اسلام کے نزدیک نہ تو کوئی شخص کسی کی قسمت کا صحیح صحیح حال بتاسکتا ہے، نہ برجوں اور ستاروں میں کوئی ذاتی تأثیر ہے۔ ان باتوں پر یقین کرنا گناہ ہے،[۴] اور ایسے لوگ ہمیشہ پریشان رہتے ہیں اور توہم پرست بن جاتے ہیں۔

---

(۱) وصناعة التنجيم التي مضمونها الأحكام والتأثير وهو الإستدلال على الحوادث الأرضية بأحوال الفلكية .... صناعة محرمة بالكتاب والسُّنّة بل هي محرمة على لسان جميع المرسلين. (شرح عقيدة الطحاوية ص:۵٦۸). وتصديق الكاهن بما يخبره عن الغيب كفر لقوله عليه السلام: من أتى كاهنًا فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل الله تعالى على محمد .... والمنجّم إذا ادعى العلم بالحوادث الآتية فهو مثل الكاهن. (شرح عقائد ص:۱٦۹، ۱۷۰).

(۲) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان لله عتقاء في كل يوم وليلة عبيدًا وإماءً يعتقهم من النار، وان لكل عبد مسلم دعوة مستجابة يدعوها فتستجاب. (حلية الأولياء ج:۸ ص:۲۵۷).

(۳) فإنه إذا ألقى إليهم أن هٰذه الآثار تحدث عقيب منير الكواكب وقع في نفوسهم أنها المؤثرة. (شامي ج:۱ ص:۴۴).

(۴) والتنجيم .... إنا زجر عنه من ثلاثة أوجه، أحدها أنه مضر بأكثر الخلق، وثانيها: أن أحكام النجوم تخمين محض، وثالثها: أنه لَا فائدة فيه. (فتاویٰ شامي ج:۱ ص:۴۴).

نجومی کو ہاتھ دکھانا

سوال:... جناب مولانا صاحب! ہمیں ہاتھ دِکھانے کا بہت شوق ہے، ہر دیکھنے والے کو دِکھاتے ہیں۔ بتایئے کہ یہ باتیں ماننی چاہئیں یا نہیں؟

جواب:... ہاتھ دِکھانے کا شوق بڑا غلط ہے، اور ایک بے مقصد کام بھی، اور اس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے۔[1] جس شخص کو اس کی لت پڑ جائے وہ ہمیشہ پریشان رہے گا اور ان لوگوں کی اَنٹ شَنٹ باتوں میں اُلجھا رہے گا۔

مستقبل کے متعلق قیاس آرائیاں اور اُن پر یقین کرنا

سوال:... میرے دادا صوم وصلوٰۃ کے سختی سے پابند ہیں، پانچوں وقت کی نماز کے ساتھ ساتھ تہجد اور اِشراق کی نمازیں بھی ادا کرتے ہیں، ہفتے میں تین دن روزہ بھی رکھتے ہیں، اللہ کے فضل وکرم سے اس سال حج بھی کر آئے ہیں، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ایک ایسی بات ہے جس نے ہم سب گھر والوں کو پریشان کر رکھا ہے، وہ یہ ہے کہ جمعہ کو ''جنگ'' اخبار باقاعدگی سے مطالعہ کرتے ہیں، جس میں آپ کا کالم بھی شائع ہوتا ہے، لیکن خاص طور پر ''یہ ہفتہ کیسا رہے گا؟'' اس پر ان کا اعتقاد اِتنا زیادہ ہے کہ اگر اس میں لکھا ہو کہ آج دن خراب رہے گا تو سارا دن گھر سے باہر نہیں نکلتے، اگر لکھا ہو کہ آج طبیعت خراب رہے گی تو لیٹ جاتے ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ ہمارے دادا کا یہ عمل کیسا ہے؟

جواب:... مستقبل کے بارے میں جو اس قسم کی پیش گوئیاں کی جاتی ہیں، ان پر یقین کرنا جائز نہیں۔[2] آپ کے دادا کو چاہئے کہ اس سلسلے میں کسی محقق عالم سے گفتگو کر کے اپنی تسلی کرلیں اور توہم پرستی چھوڑ دیں۔

جو منجم سے مستقبل کا حال پوچھے، اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی

سوال:... میرے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ ستاروں کے علم پڑھنے سے یعنی جس طرح اخبارات اور رسالوں میں دیا ہوا ہوتا ہے کہ: ''یہ ہفتہ آپ کا کیسا رہے گا؟'' پڑھنے سے خدا تعالیٰ اس شخص کی چالیس دن تک دُعا قبول نہیں کرتا۔ جب میں نے یہ بات اپنے ایک عزیز دوست کو بتائی تو وہ کہنے لگا کہ یہ سب فضول باتیں ہیں کہ خداوند تعالیٰ چالیس دن تک دُعا قبول نہیں کرتا۔ ویسے ستاروں کے علم پر تو میں یقین نہیں رکھتا، کیونکہ ایسی باتوں پر یقین رکھنے سے ایمان پر دیمک لگ جاتی ہے۔ تو اس سلسلے میں بتایئے کہ کس کا نظریہ دُرست ہے؟

جواب:... اس سوال کا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم اور مسند احمد کی حدیث میں ہے

---

(۱) عن حفصة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أتى عرّافًا فسأله عن شيء لم يقبل له صلوٰة أربعين ليلة. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۳۹۳، باب الكهانة، الفصل الأوّل).

(۲) فلا يجوز إتباع المنجّم والرّمّال وغيرهما كالضارب بالحصٰى. (شرح فقه اكبر ص:۱۸۲، طبع دهلی).

کہ: ”جو شخص کسی ”عراف“ کے پاس گیا، پس اس سے کوئی بات دریافت کی تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔“[1]

(صحیح مسلم ج:۲ ص:۲۳۳)

ستاروں کے ذریعے فال نکالنا

سوال:... ایک لڑکے کا رشتہ طے ہوا، لڑکی والوں نے تمام معلومات بھی کرلیں کہ لڑکا ٹھیک ٹھاک اور نیک ہے۔ پھر لڑکی والوں نے کہا کہ ہم تین دن بعد جواب دیں گے۔ ان کے گھرانے کے کوئی بزرگ ہیں جو امامِ مسجد بھی ہیں اور لڑکی والے ہر کام ان کے مشورے سے کرتے ہیں۔ جمعرات کے دن رات کو امام صاحب نے کوئی وظیفہ کیا اور جمعہ کو لڑکی والوں کو کہا کہ اس لڑکے اور لڑکی کا ستارہ آپس میں نہیں ملتا، یہاں شادی نہ کی جائے۔ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے آگاہ فرمائیں۔

جواب:... اسلام ستارہ شناسی کا قائل نہیں، نہ اس پر یقین رکھتا ہے۔ بلکہ حدیث میں اس پر بہت سخت مذمت آئی ہے۔[2] وہ بزرگ اگر نیک اور باشرع ہیں تو ان کو اِستخارے کے ذریعے معلوم ہوا ہوگا، جو یقینی اور قطعی نہیں، اور اگر وہ کسی عمل کے ذریعہ معلوم کرتے ہیں تو یہ جائز نہیں۔

علم الاعداد پر یقین رکھنا گناہ ہے

سوال:... آپ نے اخبار ”جنگ“ میں ایک صاحب کے ہاتھ دِکھا کر قسمت معلوم کرنے پر جو کچھ لکھا ہے میں اس سے بالکل مطمئن ہوں، مگر علم الاعداد اور علمِ نجوم میں بڑا فرق ہوتا ہے، اس علم میں یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ شخص کے نام کو بحسابِ اَبجد ایک عدد کی صورت میں سامنے لایا جاتا ہے، اور پھر جب ”عدد“ سامنے آجاتا ہے تو علم الاعداد کا جاننے والا اس شخص کو اس کی خوبیوں اور خامیوں سے آگاہ کرسکتا ہے۔ ویسے بنیادی بات تو یہ ہے کہ اگر اس علم کو محض علم جاننے تک لیا جائے اور اگر اس میں کچھ غلط باتیں لکھی ہوں تو ان پر یقین نہ کیا جائے تو کیا یہ گناہ ہی ہوگا؟

جواب:... علمِ نجوم اور علم الاعداد میں مآل اور نتیجے کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ وہاں ستاروں کی گردش اور ان کے اوضاع (اِجتماع واِفتراق) سے قسمت پر اِستدلال کیا جاتا ہے، اور یہاں بحسابِ جمل اعداد نکال کر ان اعداد سے قسمت پر اِستدلال کیا جاتا ہے۔ گویا علم نجوم میں ستاروں کو اِنسانی قسمت پر اثرانداز سمجھا جاتا ہے، اور علم الاعداد میں نام کے اعداد کی تأثیرات کے نظریے پر اِیمان رکھا جاتا ہے۔ اوّل تو یہ کہ ان چیزوں کو مؤثرِ حقیقی سمجھنا ہی کفر ہے،[3] علاوہ ازیں محض اَٹکل پچو اِتفاقی اُمور کو قطعی ویقینی سمجھنا بھی

---

(۱) عن صفية عن بعض أزواج النبى صلى الله عليه وسلم قال: من أتى عرّافًا فسأله عن شىء لم تقبل له صلوٰة أربعين ليلةً.

(۲) عن ابن عباس قال: قال النبى صلى الله عليه وسلم: ”من اقتبس علمًا من النجوم اقتبس شعبة من السحر“. (ابوداوٗد ج:۲ ص:۱۸۹)۔ أيضًا ولَا إتباع قول من ادّعى الْإلهام فيما يخبر به عن إلهاماته بعد الأنبياء ولَا إتّباع قول من ادّعى علم الحروف المتهجيات لأنّه فى معنى الكاهن۔ (شرح فقه أكبر ص:۱۸۲، طبع دهلى)۔

(۳) وصناعة التنجيم اا۔ مضمونها الأحكام والتأثير، وهو الْإستدلَال على الحوادث الأرضية بالأحوال الفلكية .... صناعة محرمة بالكتاب والسُّنّة، بل هى محرمة علىٰ لسان جميع المرسلين۔ (شرح عقيدة الطحاوية ص:۵٦۸، طبع لَاهور)۔

غلط ہے، لہٰذا اس علم پر یقین رکھنا گناہ ہے۔ اگر فرض کیجئے کہ اس سے اِعتقاد کی خرابی کا اندیشہ نہ ہو، نہ اس سے کسی مسلمان کو ضرر پہنچے، نہ اس کو یقینی اور قطعی سمجھا جائے تب بھی زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا سیکھنا گناہ نہیں، مگر ان شرائط کے باوجود اس کے فعلِ عبث ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں۔[1] ان چیزوں کی طرف توجہ کرنے سے آدمی دِین ودُنیا کی ضروری چیزوں پر توجہ نہیں دے سکتا۔

اعداد کے ذریعے شادی کی کامیابی وناکامی معلوم کرنا دُرست نہیں

سوال:...میں نے شادی میں کامیابی یا ناکامی معلوم کرنے کا طریقہ سیکھا ہے، جو اَعداد سے نکالا جاتا ہے۔ اس کی کیا شرعی حیثیت ہے؟ کیونکہ غیب کا علم تو صرف اللہ کو ہے۔

جواب:...غیب کا علم، جیسا کہ آپ نے لکھا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔[2] اس لئے علم الاعداد کی رُو سے جو شادی کی کامیابی وناکامی معلوم کی جاتی ہے یا نومولود کے نام تجویز کئے جاتے ہیں، یہ محض اَٹکل پچو چیز ہے، اس پر یقین کرنا گناہ ہے،[3] اس لئے اس کو قطعاً استعمال نہ کیا جائے، واللہ اعلم!

ہاتھ کی لکیروں پر یقین رکھنا دُرست نہیں

سوال:...قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ ہاتھ کی لکیروں پر یقین رکھنا چاہئے یا نہیں؟

جواب:...قرآن وحدیث کی روشنی میں ہاتھ کی لکیروں پر یقین رکھنا دُرست نہیں۔[4]

اُلّو بولنا اور نحوست

سوال:...اگر کسی مکان کی چھت پر اُلّو بیٹھ جائے یا کوئی شخص اُلّو دیکھ لے تو اس پر تباہیاں اور مصیبتیں آنا شروع ہوجاتی ہیں، کیونکہ یہ ایک منحوس جانور ہے۔ اس کے برعکس مغرب کے لوگ اسے گھروں میں پالتے ہیں۔ مہربانی فرماکر یہ بتائیں کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟

---

(۱) والتنجيم .... وانما زجر عنه من ثلاثة أوجه، أحدها: أنه مضر بأكثر الخلق، وثانيها: أن أحكام النجوم تخمين محض، وثالثها: انه لَا فائدة فيه. (فتاویٰ شامیه ج:۱ ص:۴۴).

(۲) العلم بالغيب أمر تفرّد به الله تعالىٰ لَا سبيل إليه للعباد. (شرح عقائد ص:۱۷۰، طبع خير كثير كراچی).

(۳) ان تصديق الكاهن بما يخبره من الغيب كفر لقوله تعالىٰ: قل لَا يعلم من فى السمٰوٰت والأرض الغيب إلّا الله، ولقوله عليه الصلٰوة والسلام: من أتىٰ كاهنًا فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل علىٰ محمد، ثم الكاهن هو الذى يخبر عن الكوائن فى مستقبل الزمان ويدّعى معرفة الأسرار فى المكان وقيل الكاهن الساحر والمنجّم إذا ادّعى العلم بالحوادث الآتية فهو مثل الكاهن وفى معناه الرّمّال وغيرهما كالضّارب بالحصٰى وما يعطى هٰؤلَاء حرام بالْإجماع كما نقله البغوى والقاضى العياض وغيرهما. (شرح فقه أكبر ص:۱۸۲، طبع دهلی).

(۴) قوله الرمل .... وقد علمت أنه حرام قطعًا .... وفى فتاویٰ ابن حجر ان تعلمه وتعليمه حرام شديد التحريم .... الخ. (فتاویٰ شامی ج:۱ ص:۴۴، طبع ایچ ایم سعید کراچی).

جواب:... نحوست کا تصوّر اسلام میں نہیں ہے،[۱] البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اُلّو ویرانہ چاہتا ہے، جب کوئی قوم یا فرد اپنی بدعملیوں کے سبب اس کا مستحق ہو کہ اس پر تباہی نازل ہو تو اُلّو کا بولنا اس کی علامت ہوسکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اُلّو کا بولنا تباہی و مصیبت کا سبب نہیں، بلکہ انسان کی بدعملیاں اس کا سبب ہیں۔[۲]

شادی پر دروازے میں تیل ڈالنے کی رسم

سوال:... یوں تو ہمارے معاشرے میں بہت سی سماجی بُرائیاں ہیں۔ لیکن شادی بیاہ کے معاملوں میں ہمارے توہم پرست لوگ حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ شادی والے دن جب دُولہا میاں دُلہن کو لے کر گھر آتا ہے تو دُولہا اور دُلہن اس وقت تک گھر کے دروازے کے اندر نہیں آسکتے جب تک گھر کے دروازے کے دونوں طرف تیل نہ پھینک دیا جائے، بعد ازاں دُلہن اس وقت تک کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاسکتی جب تک ایک خاص قسم کا کھانا جس میں بہت سی اجناس شامل ہوتی ہیں پکا نہیں لیتی۔ میرے خیال میں یہ سراسر توہم پرستی اور فضول رسمیں ہیں، کیونکہ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیں ایسے کسی رسم و رواج کا پتہ نہیں ملتا۔ برائے مہربانی آپ شریعت کی رُو سے بتائیں کہ اسلامی معاشرے میں ایسی رُسوم کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:... آپ نے جن رسموں کا ذکر کیا ہے وہ بلاشبہ توہم پرستی ہے، غالباً یہ اور اس قسم کی دُوسری رسمیں ہندو معاشرے سے لی گئی ہیں۔

نظرِ بد سے بچانے کے لئے بچے کے سیاہ دھاگا باندھنا

سوال:... بچے کی پیدائش پر مائیں اپنے بچوں کو نظرِ بد سے بچانے کے لئے اس کے گلے یا ہاتھ کی کلائی میں کالے رنگ کی ڈوری باندھ دیتی ہیں، یا بچے کے سینے یا سر پر کاجل سے سیاہ رنگ کا نشان لگادیا جاتا ہے تاکہ بچے کو بری نظر نہ لگے۔ کیا یہ فعل دُرست ہے؟

جواب:... اگر اِعتقاد کی خرابی نہ ہو تو جائز ہے، مقصد یہ ہوتا ہے کہ بدنما کردیا جائے تاکہ نظر نہ لگے۔[۳]

غروبِ آفتاب کے فوراً بعد بتی جلانا

سوال:... بعد غروبِ آفتاب فوراً بتی یا چراغ جلانا ضروری ہے یا نہیں؟ اگرچہ کچھ کچھ اُجالا رہتا ہی ہو۔ بعض لوگ بغیر بتی جلائے مغرب کی نماز پڑھنا دُرست نہیں سمجھتے، اس سلسلے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:... یہ توہم پرستی ہے، اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

---

(۱) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لَا یتطیر من شیءٍ۔ (مشکوٰۃ ص:۳۹۲، باب الفال والطیرۃ)۔

(۲) "وَمَآ اَصٰبَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ" (الشوریٰ:۳۰)۔

(۳) وکل حدیث فیه نهی عن الرقٰی والتمائم والتولة فمحمول علٰی ما فیه شرک أو إنهماک فی التسبب بحیث یغفل عن الباری جل شأنه۔ (حجة الله البالغة ج:۲ ص:۱۹۴، طبع مصر)۔

منگل اور جمعہ کے دن کپڑے دھونا

سوال:... اکثر لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ اور منگل کو کپڑے نہیں دھونا چاہئے۔ ایسا کرنے سے رزق (آمدنی) میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔

جواب:... بالکل غلط! توہم پرستی ہے۔

ہاتھ دِکھا کر قسمت معلوم کرنا گناہ ہے اور اس پر یقین رکھنا کفر ہے

سوال:... ہاتھ دِکھا کر جو لوگ باتیں بتاتے ہیں، وہ کہاں تک صحیح ہوتی ہیں؟ اور کیا ان پر یقین کرنا چاہئے؟

جواب:... ایسے لوگوں کے پاس جانا گناہ اور ان کی باتوں پر یقین کرنا کفر ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی پنڈت نجومی یا قیافہ شناس کے پاس گیا اور اس سے کوئی بات دریافت کی تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہ ہوگی''۔[1] مسندِ احمد اور ابوداوٴد کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شخصوں کے بارے میں فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دِین سے بَری ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو کسی کاہن کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے۔[2]

آنکھوں کا پھڑکنا

سوال:... میں نے سنا ہے کہ سیدھی آنکھ پھڑکے تو کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے، اور بائیں پھڑکے تو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلے کا جواب دیں۔

جواب:... قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، محض بے اصل بات ہے۔[3]

بائیں آنکھ دُکھنے سے غم سمجھنا توہم پرستی ہے

سوال:... جب میری دائیں آنکھ دُکھتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ میرے لئے خوشی آتی ہے، اور جب بائیں آنکھ دُکھتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ میرے لئے غم آتا ہے۔ کیا ایسا کہنا صحیح ہے؟

جواب:... دائیں آنکھ دُکھنا یا بائیں آنکھ دُکھنا، اس کا بیماری سے کوئی تعلق نہیں، یہ محض توہم پرستی ہے۔

---

(۱) عن صفية عن بعض أزواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من أتی عرّافًا فسأله عن شیء لم تقبل له صلوٰة أربعين ليلةً. (صحيح مسلم ج:۲ ص:۲۳۳، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان).

(۲) عن أبی هريرة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أتی كاهنا فصدّقه بما يقول أو أتی امرأته حائضًا أو أتی امرأته فی دبرها فقد برئ مما انزل علٰی محمد. رواه أحمد وأبوداؤد. (مشكوٰة ص:۳۹۳، باب الكهانة).

(۳) اغلاط العوام ص:۴۴، طبع زمزم کراچی۔

کیا عصر و مغرب کے درمیان مُردے کھانا کھاتے ہیں

سوال:... کیا عصر کی نماز سے مغرب کی نماز کے دوران کھانا نہیں کھانا چاہئے؟ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اس وقت مُردے کھانا کھاتے ہیں۔

جواب:... عصر و مغرب کے درمیان کھانا پینا جائز ہے، اور اس وقت مُردوں کا کھانا جو آپ نے لکھا ہے وہ فضول بات ہے۔

توہم پرستی کی باتیں

سوال:... عام طور پر ہمارے گھروں میں یہ توہم پرستی ہے اگر دیوار پر کوّا آ کر بیٹھے تو کوئی آنے والا ہوتا ہے۔ پاؤں پر جھاڑو لگنا یا لگانا بُرا فعل ہے، شام کے وقت جھاڑو دینے سے گھر کی نیکیاں بھی چلی جاتی ہیں، دُودھ گرنا بُری بات ہے، کیونکہ دُودھ پوت (بیٹے) سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔

مثال:... ایک عورت بیٹھی ہوئی اپنے بچے کو دُودھ پلا رہی ہے، قریب ہی دُودھ چولہے یا انگیٹھی پر گرم ہو رہا ہے، اگر وہ اُبل کر گرنے لگے تو بیٹے کو دُور پھینک دے گی اور پہلے دُودھ کو بچائے گی۔

اگر کوئی اتفاق سے کنگھی کر کے اس میں جو بال لگ جاتے ہیں، وہ گھر میں کسی ایک کونے میں ڈال دے اور پھر کسی خاتون کی اس پر نظر پڑ جائے تو وہ کہے گی کہ کسی نے ہم پر جادو ٹونہ کرایا ہے۔

ایسی ہی ہزاروں توہم پرستیاں ہمارے معاشرے میں داخل ہو چکی ہیں۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ ہمارے آباء و اجداد قدیم زمانے سے ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ رہے ہیں، ان ہی کی رُسومات بھی ہمارے ماحول میں داخل ہوگئی ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کی اصلاح فرمائیں۔

جواب:... ہمارے دِین میں توہم پرستی اور بدشگونی کی کوئی گنجائش نہیں۔ آپ نے جتنی مثالیں لکھی ہیں یہ سب غلط ہیں۔ البتہ دُودھ خدا کی نعمت ہے، اس کو ضائع ہونے سے بچانا اور اس کے لئے جلدی سے دوڑنا بالکل دُرست ہے۔ عورت کے سر کے بالوں کا حکم یہ ہے کہ ان کو پھینکا نہ جائے تا کہ کسی نامحرَم کی نظر ان پر نہ پڑے۔[۱] باقی یہ بھی صحیح ہے کہ بعض لوگ عورت کے بالوں کے ذریعے جادو کرتے ہیں،[۲] مگر ہر ایک کے بارے میں یہ بدگمانی کرنا بالکل غلط ہے۔

شیطان کو نماز سے روکنے کے لئے جائے نماز کا کونا اُلٹنا غلط ہے

سوال:... شیطان مسلمانوں کو عبادت سے روکنے کے لئے وسوسوں کے ذریعے بہکاتا ہے اور خود عبادت کرتا ہے، اس کو

---

(۱) یدفن أربعة: الظفر والشعر وخرقة الحیض والدم، کذا فی الفتاویٰ العتابیة۔ (عالمگیری ج:۵ ص:۳۵۸)۔

(۲) قال ابن عباس وعائشة رضی الله عنهما: کان غلام من الیهود یخدم رسول الله صلی الله علیه وسلم فدبّت إلیه الیهود فلم یزالوا حتّٰی أخذ مشاطة رأس النبی صلی الله علیه وسلم وعدّة أسنان من مشطة فأعطاها الیهود فسحروه فیها ... إلخ۔ (تفسیر ابن کثیر ج:۶ ص:۵۸۸، طبع رشیدیه کوئٹه)۔

عبادت سے روکنے کے لئے ہم نماز کے بعد جائے نماز کا کونا اُلٹ دیتے ہیں، اس طرح عبادت سے روک دینے کے عمل کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب:... اس سوال میں آپ کو دو غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ شیطان دُوسروں کو عبادت سے روکتا ہے، مگر خود عبادت کرتا ہے۔ شیطان کا عبادت کرنا غلط ہے، عبادت تو حکمِ اِلٰہی بجالانے کا نام ہے، جبکہ شیطان حکمِ اِلٰہی کا سب سے بڑا نافرمان ہے، اس لئے یہ خیال کہ شیطان عبادت کرتا ہے بالکل غلط ہے۔ (۱)

دُوسری غلط فہمی یہ کہ مصلے کا کونا اُلٹنا شیطان کو عبادت سے روکنے کے لئے ہے، یہ قطعاً غلط ہے۔ مصلے کا کونا اُلٹنے کا رواج تو اس لئے ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلاضرورت جائے نماز بچھی نہ رہے اور وہ خراب نہ ہو۔ عوام جو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر جائے نماز نہ اُلٹی جائے تو شیطان نماز پڑھتا ہے، یہ بالکل مہمل اور لایعنی بات ہے۔

نقصان ہونے پر کہنا کہ: ”کوئی منحوس، صبح ملا ہوگا“

سوال:... جب کسی شخص کو کسی کام میں نقصان ہوتا ہے یا کسی مقصد میں ناکامی ہوتی ہے تو وہ یہ جملہ کہتا ہے کہ: ”آج صبح سویرے نہ جانے کس منحوس کی شکل دیکھی تھی“ جبکہ انسان صبح سویرے بستر پر آنکھ کھلنے کے بعد سب سے پہلے اپنے ہی گھر کے کسی فرد کی شکل دیکھتا ہے، تو کیا گھر کا کوئی آدمی اس قدر منحوس ہوسکتا ہے کہ صرف اس کی شکل دیکھ لینے سے سارا دن نحوست میں گزرتا ہے؟

جواب:... اسلام میں نحوست کا تصوّر نہیں، یہ محض توہم پرستی ہے۔

اُلٹے دانت نکلنے پر بدشگونی توہم پرستی ہے

سوال:... بچے کے دانت اگر اُلٹے نکلتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ ننھیال یا ماموؤں پر بھاری پڑتے ہیں۔ اس کی کیا اصل ہے؟

جواب:... اس کی کوئی اصل نہیں! محض توہم پرستی ہے۔

چاند گرہن یا سورج گرہن سے چاند یا سورج کو کوئی اَذیت نہیں ہوتی

سوال:... میں نے سنا ہے کہ جب چاند گرہن یا سورج گرہن ہوتا ہے تو ان کو اَذیت پہنچتی ہے، کیا یہ بات دُرست ہے؟

جواب:... دُرست نہیں! محض غلط خیال ہے۔ (۲)

”حاجن کا اعلان“ نامی پمفلٹ کے بارے میں شرعی حکم

سوال:... آج کل ”حاجن کا ضروری اعلان“ نامی پمفلٹ بہت عام ہے، یہ عموماً مساجد کے باہر نمازیوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، اس پمفلٹ میں دیگر باتوں کے علاوہ ایک بات یہ بھی تحریر ہے کہ اس پمفلٹ کی اتنی فوٹو کاپیاں کرواکر تقسیم کردی جائیں، بصورتِ

---

(۱) اغلاط العوام ص:۶۴ طبع زمزم پبلشرز کراچی۔

(۲) اغلاط العوام ص:۲۵۵۔

دیگر شدید نقصان کا اندیشہ ہے۔ ضعیف الاعتقاد لوگ اس طرح کی فوٹو کاپی کرواکر تقسیم کرتے ہیں، لوگوں میں ضعیف الاعتقادی کے باعث اس پمفلٹ کے بارے میں عجیب عجیب تصوّرات مشہور ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس طرح کے پمفلٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس ڈر سے کہ کہیں کوئی نقصان نہ ہوجائے، اس کی کئی کئی کاپیاں بنواکر لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:... یہ پرچہ جو آپ نے اپنے خط میں بھیجا ہے، خالص جھوٹ ہے، جو قریباً ایک سو سال سے چھپ رہا ہے، بارہا ''جنگ'' میں اس کی تردید کرچکا ہوں۔ (۱)

کیا آسمانی بجلی کالے آدمی پر ضرور گرتی ہے؟

سوال:... یہ ایسا کوئی خاص مسئلہ نہیں، پھر بھی آپ سے اصلاح طلب ہے کہ جب کبھی بارش ہوتی اور بجلی وغیرہ چمکتی ہے تو عموماً سننے میں آتا ہے کہ کالے رنگ پر بجلی گرتی ہے، اب مطلب یہ کہ کوئی کالا لڑکا (خصوصاً پہلا بیٹا)، کوئی کالی لڑکی (وہ پہلی ہی ہو) تو اسے اس موسم میں باہر نہیں نکلنا چاہئے، خاص کر اس کے والدین، عزیز و اقارب اس کو مشورہ دیتے ہیں اور سختی سے منع کرتے ہیں کہ وہ باہر نہ نکلے، اس کی وجہ سے اولاد اِحساسِ کمتری میں مبتلا ہوجاتی ہے کہ اللہ نے ہمارا رنگ کیسا بنایا؟ جبکہ میرا ایمان ہے کہ ایک پتا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں ہل سکتا، وہ اگر چاہے تو بجلی کالے شخص پر گرے تو (جبکہ کئی کالے رنگ کے لڑکے لڑکیوں کو یہ مشورہ بھی دیا جاتا ہے کہ وہ باہر نکلتے وقت چہرے پر کچھ ڈال لیں) وہ شخص کتنا بھی چہرہ چھپایا ہوا ہوگا، بجلی اسی پر گرے گی، اللہ تعالیٰ کی مصلحت و رضا سے۔ اور اگر کوئی گورا شخص کالے شخص کے ساتھ چل رہا ہو یا الگ جارہا ہو تو اگر اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی کہ بجلی اس پر گرے گی تو پھر کوئی طاقت بجلی کو روک نہ سکے گی، اور بجلی اس پر ہی گرے گی۔ یعنی اللہ جس کو چاہے رکھے اس کو کون چکھے؟ والا مسئلہ ہوجائے گا، تو پھر یہ کالا رنگ اور گورا رنگ کی تفریق کیوں ہے؟ شرعی طور پر یہ وہم پرستی بالکل صحیح ہے یا پھر اس وہم پرستی کے ذریعے کالے رنگ کے افراد کو خواہ مخواہ اِحساسِ کمتری کا شکار ہونا پڑ رہا ہے؟

جواب:... کالے کے ساتھ بجلی کا تعلق تو سمجھ نہیں آتا، البتہ چمک دار دھاتیں بجلی کو جذب کرسکتی ہیں، ان کو کھلی جگہ رکھنے سے پرہیز کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ باقی آپ کا یہ ارشاد بالکل صحیح ہے کہ بجلی اِذنِ اِلٰہی کی مأمور ہے، اس کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کرسکتی۔ (۲)

عورت کا روٹی پکاتے ہوئے کھالینا جائز ہے

سوال:... میری امی کہتی ہیں کہ جب عورت روٹی پکاتی ہے تو اسے حکم ہے کہ تمام روٹیاں پکاکر ہاتھ سے لگا ہوا آٹا اُتار کر روٹی کھائے، عورت کو جائز نہیں کہ وہ روٹیاں پکاتے پکاتے کھانے لگے، یعنی آدھی روٹیاں پکائیں اور کھانا شروع کردیا، تو ایسا کرنے والی عورت جنت میں داخل نہ ہوسکے گی۔ آپ بتائیے کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟

---

(۱) بوادر النوادر ص:۱۵۴ طبع ادارۂ اسلامیات لاہور۔

(۲) اغلاط العوام ص:۲۵۵ طبع زمزم پبلشرز کراچی۔

جواب:... آپ کی امی کی نصیحت تو ٹھیک ہے، مگر مسئلہ غلط ہے۔ عورت کو روٹی پکانے کے دوران بھی کھانا کھالینا شرعاً جائز ہے۔

جمعہ کے دن کپڑے دھونا

سوال:... میں نے سنا ہے کہ جمعہ اور منگل کے دن کپڑے دھونا نہیں چاہئے، اور بہت سے لوگ جمعہ کے دن نماز ہو جانے کے بعد کپڑے دھوتے ہیں، اور کہاں تک یہ طریقہ دُرست ہے؟ اور اس طرح بہت سے لوگ جو پردیس میں ہوتے ہیں اور ان کی جمعہ کو چھٹی ہوتی ہے تو وہ لوگ کپڑے دھوتے ہیں، اس لئے کہ جمعہ کے علاوہ ان کو ٹائم نہیں ملتا۔ اور یہ بھی سنا ہے کہ وہ لوگ جمعہ اور منگل کو کپڑے دھونے کی اجازت دیتے ہیں جو لوگ نماز پڑھتے ہیں، کیا قرآن پاک میں اس کا ذکر ہے یا نہیں؟

جواب:... جمعہ اور منگل کے دن کپڑے نہ دھونے کی بات بالکل غلط ہے۔ (۱)

عصر اور مغرب کے درمیان کھانا پینا

سوال:... اکثر لوگ کہتے ہیں کہ عصر اور مغرب کے درمیان کچھ کھانا پینا نہیں چاہئے کیونکہ نزع کے وقت انسان کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عصر و مغرب کا درمیانہ وقت ہے اور شیطان شراب کا پیالہ پینے کو دے گا تو جن لوگوں کو عصر و مغرب کے درمیان کھانے پینے کی عادت ہوگی وہ شراب کا پیالہ پی لیں گے اور جن کو عادت نہ ہوگی وہ شراب پینے سے پرہیز کریں گے (نیز اس وقفہ عصر و مغرب کے درمیان کچھ نہ کھانے پینے سے روزے کا ثواب ملتا ہے)۔ برائے مہربانی اس سوال کا جواب قرآن و سنت کی روشنی میں دے کر ایک اُلجھن سے نجات دلائیں۔

جواب:... یہ دونوں باتیں غلط ہیں! عصر و مغرب کے درمیان کھانے پینے میں کوئی کراہت نہیں۔ (۲)

کٹے ہوئے ناخن کا پاؤں کے نیچے آنا، پتلیوں کا پھڑکنا، کالی بلی کا راستہ کاٹنا

سوال ۱:... بزرگوں سے سنا ہے کہ اگر کاٹا ہوا ناخن کسی کے پاؤں کے نیچے آجائے تو وہ شخص اس شخص کا (جس نے ناخن کاٹا ہے) دُشمن بن جاتا ہے؟

۲:... جناب کیا پتلیوں کا پھڑکنا کسی خوشی یا غمی کا سبب بنتا ہے؟

۳:... اگر کالی بلی راستہ کاٹ جائے تو کیا آگے جانا خطرے کا باعث بن جائے گا؟

جواب:... یہ تینوں باتیں محض توہم پرستی کی مد میں آتی ہیں، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ (۳)

---

(۱) اغلاط العوام ص:۴۷ طبع زمزم پبلشرز کراچی۔
(۲) اغلاط العوام ص:۱۹۵۔
(۳) اغلاط العوام ص:۴۸۔

کالی بلی کا راستے میں آجانا، اور تین بیٹیوں کی پیدائش کو منحوس جاننا

سوال:...لوگوں کی رہنمائی کے لئے اس اِجتماعی مسئلے کی جانب توجہ دِلانا چاہتا ہوں۔ ایک فطری عمل ہے کہ جیسا انسان گمان کرتا ہے، اللہ پاک اس انسان کے ساتھ ویسا ہی کرتا ہے۔ ہمارے معاشرے کے لوگوں کا خیال ہے کہ اگر راستے میں جاتے ہوئے کالی بلی راستے میں آجائے تو حادثہ پیش آجاتا ہے، یا تین بیٹیوں کی دُنیا میں آمد کے بعد بیٹے کی پیدائش ماں باپ کے لئے نحوست ہوتی ہے، یعنی تنگ دستی اور پریشانی کا موجب ہوتی ہے، اس قسم کے توہمات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب:...بعض لوگوں پر توہم پرستی کا غلبہ ہوتا ہے، اس لئے تین بیٹیوں کے بعد بیٹے کی پیدائش کو منحوس سمجھنا یہ بھی اسی توہم پرستی کا ایک شعبہ ہے۔ شریعت کی اس میں کوئی ہدایت نہیں کہ تین بیٹیوں کے بعد پیدا ہونے والے بیٹے کو منحوس سمجھا جائے۔ شرعی نقطۂ نظر سے آدمی کی بھلائی یا بُرائی کا مدار اس سے صادر ہونے والے اعمال پر ہے،(۱) اگر کسی نے نیک اعمال کئے، وہ مبارک ہے، اور اگر دُوسری قسم کے اعمال کئے تو دُنیا میں بھی ذلیل ہوگا اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کی ذِلت اس کے سر پر سوار رہے گی، اِلَّا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے درگزر فرمائیں۔

لوکی کے چھلکے اور بیج پھلانگنے سے بیماری ہونے کا یقین دُرست نہیں

سوال:...''بہشتی زیور'' میں حدیث کے حوالے سے یہ پڑھا ہے کہ ٹوٹکا اور شگون شرک ہے۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ جس پانی سے آٹا گوندھا جائے وہ پانی نہیں پینا چاہئے، اس سے بیماری ہوجاتی ہے، گلا پھول جاتا ہے۔ اسی طرح مغرب کے بعد فقیر کو خیرات نہیں دینی چاہئے، لوکی کے چھلکے اور بیج کو نہیں پھلانگنا چاہئے، اس سے پیٹ کی بیماری پیدا ہوجاتی ہے، کیا اس طرح کے ٹوٹکے اور شگون کا دِینِ اسلام سے یا کسی بیماری سے کوئی تعلق ہے؟

جواب:...یہ تمام باتیں لوگوں میں فضول مشہور ہیں، ان پر یقین نہیں رکھنا چاہئے، یہ چیزیں شگون میں داخل ہیں، جو ممنوع ہے۔

زمین پر گرم پانی ڈالنے سے کچھ نہیں ہوتا

سوال:...زمین پر گرم پانی وغیرہ گرانا منع ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ گناہ ہے، زمین کو تکلیف ہوتی ہے۔

جواب:...محض غلط خیال ہے![۲]

---

(۱) "مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا" (حٰمٓ السجدة: ۴۶). أی انما یعود نفع ذٰلک علٰی نفسه، ومن أساء فعلیها أی انما یرجع وبال ذٰلک علیه. (تفسیر ابن کثیر ج:۵ ص:۴۸۵ طبع رشیدیه کوئٹه).

(۲) اغلاط العوام ص:۲۵۶ طبع زمزم پبلشرز کراچی۔

نمک زمین پر گرنے سے کچھ نہیں ہوتا، لیکن قصداً گرانا بُرا ہے

سوال:... کیا نمک اگر زمین پر گر جائے (یعنی پیروں کے نیچے آئے) تو روزِ قیامت پلکوں سے اُٹھانا پڑے گا؟

جواب:... نمک بھی خدا کی نعمت ہے، اس کو زمین پر نہیں گرانا چاہئے، لیکن جو سزا آپ نے لکھی ہے وہ قطعاً غلط ہے۔

پتھروں کا انسان کی زندگی پر اثر انداز ہونا

سوال:... ہم جو انگوٹھی وغیرہ پہنتے ہیں اور اس میں اپنے نام کے ستارے کے حساب سے پتھر لگواتے ہیں، مثال کے طور پر عقیق، فیروزہ، وغیرہ وغیرہ، کیا یہ اسلام کی رُو سے جائز ہے؟ اور کیا کوئی پتھر کا پہننا بھی سنت ہے؟

جواب:... پتھر اِنسان کی زندگی پر اثر انداز نہیں ہوتے،[۱] انسان کے اعمال اثر انداز ہوتے ہیں۔[۲]

پتھروں کو مبارک یا نامبارک سمجھنا

سوال:... میری خالہ جان چاندی کی انگوٹھی میں فیروزہ کا پتھر پہننا چاہتی ہیں، آپ برائے مہربانی ذرا پتھروں کی اصلیت کے بارے میں وضاحت کریں۔ ان کا واقعی کوئی فائدہ ہوتا ہے یا یہ سب داستانیں ہیں؟ اگر ان کا وجود ہے تو فیروزہ کا پتھر کس وقت؟ کس دن؟ اور کس دھات میں پہننا مبارک ہے؟

جواب:... پتھروں سے آدمی مبارک نہیں ہوتا ہے، انسان کے اعمال اس کو مبارک یا ملعون بناتے ہیں۔[۳] پتھروں کو مبارک ونامبارک سمجھنا عقیدے کا فساد ہے، جس سے توبہ کرنی چاہئے۔[۴]

پتھری سے شفا کے لئے وظیفہ

سوال:... میرا بیٹا جس کی عمر ۵، ۶ سال ہے، اس کے گردے میں بچپن سے پتھری ہے، پیشاب میں خون آتا رہتا ہے، بندے کی خواہش ہے کہ بغیر آپریشن کے پتھری کا اخراج ہو اور شفا ہو۔ اس کے لئے خصوصی دُعا کی درخواست ہے، اگر نقش لکھنے کا

---

(۱) وأما ما روی فی التختم بالعقیق من أنه ینفی الفقر وأنه متبرک وأن من تختم به لم یزل فی خیر، فکلها غیر ثابتة علٰی ما ذکر الحفاظ. (مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة ج:۸ ص:۲۷۴، طبع امدادیه).

(۲) "وَمَآ اَصٰبَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ" (الشوریٰ: ۳۰).

(۳) "مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا" (حٰمٓ السجدة: ۴۶). أی انما یعود نفع ذٰلک علٰی نفسه، ومن أساء فعلیها أی انما یرجع وبال ذٰلک علیه. (تفسیر ابن کثیر ج:۵ ص:۴۸۵ طبع رشیدیه کوئٹه).

(۴) عن عابس بن ربیعة قال: رأیت عمر یقبل الحجر ویقول: انی لأعلم أنک حجر ما تنفع ولَا تضر، ولو لَا انی رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقبل، ما قبلتک! متفق علیه. (مشکوٰة ص:۲۲۸). اور مذکورہ صفحہ حاشیہ نمبر:۶ میں ہے: قوله: "انک حجر" انما قال ذٰلک لئلا یغتر بعض قریب العهد بالإسلام الذین قد ألفوا عبادة الأحجار وتعظیمها ورجاء نفعها وخوف الضرر بالتقصیر فی تعظیمها، فخاف ان یراه یقبله، فیفتتن به فبین أنه لَا ینفع ولَا یضر، وان کان امتثال شرع فیه ینفع باعتبار الجزاء .... ونبه علٰی أنه ولَا الإقتداء لما فعلته. (مشکوٰة ص:۲۲۸، باب دخول مکة والطواف، الفصل الثالث).

معمول ہو تو اِرسال فرمائیں۔

جواب:... میں تعویذ وغیرہ نہیں کرتا، البتہ آپ کے صاحبزادے کے لئے دُعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان کو شفا عطا فرمائے۔ سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر اوّل آخر دُرود شریف، ان کو دَم کردیا کریں اور اللہ تعالیٰ سے شفا کی دُعا کریں۔

فیروزہ پتھر حضرت عمرؓ کے قاتل فیروز کے نام پر ہے

سوال:... لعل، یاقوت، زمرد، عقیق اور سب سے بڑھ کر فیروزہ کے نگ کو انگوٹھی میں پہننے سے کیا حالات میں تبدیلی رُونما ہوتی ہے؟ اور اس کا پہننا اور اس پر یقین رکھنا جائز ہے؟

جواب:... پتھروں کو کامیابی و ناکامی میں کوئی دخل نہیں۔[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاتل کا نام فیروز تھا،[2] اس کے نام کو عام کرنے کے لئے سبائیوں نے "فیروزہ" کو متبرک پتھر کی حیثیت سے پیش کیا۔ پتھروں کے بارے میں نحس و سعد کا تصوّر سبائی اَفکار کا شاخسانہ ہے۔

پتھروں کے اثرات کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

سوال:... اکثر لوگ مختلف ناموں کے پتھروں کی انگوٹھیاں ڈالتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ فلاں پتھر میری زندگی پر اچھے اثرات ڈالتا ہے اور ساتھ ساتھ ان پتھروں کو اپنے حالات اچھے اور بُرے کرنے پر یقین رکھتے ہیں، بتائیں کہ شرعی لحاظ سے ان پتھروں پر ایسا یقین رکھنا اور سونے میں ڈالنا کیسا ہے؟

جواب:... پتھر اِنسان کی زندگی پر اثرانداز نہیں ہوتے، اس کے نیک یا بدعمل اس کی زندگی کے بننے یا بگڑنے کے ذمہ دار ہیں، پتھروں کو اثرانداز سمجھنا مشرک قوموں کا عقیدہ ہے، مسلمانوں کا نہیں۔ اور سونے کی انگوٹھی مردوں کو حرام ہے۔[3]

فیروزہ اور عقیق کی انگوٹھی کا استعمال

سوال:... کیا ایسی انگوٹھی جس میں کوئی پتھر لگا ہو مثلاً: فیروزہ، عقیق وغیرہ پہننا حرام یا مکروہ ہے؟

جواب:... جس انگوٹھی پر کوئی پتھر لگا ہوا ہو، اس کا پہننا جائز ہے، مگر انگوٹھی ساڑھے چار ماشے سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے۔[4]

---

(۱) وأما ما روی فی التختم بالعقیق من أنه ینفی الفقر وأنه متبرک وأن من تختم به لم یزل فی خیر فکلها غیر ثابتة علیٰ ما ذکر الحفاظ۔ (مرقاة ج:۸ ص:۲۷۴ طبع امدادیة)۔

(۲) فاتفق له أن ضربه أبو لؤلؤة فیروز المجوسی الأصل الرومی الدار ...الخ۔ (البدایة والنهایة ج:۷ ص:۱۳۷ طبع دار الفکر)۔

(۳) ..... یقول سمعت علی ابن ابی طالب یقول: أخذ رسول الله صلی الله علیه وسلم حریرًا بشماله وذهبًا بیمینه ثم رفع بهما یدیه فقال: ان هٰذین حرام علیٰ ذکور أُمّتی، حل لِاناثهم۔ (ابن ماجة ص:۲۵۷، شامی ج:۶ ص:۳۵۸)۔

(۴) ولَا یتختم إلّا بالفضّة .... لَا یزیده علیٰ مثقال .... الخ۔ فیجوز من حجر وعقیق ویاقوت وغیرها وحل سمار الذهب فی حجر الفص۔ (شامی ج:۶ ص:۳۶۰)۔ اور مثقال ۴ماشہ ۴رتی کا ہوتا ہے۔ (اوزانِ شرعیه، جواهر الفقه ج:۱ ص:۴۳۸)۔

پتھر اور نگینوں کے اثرات پر یقین رکھنا دُرست نہیں

سوال:… بہت دنوں سے ذہن میں ایک سوال ہے، آج آپ سے اس کا جواب دینے کی گزارش کر رہا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ کیا پتھر اور نگینے انسانی زندگی پر مثبت یا منفی اثرات مرتب کرتے ہیں؟ ان کا پہننا اور یہ سوچنا کہ اس کے پہننے سے تقدیر بدل جائے گی، یا فلاں مشکل آسان ہوجائے گی، شرعی لحاظ سے کس قدر دُرست ہے؟ میں نے کچھ کتابوں میں پڑھا ہے کہ نگینے والی انگشتری پہننا انبیائے کرام کے دور سے ہی نیک بختی کی علامت ہے۔ ایک کتاب میں عقیق پتھر کا استعمال اس حوالے سے دیا گیا ہے کہ ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ: عقیق پہننا فقر کو دُور کرتا ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بحکم ربّ العالمین حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: ”اے رسول! آپ انگشتری عقیق دست راست میں پہنیں اور اپنے پسرِعم سے بھی یہی کہہ دیں۔“ آپ سے گزارش ہے کہ ان باتوں کی وضاحت کریں کہ یہ کس حد تک دُرست ہیں؟

جواب:… جو روایتیں آپ نے نقل کی ہیں، مجھے ان کا علم نہیں۔ انسانی زندگی پر اس کے اعمال اثر انداز ہوتے ہیں، پتھروں سے تقدیر نہیں بدلتی، نہ ان سے اللہ راضی ہوتا ہے، اور نہ کوئی خیر و برکت اور سعادت نصیب ہوتی ہے۔ (۱)

پتھروں کو سببِ حقیقی سمجھنا جہالت ہے

سوال:… ایک کالم میں آپ نے انگوٹھی میں نگینہ لگوانا جائز قرار دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ پتھر کو مؤثر سمجھنا ایک جاہلی تصوّر ہے۔ یہ ایک ایسا غیر واضح اور مبہم کلمہ ہے جس سے اکثر پڑھنے والوں کو غلط فہمی ہوسکتی ہے۔

۱:… خداوندِ کریم نے اس بھری کائنات میں کوئی شے بھی بے کار پیدا نہیں فرمائی، لہٰذا جو مختلف پتھر، جواہر کی شکل میں ملتے ہیں وہ بھی اس اُصول سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتے۔

۲:… خدائے بزرگ و برتر نے جہاں ہر شے خلق فرمائی، وہاں ہر شے میں اس کی ایک مخصوص تأثیر بھی عطا کی ہے، اور اس کے اُصول سے کوئی چیز بھی باہر نہیں، چاہے وہ پتھر ہی کیوں نہ ہوں۔

۳:… چنانچہ میں اس حالیہ و جدید تحقیقات کا حوالہ دیئے بغیر جو کہ پتھروں کے رنگوں اور ان خواص کے متعلق انتہائی جدید طریقۂ کار کے تحت اعلیٰ علمی انداز پر ہو رہی ہے، محض یہ عرض کرنے پر اِکتفا کروں گا کہ کسی چیز کو تأثیر سے عاری خیال کرنا، اگر جہالت نہیں تو لاعلمی ضرور ہے۔ اور اگر آپ خیال نہ فرمائیں تو تأثیر سے انکار کا سلسلہ بالآخر کفر کے مترادف ہوسکتا ہے۔

۴:… آخر میں مؤدّبانہ طور پر یہ عرض ہے کہ نہ تو کسی چیز کو حق کے بغیر رَدّ کرنا چاہئے، اور نہ ہی حق کے بغیر قبول کرنا چاہئے، چاہے رَدّ کیا جائے یا قبول کیا جائے، دونوں صورتوں میں حق و اِستدلال سے کام لینا علمی و ایمانی طور پر لازم ہے۔ جناب نے جو پتھر کے مؤثر سمجھنے کو جاہلی تصوّر قرار دیا ہے، تو اس مؤثر سمجھنے سے جناب کی کیا مراد ہے؟ وضاحت فرمائیں گے؟

---

(۱) وفی شرح الشمائل للقاری: واما ما روی فی التختم بالعقیق من أنه ینفی الفقر، وانه مبارک، وان من تختم به لم یزل فی خیر، فکلها غیر ثابتة علیٰ ما ذکره الحفاظ ...الخ۔ (اعلاء السنن ج:۱۷ ص:۳۱۴، طبع ادارة القرآن)۔

جواب:... یہ تو ظاہر ہے کہ جس کو ایک بے سمجھ بچہ بھی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہان کو عالمِ اسباب بنایا ہے، اور یہاں اسباب و مسبّبات کا سلسلہ قائم فرمایا ہے، اور اَسباب میں... بہ نظرِ ظاہر... تأثیر بھی رکھی ہے۔ چنانچہ آگ جلاتی ہے، زمین اُگاتی ہے، ہوا اُڑاتی ہے، پانی سیراب کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ الغرض! پورا عالم اسباب و مسبّبات کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے، اور اس کا انکار کرنا (جیسا کہ آپ نے فرمایا) بلاشبہ جہالت و نادانی ہے۔

۲:... سلسلۂ اَسباب کو دیکھتے ہوئے بہت سے لوگ اسباب کو مؤثرِ حقیقی سمجھنے لگتے ہیں، ان کی عقل و خرد اَسباب کے جال کا شکار ہوکر رہ جاتی ہے، اور ان کی نظر اسباب کے پردے کے پیچھے سے مسبّب الاسباب جل مجدہٗ کو جھانک کر نہیں دیکھ سکتی۔ جس طرح اسباب کی تأثیر کا انکار بے وقوفی ہے، اسی طرح نظر کا اسباب تک محدود رہنا اور مؤثرِ حقیقی تک نہ پہنچنا بھی عقل و فکر کی کوتاہی ہے۔

۳:... اسلام جس طرح اسباب کا قائل ہے، اسی طرح اس کا بھی قائل ہے کہ اسباب بذاتِ خود مؤثر نہیں، بلکہ ان کی تأثیر خالقِ اسباب کے اِرادہ و مشیت پر موقوف ہے، وہ چاہے تو سارے اسباب دھرے کے دھرے رہ جائیں، مگر سبب ان پر مرتب نہ ہو، اور اگر وہ چاہے تو اَسبابِ ظاہری کے بغیر مسبّبات کو وجود میں لے آئے۔[1]

۴:... جن جدید محققین کی تحقیقات کا حوالہ آنجناب نے رقم فرمایا ہے، ان کی اکثریت انہی ملحدین کی ہے جن کی نظر اَسباب

---

(۱) تأثیرِ اَسباب و علل کی حقیقت: جس طرح کہ اسباب و علل کا وجود موہبتِ ربانی ہے، اسی طرح اسباب و علل کی تأثیر بھی اُسی علیم و قدیر کا عطیہ ہے، اور بے چون و چگون دستِ قدرت کا ایک نقش ہے جس طرح اسباب و علل کا وجود اس کی مشیت اور حکم کے تابع ہے، اسی طرح اسباب و علل کی تأثیر بھی اس کی مشیت اور اِرادہ کے تابع ہے، فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد جب چاہتا ہے اُس وقت اسباب و علل اثر کرتے ہیں، ورنہ نہیں۔

جس طرح وہ علیم و قدیر جب چاہے اسباب و علل کے وجود کو سلب کرسکتا ہے اسی طرح اسباب و علل کی صفتِ تأثیر کو بھی جب چاہے سلب کرسکتا ہے، اور اگر بالفرض والتقدیر اسباب و علل کی تأثیر خدا تعالیٰ کی مشیت اور اِرادہ پر موقوف نہ ہو، بلکہ اسباب و علل اپنی تأثیر میں مستقل ہوں تو خدا سے اِستغناء اور نیازی بلکہ خود اسباب و علل کا خالق ہونا لازم آتا ہے کیونکہ جو شئ مستقل بالتأثیر ہو وہی خالق ہے نیز اسباب و علل کو مستقل بالتأثیر ماننے کے بعد خدا تعالیٰ کو مستقل بالتأثیر اور متفرد بالایجاد ماننا ناممکن ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسباب و علل تمامتر محض عادی ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ کی سنت اور عادت اسی طرح جاری ہے کہ ان اسباب و علل کی مباشرت کے بعد اپنی قدرت و مشیت سے مسبّب کو پیدا فرمادیتے ہیں لیکن کبھی کبھی باوجود تمام اسباب و علل کے جمع ہوجانے کے مسبّب کو نہیں بھی پیدا فرماتے تاکہ اہلِ غفلت ہوش میں آئیں، اور ان ظاہری اسباب و آلات سے اپنی نظروں کو ہٹا کر اُس علیم و قدیر کی طرف متوجہ ہوں اور سمجھیں کہ اصل مؤثر اور حقیقی فاعل وہی مالک الملک ہے، اور جن اسباب و وسائط کو ہم نے مؤثر سمجھ رکھا تھا، وہ سرتاپا غلط تھا: ''خود غلط بود آنچہ ماپنداشتیم''، چنانچہ بعض اَربابِ تحقیق کا اِرشاد ہے:

''سبحان من ربط الأسباب بمسبباتها ليهتدى العاملون، وخرق العوائد ليتفطن العارفون فيعلموا أنه فاعل مختار وان الحوادث لَا تحدث بالطبع ولَا الْاِضطرار۔''

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اسباب کو مسبّبات کے ساتھ مربوط فرمایا تاکہ کام کرنے والوں کو راستہ معلوم ہو اور کبھی کبھی معتاد طریقوں کو توڑا تاکہ اہلِ معرفت اور اَربابِ بصیرت سمجھیں کہ وہی حق جل و علا فاعلِ مختار ہے، اور کوئی شئ مادہ اور طبیعت کے اِقتضاء سے پیدا نہیں ہوتی، بلکہ اسی کی قدرت و اِختیار سے پیدا ہوتی ہے۔'' (علم الکلام ص:۱۸۴ تا ۱۸۶ از حضرت مولانا محمد اِدریس کاندھلوی رحمہ اللہ، طبع مکتبہ عثمانیہ لاہور)۔

میں اُلجھ کر رہ گئی ہے، اور وہ اَسباب کو مؤثرِ حقیقی سمجھ بیٹھے ہیں، اور ان پر ہی کیا موقوف! اکثر عقلائے عالم کا یہی حال ہے کہ وہ اسباب کو اَرباب سمجھ بیٹھے ہیں۔ ستاروں اور پتھروں کی تأثیر کو دیکھ کر ان کی پوجا پاٹ کرنے لگے، اور ان لوگوں کی اکثریت کو آپ دیکھیں گے جو پتھروں کی تأثیر کے قائل ہیں کہ وہ دِین سے مادر پدر آزاد ہیں۔ انہیں نماز، روزہ اور دیگر شعائرِ دِین سے کوئی واسطہ نہیں، وہ دِل کا سکون اور قلب کی راحت، روزی کی کشائش اور دُشمنوں پر فتح انہی بے جان پتھروں پر تلاش کرتے پھرتے ہیں، ایسے لوگوں کے حالات کے پیشِ نظر میں نے لکھا تھا کہ پتھر کو مؤثر سمجھنا ایک جاہلی تصوّر ہے۔ ورنہ اسباب کو اَسباب کے درجے میں رکھتے ہوئے ان کی غیرحقیقی تأثیر کا کون انکار کرسکتا ہے...؟ آخر میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں۔ ''ایک رات بارش ہوئی، صبح کی نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتے ہو تمہارے رَبّ نے کیا ارشاد فرمایا؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: صبح ہوگی تو کوئی مجھ پر اِیمان لانے والا اور ستاروں کا انکار کرنے والا ہوگا، اور کوئی ستاروں پر اِیمان لانے والا اور میرا اِنکار کرنے والا ہوگا، پس جس شخص نے کہا کہ: رات اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارش ہوئی، وہ مجھ پر اِیمان لانے والا اور ستاروں کا انکار کرنے والا ہوگا، اور جس نے یہ کہا کہ: فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی، وہ میرا اِنکار کرنے والا اور ستاروں پر اِیمان لانے والا ہوگا۔'' بلاشبہ ستاروں کی گردش بھی بارش کا سبب بنتی ہے، لیکن ان کو مؤثر سمجھنا اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا ہے۔[1]

نظر اُتارنے کے لئے سات مرچیں جلانا

سوال:... عموماً گھروں میں چھوٹے بچوں کو نظر ہوجاتی ہے، اور گھر کی بڑی بوڑھی عورتیں سات عدد سوکھی ہوئی ثابت مرچیں بچے کے اُوپر سے سات دفعہ اُتار کر آگ میں جلاتی ہیں، اگر مرچوں کے جلنے سے دھانس آتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ: نظر نہیں لگی۔ اور اگر مرچوں کے جلنے سے دھانس نہیں آتی تو پھر بچے کو کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ اور پھر مسلسل تین دن یہ عمل دُہرانے سے نظر اُتر جاتی ہے اور بچہ ٹھیک ہوجاتا ہے۔ آپ کا اس عمل کے بارے میں کیا خیال ہے؟ میرا اتنا تجربہ ہے کہ اگر کوئی سادہ مرچ آگ میں جلائی جائے تو بہت کھانسی آتی ہے اور حلق میں جلن ہوتی ہے، مگر نظر اُتاری ہوئی مرچ میں سے دھانس بالکل نہیں آتی اگر نظر لگی ہو تب۔

جواب:... مجھے اس عمل کا تجربہ نہیں، اگر یہ عمل نظر اُتارنے کے لئے مفید ہے، تو جائز ہے۔

(۱) عن زيد بن خالد الجهني قال: صلّى لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم صلٰوة الصبح بالحديبية علىٰ أثر سماء كانت من الليل، فلما انصرف اقبل على الناس فقال: هل تدرون ماذا قال ربكم؟ قالوا: الله ورسولهٗ أعلم! قال: قال: أصبح من عبادى مؤمن بى و كافر، فأما من قال: مطرنا بفضل الله ورحمته فذلك مؤمن بى، كافر بالكوكب، وأما من قال: مطرنا بنوء كذا و كذا فذلك كافر بى، مؤمن بالكواكب .... الخ۔ متفق عليه۔ (مشكوٰة ص: ۳۹۳، طبع قديمى كتب خانه)۔

متفرّق مسائل

کافر کو کافر کہنا حق ہے

سوال:... کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روشنی میں "کسی کافر کو بھی کافر نہیں کہنا چاہئے"، چنانچہ قادیانیوں کو کافر کہنا دُرست نہیں ہے۔ مزید یہ کہ اگر کوئی صرف زبان سے کلمہ پڑھ لے اور اپنے کو مسلمان ہونے کا اقرار کرے جبکہ حقیقت میں اس کا تعلق قادیانیت یا کسی اور عقیدے سے ہو تو کیا وہ شخص صرف زبانی کلمہ پڑھ لینے سے مسلمان کہلائے گا؟ اَزراہِ کرم مسئلہ ختمِ نبوّت کی وضاحت تفصیل سے بتایئے۔

جواب:... یہ تو کوئی حدیث نہیں کہ کافر کو کافر نہ کہا جائے، قرآنِ کریم میں بار بار "اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا"، "الْکٰفِرُوْنَ"، "لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا" کے الفاظ موجود ہیں۔ جو اس نظریے کی تردید کے لئے کافی وشافی ہیں۔ اور یہ اُصول بھی غلط ہے کہ جو شخص کلمہ پڑھ لے (خواہ مرزا غلام احمد قادیانی کو "محمد رسول اللہ" ہی مانتا ہو) اس کو بھی مسلمان ہی سمجھو، اس طرح یہ اُصول بھی غلط ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو خواہ خدا اور رسول کو گالیاں ہی بکتا ہو، اس کو بھی مسلمان ہی سمجھو۔

صحیح اُصول یہ ہے کہ جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے دِین کو مانتا ہو اور "ضروریاتِ دِین" میں سے کسی بات کا انکار نہ کرتا ہو، نہ توڑ مروڑ کر ان کو غلط معانی پہناتا ہو وہ مسلمان ہے[1]، کیونکہ "ضروریاتِ دِین" میں سے کسی ایک کا انکار کرنا یا اس کے معنی ومفہوم کو بگاڑنا کفر ہے[2]۔ قادیانیوں کے کفر و اِرتداد اور زَندقہ واِلحاد کی تفصیلات اہلِ علم بہت سی کتابوں میں بیان کرچکے ہیں۔ جس شخص کو مزید اطمینان حاصل کرنا ہو وہ میرے رسالہ "قادیانی جنازہ"، "قادیانیوں کی طرف سے کلمہٴ طیبہ کی توہین" اور "قادیانیوں اور دُوسرے غیرمسلموں میں کیا فرق ہے؟" ملاحظہ کرلیں۔ "دفترِ ختمِ نبوّت، مسجد باب الرحمت، پُرانی نمائش محمد علی جناح روڈ، کراچی" سے یہ رسائل مل جائیں گے۔

مایوسی کفر ہے

سوال:... مذہبِ اسلام میں مایوسی کفر ہے۔ ہم نے ایسا سنا ہے اور ساتھ یہ بھی ہے کہ خداوند نے ہر بیماری کا علاج پیدا کیا

---

(۱) الإیمان: وھو تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جمیع ما جاء بہ عن اللہ تعالٰی مما علم مجیئہ ضرورۃ۔ (رَدّ المحتار ج:۴ ص:۲۲۱)۔

(۲) والضابط فی التکفیر، ان من ردّ ما یعلم ضرورۃ من الدین فھو کافر۔ (اکفار الملحدین ص:۸۸)۔

ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ بیماریاں لاعلاج ہیں، ایک ایسا مرض جس کو ڈاکٹر لوگ لاعلاج قرار دیں تو ظاہر ہے وہ پھر مایوس ہوجائے گا۔ جب وہ مایوس ہوجائے گا تو اسلام میں وہ کافر ہوجائے گا؟

جواب:... خدا تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے،(۱) صحت سے مایوسی کفر نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے واقعی ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے، مگر موت کا کوئی علاج نہیں،(۲) اب ظاہر ہے کہ مرض الموت تو لاعلاج ہی ہوگا۔

متبرک قطعات

سوال:... کچھ مسلمان بھائیوں نے اپنے گھروں کے کمروں میں چاروں طرف اسلامی کیلنڈر کے قطعات لگا رکھے ہیں، ان کا لگانا کیسا ہے؟

جواب:... متبرک قطعات اگر برکت کے لئے لگائے جائیں تو جائز ہے، زینت کے لئے ہوں تو جائز نہیں، کیونکہ اسمائے مقدسہ اور آیات شریفہ کو محض گھر کی زینت کے لئے استعمال کرنا خلافِ ادب ہے۔

کیا زمین پر جبرائیل علیہ السلام کی آمد بند ہوگئی ہے؟

سوال:... ''بیان القرآن'' میں سورۂ قدر کے ترجمے میں ناچیز نے پڑھا ہے کہ لیلۃ القدر میں سیّد الملائکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بمع لشکر کے زمین پر اُترتے ہیں اور ساتھ حاشیہ میں بیہقی کی حضرت انسؓ کی روایت بھی درج ہے کہ رُوح الامین آتے ہیں۔ جبکہ ''موت کا منظر میں'' حضور پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ سرکار نے جب فانی دُنیا سے پردہ فرمایا اور حضرت عزرائیل علیہ السلام اجازت لے کر حجرۂ مبارک میں داخل ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام بھی آئے اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! دیگر گفتگو کے علاوہ کہ اب میرا زمین پر یہ آنا آخری بار آنا ہے اور میں قیامت تک زمین پر نہیں آؤں گا۔ تو عرض ہے کہ اس مسئلے میں یہ تضاد کیسا؟

جواب:... ان دونوں باتوں میں تضاد نہیں، جبرائیل علیہ السلام کا وحی لے کر آنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے بند ہوگیا، دُوسری مہمات کے لئے ان کا آنا بند نہیں ہوا۔(۳)

کیا دُنیا و ما فیہا ملعون ہے؟

سوال:... کراچی سے شائع ہونے والے ایک روزنامہ میں ایک مضمون بعنوان ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات''

---

(۱) والیأس من اللہ تعالٰی کفر، لأنہ لَا ییأس من روح اللہ اِلّا القوم الکافرون۔ (شرح العقائد ص:۱۶۹، طبع خیر کثیر)۔

(۲) عن أبی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ما أنزل اللہ داء الّا انزل لہ شفاء، رواہ البخاری۔ وعن جابر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لکل داء دواء، فاذا اصیب دواء الداء برأ باذن اللہ۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ ص:۳۸۷)۔ عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی الحبّۃ السوداء شفاء من کل داء اِلّا السام، قال ابن شہاب السّام الموت، والحبۃ السوداء الشونیز۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص:۳۸۷)۔

(۳) تفصیل دیکھئے: بیان القرآن ج:۲ ص:۱۱۱، سورۃ القدر آیت نمبر ۴۔

میں حدیث تحریر کی گئی جس کے الفاظ درج ذیل تھے:

"دُنیا ملعون ہے اور دُنیا میں موجود تمام چیزیں بھی ملعون ہیں۔"

حدیث کے ساتھ یہ نہیں بتایا گیا کہ کون سی حدیث سے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں، میری ناقص رائے کے مطابق دُنیا میں بہت سی واجب الاحترام چیزیں ہیں، مثلاً: قرآن پاک، خانہ کعبہ، بیت المقدس، مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قابلِ احترام ہستیاں بھی ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مبارک الفاظ ارشاد فرمائے ان کا مفہوم کیا ہے؟ کیا یہ الفاظ حقیقتاً اسی طرح ہیں؟

جواب:... یہ حدیث ترمذی اور ابنِ ماجہ میں ہے۔ حدیث پوری نقل نہیں کی گئی، اس لئے آپ کو اِشکال ہوا۔ پوری حدیث یہ ہے: "دُنیا ملعون ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ بھی ملعون ہے، سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور جو چیزیں ذکرِ الٰہی سے تعلق رکھتی ہیں یا عالم یا طالب علم کے۔"(۱) اس سے معلوم ہوا کہ یہ تمام چیزیں جو ذکرِ الٰہی کا ذریعہ ہیں وہ دُنیائے مذموم کے تحت داخل نہیں۔

کیا "خدا تعالیٰ فرماتے ہیں" کہنا جائز ہے؟

سوال:... ایک پیر صاحب کے سامنے ذکر ہوا کہ "خدا تعالیٰ فرماتے ہیں" تو وہ بہت غصے میں آگئے اور کہنے لگے کہ یوں کہنا چاہئے: "خدا تعالیٰ فرماتا ہے" کیونکہ وہ وحدہٗ لاشریک ذات ہے۔ اور "فرماتے ہیں" ہم نے تعظیماً کہا تھا اور ہم کو معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمادیں۔

جواب:... تعظیم کے لئے "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" کہنا جائز ہے۔ قرآنِ کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے جمع کے صیغے استعمال فرمائے ہیں۔(۲)

کیا "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" کہنا شرک ہے؟

سوال:... "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" کیا یہ لفظ شرک تو نہیں؟ کیونکہ اس میں جمع کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔

جواب:... جمع کا صیغہ تعظیم کے لئے ہے، اس لئے شرک نہیں۔

"خدا حافظ" کہنا کیسا ہے؟

سوال:... کیا "خدا حافظ" کہنا غلط تو نہیں؟ کیا "خدا" کا لفظ مشرکانہ ہے؟

جواب:... یہ لفظ صحیح ہے، اس کو مشرکانہ کہنا غلط ہے۔

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: الَا ان الدنيا ملعونة ملعون ما فيها إلّا ذكر الله وما والَاه وعالم أو متعلم .... رواه ابن ماجة والترمذی۔ (مشكوٰة ص: ۴۴۱، كتاب الرقاق، ايضاً ابن ماجة ص: ۳۰۲، ۳۰۳ كتاب الزهد)۔

(۲) جیسا کہ: "يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ .... وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا .... الخ۔" (الحجرات: ۱۳)۔

اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ ''خدا'' بولنا جائز ہے

سوال:... قرآنِ کریم، حدیث شریف اور صحابہ کرامؓ کے مکمل مطالعے سے ایک بات سامنے آتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ بابرکات کے لئے صرف دو الفاظ ملتے ہیں: اللہ اور ربّ۔ باقی صفاتی اسمائے کرام ہیں۔ لیکن کہیں لفظ ''خدا'' نہیں ملتا، پھر ہم اللہ کی ذات کے لئے ایک ایسا لفظ بول کر جو نہ قرآنِ کریم میں ہے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بولا، نہ صحابہ کرامؓ نے استعمال کیا، گناہ تو نہیں کر رہے؟ ایک فلسطینی ساتھی سے معلوم ہوا تھا کہ یہودی، اللہ کی ذات کے لئے ''خدا'' بولتے ہیں۔ اسی طرح لفظ ''نیک یا نیکی'' عربوں کی عام زبانوں میں نہایت غلیظ معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

جواب:... اگر اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں میں سے کسی نام کا کسی دُوسری زبان میں ترجمہ کر دیا جائے تو اس کے ناجائز ہونے کی کیا دلیل ہے؟ آخر قرآنِ کریم کا ترجمہ دُوسری زبانوں میں کیا ہی جاتا ہے۔ عربی کا لفظ ''صالح'' ہے، فارسی اور اُردو میں اس کا ترجمہ ''نیک'' کیا جاتا ہے، آپ ترجمے کو بھی عربی سمجھنے لگیں گے تو بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔

اللہ کی جگہ لفظ ''خدا'' کا استعمال کرنا

سوال:... صورتِ حال یہ ہے کہ میرے ایک چچا اِنڈیا میں رہتے ہیں، کچھ عرصہ پہلے میں نے اپنے ایک خط میں لفظ ''خدا'' کا استعمال کیا تھا۔ (میرا خیال ہے کہ ''خدا حافظ'' لکھا تھا) جس پر انہوں نے مجھے لکھا کہ لفظ ''خدا'' کا استعمال غلط ہے، اللہ کے لئے لفظ ''خدا'' استعمال نہیں ہوسکتا۔ جس کے جواب میں میں نے لکھا تھا کہ میرے خیال میں ''خدا'' لکھنے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑنا چاہئے۔ بس ہمارے ذہن میں اللہ کا تصوّر پختہ ہونا چاہئے اور اگر لفظ ''خدا'' غلط ہے تو تاج کمپنی، جس کے قرآن پاک تمام دُنیا میں پڑھے جاتے ہیں، کے ترجموں میں لفظ ''خدا'' استعمال نہ ہوتا۔ آپ سے گزارش یہ ہے کہ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ کیا لفظ ''خدا'' کا استعمال غلط ہے؟

جواب:... اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ ''خدا'' کا استعمال جائز ہے اور صدیوں سے اکابرین اس کو استعمال کرتے آئے ہیں اور کبھی کسی نے اس پر نکیر نہیں کی۔ اب کچھ لوگ پیدا ہوئے ہیں جن کے ذہن پر عجمیت کا وہم سوار ہے، انہیں بالکل سیدھی سادی چیزوں میں ''عجمی سازش'' نظر آتی ہے، یہ ذہن غلام احمد پرویز اور اس کے ہم نواؤں نے پیدا کیا اور بہت سے پڑھے لکھے، شعوری وغیر شعوری طور پر اس کا شکار ہوگئے۔ اسی کا شاخسانہ یہ بحث ہے جو آپ نے کی ہے۔ عربی لفظ میں ''ربّ'' مالک اور صاحب کے معنی میں ہے، اسی کا ترجمہ فارسی میں لفظ ''خدا'' کے ساتھ کیا گیا ہے، چنانچہ جس طرح لفظ ''ربّ'' کا اطلاق بغیر اضافت کے غیراللہ پر نہیں کیا جاتا، اسی طرح لفظ ''خدا'' بھی جب مطلق بولا جائے تو اس کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے، کسی دُوسرے کو خدا کہنا جائز نہیں۔

غیاث اللغات میں ہے: ''خدا بالضم بمعنی مالک، صاحب چوں لفظ خدا مطلق باشد بر غیر ذات باری تعالیٰ اطلاق نکنند مگر در صورتیکہ بچیزے مضاف شود، چوں کدخدا، ودہ خدا۔''[1] ٹھیک یہی مفہوم اور یہی استعمال عربی میں لفظ ''ربّ'' کا ہے۔ آپ کو معلوم

(۱) غیاث اللغات ص:۱۸۵۔

ہوگا کہ "اللہ" تو حق تعالیٰ شانہ کا ذاتی نام ہے، جس کا نہ کوئی ترجمہ ہوسکتا ہے نہ کیا جاتا ہے، دُوسرے اسمائے اِلٰہیہ صفاتی نام ہیں جن کا ترجمہ دُوسری زبانوں میں ہوسکتا ہے اور ہوتا ہے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں میں سے کسی بابرکت نام کا ترجمہ غیرعربی میں کردیا جائے اور اہلِ زبان اس کو استعمال کرنے لگیں تو اس کے جائز نہ ہونے اور اس کے استعمال کے ممنوع ہونے کی آخر کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ اور جب لفظ "خدا" صاحب اور مالک کے معنی میں ہے اور لفظ "رَبّ" کے مفہوم کی ترجمانی کرتا ہے تو آپ ہی بتایئے کہ اس میں مجوسیت یا عجمیت کا کیا دخل ہوا؟ کیا انگریزی میں لفظ "رَبّ" کا کوئی اور ترجمہ نہیں کیا جائے گا؟ اور کیا اس ترجمے کا استعمال یہودیت یا نصرانیت بن جائے گی؟ افسوس ہے کہ لوگ اپنی ناقص معلومات کے بل بوتے پر خودرائی میں اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ انہیں اسلام کی پوری تاریخ سیاہ نظر آنے لگتی ہے اور وہ چودہ صدیوں کے تمام اکابر کو گمراہ یا کم سے کم فریب خوردہ تصوّر کرنے لگتے ہیں، یہی خودرائی انہیں جہنم کے گڑھے میں دھکیل دیتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

کیا اللہ تعالیٰ کو "خدا" کہنے والے غلطی پر ہیں؟

سوال:... عرصۂ دراز سے ایک بات مجھے بُری طرح کھٹکتی رہی ہے کہ عوام الناس اور اکثر علمائے کرام، اللہ کو "خدا" کہتے ہیں، یہاں تک کہ قرآنِ کریم کے ترجمے میں بھی جہاں اللہ لکھا ہے وہاں "خدا" کردیا گیا ہے۔ سوائے "قل ھو اللہ" کے، کہ جس کا ترجمہ "کہو کہ وہ اللہ (ہی) ایک ہے"، یہاں خدا نہیں لکھ سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "اور اللہ کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں، تو اس کو اس کے ناموں سے پکارا کرو، اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجی کرتے ہیں، ان کو چھوڑ دو، وہ جو کچھ کر رہے ہیں، عنقریب اس کی سزا پائیں گے" (اَعراف) اس کے ننانوے ناموں میں کہیں "خدا" نہیں ہے، نہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "خدا" کہا ہوگا، کیا یہ اس کے ناموں میں کجی کرنا نہیں؟ ہندو اپنے بتوں کو "خدا" کہتے ہیں، جبکہ عیسائی "God" کہتے ہیں، کیا وہ لوگ جو اللہ کو "خدا" کہتے ہیں غلطی پر ہیں؟

جواب:... "خدا" کا لفظ فارسی لفظ ہے، پُرانے زمانے سے استعمال ہوتا ہے۔ سنا ہے کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ فاتحہ کا ترجمہ فارسی میں کیا تھا، اس میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا تھا۔ باقی میں زیادہ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں، جس طرح بزرگوں کو کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس طرح ہم کرتے ہیں، واللہ اعلم!

اللہ تعالیٰ کا نام بھی عظمت سے لینا چاہئے

سوال:... ہر مسلمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بڑے ادب و تعظیم کے ساتھ لیتا ہے، یعنی نام کے ساتھ "صلی اللہ علیہ وسلم" کا اضافہ کردیتے ہیں، لیکن اس کی نسبت اللہ کا نام اتنے ادب و تعظیم کے ساتھ نہیں لیتے، فقط "خدا" یا "اللہ" کیوں کہتے ہیں؟

جواب:... اللہ تعالیٰ کا نام بھی عظمت سے لینا چاہئے، مثلاً: خدا تعالیٰ، اللہ جل شانہ۔ (۱)

(۱) ویستحب أن یقول: قال اللہ تعالٰی، ولَا یقول: قال اللہ، بلا تعظیم۔ (فتاوی عالمگیری ج:۵ ص:۳۱۵، کتاب الکراھیۃ، الباب الرابع)۔

سوال:... ہمارا ایک دوست جمال، خداوند کریم کا ذکر ہو تو ''اللہ میاں'' کہتا ہے، ہمارا ایک اور دوست کہتا ہے کہ میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے (جس کا نام اسے یاد نہیں ہے) کہ ''اللہ میاں'' نہیں کہنا چاہئے۔ ''اللہ تعالیٰ'' یا اور جو خداوند تعالیٰ کے نام ہیں لینے چاہئیں، کیونکہ ''میاں'' کے معنی کچھ اور ہیں۔ یہ آپ بتائیں کہ کیا ٹھیک ہے کہ ''اللہ میاں'' کہیں یا نہ کہیں؟ ذرا وضاحت فرماکر مشکور فرماویں کیونکہ ہم نے پرائمری اسکولوں میں ''اللہ میاں'' پڑھا ہے۔

جواب:... ''میاں'' کا لفظ تعظیم کا ہے، اس کے معنی آقا، سردار، مالک اور حاکم کے بھی آتے ہیں۔ اس لئے ''اللہ میاں'' کہنا جائز ہے۔[1]

کیا اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کے لئے ''جل جلالہٗ، جل شانہٗ'' وغیرہ کہنا ضروری ہے؟

سوال:... اللہ نے اپنی مبارک ذات کا تعارف لفظ ''اللہ'' سے کرایا ہے، یقیناً اپنے لئے اس کو یہ نام پسند ہے، کیا یہ ضروری نہیں کہ جب لفظ ''اللہ'' کہا جائے یا سنا جائے یا لکھا جائے تو صاحبِ ایمان ''جل جلالہٗ'' کا لفظ اس مبارک نام کے ساتھ ضرور شامل کریں؟ جس طرح لفظ ''محمد'' کے ساتھ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کہنا حکمِ خداوندی ہے۔

جواب:... اللہ تعالیٰ کا پاک نام جب زبان سے کہا جائے یا لکھا جائے تو اس کے ساتھ تعظیم کے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں، مثلاً: ''تعالیٰ شانہٗ، جل شانہٗ، جل جلالہٗ'' وغیرہ۔[2] اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی بولا یا لکھا جائے تو اس کے ساتھ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' بولنے اور لکھنے کا اہتمام کرنا چاہئے، صرف ''صلعم'' کے لفظ پر کفایت کرنا بُرا ہے، اور یہ بخل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ لفظ ''صاحب'' کا استعمال

سوال ۱:... جنابِ محترم! ہم ادب کے طور پر ''صاحب'' لفظ استعمال کردیتے ہیں، تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام، جملہ صحابہ کرامؓ اور دِین کے تمام بزرگوں کے لئے، بلکہ اپنے بزرگوں کے لئے بھی۔ جنابِ عالی! یہ لفظ یعنی ''صاحب'' ہم اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ نہ زبان پر کہتے ہیں، نہ لکھتے ہیں، کیا یہ بات کوئی گناہ یا خلافِ ادب تو نہیں ہے؟ واضح فرمادیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارا رَبّ ہے، پروردگار ہے۔

سوال ۲:... آج کل دیکھا جاتا ہے کہ کیلنڈروں اور کتابوں کے سرِورق وغیرہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا قرآن پاک کی آیت ٹیڑھی اور ترچھی لکھی جاتی ہے، کیا ایسا لکھنا خلافِ ادب اور باعثِ گناہ تو نہیں؟

سوال ۳:... کیا سورۂ اِخلاص تین بار پڑھنے سے تمام قرآن شریف کی تلاوت کا ثواب حاصل ہوجاتا ہے؟

سوال ۴:... کیا دُعا کے اوّل اور آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف پڑھے بغیر دُعا قبول نہیں ہوتی؟

---

(۱) دیکھئے: فیروز اللغات ص:۱۱۵۳ طبع فیروز سنز۔

(۲) ویستحب أن یقول: قال اللہ تعالٰی، ولا یقول: قال اللہ، بلا تعظیم۔ (فتاویٰ عالمگیری ج:۵ ص:۳۱۵، کتاب الکراھیۃ، الباب الرابع)۔

سوال ۵:...اگر کوئی شخص کسی صاحبِ طریقت سے بیعت ہو تو پیر صاحب کے بتلائے ہوئے اذکار پہلے پڑھے یا وہ اذکار جن کا کتبِ فضائل میں ذکر ملتا ہے، جیسے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص صبح کو سورۂ یٰسین پڑھ لے گا (شام تک کی) اس کی حاجتیں پوری ہوجائیں گی وغیرہ وغیرہ۔ اگر کسی آدمی کے پاس وقت کم ہو تو وہ کون سے اذکار پڑھے، احادیث میں مذکورہ یا صاحبِ طریقت کے جس سے بیعت ہو؟ اسی طرح اگر کوئی بیعت سے پہلے احادیث کے اذکار کو جو پڑھ رہا ہو وہ بند کرلے تو گناہ تو نہیں؟ تہجد کی نماز چند دن پڑھتا ہوں، چند دن نہیں پڑھتا، اس کے متعلق واضح فرمادیں، بغیر وضو چارپائی پر لیٹے لیٹے احادیث شریف کی کتاب پڑھ رہا ہو تو گناہگار ہوگا یا بے ادب؟ کیا دُرود شریف بغیر وضو پڑھ سکتا ہے؟

سوال ۶:...دُرود شریف کا ثواب زیادہ ہے یا اِستغفار کا؟

جواب ۱:...پُرانے زمانے کی اُردو میں ''اللہ صاحب فرماتا ہے'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، مگر جدید اُردو میں ان کا استعمال متروک ہوگیا، گویا اُس زمانے میں یہ تعظیم کا لفظ سمجھا جاتا تھا، مگر جدید زبان میں یہ اتنی تعظیم کا حامل نہیں رہا کہ اسے اللہ تعالیٰ کے لئے یا انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہؓ و تابعینؒ کے لئے استعمال کیا جائے۔

جواب ۲:...اگر ان کو ادب و احترام سے رکھا جاتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر ان کے پامال ہونے کا اندیشہ ہو تو نہیں لکھنی چاہئیں۔[1]

جواب ۳:...ایک حدیث میں یہ مضمون ہے کہ "قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ" تہائی قرآن کے برابر ہے (ترمذی)۔[2]

جواب ۴:...دُعا کے اوّل و آخر دُرود شریف کا ہونا دُعا کی قبولیت کے لئے زیادہ اُمید بخش ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دُعا آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتی ہے جب تک کہ اس کے اوّل و آخر میں دُرود شریف نہ ہو۔[3]

جواب ۵:...جن اوراد و اذکار کو معمول بنالیا جائے، خواہ شیخ کے بتانے سے یا ازخود، ان کے چھوڑنے میں بے برکتی ہوتی ہے،[4] اس لئے بھی معمولات کی پابندی کرنی چاہئے اور ایک وقت نہ ہوسکے تو دُوسرے وقت پورے کرلے۔[5] تہجد کی نماز میں ازخود ناغہ

(۱) لَا بأس بكتابة اسم الله تعالىٰ على الدراهم لأن قصد صاحب العلامة لَا التهاون كذا في جواهر الأخلاطي .... ولو كتب القرآن على الحيطان والجدران بعضهم قالوا يرجى أن يجوز وبعضهم كرهوا ذٰلك مخافة السقوط تحت أقدام الناس كذا في فتاوىٰ قاضيخان. (عالمگیری ج:۵ ص:۳۲۳)۔

(۲) عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا زلزلت تعدل نصف القرآن، وقل هو الله أحد تعدل ثلث القرآن، وقل يٰـأيها الكٰفرون تعدل ربع القرآن. (ترمذی ج:۲ ص:۱۱۳ باب ما جاء في سورة الإخلاص، أيضًا مشكٰوة ص:۱۸۸، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثاني)۔

(۳) عن عمر بن الخطاب قال: ان الدعاء موقوف بين السماء والأرض لَا يصعد منها شيء حتّٰى تصلي علىٰ نبيّك. رواه الترمذي. (مشكٰوة ص:۸۷، باب الصلٰوة على النبي صلى الله عليه وسلم، الفصل الثالث)۔

(۴) عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أحب الأعمال إلى الله أدومها وإن قلّ. متفق عليه. (مشكٰوة ص:۱۱۰، باب القصد في العمل، الفصل الأوّل)۔

(۵) عن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من نام عن حزبه أو عن شيء منه فقرأه فيما بين صلٰوة الفجر وصلٰوة الظهر كتب له كأنما قرأه من الليل. رواه مسلم. (مشكٰوة ص:۱۱۰، باب القصد في العمل، الفصل الأوّل)۔

نہ کرے۔[1] بغیر وضو حدیث شریف کی کتاب پڑھنا خلافِ اَوْلیٰ ہے۔ دُرود شریف بے وضو جائز ہے، باوضو پڑھے تو اور بھی اچھا ہے۔[2]

جواب۶:... دونوں کا ثواب اپنی اپنی جگہ ہے، اِستغفار کی مثال برتن مانجھنے کی ہے، اور دُرود شریف کی مثال برتن قلعی کرنے کی۔

لفظ ''اللہ'' کے معنی

سوال:... خدا تعالیٰ کے نام ''اللہ'' کے کیا معنی ہیں؟

جواب:... اللہ تعالیٰ کا اسمِ ذاتی ''اللہ'' ہے، اس میں معنی کا لحاظ نہیں۔

کیا لفظ ''خدا'' لفظ ''اللہ'' کا ترجمہ ہے؟

سوال:... میں پاکستان کی تمام صحافتی برادری، پریس اور دیگر ذرائع ابلاغِ عامہ سے متعلق ذمہ دار اَفراد، علماء، دانشور، قابلِ قدر اور باعثِ صد احترام اُستاد صاحبان اور تمام مسلمانوں کی توجہ قرآن پاک کی اس آیتِ مبارکہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، سورۃ الاعراف آیت:۱۸۰ (ترجمہ) ''اور اللہ کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں، تو اس کو اس کے ناموں ہی سے پکارا کرو، اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجی اختیار کرتے ہیں ان کو چھوڑ دو، وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کی سزا پائیں گے۔'' تاکہ اس آیتِ مبارکہ کی رہبری میں، ہماری عام بول چال میں مروّج اور ادب میں دَر آنے والے ان الفاظ کو جنھیں ہم اللہ کے اسمِ اعظم کے بجائے استعمال کر کے انجانے میں ایک غلطی کا شکار چلے آرہے ہیں، اسے آج اسی مقام پر روکنے کی بھرپور کوشش کریں۔ دراصل یہ کوئی ایسی مشکل بات بھی نہیں، صرف جذبہ اور عمل کی ضرورت ہے۔ اصل میں ہمارے ہاں مغلیہ دورِ حکومت اور اس کے بعد تک بھی فارسی ہر سطح پر اظہار کا ذریعہ اور دفتری زبان رہی ہے، اُردو نے بہت آہستہ آہستہ ان زبانوں میں اپنی جگہ بنائی اور اس کا خمیر کیونکہ انہی زبانوں سے اُٹھا، اس لئے ہر طرح کے الفاظ بڑی آسانی سے اُردو میں ضم ہوتے گئے اور مستعمل رہے۔ ''خدا، پروردگار'' یا بعد میں انگریزی دور کے نتیجے میں ''گاڈ'' یہ سب الفاظ اسی طرح اُردو زبان میں رواج پاگئے، جس طرح کہ ان زبانوں کے بولنے والوں کے اپنے مذاہب میں ہزاروں سال سے رائج تھے۔ یہ الفاظ یا اسی طرح کے دُوسرے الفاظ کسی بھی طور سے ''اللہ'' کے معنی کے طور پر، یا ''اللہ'' کے مفہوم کی ادائیگی کے طور پر دُوسری زبانوں میں ترجمہ کرتے وقت یا اپنی زبان میں اظہاریہ کے طور پر شامل نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ ''اللہ'' صفاتی نام نہیں، اس لئے دُوسری زبانوں میں ادائیگی کے لئے ان مذاہب میں مروّج نام ''اللہ'' کے معنی میں ادا نہیں ہوسکتا۔ جب ہم ''خدا'' یا ''گاڈ'' کہتے

---

(۱) عن عمرو بن عبسة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أقرب ما يكون الرب من العبد في جوف الليل الآخر، فإن استطعت أن تكون ممكن يذكر الله في تلك الساعة فكن. رواه الترمذي. (مشكوٰة ص:۱۰۹، باب التحريض على قيام الليل).

(۲) عن عائشة قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكر الله عزّ وجلّ على كل أحيانه. (ابوداؤد ج:۱ ص:۴، باب في الرجل ذكر الله تعالىٰ على غير طهر). وفي الدر المختار: وصفتها فرض للصلوٰة وواجب للطواف .... ومندوب في نيف وثلاثين موضعًا ذكرتها في الخزائن ...إلخ. وفي الشرح: فمنها عند إستيقاظ من نوم .... ولغضب ومرأة حديث وروايته ودراسة علم ...إلخ. (الدر المختار مع الرد ج:۱ ص:۸۹).

ہیں تو وہ ''خدا'' یا ''گاڈ'' ان قوموں کے ہاں جس مفہوم میں ادا ہوتا ہے وہی سمجھا جائے گا، اور ہم ناسمجھی میں اس غلطی کا اعادہ کئے چلے جارہے ہیں۔ ایک بار پھر اس آیتِ مبارکہ کو سکون اور دِلجمعی کے ساتھ پڑھئے، بات خود بخود آپ کی سمجھ میں آجائے گی، اِن شاء اللہ۔ اب آپ کا فرض ہے کہ آج سے ''اللہ'' اس اسمِ اعظم کا ترجمہ نہ کریں، جہاں کہیں ''خدا''، ''گاڈ'' یا کوئی اور لفظ ''اللہ'' کے معنوں میں لکھا ہو، آپ اسے ''اللہ'' پڑھیں، پڑھائیں۔ کیونکہ ''اللہ'' وہ لفظ ہے جو ترجمہ نہیں ہوسکتا۔ قرآن ہمیں اس کجی سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔

جواب:... لفظ ''اللہ'' تو حق تعالیٰ شانہٗ کا ذاتی نام ہے، اس کا ترجمہ نہ ہوسکتا ہے، نہ کوئی کرتا ہے۔ آپ نے سورۃ الاعراف کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے، اگر آپ نے اس پر غور فرمایا ہوتا تو آپ کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام ہیں اور وہ سب اچھے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارنا جائز اور صحیح ہے۔ (۱)

ذاتی نام کا ترجمہ تو کسی زبان میں نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ کے جو صفاتی نام ہیں، ان کا ترجمہ اور مفہوم دُوسری زبانوں میں ادا ہوسکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو جو ''خدا'' کہا جاتا ہے، یہ اس کے صفاتی نام ''مالک'' کا مفہوم ادا کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ''خدا'' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں کہا جاتا، نہ کہا جاسکتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کو ''خدا'' کہہ کر پکارنا سورۂ اَعراف کی اس آیت کے ذیل میں آتا ہے جو آپ نے نقل کی ہے۔

کیا ''خدا'' اللہ تعالیٰ کا نامِ مبارک ہے؟

سوال:... قرآنِ کریم کی سورۃ الاعراف کی آیت نمبر:۱۸۰ میں ارشادِ ربانی ہے: ''اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں، سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی۔'' قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں، جن میں ''خدا'' نام نہیں ہے، لہٰذا آپ قرآنِ کریم کی رُو سے یہ بتائیں کہ ''خدا'' کہہ کر پکارنا کہاں تک دُرست ہے؟ نہایت ممنون ہوں گا۔

جواب:... یہ تو ظاہر ہے کہ ''خدا'' عربی زبان کا لفظ نہیں، فارسی لفظ ہے، جو عربی لفظ ''رَبّ'' کے مفہوم کو ادا کرتا ہے، ''رَبّ'' اسمائے حسنیٰ میں شامل ہے اور قرآن و حدیث میں بار بار آتا ہے، فارسی اور اُردو میں اسی کا ترجمہ ''خدا'' کے ساتھ کیا جاتا ہے، اس لئے ''خدا'' کہنا صحیح ہے اور ہمیشہ سے اکابرِ اُمت اس لفظ کو استعمال کرتے آئے ہیں۔

لفظِ ''خدا'' کے استعمال پر اِشکالات کا جواب

سوال:... روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۷؍اگست ۱۹۹۲ء (اسلامی صفحہ اقرأ) میں بعنوان ''اللہ تعالیٰ کے لئے لفظِ خدا کا استعمال'' ایک سائل کا سوال اور آپ کا یہ جواب نظر سے گزرا کہ اسمِ ذات اللہ کا ترجمہ لفظ ''خدا'' سے کیا جاسکتا ہے، آپ کے اس موقف پر مختصر معروضات پیشِ خدمت ہیں۔

(۱) ''وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا'' (الاعراف:۱۸۰)۔

آپ کی یہ بات تو دُرست ہے کہ "قرآنِ کریم کا ترجمہ دُوسری زبانوں میں کیا جاتا ہے" لیکن اس سے آپ کا یہ نتیجہ نکالنا کہ اسمِ ذات کا بھی ترجمہ کیا جاسکتا ہے، دُرست نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں مذکورہ تمام انبیاء و رُسل کے ذاتی ناموں کا کوئی ترجمہ ہرگز نہیں کیا جاتا، لہٰذا ان کے اسمائے گرامی کو تراجم میں جوں کا توں قائم رکھا جاتا ہے، مزید یہ کہ انبیاء اور رُسل کے علاوہ بھی جو دیگر انسانوں کے ذاتی نام قرآن پاک میں بیان ہوئے ہیں، ان تک کا ترجمہ بھی نہیں کیا جاتا ہے، آپ خود بھی تو انسانی اسمائے ذات کا کوئی ترجمہ نہیں فرماتے ہیں۔

جب صورت یہ ہو کہ قرآنِ کریم میں مذکور ایک عام انسان تک کے ذاتی نام کا ترجمہ جائز نہ ہو تو آخر مالکِ کُل کائنات کے عظیم ترین ذاتی نام "اللہ" کا ترجمہ "خدا، بھگوان یا گاڈ" کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟ پھر یہ کہ قرآن سے قطع نظر پوری دُنیا میں بھی یہی اُصول رائج ہے کہ ذاتی ناموں کا ترجمہ کسی بھی زبان میں ہرگز نہ کیا جائے۔

محترم! ذرا سوچئے کہ جہاں عام انسان تک کے ذاتی نام کا اس قدر اہتمام و احترام ہو، وہاں تمام انسانوں کے خالق اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام کا ترجمہ "خدا" کرکے اسمِ اعظم "اللہ" کے ساتھ کتنی بڑی جسارت، کتنی بڑی توہین اور کتنی بڑی بے حرمتی نادانستہ طور پر کی جاتی ہے، لہٰذا اس سنگین غلطی کا ازالہ ضروری ہے، تاکہ اسمِ ذات "اللہ" کو صرف اور صرف اللہ ہی کہا اور لکھا جائے۔

مندرجہ بالا حقائق کے پیشِ نظر آپ سے گزارش ہے کہ آپ اپنے موقف پر نظرِ ثانی فرمائیں اور صحیح موقف "جنگ" میں ضرور شائع فرمادیں تاکہ آپ کے تمام قارئین کرام بھی اصلاح کریں۔

جواب:... آپ کا سارا خط اس غلط مفروضے پر مبنی ہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے اسمِ ذات "اللہ" کا ترجمہ لفظِ "خدا" سے کیا جاسکتا ہے، حالانکہ یہ مفروضہ ہی غلط ہے اور غلط فہمی پر مبنی ہے۔ میں نے سائل کے جواب میں یہ لکھا تھا کہ: "اگر اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں میں سے کسی نام کا دُوسری زبان میں ترجمہ کردیا جائے تو اس کے ناجائز ہونے کی کیا دلیل ہے؟"

میں نے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی نام کا ترجمہ کرنے کو لکھا ہے، تعجب ہے کہ آپ جیسا فہیم آدمی اس کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اسمِ ذات "اللہ" کا ترجمہ کرنے کو صحیح قرار دیا ہے۔ "اللہ" حق تعالیٰ شانہٗ کا اسمِ ذات ہے، اس کا ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا، نہ کوئی عاقل اس کے ترجمے کو صحیح کہہ سکتا ہے، میں نے اللہ تعالیٰ کے دیگر اسمائے حسنیٰ کے ترجمے کو لکھا ہے اور یہ کہ "خدا" کا لفظ اسمائے حسنیٰ مبارکہ میں سے کسی لفظ کا ترجمہ ہے۔

اب وضاحت سے لکھتا ہوں کہ لفظِ "خدا" حق تعالیٰ شانہٗ کے اسمِ ذات "اللہ" کا ترجمہ نہیں، لفظِ "خدا" فارسی کا لفظ ہے، جس کے معنی مالک، صاحب، آقا اور واجب الوجود کے ہیں، غیاث اللغات میں ہے:

> "خدا بالضم بمعنی مالک و صاحب۔ چوں لفظ خدا مطلق باشد بر غیر ذاتِ باری تعالیٰ اطلاق نکند مگر در صورتے کہ بچیزے مضاف شود، چوں کہ خدا، ودہ خدا۔ وگفتہ اند کہ خدا بمعنی خود آئندہ است، چہ مرکب است از کلمہ "خود" وکلمہ "آ" کہ صیغہ امر است از آمدن، وظاہر است کہ امر بترکیب اسم معنی اسم فاعل پیدا می کند، وچوں حق تعالیٰ بظہور خود بدیگرے محتاج نیست لہٰذا بایں صفت خوانند، از رشیدی، وخیابان وخان آرزو در سراج

اللغات نیز از علامہ دوانی سوا امام فخرالدین رازی ہمیں نقل کردہ۔'' (غیاث اللغات ص:۱۸۵)

ترجمہ:... ''لفظِ ''خدا'' (خا کی پیش کے ساتھ) مالک اور صاحب کے معنی میں ہے۔ جب لفظِ ''خدا'' مطلق ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ کے علاوہ کسی دُوسرے پر نہیں بولتے، مگر جس صورت میں کہ کسی چیز کی طرف مضاف ہو، مثلاً کہ خدا، دہ خدا۔ اور علماء نے کہا ہے کہ لفظِ ''خدا'' کے اصل معنی ہیں خود ظاہر ہونے والا (یعنی جس کا وجود ذاتی ہو، کسی دُوسرے کا محتاج نہ ہو) کیونکہ ''خدا'' کا لفظ دو لفظوں سے مرکب ہے، ''خود'' اور ''آ'' اور ان کا لفظ آمدن سے امر کا صیغہ ہے، اور فارسی کا قاعدہ ہے کہ اَمر کا صیغہ کسی اسم کے ساتھ مل کر اسم فاعل کے معنی دیتا ہے، چونکہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے وجود وظہور میں کسی دُوسرے کے محتاج نہیں، اس لئے حق تعالیٰ کے لئے یہ صفت استعمال کی گئی۔ یہ مضمون ''رشیدی'' اور ''خیابان'' (دو کتابوں کے نام) سے مأخوذ ہے، اور خان آرزو نے بھی سراج اللغات میں علامہ دوانی اور اِمام فخرالدین رازیؒ سے یہی نقل کیا ہے۔''

غیاث اللغات کی اس تصریح سے معلوم ہوا، لفظِ ''خدا'' اپنے اصل معنی کے لحاظ سے حق تعالیٰ شانہٗ کا صفاتی نام ہے، یعنی وہ ذاتِ پاک جس کا وجود اپنا ذاتی ہے، اور وہ اپنے وجود میں کسی دُوسرے کا محتاج نہیں، اس لئے اس لفظ کا اطلاق حق تعالیٰ شانہٗ کے سوا کسی دُوسرے پر نہیں ہوتا، اور یہ کہ یہ لفظ عربی لفظ ''مالک'' اور ''رَبّ'' کے ہم معنی ہے، جس طرح عربی میں لفظِ ''رَبّ'' مطلق بولا جائے تو اس کا اطلاق حق تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں، البتہ اضافت کے ساتھ استعمال کیا جائے، مثلاً: ''رَبّ المال'' (مال کا مالک)، ''رَبّ البیت'' (گھر کا مالک) تو اس کا اطلاق دُوسروں پر بھی ہوتا ہے، اسی طرح ''خدا'' کا لفظ جب مطلق بولا جائے تو اس سے مالک علی الاطلاق مراد ہوتا ہے اور وہ حق تعالیٰ شانہٗ کی ذاتِ پاک ہے، اور جب یہ لفظ اضافت کے ساتھ بولا جائے جیسے کہ ''کہ خدا (گھر کا مالک)'' ''دہ خدا'' (گاؤں کا مالک) تو یہ لفظ اضافت کے ساتھ دُوسروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

''اللہ ہی میرا یار اور محبوب ہے'' کہنے کا شرعی حکم

سوال:... اگر کوئی عورت کسی مسلمان عورت کو دِینِ اسلام کے راستے پر چلنے پر یہ طعنہ دے کہ (نعوذ باللہ) اپنے یاروں کے راستے پر چلتی ہے۔ جس کے جواب میں مسلمان عورت یہ کہے کہ: ''ہاں! اللہ ہی میرا یار اور محبوب ہے'' جبکہ اس مسلمان عورت کے دِل میں یہ جملہ کہتے ہوئے نیت یہ ہو کہ اللہ ہی مجھے دوست اور عزیز ہے، لیکن بے اختیاری طور پر غصّے اور جذبات میں اس کے منہ سے یار کا لفظ نکل گیا ہو، کہیں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی، گستاخی یا کفر وشرک کے زُمرے میں تو نہیں آتا؟ اگر ایسا ہے تو اس کی تلافی اور کفارہ کس طرح ممکن ہے؟

جواب:... ''یار'' کے معنی مددگار کے ہیں،[1] اس لئے یہ لفظ صحیح ہے، اس پر کسی کفارے کی ضرورت نہیں، نہ یہ بے ادبی کا لفظ ہے۔

---

(۱) یار: دوست، مددگار، حمایتی، مالک، آقا۔ (علمی اُردو لغت ص:۱۶۰۹ طبع علمی کتب خانہ لاہور)۔

نعرۂ تکبیر کے علاوہ دُوسرے نعرے

سوال:... جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا کہ افواجِ پاکستان کے جوان جذبۂ جہاد، جذبۂ شہادت اور حب الوطنی سے سرشار ہیں، اور ملک کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے، جنگ ایک ایسا موقع ہے کہ اس میں موت یقینی طور پر سامنے ہوتی ہے اور ہر سپاہی کی خواہش شہادت یا غازی بننا ہوتی ہے۔

جنگ کے دوران اور مشقوں میں فوج جوان جوش میں مختلف نعرے لگاتے ہیں، مثلاً: نعرۂ تکبیر: اللہ اکبر، نعرۂ حیدری: یا علیؓ مدد۔ اب اصل مسئلہ ''یا علی مدد'' کا ہے، ملک بھر کے فوجی جوان ''یا علیؓ مدد'' پکارتے ہیں، لیکن اکثر علماء سے سنا ہے کہ شرکِ عظیم اور گناہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا، تو کیا ''یا علیؓ مدد'' کا نعرہ دُرست ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس نعرے کے بعد اگر موت واقع ہوجائے اور یہ واقعی شرک ہو تو معمولی سی ناسمجھی کی وجہ سے کتنا بڑا نقصان ہوسکتا ہے؟

نیز اکثر مسجدوں اور مختلف جگہوں پر ''یا اللہ، یا محمد، یا رسول اللہ'' کے نعرے درج ہوتے ہیں، ان کے بارے میں بھی تفصیل سے بیان کریں۔

جواب:... اسلام میں ایک ہی نعرہ ہے، یعنی نعرۂ تکبیر: اللہ اکبر۔ باقی نعرے لوگوں کے خودتراشیدہ ہیں۔ نعرۂ حیدری شیعوں کی اِیجاد ہے، کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں خدائی صفات کا عقیدہ رکھتے ہیں، یہ نعرہ بلاشبہ لائقِ ترک ہے اور شرک ہے۔

''یا محمد'' اور ''یا رسول اللہ'' کے الفاظ لکھنا بھی غلط ہے، اس مسئلے پر میری کتاب ''اِختلافِ اُمت'' میں تفصیل سے لکھا گیا ہے، اسے ملاحظہ فرمالیں۔

یہ کہنا کہ: ''تمام بنی نوع انسان اللہ کے بچے ہیں'' غلط ہے

سوال:... کتاب ...... جس کے مؤلف ...... ایم اے ہیں، اس کے صفحہ: ۱۸۳ پر لکھا ہے: ''تمام بنی نوع انسان اللہ تعالیٰ کے بچے ہیں'' کیا یہ صحیح تحریر کیا گیا ہے؟

جواب:... جی نہیں! یہ تعبیر بالکل غلط ہے۔ حدیث میں مخلوق کو عیال اللہ فرمایا گیا ہے،[1] ''عیال'' بچوں کو نہیں کہتے بلکہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کی کفالت کسی کے ذمہ ہوتی ہے۔[2]

---

(۱) عن أنس وعن عبدالله قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الخلق عيال الله، فأحبّ الخلق الى الله من أحسن الى عياله. رواه البيهقي. (مشكوٰة ص:۴۲۵، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الثالث).

(۲) وفي حاشية المشكوٰة: عيال الله: المراد عيال المرء بكسر العين من يعوله ويقوم برزقه وهو ههنا مجاز واستعارة. (حاشيه نمبر ۴ مشكوٰة ص:۴۲۵). أيضًا: عيال الرجل: هو الذى يسكن معه ونفقته عليه كغلامه وامرأته وولده الصغير. (قواعد الفقه ص:۳۹۵ طبع صدف پبلشرز).

اللہ تعالیٰ نے بیٹے اور بیٹیوں کی تقسیم کیوں کی ہے؟

سوال:... سورۂ نجم آیت: ۲۲ میں ہے کہ: ”تم اللہ کے لئے بیٹیوں کو اور اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہو، کیسی بُری تقسیم ہے جو تم لوگ کر رہے ہو“ لیکن اللہ تعالیٰ خود ایسی تقسیم کرتا ہے، کیا یہ تقسیم بُری ہے؟ واضح جواب دیں۔

جواب:... مشرکینِ مکہ، فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے،[۱] قرآنِ کریم میں مختلف دلائل سے ان کی تردید کی گئی ہے۔ سورۃ النجم کی اس آیت میں ان کی تردید یوں کی گئی ہے کہ: ”جس صنف کو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے، اس کو خدا کے لئے تجویز کرتے ہو، یہ کیسی بُری تقسیم ہے؟“[۲] حق تعالیٰ شانہٗ کا بعض کو بیٹے، بعض کو بیٹیاں اور بعض کو دونوں اور بعض کو بانجھ کر دینا اس کی کمالِ قدرت کی دلیل ہے، اور اس میں گہری حکمت کارفرما ہے کہ جس کے حال کے جو مناسب تھا وہ معاملہ اس سے کیا۔[۳]

اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن سے کیا مراد ہے؟

سوال:... اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن سے کیا مراد ہے؟

جواب:... ”حسنِ ظن“ ضد ہے ”سوءِ ظن“ کی، اور ”سوءِ ظن“ یہ ہے کہ مثلاً: اللہ تعالیٰ مجھے نہیں بخشیں گے، یا ”مجھے فلاں نعمت عطا نہیں فرمائیں گے“۔ تو ”حسنِ ظن“ کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی جناب میں ایسی بدگمانی نہ رکھی جائے،[۴] واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ ساری چیزیں کس طرح بناتے ہیں؟

سوال:... میں تیسری جماعت کا طالب علم ہوں، میرا سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری چیزیں کیسے بناتا ہے؟

جواب:... اللہ تعالیٰ ساری چیزیں اپنی قدرت سے بناتے ہیں۔[۵]

قدرتِ الٰہی سے متعلق ایک منطقی مغالطہ

سوال:... عرصۂ دراز سے آپ کے مسائل پڑھتا آرہا ہوں، ابھی کچھ دنوں سے ایک مسئلے نے پریشان کر رکھا ہے، مقامی علمائے کرام صاحبان سے کافی پوچھ گچھ کی ہے، لیکن کسی نے بھی ایسا جواب نہیں دیا ہے جس سے تسلی ہوتی۔ اس لئے آپ کو خط لکھ رہا

---

(۱) ثم قال منكرًا عليهم فيما نسبوه إليه من البنات وجعلهم الملائكة إناثًا واختيارهم لأنفسهم الذكور على الإناث بحيث إذا بُشِّر أحدهم بالأنثى ظل وجهه مسودًا وهو كظيم، هذا وقد جعلوا الملائكة بنات الله وعبدوهم مع الله، فقال: أم له البنات ولكم البنون، وهذا تهديد شديد ووعيد أكيد. (تفسير ابن كثير ج:۶ ص:۱۴، طبع رشيديه، كوئٹه)۔

(۲) "اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى۔ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى" (النجم: ۲۱، ۲۲)۔

(۳) "يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ۔ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا، وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا، اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ" (الشورىٰ: ۴۹، ۵۰)۔

(۴) حسن الظن بالله تعالىٰ ينبغي أن يكون أغلب على العبد عند الموت منه في حال الصحة وهو أن الله تعالىٰ يرحمه ويتجاوز عنه ويغفر له۔ (التذكرة في أحوال الموتىٰ وأمور الآخرة ص:۳۲ طبع الكتب العلمية بيروت)۔

(۵) ولَا يكون في الدنيا ولَا في الآخرة شيء أي موجود حادث في الأحوال جميعها إلّا بمشيته أي مقرونا بارادته وعلمه وقضائه أي حكمه وأمره وقدره أي بتقديره۔ (شرح فقه اكبر ص:۴۹، طبع دهلي)۔

ہوں، آپ سے گزارش ہے کہ تسلی بخش جواب عنایت فرمادیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے جو الحمدللہ ایک اچھا مسلمان ہے، اور ان کا اور میرا یہ یقین ہے کہ خدا پاک کی ذات ہر چیز پر قادر ہے، ان صاحب نے منطق کی کسی کتاب میں سے یہ سوال دیکھا ہے کہ کیا خدا پاک ایک ایسا پتھر بنا سکتا ہے جسے وہ خود نہ اُٹھا سکتا ہو؟ تفصیلاً جواب ارسال کردیں تاکہ ہماری تسلی ہوجائے اور آئندہ اس طرح کا کوئی سوال دِل و دِماغ میں نہ سمانے پائے۔

جواب:...حق تعالیٰ شانہٗ بلاشبہ قادرِ مطلق ہے، اور ہر چیز پر قادر ہے۔ مگر سوال میں یہ منطقی مغالطہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی سے عاجز فرض کرکے سوال کیا گیا ہے، کیونکہ کسی پتھر کو نہ اُٹھا سکنا عجز ہے، اور اللہ تعالیٰ عجز سے پاک ہے، پس جب ایسے پتھر کا وجود ہی ناممکن ہے تو اس کی تخلیق کا سوال ہی غلط ہے۔ قدرتِ الٰہیہ ممکنات سے متعلق ہوتی ہے، محالات سے متعلق نہیں ہوتی، واللہ اعلم۔

اسمائے حسنیٰ ننانوے ہیں والی حدیث کی حیثیت

سوال:...اسماء الحسنیٰ (جن سے مراد اللہ کے ۹۹ صفاتی نام ہیں) جو حدیث میں یکجا مرتب صورت میں ملتے ہیں، کیا سارے کے سارے قرآنِ حکیم میں موجود ہیں؟ یا ان اسماء سے اللہ کی جن صفات کی نشاندہی ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآنِ حکیم میں بیان فرمائی ہیں؟ نیز اس بات سے بھی آگاہ فرمادیا جائے کہ اسماء الحسنیٰ کے متعلق جو حدیث مشکوٰۃ شریف میں ملتی ہے، وہ صحت کے اعتبار سے کس درجے میں ہے؟ حسن ہے یا ضعیف ہے؟

جواب:...اسمائے حسنیٰ ۹۹ ہیں، یہ حدیث تو صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بھی ہے،(۱) لیکن آگے جو ۹۹ اسمائے حسنیٰ کی فہرست شمار کی ہے، یہ حدیث ترمذی،(۲) ابنِ ماجہ،(۳) مستدرک حاکم(۴) اور صحیح ابنِ حبان(۵) میں ہے، اس میں محدثین کو کچھ کلام بھی ہے، نیز ان اسماء کی ترتیب و تعیین میں بھی کچھ معمولی سا اختلاف ہے۔ اِمام نوویؒ نے "اذکار" میں اس کو "حسن" کہا ہے۔(۶) ان اسمائے حسنیٰ میں سے بعض تو قرآنِ کریم میں مذکور ہیں، بعض کے مصدر مذکور ہیں، اور بعض مذکور نہیں، نیز ان ننانوے اسمائے مبارکہ کے علاوہ بھی بعض اسمائے مبارکہ قرآنِ کریم میں مذکور ہیں۔(۷)

---

(۱) عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن لله تعالٰی تسعة وتسعین إسمًا مائة إلّا واحدة من أحصاها دخل الجنة. وفی روایة: وهو وتر یحب الوتر. متفق علیه. (مشکوٰة ص:۱۹۹، کتاب أسماء الله تعالٰی، الفصل الأوّل).

(۲) ترمذی عن أبی هریرة. ج:۲ ص:۱۸۹، أبواب الدعوات، طبع دهلی.

(۳) ابن ماجة عن أبی هریرة ص:۲۸۵ باب اسماء الله عزّ وجلّ طبع نور محمد کراچی.

(۴) المستدرک للحاکم عن أبی هریرة ج:۱ ص:۱۶ طبع دار الفکر بیروت.

(۵) صحیح ابن حبان عن أبی هریرة ج:۳ ص:۳۵ طبع مکتبة الأثریة پاکستان.

(۶) هٰذا حدیث (رواه) البخاری ومسلم إلٰی قوله یحب الوتر وما بعده حدیث حسن رواه الترمذی وغیره. (الأذکار للنووی ص:۸۵ طبع مکتبة الریاض الحدیثة).

(۷) وفی شرح المسلم: واتفق العلماء علٰی أن هٰذا الحدیث لیس فیه حصر لأسمائه سبحانه وتعالٰی فلیس معناه أنه لیس له أسماء غیر هٰذه التسعة والتسعین وإنما المقصود الحدیث ان هٰذه التسعة والتسعین من أحصاها دخل الجنّة. (صحیح مسلم مع شرحه ج:۲ ص:۳۴۲ باب فی أسماء الله تعالٰی وفضل من أحصاها).

"بسم اللہ" کی بجائے ۷۸۶ تحریر کرنا

سوال:... ہمارا ایک مسئلے پر بحث و مباحثہ چلتا رہا، جس میں ہر ایک شخص اپنے اپنے خیالات پیش کرتا رہا، مگر تسلی ان باتوں سے نہ ہوئی۔ بحث کا مرکز "۷۸۶" تھا جو کہ عام خط و کتابت میں پہلے تحریر کیا جاتا ہے، جس کا مقصد ہم "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" جانتے ہیں۔ آیا خط کے اُوپر ۷۸۶ لکھنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے ۷۸۶ کیا ہے اور کس طرح بسم اللہ مکمل بنتا ہے؟ اور ہاں کئی آدمیوں کی رائے ہے کہ یہ ہندوؤں کے کسی آدمی نے بات نکالی ہے تاکہ مسلمانوں کو اس کے لکھنے کے ثواب سے محروم کیا جائے۔ یعنی مکمل وضاحت فرمائیں تاکہ کوئی ایسی غلطی یا بات نہ ہو کہ ہم گناہ کے مرتکب ہوں۔

جواب:... ۷۸۶ بسم اللہ شریف کے عدد ہیں، بزرگوں سے اس کے لکھنے کا معمول چلا آتا ہے، غالباً اس کو رواج اس لئے ہوا کہ خطوط عام طور پر پھاڑ کر پھینک دیئے جاتے ہیں، جس سے بسم اللہ شریف کی بے ادبی ہوتی ہے، اس بے ادبی سے بچانے کے لئے غالباً بزرگوں نے بسم اللہ شریف کے اعداد لکھنے شروع کئے، اس کو ہندوؤں کی طرف منسوب کرنا تو غلط ہے، البتہ اگر بے ادبی کا اندیشہ نہ ہو تو بسم اللہ شریف ہی کا لکھنا بہتر ہے۔

"ماشاء اللہ" انگریزی میں لکھنا

سوال:... "ماشاء اللہ" انگریزی حروف میں لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ رکشوں اور گاڑیوں پر "ماشاء اللہ" انگریزی حروف میں لکھا ہوتا ہے، اگر ایسا جائز ہے تو اسپیلنگ بھی دُرست ہونی چاہئے، کیونکہ انگریزی میں "زیر، زبر، پیش، ء" کے لئے حرف کا سہارا لیا جاتا ہے، میرا مطلب ہے کہ اللہ پاک کا نام صحیح اور دُرست لکھا جانا انتہائی ضروری ہے۔ اگر "ماشاء اللہ" انگریزی حروف میں لکھا جاسکتا ہے تو آپ برائے مہربانی اسپیلنگ وغیرہ بھی اخبار میں لکھ دیں، تاکہ لوگوں کے لئے آسانی ہو اور دُرست اسپیلنگ لکھ سکیں اور لوگ گناہ اور خطا سے بچ سکیں۔

جواب:... میں خود تو انگریزی جانتا نہیں، اس لئے بہتر یہ ہے کہ "ماشاء اللہ" وغیرہ الفاظ کو خود عربی ہی میں لکھا جائے، لیکن اگر کسی کو انگریزی لکھنے کا شوق ہے تو کسی انگریزی دان سے اس کا صحیح تلفظ معلوم کرلے، واللہ اعلم!

اللہ تعالیٰ کی محبت میں رونا

سوال:... حدیث شریف میں اللہ کے خوف سے رونے پر بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے وغیرہ۔ جب کہ اللہ کی محبت، اشتیاق، طلب اور اس کے ہجر میں رونے کی کوئی حدیث یا فضیلت نظر سے نہیں گزری، اوروں کا حال تو معلوم نہیں، بندہ اپنی حالت عرض کرتا ہے کہ خوف سے تو پوری زندگی میں کبھی رونا نہیں آیا، البتہ اس کی یاد، محبت اور ذکر کرتے وقت بے اختیار رونا پہلے تو روز کا معمول تھا (ایک حالت گریہ طاری تھی) اور اب بھی اتنا تو نہیں مگر پھر بھی گریہ طاری ہوجاتا ہے، قرآن پاک سن کر، کوئی رقت آمیز واقعہ سن کر، کوئی ہجر و فراق اور محبوب کی بے اعتنائی کا مضمون سن کر، اپنی حسرت نایافت کا روزنامچہ پڑھ کر، کیا کوئی حدیث اس کے متعلق بھی ہے؟

جواب:... یہ تو ظاہر ہے رونا کئی طرح کا ہوتا ہے، محبت و اشتیاق میں رونا اور خوف و خشیت سے رونا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اوّل الذکر مؤخر الذکر سے اعلیٰ و ارفع ہے، پس جب مفضول کی فضیلت معلوم ہوگئی تو افضل کی اس سے خود بخود معلوم ہوجائے گی، مثلاً: شہداء کے جتنے فضائل احادیث میں ذکر کئے گئے ہیں، صدیقین کے بظاہر اتنے نہیں ملتے، مگر سب جانتے ہیں کہ صدیقین، شہداء سے افضل ہیں، پس جو فضائل شہداء کے ہیں، صدیقین کے ان سے اعلیٰ و ارفع ہیں۔ علاوہ ازیں خشیتِ الٰہی سے رونے کی فضیلت اس بنا پر بھی ذکر کی گئی ہے کہ بندے کی حالتِ ضعف و ناکارگی کا تقاضا یہی ہے کہ وہ خشیتِ الٰہی سے روئے، اس لئے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہِ بے چون و چگون کے لائق پوری زندگی کا ایک عمل بھی نظر نہیں آتا، بندہ اپنی بے چارگی کی بنا پر بالکل صفر اور خالی ہاتھ نظر آتا ہے، خطاؤں، غلطیوں اور گناہوں کے انبار در انبار ہیں، لیکن ان کے مقابلے میں نیکی ایک بھی ایسی نہیں جو اس بارگاہ عالی کے شایانِ شان ہو، اور جس کے بارے میں بندہ جرأت کے ساتھ یہ کہہ سکے کہ یہ نیکی لایا ہوں۔ ایسی حالت میں عشق و محبت کے سارے خیالات دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور سوائے خوف و خشیت کے کچھ پلّے نہیں رہتا، گویا خوف سے رونے کی فضیلت جن احادیث میں آئی ہے ان میں۔ واللہ اعلم۔ یہ رمز ہے کہ بندے کو ''ایاز قدر خویش بہ شناس'' پر نظر رہے اور عشق و محبت کے دعوؤں سے مغرور نہ ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ اِحسان کیوں جتاتے ہیں؟ جبکہ انسانوں کو منع کرتے ہیں

سوال:... ہمیں تو منع کیا جاتا ہے کہ احسان کر کے بھول جاؤ، احسان مت جتاؤ، اور اللہ میاں سورۂ رحمٰن میں طرح طرح سے احسان جتا رہے ہیں۔

جواب:... حق تعالیٰ شانہٗ کا اپنے بندوں کو اِنعامات یاد دِلانا خود انہی کے نفع کے لئے ہے کہ کفرانِ نعمت کر کے موردِ عذاب نہ بنیں،[1] ہمارا اِحسان جتانا خودستائی کے لئے ہوتا ہے، اور بندوں کے حق میں خودستائی زہرِ قاتل ہے، البتہ والدین کا اولاد کو، اور اُستاذ کا شاگرد کو اِحسان جتانا جائز ہے کہ اس کا منشا بھی درحقیقت کفران کے وبال سے بچانا ہے۔[2]

الٹرا ساؤنڈ سے رحمِ مادر کا حال معلوم کرنا

سوال:... قرآن میں کئی جگہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ بعض چیزوں کا علم سوائے اللہ کی ذات کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے اس سلسلے میں سورۃ لقمان کی آخری آیات کا حوالہ دوں گا جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ چند چیزوں کا علم سوائے اللہ کے کسی کے پاس نہیں ہے، ان میں قیامت کے آنے کا، بارش کے ہونے کا، کل کیا ہونے والا ہے، فصل کیسے اگے گی، اور ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے (لڑکا یا لڑکی)۔

جیسا کہ آپ کو علم ہوگا کہ آج کل ایک مشین جس کا نام ''الٹرا ساؤنڈ مشین'' (Ultra Sound Machine) ہے جو کہ شاید

---

(۱) ''وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِيْدٌ'' (ابراھیم:۷)۔

(۲) وانما كان المنّ من صفاته تعالیٰ العلية ومن صفاتنا المذمومة لأنه منه تعالیٰ إفضال وتذكير بما يجب على الخلق من أداء واجب شكره ومنا تعيير وتكدير۔ (الزواجر عن اقتراف الكبائر ج:۱ ص:۱۸۸ طبع دار المعرفة بيروت)۔

اب پاکستان میں بھی موجود ہے، ڈاکٹروں کا دعویٰ ہے کہ اس مشین کے ذریعے یہ آسانی سے بتایا جاسکتا ہے کہ حاملہ عورت کے پیٹ میں کیا ہے؟ یعنی لڑکی یا لڑکا؟ اور کئی ڈاکٹروں نے اس کو ثابت کر بھی دکھایا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا قرآن و حدیث کی روشنی میں ڈاکٹروں کا یہ دعویٰ کس حد تک درست ہے؟ اور اس مشین کی کیا حقیقت ہے؟ کیا یہ اسلام کے احکام اور قرآن کے خلاف نہیں ہے؟

جواب:... قرآنِ کریم کی جس آیت کا حوالہ آپ نے دیا ہے، اس میں یہ فرمایا گیا کہ ''اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ رحم میں ہے۔'' اگر اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی کے یا کشف و الہام کے ذریعہ کسی کو بتادے تو یہ اس آیت کے منافی نہیں، اسی طرح اگر آلات کے ذریعہ یا علامات کے ذریعہ یہ معلوم کرلیا جائے تو یہ بھی علمِ غیب شمار نہیں کیا جاتا، لہٰذا اس آیت کے خلاف نہیں۔ یہ جواب اس صورت میں ہے کہ آلات کے ذریعہ سو فیصد یقین کے ساتھ معلوم کیا جاسکے، ورنہ جواب کی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ نفی، علمِ یقینی اور بغیر ذرائع کے حاصل ہونے والے کی ہے، جبکہ علم ایک تو ظنی ہوتا ہے، اور دُوسرا اسبابِ عادیہ کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، اور جو علم کسی کے ذریعہ سے حاصل ہو وہ علمِ غیب نہیں کہلاتا، لہٰذا یہ آیت کے منافی نہیں۔ [1]

شکمِ مادر میں لڑکا یا لڑکی معلوم کرنا

سوال:... کیا انسان بتلاسکتا ہے کہ شکمِ مادر میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ ٹی وی پروگرام ''تفہیمِ دِین'' میں مولانا نے کہا کہ لوگوں نے قرآنِ کریم کو صحیح سمجھ کر نہیں پڑھا، اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی اور مقصد ہے، اور اگر انسان کوشش اور تحقیق کرے تو بتلاسکتا ہے کہ شکمِ مادر میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ آپ اس بات کو قرآن و سنت کی روشنی میں بتلائیں کہ کیا انسان یہ بتلاسکتا ہے کہ شکمِ مادر میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں مخفی رکھی ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کو بھی نہیں ہونا چاہئے۔

جواب:... شکمِ مادر میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ اس کا قطعی علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے، انسان کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ بغیر اسباب کے قطعی طور پر یہ بتلاسکے کہ شکمِ مادر میں لڑکی ہے یا لڑکا؟ باقی اگر یہ کہا جائے کہ انسان اگر کوشش کرے تو بتلاسکتا ہے کہ شکمِ مادر میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ بلکہ آج کل بعض ایسی ایکسرے مشینیں ایجاد ہوگئی ہیں جن کے ذریعے سے اس وقت لڑکا یا لڑکی ہونا بتلایا جاسکتا ہے جبکہ حمل شکمِ مادر میں انسانی اعضاء میں ڈھل چکا ہو، یا بعض اولیاء اور نجومی وغیرہ بھی بتلادیتے ہیں، اور ان کی بات کبھی صحیح بھی ثابت ہوجاتی ہے۔ بہرکیف! انسان کا یہ علم قرآنِ کریم کی یہ آیت: ''وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ'' یعنی وہی اللہ جانتا ہے کہ رحموں میں کیا ہے (سورۂ لقمان آیت:۳۴) کے منافی نہیں ہے، اور انسان اس سے اللہ کے مخفی علم میں شریک نہیں بنتا، اس لئے کہ غیب درحقیقت اس علم کو کہا جاتا ہے جو سببِ قطعی کے واسطے سے نہ ہو، بلکہ بلاواسطہ خود بخود ہو، اگر ڈاکٹر زیا نجومی وغیرہ شکمِ مادر میں لڑکی ہے یا لڑکا، اس کی اطلاع دیتے ہیں تو

---

(۱) (الغيب) .... وفسر جمع هنا بما لَا يقع تحت الحواس ولَا تقتضيه بداهة العقل، فمنه ما لم ينصب عليه دليل وتفرد بعلمه اللطيف الخبير سبحانه وتعالٰى كعلم القدر مثلًا، ومنه ما نصب عليه دليل كالحق تعالٰى وصفاته العلا فإنه غيب يعلمه من أعطاه الله تعالٰى نورًا علٰى حسب ذٰلك النور فلهٰذا تجد الناس متفاوتين فيه للأولياء نفعنا الله تعالٰى بهم الحظ الأوفر منه. (تفسير روح المعاني ج:۱ ص:۱۱۴ البقرة آيت:۳ طبع إحياء التراث العربي بيروت).

اسباب کے ذریعے سے، جبکہ اس آیت کا مصداق ہے اسباب کے بغیر خود بخود علم ہوجانا، اور یہ صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے خاص ہے۔ اسی طرح اس آیت: ''یَعْلَمُ مَا فِی الْأَرْحَامِ'' سے مراد قطعی علم ہے جبکہ انسان جس قدر بھی کوشش کرے وہ قطعی طور پر نہیں بتلاسکتا، بلکہ گمان غالب کے درجے میں اور اس میں بھی اکثر غلطی کا احتمال رہتا ہے۔ (۱)

دُوسری بات یہ ہے کہ اس آیت میں ''مَا فِی الْأَرْحَامِ'' کہا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی رحم میں ہے اس کے تمام حالات و کیفیات کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، یعنی یہ کہ وہ بچہ نر ہے یا مادہ؟ اور پھر یہ کہ بچہ صحیح سالم پیدا ہوگا یا مریض و ناقص؟ ولادت طبعی طور پر پورے دنوں میں ہوگی یا غیر طبعی طور پر اس مدّت سے قبل یا بعد میں؟ اور اگر ہوگی تو ٹھیک کس دن اور کس وقت؟ اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بچے کی قسمت کیا ہوگی؟ بچہ سعید (نیک بخت) ہوگا یا شقی (بدبخت) ہوگا؟ گویا ان سب چیزوں کا علم اللہ کو ہے جبکہ وہ حمل ابھی شکمِ مادر میں ہے۔ اس کے برخلاف آج کل ڈاکٹرز یا سائنس دان اپنی کوشش اور اسباب کے سہارے گمان غالب کے درجے میں صرف اتنا بتلاسکتے ہیں کہ رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی اور وہ بھی حمل ٹھہرنے کی ایک خاصی مدّت کے بعد۔ لہٰذا ''مَا فِی الْأَرْحَامِ'' کے علم کو صرف نر اور مادہ تک محدود نہ کیا جائے بلکہ اس کا علم ''مَا فِی الْأَرْحَامِ'' میں نر اور مادہ کے علم کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں داخل ہیں جن کا علم کسی انسان کو نہیں ہوسکتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس آیتِ مبارکہ میں ''مَا فِی الْأَرْحَامِ'' کہا گیا ہے، ''مَنْ فِی الْأَرْحَامِ'' نہیں کہا گیا۔ ''مَنْ'' عربی زبان میں ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے، جبکہ ''ما'' غیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے، مقصد یہ ہے کہ وہ حمل جو کہ ابھی خون کا ایک لوتھڑا ہے، ابھی انسانی اعضاء میں ڈھلا بھی نہیں اور اس کی کوئی انسانی شکل شکمِ مادر میں واضح نہیں ہوئی وہ ابھی غیر ذوی العقول میں ہے اس وقت بھی اللہ کو علم ہے کہ یہ کیا ہے اور کون ہے؟ جبکہ آج کل ڈاکٹرز اور سائنس دانوں کو اس وقت نر یا مادہ کا پتا چلتا ہے جبکہ حمل، انسانی اعضاء میں ڈھل جائے اور انسانی شکل و صورت اختیار کرلے، اس وقت یہ حمل ذوی العقول میں ''مَنْ'' کے تحت آجاتا ہے اور قرآن نے یہ نہیں کہا کہ: ''وَیَعْلَمُ مَنْ فِی الْأَرْحَامِ'' بلکہ یہ کہا کہ: ''وَیَعْلَمُ مَا فِی الْأَرْحَامِ''۔

بہرکیف! شکمِ مادر کا اگر ایک مدّت کے بعد جزئی علم کسی انسان کو حاصل ہوجائے تو اللہ کے ''علم ما فی الأرحام'' کے منافی نہیں۔

ماں کے پیٹ میں بچہ یا بچی بتادینا آیتِ قرآنی کے خلاف نہیں

سوال:... بحیثیت ایک مسلمان کے میرا ایمان اللہ تبارک وتعالیٰ، اس کے انبیائے کرام علیہم السلام، ملائکہ، روزِ قیامت اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے پر الحمدللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی آخرالزمان ہونے پر ہے۔ اِن شاء اللہ مرتے دَم بھی کلمہ طیبہ اپنی تمام ظاہری و باطنی معنوی لحاظ سے زبان پر ہوگا۔ ایک معمولی سی پریشانی لاحق ہوگئی ہے، اَزرُوئے قرآنِ کریم شکمِ مادر میں لڑکی یا لڑکے کے وجود کے بارے میں صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں اور یہ ہمارا ایمان ہے، لیکن سنا ہے یورپ میں خاص طور پر

(۱) وما یدرک بالدلیل لَا یکون غیبًا، علٰی أنه مجرد الظنّ والظنّ غیر العلم۔ (تفسیر نسفی ج:۲ ص:۲۳۳، طبع بیروت)۔

جرمنی (مغربی جرمنی) میں ڈاکٹروں نے ایسی ٹیکنالوجی دریافت کی ہے جس کے ذریعے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ شکمِ مادر میں پلنے والی رُوح مذکر ہے یا مؤنث؟ حقائق وشواہد کی رُو سے سائنس اور اسلام کا ٹکراؤ علمائے دِین مسلمان اور سائنس دانوں کے علم کے مطابق کہیں بھی نہیں ہے، بلکہ دورِ موجودہ میں بہت سی ایسی اسلامی تھیوریاں ہیں جن کا ذکر کلامِ ربانی میں برسہابرس قبل سے موجود ہے، اور حاضر کی سائنس اس کو دُرست اور حق بجانب قرار دے رہی ہے۔ ہمارا علم نامکمل ہے، آپ اس معاملے میں ہماری راہ نمائی فرمائیں کہ شکمِ مادر میں مذکر و مؤنث کے موجود ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کیا ہدایات ہیں؟ اور کیا جرمنی والوں نے جو میڈیکل سائنس میں اس بات کا پتا چلالیا ہے تو کیا وہ معاذ اللہ اسلامی تعلیمات کی اس ضمن میں نفی تو نہیں کرتی؟

جواب:... پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ جرمنی کے مسکینوں نے تو اَب ایسی ٹیکنالوجی ایجاد کی ہوگی جس کے ذریعہ جنین (رحم کے بچے) کے نر و مادہ ہونے کا علم ہوسکے، مسلمان تو اس سے بہت پہلے اس کے قائل ہیں، کشف کے ذریعہ بہت سے اکابر نے بچے کے نر و مادہ ہونے کی اطلاع دی، ہمارے پُرانے اطباء حاملہ کی نبض دیکھ کر نر و مادہ کی تعیین کردیا کرتے تھے۔ قرآنِ کریم میں جو فرمایا ہے: ''اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے'' یہ سب کچھ اس کے خلاف نہیں، کیونکہ جو کچھ ''رحموں میں ہے'' کا لفظ بڑی وسعت رکھتا ہے، جنین کے نر و مادہ ہونے تک اس کو محدود رکھنا غلط ہے۔ جنین کے اوّل سے آخر تک کے تمام حالات کو یہ لفظ شامل ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور نر و مادہ جاننے کے جتنے ذرائع اب تک دریافت ہوئے ہیں وہ بھی ظنی ہیں، قطعی نہیں۔ جرمنی کے سائنس دانوں کی سعیٔ مشکور سے اتنا ثابت ہوگیا ہے کہ بچے کے نر و مادہ ہونے کا علم بھی فی الجملہ آدمی کو عطا کیا جاسکتا ہے۔ پس بطور کشف اکابرِ اُمت جو کچھ فرماتے تھے اور جس کا ہمارا جدید طبقہ بڑی شد و مد سے انکار کیا کرتا تھا، اس کی صحت ثابت ہوگئی۔ اور قرآنِ کریم کی یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح رہی کہ پیٹ میں بچے کے حالات کا علمِ محیط صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو ہے۔

نمرود کے مبہوت ہونے کی وجہ

سوال:... ''فَاِنَّ اللّٰہَ یَأْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ'' تفسیرِ عثمانی میں لکھا ہے کہ یہ بات سن کر نمرود کچھ جواب نہ دے سکا، حالانکہ جیسے پہلے جواب دے چکا تھا ویسا جواب دینے کی یہاں بھی گنجائش تھی، پوچھنا یہ ہے کہ وہ گنجائش کیا تھی؟ پہلے سوال کے جواب میں تو اس نے ایک بے گناہ کو قتل کردیا اور ایک مجرم کو آزاد کردیا، دوسرے سوال میں کیا کہہ سکتا تھا؟

جواب:... ایک گنوار کا لطیفہ ہے کہ اس نے کسی پڑھے لکھے آدمی سے پوچھا: ''بابوجی زمین کا بیچ (مرکز) کہاں ہے؟ جواب نفی میں ملا، گنوار کہنے لگا تم نے خواہ مخواہ اتنا پڑھ لکھ کر سب ڈبودیا، اتنی بات تو مجھ گنوار کو بھی معلوم ہے، بابوجی نے پوچھا: کیسے؟'' اس نے ہاتھ کی لاٹھی سے ایک گول دائرہ بنایا اور اس کے درمیان لاٹھی گاڑ کر کہنے لگا: ''یہ ہے زمین کا درمیان، اگر یقین نہ آئے تو ناپ کر دیکھ لو۔'' اس کو معلوم تھا کہ نہ کوئی پیمائش کرسکے اور نہ اس کے دعوے کو توڑ سکے گا۔

نمرود بھی اگر اس گنوار کے مسلک پر عمل کرتا تو کہہ سکتا تھا کہ آفتاب کو مشرق سے تو میں نکالتا ہوں، تیرا ربّ اب مغرب سے نکال کر دکھائے۔ لیکن اس کو یہ دعویٰ ہانکنے کی جرأت نہیں ہوئی، کیونکہ اسے یقین ہوگیا کہ جو مالک مشرق سے نکالتا

مغرب سے بھی نکال سکتا ہے، اگر میں نے یہ دعویٰ کردیا تو ایسا نہ ہو کہ ابراہیم علیہ السلام کا ربّ مغرب سے نکال کر دکھادے، "فبهت الذی کفر"۔[1]

اِبلیس کے لئے سزا

سوال:... قرآن شریف میں اِبلیس کو جن کہا گیا ہے، جس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے اس لئے انکار کیا کہ اس کی تخلیق آگ سے ہے جبکہ انسان کی مٹی سے۔ اِبلیس کو اس کی نافرمانی کی وجہ سے ملعون قرار دیا گیا، اور اس کے اعمال پر چلنے والے انسانوں کو دوزخ کے دردناک عذاب کی خبر دی گئی۔

لیکن کہیں بھی نہیں کہ اِبلیس کی ان حرکات پر اس کے لئے دوزخ کی سزا ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا جس کی تخلیق آگ سے ہے اس پر دوزخ کوئی اثر کرے گی؟

جواب:... اِبلیس کے لئے دوزخ کی سزا قرآنِ کریم میں مذکور ہے۔[2] جنوں کی تخلیق میں غالب عنصر آگ ہے، جیسا کہ انسان کی تخلیق میں غالب عنصر مٹی ہے، اور مٹی کا ہونے کے باوجود جس طرح انسان مٹی سے ایذا پاتا ہے، مثلاً: اس کو مٹی کا گولا مارا جائے تو اس کو تکلیف ہوگی، اسی طرح جنوں کے آگ سے پیدا ہونے کے باوجود ان کو آگ سے تکلیف ہوگی۔

سورۂ اَحزاب میں بارِ اَمانت سے کیا مراد ہے؟

سوال:... سورۂ اَحزاب میں ارشادِ باری ہے: ''ہم نے بارِ اَمانت آسمانوں پر، زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا، انہوں نے اس بارِ اَمانت کو اُٹھانے سے انکار کردیا اور اس سے ڈر گئے، مگر انسان نے اس بارِ گراں کو اُٹھایا۔'' آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ بارِ اَمانت یا بارِ گراں کیا ہے؟ اور یہ اللہ تعالیٰ نے کب پیش کی؟ کیا دُنیا کے وجود میں آنے سے پہلے یا تخلیقِ انسان سے پہلے؟

جواب:... اس بارِ اَمانت سے مراد اَحکامِ شرعیہ کا مکلّف ہونا۔[3] غالباً یہ عہدِ اَلست سے پہلے کا واقعہ ہے۔[4]

---

(۱) فإن الله يأتي بالشمس من المشرق فأت بها من المغرب أي إذا كنت كما تدعي من انك تحيي وتميت، فالذي يحيي ويميت هو الذي يتصرف في الوجود في خلق ذواته وتسخير كواكبه وحركاته، فهٰذه الشمس تبدو كل يوم من المشرق فإن كنت إلـٰهًا كما ادعيت تحيي وتميت، فأت بها من المغرب، فلما علم عجزه وانقطاعه، وأنه لَا يقدر على المكابرة في هٰذا المقام، بهت أي أخرس فلا يتكلم وقامت عليه الحجة. (تفسير ابن كثير ج:۱ ص:۶۲۰ طبع رشيديه كوئٹه).

(۲) "لَاَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ" (صٓ:۸۵).

(۳) وكل هٰذه الأقوال لَا تنافي بينها بل هي متفقة وراجعة الى انها التكليف، وقبول الأوامر والنواهي بشرطها. (تفسير ابن كثير ج:۵ ص:۲۳۶، طبع رشيديه كوئٹه). انما حمل ابن آدم الأمانة وهي التكليف. (ابن كثير ج:۵ ص:۲۴۰).

(۴) ابھی جو روایت حضرت ابن عباسؓ کی اُوپر گزری ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عرضِ امانت آسمان، زمین وغیرہ پر تخلیقِ آدم سے پہلے ہوا تھا، پھر جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا تو ان کے سامنے یہ بھی بیان فرمایا گیا کہ آپ سے پہلے آسمان زمین پر بھی یہ امانت پیش کی جاچکی ہے، جس کی ان کو طاقت نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے عذر کردیا، اور ظاہر ہے کہ یہ عرضِ امانت کا واقعہ میثاقِ اَزل یعنی عہدِ اَلست سے پہلے کا ہے، کیونکہ عہدِ اَلست بر بکم اسی بارِ اَمانت کی پہلی کڑی ہے جس میں منصب کا حلف اُٹھانے کے قائم مقام ہے۔ (معارف القرآن ج:۷ ص:۲۴۷ سورۂ احزاب آیت:۷۲ طبع ادارۃ المعارف کراچی)۔

تمام جہانوں کا مفہوم کیا ہے؟

سوال:... قرآن کی آیت کا ترجمہ: ''اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔'' مولانا صاحب! اس آیت میں تمام جہانوں سے کیا مراد ہے، کیونکہ کائنات تو بہت وسیع ہے مگر قرآن وحدیث کی روشنی میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف زمین پر تشریف لائے اور سائنس کی رُو سے زمین اس کائنات کا ایک سیارہ ہے، اس کو تمام جہان نہیں کہا جاسکتا۔ ہمارے ناقص ذہن میں طرح طرح کے سوال اُٹھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے زمین پر صرف ۶۳ برس کے لئے بھیجا تھا، باقی جب سے کائنات وجود میں آئی ہے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف زمانوں میں مختلف ستاروں اور سیاروں میں بھیجا ہوگا، جہاں پر خدا کی مخلوق کسی بھی شکل میں موجود ہوگی۔

جواب:... اس آیت میں بعض حضرات نے العالمین سے مراد انسان لئے ہیں، بعض نے انسان، جن اور ملائکہ مراد لئے ہیں، اور بعض نے کائنات کی تمام اشیاء مراد لی ہیں، اور یہی زیادہ بہتر ہے۔ اور تمام کائنات کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باعثِ رحمت ہونے کی وجہ حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے تفسیر ''معارف القرآن'' میں درج ذیل بیان فرمائی ہے:

> ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب چیزوں کے لئے رحمت ہونا اس طرح ہے کہ تمام کائنات کی حقیقی رُوح، اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت ہے، یہی وجہ ہے کہ جس وقت زمین سے یہ رُوح نکل جائے گی اور زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا، تو ان سب چیزوں کی موت یعنی قیامت آجائے گی۔ اور جب ذکر اللہ و عبادت کا ان سب چیزوں کی رُوح ہونا معلوم ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب چیزوں کے لئے رحمت ہونا خود بخود ظاہر ہوگیا، کیونکہ اس دُنیا میں قیامت تک ذکر اللہ اور عبادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دم قدم اور تعلیمات سے قائم ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''میں اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں۔'' اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اللہ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں تاکہ (اللہ کے حکم ماننے والی) ایک قوم کو سر بلند کردوں اور دُوسری قوم (جو اللہ کا حکم ماننے والی نہیں، ان کو) پست کردوں (ابنِ کثیر)۔'' (تفسیر معارف القرآن ج:۶ ص:۳۳۴)

اور آپ کا یہ خیال صحیح نہیں کہ: ''جب سے کائنات وجود میں آئی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف زمانوں میں اور مختلف ستاروں اور سیاروں میں بھیجا ہوگا۔'' کیونکہ مختلف وقتوں میں مختلف قالبوں میں کسی کا بار بار جنم لینا اہلِ تناسخ کا عقیدہ ہے جسے ''آواگون'' کہتے ہیں، اور یہ عقیدہ اہلِ اسلام کے نزدیک کفریہ عقیدہ ہے۔[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باعثِ تخلیقِ کائنات کہا جاتا ہے، یعنی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ گرامی نہ ہوتا تو اس کائنات کی تخلیق نہ ہوتی۔ پس تمام کائنات کو وجود کی نعمت آنحضرت صلی اللہ

---

(۱) وقالت فرقة: مستقرها بعد الموت أبدان ...... فتصير كل روح الى بدن حيوان يشاكل تلك الروح وهذا قول التناسخية منكرى المعاد وهو قول خارج عن أهل الإسلام كلهم. (شرح عقيدة الطحاوية ص:۴۵۴، طبع لاهور).

علیہ وسلم کے وجودِ مسعود کی برکت سے ملی،[1] لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ قدسی پوری کائنات کے لئے باعثِ رحمت و برکت ہے۔

قرآن مجید میں مشرق و مغرب کے لئے تثنیہ اور جمع کے صیغے کیوں استعمال ہوئے ہیں؟

سوال:... سورۂ رحمٰن میں مشرقین والمغربین ہے، سورۂ معارج میں جمع کے صیغے ہیں، اور سورۂ مزمل میں مشرق والمغرب ہے، ایسا کیوں ہے؟ اس کا کیا مطلب ہے؟ مشرق و مغرب تو ایک ہی ہیں، پھر جمع اور تثنیہ کا صیغہ کیوں استعمال ہوا؟

جواب:... عرفاً جس سمت سے سورج نکلتا ہے، اس کو "مشرق" اور جس سمت سے ڈُوبتا ہے اس کو "مغرب" کہا جاتا ہے۔ جہاں مشرق و مغرب کو مفرد ذکر فرمایا، وہاں یہی عرفی معنی مراد ہیں، لیکن ہر دن کے طلوع و غروب کی جگہ الگ الگ ہوتی ہے، اس لئے اس معنی کا لحاظ کرتے ہوئے دونوں کو بصیغۂ جمع ذکر کیا گیا ہے، اور حتیٰ کہ سردیوں اور گرمیوں کا مشرق و مغرب الگ الگ ہوتا ہے، اس لحاظ سے دونوں کو بصیغۂ تثنیہ ذکر فرمایا ہے۔[2]

عذابِ شدید کے درجات

سوال:... قرآن پاک میں ہدہد کی غیرحاضری کے لئے بطورِ سزا یہ الفاظ آئے ہیں: **"لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ"** سورہ مائدہ میں من و سلویٰ کی ناشکری پر بھی یہ الفاظ ہیں: **"فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ..."** پہلا قول حضرت سلیمان علیہ السلام کا اور دُوسرا حق تعالیٰ کا، تقریباً ملتے جلتے ہیں، جب کہ ہدہد اور قوم بنی اسرائیل کے جرم میں زمین آسمان کا فرق ہے، ایک چھوٹے سے پرندے کے لئے عذاباً شدیداً کچھ مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے۔

جواب:... **"عَذَابًا شَدِيدًا"** اور **"عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِينَ"** کے درمیان وہی زمین آسمان کا فرق ہے جو ہدہد اور بنی اسرائیل کے جرم میں ہے، عذابِ شدید کے درجات بھی مختلف ہوتے ہیں اور جن کو عذاب دیا جائے ان کے حالات بھی مختلف ہیں، ہدہد غریب کو کسی ناجنس کے ساتھ پنجرے میں بند کردینا بھی عذابِ شدید ہے، انبیائے کرام علیہم السلام کے کلام میں بے جا مبالغہ نہیں ہوتا۔[3]

---

(۱) عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: اوحی الله الی عیسٰی علیه السلام: یا عیسٰی! آمن بمحمد وأمر من ادرکه من اُمّتک ان یؤمنوا به فلولا محمد ما خلقت آدم، ولولا محمد ما خلقت الجنّة ولا النّار، ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیه لا إله إلّا الله محمد رسول الله فسکن. هٰذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه. (المستدرک للحاکم، ج:۲ ص:۶۱۵ فی کتاب التاریخ، طبع دار الفکر، بیروت).

(۲) یعنی مشرقی الصیف والشتاء ومغربی الصیف والشتاء وقال فی الآیة الأخرٰی: فَلَآ أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ، وذٰلک باختلاف مطالع الشمس وتنقلها کل یوم وبروزها منه الی الناس وقال فی الآیة الأخرٰی: رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا، وهٰذا المراد منه جنس المشارق والمغارب. (تفسیر ابن کثیر ج:۶ ص:۲۲).

(۳) أما قوله لأعذبنّه عذابًا شدیدًا أو لأذبحنّه أو لیأتینّی بسلطان مبین، فهٰذا لا یجوز أن یقوله إلّا فیمن هو مکلف أو فیمن قارب العقل فیصلح، لأن یؤدب ثم اختلفوا فی قوله لأعذبنّه فقال ابن عباس: انه نتف الریش، والإلقاء فی الشمس، وقیل: أن یطلی بالقطران ویمشس، وقیل: أن یلقی للنمل فتأکله، وقیل: إیداعه القفص، وقیل: التفریق بینه وبین إلفه، وقیل: لألزمنّه صحبة الأضداد، وعن بعضهم: أضیق السجون معاشرة الأضداد، وقیل: لألزمنه خدمة اقرانه. (التفسیر الکبیر للإمام الفخر الرازی ج:۲۴ ص:۱۸۹ طبع بیروت).

سورۂ دُخان کی آیات اور خلیج کی موجودہ صورتِ حال

سوال:... قرآن مجید میں پارہ پچیّس سورۃ الدخان آیات نمبر:۱۶ جس کا ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیا ہے: ''بلکہ وہ شک میں ہیں کھیل میں مصروف ہیں، سو آپ ان کے لئے اس روز کا انتظار کیجئے کہ آسمان کی طرف سے ایک نظر آنے والا دُھواں پیدا ہو، جو ان سب لوگوں پر عام ہو جاوے، یہ بھی ایک دردناک سزا ہے، اے ہمارے ربّ! ہم سے اس عذاب کو دُور کر دیجئے، تحقیق ہم مسلمان ہیں۔ ان کو اس سے کب نصیحت ہوتی ہے حالانکہ آیا ان کے پاس پیغمبر بیان کرنے والا، پھر بھی یہ لوگ اس سے سرتابی کرتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ سکھلایا ہوا ہے دیوانہ ہے، ہم چندے اس عذاب کو ہٹا دیں گے، تم پھر اپنی اسی حالت پر آجاؤ گے، جس روز ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے، اس روز ہم بدلہ لینے والے ہیں۔''

مندرجہ بالا قرآن کی آیتیں جو چودہ سو سال قبل نازل ہوئی ہیں، موجودہ خلیج کی صورتِ حال پر پوری طرح چسپاں ہو رہی ہیں۔ نمبر۱: تیل کی قیمتی دولت اسلام، عالمِ اسلام اور اپنے عوام کو سیاسی اور فوجی لحاظ سے مضبوط کرنے کی بجائے کھیل کود یعنی عیش و عشرت میں خرچ کی جاتی رہی ہے۔ نمبر۲: آسمان کی طرف نظر آنے والا دُھواں میں جدید فوجی اسلحہ ہر قسم کے بم کی اطلاع قرآن مجید نے چودہ سو سال قبل دے دی ہے، جو مسلمانوں کی غفلت، نااتفاقی کی وجہ سے ایک دردناک سزا اور عذاب کی حیثیت سے ہم پر مسلط ہو چکا ہے۔ نمبر۳: اسلامی ملکوں میں شریعتِ محمدی سے نفرت کی جاتی رہی ہے، موجودہ دور میں شریعتِ محمدی پر عمل کرنا دیوانگی سمجھا جاتا رہا ہے۔ نمبر۴: اگر موجودہ عذاب ٹال دیا جائے تو غفلت میں پڑے ہوئے مسلمانوں کی آنکھ نہیں کھلے گی۔ نمبر۵: ایسے مخالفِ دِین مسلمانوں کو کہا گیا کہ قیامت کے روز تمہاری سخت پکڑ کی جائے گی اور تم سے پورا بدلہ لیا جائے گا۔ میرے نزدیک قرآن مجید کا یہ ایک زندہ معجزہ ہے جو ہماری موجودہ حالت پر بالکل ٹھیک بیٹھ رہا ہے۔ مہربانی فرما کر وضاحت فرمائیں، کیا میں ان آیتوں کا صحیح مطلب سمجھ سکا ہوں؟

جواب:... جس عذاب کا ان آیات میں ذکر ہوا ہے، ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: یہ دُھواں اہلِ مکہ کو قحط اور بھوک کی وجہ سے نظر آتا تھا، گویا ان کے نزدیک یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گزر چکا۔[۱] اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: قربِ قیامت میں دُھواں ظاہر ہوگا، جس کا ذکر احادیث میں ہے۔ بہر حال خلیج کا دُھواں آیت میں مراد نہیں ہے۔[۲]

---

(۱) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ .... وسأحدثكم عن الدخان إن قريشًا لما استصحبت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبطئوا عن الإسلام قال: اللّٰهم أعنّى عليهم بسبع كسبع يوسف، فأصابهم قحط وجهد حتّٰى أكلوا العظام، فجعل الرجل ينظر إلى السماء فيرى ما بينه وبينه كهيئة الدخان من الجوع. (روح المعانی، سورة الدخان ج:۲۵ ص:۱۱۷، طبع دار إحياء التراث العربی، بيروت، أيضًا: تفسير قرطبی ج:۱۶ ص:۱۳۰، أيضًا: معارف القرآن ج:۷ ص:۷۶۰، أيضًا: تفسير مظهری ج:۸ ص:۳۷۰)۔

(۲) وعن ابن عباس .... انه دخان يأتی من السماء قبل يوم القيامة. (روح المعانی، سورة الدخان ج:۲۵ ص:۱۱۸، طبع دار إحياء التراث العربی بيروت)۔

زمین کے خزانوں کو حاصل کرنے کا ذمہ دار کون؟

سوال:... مفہوم کی طرف فقط اِشارہ مطلوب ہے کہ قرآن شریف میں کئی مواقع پر اس نوعیت کی آیات ہیں، مثلاً ہم نے زمین و آسمان میں تمہارے لئے بڑی بڑی نعمتیں رکھ دی ہیں۔ دوم: زمین و آسمان میں ہم نے خزانے رکھے ہوئے ہیں جبکہ علمائے کرام دِین کے وارث ہیں اور وارث الانبیاء کا تاج ان کے سر ہے، ہمارے دور کے علمائے کرام نے کبھی اس بات کی طرف زور نہ دیا کہ ان آیات کی تفسیر کے تحت مسلمانوں کو کس طرح ان خزانوں کو تلاش کرنا چاہئے، جبکہ مغرب کے غیرمسلم مفکر و سائنس دانوں نے ان آیات کو سمجھ کر تلاش کیا، محنت کی، ایسی چیزوں کو اِیجاد کیا جس کے ذریعے وہ ان جیسی آیات پر باعمل ہوکر ان خزانوں پر قابض ہوگئے، اور ہم مسلمان ان کے محتاج بن گئے۔ آج کے دور کے علماء جب اس جیسے سوال کی وکالت کرتے ہیں تو ہزار برس کے قریب پہلے مسلمان مفکر وعلماء کی تحریر دِکھانا شروع کردیتے ہیں، جبکہ معاملہ آج کے دور اور آج کے حالات و زمانے کے علماء سے سوال ہے کہ ان کی ذمہ داری کیا صرف یہی ہے کہ ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟ طلاق ہوئی یا نہیں؟ نماز پڑھا کرو، بے نمازی کی یہ سزا ہے۔ جس طرح ان مسائل پر توجہ علمائے کرام نے دے رکھی ہے، ٹھیک اسی طرح مندرجہ بالا مسائل پر توجہ علماء کی بے توجہی کیوں ہے؟ یا یہ ان کی ذمہ داری نہیں؟ ہمارے علماء سائنس دانوں کی اعانت آیاتِ قرآنی سے ان اُمور سے متعلق کیوں نہیں کرتے؟

جواب:... آپ کے سوال میں ایسے مفروضات ہیں جو صحیح نہیں۔ مثلاً: آپ کا یہ مفروضہ غلط ہے کہ غیرمسلم اقوام ایک ہزار سال سے زمین کے خزائن پر حاوی ہیں۔ یورپین اقوام نے ۱۷۸۰ء کے لگ بھگ صنعتی میدان میں قدم رکھا، اور اُنیسویں صدی میں دُنیا میں ہاتھ پیر پھیلانے شروع کئے اور تقریباً سوا سو سال تک اکثر مسلمان ممالک کو اپنے زیرِ نگیں رکھا۔ گو اس دور میں بھی ۱۹۱۹ء تک کئی یورپین ممالک مسلمانوں کے زیرِ تسلط تھے، حتیٰ کہ امریکا بہادر شمالی افریقہ کی مسلمان بحری طاقت کو اُنیسویں صدی کے آخر تک بحیرۂ رُوم میں آزاد جہاز رانی کے لئے خراج ادا کیا کرتا تھا۔ اب اس کا کیا کیا جائے کہ علماء حضرات نے تو آپ حضرات کو قرآن پاک کے معنی بتادیئے کہ زمین میں خزانے ہیں، لیکن آپ حضرات محنت نہ کریں تو خزانے کہاں سے ملیں...؟ اپنے اِردگرد نظر دوڑائیے! سرکاری دفاتر میں چھ گھنٹے کی ڈیوٹی میں اِیمان دار بھی چار گھنٹے کے قریب ڈیوٹی بھگتاتے ہیں، جو بددیانت ہیں وہ گھنٹہ دو گھنٹہ کام کرتے ہیں۔ شام سے ٹی وی اور فلمیں دیکھنا شروع کرتے ہیں تو آدھی رات جاگتے گزر جاتی ہے۔ صبح بہت دیر سے اُٹھتے ہیں، جیسے کیسے دفتر گئے اور پھر وہی لیل و نہار۔ محترم! خطا علماء کی نہیں ہے، کوتاہی غیرعلماء کی ہے، جو محنت سے جان چراتے ہیں۔

کفار اور منافقین سے سختی کا مصداق

سوال:... "یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت شریفہ کی شقِ اوّل پر کماحقہٗ عمل فرمایا مگر شقِ ثانی یعنی منافقین کے ساتھ اس کے برعکس نرمی اور شفقت فرمائی، بظاہر یہ بات آیت کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔

جواب:... کفار کے مقابلہ پر غلظت سیف و سنان کے ساتھ تھی اور منافقین کے ساتھ باللسان تھی، جہاں نرمی کی ضرورت

ہوتی نرمی فرماتے ورنہ سختی، چنانچہ روح المعانی میں ہے کہ ایک جمعہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے لے کر منافقوں کو مسجد سے نکلوادیا۔

"قم یا فلان فإنک منافق، قم یا فلان فإنک منافق"[1] رئیس المنافقین سے نرمی فرمانا اس کے صاحبزادے کی دلجوئی اور دیگر منافقین کو اخلاق کی تلوار سے کاٹنے کے لئے تھا۔

تاریخی روایات کی شرعی حیثیت

سوال:... اسلامی تعلیمات اور قرآن وسنت کی روشنی میں کسی بھی مسئلے کے حل کے لئے نگاہیں آپ ہی کی طرف اُٹھتی ہیں، کیونکہ آپ کے عقائد قرآن اور حدیث سے سرِمو متجاوز نہیں ہیں۔ آپ کی خدمت میں مؤرخہ ۲۰ رمئی ۱۹۹۴ء کا روزنامہ "جنگ" کا تراشا بھیج رہا ہوں، اُمید ہے آپ اپنے بے پناہ مصروف شیڈول میں سے وقت نکال کر اس کو پڑھیں گے اور اس خاکسار کی اُلجھن کو رفع کریں گے۔ گوکہ اس تراشے میں کوئی ایسی بات نہیں جو میرے ایمان اور عقائد پر کوئی اثر ڈال رہی ہو، مگر جب بھی نگاہ اس طرح کے مضامین پر پڑتی ہے جس میں یہ شبہ پیدا ہوا ہے کہ مضمون نگار کے پاس یہ معلومات کہاں سے آئی ہیں؟ تو شدید اُلجھن پیدا ہوجاتی ہے۔ محترم مولانا! ہم کم علم لوگ یہ خاص طور پر میں اپنے آپ کے لئے کہہ رہا ہوں، ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات اور معلومات جس میں اس کائنات سے لے کر، ایمان وعقائد کے جملہ مسائل موجود ہیں، کا منبع قرآن اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں۔ اگر کوئی مضمون نگار کوئی ایسی بات لکھتا ہے جو قرآن سے ثابت نہ ہو اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو نہ بتائی ہو اس کی صحت تسلیم کرنے میں دِل بہت لیت ولعل سے کام لیتا ہے۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ اس مضمون میں مضمون نگار نے غلط باتیں لکھی ہیں، مگر تھوڑا بہت جو قرآن کا مطالعہ کیا ہے اور احادیث اور ان کی تشریحات پڑھی ہیں اس پر یہ مضمون فٹ نہیں ہوتا۔ ہوسکتا ہے کہ اُلجھن اور غلط فہمی محض میری جہالت کی وجہ سے ہو، اس لئے معاملہ آپ کی طرف لوٹاتا ہوں۔ براہِ مہربانی وضاحت کیجئے کہ مضمون نگار نے جو کچھ اس مضمون میں لکھا ہے اس کا ماخذ اور منبع کیا ہے؟ اور اگر یہ باتیں صحیح ہیں تو اس کی صحت کی سند کیا ہے؟ اور غلط ہیں تو براہ مہربانی بے لاگ تبصرہ فرمادیجئے، شکریہ۔

جواب:... آپ کی فرمائش پر میں نے منسلکہ مضمون کو پڑھا، اس پر کچھ روایات ہیں اور کچھ مضمون نگار کے اخذ کردہ نتائج اور قیاسات ہیں۔ تاریخی روایات بعض صحابہؓ وتابعینؒ سے مروی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں، بہرحال مضمون نگار نے جو اَقوال نقل کئے ہیں وہ تفسیر ابنِ جریر اور کتبِ تفسیر میں موجود ہیں۔ ان روایات واقوال کی حیثیت محض ایک تاریخی واقعے کی ہے، جس کا عقیدہ وعمل سے کوئی تعلق نہیں، اور تاریخی روایات پر صحتِ سند کا بھی زیادہ اُونچا معیار برقرار نہیں رہتا، لہٰذا ان کو بس اسی حیثیت سے نقل کیا جائے، نہ صحتِ سند کی ضمانت دی جاسکتی ہے... اِلَّا ماشاء اللہ... نہ ان کے تسلیم کرنے پر کسی کو مجبور کیا جاسکتا ہے، اور نہ ان پر کسی

---

(۱) عن ابن عباس قال: قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعة خطیبًا فقال: قم یا فلان فاخرج فإنک منافق، فاخرجهم بأسمائهم۔ (روح المعانی للآلوسی، تحت قوله تعالیٰ سنعذبهم مرتین ج:۱۱ ص:۱۱ طبع دار الفکر بیروت)۔

عقیدے یا عمل کی بنیاد ہی رکھی جاسکتی ہے۔ یہ اُصول نہ صرف زیرِ بحث روایات ہی سے متعلق ہے، بلکہ تمام تاریخی روایات سے متعلق ہے، اس کو اچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے۔ قرآن وحدیث تمام علوم کا سرچشمہ ہے، لیکن قرآن تاریخ کی کتاب نہیں جس میں تاریخی واقعات کو مفصل و مرتب شکل میں بیان کرنے کا التزام کیا گیا ہو، اسی طرح احادیثِ شریفہ کو سمجھنا چاہئے، اگر کوئی واقعہ قرآنِ کریم میں ذکر کیا گیا ہے یا حدیثِ صحیح میں وارِد ہوا ہے تو اس کا ماننا ضروری ہے، ورنہ تردّد وقبول دونوں کی گنجائش ہے۔

مضمون نگار نے ''اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ'' کی جو تشریح کی ہے اس میں حدود سے تجاوز ہے، حالانکہ اس کے مضمون کا مرکزِ مأخذ تفسیر بغوی ہے، اور اس پر اس جملے کی تفسیر میں متعدّد اَقوال نقل کئے ہیں۔ اسی طرح مصنف کے بعض قیاسات بھی محلِ نظر ہیں، جن کی تفصیل کی نہ فرصت ہے، نہ ضرورت ہے!

''اَوّلُ بیت'' سے کیا مراد ہے؟ مسجدِ اقصیٰ یا خانۂ کعبہ؟

سوال:... قرآنِ کریم کی سورۂ آلِ عمران آیت:۹۶ کے مطابق ''اوّل بیت'' مکہ کو ہی کہا گیا ہے، ترجمہ: ''پہلا گھر مقرّر کیا گیا واسطے لوگوں کے وہ بیچ مکہ کے ہے'' جبکہ تفسیر ہے کہ یہود کا شبہ تھا کہ ابراہیم کا گھرانہ ہمیشہ سے شام میں رہا اور بیت المقدس کو قبلہ رکھا اور تم مکہ میں ہو اور کعبہ کو قبلہ کرتے ہو، تو تم کیونکر اِبراہیم علیہ السلام کے وارث ہوئے؟ سو اللہ نے فرمایا کہ: ابراہیم کے ہاتھ سے اوّل عبادت خانہ اللہ کے نام پر یہی بنا اور اس میں بزرگی کی نشانیاں اور خوارق ہمیشہ دیکھتے رہے ہیں اصل مقام ابراہیم کا یہی ہے۔ (حاشیہ شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ)۔

دیگر تواریخ کے مطابق دورِ فاروقی تک مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر بھی نہیں ہوئی تھی، تواریخ کے مطابق جب حضرت عمر فاروقؓ دعوت پر معاہدے پر دستخط کرنے کے لئے شام تشریف لے گئے تھے تو صلوٰۃ کے وقت انہوں نے کلیسا سے ہٹ کر اس جگہ صلوٰۃ ادا کی جہاں اہلِ شہر کچرا پھینکا کرتے تھے، مقصود یہ بتانا تھا کہ اللہ کی زمین پاک ہے، لہٰذا کسی بھی جگہ کو صاف کرکے ادائیگیٔ صلوٰۃ کی جاسکتی ہے۔ دیگر جب تواریخ یہ بتاتی ہیں کہ مسجدِ اقصیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تعمیر ہوئی تو کس طرح واقعۂ معراج میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر سکتے تھے جبکہ اس وقت تو مسجدِ اقصیٰ کا وجود ہی نہیں تھا، سنگِ بنیاد پر تاریخ سند کے ساتھ درج ہے، جو بعد وفاتِ نبوی کا ہے۔ دیگر تواریخ کے مطابق ہجرتِ مدینہ سے پیشتر، کیونکہ وہاں مسلمانوں کی کافی تعداد ہوگئی تھی، لہٰذا وہاں عارضی بنیادوں پر مسجد تعمیر کی گئی جس کا نام مسجدِ اقصیٰ رکھا گیا، بعد میں مسجدِ نبوی کی بنیاد پڑی۔ تو کیا آیتِ قرآنی کا یہ مفہوم کہ مسجد الحرام سے مسجدِ اقصیٰ تک راتوں رات لے جانے کا ذکر مسجدِ اقصیٰ (مدینہ والی) نہیں ہوسکتا؟ جب تاریخ شاہد ہے ہجرتِ مدینہ بھی رات ہی کو کی گئی تھی، جبکہ تواریخ کے مطابق اس وقت ایک ہی مسجد تھی وہ مدینہ میں قائم تھی، جبکہ مسجدِ اقصیٰ شام میں قائم نہیں تھی اور حضرت عمر فاروقؓ کے دور تک اس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ یہ تشنگی ہے جو بار بار سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ حقائق کیا ہیں؟ اِدھر قرآنِ کریم گواہی دے رہا ہے کہ اوّل بیت مکہ میں ہے، جبکہ ہم بیت المقدس حاضر فلسطین کی مسجدِ اقصیٰ کو اوّل بیت سمجھتے ہیں۔ تاریخ کے مطابق حضرت عمر فاروقؓ کے دور تک مسجدِ اقصیٰ کا وجود تک نہیں تھا، بلکہ جہاں مسجدِ اقصیٰ ہے وہاں کچرا تھا، جبکہ ہم جانتے ہیں کہ معراج کے واقعے میں خصوصیت کے ساتھ مسجدِ اقصیٰ کا ذکر ہے، اور یہاں

انبیاء کی نماز کا بھی ذکر ہے، براہِ کرم میری رہنمائی فرمائیں۔

جواب:... مسجدِ اقصیٰ پہلے سے موجود تھی، مگر معراج کے موقع پر عمارت نہیں تھی، اور مسجد عمارت کا نام نہیں، جگہ کا نام ہے۔ مسجدِ اقصیٰ قرآن میں بیت المقدس کی مسجد کو کہا گیا ہے، دیگر جو تواریخ آپ نے نقل کی ہیں، لائقِ اعتماد نہیں۔[1] اوّل بیت مسجدِ حرام ہے، جو مکہ میں ہے، فلسطین کی مسجدِ اقصیٰ کو اوّل بیت سمجھنا غلط ہے،[2] واللہ اعلم۔

سورۂ مائدہ کی آیت: ۶۸، ۶۹ کا صحیح مصداق

سوال:... سورۂ مائدہ کی آیت نمبر: ۶۸، ۶۹ کا ترجمہ ہے کہ: ''جو لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے، خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا ستارہ پرست یا عیسائی، ان کو (قیامت کے دن) نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔'' ہمارے ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ آج کے یہودی، عیسائی، ہندو یا اور مذہب سے تعلق رکھنے والے جو بھی نیک عمل کریں گے، یہ سورۃ ان کے لئے ہے۔

جواب:... ان بزرگ نے آیت کا مطلب نہیں سمجھا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو، اگر وہ اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر صحیح ایمان لے آئے اور ایمان کے مطابق عمل بھی کرے، اس کے لئے نجات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان ہو، کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے گا وہ اللہ کو سچا بھی سمجھے گا، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''محمد رسول اللہ'' یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، پس جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتا وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو بھی سچا نہیں سمجھتا، اور جو اللہ تعالیٰ کو سچا نہیں مانتا اس کا نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے، نہ آخرت پر۔[3]

---

(۱) تنبیہ نہم: یہاں مسجدِ اقصیٰ سے مراد صرف اُس مسجد کی زمین ہے کہ حقیقت میں مسجد اِصالۃً زمین ہی ہوتی ہے، اور عمارت تو تبعاً مسجد ہوتی ہے، وجہ اس مراد لینے کی یہ ہے کہ یہ امر تاریخ سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے درمیان میں اُس کی عمارت منہدم کردی گئی تھی، چنانچہ عنقریب تفسیر آیات ''وقضینا الی بنی اسرائیل'' میں مذکور ہوگا، اس لئے ظاہراً اس پر شبہ ہوتا ہے کہ مسجدِ اقصیٰ کا جب اُس وقت وجود ہی نہ تھا پھر وہاں تک لے جانے کے کیا معنی، پس اس مراد کی تعیین سے وہ شبہ جاتا رہا، اور اگر اُس حدیث پر شبہ ہو کہ کفار معترضین نے آپ سے بیت المقدس کی ہیئت و کیفیت دریافت کی تھی، اس کے کیا معنی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو منہدم عمارت کی ہیئت و کیفیت دریافت کرنا بھی ممکن ہے، علاوہ اس کے اُس زمین کے قریب میں لوگوں نے کچھ عمارتیں بنام نہاد بیت المقدس کی بنالی تھیں اُس سے بھی سوال ممکن ہے۔ (تفسیر مکمل بیان القرآن، سورۂ بنی اسرائیل آیت:۱)۔

(۲) ''اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمِنًا'' (آل عمران: ۹۶، ۹۷)۔

(۳) عن أبی هریرة رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ''أُمرتُ أن أُقاتل الناس حتّٰی یشهدوا أن لَا إلٰهَ إلّا الله ویؤمنوا بی وبما جئت به۔'' (صحیح مسلم ج:۱ ص:۳۷)۔ الایمان هو التصدیق بما جاء به (النبی صلی الله علیه وسلم) من عند الله تعالٰی أی تصدیق النبی بالقلب فی جمیع ما علم بالضرورة مجیئه به من عند الله تعالٰی اجمالًا ...الخ۔ (شرح عقائد نسفی ص:۱۱۹)۔

سوال:... ان بزرگ کا کہنا ہے کہ آج کل کے جو بھی بھکاری ہیں، آپ انہیں ضرور خیرات دیں، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: "خیرات مت روکو، ورنہ تمہارا رزق روک دیا جائے گا" اب یہ ان کا ذاتی فعل ہے کہ پیشہ ور بھکاری جو چاہیں کریں۔

جواب:... اس بزرگ کو اس مسئلے میں بھی اللہ تعالیٰ سے اختلاف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: "صدقہ وخیرات صرف فقراء ومساکین کا حق ہے"(۱) اور پیشہ ور گداگر اکثر وبیشتر مال دار ہوتے ہیں، اس لئے ان کو صدقہ اَز رُوئے قرآن منع ہے، جبکہ اس بزرگ کے نزدیک ضروری ہے۔

قرآنِ کریم میں "میں نے جب بھی کوئی نبی بھیجا تم نے ہمیشہ اِنکار کیا" سے کن کو خطاب ہے؟

سوال:... جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آنا تھا تو قرآنِ کریم میں جگہ جگہ ایسی آیات کیوں ہیں کہ: "لوگو! میں نے جب بھی کوئی نبی بھیجا تم نے ہمیشہ اِنکار کیا، کسی نبی کو قتل کردیا اور کسی کا مذاق اُڑایا"؟

جواب:... یہ بات یہود کو کہی گئی، کیونکہ وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نہیں مانتے تھے، اور انہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانا۔(۲)

"وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا" میں "مَا" نافیہ ہے یا موصولہ؟

سوال:... میں نے مرکزی سیرت کمیٹی لاہور کی مطبوعہ درسِ قرآن مصنفہ قاضی عبدالمجید قریشی مرحوم پڑھی ہے، اس میں سورۂ بقرہ آیت:۱۰۲ ترجمہ یہ ہے: "وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا ...... اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ" تک، "اور وہ اِتباع کرنے لگے جو پڑھاتے تھے شیطان منسوب کرکے ملکِ سلیمان کی طرف، اور نہیں کفر کیا سلیمان نے، مگر شیطان نے کفر کیا اور وہ سکھاتے ہیں لوگوں کو جادو، اور نہیں اُتارا گیا اُوپر فرشتوں کے بابل میں ہاروت وماروت پر، اور نہیں سکھاتے تھے وہ کسی کو بھی حتیٰ کہ کہہ دیتے بے شک ہم اِمتحان ہیں، پس کافر نہ ہو۔" مندرجہ بالا آیت میں "ما" کو زیادہ نفی صیغے میں اِستعمال کیا ہے، اگر "نہیں" مطلب لیا گیا ہے جبکہ دیگر علماء کی تفسیروں میں اسی "ما" کو "ہاں" میں اِستعمال کیا ہے، اور مندرجہ بالا آیت میں "نہیں سکھایا گیا"، "نہیں اُتارا گیا" اِستعمال ہوا ہے۔

اس آیت کی اصل تفسیر یا آپ کی تفسیر اور رائے کیا ہے؟ اور جادو کے بارے میں اپنے خیالات کا اِظہار فرمادیں، نوازش ہوگی۔

جواب:... "وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ" میں بعض مفسرین نے "مَا" نافیہ لیا ہے، اور "مَلَكَيْن" سے مراد جبرائیل ومیکائیل علیہما السلام لئے ہیں، اور "ہاروت وماروت" کو شیاطین سے بدل قرار دیا ہے، اس صورت

---

(۱) "اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ" (التوبة: ۶۰).

(۲) "لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا، كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ" (المائدة: ۷۰). أيضًا: يذكر تعالٰى أنه أخذ العهود والمواثيق على بنى إسرائيل على السمع والطاعة لله ولرسوله، فنقضوا تلك العهود والمواثيق، واتبعوا آراءهم وقدّموا على الشرائع، فما وافقهم منها قبلوه وما خالفهم ردّوه. (تفسير ابن كثير ج:۲ ص:۵۸۲، طبع رشيديه كوئٹه).

میں آیت کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ: ''سحر نہ تو سلیمان علیہ السلام کا عمل ہے، جیسا کہ یہود دعویٰ کرتے ہیں، اور نہ وہ دو فرشتوں یعنی جبرائیل و میکائیل پر نازل کیا گیا، جیسا کہ یہودیوں نے مشہور کر رکھا ہے، بلکہ اس علم کو دو شیطان ہاروت و ماروت بابل میں پھیلایا کرتے تھے... الخ۔''(۱)

اور اکثر مفسرین نے اس ''مَـا'' کو موصولہ لیا ہے، اور اس کا عطف ''مَـا تَتْـلُـوا'' پر کیا ہے، اور ہاروت و ماروت کو ''الْـمَلَكَيْن'' سے بدل قرار دیا ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ: ''یہودی اس سحر کی پیروی کرتے ہیں جس کو شیاطین عہدِ سلیمان کی طرف منسوب کر کے پھیلایا کرتے تھے، نیز اس ''سحر'' کی جو بابل میں دو فرشتوں پر منجانب اللہ نازل کیا گیا تھا... الخ۔'' یہ دونوں تفسیریں صحیح ہیں۔ دُوسری تفسیر کو ''بیان القرآن'' میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے وضاحت سے لکھا ہے، اُسے ملاحظہ فرمالیا جائے۔(۲)

آسمان و زمین کی پیدائش کتنے دنوں میں ہوئی؟

سوال:... جمعہ ایڈیشن میں ''وجودِ باری تعالیٰ کی نشانیاں'' کے عنوان سے مختلف سورتوں کی چند آیات کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ سورۂ حٰم السجدۃ آیات: ۹ تا ۱۲ کے بیان میں لکھا ہے کہ زمین کو دو دن میں پیدا کیا، دو دن میں سات آسمان بنائے۔ سورۂ ق کے بیان میں لکھا ہے کہ آسمانوں، زمین اور مخلوقات کو چھ دنوں میں بنایا۔ اب تک تو یہ سنتے آ رہے تھے کہ زمین و آسمان کو سات دنوں میں بنایا گیا ہے۔ نیز یہ بھی دُرست ہے کہ خدا نے لفظ ''کن'' کہا اور ہوگیا، تو پھر جب ''کن'' کہنے سے سب کچھ ہوگیا تو یہ دو دن، چھ دن اور سات دنوں کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کی وضاحت فرما دیجئے۔

جواب:... یہاں چند اُمور لائقِ ذکر ہیں:

۱:... آسمان و زمین وغیرہ کی تخلیق سات دن میں نہیں، بلکہ چھ دن میں ہوئی جیسا کہ آپ نے سورۂ ق کے حوالے سے لکھا ہے، تخلیق کی ابتداء ہفتہ کے دن سے شروع ہو کر جمعرات کی شام پر ہوگئی۔(۳)

---

(۱) اختلف الناس فی هٰذا المقام فذهب بعضهم إلٰی أن ما نافیة، أعنی التی فی قوله وما أنزل علی الملکین، قال القرطبی: ما نافیة ومعطوفة علٰی قوله وما کفر سلیمان، ثم قال ولٰکن الشیاطین کفروا یعلّمون الناس السحر وما أنزل علی الملکین وذالک أن الیهود -لعنهم الله- کانوا یزعمون انه نزل به جبرئیل ومیکائیل، فأکذبهم الله فی ذالک وجعل قوله هاروت وماروت بدلًا من الشیاطین، قال: وصح ذالک إمّا لأن الجمع یطلق علی الإثنین کما فی قوله تعالٰی فإن کان له إخوة أو لکونهما لهما أتباع أو ذکرا من بینهم لتمرّدهما، فتقدیر الکلام عنده: یعلمون الناس السحر ببابل هاروت وماروت ثم قال وهٰذا أولٰی ما حملت علیه الآیة وأصحّ، ولَا یتلفت إلٰی ما سواه۔ (تفسیر ابن کثیر ج:۱ ص:۳۰۸)۔

(۲) بیان القرآن ج:۱ ص:۶۲ طبع تالیفات اشرفیه ملتان۔

(۳) ولقد خلقنا السمٰوٰت والأرض وما بینهما فی ستة أیام وما مسنا من لغوب۔ (قٓ:۳۸)۔ قیل: نزلت فی الیهود، لعنت تکذیبًا لقولهم: خلق الله السماوات والأرض فی ستة أیام أولها الأحد وآخرها الجمعة واستراح یوم السبت۔ (تفسیر نسفی ج:۳ ص:۳۶۹ طبع دار ابن کثیر)۔ أیضًا: قال قتادة: قالت الیهود علیهم لعائن الله: خلق الله السماوات والأرض فی ستة أیام ثم استراح فی الیوم السابع۔ (تفسیر ابن کثیر ج:۵ ص:۲۸۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔

۲:...حق تعالیٰ شانہ ایک زمین و آسمان کیا، ہزاروں عالم ایک آن میں پیدا کرسکتے ہیں، مگر چھ دن میں پیدا کرنا حکمت کی بنا پر ہے، عجز کی بنا پر نہیں، جیسے بچے کو ایک آن میں پیدا کرنے پر قادر ہیں، مگر شکمِ مادر میں اس کی تکمیل ۹ ماہ میں کرتے ہیں۔[۱]

۳:...''کن'' کہنے سے سب کچھ پیدا ہوجاتا ہے، لیکن جس چیز کو فوراً پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ فوراً ہوجاتی ہے، اور جس کو تدریجاً پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ تدریجاً ہوتی ہے۔[۲]

۴:...دو دن میں زمین کو، دو دن میں آسمانوں کو اور دو دن میں زمین کے اندر کی چیزوں کو بنایا۔[۳]

۵:...اس بنانے میں ترتیب کیا تھی؟ اس بارے میں عام مفسرین کی رائے ہے کہ پہلے زمین کا مادّہ بنایا، پھر آسمان بنائے، پھر زمین کو بچھایا، پھر زمین کے اندر کی چیزیں پیدا فرمائیں۔[۴] واللہ اعلم!

زمین و آسمان کی تخلیق میں تدریج کی حکمت

سوال:...لائقِ صد احترام جناب یوسف لدھیانوی صاحب، السلام علیکم!

''اللہ نے دو دن میں زمین بنائی، دو دن میں اس کے اندر قوتیں اور برکت رکھی اور دو دن میں آسمان بنائے۔'' (حٰمٓ سجدہ آیت:۹ تا ۱۲) (حوالہ: تفسیر عثمانی)۔

''اللہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس سے کہہ دیتے ہیں کہ ہوجا! پس وہ چیز ہوجاتی ہے۔'' (آل عمران آیت نمبر:۴۷) (حوالہ: تفسیر مولانا اشرف علی تھانویؒ)۔

---

(۱) فجعلناه فی قرار مّکین یعنی جمعناه فی الرّحم وهو قرار الماء من الرجل والمرأة والرّحم معدّ لذٰلک حافظ لما أودع فیه من الماء وقوله تعالٰی إلٰی قدر معلوم یعنی إلٰی مدّة معیّنة من ستة أشهر أو تسعة أشهر۔ (تفسیر ابن کثیر ج:۶ ص:۴۷۰)۔

(۲) "انما أمره إذا أراد شیئًا ان یقول له کن فیکون" (یٰسٓ:۸۲)۔ "إذا قضٰی أمرًا فإنما یقول له کن فیکون" (مریم:۳۵)۔ "إنما قولنا لشیء إذا أردنٰه أن نقول له کن فیکون" (النحل:۴۰)۔ "فإذا قضٰی أمرًا فإنما یقول له کن فیکون" (غافر:۶۸)۔

(۳) (المسئلة الثانیة) قوله تعالٰی: (هو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعًا ثم استوی إلی السماء) مفسر بقوله (قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الأرض فی یومین وتجعلون له أندادًا ذٰلک ربّ العٰلمین وجعل فیها رواسی من فوقها وبارک فیها وقدر فیها أقواتها فی أربعة أیام سواء للسائلین) بمعنی تقدیر الأرض فی یومین وتقدیر الأقوات فی یومین آخرین کما یقول القائل من الکوفة إلی المدینة عشرون یومًا وإلٰی مکة ثلاثون یومًا یرید أن جمیع ذٰلک هو هذا القدر ثم استویٰ إلی السماء فی یومین آخرین ومجموع ذٰلک ستة أیام علٰی ما قال (خلق السمٰوٰت والأرض فی ستة أیام)۔ (تفسیر کبیر ج:۲ ص:۱۵۵ سورة البقرة، تحت قوله تعالٰی: هو الذی خلق لکم ما فی الأرض۔ طبع دار إحیاء التراث العربی، بیروت)۔

(۴) المسئلة الثالثة: وذکر العلماء فی الجواب عنه وجوهًا: أحدها: یجوز أن یکون خلق الأرض قبل خلق السماء إلّا أنه ما دحاها حتّٰی خلق السماء لأن التدحیة هی البسط........ والجواب أن قوله تعالٰی: (والأرض بعد ذٰلک دحٰها) یقتضی تقدیم خلق السماء علی الأرض ولَا یقتضی أن تکون تسویة السماء مقدمة علٰی خلق الأرض وعلٰی هٰذا التقدیر یزول التناقض ...إلخ۔ (التفسیر الکبیر ج:۲ ص:۱۵۵ البقرة، تحت قوله: هو الذی خلق لکم ...إلخ)۔ أیضًا: قوله تعالٰی: ثم استویٰ إلی السماء فسوّٰهنّ سبع سمٰوٰت: تسویۂ آسمان و دحوِ ارض بعد از افراز مادّۂ ہر دو بہم بودہ اند، پس تسویہ را بعد ارض گفتن یا دحو را بعد سماء گفتن ہمگی درست ست ...الخ۔ (مشکلات القرآن للکشمیری ص:۱۴، البقرة، طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ)۔

ان آیات کے بارے میں ایک ''شیطانی خیال'' مجھے ایک عرصے سے پریشان کر رہا ہے، زمین و آسمان کے وجود میں آنے میں چھ دن کیوں لگے؟ جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ زمین و آسمان کو پیدا کرنے کے لئے اللہ کا ایک اشارہ کافی ہوتا، اور وہ آناً فاناً وجود میں آجاتے۔ مہربانی فرماکر اس اِشکال کو دُور کرنے میں میری مدد کیجئے، تاکہ میں اس شیطانی خیال سے چھٹکارا پاسکوں۔

جواب:... کسی چیز کا تدریجاً (آہستہ آہستہ) وجود میں آنا، اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ فاعل اس کو دفعتہً وجود میں لانے پر قادر نہ ہو، اس لئے وہ مجبور ہے کہ وہ اس چیز کو آہستہ آہستہ وجود میں لائے۔ اور دُوسری صورت یہ کہ فاعل تو اس چیز کو دفعتہً وجود میں لانے پر قادر ہے مگر کسی حکمت کی بنا پر وہ اس کو آناً فاناً وجود میں نہیں لاتا، بلکہ آہستہ آہستہ ایک خاص معین مدّت کے اندر اسے وجود میں لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو آسمان و زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا اس کی وجہ پہلی نہیں تھی بلکہ دُوسری تھی۔ اس لئے آپ کا اِشکال تو ختم ہوجاتا ہے، البتہ یہ سوال ہوسکتا ہے کہ وہ کیا حکمت تھی جس کی بنا پر آسمان زمین کی تخلیق تدریجاً ہوئی؟ سو اِس کا جواب یہ ہے کہ اَفعالِ اِلٰہیہ کی حکمتوں کا اِحاطہ کون کرسکتا ہے؟ اس میں جو حکمتیں بھی ملحوظ ہوں وہ سراپا خیر ہوں گی۔ مثلاً: ایک حکمت بندوں کو آہستگی اور تدریج کی تعلیم دینا ہوسکتی ہے کہ جب ہم نے قادرِ مطلق ہونے کے باوجود اپنی تخلیق میں تدریج ملحوظ فرمائی ہے تو تمہیں تو کوئی کام کرتے ہوئے بدرجۂ اَولیٰ تدریج سے کام لینا چاہئے۔ یا مثلاً: یہ حکمت ہوسکتی ہے کہ اس دُنیا کا نظام اَسباب و مسبّبات کے تدریجی سلسلے کے تحت چلے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ قادر ہیں کہ انسان کو ایک لمحے میں پیدا فرماکر جیتا جاگتا کھڑا کردیں، مگر نہیں! اس کی حکمت ایک خاص نظام کے تحت تدریجاً اس کی نشوونما کرتی ہے، یہی حال نباتات وغیرہ کا بھی ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو اس عالم کی تمام ترقیات تدریج ہی کے تحت چل رہی ہیں، کیا عجب ہے کہ آسمان و زمین کی تدریجی تخلیق میں یہ حکمت بھی ملحوظ ہو۔ (۱)

مباہلہ اور خدائی فیصلہ

سوال:... مباہلے کی کیا حقیقت ہے؟ اس بارے میں قرآن مجید کی کون کون سی آیات کا نزول ہوا ہے؟

جواب:... مباہلے کا ذکر سورۂ آل عمران (آیت:۶۱) میں آیا ہے، جس میں نجران کے نصاریٰ کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

''پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصے میں بعد اس کے کہ آچکی تیرے پاس خبر سچی تو تو کہہ دے

---

(۱) قد اقتضت حكمة الله تعالىٰ أن يكون خلق السماوات والأرض مدرجا وأن لَا يكون دفعة لأنه جعل العوالم متولدا بعضها من بعض لتكون أتقن صنعا مما لو خلق دفعة، وليكون هٰذا لخلق مظهرا لصنعتي علم الله تعالىٰ وقدرته، فالقدرة صالحة لخلقها دفعة، لٰكن العلم والحكمة اقتضيا هٰذا التدريج، وكانت تلك المدة أقل زمنا يحصل فيه المراد من التولد لعظيم القدرة .... وظاهر الآيات أن الأيام المعروفة للناس التي هي جمع اليوم الذي هو مدة تقدر من مبدأ ظهور الشمس في المشرق إلى ظهورها في تلك المكان ثانية، وعلىٰ هٰذا التفسير فالتقدير فيما يماثل تلك المدة ست مرات، لأن حقيقة اليوم في هٰذا المعنى لم تتحقق إلّا بعد تمام خلق السماء والأرض ليمكن ظهور نور الشمس علىٰ نصف كرة الأرضية وظهور ظلمة علىٰ تلك النصف إلىٰ ظهور الشمس مرة ثانية. (التحرير والتنوير للشيخ محمد طاهر بن عاشور، سورة الأعراف:۵۴، تحت قوله تعالىٰ: إن ربكم الذي خلق السمٰوٰت والأرض ج:۸ ص:۱۶۱، ۱۶۲ طبع بيروت). أيضًا: وهٰذا معنى ما يقوله المفسرون من أنه تعالىٰ إنما خلق العالم في ستة أيام ليعلم عباده الرفق في الأُمور والصبر فيها. (التفسير الكبير، للإمام الفخر الرازي، سورة الأعراف:۵۴ ج:۱۴ ص:۹۹ طبع دار إحياء التراث العربي بيروت).

آؤ! بلاویں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے، اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں، اور اپنی جان اور تمہاری جان، پھر اِلتجا کریں ہم سب، اور لعنت کریں اللہ کی ان پر جو جھوٹے ہیں۔"[1] (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اس آیتِ کریمہ سے مباہلے کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ جب کوئی فریق حق واضح ہوجانے کے باوجود اس کو جھٹلاتا ہو، اس کو دعوت دی جائے کہ آؤ! ہم دونوں فریق اپنی عورتوں اور بچوں سمیت ایک میدان میں جمع ہوں اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹوں پر اپنی لعنت بھیجے۔ رہا یہ کہ اس مباہلے کا نتیجہ کیا ہوگا؟ مندرجہ ذیل احادیث سے معلوم ہوجاتا ہے:

۱:... مستدرک حاکم (ج:۲ ص:۵۹۴) میں ہے کہ نصاریٰ کے سید نے کہا کہ: "ان صاحب سے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) مباہلہ نہ کرو، اللہ کی قسم! اگر تم نے مباہلہ کیا تو دونوں میں سے ایک فریق زمین میں دفنا دیا جائے گا۔"[2]

۲:... حافظ ابونعیم کی دلائل النبوۃ میں ہے کہ سید نے عاقب سے کہا: "اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ یہ صاحب نبیٔ برحق ہیں، اور اگر تم نے اس سے مباہلہ کیا تو تمہاری جڑ کٹ جائے گی، کبھی کسی قوم نے کسی نبی سے مباہلہ نہیں کیا کہ پھر ان کا کوئی بڑا باقی رہا ہو یا ان کے بچے بڑے ہوئے ہوں۔"[3]

۳:... ابنِ جریر، عبد بن حمید اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت قتادہؓ کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ: "اہلِ نجران پر عذاب نازل ہوا چاہتا تھا اور اگر وہ مباہلہ کرلیتے تو زمین سے ان کا صفایا کردیا جاتا۔"[4]

۴:... ابنِ ابی شیبہ، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابنِ جریر اور حافظ ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اِمام شعبیؒ کی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ: "میرے پاس فرشتہ اہلِ نجران کی ہلاکت کی خوشخبری لے کر آیا تھا اگر وہ مباہلہ کرلیتے تو ان کے درختوں پر پرندے تک باقی نہ رہتے۔"[5]

۵:... صحیح بخاری، ترمذی، نسائی اور مصنف عبدالرزّاق وغیرہ میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد نقل کیا ہے کہ: "اگر اہلِ نجران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کرلیتے تو اس حالت میں واپس جاتے کہ اپنے اہل وعیال اور مال میں سے کسی کو

---

(۱) "فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللهِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ" (آل عمران: ۶۱).

(۲) عن جابر .... فقال رئیسهم: لَا تلاعنوا هٰذا الرجل، فوالله! لئن لَاعنتموه لیخسفن أحد الفریقین ...الخ. (المستدرک مع التلخیص ج:۲ ص:۵۹۴، کتاب التاریخ، طبع دار الفکر، بیروت).

(۳) وأخرج أبو نُعیم فی الدلَائل ...... قال السید للعاقب قد والله علمتم ان الرجل نبی مرسل، ولئن لَاعنتموه أنه لیساصلکم ومالًا عن قوم قط نبیًّا فبقی کبیرهم ولَا نبت صغیرهم ...الخ. (درمنثور ج:۲ ص:۳۹، طبع قم ایران).

(۴) وأخرج عبد بن حُمید وابن جریر وأبو نُعیم فی الدلَائل عن قتادة ...... قال: ان کان العذاب لقد نزل علٰی أهل نجران ولو فعلوا لَاستؤصلوا عن جدید الأرض. (درمنثور ج:۲ ص:۳۹).

(۵) وأخرج ابن أبی شیبة وسعید بن منصور وعبد بن حُمید وابن جریر وأبو نُعیم عن الشعبی ...... فقال النبی صلی الله علیه وسلم: لقد أتانی البشیر بهلکة أهل نجران حتّٰی الطیر علی الشجر لو تموا علی الملاعنة. (درمنثور ج:۲ ص:۳۹).

نہ پاتے۔"[1] (یہ تمام روایات درمنثور ج:۲ ص:۳۹ میں ہیں)۔

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ سچے نبی کے ساتھ مباہلہ کرنے والے عذابِ الٰہی میں اس طرح مبتلا ہوجاتے کہ ان کے گھربار کا بھی صفایا ہوجاتا اور ان کا ایک فرد بھی زندہ نہیں رہتا۔

یہ تو تھا سچے نبی کے ساتھ مباہلہ کرنے کا نتیجہ! اب اس کے مقابلے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے مباہلے کا نتیجہ بھی سن لیجئے...!

۱۰/ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۲۷/مئی ۱۸۹۳ء کو مولانا عبدالحق غزنوی مرحوم سے ایک دفعہ مرزا صاحب کا عیدگاہ امرتسر کے میدان میں مباہلہ ہوا (مجموعہ اشتہارات مرزا غلام احمد قادیانی ج:۱ ص:۴۲۷، ۴۲۸)۔ مباہلہ کے نتیجے میں مرزا صاحب کا مولانا مرحوم کی زندگی میں انتقال ہوگیا (مرزا صاحب نے ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال کیا اور مولانا عبدالحق مرحوم، مرزا صاحب کے نو سال بعد تک زندہ رہے، ان کا انتقال ۱۶/مئی ۱۹۱۷ء کو ہوا)۔ (رئیس قادیان ج:۲ ص:۱۹۲)

"مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوجاتا ہے۔"

(ملفوظات مرزا غلام احمد قادیانی ج:۹ ص:۴۴۰)

مرزا صاحب نے مولانا مرحوم سے پہلے مر کر اپنے مندرجہ بالا قول کی تصدیق کردی اور دو اور دو چار کی طرح واضح ہوگیا کہ کون سچا تھا اور کون جھوٹا تھا؟

اللہ کے عذاب اور آزمائش میں فرق

سوال:... اللہ کے عذاب اور آزمائش میں کیا فرق ہے؟ یعنی یہ کیسے پتا چلے کہ یہ اللہ کا عذاب ہے یا آزمائش؟

جواب:... اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو جو تکلیفیں اور مصیبتیں پیش آتی ہیں، وہ ان کے لئے آزمائش اور رفعِ درجات کا ذریعہ ہے، اور ہم جیسے گناہگاروں کو جو مصائب پیش آتے ہیں، وہ ہماری شامتِ اعمال اور گناہوں کی سزا ہوتے ہیں۔[2] عذاب اور آزمائش میں امتیاز یہ ہے کہ اگر تکلیف و مصیبت میں تعلق مع اللہ میں اضافہ ہو اور دِل میں سکون و اطمینان اور رضا بالقضا کی کیفیت ہو تو یہ آزمائش ہے، اور اگر تعلق مع اللہ میں کمی آجائے، عبادات و معمولات میں خلل آجائے، سکون غارت ہوجائے اور جزع فزع کی کیفیت ہو تو یہ شامتِ اعمال ہے۔

آزمائش میں ذِلت ورُسوائی

سوال:... کیا آزمائش میں ذِلت ورُسوائی بھی ہوتی ہے؟

---

(۱) وأخرج عبدالرزاق والبخاری والترمذی والنسائی وابن جریر وابن المنذر وابن أبی حاتم ...... عن ابن عباس قال: لو باهل أهل نجران رسول الله صلی الله علیه وسلم لرجعوا لَا یجدون أهلًا ولَا مالًا۔ (درمنثور ج:۲ ص:۳۹)۔

(۲) "وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ"۔ قال البیضاوی: الآیة مخصوصة بالمجرمین فان ما أصاب غیرهم فلأسباب أُخر منها تعریضه للأجر العظیم بالصبر علیه۔ (الشوریٰ: ۳۰، تفسیر مظهری ج:۸ ص:۳۲۶، طبع دهلی)۔

جواب:... وقتی طور پر اہلِ دُنیا کی نظر میں ذِلت ورُسوائی آزمائش کے منافی نہیں، بلکہ امتحان وآزمائش کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق صحیح ہو۔ کسی واقعے کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا کہ یہ عذاب ہے یا آزمائش؟ مشکل کام ہے۔ اس میں آدمی کو اپنی رائے پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے، بلکہ کسی محقق سے رُجوع کرنا چاہئے۔

صبر اور بے صبری کا معیار

سوال:... "بشر الصابرين الذين اذا اصابتهم مصيبة" سے کیا مراد ہے؟ آج کل علمائے کرام یا مشائخ کی وفات پر رسائل میں جو مرثیے آتے ہیں، "کیا نخلِ تمنا کو میرے آگ لگی ہے" یا "کیا دِکھاتا ہے کرشمے چرخِ گردوں ہائے ہائے!" وغیرہ الفاظ صحیح ہیں؟ خیر القرون میں اس کی مثال ہے؟

جواب:... قرآنِ کریم اور احادیثِ طیبہ میں صبر کا مأمور بہ ہونا اور جزع فزع کا ممنوع ہونا تو بالکل بدیہی ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مصائب پر رنج وغم کا ہونا ایک طبعی اَمر ہے، اور اس رنج کے اظہار کے طور پر بعض الفاظ آدمی کے منہ سے نکل جاتے ہیں۔ اب تنقیح طلب اَمر یہ ہے کہ صبر اور بے صبری کا معیار کیا ہے؟ اس سلسلے میں کتاب وسنت اور اکابر کے ارشادات سے جو کچھ مفہوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی حادثے کے موقع پر ایسے الفاظ کہے جائیں جس میں حق تعالیٰ کی شکایت پائی جائے ...نعوذ باللہ... یا اس حادثے کی وجہ سے مأموراتِ شرعیہ چھوٹ جائیں، مثلاً: نماز قضا کردے، یا کسی ممنوعِ شرعی کا ارتکاب ہوجائے، مثلاً: بال نوچنا، چہرہ پیٹنا تو یہ بے صبری ہے، اور اگر ایسی بات نہ ہو تو خلافِ صبر نہیں۔[1] خیر القرون میں بھی مرثیے کہے جاتے تھے مگر اسی معیار پر، اس اُصول کو آج کل کے مرثیوں پر خود منطبق کرلیجئے۔

"تخلقوا بأخلاق الله" کا مطلب

سوال:... "تخلقوا باخلاق الله" سلوک میں مطلوب ہے، اللہ تعالیٰ کی صفات میں جبار، قہار، منتقم، متکبر اور اسی قسم کے اور بھی اسماء ہیں، پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ کی صفات میں شریک ہونا شرک ہے اور دُوسری طرف اس کی صفات سے متصف ہونا درجات کی بلندی کا معیار بھی ہے۔

جواب:... اسمائے الٰہیہ دو قسم کے ہیں، ایک وہ ہیں کہ مخلوق کو بقدر پیمانہ ان سے کچھ ہلکا سا عکس نصیب ہوجاتا ہے، ان صفات کو بقدر امکان اپنے اندر پیدا کرنا مطلوب ہے، "تخلقوا باخلاق الله" سے یہی مراد ہے، مثلاً رؤف، رحیم، غفور، ودود وغیرہ۔ دُوسری قسم وہ اسماء ہیں جن کے ساتھ ذاتِ الٰہی متفرد ہے، وہاں ان اسمائے حسنیٰ سے انفعال (اثر لینا) مطلوب ہے، مثلاً قہار کے

---

(۱) عن أنس قال: دخلنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم على أبي سيف القين وكان ظئرا لابراهيم فأخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم ابراهيم فقبّله وشمه ثم دخلنا عليه بعد ذٰلك وابراهيم يجود بنفسه فجعلت عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم تذرفان، فقال له عبدالرحمٰن بن عوف: وأنت يا رسول الله! فقال: يا ابن عوف! انها رحمة ثم اتبعها باخرىٰ فقال: ان العين تدمع والقلب يحزن، ولَا نقول اِلّا ما يرضى ربنا وانّا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون، متفق عليه. (مشكوٰة ص:۱۵۰).

مقابلے میں اپنی مقہوریت تامہ کا استحضار، عزیز کے مقابلے میں اپنی ذلت تامہ اور غنی کے مقابلے میں اپنے فقر کا رسوخ، یہاں "تخلقوا باخلاق الله" کا ظہور انفعال کامل کی شکل میں ہوگا۔[1]

"قبیلے کے گھٹیا لوگ اس کے سردار ہوں گے" سے کیا مراد ہے؟

سوال:... قیامت کی نشانیوں میں ایک حدیثِ رسول ملتی ہے کہ جب گھٹیا اور نیچ لوگ قوم کے سردار یا رہنما بننے لگیں تو سمجھو کہ قیامت قریب ہے۔ پاکستان میں عموماً اور آزاد کشمیر میں خصوصاً مندرجہ ذیل پیشہ اقوام کو گھٹیا اور نیچ تصوّر کیا جاتا ہے: موچی، درزی، حجام، جولاہا، کمہار، مراثی، ماشکی، دھوبی، لوہار، ترکھان وغیرہ۔ اکثر مندرجہ بالا حدیث کا حوالہ اس وقت دیا جاتا ہے جب مندرجہ بالا پیشہ اقوام کا کوئی فرد کسی اہم منصب پر فائز ہو تو کہا جاتا ہے کہ: "اب قیامت قریب ہے، فلاں کو دیکھو! وہ کیا تھا اور کیا بن گیا ہے۔" معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اس حدیثِ پاک کا مطلب و مفہوم یہی ہے جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے یا کچھ اور؟ کیا رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی مندرجہ بالا پیشہ افراد کو گھٹیا اور نیچ تصوّر کرتے تھے؟ اور کیا واقعی ان لوگوں کو عملی زندگی میں آگے نہیں نکلنا چاہئے؟ تاریخ اور حدیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں زیادہ تعداد ابتدائی ایام میں اسلام قبول کرنے والے معاشرے کے ستائے ہوئے افراد ہی کی تھی، سرداروں نے تو اسلام کی سخت ترین مخالفت کی تھی اور پھر اسلامی معاشرے میں غلاموں کو بھی وہ عزّت ملی کہ جو انہوں نے خواب میں نہ دیکھی تھی، کئی غلام کامیاب سپہ سالار اور گورنر اور خلیفہ بھی ہوئے اور پھر رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں یہ اُونچ نیچ کا دُور دُور تک نشان بھی نہیں ملتا تو پھر یہ بتایا جائے کہ اس قیامت کی نشاندہی والی حدیث سے کون سے گھٹیا لوگ اور نیچ، کمینے مراد ہیں۔

جواب:... جس حدیث کا آپ نے پہلے سوال میں حوالہ دیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: "**وساد القبيلة ازذلهم**"[2] جس کا مطلب یہ ہے کہ: "کسی قبیلے کا رذیل ترین آدمی اس قبیلے کا سردار بن بیٹھے گا۔" ایک اور حدیث میں ہے: "**ان ترى الحفاة العراة رعاء الشاة يتطاولون فى البنيان**"[3] یعنی تم ایسے لوگوں کو جو برہنہ یا ننگے بدن رہا کرتے تھے، بکریاں چرایا کرتے تھے، انہیں دیکھو گے کہ وہ اُونچی اُونچی، عمارتیں بنانے میں فخر کرتے ہیں۔ ان احادیث میں رذیل اخلاق کے لوگوں کے سردار، اور بھوکوں، ننگوں کے نودولتیے بن جانے کو قیامت کی علامتوں میں شمار فرمایا ہے۔ جن لوگوں کو دُنیا کے مغرور نیچ اور کمینہ سمجھتے ہیں (حالانکہ اخلاق و اعمال کے اعتبار سے وہ نیک اور شریف ہیں) ان کے عروج کو قیامت کی علامت میں شمار نہیں فرمایا۔

---

(۱) قيل تخلقوا بأخلاق الله، وذلك فى إكتساب محامد الصفات الإلٰهية من العلم والبر والإحسان واللطف وإفاضة الخير والرحمة على الخلق والنصيحة لهم وإرشادهم إلى الحق ومنعهم من الباطل، إلى غير ذلك من مكارم الشريعة فكل ذلك يقرّب إلى الله سبحانه وتعالىٰ لا بمعنى طلب القرب بالمكان بل بالصفات. (احياء علوم الدين ج:۴ ص:۳۰۶ بيان ان المستحق للمحبة هو الله وحده).

(۲) صحيح مسلم عن أبى هريرة ج:۱ ص:۲۹ كتاب الإيمان.

(۳) مشكوة عن عمر بن الخطاب ص:۱۱ الفصل الأوّل، كتاب الإيمان.

''لونڈی اپنے آقا اور ملکہ کو جنے گی'' سے کیا مراد ہے؟

سوال:... آثارِ قیامت میں سے ایک نشانی جو مندرجہ ذیل ہے کہ: ''لونڈی اپنے آقا اور ملکہ کو جنے گی'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:... اس سے مراد... واللہ اعلم... یہ ہے کہ اولاد ماں باپ کو غلام، لونڈی سمجھے گی، یعنی اولاد ماں باپ کی تحقیر کرے گی، اور والدین پر حکم چلائے گی۔ [1]

فرمودۂ رسول سو حکمتیں رکھتا ہے

سوال:... آپ کا ارسال کردہ جواب مل گیا ہے پڑھ کر مکمل مایوسی ہوئی، آپ نے میرے صرف ایک سوال کا جواب تسلّی بخش دیا ہے، جس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ ساز سننا کیوں ناجائز ہے؟ یا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آلات کے ساتھ راگ سننا شریعت اور تصوف میں ناجائز ہے، تو آپ کا مطلب صرف اور صرف یہی ہے کہ بعض بزرگانِ دین جنھیں ہم اور تاریخ تسلیم کرتی ہے، وہ شریعت اور تصوف کے خلاف کام کرتے تھے، اور میں نے سنا ہے کہ جو شخص ایک بھی عمل حضورؐ کی سنت اور شریعت کے خلاف کرے وہ مرشد نہیں شیطان ہے، تو گویا آپ نے بالواسطہ طور پر ان تمام بزرگانِ دین کو جو آلات کے ساتھ محفلِ سماع سنتے تھے (نعوذ باللہ) ناجائز اُمور کا مرتکب قرار دیا؟

۲:... محترم علامہ صاحب میں نے سوال کیا تھا کہ ٹیلیویژن یا اور طرح کی چلتی پھرتی تصاویر دیکھنا کیوں منع ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کیونکہ رسولؐ نے تصاویر سے منع فرمایا ہے اور بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے، تو محترم بزرگ اس اتنی سی بات کا تو ہمیں پہلے ہی علم تھا مگر تسلّی کس چیز کا نام ہے؟ آپ کا علم کیا کسی کو مطمئن کرنے کے لئے نہیں ہوسکتا؟ یہ کوئی جواب نہیں ہے، مجھے اتنا علم ہے کہ حضورؐ نے ہر بات کے لئے اس کا جواز بیان فرمایا ہے اور میں وہ جواز جاننا چاہتا ہوں۔

۳:... میرا تیسرا سوال یہ تھا کہ ایک کتاب میں یہ تحریر تھا کہ: اگر کسی نے اپنے مکان کی عمارت کی بلندی ساڑھے گیارہ فٹ سے زیادہ کی، اس پر خدا کا عذاب ہوا، آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں اس حدیث سے واقف نہیں ہوں، اور اس رسالہ کی تمام روایات مستند نہیں ہیں۔ میں نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ وہ مستند ہیں یا نہیں؟ یا آپ نے پڑھی ہیں یا نہیں؟ میں نے تو صرف یہی پوچھا تھا کہ آیا یہ درست ہے یا غلط؟

اس سے پہلے میں نے جو خط ارسال کیا تھا، اس کے ساتھ ڈاک ٹکٹ بھی تھا واپسی کا، مگر مجھے بیرنگ خط موصول ہوا جس کی مجھے خوشی ہوئی، کیونکہ اگر خدا نے روزِ قیامت یہ سوال کیا کہ تم دُنیا سے کیا لائے ہو؟ تو صرف میں یہی جواب دوں گا کہ ایک عالم کی گردن پر قرض چھوڑ آیا ہوں، اور اس کے بدلے میں اپنی بخشش مانگوں گا، اگر آپ کو میرا حق رفع کرانا ہے تو اس کے لئے مجھے تلاش

---

(۱) قوله: "أن تلد الأَمَة ربَّتها" أي يكثر العقوق في الأولاد فيعامل الولد أُمّه معاملة السيّد أَمَته من الإهانة بالسّب والضرب والإستخدام .... الخ۔ (التعليق الصبيح على مشكوٰة المصابيح ج:۱ ص:۲۱)۔

کریں، بالکل اسی طرح جس طرح آپ نے فرمایا کہ باطنی رہنمائی کے لئے کسی بزرگ کو خود تلاش کرو۔

جواب:...آپ کا یہ ارشاد صحیح ہے کہ خلافِ سنت کرنے والا ولی نہیں ہوسکتا، اس لئے جن بزرگوں کی طرف آلات کے ساتھ راگ سننے کی نسبت کی جاتی ہے یا تو یہ نسبت ہی غلط ہے، یا یہ کہ وہ اس کو جائز سمجھتے ہوں گے، اس لئے معذور ہیں۔

۲:...جس شخص کی تسلّی ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہوسکتی، اس کی تسلّی میرے بس میں نہیں، ارشاداتِ نبوی میں حکمتیں ضرور ہیں، اور بحمداللہ بقدرِ ظرف معلوم بھی ہیں، لیکن ان کے بغیر تسلّی نہ ہونا غلط ہے، الحمدللہ ہمیں ایک بھی حکمت معلوم نہ ہو تب بھی فرمودۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سو حکمتیں رکھتا ہے۔

۳:...جب میں واقف ہی نہیں تو صحیح یا غلط کا کیا فیصلہ کرسکتا ہوں۔

۴:...ہم نے ٹکٹ لگاکر بھیجا تھا، ممکن ہے اُتر گیا ہو، یا اُتار لیا گیا ہو، اگر ایک ٹکٹ کا قرض آپ کی نجات کے لئے کافی ہوجائے، تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولہب کے لڑکے کو بددُعا دی تھی؟

سوال:...ہمارے شہداد پور میں ایک مقرّر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتایا کہ نبی کریم کو اپنی پوری زندگی میں ایک صدمہ ہوا جس پر آپ نے بددُعا کردی تھی۔ مسئلہ یہ تھا کہ ابولہب کا لڑکا جس نے نبیؐ کی لڑکی کو طلاق دی تھی اور حضور نے بددُعا کردی کہ خدا اس کو جانوروں کی خوراک بنادے اور خدا نے شیر کو حکم دیا کہ اس کو پھاڑ دو۔ یہ مسئلہ بڑا پیچیدہ ہوگیا ہے، ایک گروپ کا کہنا ہے کہ حضور تو رحمت للعالمین بن کر آئے، انہوں نے زندگی میں کسی کو بددُعا نہیں دی، مگر ایک گروپ کہتا ہے کہ مقرّر صاحب نے خطبۂ عام میں یہ بات بتائی ہے تو صحیح ہے۔ مہربانی کرکے کتاب کا حوالہ دے کر تفصیل سے جواب دیں، تاکہ مسلمان اپنے بھٹکے ہوئے راستے سے صحیح راستے پر آجائیں، ہم لوگ آپ کے لئے دُعا کریں گے۔

جواب:...ابولہب کے لڑکے کے لئے بددُعا کرنے کا واقعہ سیرت کی کتابوں میں آتا ہے،[1] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متعدّد لوگوں کے لئے بددُعا کرنا بھی منقول ہے،[2] اس لئے یہ خیال صحیح نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کے لئے بددُعا نہیں کی۔ اور کسی کے لئے بددُعا کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کے خلاف نہیں، کیونکہ کسی موذی جانور مثلاً: سانپ کو مارنا بھی رحمت کے زُمرے میں آتا ہے، اسی طرح کسی موذی شخص کے لئے بددُعا کرنا بھی گو اس شخص کے لئے رحمت نہ ہو مگر دُوسروں کے لئے عین رحمت ہے۔

---

(۱) فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم .... اما انی أسأل اللہ أن یسلط علیک کلبہ فخرجہ فی تاجر من قریش حتّٰی نزلوا بمکان یقال لہ الزرقاء لیلًا فأطاف بھم الأسد تلک اللیلۃ فجعل عتیبۃ یقول ویل امی ھٰذا واللہ آکلنی کما قال محمد۔ (حیاۃ الصحابۃ ج:۱ ص:۲۵۳)۔

(۲) عن علیٍّ قال: لما کان یوم الأحزاب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ملأ اللہ بیوتھم وقبورھم نارًا شغلونا عن الصلٰوۃ الوسطیٰ حتّٰی غابت الشمس۔ (صحیح بخاری ج:۱ ص:۴۱۰، باب الدعاء علی المشرکین بالھزیمۃ والزلزلۃ)۔

منافقین کو مسجدِ نبوی سے نکالنے کی روایت

سوال:... کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو وحی آنے پر ایک ایک کا نام لے کر مسجدِ نبوی سے نکالا تھا؟ کتاب کا حوالہ دیں۔

جواب:... درمنثور ج:۳ ص:۲۸۱ میں اس مضمون کی روایت نقل کی گئی ہے۔ (۱)

بچے کو میٹھا چھوڑنے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت والی روایت من گھڑت ہے

سوال:... درج ذیل حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ ایک عورت کا واقعہ ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیحت کرانی چاہی کہ وہ میٹھا کھانا چھوڑ دے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو دن بعد آؤ۔ وہ عورت دو دن بعد آئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے کو نصیحت فرمائی۔ عورت کے اِستفسار پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے پہلے خود چینی کھانا کم کی، پھر نصیحت کی۔ نیز یہ کہ جب تک نیک عمل خود نہ کرو، دُوسرے کو اس کی تلقین نہ کرو۔ براہِ کرم تفصیل اور حوالے سے جواب عنایت فرمائیں، اس لئے کہ یہی بات حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بھی بیان کی جاتی ہے۔ اس واقعے کو بیان کرکے لوگ یہ کہتے ہیں کہ: ''میاں! جاؤ پہلے خود سو فیصد دِین پر عمل کرلو، پھر ہمارے پاس آنا'' اور یہ کہ: ''تبلیغ تو جائز ہی نہیں ہے مسلمان پر۔''

جواب:... یہ روایت خالص جھوٹ ہے، جو کسی نے تصنیف کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردی، دیگر اکابر کی طرف بھی اس کی نسبت غلط ہے، اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط ہے کہ مسلمانوں کو بھلے کام کے لئے نہ کہا جائے اور بُرے کام سے منع نہ کیا جائے۔ (۲)

خناس کا قصہ من گھڑت ہے

سوال:... آج کل میلاد شریف میں پڑھنے والی عورتیں کچھ اس قسم کی باتیں سناتی ہیں کہ: حضرت حوا علیہا السلام کے پاس شیطان آیا کہ میرے بچہ کو ذرا رکھ لو، انہوں نے بٹھالیا تو حضرت آدمؑ تشریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ خناس بیٹھا ہوا ہے، انہوں نے اس کو کاٹا اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینک دیئے۔ شیطان آیا اور پوچھا بچہ کہاں ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اس کو کاٹ کر پھینک دیا، وہ آواز دیتا ہے: خناس! خناس! تمام ٹکڑے جمع ہوکر بچہ بن کر تیار ہوجاتا ہے۔ وہ پھر موقع دیکھ کر حضرت حوا کے حوالے کر جاتا ہے۔ پھر حضرت آدمؑ تشریف لاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ خناس بیٹھا ہے، وہ اس کو کاٹ کر جلاتے ہیں اور راکھ کرکے ہوا میں اُڑادیتے ہیں۔

---

(۱) عن ابن عباس رضی الله عنهما فی قوله وممن حولکم من الأعراب منافقون الآية قال: قام رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم جمعة خطیبًا فقال: قم یا فلان فاخرج فإنک منافق، فأخرجهم بأسمائهم ففضح لهم ...إلخ. (در منثور ج:۳ ص:۲۷۱ طبع ایران)۔

(۲) عن أبی سعید الخدری عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من رأی منکم منکرًا فلیغیره بیده فإن لم یستطع فبلسانه فإن لم یستطع فبقلبه وذٰلک أضعف الإیمان۔ رواه مسلم۔ (مشکٰوة ص:۴۳۶ باب الأمر بالمعروف)۔

شیطان حسبِ سابق آ کر آواز دے کر بچہ زندہ کر کے لے جاتا ہے اور پھر موقع پا کر حضرت حوا کے حوالے کر جاتا ہے۔ اس مرتبہ حضرت آدم اور حوا اس کو کاٹ کر بھون کر دونوں کھا لیتے ہیں۔ پھر میلاد شریف پڑھنے والی فرماتی ہیں کہ انسان کے اندر یہ وہی خناس ہے جو رگ و ریشے میں پیوست ہوگیا۔ اور اس کو حدیث کہہ کر بیان فرماتی ہیں۔ میں نے یہ حدیث اپنے محترم بھائی مولانا مفتی محمود صاحب سے کبھی نہیں سنی، ذرا وضاحت فرما دیجئے کہ آیا یہ صحیح ہے یا من گھڑت قصہ ہے؟

جواب:... یہ قصہ بالکل من گھڑت ہے، افسوس ہے کہ اکثر واعظین خصوصاً میلاد پڑھنے والے اسی قسم کے واہی تباہی بیان کرتے ہیں۔ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں ایسے بے سروپا قصے بیان کرنا بہت ہی سنگین گناہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ: ''جو شخص میری طرف کوئی غلط بات جان بوجھ کر منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنائے[1]۔'' اس لئے واعظین کو چاہئے کہ ایسے لغو اور بیہودہ قصے نہ بیان کیا کریں۔

پیری مریدی

سوال:... خاندان میں ایک خاتون ہیں جو ایک پیر صاحب کی مریدہ ہیں، ان پیر صاحب کو میں نے دیکھا ہے، انتہائی شریف اور قابل آدمی ہیں۔ بہرحال اس خاتون سے کسی بات پر بحث ہوگئی، جس میں وہ فرمانے لگیں کہ پیری مریدی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آرہی ہے، اور لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تعویذ وغیرہ لیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ جو شخص اولیاء اللہ کی صحبت سے بھاگے گا وہ اِنتہائی گناہگار ہوگا، اور جو نذر و نیاز کا کھانا نہ کھائیں اور دُرود و سلام نہ پڑھیں، وہ کافروں سے بدتر ہیں۔ اور قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کو بخشوالیں گے۔

یہ میں نے ان کی بیس، پچیس منٹ کی باتوں کو نچوڑ بتایا ہے، میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کی بخشش کی دُعا فرما رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات سے منع فرمایا، تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کو نہ بخشوا سکے تو ان گنہگار مسلمانوں کی سفارش کیوں کریں گے؟ میں نے خاتون سے کہہ تو دیا، لیکن مجھے یہ یاد نہیں آیا کہ یہ بات میں نے کسی حدیث میں پڑھی ہے یا کسی قرآنی آیت کا ترجمہ ہے؟ بہرحال اگر ایسا ہے تو آپ اُوپر دی ہوئی تمام باتوں کی تفصیل اگر قرآن سے دیں تو سپارہ نمبر اور آیت کا نام لکھ دیں، اور اگر حدیث میں ہو تو کتاب کا نام اور صفحہ نمبر مہربانی فرما کر لکھ دیں۔

جواب:... یہ مسائل بہت تفصیل طلب ہیں، بہتر ہوگا کہ آپ کچھ فرصت نکال کر میرے پاس تشریف لائیں، تاکہ ان مسائل کے بارے میں اِسلام کا صحیح نقطۂ نظر عرض کرسکوں۔

مختصراً یہ ہے کہ:

۱:... شیخ کامل جو شریعت کا پابند، سنتِ نبوی کا پیرو، اور بدعات و رُسوم سے آزاد ہو، اس سے تعلق قائم کرنا ضروری ہے۔[2]

---

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اتقوا الحدیث عنی الا ما علمتم، فمن کذب علیّ متعمّدًا فلیتبوّأ مقعده من النار۔ رواه الترمذی۔ (مشکوٰۃ ص:۳۵ کتاب العلم)۔

(۲) دیکھئے: التکشف عن مہمات التصوف ص:۷ از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ طبع کتب خانہ مظہری۔

۲:...مشائخ سے جو بیعت کرتے ہیں یہ "بیعتِ توبہ" کہلاتی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے۔[۱]

۳:...تعویذات جائز ہے، مگر ان کی حیثیت صرف علاج کی ہے، صرف تعویذات کے لئے پیری مریدی غلط ہے۔[۲]

۴:...اولیاء اللہ سے نفرت غلط ہے، پیر فقیر اگر شریعت کے پابند ہوں تو ان کی خدمت میں حاضری اکسیر ہے، ورنہ زہرِ قاتل۔[۳]

۵:...نذر و نیاز کا کھانا غریبوں کو کھانا چاہئے، مال دار لوگوں کو نہیں،[۴] اور نذر و نیاز صرف اللہ تعالیٰ کی جائز ہے، غیر اللہ کی نہیں۔[۵]

۶:...دُرود و سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عمر میں ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے،[۶] جس مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آئے اس میں ایک بار دُرود شریف پڑھنا واجب ہے، اور جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے دُرود پڑھنا مستحب ہے۔[۷] دُرود شریف کا کثرت سے وِرد کرنا اعلیٰ درجے کی عبادت ہے،[۸] اور دُرود و سلام کی لاوٴڈ اسپیکروں پر اَذان دینا بدعت ہے۔[۹] جو لوگ دُرود و سلام نہیں پڑھتے ان کو محروم کہنا دُرست ہے، مگر کافروں سے بدتر کہنا زیادتی ہے۔

۷:...آپ کا یہ فقرہ کہ: "جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کو نہ بخشوا سکے تو گنہگار مسلمانوں کی سفارش کیوں کریں گے؟" نہایت گستاخی کے الفاظ ہیں، ان سے توبہ کیجئے۔

۸:...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کے بارے میں زبان بند رکھنا ضروری ہے۔[۱۰]

---

(۱) دیکھئے: معارفِ بہلوی ج:۳ ص:۲۷ از قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ طبع مکتبہ لدھیانوی۔

(۲) دیکھئے: التکشف عن مہمات التصوف ص:۷، از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، طبع کتب خانہ مظہری۔

(۳) ایضاً۔

(۴) ولَا یجوز أن یصرف ذٰلک لغنی ولَا لشریف منصب أو ذی نسب أو علم ما لم یکن فقیرًا۔ (رد المحتار ج:۲ ص:۴۳۹)۔

(۵) والنذر للمخلوق لَا یجوز لأنه عبادة والعبادة لَا تکون لمخلوق۔ (رد المحتار ج:۲ ص:۴۳۹)۔

(۶) یٰـأیُّها الذین اٰمنوا صلّوا علیه .... والآیة تدل علٰی وجوب الصلٰوة والسلام فی الجملة ولو فی العمر مرّةً وبه قال أبو حنیفة ومالک رحمهما الله واختاره الطحاوی وقال ابن الهمام موجب الأمر القاطع الإفتراضی فی العمر مرّةً لأنه لَا یقتضی التکرار وقلنا به۔ (تفسیر مظهری ج:۷ ص:۴۰۹ طبع دهلی)۔

(۷) ولو سمع اسم النبی علیه السلام فإنه یصلی علیه فإن سمع مرارًا فی مجلس واحد اختلفوا فیه قال بعضهم لَا یجب علیه أن یصلی إلّا مرّة کذا فی فتاویٰ قاضیخان وبه یفتیٰ کذا فی القنیة۔ (فتاویٰ عالمگیری ج:۵ ص:۳۱۵)۔

(۸) عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: أولی الناس بی یوم القیامة أکثرهم علیّ صلٰوة۔ رواه الترمذی۔ (مشکٰوة ص:۸۶)۔

(۹) البدعة: هی الأمر المحدث الذی لم یکن علیه الصحابة والتابعون ولم یکن مما اقتضاه الدلیل الشرعی۔ (قواعد الفقه ص:۲۰۴ طبع صدف پبلشرز)۔

(۱۰) وبالجملة کما قال بعض المحققین: إنه لَا ینبغی ذکر هٰذه المسئلة إلّا مع مزید الأدب ولیست من المسائل التی یضر جهلها أو یسأل عنها فی القبر أو فی الموقف، فحفظ اللسان عن التکلم فیها إلّا بخیر أولٰی وأسلم۔ (رد المحتار ج:۳ ص:۱۸۵)۔

۹:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قیامت کے دن گنہگار مسلمانوں کے لئے برحق ہے، اور اس کا اِنکار غلط ہے۔ (۱)

شاہی مسجد لاہور کے عجائب گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب چیزوں کی حقیقت

سوال:... میں پچھلے ہفتے لاہور گیا، وہاں میں نے ساری جگہیں دیکھیں، شاہی مسجد بھی دیکھی، وہاں شاہی مسجد میں ایک عجائب گھر بھی تھا، وہاں ہمیں یہ بتایا گیا کہ یہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دُوسروں کی بھی چیزیں رکھی ہیں، لیکن ہمیں یقین نہیں آیا کہ یہ صحیح ہے۔

جواب:... یقین آنا بھی نہیں چاہئے، کیونکہ ان چیزوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرنے کا کوئی لائقِ اعتماد ثبوت نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتحِ مکہ کے بعد مکہ کو وطن کیوں نہیں بنایا؟

سوال:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کی طرف فرمائی، لیکن جب فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو وہاں مستقل رہائش کیوں اختیار نہیں کی؟

جواب:... مہاجر کے لئے اپنے پہلے وطن کا اختیار کرنا جائز نہیں، ورنہ ہجرت باطل ہوجاتی ہے۔ (۲)

مسجدِ نبوی اور روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے سفر کرنا

سوال:... میں نے ایک کتاب میں بھی پڑھا ہے کہ مسجدِ نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر نہیں کرسکتے اور سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر شفاعت کی درخواست ممنوع ہے۔ بتلائیں کہ کیا یہ ٹھیک ہے؟ اور روضۂ مبارک پر دُعا مانگنا کیسا ہے؟ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ کس طرف منہ کرکے دُعا مانگیں گے؟ آیا کعبہ کی جانب یا روضۂ مبارک کی جانب؟ اور مسجدِ نبوی میں کثرتِ دُرود افضل ہے یا تلاوتِ قرآن؟

جواب:... یہ تو آپ نے غلط سنا یا غلط سمجھا ہے کہ مسجدِ نبوی (علی صاحبها الصلوات والتسلیمات) کی نیت سے سفر نہیں کرسکتے، اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں کہ مسجد شریف کی نیت سے سفر کرنا صحیح ہے۔ (۳) البتہ بعض لوگ اس کے قائل ہیں کہ روضۂ

---

(۱) والشفاعة ثابتة للرسل والأخيار في حق أهل الكبائر بالمستفيض من الأخبار. (شرح عقائد ص:۱۱۴). والشفاعة التي ادخرها لهم حق، كما روى في الأخبار. ش: الشفاعة أنواع ...... الشفاعة الأولى وهي العظمى الخاصة بنبيّنا صلى الله عليه وسلم ...إلخ. (شرح عقيدة الطحاوية ص:۲۵۲).

(۲) المهاجر لَا يقم بالبلد الذي هاجر منها مستوطنًا. (فتح الباري ج:۷ ص:۲۲۷ مناقف الأنصار).

(۳) عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا تشد الرحال إلّا إلى ثلاثة مساجد: مسجد الحرام، والمسجد الأقصى ومسجدي هذا. متفق عليه. (مشكوٰة ص:۶۸)، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: نشر الطيب للتهانویؒ.

مقدسہ کی زیارت کی نیت سے سفر جائز نہیں، لیکن جمہور اکابرِ اُمت کے نزدیک روضۂ شریف کی زیارت کی بھی ضرور نیت کرنی چاہئے۔[1] اور روضۂ اطہر پر حاضر ہوکر شفاعت کی درخواست ممنوع نہیں۔ فقہائے اُمت نے زیارتِ نبوی کے آداب میں تحریر فرمایا ہے کہ بارگاہِ عالی میں سلام پیش کرنے کے بعد شفاعت کی درخواست کرے۔[2] اِمام جزری رحمۃ اللہ علیہ "حصن حصین" میں تحریر فرماتے ہیں کہ: اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (کی قبرِ مبارک) کے پاس دُعا قبول نہ ہوگی تو اور کہاں ہوگی؟[3] صلوٰۃ و سلام اور شفاعت کی درخواست پیش کرنے کے بعد قبلہ رُخ ہوکر دُعا مانگے۔ مدینہ طیبہ میں دُرود شریف کثرت سے پڑھنا چاہئے اور تلاوتِ قرآنِ کریم کی مقدار بھی بڑھادینی چاہئے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد

سوال:... خدا کا بندہ حق اللہ تو ادا کرتا ہے لیکن حقوق العباد سے کوتاہی برت رہا ہے۔ اس کی مغفرت ہوگی کہ نہیں؟ حق العباد اگر پورا کر رہا ہے کسی قسم کی اپنی دانست میں کوتاہی نہیں کر رہا مگر حق اللہ سے کوتاہی کر رہا ہے، کیا اس کی مغفرت ممکن ہے؟

جواب:... سچی توبہ سے تو سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں[4] (اور سچی توبہ میں یہ بھی داخل ہے کہ جن لوگوں کا حق تلف کیا ہو ان کو اَدا کرے یا ان سے معافی مانگ لے)۔ اور جو شخص بغیر توبہ کے مرا اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، وہ خواہ اپنی رحمت سے بغیر سزا کے بخش دے یا گناہوں کی سزا دے۔[5] حق العباد کا معاملہ اس اعتبار سے زیادہ سنگین ہے کہ ان کو اَدا کئے بغیر آخرت میں معافی نہیں ملے گی، ہاں! اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ خصوصی رحمت کا معاملہ فرمائیں اور اہلِ حقوق کو اپنے پاس سے معاوضہ دے کر راضی کرادیں یا اہلِ حقوق خود معاف کردیں تو دُوسری بات ہے۔[6]

---

(۱) وفی الدر المختار: وزيارة قبره مندوبة بل قيل واجبة لمن له سعة. وفی الشرح: قوله مندوبة أی بإجماع المسلمين كما فی اللباب، وما نسب إلى الحافظ ابن تيمية الحنبلی من أنه يقول بالنهی عنها فقد قال بعض العلماء: إنه لا أصل له وإنما يقول بالنهی عن شد الرحال إلى غير المساجد الثلاث أما نفس الزيارة فلا يخالف فيها كزيارة سائر القبور ومع هذا فقد رد كلامه كثير من العلماء، وللإمام السبكی فيه تأليف منيف. (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۲ ص:۶۲۶ مطلب فی تفضيل قبره المكرم صلى الله عليه وسلم، عالمگيری ج:۱ ص:۲۶۵، تفصیل کے لئے دیکھئے: إعلاء السنن ج:۱۰ ص:۴۹۴).

(۲) ويبلغه سلام من أوصاه فيقول: السلام عليک يا رسول الله من فلان بن فلان يستشفع بک إلى ربک فاشفع له ولجميع المسلمين، ثم يقف عند وجهه مستدبرًا القبلة ويصلی عليه ما شاء. (عالمگيری ج:۱ ص:۲۶۶ خاتمة فی زيارة قبر النبی صلى الله عليه وسلم).

(۳) وإن لم يجب الدعاء عند النبی صلى الله عليه وسلم ففی أی موضع يستجاب؟ (حصن حصين ص:۶۷ أماكن الإجابة، طبع دار الإشاعت كراچی).

(۴) وليس شیء يكون سببًا لغفران جميع الذنوب إلّا التوبة .... الخ. (شرح العقيدة الطحاوية ص:۳۶۸).

(۵) السبب الحادی عشر: عفو أرحم الراحمين من غير شفاعة كما قال تعالىٰ: "وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِکَ لِمَنْ يَّشَآءُ" .... الخ. (شرح عقيدة الطحاوية ص:۳۷۰).

(۶) وإن كانت (التوبة) عما يتعلق بالعباد .... وإرضاء الخصم فی الحال والإستقبال .... الخ. (شرح فقه اكبر ص:۱۹۴، طبع دهلی، أيضًا: إرشاد الساری ص:۳، طبع دار الفكر، بيروت).

یہ عباد الرحمٰن کی صفات ہیں

سوال:... "وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللهِ اِلٰـهًا آخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ .... اِلٰی .... وَیُبَدِّلُ اللهُ سَیِّـاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ .... الخ" آپ نے فرمایا کہ یہ آیت کفار کے بارے میں ہے جب کہ یہ آیت عباد الرحمٰن کے بارے میں بہت آگے سے چلی آرہی ہے "وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ...." سے لے کر "وَکَانَ اللهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا" اور پھر آگے بھی عباد الرحمٰن کی صفات بیان کی گئی ہیں تو درمیان میں کفار کا تذکرہ کہاں ہے؟ "معارف القرآن" میں بھی یہی لکھا ہے جو آپ نے فرمایا مگر قرینے سے اوصاف اور عیوب عباد الرحمٰن ہی کے معلوم ہوتے ہیں۔

جواب:... اگر جاہلیت میں یہ افعال سرزد ہوئے ہوں اور پھر وہ "اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا" کے ذیل میں آگئے تو عباد الرحمٰن کے عنوان سے ان کا ذکر کیا جاتا، اور بندے کا یہ کہنا کہ یہ کفار کے بارے میں ہے جو کہ بعد میں مسلمان ہوگئے تھے ان دونوں باتوں میں تعارض کیا ہے؟ صفات تو عباد الرحمٰن ہی کی بیان ہو رہی ہیں، ان میں یہ ذکر کیا کہ شرک نہیں کرتے، قتل نہیں کرتے، زنا نہیں کرتے اور "اِلَّا" کے بعد بتایا گیا کہ جنھوں نے بحالتِ کفر ان گناہوں کا ارتکاب کیا مگر بعد میں ایمان اور عمل صالح کرکے اس کا تدارک کرلیا وہ بھی عباد الرحمٰن میں شامل ہیں۔[1]

سوال:... "اِلَّا مَنْ تَابَ" کے متعلق آپ نے فرمایا کہ جنھوں نے بحالتِ کفر ان گناہوں کا ارتکاب کیا۔ اس میں صرف اتنا اور پوچھنا ہے کہ "بحالتِ کفر" کی صراحت آیت میں کہاں ہے؟ بحالتِ ایمان مرتکب گناہ بھی تو توبہ سے پاک ہوجاتا ہے۔

جواب:... درمنثور میں شانِ نزول کی جو روایات نقل کی ہیں، ان سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔

"الْإیمان عریان ولباسه التقویٰ" کی تحقیق

سوال:... حضرت شیخ احمد یحییٰ منیری کے مکتوبات کا ترجمہ مکتوبات صدی کے نام سے حیدرآباد سندھ سے شائع ہوئی ہے، دُوسری جلد کے پہلے مکتوب میں ایمان پر بحث کرتے ہوئے حضرتؒ نے درجِ ذیل حدیث تحریر فرمائی ہے:

"الْإیمان عریان ولباسه التقویٰ"

دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ حدیث کس کتاب میں درج ہے؟ اس کتاب کا حوالہ درج فرمائیں، اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ ثقاہت کے اِعتبار سے کس درجے کی ہے؟

جواب:... یہ حدیث اِمام غزالی نے "اِحیاء العلوم، باب فضل العلم" میں ذکر کی ہے،[2] اور اِمام عراقی نے تخریج اِحیاء میں لکھا

---

(۱) وأخرج ابن مردویه عن ابن عباس قال: لما نزلت: والذین لا یدعون مع الله إلٰهًا آخر الآیة اشتد ذٰلک علی المسلمین فقالوا: ما منا أحد إلّا أشرک وقتل وزنی، فأنزل الله: یا عبادی الذین أسرفوا الآیة یقول لهٰؤلاء الذین أصابوا فی الشرک، ثم نزلت بعده: إلّا من تاب وآمن وعمل عملًا صالحًا فأولٰئک یبدل الله سیئاتهم حسنٰت، فأبدلهم الله بالکفر الإسلام وبالمعصیة الطاعة وبالإنکار المعرفة وبالجهالة العلم. (در منثور فی التفسیر المنثور ج:۵ ص:۷۸، ۷۹، طبع إیران).

(۲) إحیاء علوم الدین للإمام أبی حامد الغزالی، کتاب العلم، الباب الأوّل فی فضیلة العلم ج:۱ ص:۵ طبع مصر.

ہے کہ یہ حدیث حاکم نے تاریخ نیشاپور میں حضرت ابوالدرداءؓ سے بسند ضعیف روایت کی ہے،[1] اور شرح اِحیاء میں اس کو وہب بن منبہؒ کا قول بھی بتایا ہے،[2] بہرحال یہ روایت سند کے اِعتبار سے ضعیف ہے، مگر مضمون صحیح اور اِرشادِ خداوندی: ''وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ'' سے مستنبط ہے۔

مختلف فرقوں کے ہوتے ہوئے غیرمسلم کیسے اسلام قبول کرے؟

سوال:... ہمارے یہاں مختلف فرقوں کے نظریات الگ ہونے کی وجہ سے غیرمسلم، اسلام کس طرح قبول کرسکتا ہے؟

جواب:... یہ بات ویسے ہی ذہن میں بیٹھ گئی ہے، ورنہ غیرمسلم کافی بڑی تعداد میں مسلمان ہو رہے ہیں، مسلمانوں نے اسلام پر عمل نہ کرنے کے لئے اس کو بہانہ بنالیا ہے...!

علمائے کرام کسی نہ کسی گروہ سے کیوں منسلک ہوتے ہیں؟

سوال:... تمام علمائے کرام، مفتی حضرات یا عالمِ دِین حضرات کسی نہ کسی گروہ سے کیوں منسلک ہوتے ہیں؟

جواب:... جو گروہ حق پر ہے، اس کے ساتھ تو سب ہی کو منسلک ہونا چاہئے، آپ کو بھی اور مجھے بھی، اور جو گروہ حق پر نہیں وہ لائقِ ملامت ہے، اس کو آپ ضرور فہمائش کرسکتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے بندوں کا امتحان فرمایا ہے کہ کون حق کا ساتھ دیتا ہے اور کون باطل کا؟[3]

المهند علی المفند سے متعلق غلط فہمی کا اِزالہ

سوال:... ایک صاحب کا دعویٰ ہے کہ ''المهند علی المفند'' مرتبہ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ علمائے دیوبند کے اِجماعی عقیدے کے خلاف ہے، کیونکہ اس کتاب میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسئلہ توسل و اِستشفاع اور شدِ رحال الیٰ زیارت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذِکر ہے، لہٰذا یہ کتاب عقائدِ دیوبند کے مطابق نہیں ہے۔ لیکن میرا نظریہ، یہ ہے کہ یہ کتاب بالکل صحیح ہے اور علمائے دیوبند کے عین مطابق ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ میرا دعویٰ صحیح ہے یا کہ میرے بھائی کا دعویٰ صحیح ہے؟ اور کیا ''المهند'' علمائے دیوبند کے عقائد کے مخالف ہے یا موافق؟

---

(۱) مذاق العارفین ترجمہ اُردو اِحیاء علوم الدین، مولانا محمد احسن نانوتویؒ، کتاب العلم، علم کی فضیلت، ج:۱ ص:۵۲ حاشیہ نمبر:۶، طبع دارالاشاعت کراچی۔

(۲) إتحاف السادة المتقين بشرح إحياء علوم الدين، كتاب العلم، باب فضيلة العلم، ج:۱ ص:۱۰۹، طبع دار الكتب العلمية بيروت۔

(۳) عن العرباض بن سارية رضي الله عنه يقول: قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ...فقال... وستَرَون من بعدى اختلافًا شديدًا، فعليكم بسُنّتي وسُنّة الخلفاء الراشدين المهديين .... الخ. (ابن ماجة ص:۵، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين)، وأيضًا: ومن العلماء من عمم كل من كان على سيرته عليه السلام من العلماء والخلفاء كالأئمة الأربعة المتبوعين المجتهدين والأئمة العادلين .... الخ." (انجاح الحاجه حاشيه ابن ماجه ص:۵، طبع نور محمد كتب خانه كراچى)۔

جواب:...اکابرِ دیوبند کے کئی دور ہوئے ہیں:

پہلا دور:... حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی...رحمہم اللہ...اور ان کے ہم عصر اکابر کا تھا۔

دُوسرا دور:...ان اکابر کے شاگردوں کا، جن میں شیخ الہند، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت حکیم الامت تھانوی ...رحمہم اللہ...وغیرہ اکابر شامل ہیں۔

تیسرا دور:...ان کے شاگردوں کا، جن میں حضرت مولانا انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی...رحمہم اللہ...وغیرہ شامل ہیں۔

چوتھا دور:...ان کے شاگردوں کا، جن میں مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا محمد شفیع صاحب...رحمہم اللہ...اور ان کے ہم عصر اکابر شامل ہیں۔

اور اب پانچواں دور، ان کے شاگردوں کا چل رہا ہے۔

"المهند على المفند" پر دورِ ثانی کے تمام اکابر کے دستخط ہیں، یہی عقائد دورِ اوّل کے اکابر کے تھے، اور انہی پر دورِ ثالث اور دورِ رابع کے اکابر متفق چلے آئے ہیں۔

اس لئے "المهند" میں درج شدہ عقائد پر تمام اکابرِ دیوبند کا اِجماع ہے، کسی دیوبندی کو ان سے اِنحراف کی گنجائش نہیں، اور جو ان سے اِنحراف کرے، وہ دیوبندی کہلانے کا مستحق نہیں۔

تلاشِ حق کی ذمہ داری ہر ایک پر ہے

سوال:...کافر اور وہ منکر جس کو دِینِ اسلام کی دعوت پہنچ گئی ہو، لیکن وہ انکاری ہو، مگر جس شخص کو علم ہی نہ ہو تو کیا وہ منکر و کافر ہوگا یا اس پر تلاشِ حق کی ذمہ داری بھی عائد ہوگی؟

جواب:...تلاشِ حق کی ذمہ داری ہر عاقل و بالغ پر ہے۔[1]

علماء کے متعلق چند اِشکالات

سوال:...میں چند سوالات لکھ رہا ہوں یہ تمام سوالات کتاب (تبلیغی جماعت، حقائق و معلومات) سے لئے ہیں جس کے مولف (علامہ ارشد القادری) ہیں:

ا:...دیوبندی گروہ کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب نے اس فرقے اور اس کے بانی محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے متعلق نہایت سنگین اور لرزہ خیز حالات تحریر فرمائے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

"محمد ابن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرہویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا، اور چونکہ خیالات

---

(۱) ان العقل آلة للمعرفة والموجب هو الله تعالى في الحقيقة ووجوب الإيمان بالعقل مروى عن أبي حنيفة رحمه الله .... قال لا عذر لأحد في الجهل بخالقه لما يرى من خلق السماوات والأرض وخلق نفسه وغيره ...إلخ۔ (شرح فقه اكبر ص:۱۶۸، طبع مجتبائی دهلی)۔

باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا، اس لئے اس نے اہل سنت والجماعۃ سے قتل وقتال کیا، ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا، ان کے قتل کرنے کو باعثِ ثواب ورحمت شمار کرتا رہا، محمد ابن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم اور تمام مسلمانانِ دیار مشرک وکافر ہیں، اور ان سے قتل وقتال کرنا اور ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔'' (الشہاب ص:۴۲، ۴۳)

جبکہ فتاویٰ رشیدیہ ج:۱ ص:۱۱۱ میں حضرت گنگوہی صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''محمد ابن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے۔''

حضرت پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ دیوبند کے شیخ مولوی حسین احمد مدنی صاحبؒ نے وہابیوں کے متعلق اتنی سنگین باتیں لکھیں، جبکہ حضرت گنگوہیؒ نے ان کے عقائد عمدہ لکھے۔ برائے مہربانی میری اس پریشانی کو دُور فرمائیں، اللہ آپ کو جزا عطا فرمائیں گے۔

جواب:... دونوں نے ان معلومات کے بارے میں رائے قائم کی جو ان تک پہنچی تھیں، ہر شخص اپنے علم کے مطابق حکم لگانے کا مکلف ہے، بلکہ ایک ہی شخص کی رائے کسی کے بارے میں دو وقتوں میں مختلف ہوسکتی ہے، پھر تعارض کیا ہوا؟ علاوہ ازیں تبلیغی جماعت کے بارے میں اس بحث کو لانے سے کیا مقصد؟

۲:... ''فتاویٰ رشیدیہ ج:۲ ص:۹ میں کسی نے سوال کیا ہے کہ لفظ رحمۃ للعالمین، مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں؟

جواب میں حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے۔''

حضرت پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ ہم بھی آج تک یہی سمجھ رہے ہیں اور غالباً یہ درست بھی ہے کہ یہ صفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے۔

جواب:... بالکل صحیح ہے کہ رحمۃ للعالمین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے لیکن دُوسرے انبیاء واولیاء کا وجود بھی اپنی جگہ رحمت ہے، اسی کو حضرت گنگوہی قدس سرہ، نے بیان فرمایا، اس کی مثال یوں سمجھو کہ سمیع وبصیر حق تعالیٰ شانہ کی صفت ہے، لیکن انسان کے بارے میں فرمایا: ''فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا'' (سورۃ الدہر:۲) کیا انسان کے سمیع وبصیر ہونے سے اس کا صفتِ خداوندی کے ساتھ اشتراک لازم آتا ہے؟

۳:... ''مولانا قاسم نانوتوی صاحب اپنی ایک کتاب تحذیر الناس میں تحریر فرماتے ہیں کہ... انبیاء اپنی اُمت سے ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔'' (تحذیر الناس ص:۵)

حضرت پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ نبی پر تو اللہ وحی بھی بھیجتے ہیں، کتابیں بھی اترتی ہیں، اللہ سے ہمکلام بھی ہوتے ہیں حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو معراج بھی ہوئی، پھر نبی کے عمل میں اور اُمتی کے عمل میں تو بہت فرق ہوگیا، کیا یہ بات صحیح نہیں؟

جواب:... حضرت نانوتویؒ کی مراد یہ ہے کہ عبادات کی مقدار میں تو غیر نبی بھی نبی کے برابر ہوجاتا؟ بلکہ بسا اوقات بڑھ بھی جاتا ہے، مثلاً جتنے روزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے مسلمان بھی اتنے ہی رکھتے ہیں، بلکہ بعض حضرات نفلی روزہ کی مقدار میں بڑھ بھی جاتے ہیں، اسی طرح نمازوں کو دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز میں تیرہ یا پندرہ رکعت سے زیادہ ثابت نہیں، اور بہت سے بزرگانِ دین سے ایک ایک رات میں سیکڑوں رکعتیں پڑھنا منقول ہے، مثلاً امام ابو یوسفؒ قاضی القضاۃ بننے کے بعد رات کو دو سو رکعتیں پڑھتے تھے، الغرض امتیوں کی نمازوں کی مقدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نظر آتی ہے، لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ پوری امت کی نمازیں مل کر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک رکعت کے برابر نہیں ہوسکتیں، اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ علم باللہ، ایمان و یقین اور خشیت و تقویٰ کی جو کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی وہ پوری امت کے مقابلہ میں بھاری ہے، اسی کو حضرت نانوتویؒ بیان فرماتے ہیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کا اصل کمال وہ علم و یقین ہے جو ان کو حاصل تھا، ورنہ ظاہری عبادات میں تو بظاہر امتی، انبیائے کرامؑ کے برابر نظر آتے ہیں، بلکہ ان کی عبادات کی مقدار بظاہر ان سے زیادہ نظر آتی ہے، جیسا کہ اُوپر مثالوں سے واضح کیا گیا۔

۴:... ''حضرت تھانوی کے کسی مرید نے مولانا کو لکھا کہ میں نے رات خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ ہرچند کلمہ تشہد صحیح ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ہر بار ہوتا یہ ہے کہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کے بعد اشرف علی رسول اللہ منہ سے نکل جاتا ہے۔ اس کے جواب میں تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ تم کو مجھ سے غایت محبت ہے، یہ سب کچھ اسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔'' (''برہان'' فروری ۱۹۵۲ء ص:۱۰۷)

حضرت پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ کسی کی محبت میں ہم ایسا کلمہ پڑھ سکتے ہیں؟

جواب:... کسی کی محبت میں ایسا کلمہ نہیں پڑھ سکتے، نہ اس واقعہ میں اس شخص نے یہ کلمہ پڑھا، بلکہ غیر اختیاری طور پر اس کی زبان سے نکل رہا ہے، وہ تو کوشش کرتا ہے کہ یہ کلمہ نہ پڑھے، لیکن اس کی زبان اس کے اختیار میں نہیں، اور سب جانتے ہیں کہ غیر اختیاری امور پر مؤاخذہ نہیں، مثلاً کوئی شخص مدہوشی کی حالت میں کلمہ کفر بکے تو اس کو کافر نہیں کہا جائے گا، اور اس شخص کو اس غلط بات سے جو رنج ہوا اس کے ازالے کے لئے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ یہ کیفیت محبت کی مدہوشی کی وجہ سے پیدا ہوئی، چونکہ غیر اختیاری کیفیت تھی، لہٰذا اس پر مؤاخذہ نہیں۔

۵:... ''ملفوظات الیاسؒ'' کا مرتب اپنی کتاب میں ان کا یہ دعویٰ نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

''كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ'' کی تفسیر خواب میں یہ القا ہوئی کہ تم مثل انبیاء کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو۔'' (ملفوظات ص:۵۱)

حضرت پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ کیا حضرت جی یعنی مولانا الیاسؒ کا یہ دعویٰ صحیح ہے؟

جواب:... انبیاء کے مثل سے مراد ہے کہ جس طرح ان اکابر پر دعوتِ دین کی ذمہ داری تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوّت کے طفیل میں یہ ذمہ داری اُمت مرحومہ پر عائد کردی گئی، اس میں کون سی بات خلافِ واقعہ ہے، اور اس پر کیا اِشکال ہے؟

۶:... مولوی عبدالرحیم شاہ باڑہ ٹوٹی صدر بازار دہلی والے ان کی کتاب (اصول دعوت وتبلیغ) کے آخری ٹائٹل پیج پر مولوی احتشام الحسن صاحب یہ مولانا الیاسؒ کے برادرِ نسبتی ان کے خلیفہ اول ہیں ان کی یہ تحریر "انتظار کیجئے" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے، یہ تحریر انہوں نے اپنی ایک کتاب (زندگی کی صراط مستقیم) کے آخر میں ضروری انتباہ کے نام سے شائع کی ہے، لکھتے ہیں:

نظام الدین کی موجودہ تبلیغ میرے علم وفہم کے مطابق نہ قرآن وحدیث کے موافق ہے اور نہ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق ہے، جو علمائے کرام اس تبلیغ میں شریک ہیں، ان کی پہلی ذمہ داری ہے کہ اس کام کو پہلے قرآن وحدیث، ائمہ سلف اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق کریں، میری عقل وفہم سے بہت بالا ہے کہ جو کام حضرت مولانا الیاسؒ کی حیات میں اُصولوں کی انتہائی پابندی کے باوجود صرف "بدعتِ حسنہ" کی حیثیت رکھتا تھا، اس کو اب انتہائی بے اُصولیوں کے بعد دِین کا اہم کام کس طرح قرار دیا جارہا ہے؟ اب تو منکرات کی شمولیت کے بعد اس کو بدعتِ حسنہ بھی نہیں کہا جاسکتا، میرا مقصد صرف اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا ہے۔"

حضرت! برائے مہربانی اس سوال کا جواب ذرا تفصیل سے عنایت کریں، کیونکہ میں اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں، اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں، آمین۔

جواب:... ان بزرگ کے علم وفہم کے مطابق نہیں ہوگی، لیکن یہ بات قرآن کی کس آیت میں آئی ہے کہ ان بزرگ کا علم وفہم دوسروں کے مقابلے میں حجتِ قطعیہ ہے؟

الحمدللہ! تبلیغ کا کام جس طرح حضرت مولانا الیاسؒ کی حیات میں اُصولوں کے مطابق ہو رہا تھا، آج بھی ہو رہا ہے۔ ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب آرہا ہے، بے شمار انسانوں میں دین کا درد، آخرت کی فکر، اپنی زندگی کی اصلاح کی تڑپ اور بھولے ہوئے انسانوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی لائن پر لانے کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے، اور یہ ایسی باتیں ہیں جن کو آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ اب اس خیر و برکت کے مقابلہ میں جو کھلی آنکھوں نظر آرہی ہے، تبلیغ سے روٹھے ہوئے ایک بزرگ کا علم وفہم کیا قیمت رکھتا ہے؟

اور ان بزرگ کا اس کام کو "بدعتِ حسنہ" کہنا بھی ان کے علم وفہم کا قصور ہے، دعوت الی اللہ کا کام تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا کام چلا آیا ہے، کون عقل مند ہوگا جو انبیائے کرام علیہم السلام کے کام کو بدعت کہے؟

میں نے اِعتکاف میں قلم برداشتہ یہ چند الفاظ لکھ دئے ہیں، اُمید ہے کہ موجبِ تشفی ہوں گے، ورنہ ان نکات کی تشریح مزید بھی کی جاسکتی تھی، مگر اس کی نہ فرصت ہے اور نہ ضرورت۔

ایک خاص بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ علم میں کمزور ہوں، ان کو کچے پکے لوگوں کی کتابیں اور رسالے پڑھنے سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ ایسے لوگوں کا مقصود تو محض شبہات و وساوس پیدا کرکے دین سے برگشتہ کرنا ہوتا ہے۔ اِعتراضات کس پر نہیں کئے

گئے؟ اس لئے ہر اِعتراض لائقِ التفات نہیں ہوتا۔

یہ ذوقیات ہیں

سوال:... شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر ذاتِ الٰہی اور دُوسرے انبیاء مظہر صفات الٰہی ہیں، اور عام مخلوق مظہر اسمائے الٰہی ہے۔“ جب کہ حضرت مجدد صاحبؒ اپنے مکتوب ۵۴ بنام خواجہ حسام الدین میں لکھتے ہیں: ”تمام کائنات حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کا آئینہ ہے، لیکن اس کی ذات کا کوئی آئینہ ہے اور نہ مظہر، اس کی ذات کو عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔“

جواب:... یہ اُمور منصوص تو ہیں نہیں، اکابر کے ذوقیات ہیں اور ذوقیات میں اختلاف مشاہد ہے، بہرحال یہ اُمور اعتقادی نہیں، ذوقی ہیں۔

مسلوبُ الاختیار پر کفر کا فتویٰ

سوال:... مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک عقیدت مند کا بیان رسالہ ”الامداد“ ماہ صفر ۱۳۳۶ھ میں یوں لکھا ہے کہ:

”اور سوگیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف ”لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پڑھتا ہوں، لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں، اتنے میں دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں، اس کو صحیح پڑھنا چاہئے، اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل میں تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جائے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے، حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں، لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے... اتنے میں بندہ بیدار ہوگیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا... لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دِل سے دُور کیا جاوے، اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہوجاوے، بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دُوسری کروٹ لے کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں کہ ”اللّٰھم صل علیٰ سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی“ حالانکہ اب بیدار ہوں، خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں، اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دُوسرے روز بیداری میں رقت رہی، خوب رویا۔“

کتاب ”عباراتِ اکابر“ مصنفہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ اور کتاب ”سیف یمانی“ مصنفہ مولانا منظور نعمانی مدظلہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ خواب کی بات تو کسی درجے میں بھی قابلِ اعتبار نہیں، خواب کا نہ اسلام معتبر ہے نہ کفر وارتداد، نہ نکاح، نہ طلاق اس لئے حالتِ خواب میں جو کلمہ کفریہ صاحبِ واقعہ کی زبان سے سرزد ہوا تو اس کی وجہ سے نہ اس کو کافر کہا جاسکتا ہے، نہ مرتد، کیونکہ وہ شخص اس وقت حسبِ ارشادِ نبوی: ”مرفوع القلم“ تھا اور حالتِ بیداری میں صاحبِ واقعہ کی بے اختیاری اور مجبوری جس کا وہ عذر بیان کرتا ہے وہ از روئے قرآن وحدیث وفقہ ”خطا“ میں داخل ہے۔ اس لئے حالتِ بیداری میں جو درود پاک میں اس سے محمد کی جگہ

اشرف علی نکلا، وہ خطا کے طور پر نکلا اور شریعت میں جس سے ''خطأً'' کلمۂ کفریہ سرزد ہوجائے تو اس پر مواخذہ نہیں اور وہ کسی کے نزدیک کافر نہ ہوگا۔

لیکن ہمارے ہاں شہر کھپرو میں فریق مخالف کے ایک مولوی صاحب نے اپنی تقریر میں اس جواب کا یہ ''جواب'' دیا کہ:

''یہ خطا کا بہانہ بیکار ہے جس کی کئی وجوہ ہیں:

اولاً اس لئے کہ ''خطا'' لاشعوری میں ہوتی ہے، خطا کرنے والے کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس نے کیا کہہ دیا اور یہاں پر وہ کہتا ہے کہ اس کو شعور ہے اور وہ اس کو غلطی بھی سمجھ رہا ہے، مطلب یہ ہے کہ جو کچھ کہتا ہے جان بوجھ کر کہتا ہے۔

ثانیاً یہ کہ ''خطا'' لمحہ دو لمحہ رہتی ہے سارا دن خطا نہیں رہتی اور یہاں پر اس کی زبان سے دن بھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کلمہ اور درود میں نہ آیا اور وہ اسی کلمہ کفر کی تکرار کرتا رہا، خطا کی یہ شان نہیں ہوتی۔

ثالثاً یہ کہ اگر خطا پر مواخذہ نہیں تو اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ کلمات کفریہ بکنے والے کا دعویٰ خطا بہرحال مقبول ہے۔ شفا قاضی عیاضؒ میں ہے **''لا یعذر احد فی الکفر بالجهالة ولا بدعویٰ زلل اللسان''** ص:۲۸۵ یعنی کفر میں نادانی وجہالت اور زبان بہکنے کا دعویٰ کرنے سے کوئی شخص معذور نہیں سمجھا جاتا، اور فقہ کی کتابوں ''بزازیہ'' اور ''ردالمحتار'' میں تصریح ہے کہ اگر کوئی شخص کلمہ کفریہ بکے اور پھر خطا اور زبان کے بہک جانے کا دعویٰ اور عذر کرے تو قاضی اس کی تصدیق نہ کرے، اس لئے واقعہ مذکورہ میں اس کا دعویٰ خطأً قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ اس کلمہ کفریہ بکنے کی وجہ سے کافر ہوگیا اور چونکہ مولوی اشرف علی تھانوی نے اس کی یہ تعبیر بتائی کہ ''اس واقع میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔'' پس چونکہ مولوی اشرف علی تھانوی اس شخص کے کفر پر راضی رہے اور کسی قسم کا انکار نہیں کیا، لہٰذا خود بھی کافر ہوگئے، کیونکہ رضا بالکفر بھی کفر ہے۔

رابعاً یہ کہ خود دیوبندیوں کے مولوی محمد انور شاہ کشمیری نے اپنی کتاب ''اکفار الملحدین'' ص:۴۳ میں تحریر کیا ہے کہ (ترجمہ) علماء نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں جرأت ودلیری کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ ہو۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۸۶ پر تحریر ہے کہ ''کفر کے حکم کا دارومدار ظاہر پر ہے قصد ونیت پر نہیں۔''

- اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۷ پر تحریر ہے کہ ''لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جاتا اور تاویل فاسد کفر کی طرح ہے۔'' ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین آمیز کلمات کہنا کفر ہے اور اس بارے میں قائل کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اگر الفاظ عرف ومحاورہ میں صریح توہین آمیز ہیں تو یقیناً اس کو کافر کہا جائے گا اور اس میں کوئی تاویل قبول نہ ہوگی۔ اگر باوجود صراحت کے کوئی تاویل

کرے گا تو وہ تاویل فاسد ہوگی اور تاویل فاسد بمنزلہ کفر ہے۔ اور یہاں پر حالت بیداری میں صاحب واقعہ نے زبان سے صراحۃً درود شریف میں اشرف علی نکالا، لہٰذا اس میں کوئی تاویل قبول نہیں کی جائے گی، خامساً یہ کہ اگر یہی واقعہ واقعہ طلاق پر قیاس کیا جائے تو طلاق واقع ہوگی؟ یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی اور بعد میں خطا کا عذر کرے اور کہے کہ میں بے اختیار تھا، مجبور تھا، زبان میرے قابو میں نہیں تھی تو کیا اس شخص کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی اور ضرور ہوگی تو عجیب بات ہے کہ طلاق واقع ہونے میں تو یہ عذر مقبول نہ ہو اور مولوی اشرف علی کو اپنا نبی اور رسول اللہ کہنے میں عذر مقبول ہو جائے۔''

اب ہمیں از روئے قرآن وحدیث وفقہ مندرجہ ذیل اُمور کی تفصیل مطلوب ہے:

۱:...از روئے قرآن وحدیث وفقہ اسلامی ''خطا'' کی صحیح تعریف کیا ہے؟ نیز یہ کہ کیا ''خطا'' ہر حال میں لاشعوری میں ہوتی ہے یا خطا کرنے والے کو کبھی شعور بھی ہوتا ہے؟

۲:...کیا واقعہ مذکورہ میں باوجود شعور کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ اشرف علی نکل جانا اس کی ''خطا'' تھی؟ اور کیا ''خطا'' لمحہ دو لمحہ رہتی ہے یا عرصہ تک بھی رہ سکتی ہے؟

۳:...جو شخص اپنی زبان سے کلمہ کفریہ بکے اور پھر یہ کہے کہ میں بے اختیار تھا، مجبور تھا، زبان میرے قابو میں نہیں تھی اور مجھ سے خطا سرزد ہوئی تو کیا شریعت اسلامیہ میں اس کا یہ دعویٰ بے اختیاری وخطا کا مقبول ہے؟ مقبول ہونے کی صورت میں صاحب شفا قاضی عیاضؒ کی مندرجہ بالا عبارت جو معترض نے پیش کی ہے اور ''بزازیہ'' اور ''ردالمحتار'' کی مندرجہ بالا عبارتوں کی توجیہ ومطلب کیا ہے؟

۴:...اگر شریعت اسلامیہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے معاملے میں کسی کی نادانی وجہالت، زبان کا بہکنا، بے قابو ہو جانا، کسی قلق اور نشہ کی وجہ سے لاچار ومضطر ہو جانا، قلت نگہداشت یا بے پروا ہی اور بے باکی یا قصد ونیت وارادۂ گستاخی نہ ہونا وغیرہ کے اعذار مقبول نہیں اور صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جاتا تو مذکورہ بالا واقعہ کی صحیح توجیہ کیا ہے؟

۵:...اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو صریح الفاظ میں طلاق دے اور پھر کہے کہ میں بے اختیار تھا، مجبور تھا، میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی، خطأً میری زبان سے طلاق کے الفاظ نکل گئے تو کیا اس کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی اور ضرور ہوگی تو طلاق واقع ہونے میں یہ عذر مقبول نہ ہو اور الفاظ کفریہ صراحۃً زبان سے نکالنے کے بعد ''خطا'' اور زلل لسانی کا عذر مقبول ہو تو دونوں واقعات میں وجۂ فرق کیا ہے؟ اور اگر الفاظ کفریہ نکالنے کے بعد ''خطا'' کا عذر مقبول نہ ہو تو پھر بتایا جائے کہ صاحب واقعہ جس نے بحالت بیداری شعور کی حالت میں اور یہ محسوس کرتے ہوئے بھی کہ میں درود پاک غلط پڑھ رہا ہوں کافر ہے یا نہیں؟

جواب:...حدیث شریف میں اس شخص کا واقعہ مذکور ہے جس کی سواری گم ہوگئی تھی، اور وہ مرنے کے ارادے سے درخت کے نیچے لیٹ گیا، آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اس کی سواری بمع زاد وتوشہ کے موجود ہے، بے اختیار اس کے منہ سے نکلا ''اللّٰھم انت عبدی

وانا ربک!" (یا اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا ربّ!)۔ [۱]

یہ کلمۂ کفر ہے، مگر اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ فرمایا: "خطأ من شدة الفرح" شدتِ مسرت کی وجہ سے اس کی زبان چوک گئی۔ آپ کے مولوی صاحب اس شخص کے بارے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے؟ اور قرآن کریم میں ہے: "اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ" [۲] "لاچاری کی حالت میں کلمۂ کفر زبان سے ادا کرنے پر جب کہ دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔" اللہ تعالیٰ نے ایمان کا فتویٰ دیا ہے کفر کا نہیں، جو عبارتیں ان صاحب نے نقل کی ہیں ان کا زیرِ بحث واقعہ سے تعلق ہی نہیں۔ ایک شخص اپنے شیخ سے اپنی غیر اختیاری حالت ذکر کرتا ہے، اگر اس کے دل میں کفر ہوتا یا زبان سے اختیاری طور پر اس نے کفر کا ارتکاب کیا ہوتا تو وہ اپنے شیخ سے اس کا اظہار ہی کیوں کرتا؟ جو شخص کسی وجہ سے مسلوب الاختیار ہو اس پر شریعت اسلامی تو کفر کا فتویٰ نہیں دیتی، "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" [۳] نص قرآنی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ مسلوب الاختیار پر کفر کا فتویٰ کس شریعت میں دیا گیا ہے؟ رہا یہ کہ ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مسلوب الاختیار ہے اس کا دعویٰ مسموع ہوگا یا نہیں؟ اگر کسی کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں کہ مسلوب الاختیار تھا یا نہیں، وہ کوئی کلمۂ کفر بکتا ہے، یا طلاق دیتا ہے اور بعد میں جب پکڑا جاتا ہے تو مسلوب الاختیار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو چونکہ یہ دعویٰ خلافِ ظاہر ہے، اس لئے نہیں سنا جائے گا۔ جو عبارتیں مولوی صاحب نے نقل کی ہیں ان کا یہی محمل ہے، لیکن مانحن فیہ (مسئلۂ زیرِ بحث) کا اس صورت سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ اس کے الفاظ اس سے پہلے کسی نے نہیں سنے تھے، اس نے از خود اپنے شیخؒ سے ان الفاظ کو ذکر کرکے اپنا مسلوب الاختیار ہونا ذکر کیا۔ بہرکیف صاحبِ واقعہ تو اللہ کے حضور پہنچ چکے ہیں اور میں قرآن و حدیث صحیح کے حوالہ سے ذکر کرچکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص پر کفر کا فتویٰ صادر نہیں کرتے۔ اس مولوی صاحب کو اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے پر اِعتماد نہیں، اور وہ ایک ایسے شخص کے بارے میں کفر کا فتویٰ صادر کرتا ہے، تو اس سے کہا جائے کہ اِن شاء اللہ آپ بھی بارگاہِ ربّ العالمین میں پیش ہونے والے ہیں، وہاں تمام اُمور کی عدالت ہوگی، آپ کا مقدمہ بھی زیرِ بحث آئے گا، اپنے تمام فتوے اس دن کے لئے رکھ چھوڑیں، ہم بھی دیکھیں گے کہ کون جیتتا ہے، کون ہارتا ہے؟ اللہ تعالیٰ دلوں کے مرض سے نجات عطا فرمائیں۔ بالکل یہی سوال چند دِن پہلے بھی آیا تھا، اس کا جواب دُوسرے انداز سے لکھ چکا ہوں، اور وہ یہ ہے:

الزامی جواب تو یہ ہے کہ تذکرۃ الاولیاء وغیرہ میں یہ واقعہ درج ہے کہ ایک شخص حضرت شبلیؒ کے پاس بیعت کے لئے آیا، حضرتؒ نے پوچھا کہ: کلمہ کس طرح پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: "لا إلٰہ إلّا اللہ محمد رسول اللہ"، فرمایا: اس طرح پڑھو: "شبلی رسول اللہ"، اس

---

(۱) عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لله أشد فرحًا بتوبة عبده حين يتوب إليه من أحدكم كان راحلته بأرض فلاة فانفلتت منه وعليها طعامه وشرابه فأيس منها فأتى شجرة فاضطجع في ظلها قد أيس من راحلته فبينما هو كذٰلك إذ هو بها قائمةً عنده فأخذ بخطامها ثم قال من شدّة الفرح: اللّٰهم أنت عبدي وأنا ربّك، أخطأ من شدّة الفرح. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۲۰۳، باب الإستغفار والتوبة).

(۲) النحل:۱۰۶۔

(۳) البقرة:۲۸۶۔

نے بلاتکلف پڑھ دیا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ: شبلی کون ہوتا ہے؟ میں تو تمہارا امتحان کرنا چاہتا تھا۔ فرمائیے! حضرت شبلیؒ اور ان کے مرید کے بارے میں کیا حکم ہے؟

اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ صاحبِ واقعہ کا قصد صحیح کلمہ پڑھنے کا تھا جیسا کہ پورے واقعہ سے ظاہر ہے، گویا عقیدہ جو دِل کا فعل ہے وہ صحیح تھا، البتہ زبان سے دُوسرے الفاظ سرزد ہو رہے تھے اور وہ ان الفاظ کو کفریہ سمجھ کر ان سے توبہ کر رہا ہے، اور کوشش کر رہا ہے کہ صحیح الفاظ ادا ہوں، مگر زبان سے دُوسرے الفاظ نکل رہے ہیں، وہ ان پر رو رہا ہے، گریہ وزاری کر رہا ہے اور جب تک یہ حالت فرو نہیں ہوتی وہ اس اِضطراب میں مبتلا ہے۔ اور جب غیر اِختیاری حالت جاتی رہتی ہے تو وہ اس کی اطلاع اپنے شیخ کو دیتا ہے تاکہ اگر اس غیر اِختیاری واقعے کا کوئی کفارہ ہو تو ادا کر سکے۔ اس پورے واقعے کو سامنے رکھ کر اس کو کلمۂ کفر کون کہہ سکتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے کسی کو غیر اِختیاری حالت پر مواخذہ کرنے کا بھی اعلان فرمایا ہے؟ اگر ہے تو وہ کونسی آیت ہے؟ یا حدیث ہے؟

۱:... مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ خطا کا بہانہ بے کار ہے، بجا ہے، مگر جو شخص مسلوب الاختیار ہو گیا اس کے بارے میں بھی یہی فتویٰ ہے؟ اگر ہے تو کس کتاب میں؟ "اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ" میں قرآن کا فتویٰ تو اس کے خلاف ہے۔

۲:... بجا ہے کہ خطا فوری ہوتی ہے، لیکن مسلوب الاختیار ہونا تو اِختیاری چیز نہیں کہ اس کے لئے وقت کی تحدید کی جاسکے، اگر ایک آدمی سارا دن مسلوب الاختیار رہتا ہے تو اس میں اس کا کیا قصور ہے؟

۳:... اس نے باختیار خود کلمۂ کفر بکا ہی کہاں ہے؟ نہ وہ اس کا دعویٰ کرتا ہے، بلکہ وہ تو مسلوب الاختیار ہونے کی بات کرتا ہے، شفا قاضی عیاضؒ کی عبارت کا محمل کیا مسلوب الاختیار ہے؟ نہیں بلکہ قصداً کلمۂ کفر بکنے کے بعد تاویل کرنے والا اس کا مصداق ہے۔

۴:... جہالت کا، نادانی کا، زبان بہک جانے وغیرہ کا جو حوالہ درمختار اور ردمحتار سے دیا ہے وہ تو اس صورت میں ہے کہ قاضی کے پاس کسی شخص کی شکایت کی گئی، قاضی نے اس سے دریافت کیا، اس نے یہ عذر پیش کیا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ گستاخی ہے، یا یہ کہ زبان بہک گئی تھی، یا یہ کہ میں مدہوش تھا، اور اس کے اس دعویٰ کے سوا اس کے پاس کوئی دلیل نہیں، تو قاضی اس کے ان اعذار باردہ کو نہیں سنے گا، بلکہ اسے سرزنش کرے گا (نہ کہ اس پر سزائے ارتداد جاری کرے گا)۔

جب زیرِ بحث مسئلے میں نہ کسی نے قاضی کے پاس شکایت کی، نہ اس نے اپنے جرم کی تاویل کی، صاحبِ واقعہ پر جو واقعہ غیر اِختیاری گزرا تھا اور جس میں وہ یکسر مسلوب الاختیار تھا اس کو وہ اپنے شیخ کے سامنے پیش کرتا ہے، فرمائیے مسئلہ قضا سے اس کا کیا تعلق؟

۵:... زیرِ بحث واقعہ کا تعلق صرف اس کی ذات سے فیما بینہ وبین اللہ ہے، اور طلاق کے الفاظ ایک معاملہ ہے جس کا تعلق زوجہ سے ہے، زوجہ نے اس کی زبان سے طلاق کے الفاظ سنے، چونکہ معاملات کا تعلق ظاہری الفاظ سے ہے، اس لئے زوجہ اس کی بات کو قبول نہیں کرتی، اور عدالت بھی نہیں کرے گی، لیکن اگر واقعتاً وہ مسلوب الاختیار تھا تو فیما بینہ وبین اللہ طلاق نہیں ہوگی۔ چنانچہ اگر عورت اس کی کیفیت پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے مسلوب الاختیار ہونے کو تسلیم کرتی ہے تو فتویٰ یہی دیں گے کہ فیما بینہ وبین اللہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔

۶:... حضرت کشمیریؒ کا حوالہ بجا ہے، مگر یہاں کفر ہی نہیں تھا، رضا بالکفر کا کیا سوال...؟

قضا اور دیانت میں فرق

سوال:... جناب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صاحب واقعہ مسلوب الاختیار تھا اور جو شخص کسی وجہ سے مسلوب الاختیار ہو جائے تو شریعت اسلامی اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتی، لیکن جناب کے اس جواب پر کہ ''وہ صاحب مسلوب الاختیار تھا'' کچھ شبہات تحریر کرتا ہوں جو کہ ''فتاویٰ خلیلیہ'' میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے اسی واقعہ کے متعلق تحریر کئے ہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریر میں بہت وقت صرف ہوتا ہے پھر آپ جیسے مصروف شخص کے لئے تو اور بھی مشکل ہے لیکن اگر ان شبہات کی مفصل تحقیق ہو جائے تو جناب کی تحریر ان شاء اللہ ہزاروں لوگوں کے لئے، جو اکابرین علمائے دیوبند کثر اللہ سوادہم سے بغض و کینہ رکھتے ہیں، رُشد و ہدایت کا ذریعہ بن سکتی ہے، شبہات مندرجہ ذیل ہیں:

شبہ اوّل: یہ ہے کہ اس کا یہ دعویٰ کہ ''میں بے اختیار ہوں اور زبان قابو میں نہیں ہے۔'' اس وقت شرعاً معتبر ہو کہ جب اس کی مجبوری و بے اختیاری کا سبب منجملہ ان اسباب عامہ کے ہو کہ جو عامۃً سالب اختیار ہوتے ہیں مثلاً جنون، سکر، اکراہ، حالت موجودہ میں جو حالت اس شخص کو پیش آئی ہے اس کے لئے کوئی ایسا سبب نہیں ہے جو اسباب عامہ سالب اختیار سے ہو، کیونکہ اس کی بے اختیاری کا سبب کوئی اس کے کلام میں ایسا نہیں پایا جاتا جس کو سالب اختیار قرار دیا جائے۔

شبہ دوئم: یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا سبب ہے بھی تو وہ مولاناؒ کی محبت کا غلبہ ہے اور غلبۂ محبت سوالب اختیار میں سے نہیں ہے، غلبۂ محبت میں اطراء کا تحقق ہو سکتا ہے جس کو شارع علیہ التحیۃ والتسلیم نے ممنوع فرمایا ہے: ''لَا تطرونی کما اطرت الیهود والنصاریٰ ولکن قولوا عبدالله ورسوله'' اور اگر غلبۂ محبت اور اس کا سبب سالب اختیار ہوتا تو ''نہی عن الاطراء'' متوجہ نہ ہوتی بلکہ معذور سمجھا جاتا ''نہی عن الاطراء'' خود دَال ہے کہ غلبۂ محبت سالبِ اختیار نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ''اطراء'' سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہی فرما رہے ہیں، لہٰذا شرعاً اس کا یہ دعویٰ معتبر نہ ہوگا۔

شبہ سوئم: یہ ہے کہ یہ شخص اگر اس کی زبان بوقت تکلم قابو میں نہیں تھی تو یہ تو اس کے اختیار میں تھا کہ وہ جب یہ جانتا تھا کہ میں بے اختیار ہوں اور مجبور ہوں اور صحیح تکلم نہیں کر سکتا تو تکلم بکلمۃ الکفر سے سکوت کرتا۔ لہٰذا ایسی حالت میں اس کلمہ کے تکلم کا یہ حکم ہوگا کہ اس کو اس میں شرعاً معذور نہیں سمجھا جائے گا، علامہ شامیؒ نے حاشیہ ردالمحتار، باب المرتد (ج:۴ ص:۲۲۱) میں لکھا ہے:

''وقوله لَا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علیٰ محمل حسن، ظاهره انه لَا یفتی من حیث استحقاقه للقتل ولَا من حیث الحکم ببینونة زوجته، وقد یقال: المراد الأول فقط، لأن تأویل کلامه للتباعد عن قتل المسلم، بأن یکون قصد ذالک التأویل، وهٰذا لَا ینافی معاملته بظاهر کلامه فیما هو حق العبد وهو طلاق الزوجة وملکها لنفسها، بدلیل ماصرحوا به من انهم اذا اراد ان یتکلم بکلمة مباحة فجریٰ علیٰ لسانه کلمة الکفر

خطاء بلا قصد لَا یصدقه القاضی، وان کان لَا یکفر فیما بینه وبین ربه تعالیٰ فتامل ذالک۔"

اور علامہ شامیؒ دُوسری جگہ باب المرتد میں لکھتے ہیں:

"وفی البحر عن الجامع الصغیر اذا اطلق الرجل کلمة الکفر عمدًا لکنه لم یعتقد الکفر قال بعض اصحابنا لَا یکفر، لأن الکفر یتعلق بالضمیر علی الکفر، وقال بعضهم یکفر وهو الصحیح عندی، لأنه استخف بدینه۔"

علاوہ ازیں آپ نے صاحبِ واقعہ کی "مسلوب الاختیاری" کے ثبوت میں قرآن مقدس کی جو آیت مبارکہ پیش کی ہے، یہ آیت مبارکہ تو صاف طور پر مکرہ کے لئے ہے اور صاحبِ واقعہ ظاہر ہے کہ مکرہ نہیں تھا "اِلَّا مَنْ اُکْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ"۔

جواب:... آپ حضرات کے پہلے گرامی نامہ کا جواب اپنی ناقص عقل وفہم کے مطابق میں نے قلم برداشتہ لکھ دیا تھا، میرا مزاج ردوکد کا نہیں ہے، اس لئے جو شخص میرے جواب سے مطمئن نہیں ہوتا اس کو لکھ دیتا ہوں کہ اپنی تحقیق پر عمل کرے، اس لئے آپ حضرات نے دوبارہ اس کے بارے میں سوال بھیجے تو میں نے بغیر جواب کے ان کو واپس کردیا، لیکن آپ حضرات نے یہی سوالات پھر بھیج دیئے، اور بضد ہیں کہ میں جواب دوں، اس لئے آپ کے اصرار پر ایک بار پھر لکھ رہا ہوں، اگر شفا نہ ہو تو آئندہ کسی اور سے رجوع فرمائیں، اس ناکارہ کو معذور سمجھیں۔

۱:... حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ اس ناکارہ کے شیخ الشیخ ہیں۔ اور میرے لئے سند اور حجت ہیں۔

۲:... حضرتؒ نے اس نکتے پر گفتگو فرمائی کہ آیا قضاءً اس شخص کو مسلوب الاختیار تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ جبکہ حضرتؒ نے خود بھی تحریر فرمایا ہے کہ فیما بینہ وبین اللہ نہ اس شخص پر اِرتداد کا حکم کیا جاسکتا ہے اور نہ تجدیدِ ایمان ونکاح کا اور قضا کا مسئلہ میں پہلے صاف کرچکا ہوں، اس کا اقتباس پھر پڑھ لیجئے:

"... جہالت کا، نادانی کا، زبان بہک جانے وغیرہ کا جو حوالہ درمختار اور ردمحتار سے دیا ہے وہ تو اس صورت میں ہے کہ قاضی کے پاس کسی شخص کی شکایت کی گئی، قاضی نے اس سے دریافت کیا، اس نے یہ عذر پیش کیا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ گستاخی ہے، یا یہ کہ زبان بہک گئی تھی، یا یہ کہ میں مدہوش تھا، اور اس کے اس دعویٰ کے سوا اس کے پاس کوئی دلیل نہیں، تو قاضی اس کے ان اعذار باردہ کو نہیں سنے گا، بلکہ اس کو سرزنش کرے گا (نہ کہ اس پر سزائے ارتداد جاری کرے گا)۔

جب زیرِ بحث مسئلے میں نہ کسی نے قاضی کے پاس شکایت کی، نہ اس نے اپنے جرم کی تاویل کی، صاحبِ واقعہ پر جو واقعہ غیر اختیاری گزرا تھا اور جس میں وہ ایک مسلوب الاختیار تھا اس کو وہ اپنے شیخ کے سامنے پیش کرتا ہے فرمایئے مسئلہ قضا سے اس کا کیا تعلق؟"

پس جب حضرت خود تصریح فرماتے ہیں کہ فیما بینہ وبین اللہ اس پر نہ ارتداد کا حکم ہوسکتا ہے، نہ تجدید ایمان ونکاح کا، اور یہ قضیہ کسی عدالت میں پیش نہیں ہوا کہ اس پر گفتگو کی جائے کہ قضاءً اس کا کیا حکم ہے؟ تو اس پر بحث کرنے کا نتیجہ کیا ہوا؟

۳:... یہیں سے ان تینوں شبہات کا جواب نکل آتا ہے جو آپ نے فتاویٰ خلیلیہ کے حوالے سے کئے ہیں:

اوّل:... بجا ہے کہ اسباب عامہ سالبۃ الاختیار میں سے بظاہر کوئی چیز نہیں پائی گئی، لیکن سالکین کو بعض اوقات ایسے احوال پیش آتے ہیں، جن کا ادراک صاحب حال کے سوا کسی کو نہیں ہوسکتا، قاضی تو بے شک احوال عامہ ہی کو دیکھے گا، لیکن شیخ، صاحب حال کے اس حال سے صرف نظر نہیں کرسکتا جو سالک کو پیش آیا ہے، اگر وہ مرید کے خاص حال پر نظر نہیں کرتا تو وہ شیخ نہیں بلکہ اناڑی ہے۔ صاحب فتاویٰ خلیلیہ کی بحث تو قضاءً ہے لیکن سلوکی احوال قضا کے دائرہ میں آتے ہی نہیں۔

دوم:... ''غلبۂ محبت اطراء میں داخل ہے جو بنص نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ممنوع ہے'' بالکل صحیح ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ یہ غلبۂ محبت قصد و اختیار سے ہو، اور اگر غلبۂ محبت سے ایسی اضطراری کیفیت پیدا ہوجائے کہ زمام اختیار قبضۂ قدرت سے چھوٹ جائے تو اس پر اطراءِ ممنوع کے احکام جاری نہیں ہوں گے، بلکہ سکر و مدہوشی کے احکام جاری ہوں گے، اولیاء اللہ کی ہزاروں شطحیات کی توجیہ آخر اس کے سوا کیا ہے؟

سوم:... ''جب یہ جانتا تھا کہ زبان قابو میں نہیں تو اس نے سکوت اختیار کیوں نہ کیا، **تکلم بکلمۃ الکفر** کیوں کیا؟'' جو الفاظ اس نے ادا کرلئے تھے ان کے بارے میں تو جانتا تھا کہ زبان کے بے قابو ہونے کی وجہ سے اس نے کلمہ کفر بک دیا، لیکن اس نے سکوت اختیار کرنے کے بجائے صحیح الفاظ کہنے کی کوشش دو وجہ سے کی، ایک یہ کہ اسے توقع تھی کہ اب اس کی زبان سے صحیح الفاظ نکلیں گے، جس سے گزشتہ الفاظ کی تلافی ہوجائے گی، دُوسرے یہ کہ اس کو یہ غم کھائے جارہا تھا کہ اگر اسی لمحہ اس کی موت واقع ہوگئی تو نعوذ باللہ کلمۂ کفر پر خاتمہ ہوا۔ اس لئے وہ کوشش کر رہا تھا کہ زبان سے صحیح الفاظ نکلیں، تاکہ گزشتہ الفاظ کی اصلاح بھی ہوجائے اور سوءِ خاتمہ کے اندیشہ سے نجات بھی مل جائے۔

الغرض یہ تین شبہات جو آپ نے نقل کئے ہیں وہ باب قضا سے ہیں، اور بادنیٰ تامل ان شبہات کو رفع کیا جاسکتا ہے۔

۴:... رہا یہ کہ صاحب واقعہ تو مکرہ نہیں تھا پھر میں نے آیت شریفہ ''اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ۔'' کیوں پڑھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مکرہ میں سلب اختیار نہیں ہوتا، بلکہ سلب رضا ہوتا ہے، جیسا کہ صاحب ہدایہ نے تصریح فرمائی ہے، اور اسی بنا پر حنفیہؒ کے نزدیک مکرہ کی طلاق واقع ہوجاتی ہے، جب کہ صاحب واقعہ مسلوب الاختیار ہے۔ تو آیت شریفہ سے استدلال بطور دلالت النص کے ہے، یعنی جب اکراہ کی حالت میں شرط ''قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ'' تکلم بہ کلمۂ کفر پر مؤاخذہ نہیں تو جس شخص کی حالت مسلوب الاختیار کی ہو اس پر بدرجۂ اولیٰ مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

۵:... ہمارے بریلوی بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اکابر کے رفع درجات کے لئے تجویز فرما رکھا ہے۔ اس لئے ان حضرات کے طرز عمل سے نہ ہمارے اکابر کا نقصان ہے، نہ سوائے اذیت کے ہمارا کچھ بگڑتا ہے۔ قرآن کریم نے اخیار تک کے بارے میں فرمایا تھا: ''لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى'' لیکن اپنے بریلوی دوستوں کی خیرخواہی کے لئے عرض کرتا ہوں کہ:

۱:...جن صاحب کے بارے میں گفتگو ہے مدت ہوئی کہ وہ اللہ کے حضور پہنچ چکے ہیں، اور اس احکم الحاکمین نے جو ہر ایک کے ظاہر و باطن سے واقف ہیں، ان صاحب کے بارے میں فیصلہ کردیا ہوگا، فیصلہ خداوندی کے بعد آپ حضرات کی بحث عبث ہے، اور عبث اور لایعنی میں مشغول ہونا مؤمن کی شان سے بعید ہے۔

۲:...تمام عدالتوں میں مدعیٰ علیہ کی موت کے بعد مقدمہ داخل دفتر کردیا جاتا ہے، مرحوم کے انتقال کے بعد نہ آپ اس کو تجدیدِ ایمان کا مشورہ دے سکتے ہیں نہ تجدیدِ نکاح کا، یہ مشورہ اگر دیا جاسکتا تھا تو مرحوم کی زندگی میں دیا جاسکتا تھا۔

۳:...اگر آپ ان صاحب کے کفر کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان کا فیصلہ فرمایا ہو تو آپ کا فتویٰ فیصلہ خداوندی کے خلاف ہوا، خود فرمائیے کہ اس میں نقصان کس کا ہوا؟

۴:...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:

"لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا إِلٰى مَا قَدَّمُوْا"[1] (مردوں کو برا بھلا نہ کہو! کیوں کہ انہوں نے جو کچھ آگے بھیجا اس کو پاچکے ہیں)۔

آپ حضرات ایک قصہ پارینہ کو اچھال کر ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت بھی مول لے رہے ہیں، جس مقدمہ کا فیصلہ اعلیٰ ترین عدالت میں فیصل ہوچکا ہے۔ رجم بالغیب کے ذریعہ اس فیصلہ کی مخالفت کا خدشہ بھی سر لے رہے ہیں، عقل و انصاف کے تقاضوں کو بھی پس پشت ڈال رہے ہیں، اور لایعنی کے ارتکاب میں بھی مشغول ہیں۔

ان وجوہ سے میرا خیر خواہانہ مشورہ ہے کہ آپ دیوبندیوں کی ضد میں اپنے لئے یہ خطرات نہ سمیٹیں، بحث و تکرار ہی کا شوق ہے تو اس کے لئے بیسیوں موضوع دستیاب ہیں۔ وللہ الحمد أوّلًا و اٰخرًا!

مراد ما نصیحت بود و کردیم
حوالت باخدا کردیم و رفتیم

اختلافِ رائے کا حکم دُوسرا ہے

سوال:...مشہور عرب بزرگ جناب محمد بن عبدالوہابؒ کے بارے میں حضرات دیوبند کی اصل رائے کیا ہے؟ اور کیا وہ حقیقت حال کا سامنا کرنے سے متذبذب رہے؟

۱:...حضرت گنگوہیؒ کی رائے اس کے بارے میں معتدل ہے (فتاویٰ رشیدیہ)۔

۲:...حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اسے خارجی کہا ہے۔

۳:...حضرت مدنیؒ نے الشہاب الثاقب میں بہت سخت الفاظ میں تذکرہ کیا ہے اور اسے گمراہ قرار دیا ہے۔

۴:...ابھی حال ہی میں ایک کتابچہ "انکار حیات النبی۔ ایک پاکستانی فتنہ" میں (جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے غالبًا

(۱) مشکوة عن عائشة ص:۱۴۵، باب المشی بالجنازة والصلوٰة علیها، الفصل الأوّل.

نواسے مولانا محمد شاہد صاحب نے ترتیب دیا ہے اور اسے حضرتؒ کے ایما پر لکھنا بتایا ہے) اسی محمد بن عبدالوہاب کو شیخ الاسلام والمسلمین لکھا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کیا تھا؟ حضرت گنگوہیؒ کی نظر میں داعیٔ توحید یا حضرت علامہ کشمیریؒ کی نظر میں خارجی یا حضرت شیخ الحدیثؒ کی رائے کے مطابق شیخ الاسلام۔

نیز یہ کہ اپنے شیخ و مرشد حضرت گنگوہیؒ سے الگ رائے قائم کرنے کے بعد کیا حضرت مدنیؒ اور حضرت علامہ کشمیریؒ کو حضرت گنگوہیؒ سے انتساب کا حق رہ جاتا ہے یا نہیں؟ یا حضرت شیخ الحدیثؒ، حضرت مدنیؒ سے مختلف رائے اختیار کرکے ان سے ارادت مندی کا دعویٰ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ تسکین الصدور، طبع سوم (مرتبہ مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر) میں حضرات اخلاف دیوبند نے ایک اُصول طے کیا ہے کہ بزرگانِ دیوبند کے خلاف رائے رکھنے والے کو ان سے اِنتساب کا حق نہیں، اگرچہ اکابرینِ دیوبندان کے اُستاد ہی کیوں نہ رہے ہوں۔ اس فتویٰ پر اوروں کے علاوہ آنجناب کے دستخط بھی ثبت ہیں۔

جواب:... کسی شخصیت کے بارے میں رائے قائم کرنے کا مدار اس کے بارے میں معلوم ہونے والے حالات پر ہے، جیسے حالات کسی کے سامنے آئے اس نے ویسی رائے قائم کرلی، اس کی نظیر جرح و تعدیل میں حضراتِ محدثین کا اختلاف ہے، اس اختلافِ رائے میں آپ جیسا فہیم آدمی اُلجھ کر رہ جائے، خود محلِ تعجب ہے!

اکابرِ دیوبند سے شرعی مسائل میں اختلاف کرنے والے کا حکم دُوسرا ہے، اور واقعات و حالات کی اطلاع کی بنا پر اِختلافِ رائے کا حکم دُوسرا ہے، دونوں کو یکساں سمجھنا صحیح نہیں۔

سوال:... وقت ضائع کرنے کی معذرت مگر حضرت والا! ہم علماء کے خدام ہیں، اکابرینِ دیوبند کے نوکر، انہیں اپنا ''اسوہ'' خیال کرتے ہیں، لیکن ''اسوہ'' مجروح ہو تو ایسے ہی تلخ سوال و اِشکال پیدا ہوتے ہیں، اس لئے تلخ نوائی کی بھی معذرت۔

جواب:... ''اسوہ'' کے مجروح ہونے کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی، ویسے ذہن میں تلخی ہو تو ظاہر ہے کہ آدمی تلخ نوائی پر مجبور و معذور ہی ہوگا۔

مدار حالات و واقعات پر ہے

سوال:... ایک اور اشکال حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ پر حضرت علامہ کشمیریؒ اور حضرت علامہ عثمانیؒ کے کفر کے فتویٰ کی وجہ سے بھی پیدا ہوا ہے، کیا مولانا سندھیؒ کے تفردات واقعی اس لائق ہیں؟ آخر دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور مہتمم نے فتویٰ لگایا ہے تو کوئی بات تو ہوگی نا!

جواب:... تکفیر و تفسیق کے مسئلے میں بھی مدار حالات و واقعات پر ہے، امام مسلمؒ نے امام بخاریؒ پر جورڈ کیا اور امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں امام بخاریؒ نے جو کچھ لکھا وہ کس کو معلوم نہیں؟ ''**لیست بأوّل قارورة کسرت فی الإسلام**'' کی ضرب المثل تو معلوم ہی ہوگی۔

جن لوگوں کا یہ ذہن ہو، وہ گمراہ ہیں

سوال ۱:... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دِین کی تعلیم دی تھی وہ مسجدِ نبوی کے ماحول میں یعنی مسجد کے اندر دی، اس تعلیم کے لئے آپ نے کوئی الگ مدرسہ جیسی صورت اختیار نہیں کی، یا کوئی الگ جگہ اس کے لئے مقرر نہیں کی تو پھر آج کیوں ہمارے دینی اداروں میں مسجد تو بہت چھوٹی ہوتی ہے مگر مدارس کی عمارتیں بہت بڑی بڑی بنادی جاتی ہیں، اگر یہ چیز بہتر ہوتی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس چیز کو سب سے پہلے سوچتے، حالانکہ مسجد کا ماحول بہت بہتر ماحول ہے، وہاں انسان لایعنی سے بھی بچ سکتا ہے۔

سوال ۲:... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابِ صفہ کو جو تعلیم دی، بنیادی، وہ ایمانیات اور اخلاقیات کی دی، ان کو اِیمان سکھایا، لیکن ہمارے دینی مدرسوں میں جو بنیادی تعلیم دی جاتی ہے وہ بالکل اس چیز سے ہٹ کر لگتی ہے، اور برائے مہربانی میں اپنی معلومات میں اضافے کے لئے اس بات کی وضاحت طلب کرنا چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اصحابِ صفہ کو تعلیم دی وہ کیا تھی؟

سوال ۳:... ہمارے مدرسوں سے جو عالم حضرات فارغ ہوکر نکلتے ہیں ان کے اندر وہ کڑھن اور فکر دِین کے مٹنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے چھوٹنے کی نہیں ہوتی جو فکر اور کڑھن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی یا حضرات صحابہؓ کی تھی اور وہ لوگوں سے اس عاجزی اور انکساری سے بات نہیں کرتے جس طرح ہمارے اکابر اور آپ یا اور جو دُوسرے بزرگ موجود ہیں، وہ بات کرتے ہیں۔

سوال ۴:... معذرت کے ساتھ اگر اس خط میں مجھ ناچیز سے کوئی غلط بات لکھی گئی ہو تو اس پر مجھے معاف فرمائیں، اگر اس خط کا جواب آپ خود تحریر فرمائیں تو بہت مناسب ہوگا۔

جواب ۱:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے شیخؒ کے ''فضائل اعمال'' نامی کتاب کی بھی تعلیم نہیں دی، پھر تو یہ بھی بدعت ہوئی، کیا آپ نے اکابرِ تبلیغ سے بھی کبھی شکایت کی...؟

جواب ۲:... آپ کو کس جاہل نے بتایا کہ ہمارے دینی مدرسوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم والی تعلیم نہیں؟ کیا آپ نے کبھی مدرسے کی تعلیم کو دیکھا اور سمجھا بھی ہے؟ یا یوں ہی سن کر ہانک دیا، اور رائے ونڈ میں جو مدرسہ ہے، اس کی تعلیم دُوسرے مدرسوں سے اور دُوسرے مدرسوں کی رائے ونڈ سے مختلف ہے...؟

جواب ۳:... یہ بھی آپ کو کسی جاہل نے کہہ دیا کہ مدارس میں سے نکلنے والے علماء میں ''کڑھن'' اور دِین کے لئے مرمٹنے کی فکر نہیں ہوتی، غالباً آپ نے یہ سمجھا ہے کہ دین کی فکر اور کڑھن بس اسی کا نام ہے جو تبلیغ والوں میں پائی جاتی ہے۔

جواب ۴:... آپ نے لکھا ہے کہ کوئی غلط بات لکھی ہو تو معاف کردوں، میں نہیں سمجھا کہ آپ نے صحیح کون سی بات لکھی ہے...؟

لوگ مجھ سے شکایت کرتے رہتے ہیں کہ تبلیغ والے علماء کے خلاف ذہن بناتے ہیں، اور میں ہمیشہ تبلیغ والوں کا دِفاع کرتا

رہتا ہوں، لیکن آپ کے خط سے مجھے اندازہ ہوا کہ لوگ کچھ زیادہ غلط بھی نہیں کہتے، آپ جیسے عقلمند جن کو دِین کا فہم نصیب نہیں، ان کا ذہن واقعی علماء کے خلاف بن رہا ہے، یہ جاہل صرف تبلیغ میں نکلنے کو دِین کا کام اور دِین کی فکر سمجھے بیٹھے ہیں، اور ان کے خیال میں دِین کے باقی سب شعبے بے کار ہیں۔ یہ جہالت کفر کی سرحد کو پہنچتی ہے کہ دِین کے تمام شعبوں کو لغو سمجھا جائے، اور دِینی مدارس کے وجود کو فضول قرار دیا جائے۔ میں اپنی اس رائے کا اِظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ تبلیغ میں نکل کر جن لوگوں کا یہ ذہن بنتا ہو، وہ گمراہ ہیں، اور ان کے لئے تبلیغ میں نکلنا حرام ہے۔

میں اس خط کی فوٹو اسٹیٹ کاپی مرکز (رائے ونڈ) کو بھی بھجوا رہا ہوں، تاکہ ان اکابر کو بھی اندازہ ہو کہ آپ جیسے عقلمند تبلیغ سے کیا حاصل کر رہے ہیں...؟

حقا کہ بنائے لا اِلٰہ است حسینؓ

سوال:...گزارش اینکہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ایک رُباعی جو شیعہ فرقہ کے علاوہ اہلِ سنت والجماعۃ مقررین وعلمائے کرام کی زبانوں پر بھی گشت کر رہی ہے، میری مراد ہے:

شاہ است حسینؓ بادشاہ است حسینؓ
دین است حسینؓ دین پناہ است حسینؓ
سرداد ونداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا اِلٰہ است حسینؓ

اسی طرح علامہ اقبال مرحوم کا ایک شعر:

بہر حق در خاک وخوں غلطیدہ است
تا بنائے لا اِلٰہ گردیدہ است

اور ظفر علی خان مرحوم کا شعر جس کا آخری حصہ:

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہ اور اشعار مذکورہ بالا کا خط کشیدہ حصہ دِل میں بہت زیادہ کھٹکتا ہے، میرے ناقص علم کے مطابق یہ قرآن وسنت کی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتا، واضح ہو کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا میرے دل میں نہایت بلند مقام ہے، آپ براہ کرم اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں مدلل تحریر فرمائیں کہ یہ صحیح ہے یا غلط؟

اگر بنائے لا اِلٰہ حسینؓ نہیں تو از روئے شرع بنائے لا اِلٰہ کیا ہے؟ ایک عالم دین فرماتے ہیں کہ یہ رُباعی ملا معین کاشفی رافضی کی ہے، حضرت خواجہ اجمیریؒ کی نہیں، چونکہ ان کے دیوان ورسائل میں نہیں ملتی، جواب مدلل ومبرہن اور مفصل لکھیں۔

جواب:... ظفر علی خان مرحوم کے شعر میں تو کوئی اِشکال نہیں، ''ہر کربلا'' سے مراد ''ہر شہادت گاہ'' ہے، اور شعر کا مدعا یہ ہے کہ قربانی وشہادت احیائے اسلام کا ذریعہ ہے۔

جہاں تک اوّل الذکر رُباعی اور اقبال کے شعر کا تعلق ہے یہ خالصتاً رافضی نقطۂ نظر کے ترجمان ہیں، خواجہ اجمیریؒ کی طرف رُباعی کا اِنتساب غلط ہے، اور اقبال کا شعر ''فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ'' کا مصداق ہے۔ لطف یہ ہے کہ رُباعی میں ''سر داد و نہ داد دست در دست یزید'' کو، اور اقبال کے شعر میں ''بہر حق در خاک وخوں غلطیدن'' کو ''بنائے لا الٰہ'' ہونے کی علت قرار دیا گیا ہے، حالانکہ توحید، جو مفہوم ہے ''لا الٰہ'' کا حق تعالیٰ کی صفت ہے، بندہ کا ایک فعل اللہ تعالیٰ کی توحید و یکتائی کی علت کیسے ہوسکتا ہے؟ ہاں جو لوگ ائمہ معصومین میں خدا اور خدائی صفات کے حلول کے قائل ہوں، ان سے ایسا مبالغہ مستبعد نہیں۔ الغرض یہ رُباعی کسی رافضی کی ہے، اور اقبال کا شعر اس کا سرقہ ہے، واللہ اعلم!

کسی عالم سے پوچھ کر عمل کرنے والا بری الذمہ نہیں ہوجاتا

سوال:... حضرت! مجھ کو ایک اِشکال پیدا ہوگیا ہے، اس کا حضرت سے حل چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہم اپنے علماء سے جن کو مستند سمجھتے ہیں اور اپنے حسنِ ظن کے مطابق جن پر اعتماد ہوتا ہے، ان سے دِینی مسائل پوچھ پوچھ کر عمل کرتے ہیں، جیسا کہ حکم ہے: ''فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ'' اور اس کے بعد ہم اپنے کو بالکل بَری الذمہ سمجھتے ہیں کہ اگر مسئلہ غلط بھی بتادیا ہے اور اس کی وجہ سے گناہ کا کام کرلیا تو ہم عنداللہ مؤاخذے سے بالکل بَری ہیں۔ تو جو لوگ بدعات میں مبتلا ہیں وہ بھی تو اپنے طور پر، اپنی دانست میں مستند علماء ہی سے جن پر ان کو اعتماد ہے مسائل پوچھ پوچھ کر عمل کرتے ہیں، تو کیا یہ بھی عنداللہ مؤاخذے سے بَری ہیں؟ اس طرح تو سارے باطل فرقوں والے بھی بَری ہوجائیں گے، کیونکہ ہر شخص اپنے حسنِ ظن کے مطابق اپنے طور پر مستند عالم ہی پر اعتماد کرکے ان کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرتا ہے اور ہر فرقے کے علماء دعویدار ہیں کہ ہم صحیح ہیں اور دُوسرے سب غلط ہیں۔

دُوسری بات یہ کہ کیا قرآن مجید یا احادیثِ نبوی میں کوئی ایسی آیت یا حدیث ہے جس سے واضح طور پر یہ ظاہر ہو کہ کسی عالم سے پوچھ کر عمل کرنے کے بعد عمل کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں رہتا، خواہ غلط ہی مسئلہ بتادیا ہو اور اس کی وجہ سے گناہ کے کاموں کا مرتکب ہوگیا ہو؟

حضرت! اس کی وضاحت فرماکر میرا اِشکال دُور فرمادیں، اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائیں، آمین! اپنے جملہ دِینی و دُنیوی اُمور کے لئے دُعا کی بھی درخواست ہے۔

جواب:... بہت نفیس سوال ہے۔ اور اس کا جواب مستقل کتاب کا موضوع ہے۔ چنانچہ اس ناکارہ کا رسالہ (اختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم) اسی قسم کے سوال کے جواب میں لکھا گیا، اس رسالے کا ضرور مطالعہ فرمالیا جائے۔ چند باتیں بطورِ اِشارہ مزید لکھتا ہوں۔

اوّل:... ہر عاقل و بالغ کے ذمہ لازم ہے کہ حق کو تلاش کرے، اور یہ دیکھے کہ فِرقِ مختلفہ و مذاہبِ متنوعہ میں اہلِ حق کون

ہیں؟ اگر کسی نے اس فرض میں تقصیر کی تو معذور نہیں ہوگا۔[1] چنانچہ آپ نے جو آیت شریفہ نقل کی، اس میں بھی "اہلِ ذکر" سے سوال کرنے کا حکم وارِد ہوا ہے، اگر اس طلبِ حق کو لازم نہ ٹھہرایا جائے تو لازم آئے گا کہ دُنیا بھر کے اَدیانِ باطلہ کے ماننے والے سب معذور قرار پائیں، اور اس کا باطل ہونا عقل و نقل دونوں کی رُو سے واضح ہے۔

دوم:... جو فرقے اپنے کو اِسلام سے منسوب کرتے ہیں، ان کے لئے لازم ہے کہ یہ دیکھیں کہ ہمارے فرقے کے علماء و راہ نما آیا اُصول و نظریات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی سنت اور طریقے پر ہیں یا نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا توحید و سنت کی دعوت دینا، بدعات و خواہشات کی پیروی سے ڈرانا،[2] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے واضح ہے۔

سوم:... اگر طالبِ حق کو اس سے بھی تسلی و تشفی نہ ہو، اور اس کے سامنے حق منکشف نہ ہو سکے تو ایک معتد بہ مدت ہر فرقے کے اکابر کی خدمت میں رہ کر دیکھ لے، اگر طلبِ صادق کے ساتھ ایسا کرے گا تو حق تعالیٰ شانہ اس پر حقیقت ضرور کھول دیں گے، کیونکہ وعدہ ہے: "وَالَّذِيْنَ جٰهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" (العنکبوت: ۶۹)۔

چہارم:... اگر بفرضِ محال اس طلب و تحقیق پر بھی اس پر حق کا فیضان نہ ہو تو ایسا شخص معذور ہوگا، یہ اپنی سعی و کوشش کے مطابق عمل کرے۔ لیکن اگر حق کی تلاش ہی نہیں کی یا اس سہل نگاری سے کام لیا تو معذور نہ ہوگا، واللہ اعلم!

دِینِ اسلام کا مقصد اُسے نافذ کرنا ہے یا اُس پر عمل کرنا؟

سوال:... دِینِ اسلام کا مقصد اسلام کو نافذ کرنا ہے یا اس پر عمل کرنا ہے؟

جواب:... دِین پر پہلے خود عمل کرنا واجب ہے،[3] پھر دُوسروں سے عمل کرانا۔ اور دُوسروں سے عمل کرانا دو طرح ہوتا ہے، ایک ترغیب و ترہیب کے ذریعے۔ یہ طریقہ مؤثر و پائیدار ہے، دُوسرا قانون کے زور سے عمل کرانا، اسی کو نافذ کرنا کہتے ہیں، جب اُمت کی غالب اکثریت کا مزاج دِین پر عمل کرنا بن جائے، ڈنڈے کے زور سے نہیں بلکہ اندر کی دِلی رغبت کے ساتھ تو اقلیت جو عمل میں کوتاہی کرنے والی ہو، اس کو قانون کے زور سے منوانا ممکن ہے، لیکن جب تک غالب اکثریت دِل کی خوشی سے اور آخرت کے عذاب و ثواب کے پیشِ نظر عمل کرنے والی نہ ہو تو محض قانون کے ڈنڈے سے اسلام کو نافذ نہیں کیا جا سکتا، اس لئے ضروری ہے کہ دعوت و تبلیغ اور ترغیب و ترہیب کے ذریعے دِلوں میں ایمان اُجاگر کیا جائے تاکہ ہر مسلمان طوع و رغبت سے دِینِ اسلام پر عمل کرنے

---

(۱) وفي الدر المختار: اعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين وهو بقدر ما يحتاج لدينه. وفي الشرح: أي العلم الموصل إلى الآخرة أو الأعم منه قال العلامي في فصوله: من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه وإخلاص عمله لله تعالىٰ ومعاشرة عباده ...إلخ. (شامي ج:۱ ص:۴۲، طبع ايچ ايم سعيد).

(۲) عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أما بعد! فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد، وشر الأمور محدثاتها، وكل بدعة ضلالة. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۲۷)۔ وعن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبىٰ! قيل: ومن أبىٰ؟ قال: من أطاعني دخل الجنة، ومن عصاني فقد أبىٰ. رواه البخاري. (مشكوٰة ص:۲۷، باب الإعتصام بالكتاب والسُّنَّة، الفصل الأوّل).

(۳) "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ" (المائدة:۱۰۵) "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا" (التحريم:۶)۔

والا بن جائے، اور وہ اسلامی قانون کو واقعتاً رحمتِ خداوندی سمجھ کر اپنائے، تاکہ اسلام صرف مسجد تک محدود نہ رہے، بلکہ بازار میں، دفتر میں، کھیت میں، کارخانے میں، عوام میں اور سرکاری ملازمین اور افسران میں مسلمانوں کی اکثریت دِین پر عمل کرنے والی بن جائے۔ تب عدالتوں میں اسلام نافذ ہوگا، سرکاری اداروں میں نافذ ہوگا، ایوانِ صدر میں نافذ ہوگا، وزیرِ اعظم کے گھر میں نافذ ہوگا اور سیکرٹریٹ میں نافذ ہوگا، یہ ہے فطری طریقہ نفاذِ اسلام کا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا تھا۔

اِجتماعی اور اِنفرادی اِصلاح کی اہمیت

سوال:... پچھلے چند سالوں میں ہمارے پڑوسی ملک میں ایک بیرونی طاقت نے قبضہ جمایا ہوا ہے، اور وقتاً فوقتاً ہمارے ملک پاکستان پر بھی جارحیت کرتا رہتا ہے، اس کے عزائم بتاتے ہیں کہ یہ طاقت اور آگے بڑھنے کی کوشش کرے گی اور ہم خدانخواستہ اپنی آزادی سے محروم ہوجائیں گے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ہم اپنے پڑوسی کی تبدیلیوں سے کچھ سبق سیکھتے اور متوقع خطرے کی بو سونگھتے ہی اپنے اعمال کی طرف توجہ دیتے اور خدا کے حکموں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر ان کو ڈھال دیتے، اس میں ہی ہمارے لئے دُنیا و آخرت کی خیر تھی، لیکن عام طور پر جو کچھ ہو رہا ہے، وہ بالکل اُلٹ ہے۔ میں یہاں سعودی عرب میں مقیم ہوں، ہمارے ساتھ ہندوستان کے ہندو بھی کام کرتے ہیں، کبھی ان کے ساتھ ان کے ملک میں رِشوت، چور بازاری، ڈکیتی، اسمگلنگ، ملاوٹ اور غنڈہ گردی کا تذکرہ ہوتا ہے تو وہ اپنے ملک کے حالات بتاکر پاکستان کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ یقین جانئے سچ بات کہتے ہوئے میرے دِل کا جو حال ہوتا ہے وہ خدا ہی جانتا ہے، یہ سب بُرائیاں ہمارے یہاں بہت ہی عام ہیں، حالانکہ مسلمان مملکت اور کافروں کے ملک کے حالات میں واضح فرق ہونا چاہئے تھا، لیکن افسوس! ایسا نہیں ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی مسلمان اپنے مقصد سے ہٹے ہیں، تباہی ان کا مقدّر بنی ہے اور آج بھی ہمارے اعمال پکار پکار کر دُشمن کو اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ مولانا محترم! میرے ذہن میں یہ سوال ہے کہ اس صورتِ حال کو مدِنظر رکھتے ہوئے ایک عام مسلمان کے کیا فرائض ہیں؟ اور اگر ایک عام مسلمان اپنے اَطراف کی بُرائیوں کی طرف سے آنکھ بند کرتے ہوئے صرف عاقبت کی فکر میں لگا رہے تو کیا یہ اس کی نجات کے لئے کافی ہے؟

جواب:... آپ کا سوال بہت نفیس ہے اور اہم بھی۔ افسوس ہے کہ اس کالم میں اس پر مفصل گفتگو کی گنجائش نہیں، مختصراً چند نکات پیش کرتا ہوں۔ اگر غور و توجہ سے ملاحظہ فرمائیں گے تو اِن شاء اللہ! اطمینان ہوجائے گا۔

اوّل:... فرد اور معاشرہ لازم و ملزوم ہیں، نہ فرد معاشرے کے بغیر جی سکتا ہے اور نہ معاشرہ افراد کے بغیر تشکیل پاتا ہے۔

دوم:... فرد پر کچھ اِنفرادی فرائض اور ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں اور کچھ اِجتماعی و معاشرتی۔

سوم:... تمام فرائض اور ذمہ داریوں کے لئے، خواہ وہ اِنفرادی ہوں یا اِجتماعی، قدرت و اِستطاعت شرط ہے۔ جو چیز آدمی کی قدرت و اِستطاعت سے خارج ہو، اس کا وہ مکلف نہیں ہے۔[1]

---

(۱) "لَا یُکَلِّفُ اللهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" (البقرة:۲۸۶).

چہارم:... سب سے پہلے آدمی کو اپنے انفرادی فرائض بجالانے کی طرف توجہ کرنی چاہئے[1] (جس کو آپ نے اپنی عاقبت کی فکر کرنے سے تعبیر فرمایا ہے)، ان فرائض میں عقائد کی دُرستگی، اعمال کی بجا آوری، اخلاق کی اصلاح، معاشرتی حقوق کی ادائیگی سبھی کچھ آجاتا ہے۔ اگر اسلامی معاشرے کے افراد اپنی اپنی جگہ انفرادی اصلاح کی طرف متوجہ ہوجائیں تو مجھے یقین ہے کہ نوّے فیصد معاشرتی بُرائیاں ازخود ختم ہوجائیں گی۔

پنجم:... اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی اِستطاعت کے بقدر معاشرے کی اصلاح کی طرف بھی متوجہ ہونا چاہئے، جسے شریعت کی اصطلاح میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہتے ہیں، اور اس کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ طاقت اور قوت کے ذریعے بُرائی کو روکنا ہے۔ یہ حکومت کے فرائض میں شامل ہے، مگر آج کل حکومتیں افراد کے ووٹ سے بنتی ہیں، اس لئے ایسے افراد کو منتخب کرنا جو خود بُرائیوں سے بچتے ہوں اور حکومتی سطح پر بُرائیوں کو روکنے اور بھلائیوں کو پھیلانے کی صلاحیت رکھتے ہوں، عوام کا فریضہ ہے، اگر وہ اس فریضے میں کوتاہی کریں گے تو دُنیا و آخرت میں اس کی سزا بھگتیں گے۔

دُوسرا درجہ زبان سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ہے۔ اس کی شرائط و تفصیلات بہت ہیں، مگر ان کا خلاصہ یہ ہے کہ زبان سے کہنے کی قدرت ہو اور کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو، وہاں زبان سے دعوت و تذکیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے، مگر دنگا فساد نہ کیا جائے، نہ کسی کی تحقیر و تذلیل کی جائے۔ ہمارے دور میں "تبلیغی جماعت" کا طریقۂ کار اس کی بہترین مثال ہے اور اِنفرادی و اِجتماعی اصلاح کا نسخۂ کیمیا ہے۔

تیسرا درجہ بُرائی کو دِل سے بُرا سمجھنا ہے۔ جبکہ آدمی نہ تو ہاتھ سے اصلاح کرسکتا ہو، نہ زبان سے اصلاح کرنے پر قادر ہو، تو آخری درجے میں اس پر یہ فرض ہے کہ بُرائی کو دیکھ کر دِل سے کڑھے، اس سے بیزاری اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی اصلاح کی دُعا کرے۔ اگر کوئی شخص اپنی طاقت و وسعت کے دائرے میں رہ کر مندرجہ بالا دستور العمل پر عمل پیرا ہے، اِن شاء اللہ وہ آخرت میں مطالبے سے بَری ہوگا، اور جو شخص اس دستور العمل میں کوتاہی کرتا ہے، اس پر اس کی کوتاہی کے بقدر مطالبے کا اندیشہ ہے۔ اب دیکھ لیجئے کہ ہم اس دستور العمل پر کہاں تک عمل پیرا ہیں...؟[2]

کیا جنرل ضیاء الحق کے دور میں جاری شدہ "حدود آرڈی نینس" دِینِ اسلام کے مطابق تھا؟

سوال:... جنرل ضیاء الحق کے دور میں جاری شدہ "حدود آرڈی نینس" کیا دِینِ اسلام کے مطابق تھا؟ ایک طبقہ اس کو غیر اسلامی کہتا ہے۔

جواب:... جو سزائیں قرآن و سنت کے مطابق ہیں، وہ صحیح ہیں۔ یہ طبقہ دِینِ اسلام ہی کا قائل نہیں، اس لئے حدودِ شرعیہ کا مخالف ہے۔

---

(۱) "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ...." (المائدة:۱۰۵) "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا" (التحريم:۶)۔

(۲) عن أبي سعيدٍ الخدري عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه وذٰلك أضعف الإيمان. (مشكوٰة ص:۴۳۶، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأوّل)۔

بے علمی اور بے عملی کے وبال کا موازنہ

سوال:... ایک مسلمان ایسے فعل کو جانتا ہے کہ جس کے کرنے کا حکم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور ایک کام ایسا ہے جس کے کرنے کی ممانعت کی گئی ہے، لیکن مسلمان جانتے بوجھتے ہوئے بھی ان پر عمل نہیں کرتا۔ سوال کا منشا یہ ہے کہ کیا ایک ایسا شخص زیادہ گناہ گار ہوگا جو یہ جانتے ہوئے بھی کہ فلاں کام گناہ ہے، کسی وجہ سے پھر بھی اس کا مرتکب ہو یا وہ شخص بہتر ہے جو گناہ والے کام کو انجانے میں، مگر بڑے شوق وذوق کے ساتھ انجام دیتا ہے؟

جواب:... اللہ تعالیٰ نے ہمیں کن باتوں کے کرنے کا اور کن باتوں سے باز رہنے کا حکم دیا، ان کا جاننا مستقل فرض ہے، اور ان پر عمل کرنا مستقل فرض ہے۔[1] جس نے جانا ہی نہیں اور نہ جاننے کی کوشش ہی کی وہ دُہرا مجرم ہے، اور جس نے شریعت کا حکم معلوم کرنے کی کوشش کی اس نے ایک فرض ادا کرلیا، ایک اس کے ذمہ رہا۔ الغرض بے علمی مستقل جرم ہے اور بے عملی مستقل۔ اس لئے اس شخص کی حالت بدتر ہے جو شرعی حکم جاننے کی کوشش ہی نہیں کرتا۔ دوم یہ کہ جو شخص اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو جانتا ہوگا وہ اگر حکم کی خلاف ورزی کرے گا تو کم از کم اپنے آپ کو مجرم اور گناہ گار تو سمجھے گا، گناہ کو گناہ اور حرام کو حرام جانے گا، اور جو شخص جانتا ہی نہیں کہ میں حکمِ اِلٰہی کو توڑ رہا ہوں اور اپنے جہل اور نادانی کی وجہ سے گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھے گا، نہ وہ اپنے آپ کو گناہ گار اور قصوروار تصوّر کرے گا۔ ظاہر ہے کہ جو مجرم اپنے جرم کو جرم ہی نہ سمجھے اس کی حالت اس شخص سے بدتر ہے جو اپنے آپ کو قصوروار سمجھے اور اپنے جرم کا معترف ہو۔ سوم یہ کہ جو شخص گناہ کو گناہ سمجھے، کم از کم اس کو توبہ واِستغفار کی توفیق ہوگی، اور ہوسکتا ہے کہ کسی وقت اس کو اپنی حالت پر ندامت ہو اور وہ گناہ سے تائب ہوجائے۔ لیکن جس جاہل کو یہی معلوم نہیں کہ وہ گناہ کر رہا ہے، وہ کبھی توبہ واِستغفار نہیں کرے گا اور نہ اس کے بارے میں یہ توقع ہوسکتی ہے کہ وہ اس گناہ سے باز آجائے گا، ظاہر ہے کہ یہ حالت پہلی حالت سے زیادہ خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔

انگریز امریکن وغیرہ کفار رحمتوں کے زیادہ حقدار یا مسلمان؟

سوال:... کیا یورپ، ایشیا اور امریکن اقوام پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل نہیں ہوتیں کہ وہاں کا عام آدمی خوشحال ہے۔ نیک، ایماندار اور انسان نظر آتا ہے، ہم مسلمانوں کی نسبت خدائی احکامات (حقوق العباد) کا زیادہ احترام کرتا ہے۔ کیا وہ اللہ (جو رحمت للعالمین ہے) کی رحمتوں سے ہماری نسبت زیادہ مستفید نہیں ہو رہا ہے؟ حالانکہ ان کے ہاں کتے، تصاویر، دونوں کی بہتات ہے۔ کیا ہم صرف اس وجہ سے رحمت کے حق دار ہیں کہ ہم مسلمان ہیں؟ چاہے ہمارے کرتوت دین اور اسلام کے نام پر بدنما دھبہ ہی کیوں نہ ہوں؟ رحمت کا حق دار کون ہے؟ پاکستانی؟ جو حقوق العباد کے قاتل اور چینی انگریز کے پیروکار ہیں! جواب سے آگاہ فرماویں۔

---

(۱) قال الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين، وهو بقدر ما يحتاج لدينه، وفرض كفاية، وهو ما زاد لنفع غيره، وفي تبين المحارم: لَا شك في فرضيّة علم الفرائض الخمس، وعلم الْإخلاص، لأن صحة العمل موقوف عليه وعلم الحلال والحرام ...الخ. (ردالمحتار ج:۱ ص:۴۲، طبع ايچ ايم سعيد).

جواب:... حق تعالیٰ شانہ کی رحمت دو قسم کی ہے: ایک عام رحمت، دوسری خاص رحمت۔ عام رحمت تو ہر عام و خاص اور مؤمن و کافر پر ہے، اور خاص رحمت صرف اہل ایمان پر ہے۔ اوّل کا تعلق دُنیا سے ہے اور دوسری کا تعلق آخرت سے۔[1] کفار جو دُنیا میں خوشحال نظر آتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی ساری اچھائیوں کا بدلہ دُنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے اور ان کے کفر اور بدیوں کا وبال آخرت کے لئے محفوظ کرلیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کو ان کی برائیوں کی سزا دُنیا میں ہی دی جاتی ہے۔ بہرحال کافروں اور بدکاروں کا دُنیا مین خوشحال ہونا ان کے مقبول ہونے کی علامت نہیں۔ دوسرا کافروں کو دُنیا میں خوش رکھنا ایسا ہے جس طرح سزائے موت کے قیدی کو جیل میں اچھی طرح رکھا جاتا ہے۔[2]

غیرمسلم دُنیا کی ترقی اور خوش حالی کیوں ہے؟ اور مسلمانوں کی کیوں نہیں؟

سوال:... آج مسلمان دُنیا دوڑ میں غیرمسلموں سے ہر میدان میں پیچھے ہیں، وہ مادّی ترقی اور ہم تنزلی کا شکار ہیں۔ غیرمسلم ترقی کرچکے ہیں، امریکا اور چین جو کہ غیرمسلم ممالک ہیں، ہم سے بہت آگے ہیں، نہ وہاں غربت ہے اور نہ دُوسرے مسائل جو ہم مسلمانوں کے اندر ہیں۔ ان کے پاس بہت دولت ہے، ان کی کامیابیاں بہت ہیں۔ ایک سوال جو اس سلسلے میں میرے ذہن میں ہے کہ کفار اور مشرکین کے پاس اتنا کچھ ہے تو کیا یہ سب انہیں اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے؟ ان لوگوں کی زندگی بہت پُرسہولت ہے، کوئی مسئلہ نہیں ہے، ان کے پاس سب کچھ ہے۔ تو کائنات کا خالق اللہ ہی ہے جو نوازتا ہے، اگر اللہ نے ان کو یہ سب کچھ دیا ہے تو کیوں؟ وہ تو کافر ہیں۔ میں بہت کم عقل ہوں، شاید کچھ غلط سوچ رہا ہوں، آپ برائے مہربانی جامع انداز میں بیان کردیں کہ کافر ہم مسلمانوں سے آگے کیوں ہیں؟ ان کے پاس وہ سب کچھ ہے جس کے ہم جیسے ترقی پذیر ممالک کے مسلمان صرف خواب دیکھ رہے ہیں۔

جواب:... برادرِ محترم! اللہ تعالیٰ نے تین جہان بنائے، ایک دُنیا جس میں ہم رہ رہے ہیں، ایک قبر جس میں ہمیں مرنے کے بعد جانا ہے، اور ایک حشر جس میں ہم مرنے کے بعد اُٹھیں گے۔ اگر انسان نیک ہے، پرہیزگار ہے، حلال و حرام کی تمیز رکھتا ہے، تو اِن شاء اللہ اس کے لئے دُنیا میں بھی راحت ہے، مرنے کے بعد بھی اور حشر میں بھی۔ اور اگر وہ حلال و حرام کی تمیز نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ پر صحیح اِیمان نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پروا نہیں ہے، نماز روزے کا اہتمام نہیں ہے، قرآن مجید کی کبھی اس نے تلاوت نہیں کی تو دُنیا میں بھی ذلیل ہوگا اور قبر و حشر میں بھی ذلیل ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، گھر میں کوئی چیز نہیں تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیکھ کر رو پڑے اور عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! یہ قیصر و کسریٰ

---

(۱) "والرّحمٰن أبلغ من الرّحيم ...... فعلى الأوّل: قيل يا رحمٰن الدنيا لأنه يعم المؤمن والكافر، ورحيم الآخرة لأنه يخص المؤمن ...الخ." (تفسير بيضاوى ص:۵ طبع مير محمد كتب خانه).

(۲) "مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ." (الشورىٰ:۲۰). وعن انس رضى الله عنه ..... وأما الكافر فيطعم بحسنات ما عمل بها لله فى الدنيا حتّٰى اذا افضٰى الى الآخرة لم يكن له حسنة يجزىٰ بها. (مشكوٰة ص:۴۳۹، كتاب الرقاق، الفصل الأوّل).

باوجود کافر ہونے کے ناز و نعمت میں ہیں، اور آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مقبول ہونے کے باوجود کتنی تنگی میں ہیں، اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اُمت پر وسعت فرمادیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے تھے، اُٹھ کر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ:

''خطاب کے بیٹے! تم کس خیال میں ہو؟ یہ لوگ (یعنی قیصر و کسریٰ) وہ لوگ ہیں کہ ان کو پاکیزہ چیزیں دُنیا ہی میں دے دی گئی ہیں، کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ہمارے لئے آخرت ہو اور ان کے لئے دُنیا ہو؟''(۱)

میرے بھائی! آپ کافروں کی نعمتوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں، تمہیں معلوم ہے کہ مرنے کے بعد ان کو کتنا سخت عذاب ہوگا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے؟ اللہ تعالیٰ کا شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دِین عطا فرمایا، اور اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری کی رعایت کرتے ہوئے کچھ ہمیں کھانے پینے کے لئے بھی دے دیا۔

گناہگاروں کی خوش حالی اور نیک بندوں کی آزمائش

سوال:... کیا وجہ ہے کہ دِین سے دُور مسلمان خوش حال اور دولت مند ہوتے ہیں، اور نیک و متقی، غربت و افلاس کا شکار ہیں۔ میں نے ایسے بھی دولت مند اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں کہ جن کو سرے سے نماز بھی نہیں آتی، اور ایک وہ ہیں جو دِن رات اللہ کی عبادت کرتے ہیں، مگر وہ سخت پریشان حال رہتے ہیں اور اس حد تک پریشان رہتے ہیں کہ ان کے گھر میں کھانے تک کو نہیں ہوتا۔

جواب:... جو لوگ حق تعالیٰ شانہٗ کی صحیح عبادت کرتے ہیں، ان کو پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بعض دفعہ تین دِن سے فاقے میں ہوتے تھے، مگر کبھی پریشان نہیں ہوتے تھے، جس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی توفیق ہوگئی، اس سے بڑھ کر اس کو کون سی دولت چاہئے...! اور جو لوگ اللہ کے نام سے غافل ہیں، ان کے پاس جتنی دولت بھی ہو، وہ سب لغو اور بے کار ہے، اس لئے کہ مرنے کے بعد فوراً ہی وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔(۲)

اللہ کی حکمتوں کا بیان

سوال:... کیا تمام انسانوں کے ذہن برابر ہوتے ہیں؟ یعنی دِماغ سب کا برابر ہوتا ہے؟ عام زندگی میں یہ کہا جاتا ہے کہ: ''فلاں بہت ذہین ہے، یہ کند ذہن ہے، اس کا ذہن تیز ہے'' تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے کسی کو اچھا دِماغ دیا ہے اور کسی کو کمزور دِماغ دِیا ہے۔ میں اس مسئلے پر کافی عرصے سے سوچ و بچار میں مبتلا ہوں۔

---

(۱) عن عمر رضی الله عنه قال: دخلت علٰی رسول الله صلی الله علیه وسلم فإذا هو مضطجع علٰی رمال حصیر لیس بینه وبینه فراش، قد أثّر الرمال بجنبه متکئًا علٰی وسادة من ادم حشوها لیف، قلت: یا رسول الله! ادع الله فلیوسّع علٰی اُمّتک، فإن فارس والرُّوم قد وسّع علیهم وهم لَا یعبدون الله. فقال: اَوَفی هٰذا أنت یا ابن الخطاب! أولٰئک قوم عجّلت لهم طیباتهم فی الحیٰوة الدنیا، وفی روایة: اما ترضٰی أن تکون لهم الدنیا ولنا الآخرة. متفق علیه. (مشکوٰة ج:۲ ص:۴۴۷، باب عیش النبی صلی الله علیه وسلم).

(۲) "من کان یرید الحیٰوة الدنیا وزینتها نوف إلیهم أعمالهم فیها وهم فیها لَا یبخسون، أولٰئک الذین لیس لهم فی الآخرة إلّا النار" (هود:۱۵، ۱۶) ایضًا: عن المستورد بن شداد قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: والله! ما الدنیا فی الآخرة إلّا مثل ما یجعل أحدکم إصبعه فی الیم فلینظر بم یرجع. رواه مسلم. (مشکوٰة ص:۴۳۹، کتاب الرقاق).

جواب:...حق تعالیٰ شانہٗ نے سارے اِنسان برابر نہیں بنائے، کوئی زیادہ ذہین ہے، کوئی کم ذہین ہے، کسی کی اولاد ہے، اور کسی کی اولاد نہیں، کوئی مال دار ہے، کوئی غریب اور مفلوک ہے، غرضیکہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمتوں کو سمجھتے ہیں کہ کس بندے کے لئے کون سی چیز مناسب ہے؟ ہمیں ان چیزوں کو سوچنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے اَحکام کو پورا کرنا چاہئے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے اَحکام کو پورا کرنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہیں تو یوں سمجھئے کہ ہمیں دونوں جہان کی دولتیں مل گئیں، اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں کو پورا نہیں کرتے تو یہاں بھی جوتے پڑیں گے اور وہاں بھی...!

زلزلے کے کیا اسباب ہیں؟ اور مسلمان کو کیا کرنا چاہئے؟

سوال:...کراچی میں زلزلہ آیا، زلزلہ اسلامی عقائد کے مطابق سنا ہے کہ اللہ کا عذاب ہے، براہِ کرم اطلاع دیں کہ زلزلہ کیا ہے؟ واقعی عذاب ہے یا زمین کی گیس خارج ہوتی ہے یا ایک اتفاقی حادثہ ہے؟ اگر یہ اللہ کا عذاب ہے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

جواب:...زلزلے کے کچھ طبعی اسباب بھی ہیں جن کو طبقاتِ اَرض کے ماہرین بیان کرتے ہیں، مگر ان اسباب کو مہیا کرنے والا ارادۂ خداوندی ہے۔ اور بعض دفعہ طبعی اسباب کے بغیر بھی زلزلہ آتا ہے۔ بہرحال ان زلزلوں سے ایک مسلمان کو عبرت حاصل کرنی چاہئے اور دُعا و اِستغفار، صدقہ و خیرات اور ترکِ معاصی کا اہتمام کرنا چاہئے۔[1]

سورج گرہن، چاند گرہن، اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں

سوال:...جب سورج یا چاند گرہن ہوتا ہے تو ہم لوگ کہتے ہیں کہ: یہ میرے گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے، ہم لوگ نفل پڑھتے ہیں یا اَذان دیتے ہیں۔ مگر سائنس دان کہتے ہیں کہ یہ بات نہیں ہے، جب سورج یا چند گرہن ہونے والا ہوتا ہے تو یہ لوگ پہلے سے پیش گوئی کردیتے ہیں۔ آپ مطلع فرمائیں کہ کیا یہ سائنس دان ٹھیک کہتے ہیں اور سورج یا چاند گرہن ڈر اور خوف کی چیز نہیں؟

جواب:...چاند اور سورج اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دو نشانیاں ہیں،[2] ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں۔ اور فلکیات والے اگر ان کا وقت بتادیتے ہیں تو اس سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ ڈر اور خوف کی چیز نہیں، واللہ اعلم!

رِزق میں کمی و زیادتی کے اسباب

سوال:...آج کل کراچی شہر میں ایک ہینڈبل تقسیم کیا جارہا ہے، جس میں رِزق میں کمی و زیادتی کے اسباب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے پیش کئے گئے ہیں۔ جبکہ مذکورہ اسباب سے متعلق جمعہ ایڈیشن ۴ رمئی ۱۹۹۰ء میں جناب سیّد محمد عون صاحب کا

---

(۱) عن أبی موسٰی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: أُمّتی هٰذه أُمّة مرحومة، لیس علیها عذاب فی الآخرة، عذابها فی الدنیا الفتن والزلَازل والقتل. رواه أبوداوٗد. (مشکٰوة ص:۴۶۰). وفی المرقاة: لیس علیها عذاب أی شدید فی الآخرة بل غالب عذابهم انهم مجزیون بأعمالهم فی الدنیا بالمحن والأمراض وأنواع البلایا. (مرقاة شرح مشکٰوة ج:۵ ص:۱۲۹).

(۲) عن النعمان بن بشیر قال ..... ثم قال (صلی الله علیه وسلم): ان الشمس والقمر اٰیتان من اٰیات الله ...الخ. (ابن ماجة ص:۸۹، باب ما جاء فی صلٰوة الکسوف، طبع نور محمد، کراچی).

مضمون ''رِزق میں کمی وزیادتی کے اسباب'' بھی شائع ہوا تھا۔ جس میں بغیر کسی مستند حوالوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرکے مذکورہ اسباب پیش کئے گئے تھے، جس میں رِزق میں کمی کے اسباب سے متعلق یہ لکھا گیا کہ جنابت میں بستر سے اُٹھ کر پیشاب نہ کرنا، گھر کی چوکھٹ پر بیٹھنا، رات کو کپڑے سے جھاڑنا، مقامِ اِستنجا میں اعضاء کا دھونا، علی الصبح بازار کو جانا، ڈکاروں کے ساتھ کھانا، کھڑے ہوکر کنگھی کرنا، کپڑے کھڑے ہوکر پہننا، وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ رِزق میں زیادتی کے اسباب سے متعلق یہ لکھا گیا ہے کہ: صبح طلبِ رِزق میں اُٹھنا، کھانے سے پہلے وضو کرنا، وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ دونوں اسباب میں پانچ وقت کی نماز کا اَدا کرنا، قرآن پڑھنا، روزے رکھنا، حج کرنا، زکوٰۃ دینا اور جہاد میں شمولیت سے متعلق مکمل پردہ پوشی کی گئی ہے۔ جبکہ مستند کتب میں ہے کہ رِزق میں زیادتی کے اسباب کے لئے جنابت کے غسل میں جلدی کی جائے اور نمازِ فجر سے پہلے پہلے غسل سے فارغ ہونے میں فضیلت بیان کی گئی ہے۔ رِزق میں کمی کے اسباب میں جو لکھا گیا کہ علی الصبح بازار کو جانا، جبکہ رِزق میں زیادتی کے اسباب میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ صبح طلبِ رِزق میں اُٹھنا۔ ان دونوں باتوں کے درمیان تضاد پایا جاتا ہے۔ جب آدمی صبح طلبِ رِزق کے لئے جلدی اُٹھے گا تو گھر سے فارغ ہونے پر وہ جلدا پنے کام پر پہنچے گا، اور جب جلدی کام کام شروع ہوجائے گا تو علی الصبح اُٹھنے والا گاہک بازار کیوں نہیں جاسکتا؟ اور اگر چلا بھی گیا تو اس میں کونسا شرعی گناہ سرزد ہوگیا؟ اسی طرح کپڑے سے رات کو جھاڑنا، کونسا غیرشرعی اَمر ہے؟ مقامِ اِستنجا (باتھ رُوم) میں اعضاء دھونا بھی کوئی غیرشرعی اَمر نہیں ہے۔ براہِ کرم دِینِ اسلام اور شریعت کی روشنی میں جواب دیں اور اس ہینڈبل کی صحت تحریر کی وضاحت کریں۔

جواب:... یہ بات تو اَحادیث سے ثابت ہے کہ نیک کاموں سے (خصوصاً صلہ رحمی سے رِزق میں برکت ہوتی ہے)، اور گناہوں سے رِزق میں تنگی آتی ہے۔ (اس کے لئے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا رسالہ ''جزاء الاعمال'' اور مفتی محمد شفیعؒ کا رسالہ ''گناہِ بےلذّت'' لائقِ مطالعہ ہیں)۔ لیکن آپ نے جس مضمون کا حوالہ دیا ہے (یعنی رِزق میں کمی وزیادتی کے اسباب) اس میں ذکر کردہ اکثر چیزیں ایسی ہیں جو مستند نہیں، یعنی ان کی سند مجھے معلوم نہیں، جو حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد یا (دُوسرے لفظوں میں) کوئی حدیث نقل کریں یا اس کا حوالہ دیں، ان کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کے ساتھ حدیث کی کتاب کا بھی حوالہ دیں، جہاں سے اس حدیث کو نقل کر رہے ہیں۔ بغیر تحقیق کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی بات کو منسوب نہیں کرنا چاہئے۔ صوفیاء کی کتابوں میں، اسی طرح وعظ کی کتابوں میں بہت سی احادیث ایسی نقل ہوتی آرہی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں، اس لئے کسی حدیث کا کسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھ لینا دلیل نہیں، بلکہ یہ دیکھنا لازم ہے کہ یہ حدیث بھی ہے یا نہیں...؟

میری رُوحانی صلاحیت ظاہر کیوں نہیں ہورہی؟

سوال:... میں آپ کے لئے سراپا دُعا بن گئی ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو عمرِ خضر عطا فرمائے، میں نے شمس الدین عظیمی کی نگرانی میں کئی وظیفے کئے، ادارہ فکر ونظر کی عشرت نسرین سے بھی میرا رابطہ رہا، لیکن پتا نہیں کیا بات ہے کہ میرا خدا تعالیٰ سے رابطہ نہیں ہو پارہا۔ اب آنجناب سے درخواست کر رہی ہوں کہ میرے بارے میں غور فرمائیں کہ اگر مجھ میں رُوحانی صلاحیت موجود ہے تو ظاہر کیوں نہیں

ہو رہی ہے؟ اور میرے لئے خاص طور سے دُعا فرمائیں۔

جواب:... پیاری بیٹی! سلامت رہو، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ جو میرے لئے دُعائیں کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ دُنیا وآخرت میں آپ کو اس کا صلہ عطا فرمائیں۔ اپنی رُوحانی کیفیت کے بارے میں جو آپ نے لکھا ہے، اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ "بہشتی زیور" کا ساتواں حصہ خوب غور کے ساتھ کئی بار پڑھو، اور پھر اپنی اصلاح کے لئے مجھے لکھو، اور جو مشورے عرض کروں، ان پر عمل کرو، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی نیک بندیوں میں شامل فرمائیں، والسلام۔

سکھوں کا ایک سکھا شاہی استدلال

سوال:... پردیس میں سکھ لوگ ہمیں تنگ کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اس سوال کا جواب اپنے علماء سے لے کر دو۔ سوال یہ ہے کہ ہر شخص پیدائشی طور پر سکھ ہوتا ہے، ہندو یا مسلم بعد میں بنایا جاتا ہے، دلیل یہ دیتے ہیں کہ اُوپر والے نے جس حالت میں تمہیں بھیجا ہے تمہیں وہ اچھی کیوں نہیں لگتی؟ مختلف تبدیلیاں کیوں کرتے ہو؟ یعنی بال کٹوانا یا سنت کروانا وغیرہ وغیرہ، کیا اس نے غلط بنا کر بھیجا ہے؟

جواب:...ان لوگوں کو یہ جواب دیجئے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے اس کے دانت بھی نہیں ہوتے، ان کو بھی نکال دیا کرو، اور اگر کسی کے پیدائشی طور پر ایسا نقص ہو جس کے لئے آپریشن کی ضرورت ہو تو کیا وہ بھی نہیں کرایا جائے گا...؟

مشترکہ مذاہب کا کیلنڈر

سوال:...احقر کا نام سلیم احمد ہے اور امریکہ کے شہر شکاگو میں ۱۸ سال سے مقیم ہے۔ حضرتِ والا کی خدمت میں اس خط کے ساتھ ۱۹۹۵ء کا کیلنڈر روانہ کر رہا ہوں جس کے بارے میں مسئلہ دریافت طلب ہے۔ یہ کیلنڈر امریکہ کے تمام مذاہب کے لوگ مل کر چھپواتے ہیں اور پھر ان کو فروخت کرتے ہیں۔ اس سال بھی یہ کلینڈر مسجد میں ۱۵ ڈالر کا (ڈاکٹر محمد صغیرالدین جن کا تعلق اِنڈیا حیدرآباد سے ہے اور وہ تقریباً یہاں پر ۲۵ یا ۳۰ سال سے مقیم ہیں) انہوں نے فروخت کیا اور لوگوں کی توجہ اس طرف دِلائی کہ اس کو خریدیں، اس کیلنڈر میں جولائی کے ماہ میں اسلام کے بارے میں بتایا گیا ہے، اس سلسلے میں چند سوالات خدمتِ اقدس میں پیش کرتا ہوں، اُمید ہے کہ حضرتِ والا اپنی مصروفیات میں سے چند لمحات احقر کے لئے نکال کر جواب سے جلد از جلد مطلع فرمائیں گے۔

۱:...آیا شرعاً یہ کیلنڈر بنوانا جس میں تمام مذاہب کی تبلیغ کی جارہی ہو اس میں اسلام کو بھی اسی طرح شامل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

۲:...آیا شرعاً اس کا خریدنا اور گھر میں لٹکانا جائز ہے یا نہیں؟

۳:...آیا شرعاً اس طریقے سے اسلام کی تبلیغ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۴:...اس کا خریدنے والا، بیچنے والا اور اس کام میں حصہ لینے والا شرعاً مجرم ہوگا یا نہیں؟

جواب:...اس کیلنڈر کا شائع کرنا، اس کی اشاعت میں شرکت کرنا، اس کا فروخت کرنا، اس کا خریدنا، الغرض کسی نوع کی اس میں شرکت و اعانت کرنا ناجائز ہے، اور اس مسئلے کے دلائل بہت ہیں، مگر چند عام فہم باتوں کا ذکر کرتا ہوں۔

۱:...اس کیلنڈر میں بارہ مذاہب کا تعارف ہے، گویا مسلمان، جو اس میں حصہ لیں گے، وہ گیارہ مذاہبِ باطلہ کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بنیں گے، اور باطل کی اشاعت کرنا اور اس کا ذریعہ بننا، اس کے حرام اور ناجائز ہونے میں کسی معمولی عقل و فہم کے آدمی کو بھی شبہ نہیں ہوسکتا۔ (۱)

۲:...اس کیلنڈر میں اسلام کو من جملہ مذاہب کے ایک مذہب شمار کیا گیا ہے، دیکھنے والے کا تأثر یہ ہوگا کہ جس طرح دُوسرے دِین و مذاہب ہیں، اسی طرح دِینِ اسلام بھی ایک مذہب ہے، جس کو بعض لوگ سچا دِین سمجھتے ہیں، جیسا کہ دُوسرے گیارہ مذاہب کو ماننے والے سچا دِین سمجھتے ہیں۔ جبکہ قرآنِ کریم کا اعلان یہ ہے کہ دِینِ برحق صرف اسلام ہے، باقی سب باطل ہیں: "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَام" (آل عمران: ۱۹)۔ اب کسی مسلمان کا اس بارہ مذہبی کیلنڈر کی اشاعت میں حصہ لینا گویا اس قرآنی اعلان کی نفی کرنا ہے۔

۳:...کیلنڈر میں جگہ جگہ بت بنے ہوئے ہیں، صلیب آویزاں ہے، اور تصویریں بنی ہوئی ہیں، کوئی بھی سچا مسلمان کفر و بت پرستی کے اس نشان کو اپنے گھر میں آویزاں نہیں کرسکتا، نہ اس کو خرید سکتا ہے۔

۴:...جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ اس کیلنڈر کو مساجد میں لایا جاتا ہے اور وہاں ۱۵ ڈالر میں اس کو فروخت کیا جاتا ہے۔ اوّل تو مسجد کے اندر خرید و فروخت ہی حرام ہے، (۲) کیونکہ یہ مسجد کو بازار بنانے کے ہم معنی ہے۔ علاوہ ازیں بتوں کو قرآنِ کریم نے رِجس یعنی گندگی فرمایا، (۳) اور مساجد کو ہر طرح کی ظاہری و معنوی گندگی سے پاک رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ مسجد میں اس بتوں والے کیلنڈر کا لانا گویا خانۂ خدا کو بت خانہ بنانا اور اس گندگی سے آلودہ کرنا ہے، جو صریحاً حرام اور ناجائز ہے۔

رہا یہ خیال کہ: "ہم اس کیلنڈر کے ذریعہ اسلام کا تعارف کراتے ہیں" مذکورہ بالا مفاسد کے مقابلے میں لائقِ اعتبار نہیں، اس قسم کے ناجائز اور حرام ذرائع سے مذاہبِ باطلہ کی اشاعت تو ہوسکتی ہے، دِینِ برحق ان ذرائع کا محتاج نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ

---

(۱) إن الإعانة على المعصية حرام مطلقًا بنص القرآن أعنى قوله تعالٰى: ولَا تَعاونوا على الإثم والعدوان۔ (أحكام القرآن لمفتى محمد شفيع ج:۳ ص:۷۴)۔

(۲) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: نهٰى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن تناشد الأشعار فى المسجد وعن البيع والإشتراء فيه ...إلخ۔ (مشكٰوة ص:۷۰)۔ أيضًا: وفى الدر المختار: وكره أى تحريمًا لأنها محل إطلاقهم بحر إحضار مبيع فيه كما كره فيه مبايعة غير المعتكف مطلقًا للنهى۔ (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۲ ص:۴۴۹)۔

(۳) "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" (المائدة: ۹۰)۔

عنہم بہت سے ایسے ممالک تشریف لے گئے جہاں کوئی ان کی زبان بھی نہیں سمجھتا تھا، لیکن لوگ ان کے اعمال و اخلاق اور ان کی سیرت اور کردار کو دیکھ کر مسلمان ہوتے تھے، آج بھی گئے گزرے دور میں اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندے موجود ہیں جن کے اخلاق و اعمال کو دیکھ کر لوگ اسلام کی حقانیت کے قائل ہو جاتے ہیں۔ ہمارے مسلمان بھائی جو ممالکِ غیر میں رہائش پذیر ہیں، اگر وہ اپنی وضع قطع، اپنے اخلاق و اعمال اور اپنے طور و طریق کو ایسا بنالیں جو اسلام کی منہ بولتی تصویر ہو تو لوگ ان کے سراپا کو دیکھ کر اسلام کی حقانیت کے قائل ہو جائیں۔

گویا ایک مسلمان کی شکل و صورت، وضع قطع، سیرت و کردار اور چال ڈھال ایسی ہو کہ دیکھنے والے پکار اُٹھیں کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام جا رہا ہے۔ ایسا ہو تو ہر مسلمان اسلام کا مبلغ ہوگا اور اسے غیر شرعی مصنوعی ذرائع استعمال کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ برعکس اس کے اگر مسلمان غیر ملکوں میں جا کر ''ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد'' کا مصداق بن جائے، غیر مسلموں کی سی شکل و صورت، انہی کی سی وضع قطع، انہی کی سی معاشرت وغیرہ، تو اس کے بعد اسلام کا تعارف ایسے غیر شرعی کیلنڈروں کے ذریعے بھی کرائیں تو لغو اور بے سود ہے۔ جس اسلام نے خود ان کی شخصیت کو متأثر نہیں کیا، اس کا تعارف غیر مسلموں پر کیا اثر انداز ہوگا...؟

خلاصہ یہ کہ ایسے کیلنڈر کا افادی پہلو تو محض وہمی اور خیالی ہے اور اس کے مفاسد اس قدر ہیں کہ ذرا سے تأمل سے ہر مسلمان پر واضح ہو سکتے ہیں، اس لئے ایسے کیلنڈر کی اشاعت میں حصہ لینا کسی مسلمان کے روا نہیں۔

دِینی مجلس میں غیر مسلم کو مہمانِ خصوصی بنانا

سوال:... ہمارے کالج میں ایک تقریب ہو رہی ہے جس میں مقابلہ حسنِ قرأت، مقابلہ نعت و حمد اور مقابلہ تقاریر وغیرہ ہوگا۔ اس مقابلے کے لئے مہمانِ خصوصی ایک غیر مسلم کو چنا گیا ہے۔ علامہ صاحب! جناب ذرا تشریح فرمائیں کہ یہ کیسا فعل ہے؟ اس فعل کی حمایت کرنے والوں کا کیا کردار ہوگا؟

جواب:... مقابلہ حسنِ قراءت اور مقابلہ حمد و نعت اگر دِینی کام ہے تو اس اجلاس کی صدارت کے لئے بھی وہی شخصیت موزوں ہو سکتی ہے جو مسلمان ہونے کے علاوہ فنِ قراءت میں ماہر ہو، اور حمد و نعت کے صحیح مضامین کا موازنہ کر سکتا ہو۔ محفلِ قراءت کا مہمانِ خصوصی ایک غیر مسلم کو بنانا گویا قراءت اور محفلِ قراءت کے ساتھ اچھوتی قسم کا مذاق ہے۔ ایسی محفل میں مسلمان طلبہ شرکت نہ کریں اور اس کے خلاف احتجاج کریں۔

مردہ پیدا ہونے والا بچہ آخرت میں اُٹھایا جائے گا

سوال:... ایک ماں سے جنم شدہ مردہ بچہ کیا جنت یا آخرت میں اُٹھے گا؟ کیونکہ زندہ بچے تو ضرور آخرت میں اُٹھیں گے،

ذرا وضاحت فرمائیے۔

جواب:... جو بچہ مردہ پیدا ہوا، وہ بھی اُٹھایا جائے گا اور اپنے والدین کی شفاعت کرے گا۔[۱]

جن لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا علم نہ ہوسکا، قیامت میں اُن کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟

سوال:... حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت سے پہلے دُنیا بھر میں متعدّد مذاہب کے ماننے والے لوگ موجود تھے، جو نبوّت کا اعلان نہ سن پائے اور اسلام کا علم ان کو نہ ہوسکا، ان کے ساتھ قیامت میں کیا معاملہ پیش آئے گا؟

جواب:... ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، چونکہ ہم سے اس مسئلے کا تعلق نہیں، اس لئے اس مسئلے میں خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے۔

اِنسان کا چاند پر پہنچنا

سوال:... ہمارے دوستوں کے درمیان آج کل ایک بحث ہو رہی ہے، اور وہ یہ کہ انسان چاند پر گیا ہے یا نہیں؟ اور زمین گردش کرتی ہے یا نہیں؟ جبکہ میرا خیال ہے کہ انسان چاند پر گیا ہے اور زمین بھی گردش کرتی ہے۔ موجودہ دور جدید ٹیکنالوجی کا دور کہلاتا ہے، اور اس دور میں کوئی بات ناممکن نہیں رہی، جب خلاء میں مصنوعی سیارے چھوڑے جاسکتے ہیں تو پھر چاند پر جانا کیونکر ممکن نہیں؟ اس سلسلے میں جب ہم نے اپنی مسجد کے مؤذِن صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ انسان چاند پر پہنچ گیا ہے اور زمین گردش کرتی ہے۔ آپ برائے کرم قرآن و سنت کی روشنی میں ہماری معلومات میں اضافہ کریں کہ یہ بات کہاں تک تسلیم کی جائے کہ انسان چاند پر پہنچ گیا ہے اور یہ کہ زمین گردش کرتی ہے؟

جواب:... انسان چاند پر تو پہنچ چکا ہے، اور تحقیقِ جدید کے مطابق زمین بھی گردش کر رہی ہے، لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ کے دوست اس نکتے پر مجلسِ مذاکرہ کیوں منعقد فرما رہے ہیں؟ اور اس بحث کا حاصل کیا ہے؟ آپ کے مؤذِن صاحب کا یہ کہنا کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں انسان کا چاند پر پہنچنا ناممکن ہے، بالکل غلط ہے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو چاند نہیں بلکہ عرش تک پہنچ کر آئے تھے،[۲] چاند پر پہنچنا کیوں ناممکن ہوا...؟

---

(۱) وإذا استبان بعض خلقه غسل وحشر هو المختار. وفي الشرح: قوله وحشر المناسب تأخيره عن قوله هو المختار لأن الذي في الظهيرية والمختار انه يغسل وهل يحشر؟ عن أبي حعفر الكبير أنه إن نفخ فيه الروحه حشر وإلّا لَا، والذي يقتضيه مذهب أصحابنا أنه إن استبان بعض خلقه فإنه يحشر، رهو قول الشعبي وابن سيرين اهـ. ووجهه أن تسميته تقتضي حشره إذ لَا فائدة لها إلّا في ندائه في المحشر باسمه، وذكر العلقمي في حديث سموا أسقاطكم فإنهم فرطكم الحديث فقال: فائدة سأل بعضهم هل يكون السقط شافعًا ومتى يكون شافعًا هل هو من مصيره علقة أم من ظهور الحمل أم بعد مضى أربعة أشهر أم من نفخ الروح؟ والجواب أن العبرة إنما هو بظهور خلقه وعدم ظهوره كما حرره شيخنا زكريا. (فتاویٰ شامی ج:۲ ص:۲۲۸).
أيضًا: الطفل يجر بأبويه الى الجنّة. (طبقات الكبرىٰ لشافعيه ج:۲ ص:۳۰۹، طبع دار إحياء الكتب العربية، مصر).

(۲) تفصیل دیکھئے: مشكوٰة باب في المعراج ص:۵۲۷، طبع قديمي.

مریخ وغیرہ پر انسانی آبادی

سوال:... کیا ایک انسانوں کی آبادی اس زمین (جس پر ہم لوگ خود رہتے ہیں) کے علاوہ کہیں اور بھی ہوسکتی ہے؟ جیسے مریخ وغیرہ میں۔ میرا مطلب ہے کہ اسلامی رُو سے یہ ممکن ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو انبیائے کرام کو تو صرف اس زمین پر خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے جیسے ہم لوگ رہتے ہیں، اگر ممکن ہے تو وہ لوگ حج وغیرہ کس طرح ادا کریں گے؟

جواب:... آپ اس زمین کے انسانوں کی بات کریں، مریخ اور عطارد پر اگر انسانی مخلوق ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت اور حج وغیرہ کا بھی انتظام کیا ہوگا، آپ ان کا معاملہ خدا پر چھوڑ دیں۔

کیا دُنیا کا آخری سرا ہے، جہاں وہ ختم ہوتی ہے؟

سوال:... میرا مسئلہ یہ ہے کہ موجودہ دُنیا کا آخری سرا کوئی ہے جس پر دُنیا ختم ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:... دُنیا کا آخری سرا قیامت ہے، مگر قیامت کا معین وقت کسی کو معلوم نہیں،[1] قیامت کی علامات میں سے چھوٹی علامتیں تو ظاہر ہوچکی ہیں، بڑی علامات میں حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور ہے، ان کے زمانے میں دجال نکلے گا،[2] اس کو قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، ان کی وفات کے بعد دُنیا کے حالات دگرگوں ہوجائیں گے اور قیامت کی بڑی نشانیاں پے درپے رُونما ہوں گی یہاں تک کہ کچھ عرصے کے بعد قیامت کا صور پھونک دیا جائے گا۔[3]

بالشتی مخلوق کی حقیقت

سوال:... جس طرح سالہا سال ماضی میں آپ نے واشگاف الفاظ میں لال کافر یا کالا کافر کی مصنوعی، من گھڑت بات کی تردید فرمائی تھی، اسی سے مماثلت رکھتی ہوئی یہ بات بھی حل طلب ہے۔ جناب حاجی کفیل الدین صدیقی الماس ایمانی مرحوم کا بیان ہے

---

(۱) "اِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ" (لقمان: ۳۴)۔

(۲) عن أمير المؤمنين على بن أبى طالب عليه السلام فى قصة المهدى وفتوحاته ورجوعه إلى دمشق، قال: ثم يأمر المهدى عليه السلام بإنشاء مراكب فينشأ أربعمائة سفينة فى ساحل عكّا .... فبينما هم كذلك إذ سمعوا الصائح: الا إن الدَّجّال قد خلفكم فى أهليكم، فيكشف الخبر فإذا هو باطل، ثم يسير المهدى عليه السلام إلى روميّة ...إلخ. وعن عبدالله بن مسعود رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم .... فإذا طلع الفجر كبّر المسلمون تكبيرة واحدة .... ويتمتعون بما فى أيديهم ما شاء الله ثم يخرج الدّجّال حقًّا .... حتّى ينزل عيسَى ابن مريم عليه السلام فيقاتلون معه الدّجّال. (عقد الدرر فى أخبار المنتظر ص: ۱۳۶-۱۳۷ طبع دار الكتب العلمية، بيروت)۔

(۳) عن عبدالله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يخرج الدّجّال فيمكث أربعين، لَا أدرى أربعين يومًا أو شهرًا أو عامًا، فيبعث الله عيسَى ابن مريم كأنه عروة بن مسعود، فيطلبه فيهلكه ثم يمكث فى الناس ليس بين اثنين عداوة، ثم يرسل الله ريحًا باردة من قِبل الشام فلا يبقى على وجه الأرض أحد فى قلبه مثقال ذرّة من خير أو إيمان إلّا قبضته حتّى لو ان أحدكم دخل فى كبد جبل لدخلته عليه حتّى تقبضه، قال: فيبقى شرار الناس فى خفّة الطير واحلام السباع لَا يعرفون معروفًا ولَا ينكرون منكرًا .... ثم ينفخ فى الصور فلا يسمعه أحد إلّا اصغى لِيتًا ورفع لِيتًا ...إلخ. (مشكوٰة ص: ۴۸۱، باب قرب الساعة وان من مات فقد قامت قيامته، الفصل الثالث، طبع قديمى)۔

کہ ریاست ٹونک میں نواب صاحب کے حکم پر باؤلی کے لئے زمین کھودی گئی، بمثل بنی آدم ایک بالشت جسامت کا زندہ نکلا، اس کے ساتھ دو بیل کی جوڑی اور ہل بھی تھا، بیلوں کے گلے میں پیتل کی گھنٹی تھی، سوتی رسّی بندھی تھی۔ بالشتیہ صاحب نے کاشت کاروں کے قسم کے سوتی کپڑے پہن رکھے تھے، پاؤں میں چمڑے کا جوتا تھا، کچھ بولا بھی تھا، پھر خوفزدہ ہوکر مرگیا۔ دُوسرے صاحب ماسٹر آف آرٹ ہیں، محمد احسان صاحب دہلوی، یہ بزرگ میری حقیقی چھوٹی بہن کے شوہرِ نامدار ہیں، نہایت دِین دار، سفید برقع پوش ہیں، یہ فرماتے ہیں: ۱۹۴۷ء قیامتِ صغریٰ کے اُس طرف دہلی علاقہ لال کنواں پر ایک مکان منہدم ہوجانے سے ''بالشتیہ بمثل بنی آدم'' ظاہر ہوا، باقاعدہ کپڑے پہنے ہوئے تھا، خود دیکھا۔ تیسرا بالکل عینی بیان کچھ یوں ہے کہ جناب حاجی ضمیرالدین صدیقی سندباد جہازی فرماتے ہیں کہ اسلامی ریاست دوجانہ میں ''کنواں یا باؤلی'' کے لئے زمین کی کھدائی ہوئی، تب آدمی ایسا بالشتیہ نکلا، یہ بھی جوتا، پگڑی، کپڑے پہنے تھا۔ ان تین عینی گواہان کے علاوہ اور بھی بیان ہیں کہ جنھوں نے اپنی آنکھوں سے بالشتیہ نامی مخلوق کو دیکھا، میرے نزدیک یہ باتیں ماورائے فہم ہیں، لیکن ان عینی بزرگوں کا کیا کروں؟

جواب:... اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی بے شمار انواع و اَقسام ہیں، ان میں سے بعض کا علم ہم لوگوں کو ہے، بعض کا نہیں ہے۔ اس لئے اگر بالشتی قسم کی بھی کوئی مخلوق ہو، تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ اس لئے یہ باتیں نہ ماورائے فہم ہیں، نہ خلافِ عقل، نہ ان کے انکار کرنے کی ضرورت ہے۔

کچھ پڑھ کر ہاتھ سے پتھری وغیرہ نکالنا

سوال:... آج کل فلپائن میں ایک غیرمسلم عورت کے متعلق مشہور ہو رہا ہے کہ وہ رُوحانی طریقوں سے جسمانی امراض مثلاً: گردے کی پتھری نکالنا، پیٹ میں سے رسولی نکالنا، آنکھ سے موتیابند نکالنا وغیرہ کا علاج کرتی ہے، اور لوگ اس سے علاج کرا کر آرہے ہیں۔ طریقہ اس طرح ہے کہ اپنے ہاتھ پر کچھ پڑھ کر اپنا ہاتھ متأثرہ جگہ پر چلایا، خون پیپ وغیرہ بلاکسی تکلیف کے نکلتا دِکھائی بھی دیا اور چند منٹ میں گردے کی پتھری اپنے ہاتھ سے نکال دی۔ دوبارہ ہاتھ پھیرا تو زخم وغیرہ سب ٹھیک ہوگئے۔ کیا اس طرح مسلمانوں کا علاج کرانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس طریقۂ علاج کی کیا حقیقت ہے، اس کے متعلق آپ کچھ بتلاسکیں گے؟ کیونکہ سائنس کی روشنی میں تو اس کی نظربندی یا شعبدہ بازی کے علاوہ کوئی اور توجیہ نہیں کی جاسکتی۔

جواب:... یہ مسمریزم کی مشقیں ہوتی ہیں، رُوحانیت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ فی نفسہٖ علاج جائز ہے، مگر اس میں اِعتقادی و عملی خرابیوں کا اندیشہ ہے، اس لئے احتیاط بہتر ہے۔[1] واللہ اعلم!

(۱) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ مسمریزم کے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''یہ عمل رُوحانی نہیں ہیں، نہ عملاً نہ اثراً، بلکہ دونوں طرح سے اعمال نفسانی ہیں، اور چونکہ قاعدۂ شرعیہ ہے کہ فعل مباح بھی اگر متضمن مفاسد کو ہو تو وہ غیرمباح ہوجاتا ہے، اور یہ اعمال متضمن مفاسدِ کثیرہ اِعتقادیہ و عملیہ کو ہیں، جیسا کہ تجربہ کار پر مخفی نہیں، اس لئے بنابر قاعدہ مذکورہ اُن سے ممانعت کی جاوے گی۔'' (دیکھئے امداد الفتاویٰ ج:۴ ص:۷۴، طبع مکتبہ دارالعلوم کراچی)۔

علم الاعداد سیکھنا اور اس کا استعمال

سوال:... میں نے شادی میں کامیابی و ناکامی معلوم کرنے کا طریقہ سیکھا ہے، جو اعداد کے ذریعہ نکالا جاتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیونکہ غیب کا علم تو صرف اللہ کو ہے۔

جواب:... غیب کا علم، جیسا کہ آپ نے لکھا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔[1] اس لئے علم الاعداد کی رُو سے جو شادی کی کامیابی یا ناکامی معلوم کی جاتی ہے یا نومولود کے نام تجویز کئے جاتے ہیں، یہ محض اٹکل پچو چیز ہے، اس پر یقین کرنا گناہ ہے، اس لئے اس کو قطعاً استعمال نہ کیا جائے۔[2]

کیا مصائب و تکالیف بدنصیب لوگوں کو آتی ہیں؟

سوال:... میں ذاتی اعتبار سے بڑی خوش نصیب ہوں، مگر میں نے کئی بدنصیب لوگ بھی دیکھے ہیں، پیدائش سے لے کر آخر تک بدنصیب۔ قرآنِ کریم میں ہے کہ اللہ کسی شخص کو اس کی قوتِ برداشت سے زیادہ دُکھ نہیں دیتا، لیکن میں نے بعض لوگ دیکھے ہیں جو دُکھوں اور مصائب سے اتنے تنگ آجاتے ہیں کہ آخرکار وہ ''خودکشی'' کرلیتے ہیں، آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ جب قرآنِ کریم میں ہے کہ کسی کی برداشت سے زیادہ دُکھ نہیں دیئے جاتے تو لوگ کیوں خودکشی کرلیتے ہیں؟ کیوں پاگل ہوجاتے ہیں؟ اور بعض جیتے بھی ہیں تو بدتر حالت میں جیتے ہیں۔ اس سوال کا جواب قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں دیجئے کہ انسانی عقل کے جوابات سے تشفی نہیں ہوتی۔ دُنیا میں ایک سے ایک ارسطو موجود ہے اور ہر ایک اپنی عقل سے جواب دیتا ہے، اور سب کے جوابات مختلف ہوتے ہیں، لہٰذا جواب قرآنِ کریم اور احادیثِ نبوی سے دیجئے، اُمید ہے جواب ضرور دیں گے۔

جواب:... قرآنِ کریم کی جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہے، اس کا تعلق شرعی اَحکام سے ہے،[3] اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو کسی ایسے حکم کا مکلّف نہیں بناتا جو اس کی ہمت و طاقت سے بڑھ کر ہو۔ جہاں تک مصائب و تکالیف کا تعلق ہے، اگرچہ یہ آیت شریفہ ان کے بارے میں نہیں، تاہم یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر اتنی مصیبت نہیں ڈالتا جو اس کی حدِ برداشت سے زیادہ ہو، لیکن جیسا کہ دُوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے: ''انسان دھڑ ولا واقع ہوا ہے'' اس کو معمولی تکلیف بھی پہنچتی ہے تو واویلا کرنے لگتا ہے اور آسمان سر پر اُٹھالیتا ہے۔[4] جو بزدل لوگ مصائب سے تنگ آکر خودکشی کرلیتے ہیں، اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ ان کی مصیبت حدِ

---

(۱) ''قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللهُ'' (النحل:۶۵)۔

(۲) وأعلم أن تعلم العلم یکون .... حرامًا وهو علم الفلسفة والشعبذة والتنجیم والرمل ...إلخ. (الدر المختار مع الرد ج:۱ ص:۴۳)۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: امداد الفتاویٰ ج:۴ ص:۷۸۔

(۳) قوله تعالٰی: ''لَا یُکَلِّفُ اللهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا'' الوسع الطاقة قاله ابن عباس وقتادة ومعناه: لَا یکلّفها ما لَا قدرة لها علیه لِاستحالته، کتکلیف الزمن السعی والأعمی النظر. (تفسیر زاد المسیر ج:۱ ص:۳۴۶)۔ أیضًا: بیان القرآن ج:۱ ص:۱۷۵، تفسیر رُوح المعانی ج:۳ ص:۶۹، تفسیر قرطبی ج:۳ ص:۴۲۵۔

(۴) ''اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا'' .... والهلوع الحریص علٰی ما لَا یحل له .... قال مقاتل: ضیق القلب والهلع شدة الحرص وقلة الصبر إذا مسّه الشر جزوعًا لَا یصبر ...إلخ. (تفسیر مظهری ج:۱۰ ص:۶۵)۔

برداشت سے زیادہ ہوتی ہے، بلکہ وہ اپنی بزدلی کی وجہ سے اس کو ناقابلِ برداشت سمجھ کر ہمت ہار دیتے ہیں، حالانکہ اگر وہ ذرا بھی صبر و استقلال سے کام لیتے تو اس تکلیف کو برداشت کر سکتے تھے۔ الغرض آدمی پر کوئی مصیبت ایسی نازل نہیں کی جاتی جس کو وہ برداشت نہ کر سکے، لیکن بسااوقات آدمی اپنی کم فہمی کی وجہ سے اپنی ہمت و قوت کو کام میں نہیں لاتا، کسی چیز کا آدمی کی برداشت سے زیادہ ہونا اور بات ہے، اور کسی چیز کے برداشت کرنے کے لئے ہمت و طاقت کو استعمال نہ کرنا دُوسری بات ہے، اور ان دونوں کے درمیان آسمان و زمین کا فرق ہے۔ ایک ہے کسی چیز کا آدمی کی طاقت سے زیادہ ہونا، اور ایک ہے آدمی کا اس چیز کو اپنی طاقت سے زیادہ سمجھ لینا، اگر آپ ان دونوں کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لیں تو آپ کا اِشکال جاتا رہے گا۔

کیا کاروبار میں پھنسنا، اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی علامت ہے؟

سوال:... میں عرصہ چار سال سے روزگار کے سلسلے میں ہوں، کاروبار میں مسلسل خسارے کے باعث ایک ماہ قبل کاروبار تبدیل کر دیا ہے، نئے کاروبار سے بھی دِل گھبراتا ہے، اور چھوڑ کر بھاگنے کو دِل چاہتا ہے۔ اس نئے کام کی وجہ سے دِینی محافل میں بیٹھنے کا وقت بالکل نہیں ملتا۔ چھ بچے بھی ہیں۔ ایک صاحب سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی سے ناراض ہوتے ہیں تو اس کو دُنیاداری میں اُلجھا دیتے ہیں، اس وقت سے سخت خوفزدہ ہوں کہ نہ جانے مجھ سے ایسی کون سی غلطی ہوگئی ہے، جو اس کاروبار میں پھنس گیا ہوں۔ براہِ کرم میری رہنمائی فرمائیں اور کوئی وظیفہ تجویز فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ آسانی فرمائیں اور رِزقِ حلال آسان ذرائع سے عطا فرمائیں۔

جواب:... وظائف اور عملیات تو میں جانتا نہیں، اور روزی کا تنگ ہونا یا فراخ ہونا، نہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی دلیل ہے، نہ مردودیت کی۔ بندے کا کام مالک کی رضا پر راضی رہنا، اور اس سے دُعائیں اور اِلتجائیں کرنا ہے۔ سو آپ کے لئے دُعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے آپ کی ہر پریشانیوں کو دُور فرمائے، رزق کی تنگی کو دُور فرمائے۔ روزانہ دو رکعت صلوٰۃ توبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کیا کیجئے، اور کسی عالم سے پوچھ پوچھ کر نیک اعمال بجالانے کی کوشش کیجئے۔ داڑھی اگر منڈاتے ہیں تو اس کو نہ منڈوایا کیجئے۔ گھر میں ٹی وی ہے تو اس کو نکال دیجئے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی تمام نافرمانیوں سے بچنے کی کوشش کیجئے، والسلام!

بُرے کام پر لگانے کا عذاب

سوال:... اگر کسی شخص کو اچھے کام پر لگا دیا جائے تو جب تک وہ شخص اس کام کو سرانجام دیتا رہے گا، کام پر لگانے والے شخص کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو بُرائی کا راستہ دِکھائے تو کیا وہ بھی گناہ کا مستحق رہے گا چاہے اس کا اس شخص سے دوبارہ رابطہ نہ ہو؟ اگر ایسا ہوگا تو اس گناہ سے چھٹکارا پانے کے لئے کیا طریقۂ کار اختیار کیا جائے جبکہ گناہ کا فعل انجام دینے والوں سے کوئی رابطہ بھی نہ ہو؟ جواب جلد دے کر ذہنی اذیت سے نجات دِلائیں۔

جواب:... حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے کسی اچھائی کی بات کو رواج دیا، اس کو اپنے اس عمل کا بھی اجر ملے گا اور جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان کا بھی ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جس شخص نے کسی بُرائی کو

رواج دیا، اس کو اپنی بدعملی کا بھی گناہ ہوگا اور جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان کا گناہ بھی ہوگا اور ان لوگوں کے گناہ میں کمی نہیں ہوگی۔[۱] ایک حدیث میں ہے کہ دُنیا میں جتنے ناحق قتل ہوتے ہیں، ہر ایک قتلِ بے گناہ کا ایک حصہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کے نام بھی لکھا جاتا ہے، کیونکہ وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے خونِ ناحق کی رسم بد جاری کی۔[۲]

اب جس شخص کی وجہ سے کوئی شخص بُرائی کے راستے پر لگا اور اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی تو اس شخص کو چاہئے کہ جن جن لوگوں کو بُرائی پر لگایا ان کو اس بُرائی سے نکالنے کی کوشش کرے، اور اگر ان سے کوئی رابطہ نہیں رہا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ و اِستغفار کرے، اور ان لوگوں کے لئے بھی دُعا و اِستغفار کرے۔ نیز اس کے تدارک کے لئے نیکیوں کو پھیلانے کی کوشش میں لگا رہے، اِن شاء اللہ اس کا یہ گناہ معاف ہوجائے گا۔

انسان اور جانور میں فرق

سوال:... جناب! ہمارے ایک جاننے والے صاحب کا کہنا ہے کہ عورت اور مرد آپس میں ہلکے پھلکے انداز میں جسمانی تعلق قائم رکھ سکتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ تمام حرکات قدرتی ہیں، جس کو کہ وہ نیچرل کا نام دیتے ہیں، ان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بدکاری اور زنا کے متعلق ارشاد فرمایا ہے، جبکہ کسی اور جگہ یا کسی اور کتاب میں یعنی حدیث شریف میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ موصوف کے مطابق تمام جانور جن میں انسان بھی شامل ہیں، آپس میں مل کر رہتے ہیں اور ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہیں، انسانوں میں شامل عورت اور مرد بھی ساتھ اُٹھ بیٹھ سکتے ہیں اور ایک خاص حد تک تعلق قائم رکھ سکتے ہیں۔ میری ان سے سرسری سی بات ہوئی تھی مگر میں ان کو بہتر جواب نہ دے سکی، کیونکہ شرم و حیا کی وجہ سے میرا سمجھانا ان کو مشکل تھا۔

جواب:... نامحرَم مرد اور عورت کا آپس میں ملنا، سلام و دُعا کرنا اور ایک دُوسرے کو مس کرنا اسلام کی رُو سے جائز نہیں۔[۳] بدکاری اور فحاشی (زنا) کا ناجائز ہونا تو شاید ان نوجوانوں کو بھی مسلّم ہو، اب اگر نوجوانوں کو خلافِ جنس کے ساتھ اختلاط کی مکمل چھٹی دے دی جائے اور معاشرتی اقدار یا قانون ان کے ''حیوانی اختلاط'' کے درمیان حائل نہ ہو تو اس آزادانہ اختلاط کا نتیجہ سوائے بدکاری کے اور کیا نکلے گا...؟ اور اہلِ عقل کا قاعدہ ہے کہ جب کسی بُرائی سے منع کیا جاتا ہے تو اس کے اسباب کا بھی سدِباب کیا جاتا ہے۔ زنا، چونکہ شریعت کی نظر میں بدترین بُرائی ہے، اس لئے شریعت نے اس کے تمام اسباب پر بھی پابندی عائد کردی ہے، چنانچہ حضرت

---

(۱) عن جرير بن عبدالله .... فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سنّ في الإسلام سُنَّة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيء، ومن سنّ في الإسلام سُنَّة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أوزارهم شيء. رواه مسلم. (مشكٰوة ص:۳۳).

(۲) عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا تقتل نفس ظلمًا إلّا كان على ابن آدم الأوّل كِفل من دمها لأنه أوّل من سنّ القتل. متفق عليه. (مشكٰوة ص:۳۳).

(۳) ولَا يكلم الأجنبية إلّا عجوزًا أى وإلّا تكون عجوزًا بل شابة لَا يشمتها ولَا يرد السلام بلسانه. (شامى ج:۶ ص:۳۶۹). وما حل نظره .... حل لمسه .... إلّا من أجنبية فلا يحل مس وجهها وكفها وإن أمن الشهوة لأنه أغلظ ولذا تثبت به حرمة المصاهرة وهذا فى الشابة. (الدر المختار مع الرد ج:۶ ص:۳۶۷، فصل فى النظر والمس، عالمگيرى ج:۵ ص:۳۲۷، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه ...إلخ).

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی مروی ہے:

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .... فَزِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ، وَالنَّفْسُ تَمَنّٰی وَتَشْتَهِیْ، وَالْفَرْجُ یُصَدِّقُ ذٰلِکَ وَیُکَذِّبُهٗ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ." (مشکوٰۃ ص:۲۰)

ترجمہ:... "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آنکھوں کا زنا نامحرَم کو دیکھنا ہے، کانوں کا زنا باتیں سننا ہے، زبان کا زنا باتیں کرنا ہے، دِل کا زنا نفسانی خواہش ہے اور شرم گاہ ان تمام کی تصدیق کردیتی ہے یا تکذیب کردیتی ہے۔" (صحیح بخاری و مسلم)

اب یہ دیکھئے کہ انسان اور جانور کے درمیان کیا فرق ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ جانوروں میں خواہشات تو موجود ہیں مگر یہ خواہشات حدود و قیود کی پابند نہیں، کیونکہ وہ عقل کے جوہر سے محروم ہیں اور اتنا شعور ہی نہیں رکھتے کہ کھانے پینے کی خواہش پوری کرنے کے لئے جائز و ناجائز یا اپنے اور پرائے کی تمیز بھی کرنی چاہئے، اسی طرح جنسی اختلاط میں ماں، بہن اور بہو بیٹی کے درمیان امتیاز کرنے کی ضرورت ہے، نہ انہیں یہ شعور ہے کہ تقاضائے شرم و حیا کی بنا پر ستر پوشی کے تکلف کی بھی ضرورت ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اہلِ عقل کو اَحکام کا مکلّف کیا ہے، جانوروں کو، یا جو انسان کہ عقل سے محروم، دیوانے اور پاگل ہوں وہ شرعی اَحکام کے مکلّف نہیں، خدا نہ کرے کہ علم و عقل اور فہم و دانش رکھنے کے باوجود انسان حیوانوں کی سطح پر اُتر آئیں، اور جانوروں کی بہیمانہ حرکات کو جو عقل کی قید سے خارج ہیں، تقاضائے فطرت قرار دے کر ان پر رشک کرنے لگیں، یا جانوروں کی ریس کرنے لگیں۔

بہت سی قباحتوں اور بُرائیوں کا اِدراک تو انسانی عقل کرلیتی ہے، لیکن بہت سی بُرائیاں ایسی ہیں جن کے مشاہدے سے عقلِ انسانی بھی قاصر رہتی ہے، ایسی بُرائیوں کے جراثیم دیکھنے کے لئے "وحیِ اِلٰہی" کی خوردبین درکار ہے، اس لئے داناؤں کا کہنا یہ ہے کہ انسان کی طبعی خواہشات عقل کے تابع ہونی چاہئیں، تاکہ انسان اور جانور میں فرق کیا جاسکے، اور انسان کی عقلی خواہشات "وحیِ اِلٰہی" کے تابع ہونی چاہئیں، تاکہ حقیقی انسان اور انسان نما جانور کے درمیان امتیاز کیا جاسکے۔

خلاصہ یہ کہ انسان کی فطری خواہشات برحق، مگر خالقِ فطرت نے ان خواہشات کو پورا کرنے کے لئے کچھ قواعد و ضوابط مقرّر فرمائے ہیں، پس اگر اس انسانی مشین کا استعمال اس کے خالق کے بتائے ہوئے اُصول و قواعد کے مطابق کیا جائے گا تو یہ مشین صحیح کام کرے گی اور اگر ان اُصول و قواعد کی پروا نہ کی گئی تو انسان، انسان نہیں رہے گا، بلکہ انسان نما جانور بن جائے گا۔

کیا اِخلاص سے کلمہ پڑھنے والا جنت میں جائے گا؟

سوال:... اگر کسی نے اِخلاص سے "لا اِلٰہ اِلَّا اللہ" پڑھا وہ جنت میں جائے گا، کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

جواب:... یہ حدیث تو صحیح ہے،[1] لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اس سے کسی قسم کا حساب و کتاب نہیں ہوگا۔

---

(۱) عن عثمان رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من مات وهو یعلم أنه لَا إله إلّا الله دخل الجنّة. رواه مسلم. (مشکوٰة ص:۱۵، کتاب الإیمان، الفصل الثالث).

قومی ترانے کے مصرع ”سایۂ خدائے ذُوالجلال“ پر اِشکال

سوال:... جناب یہ ایک حقیر اِستفسار ہے، اُمید ہے جواب سے تسلی فرمائیں گے۔ وہ یہ کہ پاکستان کے قومی ترانے کے آخری مصرع یعنی ”سایۂ خدائے ذُوالجلال“ یہ معنی و مفہوم کے لحاظ سے کہاں تک جائز و زیبا ہے؟ کیونکہ سایہ کے لئے مجسم ہونا ضروری ہے اور باری تعالیٰ اس سے پاک ہے، اگر عقیدہ و مفہوم کی رُو سے یہ لفظ نازیبا ہو تو لفظ ”سایہ“ کے بجائے لفظ ”فضل“ پڑھنا یعنی ”فضلِ خدائے ذُوالجلال“ پڑھنے میں کوئی اِشکال تو نہیں؟

جواب:... ”سایۂ خدائے ذُوالجلال“ میں ”سایہ“ کے حقیقی معنی مراد نہیں، بلکہ فضل و رحمت ہی کے معنی ہیں، جیسے محاورے میں کہا کرتے ہیں کہ: ”آپ بزرگوں کا سایہ ہے“۔ بہرحال مجازی معنی مراد ہیں، اس لئے یہ محلِ اِشکال نہیں!

قائدِ اعظم کا عقیدہ کیا تھا؟ اور اُنہیں ”قائدِ اعظم“ کیوں کہتے ہیں؟

سوال:... قائدِ اعظم کے متعلق مشہور ہے کہ شیعہ تھے، کیا ان کے مزار پر جاکر فاتحہ پڑھنا جائز ہے؟ کیا اُنہیں ”قائدِ اعظم“ کہنا دُرست ہے؟ سنا ہے شیعہ فرقہ مدینہ کے منافقوں سے مشابہت رکھتا ہے، کیا صحیح ہے؟

جواب:... قائدِ اعظم کے بارے میں تو مجھے تحقیق نہیں۔ شیعوں پر فاتحہ پڑھنے کی گنجائش نہیں۔ شیعہ اُصول و نظریات پر تو منافقینِ مدینہ ہی کی مثال صادق آتی ہے، میرا خیال ہے کہ بہت سے شیعہ عوام کو خود بھی شیعہ عقائد کا علم نہیں۔ ”قائدِ اعظم“ ایک سیاسی خطاب ہے، جو لوگوں نے ان کی سیاسی قیادت پر دیا۔

قائدِ اعظم کو مسیح علیہ السلام سے تشبیہ دینا

سوال:... روزنامہ ”جنگ“ کراچی، یکم جنوری کے شمارے میں ادارتی صفحے پر مولانا کوثر نیازی صاحب نے اپنی تقریر شائع کی ہے، جو انہوں نے اپنے دورِ وزارت میں ۲۱ر دسمبر ۱۹۷۶ء کو قومی اسمبلی کے ہال میں کی تھی، اس میں موصوف فرماتے ہیں: ”۲۵ر دسمبر حضرت مسیح کی پیدائش کا دن بھی ہے، اور ہماری قوم کے مسیحا کا یومِ ولادت بھی.... مسیح کو غیروں نے صلیب پر چڑھایا، اور ہمارا مسیح اپنی قوم کی خاطر خود چپ چاپ ایثار و وفا کی صلیب پر چڑھا، جی ہاں! قائدِ اعظم کو اپنی صلیب کا علم تھا۔“ آگے فرماتے ہیں: ”وہ مسیح جس نے اپنے وجود کو صلیب پر چڑھایا، اس کا دن بھی ۲۵ر دسمبر کو ہے، اور میری قوم کا مسیحا جس کی قربانی ایک تاریخی حقیقت ہے، جو نو برس تک اپنی صلیب پر چڑھ کر اکیلا لٹکتا رہا، اس کا یومِ پیدائش بھی ۲۵ر دسمبر ہے۔“ آپ سے دریافت کرنا ہے کہ کیا واقعی حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے تھے؟ اور کیا مولانا کوثر نیازی صاحب کی یہ تقریر اہلِ اسلام کے عقیدے کے مطابق ہے؟

جواب:... مولانا موصوف کی یہ تقریر شاعرانہ تخیل پر مبنی ہے، جسے نثر میں ”سیاسی شاعری“ کہہ سکتے ہیں، اس قسم کے شاعرانہ خیالات کی بنیاد کسی عقیدے پر نہیں ہوتی بلکہ پروازِ تخیل پر اس کی بنیاد ہوتی ہے، جس میں کذب کی حد تک مبالغہ آفرینی کی جاتی ہے، اور مفروضات کو حقائق و واقعات کا رنگ دیا جاتا ہے، اسی لئے شعر کے بارے میں کہا گیا ہے:

"أحسن أو أكذب أو"

جہاں تک عقیدے کا تعلق ہے، مسلمان اس کے قائل نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا گیا، یہ یہود کا اِدّعا تھا جس کی قرآنِ کریم نے پُرزور تردید کی ہے،[1] اور اسے موجبِ لعنت قرار دیا ہے، یہود کی تقلید میں نصاریٰ بھی اس کے قائل ہوئے اور اس لئے انہوں نے صلیب کے تقدس اور اس کی پرستش کا عقیدہ ایجاد کیا۔ یہود و نصاریٰ کی تقلید میں دورِ جدید کے ایک نئے مسیحی فرقے کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ بہرحال! اسلام اس عقیدے سے بَری ہے اور اسے موجبِ لعنت قرار دیتا ہے۔ اور قائدِاعظم کے صلیب پر لٹکنے کا شاعرانہ تخیل بھی گستاخی سے خالی نہیں۔

''وہابی'' کسے کہتے ہیں؟

سوال:... جو لوگ قرآن و سنت کے طریقے کے خلاف کئے گئے نذر و نیاز کی چیزوں کو نہیں کھاتے، انہیں ''وہابی'' اور گمراہ کہا جاتا ہے، ''وہابی'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:... جہالت کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں، ''وہاب'' تو اللہ تعالیٰ کا نام ہے، ''وہابی'' کے معنی ''اللہ والے''۔[2]

کیا اہلِ بیتؓ کے ساتھ ''علیہ السلام'' کہہ سکتے ہیں؟

سوال:... شیعہ حضرات اہلِ بیتؓ کو ''علیہ السلام'' کہتے ہیں، جبکہ میں نے ''احسن الفتاویٰ'' جلد اوّل میں پڑھا ہے کہ ''علیہ السلام'' انبیائے کرام علیہم السلام کا خاصہ ہے، کسی صحابی کو ''علیہ السلام'' کہنا دُرست نہیں۔ تو شیعہ حضرات یہ دلیل دیتے ہیں کہ دُرودِ اِبراہیمی میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر سلام بھیجا جاتا ہے، اور اس سے دلیل لیتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ: اہلِ بیت کو بھی ''علیہ السلام'' کہا جاسکتا ہے، آپ رہنمائی فرمائیں۔

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں جائز اور صحیح ہے، مستقلاً نہیں۔[3]

اِمام ابوحنیفہؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ وغیرہ کے ناموں کے ساتھ ''رضؓ'' لکھنا

سوال:... آج کل کچھ لوگ اِمام ابوحنیفہؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ وغیرہ کے ناموں کے ساتھ ''رضؓ'' یا ''رضی اللہ عنہ'' لکھتے ہیں اور کہتے ہیں، کیا ایسا کہنا اور لکھنا شرعاً دُرست ہے؟

جواب:... ''رضی اللہ عنہ'' صحابہ کے لئے لکھنا چاہئے۔[4]

---

(١) "وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللهِ، وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ، وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ، مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ، وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا." (النساء:١٥٧).

(٢) بہت بخشنے والا، مراد خدا تعالیٰ۔ دیکھئے: علمی اُردو لغت ص:١٥٦٠ طبع لاہور۔

(٣) وفي الخلاصة أيضًا ان في الأجناس عن أبي حنيفة لَا يصلي على غير الأنبياء والملائكة، ومن صلّى على غيرهما لَا على وجه التبعية فهو غال من الشيعة التي نسميها الروافض. انتهى .... الخ. (شرح فقه الأكبر ص:٢٠٤، طبع بمبئي).

(٤) ويستحب الترضي للصحابة. (فتاوىٰ شامي ج:٦ ص:٧٥٤، مسائل شتّٰى، طبع ايچ ايم سعيد).

لفظ ''مولانا'' لکھنا

سوال:... میں اور میرا دوست باتیں کر رہے تھے، تو باتوں کے دوران میرا دوست اچانک دِین کی باتیں کرنے لگا، ہم دونوں بحث کر رہے تھے، میں نے کہا کہ: اس مسئلے کا حل مولانا سے پوچھنا چاہئے۔ تو اس نے مجھ سے کہا کہ: یہ ''مولانا'' کا لفظ صحیح نہیں ہے، یہ صرف قرآن پاک میں اللہ کے لئے آیا ہے۔ یہ مولوی صاحب اپنے آپ کو ''مولانا'' جو لکھتے ہیں، یہ جائز نہیں ہے۔

جواب:... آپ کے دوست کی بات غلط ہے، اوّل تو مولوی صاحب اپنے آپ کو کبھی اپنے قلم سے ''مولانا'' نہیں لکھتے۔ علاوہ ازیں اس کا یہ کہنا کہ یہ قرآن میں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے آیا ہے، نہایت غلط ہے۔ قرآنِ کریم میں مولیٰ کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے، فرشتوں کے لئے، اور اہلِ ایمان کے لئے آیا ہے۔

عالمِ دِین کو ''مولانا'' سے موسوم کرنا

سوال:... ایک صاحب فرماتے ہیں کہ کسی عالمِ دِین کو لفظ ''مولانا'' کے ساتھ موسوم کرنا نہیں چاہئے۔ لفظ ''مولانا'' کو خداوند قدوس نے اپنے لئے قرآن میں استعمال کیا ہے۔

جواب:... ''مولیٰ'' کے بہت سے معنی آتے ہیں: دوست، محبوب، محترم وغیرہ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ شانہٗ کے علاوہ دُوسروں کے لئے بھی اس کا استعمال صحیح ہے۔ چنانچہ سورۂ تحریم کی آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کو، جبریلِ امین علیہ السلام کو اور صالح المؤمنین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مولا فرمایا گیا ہے۔[۲] اور صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ''أنت أخونا ومولانا''۔[۳] ترمذی وغیرہ کی مشہور حدیث میں ہے: ''من كنت مولاه علیٌّ مولاه''[۴] اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کو تمام اہلِ ایمان کا محبوب اور مولا فرمایا ہے۔

''مولوی'' اور ''مُلاّ''

سوال:... ''مولوی'' اور ''مُلاّ'' کس زبان کے الفاظ ہیں؟ اور ان کے کیا معنی ہیں؟

جواب:... ''مولوی'' اور ''مُلاّ'' فارسی زبان کے الفاظ ہیں، ''مولوی'' کے معنی: ''اللہ والا''،[۵] اور ''مُلاّ'' کے معنی: ''بہت بڑا عالم''۔[۶]

---

(۱) ''فَاِنَّ اللهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ .... الخ۔'' (التحريم:۴)۔

(۲) ''فَاِنَّ اللهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ .... الخ۔'' (التحريم:۴)۔

(۳) صحيح بخارى، باب مناقب زيد بن حارثة مولى النبى صلى الله عليه وسلم ج:۲ ص:۵۲۸ طبع نور محمد كراچى۔

(۴) ترمذى، باب مناقب على بن أبى طالب رضى الله عنه ج:۲ ص:۲۱۳ طبع مكتبه رشيديه، ساهيوال۔

(۵) منسوب طرف مولا بمعنی خداوند وصاحب کے۔ (لغاتِ کشوری ص:۵۱۴)۔

(۶) یہ صیغہ مبالغہ کا ہے، بمعنی بہت بھرا ہوا، مراد اس سے وہ شخص ہے جو علم سے بہت بھرا ہوا اور پُر ہو، یعنی بہت پڑھا ہوا، بڑا عالم۔ (دیکھئے: لغاتِ کشوری ص:۴۹۴)۔

سر کا صدقہ

سوال:...ایک عامل صاحب نے کہا ہے کہ: جو لوگ مصیبتوں میں مبتلا ہوں ان کو چاہئے کہ بجائے کسی نام کی طرف منسوب کرنے کے صرف اپنے سر کا صدقہ کریں، صدقہ ادا کرنے سے مصائب رفع ہو جاتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ: صدقہ صرف اپنے سر کا ہوتا ہے۔ مگر ہم نے اب تک جب بھی صدقہ دیا تو اللہ تعالیٰ کے نام کی طرف منسوب کر کے دیا کہ اے اللہ تعالیٰ! یہ خیرات آپ کے نام کی ہے، آپ ہمارے حال پر رحم فرمائیں۔ حضرت! کیا عامل کا کہنا ٹھیک ہے یا غلط؟ صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور اگر غلط ہے جیسا کہ ہمارا گمان ہے تو اس کی وضاحت فرمادیں، عین نوازش ہوگی۔

جواب:...اپنے سر کے صدقے کا مطلب اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوتا ہے، اس لئے صحیح ہے، اپنی طرف سے صدقہ کرنا یہ صدقہ بھی فی سبیل اللہ ہوتا ہے، عامل کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ صدقے سے مصیبت ٹلتی ہے۔[1]

---

(۱) وروی عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الصدقة تسد سبعین بابًا من السوء رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ (الترغیب والترہیب ج:۲ ص:۱۹)۔